یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب .



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان





۷۸۶

۱۱۰-۹۲

یا صاحب الزماںؑ ادرکنی

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

شہزادہ علی اصغرؑ

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی



شہزادہ علی اصغر علیہ السلام

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی

سفینۂ سکینہ

حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸ C1

نام کتاب : شہزادہ علی اصغرؑ
تصنیف : علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی
اشاعت : اوّل (۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء)
تعداد : ایک ہزار
کمپوزنگ : ریحان احمد
قیمت : ۸۰۰ روپے
ناشر : مرکزِ علومِ اسلامیہ
I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال، بلاک-11
کراچی۔ فون: 0213-4612868
0300-2778856

....کتاب ملنے کا پتہ....

مرکزِ علومِ اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال
بلاک-11 کراچی فون: 0213-4612868
website: www.allamazameerakhtar.com

انتساب

سیّدہ صفیہ سلطانہ

بنتِ

سیّد مرتضیٰ حسین زیدی

امام الکلام

کلام امام حسینؑ

شِيعَتِي مَا إنْ شَرِبْتُمْ رَيَّ عَذْبٍ فَاذْكُرُونِي
أَوْ سَمِعْتُمْ بِغَرِيبٍ أَوْ شَهِيدٍ فَانْدُبُونِي

میرے دوستو! اگر تم ٹھنڈا پانی پینا تو مجھے ضرور یاد کر لینا، اور جب کسی غریب یا شہید کے متعلق سننا تو مجھ پر گریہ و بکا کرنا

لَيْتَكُمْ فِي يَوْمِ عَاشُورَاءَ جَمِيعاً تَنْظُرُونِي
كَيْفَ أَسْتَسْقِي لِطِفْلِي فَأَبَوْا أَنْ يَرْحَمُونِي

اے کاش! تم سب روزِ عاشورہ ہوتے اور دیکھتے کہ میں اپنے بچے کے لئے پانی کا طلبگار تھا مگر کسی نے رحم نہ کیا

فہرست

باب دوم

مصائبِ حضرت علی اصغرؑ: (کربلا کے راستے میں)

مصائبِ علی اصغرؑ روزِ عاشور

(الف) علی اصغرؑ کی امید اپنے چچا عباسؑ سے

(ب) حضرت علی اصغرؑ کی پیاس

(ج) شہادتِ علی اصغرؑ

روزِ عاشورہ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد

(الف) آسمان کی طرف خونِ علی اصغرؑ کا پھینکنا

(ب) حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر خیامِ اہلِ حرم میں کہرام

(ج) علی اصغرؑ کو دفن کرنا

﴿مصائب﴾ ....۴ تا ۱۱ محرم اور عصرِ عاشور کے

قید خانے میں حضرت علی اصغرؑ کی یاد

ائمہ معصومینؑ کا علی اصغرؑ کے غم میں رونا

حضرت اُمِّ ربابؑ کا غم منانا

باب سوم

معجزات علی اصغرؑ

﴿باب چہارم﴾

مقتلِ ابی مخنف — مقتل اللہوف — روضۃ الشہدا
مناقب — تذکرۃ الخواص — نور العین فی مشہد الحسین
البدایۃ والنہایۃ — جلاء العیون — منتہی الآمال
منتخب التواریخ — الدّمعۃُ السّاکبہ — نفس المہموم
ابصار العین فی انصار الحسینؑ — ریاض القدس
معالی السبطین — ریاض الاحزان — مہیج الاحزان
مجالس الشیعہ — مائتین فی مقتل الحسین — سردارِ کربلا
سوگنامۂ آلِ محمدؐ — نہر المصائب — بحور الغمہ
مجالس علویہ — زبدۃ المصائب — مصائب الشہدا
مقتلِ سادات — بحر المصائب — اصحاب الیمین
ریاض الشہدا — زینت المجالس — توضیح عزا
نزہت المصائب — بحور الغمہ — ذکر المصائب

باب پنجم

شہزادہ علی اصغرؑ خطیبوں کی نظر میں

باب ششم

شہزادہ علی اصغرؑ دانشوروں کی نظر میں

﴿باب ہفتم﴾

شہزادۂ علی اصغرؑ شاعروں کی نظر میں

﴿۱﴾ میر شیر علی افسوس دہلوی ﴿۲﴾ مرزا پناہ علی بیگ افسردہ ﴿۴﴾ گدا علی گدا ﴿۵﴾ مرزا محمد رفیع سودا ﴿۶﴾ میاں سکندر ﴿۷﴾ احسان لکھنوی ﴿۸﴾ کنور سین مضطر لکھنوی ﴿۹﴾ دلگیر ﴿۱۰﴾ مظفر حسین ضمیر ﴿۱۱﴾ میر خلیق ﴿۱۲﴾ مرزا فصیح ﴿۱۳﴾ میر انیس ﴿۱۴﴾ مرزا دبیر ﴿۱۵﴾ میر مونس ﴿۱۶﴾ گلشن الدولہ مرزا علی خاں بہار لکھنوی ﴿۱۷﴾ شیخ امداد علی بحر لکھنوی ﴿۱۸﴾ آغا ذہین دہلوی ﴿۱۹﴾ میر انس ﴿۲۰﴾ میرزا عشق ﴿۲۱﴾ میرزا تعشق ﴿۲۲﴾ میر نفیس ﴿۲۳﴾ میر وحید ﴿۲۴﴾ مرزا اوج ﴿۲۵﴾ پیارے صاحب رشید ﴿۲۶﴾ میر عارف ﴿۲۷﴾ دولھا صاحب عروج ﴿۲۸﴾ ادب لکھنوی ﴿۲۹﴾ داغ دہلوی ﴿۳۰﴾ امیر مینائی ﴿۳۱﴾ میر محبوب علی خاں آصف ﴿۳۲﴾ فصاحت جنگ جلیل ﴿۳۳﴾ مہاراجہ کشن پرشاد شاد ﴿۳۴﴾ مسرور حیدر آبادی ﴿۳۵﴾ نگین حیدر آبادی ﴿۳۶﴾ اختر حیدر آبادی ﴿۳۷﴾ تراب یار جنگ سعید ﴿۳۸﴾ میر عثمان علی خاں ﴿۳۹﴾ تاثیر دہلوی ﴿۴۰﴾ انجم لکھنوی ﴿۴۱﴾ منیر شکوہ آبادی ﴿۴۲﴾ درخشاں لکھنوی ﴿۴۳﴾ صغیر الہ آبادی

﴿۴۷﴾قیصر ﴿۴۸﴾ مہر ﴿۴۹﴾آرزو لکھنوی ﴿۵۰﴾صفی لکھنوی ﴿۵۱﴾عزیز لکھنوی ﴿۵۲﴾ شاغل لکھنوی ﴿۵۳﴾ بلاغت ﴿۵۴﴾ بہار لکھنوی ﴿۵۵﴾ثروت ﴿۵۶﴾ ذاخر لکھنوی ﴿۵۷﴾شوق موہانی ﴿۵۸﴾قتیل لکھنوی ﴿۵۹﴾مہدی لکھنوی ﴿۶۰﴾ ناصر لکھنوی (شاگردِ ذاخر لکھنوی) ﴿۶۱﴾نواب سیّد عسکری بلیغ لکھنوی ﴿۶۲﴾ حامد لکھنوی ﴿۶۳﴾ ہادی لکھنوی ﴿۶۴﴾شرر لکھنوی ﴿۶۵﴾مرزا کاظم حسین محشر مرحوم ﴿۶۶﴾ تمنا لکھنوی ﴿۶۷﴾ ذاکر لکھنوی ﴿۶۸﴾ زائر لکھنوی ﴿۶۹﴾ ظفر لکھنوی (نبیرۂ مفتی میر محمد عباس) ﴿۷۰﴾ قمر لکھنوی (شاگردِ عزیز لکھنوی) ﴿۷۱﴾لیاقت لکھنوی ﴿۷۲﴾ وقار لکھنوی ﴿۷۳﴾ راز لکھنوی ﴿۷۴﴾علی میاں کامل ﴿۷۵﴾ قدیم لکھنوی ﴿۷۶﴾ بابو صاحب فائق ﴿۷۷﴾امید لکھنوی ﴿۷۸﴾ جاوید لکھنوی ﴿۷۹﴾احسن مارہروی ﴿۸۰﴾ مولانا کلبِ حسین اختر ﴿۸۱﴾ روپ کماری ﴿۸۲﴾راجہ محمود آباد (امیر احمد خاں محبوب) ﴿۸۳﴾ جناب احسن طباطبائی لکھنوی ﴿۸۴﴾ فضل نقوی ﴿۸۵﴾سالک لکھنوی ﴿۸۶﴾ اکمال لکھنوی ﴿۸۷﴾ تجمل لکھنوی ﴿۸۸﴾ جوالا پرشاد روش لکھنوی ﴿۸۹﴾ آغا شاعر قزلباش ﴿۹۰﴾نسیم امروہوی ﴿۹۱﴾ صبا اکبر آبادی ﴿۹۲﴾ باقر امانت خانی ﴿۹۳﴾ ضیاء الحسن موسوی ﴿۹۴﴾اصغر گونڈوی ﴿۹۵﴾ شوکت بلگرامی ﴿۹۶﴾مولانا سبطِ حسن ﴿۹۷﴾شہید یار جنگ شہید ﴿۹۸﴾ شدید لکھنوی ﴿۹۹﴾ حامد لکھنوی ﴿۱۰۰﴾ یوسف علی خاں ناظم (والیٔ رامپور) ﴿۱۰۱﴾ نوح ناروی ﴿۱۰۲﴾ آرم لکھنوی ﴿۱۰۳﴾ احسان امروہوی ﴿۱۰۴﴾ جوش ملیح آبادی ﴿۱۰۵﴾ علامہ نجم آفندی ﴿۱۰۶﴾ استاد قمر جلالوی ﴿۱۰۷﴾ جعفر طاہر ﴿۱۰۸﴾ مجاہد لکھنوی ﴿۱۰۹﴾ سیّد محسن نقوی ﴿۱۱۰﴾ امید فاضلی ﴿۱۱۱﴾ وصی فیض آبادی ﴿۱۱۲﴾ پیام اعظمی ﴿۱۱۳﴾ علامہ ذکی سرور کوٹی ﴿۱۱۴﴾ ڈاکٹر آغا مسعود رضا خاکی ﴿۱۱۵﴾ وحید الحسن ہاشمی

﴿۱۱۶﴾ہوش عابدی ﴿۱۱۷﴾کلیم الٰہ آبادی ﴿۱۱۸﴾اثر ترابی ﴿۱۱۹﴾سیّد محمد علی رضوی (سچے) ﴿۱۲۰﴾آصف عابدی ﴿۱۲۱﴾قائم جعفری نجفی ﴿۱۲۲﴾محمد امیر حسن خان ﴿۱۲۳﴾مسعود جامی ﴿۱۲۴﴾حیدر اختر کاظمی ﴿۱۲۵﴾حلمی آفندی ﴿۱۲۶﴾حیدر علی حب ﴿۱۲۷﴾میر حامد علی غیور ﴿۱۲۸﴾سید فیض حسین فرد ﴿۱۲۹﴾پرنس عباس مرزا ﴿۱۳۰﴾طالب جارچوی ﴿۱۳۱﴾منور عباس شہاب ﴿۱۳۲﴾جعفر شیرازی ﴿۱۳۳﴾مقبل ﴿۱۳۴﴾ وفا ﴿۱۳۵﴾دارا ﴿۱۳۶﴾نجف ﴿۱۳۷﴾واجد لکھنوی ﴿۱۳۸﴾آشفتہ ﴿۱۳۹﴾نصیر ﴿۱۴۰﴾فائز ﴿۱۴۱﴾خلیل لکھنوی ﴿۱۴۲﴾ظہیر لکھنوی ﴿۱۴۳﴾سیّد محمد شمیم (شاگردِ مرزا دبیر) ﴿۱۴۴﴾ یمین لکھنوی (شاگرد دبیر) ﴿۱۴۵﴾وہاب مدراسی (شاگرد مرزا دبیر) ﴿۱۴۶﴾راجہ الفت رائے الفت ﴿۱۴۷﴾میر مہدی مجروح دہلوی (شاگرد غالب) ﴿۱۴۸﴾ فاخر لکھنوی ﴿۱۴۹﴾ مولانا سیّد سبطِ حسن فاطر لکھنوی ﴿۱۵۰﴾رضا علی خاں نواب رامپور ﴿۱۵۱﴾ شاہد نقوی ﴿۱۵۲﴾رفیق رضوی ﴿۱۵۳﴾تکمیل رضوی ﴿۱۵۴﴾سیّد سجاد احمد رزمی ﴿۱۵۵﴾حسین نظر ﴿۱۵۶﴾فہیم ﴿۱۵۷﴾ چھنگا صاحب حسین لکھنوی ﴿۱۵۸﴾شفیق ﴿۱۵۹﴾ ثمر ﴿۱۶۰﴾رفیع (نبیرہ مرزا دبیر) ﴿۱۶۱﴾زاہد حسن ﴿۱۶۲﴾ مؤدب لکھنوی ﴿۱۶۳﴾نگار بارہ بنکوی ﴿۱۶۴﴾سجاد علی خاں رہبر لکھنوی ﴿۱۶۵﴾ وقار نگری (مدراس) ﴿۱۶۶﴾ اعجاز زیدی لکھنوی ﴿۱۶۷﴾ ایوب مبارک پوری ﴿۱۶۸﴾مضطر تاج پوری ﴿۱۶۹﴾ مولانا مرزا محمد اشفاق ، شوق لکھنوی ﴿۱۷۰﴾ تصویر لکھنوی ﴿۱۷۱﴾ انور رائے بریلوی ﴿۱۷۲﴾کاظم جرولی ﴿۱۷۳﴾طیب کاظمی ﴿۱۷۴﴾میرزا مجرب لکھنوی ﴿۱۷۵﴾ ضیا الحسن ضیا نونہروی ﴿۱۷۶﴾سید اطہر علی اطہر جلالوی ﴿۱۷۷﴾سید افسر علی بقا جلالوی ﴿۱۷۸﴾کمال لکھنوی ﴿۱۷۹﴾آرزو سرسوی ﴿۱۸۰﴾سید ظلِ

﴿باب ہشتم﴾

﴿باب نہم﴾



ا۔ مقدمہ

گُلِ کربلا کون ہے؟

گُلِ کربلا کہاں ہے؟

گُلِ زہراؑ کون ہے؟

گُلِ حسینؑ کون ہے؟

اے چھ ماہ کے پھول تجھ پر کیا مصیبت گزر گئی؟

اے شہزادی فاطمہ زہراؑ کے پھول تجھے پانی کیوں نہیں دیا؟

اے شہزادی فاطمہؑ زہرا کے پھول تیرے گلے کے ساتھ کیا سلوک کیا

کس طرح تجھے سیر کیا

تجھے پیاسا کیوں شہید کیا گیا

پانی کی جگہ تیر سہ شعبہ مارا گیا

حضرت پر کیا قیامت گزری نہیں معلوم

تمہاری پھوپھی حضرت زینبؑ پر کیا گزری

تو اکیلا جنت کو سدھارا

بہنوں کو اکیلا چھوڑ گیا

اے کربلا کے پھول

اپنے ننھے ہاتھوں پر کیسے سیر و سیراب ہوئے

اور کیسے تمہارے باپ نے خاک میں تمہارا چہرہ چھپایا

قبر میں دفن کیا

تم نے لشکر اعداء سے پانی مانگا تو
اس کے بدلے میں
تین بھال کا تیر مار کر تم کو شہید کیا گیا
اے بی بی زہراؑ کے پھول
تم امام حسینؑ کے ننھے ساتھی تھے
آپ آخری مجاہد تھے
اہلِ بیتؑ کی آخری امید تھے
کیا آپ کو پتہ ہے کہ
آپ کی شہادت کے بعد
آپ کے پدرِ گرامی نڈھال ہو گئے
وہ علی اکبرؑ، قاسمؑ، عونؑ و محمدؑ، عباسؑ و جعفرؑ کی شہادت کو تصوّر میں لاتے تھے
لیکن یہ تصوّر میں نہ تھا کہ شش ماہہ علی اصغرؑ گود میں شہید ہو جائے گا
تم نے اتنا گریہ کیا کہ تمام اہلِ حرم رونے لگے
کربلا میں نہ پانی تھا
نہ ماں کا دودھ تھا
اور تم پیاس کی شدت میں زبان منہ سے باہر نکالتے تھے
تمہارے بابا تمہارا منہ چومتے تھے
کہ ناگاہ تیر آیا اور تم کو شہید کر گیا
اے معصوم علی اصغرؑ
تمہاری موت سے

تمہارے دشمنوں کے عزائم کھل کر سب کے سامنے آ گئے

کہ دشمن کس قدر سنگدل تھے

تم کو امام حسینؑ نے کیسے وداع فرمایا

اور مجھے نہیں معلوم کہ

تمہارا غم فرشتوں، خداوندِ عالم اور زمین و آسمان کی مخلوق نے کیسے برداشت کیا

تمہارے بابا تم کو پیار کرنا چاہتے تھے کہ

اچانک تیر چلا اور آپ کو پارہ پارہ کر گیا

اے معصوم تم کون سا اسلحہ لے کر دفاعی شکل میں گئے تھے

بس کیوں شامی درندوں نے آپ سے دشمنی کی

اگر انسان غور کرے تو پتہ چلے گا اور لوگ اس شہادت پر حیران ہیں

اے گُلِ زہراؑ تم نے نہیں دیکھا کہ

کس بے دردی سے خیموں میں آگ لگائی گئی تھی

اور تمہارے باپ کے جسم نازنین کے ساتھ دشمنوں نے کیا کیا؟

لاش پر گھوڑے دوڑائے گئے

تم نے نہ دیکھا کہ

تمہاری ننھی بہن سکینہؑ بی بی کے ساتھ کیا ظلم کیا گیا

اور بی بی رقیہؑ کے ساتھ کیا بے رحمی کا سلوک کیا گیا

اور تمہاری پھوپھیوں کے ساتھ کیا کیا ظلم کیا گیا

اور تمہاری مادرِ گرامی

جنابِ اُمِ ربابؑ نے تمہاری فرقت میں کتنی بے تابی سے کام لیا

اے معصوم علی اصغرؑ

تمہارے چچا عباسؑ شیر کو موت نے مجبور کر دیا تھا

تمہارے بابا حسینؑ

اپنے بھائی شیر عباسؑ کو مدد کیلئے پکار رہے تھے

کہ آؤ عباسؑ دیکھو تمہارا بھتیجا معصوم اصغرؑ

کس طرح پیاسا ہاتھ پیر مار رہا ہے

اور اے ننھے معصوم

تمہاری شہادت کے بعد تمہارے دشمن ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے

اور اے معصوم علی اصغرؑ

آپ تو جنت کو سدھار گئے

لیکن آج بھی سینکڑوں سال گزر جانے کے بعد

تمہاری جان گداز شہادت پر

دنیا خون کے آنسو روتی ہے اور تم کربلا کی گتھی کو سلجھا گئے ہو

اور تمام دنیا کے چھ ماہ کے معصوم بچے آپ کو سلام کرتے ہیں کہ

آپ نے شہادت سے بہت بلند درجہ پالیا

اور فخر یہ کہتے ہیں کہ اے کاش

کہ ہم بھی کربلا میں ہوتے

اور اے معصوم ننھی جان اصغرؑ

یہ تیر تمہارے گلے پر لگا

اور یہ تیر دلِ زہراؑ پیغمبر خدا اور خود خدا کے دل پر لگا ہے

اور امام حسینؑ و امام مہدیؑ آخر الزماںؑ کے دل پر لگا ہے

اور اے معصوم علی اصغرؑ جب تیر آپ کے گلوئے مبارک پر لگا

تو آپ نے آواز دی کہ اے عمو جان، چچا عباسؑ

اب میں پانی نہیں مانگوں گا

آپ اپنا سر بلند رکھیں، شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے

آپ دیکھیں کہ

ان بے رحم درندوں نے

مجھ جیسے طفلِ صغیر شش ماہے پر بھی رحم نہیں کیا

اے چچا جان

اگر آپ موجود ہوتے تو دیکھتے کہ

میرے گلے کے ساتھ کیا ظلم کیا

لیکن چلو یہ بھی اچھا ہوا کہ

آپ موجود نہیں تھے

اس لئے کہ آپ سے برداشت نہیں ہو سکتا تھا

اے بی بی پاک فاطمہؑ الزہرا کے پھول

آپ نازک اور ننھے ہاتھوں سے ہم کو تھام لینا

اے گلوئے بریدۂ علی اصغرؑ

پارہ پارہ گلوئے نازنین

ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کر دو

ہماری دلی تمنائیں فوراً پوری ہو جائیں

اصغرؑ۔ ہم کو کربلا بلالو، کربلائی بنا دو

بیماروں کو شفا دلاؤ

ہماری تمام پریشانیوں کو دور کردو

ہماری دعائیں پوری کرو

اللہ تعالیٰ سے شہادت کی موت ہمارے لئے کہہ دو

کربلا کے راستے ہم پر کھول دو اور

امامِ زمانہؑ کو بھیج دو کہ

وہ دنیا میں آکر آپ کے خونِ ناحق کا حساب جلدی سے لیں

ہم کو امام حسینؑ کا نوکر قرار دو

اپنے ننھے ہاتھ اُٹھا کر اپنے دادا کے تمام شیعوں کیلئے دعا کردو

اور آپ کو قسم ہے ہمارے گناہوں کو بخشوا دو

ہم آپ کی عزا میں روتے ہوئے دنیا سے جائیں

مرتے وقت ہماری مدد کرنا

پل صراط پر اپنے ننھے ہاتھوں سے

شیعوں کو تھامنا اور خیریت سے صراط سے گزارنا

ہم تو علی اصغرؑ آپ کے غم میں غم مناتے ہیں اور خوشی میں خوشی

ہم آپ کے عشق میں دیوانے ہو چکے ہیں

آپ کے گلے کا واقعہ اور غم

ہمارے دلوں میں بلکہ رگ و پے میں سمایا ہوا ہے

اور ہماری دلی تمنا یہ تھی کہ

اگر ہم کربلا میں ہوتے تو

پانی آپ کو ضرور پلاتے

خواہ ہماری جان چلی جاتی

رجعت اور قیامت میں ہم آپ کے دیدار کے طالب ہیں

ریحان احمد:

خزینۂ علم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے اور دُرود وسلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

شہزادۂ حضرت علی اصغر علیہ السلام کی عصمت مآب شخصیت پر علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی کی تالیف زیرِ مطالعہ ہے اور مطالعہ...! انسان کا بہترین ساتھی ہے، بہترین ہتھیار ہے اور مطالعہ ہی انسان کا بہترین اُستاد بھی ہے۔ از خود مطالعہ ایک علم کی بھی اہمیت رکھتا ہے اور فن کی بھی، یعنی ایک مطالعہ تو یہ ہے کہ کسی تحریر کو سرسری طور پر پڑھا جاتا ہے...! اس سے اعلیٰ قسم مطالعہ کی وہ ہے کہ کسی تحریر کو باقاعدہ لفظ بہ لفظ پڑھا جائے...! اور اُس سے بھی اعلیٰ و ارفع صلاحیتِ مطالعہ یہ ہوتی ہے کہ نہ صرف پڑھا جائے بلکہ سمجھا بھی جائے...! یہاں تک تو مطالعہ علم ہے لیکن جب اس مطالعے سے حاصل معلومات کو حافظہ میں محفوظ رکھ کر بروقت استعمال کیا جائے تو اسے فن کہا جاتا ہے۔

علامہ مجلسیؒ نے سینکڑوں تالیفات فرمائیں، علامہ حسن بن یوسف بن علی المعروف علامہ حلّیؒ نے ۵۰۰ سے زائد کتب تصنیف و تالیف فرمائیں، شیخ صدوقؒ نے ۳۰۰ سے زائد کتب تالیف فرمائیں، شیخ مفیدؒ کی ۲۰۰ سے زائد کتب کا ذکر کیا گیا ہے اور بھی دیگر علمائے کرام نے سینکڑوں تصنیفات و تالیفات فرمائیں۔ آخر کس طرح...! کتب میں اس صلاحیت کو کرامت لکھا گیا ہے... قصص العلماء میں علامہ حلّی کے

حال میں لکھا ہے کہ یہ ان کی کرامت تھی کہ ''ان کی تالیفات کو ان کی عمر کے ایام پر تقسیم کریں تو ہر دن میں ایک جزو تالیف کا قرار پاتا ہے اور حساب سے پتہ چلتا ہے کہ ہر روز ایک ہزار الفاظ لکھا کرتے تھے''۔ اللہ اکبر

لیکن یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ یہ وہ علمائے کرام تھے جن کے سینکڑوں طلبا قریب رہتے تھے اور نہ صرف قریب رہتے تھے بلکہ یہ علمائے کرام حوزۂ علمیہ میں تعلیم و تدریس کے فرائض باقاعدہ انجام دیتے تھے، دن دن بھر کی نشستیں ہوتی تھیں... اور اس دوران مختلف طلبا کوئی متذکرہ عالم سے احادیث سن سن کر جمع کرتا، کوئی ان سے مسائل پوچھ پوچھ کر کتب ترتیب دیتا، کوئی ان سے منفرد و نایاب و مستند کتب کی معلومات جمع کرتا تو کوئی ان علما کی مدد سے سوانح حیات ترتیب دیتا...! اور اس طرح علما کے علم کو انتہائی تیزی کے ساتھ کاغذ پر منتقل کر دیا جاتا.. لیکن اب وہ صورتحال کہاں!

جب مَیں علامہ ضمیر اختر نقوی صاحب کے طریقۂ کار کا مشاہدہ کرتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ علامہ صاحب کی زندگی کا ہر لمحہ علم کی ترسیل میں مصروف ہے، وہ خود ایک سمندر ہیں کہ جن کا علم ہے کہ ماشآ اللہ بڑھتا ہی جا رہا ہے.. آپ مسلسل تقریر و تحریر میں مصروف ہیں اور وسعت پذیر موضوعات یا ideas، فلسفیانہ نکات، نایاب احادیث اور تاریخی معلومات کا ایک ایسا گراں بہا خزینہ ہیں کہ جن کے دست و دہن سے، ذہن و فکر سے بے بہا تصنیفات و تالیفات تخلیق پانے کے لئے بیتاب ہیں ...! یہ خزینہ کہہ رہا ہے کہ مجھ سے علم لے لو...، دعوت دے رہا ہے کہ میرے زر و جواہر سے فیضیاب ہو جاؤ... لیکن علامہ صاحب کی تقاریر کی مصروفیات کے باعث دامنِ وقت کی تنگی گنجائش نہیں دے رہی اور نہ ہی وہ لوگ موجود ہیں جو

ان کے پوشیدہ کہے علم کو کاغذ پر منتقل کر سکیں...البتہ علاّمہ صاحب اپنی ذات سے مسلسل اپنے مطالعہ، مشاہدے اور حافظے کی بدولت یکے بعد دیگرے نئے و منفرد موضوعات پر تقاریر فرما کر کتب تصنیف فرما کر بحث کے دروازے کھولتے جا رہے ہیں، ایک کے بعد ایک پاک ہستی کی سوانح اور احادیث کے ذخیرے کو سپردِ قرطاس و قلم کر رہے ہیں..اور علم بانٹنے کے فرض سے مسلسل سبکدوش ہو رہے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس کتاب میں گزشتہ طویل عرصے کے دوران شہزادۂ علی اصغر علیہ السلام کی شخصیت پر علاّمہ صاحب کے حاصلِ مطالعہ احادیث و روایات جمع کر کے ایک خاص ترتیب کے ساتھ پیش کی گئی ہیں، منفرد و نایاب کتب کے واضح اشاروں کی مدد سے مستقبل کے محققین و مفکرین کے لئے ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے اور علاّمہ صاحب کے ذوقِ مطالعہ کی آئینہ دار ہے لیکن واضح رہے کہ یہ ہرگز شہزادے کی سوانح حیات نہیں ہے بلکہ ان کی سوانح لکھنے والوں کے لئے ایک تحفۂ کبیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

اس مقام پر یہ عرض کرتا چلوں کہ عمومی قارئین کرام جو گزشتہ ۱۰، ۱۲ یا اس سے زائد برسوں سے ایامِ عزا کی مجالس میں شہزادۂ علی اصغر علیہ السلام سے متعلق احادیث و روایات سماعت فرما چکے ہیں اور وہ احباب بھی جو شہزادے کی شخصیت پر دستیاب کسی ایک یا زیادہ کتب کا مطالعہ رکھتے ہیں... دونوں قسم کے قارئین کے لئے زیرِ نظر کتاب کی افادیت یکساں ہے۔ جہاں عام قاری کو اس کتاب میں شہزادے کی عصمت مآب شخصیت اور کرامات و فضائل کا علم ہوگا وہیں، کتب بین طبقے کے لئے یہ کتاب ایک ایسے انتخاب کی حیثیت رکھتی ہے جس میں نادر و نایاب کتب میں موجود روایات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ علامہ صاحب تقاریر کی مصروفیات کے باوجود ماشآ اللہ جس قدر تیزی کے ساتھ تصنیف و تالیف فرما رہے ہیں، اگر مکمل طور پر تصنیف و تالیف کے سلسلے سے وابستہ ہو جائیں تو سینکڑوں نایاب تصنیفات کے انبار لگ سکتے ہیں...! اور اگر علامہ صاحب کے چند خدمت گزار شاگرد قریب ہوں، جو آپ کی مرضی کے مطابق ان کی تالیفات کی نگرانی کر سکیں تو بیک وقت سینکڑوں تالیفات منظرِ عام پر آسکتی ہیں لیکن مَیں اس سلسلے میں صرف اپنی ہی بات کروں تو خود کو از حد مطلبی شاگرد سمجھتا ہوں جو اس صورتحال کا ادراک رکھتے ہوئے علم کے اس دریا سے فیضیاب ہونے کے بجائے محض اپنے مطلب کی خاطر کسی موضوع پر ان کے حافظے سے فائدہ اٹھانے، ان کے کتب خانے سے مستفیض ہونے یا ان کے علمی و ادبی کام میں مالی منفعت کے لئے ہاتھ بٹا دیتا ہوں... یقیناً... جاتا وقت مجھے اس کوتاہی کے لئے کبھی معاف نہیں کرے گا..! آخر میں یہی دُعا ہے کہ رب العزت، مولائے کائنات و شہزادیٔ کونین کے صدقے علاّمہ صاحب کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے اور ہم ان کے گراں بہا علم سے فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین



شہر ادب و علم کے اعلیٰ وزیر ہیں
یہ ایسے ہیں کہ جیسے انیسؔ و دبیرؔ ہیں
گستاخ تو ادب سے ذرا اِن کا نام لے
عزت مآب قبلہ و کعبہ ضمیرؔ ہیں

علی ارمانؔ

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی:

معراجِ خطابت جلد چہارم (چھٹی مجلس)

دو معصوم شیر خوار
حضرتِ موسیٰؑ اور حضرت علی اصغرؑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لیے

آج سورۂ قصص کی دسویں آیت پیشِ نظر ہے۔

وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی (سورۂ قصص آیت ۱۰)

جب موسیٰؑ کو ماں سے جدا کیا ہے تو مادرِ موسیٰؑ کا دل بے قرار ہو گیا۔ یہ ترجمہ کیا ہے مفسّرین نے لیکن بعض مفسّرین تفسیر کرتے ہیں کہ عنقریب اُن کا دل پھٹ جاتا اس غم سے کہ بیٹا جدا ہو گیا ہے۔ لیکن ہم نے مادرِ موسیٰؑ کے دل کو تھام لیا اس لیئے دل کو تھام لیا تا کہ مادرِ موسیٰؑ اہلِ یقین میں سے ہو جائیں منزلِ یقین تک پہنچ جائیں غور کیا آپ نے یعنی کچھ لوگوں کا تعارف کروایا جا رہا ہے کہ کچھ لوگ اہلِ یقین ہیں۔ یہاں پر شاید کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ مجالسِ تفسیر میں قرآن کی آیات پڑھی جا رہی ہیں اور اُن کی تفسیر ہو رہی ہے۔ یہ اچانک گفتگو کا رُخ اہلِ بیتؑ کی طرف کیسے چلا جاتا ہے۔ تو یہ بات ذہن نشیں ہو جائے کہ مقصدِ مجلس یہ نہیں ہے کہ ہم آپ کو قرآن سنائیں یا اُس کی تفسیر سنائیں ہم آیت اس لیے پڑھ رہے ہیں تا کہ آپ کو فضلیتِ آلِ محمدؐ سنائیں۔

مقصد صرف آیت پڑھنا نہیں ہے مجلس میں آیت پڑھی ہی اس لئے جاتی ہے تا کہ فضلیتِ آلِ محمدؐ بتائی جائے مجلس کا مقصد صرف فضائل و مصائبِ آلِ محمدؐ ہے، اس کے علاوہ مجلس کا کوئی عنوان ہوتا ہی نہیں، اب چونکہ قرآن و اہل بیتؑ ساتھ ہیں اس لئے ہم نے آیت پڑھی اب یہ قرآن کا کمال ہے کہ وہ قصہ سنائے موسیٰؑ کا تو وہ درحقیقت موسیٰؑ و مادرِ موسیٰؑ کا قصہ نہیں سنا رہا بلکہ وہ صاحبانِ ایمان کی عظمت وفضیلت کو بتانا چاہتا ہے کہ یہ قصہ ہم تم کو سنا کر صرف یہ اشارہ کررہے ہیں تا کہ اُن لوگوں پر تم کو یقین کامل ہوجائے جو اِن سے افضل تھے اب آپ خود دیکھ لیجئے کہ ارشادِ الٰہی ہے ہم نے مادرِ موسیٰؑ کے دل کو اس لئے سنبھالا تا کہ وہ اہل یقین میں سے ہوجائیں'' کہاں تھے اہلِ یقین جن کے لئے اللہ نے چاہا کہ مادرِ موسیٰؑ کو اُن میں شامل کردیا جائے، فطرت کا تقاضہ تھا کہ مادرِ موسیٰؑ کا کلیجہ بچے کی جدائی میں پھٹ جاتا وہ روتیں فریاد کرتیں کہ میرا بچہ مجھ سے جدا ہوگیا لیکن ہم نے اُن کے دل کو اس لئے مضبوط کردیا کہ اے مادرِ موسیٰؑ ہم نہیں چاہتے کہ تم ایک پیغمبر کی ماں ہوکر ایک عام ماں بن جاؤ ہم تم کو وہ ماں بنانا چاہتے ہیں جو عظمت و بزرگی میں (IDEAL) مائیں ہیں۔ وہ جو اہلِ یقین میں سے مائیں ہیں اُن میں سے بنانا چاہتے ہیں تا کہ تمہارا مرتبہ افضل ہوجائے، تو اصل میں قرآن میں فضیلت مادرِ موسیٰؑ کی بیان نہیں ہورہی بلکہ خدا یہ بتانا چاہتا ہے کہ مادرِ موسیٰؑ کا حال سن کر وہاں تک پہنچ جاؤ جو مادرِ موسیٰؑ سے افضل مائیں ہیں، ہم تفسیر کی روشنی میں اُس ماں کو تلاش کریں گے کہ جو اہلِ یقین میں سے ہوتا کہ ہم مادرِ موسیٰؑ کو پہچان سکیں کہ وہ کس صف میں ہیں تو آیئے دیکھیں وہ ماں جو سب سے پہلے اہلِ یقین میں ہم کو نظر آتی ہے وہ کون ہے، آج حضرت فاطمہؑ بنتِ اسد کی وفات کا دن ہے تو ہم سب سے پہلے نام لیتے ہیں اسلام میں اہلِ یقین ماں وہ ہیں حضرت

فاطمہ بنتِ اسد صلوٰۃ اللہ علیہا۔ آپ کہیں گے کہ کیا وہ اہل یقین میں سے تھیں تو آیئے ہم دیکھ لیں کہ وہ اہلِ یقین میں سے ہیں یا نہیں، اس لئے کہ جب مادرِ موسیٰ اور جنابِ فاطمہؑ بنت اسد کو ایک جگہ رکھ کر آپ دیکھیں گے تو یہ فرق صاف نظر آجائے گا کہ مادرِ موسیٰ نے ایک نبی موسیٰ جیسا پالا اور فاطمہؑ بنت اسد نے چار بیٹے موسیٰ جیسے پالے اور ایک بیٹا فخرِ موسیٰ سے بھی افضل ''محمدؐ'' پالا۔ وہاں ایک نبی کی پرورش ہے تو پورا سورہ اُس ماں کے لئے ہوجائے یہاں پانچ ویسے فرزند پالے چار اپنے بیٹے اور ایک حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا لالؐ۔ پانچ بیٹے پالے ہیں اس ماں نے جس کا نام فاطمہؑ بنتِ اسد ہے۔ اور سارے بیٹوں کی اولاد کو بھی دیکھا رسولؐ اللہ کو بیٹا بنا کر پالا تو رسولؐ اللہ کی اولاد کو بھی دیکھا۔ رسولؐ اللہ کی شادی بھی کی۔ بڑے بیٹے حضرت طالبؑ ہیں پھر جنابِ عقیلؑ ہیں، پھر حضرت جعفرؑ پھر علیؑ ہیں۔ چار بیٹے پالے۔ فاطمہؑ بنتِ اسد اہلِ یقین ہیں ہیں۔ دیکھئے رسولؐ خدا کو پالا۔ تو یا تو یہ مانیئے کہ خدا نے کہا فاطمہ بنتِ اسد یہ بیٹا نبی بننے والا ہے۔ اس کی پرورش یوں کرنی ہے جیسے مادرِ موسیٰ نے موسیٰ کو پالا۔ اگر نہیں کہا اللہ نے اور پھر پال کر نبی بنا دیا یہ کریڈیٹ (CREDIT) فاطمہؑ بنت اسد کا ہے، اور اللہ نے کہا ہے کہ ان کو اس طرح پالنا ہے جیسے ایک نبی کو پالا جاتا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ حضرت فاطمہ بنت اسد پہ وحی بار بار کرتا تھا۔ دو میں سے ایک بات ماننا پڑے گی۔

آپ نے کتابوں میں پڑھا اور سنا ہوگا کہ شاہی خاندانوں کے بچوں کی پرورش شاہی طریقے سے ہوتی ہے۔ اور عام بچوں کی پرورش عوامی طریقے سے ہوتی ہے عوام کے بچے پلتے ہیں جس کے گھرانے کا جو دستور ہوتا ہے وہ اپنے بچے کی پرورش اُسی طریقے پر کرتا ہے۔ لیکن شاہی خاندانوں میں ایک ایک آداب سکھائے جاتے ہیں

ایک ایک طور اور طریقہ سکھایا جاتا ہے تا کہ جوانی کی منزلوں پر جب پہنچے تو اس کو کچھ سکھانا نہ پڑے بلکہ ہر چیز کا اسے علم ہو کہ بڑے لوگوں سے کیسے ملا جاتا ہے شاہی آداب کیا ہیں۔ نوکروں سے بات کیسے ہوتی ہے ماں باپ سے بات کیسے کی جاتی ہے۔ وزراء سے گفتگو کیسے ہوتی ہے۔ آپ یہ انداز دیکھیں گے اس کے معنی یہ ہیں کہ پرورش کرنے والوں کا کمال ہوتا ہے چاہے غریب گھرانے میں بچہ پلے یا امیر گھرانے میں۔ یعنی اپنے خاندان کی روایت پر بچے کی پرورش کرنا یہ ماں کی آغوش کا کمال ہوتا ہے تو پھر آپ کو ماننا پڑے گا کہ وہ آداب و دستور جو نبوت کے گھرانے کے ہونا چاہیئے ہیں وہ بچپن سے نبی کو بتاتے رہنا ہیں تو کیا فاطمہؑ بنت اسد کو نبوت کے دستور معلوم تھے۔ جو قدم قدم پر بتارہی تھیں تو اس سے کون انکار کرے گا کہ فاطمہؑ بنت اسد نبی کے گھرانے کی بیٹی تھیں۔ باہر سے نہیں آئی تھیں حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے کی بیٹی ہیں۔ بلکہ مورخ نے جب حضرت علی علیہ سلام کی سوانح حیات لکھی تو ایک جملہ لکھا کہ اسلام کا قریش میں پہلا بچہ جو باپ کی طرف سے بھی ہاشمی تھا اور ماں کی طرف سے بھی ہاشمی تھا۔ یہ فخر عرب کے صرف چار بیٹوں کو ملا۔ حضرت طالبؑ کو حضرت عقیلؑ اور حضرت جعفرؑ کو اور حضرت علیؑ کو آپ کی نھیال بھی ہاشمی ددھیال بھی ہاشمی، اس لئے کہ ختمی مرتبت جو ہیں وہ باپ کی طرف سے ہاشمی ہیں لیکن ماں کی طرف سے بنی زہرہ قبیلے سے ہیں۔ فاطمہؑ بنت اسد۔ حضرت اسد کی بیٹی تھیں۔ اور حضرت اسد حضرت عبدالمطلبؑ کے بھائی ہیں۔ حضرت عبدالمطلبؑ کے بیٹے حضرت ابوطالبؑ ہیں ایک بھائی کا بیٹا ایک بھائی کی بیٹی۔ اِدھر سے بھی علیؑ ہاشمی اُدھر سے بھی ہاشمی۔ تو گھرانے کے دستور کو فاطمہؑ بنت اسد سے بہتر کون سمجھے گا۔ اب اگر لوگ ناز کریں کہ صاحب فلاں پہ ناز فلاں پر ناز ارے آپ کس سے کس کا موازنہ کر رہے ہیں۔ اسلام آنے کے بعد جو عورتیں آئیں

ہیں اُن کا موازنہ کررہے ہیں یہ افضل یا یہ افضل ہم تو کسی اور ہستی کی بات ہی نہیں کررہے ہیں۔ہم تو اُس وقت کی بات کررہے ہیں جب اسلام نہیں آیا ہے۔اور اُس وقت کی عورتوں سے ان کا مقابلہ کر کے دکھادو جو بعد میں اسلام لائیں۔اور اُن میں واحد خاتون فاطمہؑ بنت اسد ہیں جن کے لیے تاریخ یہ انکار کر کے دکھادے کے حضرت فاطمہؑ بنت اسد مسلمان نہیں تھیں۔کوئی مورّخ انکار نہیں کرسکتا۔حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کا انکار مورخین نے کردیا۔لیکن کسی مورخ کی مجال نہیں ہوئی کہ فاطمہ بنتِ اسد کے ایمان سے انکار کرتا۔حضور اکرمؐ کا اصول تھا کہ جن مسلمان عورتوں کے شوہر مسلمان نہیں ہوتے تھے تو آپ اُن عورتوں کو طلاق دلوادیا کرتے تھے۔تو اگر ابوطالبؑ مسلمان نہیں تھے تو رسولؐ اللہ نے فاطمہؑ بنت اسد کو طلاق کیوں نہ دلائی۔

رسولؐ اللہ نے پرورش پائی آغوشِ ابوطالبؑ و فاطمہؑ بنت اسد میں۔

جب رسولؐ اللہ کا ظہورِ نور ہوا تو سب سے پہلے حجرۂ عصمت سے نکل کر فاطمہؑ بنت اسد نے بیٹے کی ولادت کی خبر سنائی۔فاطمہ بنت اسدؑ حضرت ابوطالبؑ کے پاس آئیں چہرۂ مبارک خوشی سے سرخ تھا کہنے لگیں میرے وارث میرے والی میرے سرتاج مبارک ہو اللہ نے حضرت آمنہؑ کو ایک چاند سا بیٹا عطا کیا۔حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا فاطمہؑ بنت اسد آج سے تیس۳۰ برس بعد اللہ تم کو ایک ایسا ہی بیٹا عطا کرے گا۔یہ ہے مبارک باد یعنی مبارک باد اُس وقت تک کامل نہیں ہوتی جب تک نبیؐ کے وصیؑ کی خوشخبری نہ سنادی جائے۔یعنی حضرت ابوطالبؑ نے بتایا کہ محمدؐ کے بعد علیؑ ولی اللہ لازمی ہے اور جب تک وہ آئے گا نہیں اسلام کامل نہیں ہوگا۔عباس بن عبدالمطلب کہتے ہیں کہ ہم لوگ خانۂ کعبہ کے پاس بیٹھا کرتے تھے کہ اِک روز صبح کا وقت تھا چاندنی پھیلی ہوئی تھی چاند ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔بادِ صبا آہستہ آہستہ چل رہی تھی۔

مکے کی ہوا ٹھنڈی تھی۔ ہم سب محوِ گفتگو تھے کہ اتنے میں مدّھم چاندنی میں ہم نے دیکھا کہ اِک سایہ محلّۂ بنی ہاشم سے کعبے کی طرف آ رہا ہے۔ پھر وہ چادر میں لپٹا ہوا سایہ بجائے درِ کعبہ پر رُکنے کے کعبے کے پیچھے کی دیوار رُکن یمانی کے پاس آیا اُس نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ دیوار شق ہوگئی۔ ہم ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ دیوار کیسے ٹوٹ گئی کہ وہ خاتونؑ جو دعا مانگ رہی تھیں غائب ہوگئیں اور دیوار کا شگاف پھر بھر گیا۔ پورے مکّے میں شور ہوگیا ابولہب وابوجہل نے تالا کھولنا چاہا کہ دیکھیں ماجرا کیا ہے مگر تالا نہ کھلا، تین دن گزر گئے مگر تالا نہ کھل سکا، بڑی حیرانی ہے، بات رسول اللہ تک پہنچی، آپ شانے پہ چادر ڈالے خوشی سے مسکراتے ہوئے خانۂ کعبہ کے قریب پہنچے۔ آپ کا ہاتھ لگتے ہی تالا ٹوٹ کر گر گیا۔ آپؐ نے سب کو منع کر دیا کہ اندر کوئی نہ آئے، کل تک سب اندر آ رہے تھے مگر آج کُلِّ ایمان آیا ہے کوئی کافر کعبے میں کیسے آ سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ صاحبِ ایمان آئے۔ رسولؐ اللہ نے چچی کے پہلو میں ایک بچہ کو دیکھا آپؐ نے فرمایا میں جانتا ہوں آپ حکم خدا سے کعبے میں آئی ہیں۔ بتایئے چچی بچے کا کیا حال ہے تو کہا بیٹا آج تیسرا روز ہے نہ دودھ پیتا ہے نہ آنکھیں کھولتا ہے۔

موسیٰؑ عام بچّے نہیں تھے فرعون نے امتحان کر کے دیکھ لیا تھا آج تو دنیا دیکھ لے کہ خانۂ خدا میں ظہور فرمانے والا بچہ بھی عام بچّہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ فخرِ موسیٰؑ ہے وہ ایک فرعون سے ٹکر لینے آیا تھا یہ تین فرعونوں سے ٹکر لینے آیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا چچی جان بچہ مجھے دے دیجئے جیسے ہی بچہ رسولؐ کے ہاتھوں پہ آیا چونک کر آنکھیں کھول دیں یعنی آنکھ کھول کر سب سے پہلے نبیؐ کی زیارت کی یہ نور کا ٹکڑا عرصے سے بچھڑا ہوا تھا۔ جب تک نور نور نہ دیکھ لے یہ آنکھیں کسی کو دیکھ نہیں سکتیں لوگ کہتے ہیں کہ اس لیے آنکھ نہیں

کھولی کہ آنکھ کھولتے تو بتوں پر نظر پڑ جاتی میں اس دلیل کو نہیں مانتا اس لیے کہ تاریخ یہ کہتی ہے کہ جیسے ہی حضرت علیؑ کی آمد ہوئی سارے بت منھ کے بھل زمین پر گر گئے۔

بتوں کے چہرے کہاں سلامت تھے سب تو سجدے میں پڑے ہوئے تھے۔ نور نور کے انتظار میں تھا۔ دونوں نے مل کر نگاہوں میں ایک دوسرے کو پیغام دے دیا۔ حضرت علیؑ نے یہ کہہ دیا میں آ گیا اب اعلان نبوت کر دیجئے، رسولؐ اللہ نے یہ بتا دیا تمہارا ہی تو انتظار تھا تم آ گئے اب میرے بازو مضبوط ہو گئے اب ایک ایک عرب کو دیکھ لیں گے ہم اب بڑے بڑے بہادروں کو دیکھ لیں گے۔

عباس بن عبدالمطلبؑ کہتے ہیں پورا مکہ درِ کعبہ پر جمع تھا کہ دیکھیں یہ ماجرا کیا ہے مگر رسولؐ خدا اپنی چچی اور بھائی کو لے کر در سے باہر نہیں آئے بلکہ پھر رُکنِ یمانی کی دیوار میں شگاف ہوا وہاں سے باہر آئے بتانا یہ تھا کہ ہمارا وصی نئے در سے آتا ہے نئے در سے جاتا ہے۔ یہ شہرِ علم کا در ہے اُس در سے نبیؐ چلے ہاتھوں پر علیؑ کو لیئے ہوئے اور پیچھے پیچھے ایک بی بی چادر میں ہیں، نبیؐ اس شان سے چلے میں کیوں نہ کہوں کہ علیؑ کی سوانح حیات کا آغاز انہیں ہاتھوں سے ہوگا اور اختتام بھی انہیں ہاتھوں سے ہوگا۔ آج افتتاح ہوا ہے بچہ نبیؐ کے ہاتھوں پہ آیا ہے جب علیؑ جوان ہو جائیں گے تو رسولؐ اللہ دونوں ہاتھوں سے بازو بلند کر کے کہیں گے "**من کنتُ مولا فھٰذا علیٌ مولا**"

بڑی عجیب بات ہے کہ جب بھی خدا کا دین ڈگمگانے لگا یا کائنات خطرے میں آ گئی تو ایک اولوالعزم کے ہاتھ پر ایک علیؑ لایا گیا تا کہ وہ آ کے کائنات کو تباہی سے بچا لے یہاں مکہ کفرستان میں گھرا ہوا ڈگمگا رہا تھا تو ایک بار اولوالعزم نبی محمدؐ نے علیؑ کو اپنے ہاتھوں پہ بلند کر کے کائنات کو تباہ ہونے سے بچا لیا اور یہاں دس ہجری میں اسلام تباہی کی طرف جا رہا تھا اور منافقت جال بنتی جا رہی تھی تو غدیرِ خم میں ڈیڑھ لاکھ

کے مجمع میں پھر علیؑ کو ہاتھوں پہ بلند کر کے فرمایا۔ یہ ہے علی پہچان لو تمہیں تباہی سے بچالے گا۔ اور ساٹھ برس کے بعد اسلام پھر تباہی پر تھا اور امام حسینؑ بار بار سمجھا رہے تھے مسلمان ماننے کو تیار نہیں تھے۔ آخر میں امام حسینؑ نے فرمایا لو اب میں اپنے ہاتھوں پر علی کو لے کر آ گیا ہوں۔ اب اسلام بچ جائے گا امام حسینؑ علی اصغرؑ کو میدان میں اس طرح لائے کہ اصغرؑ پر چادر پڑی ہوئی تھی ایک لاکھ تیس ہزار کے لشکر میں منافقین یہ سمجھے کہ حسینؑ قرآن لا رہے ہیں، یہ پروردگار کا تقیہ ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ ابھی اسے علی سمجھیں بلکہ قرآن سمجھیں یہ پروردگار نے کئی بار چاہا جب بھی علیؑ کو چھپانا چاہا شب ہجرت جب علیؑ چادر اوڑھ کر سو گئے تو دنیا سمجھی نبیؐ سو رہے ہیں اور یہاں جب چھپایا تو دنیا سے کہلوا دیا علیؑ نہیں بلکہ قرآن ہیں اور جب چادر ہٹے گی تو پتہ چلے گا کہ جسے قرآن سمجھ رہے تھے وہ قرآنِ صامت نہیں بلکہ قرآنِ ناطق ہے امام حسینؑ علی اصغرؑ کو لے کر آئے، کہاں آئے بلندی پر آئے اس لئے کہ اسلام کے آخری پیغام کے لیئے نبیؐ نے پالانِ شُتر کا منبر بنایا تھا بلندی پر جا کر علیؑ کو بلند کیا تھا تو آج حسینؑ نے بھی طے کیا کہ مجھ کو بلندی پر جا کر علیؑ کو دکھانا ہے۔ وہاں رسول اللہؐ نے علیؑ کے لیے بیعت مانگی تھی۔ کتنی عجیب بات ہے رسولؐ خدا نے اُمت سے جو کچھ مانگا اُمت نے انکار کر دیا نبیؐ نے فرمایا قربیٰ کے لئے مودّت مانگتا ہوں میرے قربیٰ سے مودّت کرو۔ اُمت نے مودّت نہیں کی، رسولؐ نے کہا صرف میرے اہلِ بیتؑ پر درود پڑھو، اُمت نے اس میں اصحاب و ازواج سب کو شامل کر لیا۔ یا انکار کر دیا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا ہمیں قلم و کاغذ دے دو اُمت نے انکار کر دیا ممکن تھا کہ اُمت کہتی بہت قیمتی چیزیں مانگ لی تھیں اس لئے نہیں دیں جنابِ سیدہؑ کو فدک نہیں دیا حضرت علیؑ کو خلافت نہیں دی رسولؐ کو قلم کاغذ نہیں دیا۔ دیتے کیسے بہت قیمتی چیزیں تھیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اچھا اب میں

کائنات کی سب سے حقیر چیز مانگتا ہوں وہ ہے پانی، مگر اُمت نے پانی بھی نہیں دیا۔ جب امام حسینؑ حضرت علی اصغرؑ کو میدان میں لائے تو فرمایا ''اے قوم اشقیاء تمہارے زعمِ ناقص میں اگر تمہارا قصوروار ہوں تو میں ہوں اس بچے نے کیا خطا کی ہے یہ تین دن کا پیاسا ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ پھر کیا ہوا، جس لئے آئے تھے علی اصغرؑ نے اس چیز کو فتح کر لیا یہ ہے علی اصغرؑ کا کارنامہ۔ علی اصغرؑ کا کارنامہ یہ ہے کہ جس لئے آئے تھے میدان جنگ میں اُس میں کامیاب ہو گئے۔ آئے تھے جہاد کرنے ہر مجاہد کو جہاد کرنا تھا حضرت عباس علیہ السلام کا جہاد، حضرت علی اکبر علیہ السلام کا جہاد، حضرت قاسم علیہ السلام کا جہاد، حضرت عونؑ و محمدؑ کا جہاد، حضرت حبیبؑ کا جہاد، جہاد سے ہر مجاہد کا مقصد یہ تھا کہ امام حسینؑ کو بچا لے اور خود شہید ہو جائے، یہ باتیں نظر میں رہیں کہ علی اصغر کو رجز بھی پڑھنا ہے تلوار بھی چلانی ہے۔ مقابلہ بھی کرنا ہے لشکر کو اُلٹ بھی دینا ہے اور علی اصغرؑ نے کسی چیز میں کمی کی ہو تو بتایئے جب امام حسینؑ نے پانی مانگا تو پورا لشکر عمر سعد سے کہنے لگا کہ اس بچے کو پانی دیدے اس بچے نے کیا خطا کی ہے۔ تاریخ نے لکھا کہ اُس وقت پورا لشکر منہ پھیر پھیر کر رونے لگا۔ یہ بعد میں بتاؤں گا کہ کیوں رونے لگا۔ دو۲ لاکھ کا لشکر مسلمانوں کا رونے لگا۔ یہ تھا حضرت علی اصغرؑ کا جہاد۔ اسی کو قمر جلالوی نے کہا تھا۔

اصغرؑ جگر کو تھام کے روتی ہے فوجِ شام
تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

خیبر کی لڑائی کے ہم پلّہ تھی علی اصغرؑ کی لڑائی اور یہ شاعر کا کمال ہے کہ وہ ثابت کر دے فیض بھرت پوری کہتے ہیں۔

واں بڑی جنگ ہوئی تب درِ خیبر اُلٹا

یاں زباں ہونٹوں پہ پھیری تھی کہ لشکر اُلٹا

یہ اپنے وقت کا علیؑ ہے اور اس شان سے آیا کہ اس کی سواری امام حسینؑ کے ہاتھوں پر تھی اور جب سواری چلی ہے تو پروردگار نے ملائکہ کو آواز دی کہ یہ چھ ماہ کا سپاہی جو اپنے باپ کے ہاتھوں پہ جا رہا ہے اُس کو چھ مہینے کا نہ سمجھنا اُس کو ملا لو سیرتِ آدمؑ سے سیرتِ نوحؑ سے سیرتِ ابراہیمؑ سے، سیرتِ موسیٰؑ سے سیرتِ عیسیٰؑ سے علی اصغرؑ نے آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی نبوتوں کے کاموں سے بڑا کام کیا ہے اس لئے تمام انبیا سے افضل ہیں علی اصغرؑ۔ اور اُس مقام پہ آگئے جہاں علی اصغرؑ نے اپنی سیرت علیؑ کی سیرت سے ملا دی اب اگر علی اصغرؑ کا موازنہ کرنا ہو تو پہلے انبیاؑ سے موازنہ کرنا پھر سیرتِ علیؑ کے آئینے میں علی اصغرؑ کو دیکھنا تب علیؑ اصغر سمجھ میں آئیں گے۔ یہ علیؑ نام کا اصغر (چھوٹا) ضرور ہے مگر کربلا کا فاتح اکبر ہے، ایک بار امام حسینؑ نے فرمایا کہ اگر تم یہ سمجھ رہے ہو کہ اس بچے کے بہانے سے میں خود پانی پینا چاہتا ہوں تو لو۔ میں اسے زمین پہ لٹائے دیتا ہوں تم خود آ کر اسے پانی پلا دو۔ آپ نے یہ فرمایا اور علی اصغرؑ کو زمین پہ لٹا دیا۔ مگر فوراً ہی اُٹھا لیا اس لئے اٹھایا کہ یہ فخرِ اسماعیل ہے اگر علی اصغرؑ ایڑیاں رگڑیں گے تو چشمہ جاری ہو جائے گا۔

امام حسینؑ نے علی اصغر کو گود میں اٹھا لیا اور اصغرؑ سے گفتگو شروع کی کہنے لگے اصغرؑ حجّت کو تمام کرو، حجّت کے کیا معنی ہیں؟ آپ زیارت میں کہتے ہیں امام زمانہؑ کو حجّتِ خدا۔ اپنے وقت کا امام حجّت ہوتا ہے۔ کاش اس جملہ کو مسلمان سمجھ سکتے۔ اور خاص طور سے صاحبانِ ایمان سمجھ سکتے۔ امام حسینؑ اُس وقت زمین پر حجّتِ خدا تھے اور وہ یہ کہہ رہے تھے علی اصغرؑ تم حجّت کو تمام کرو۔ حجّت کو تمام وہ کرتا ہے جو حجّتِ خدا کا فرزند ہوتا ہے۔ امام حسینؑ کا قول بتا رہا ہے کہ حجّتِ خدا کا بیٹا بھی حجّت تمام کر سکتا ہے یعنی اگر

جوان ہوتے تو اپنے وقت کے امام ہوتے۔ اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ علی اصغرؑ نے حجّت کو تمام کیسے کیا؟ تو بات یہ تھی کہ جب امام نے پانی مانگا تو عمر سعد ملعون نے کہا کہ پہلے یزید ملعون کی بیعت کرو پھر پانی ملے گا۔ تو اب یہ بات علی اصغرؑ سے متعلق تھی نہ کہ امام حسینؑ سے تو امام حسینؑ نے علی اصغرؑ سے فرمایا بیٹا تم اُس وقت پانی پاؤ گے جب تمہارا باپ یزید کی بیعت کرے گا۔ لہٰذا اب تم حجّت کو تمام کرو اب تمام مورخین متفق ہیں یاد رکھئے حجّت معجزہ ہے اگر آپ حجّت کو معجزہ کہتے ہیں تو اگلے جملے پر حیرت نہیں کریں گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا علیؑ اصغر حجّت کو تمام کرو تو علی اصغرؑ نے کہا ''لاحولَ وَلاقوۃ اِلّا بِاللّٰہ'' شیخ عبدالعزیز کتاب ''وسیلۃ النجات'' میں ایک دوسری روایت میں لکھتے ہیں شاہزادہ علی اصغرؑ نے اُس وقت نہایت فصیح آواز اور واضح الفاظ میں فرمایا ''لا واللّٰہ'' پس باپ بیٹے میں یہی سوال و جواب ہوا تھا کہ تیر شاہزادے کے گلوے پاک سے نکل کر دستِ حسینؑ کو چیرتا ہوا پیوست ہو گیا۔ میرا باپ اور یزید کی بیعت کرے۔

لعنت ہے شیطان پر اور اُس کی بیعت پر۔

آپ کہیں گے ہم کیسے مان لیں کہ علی اصغرؑ بولے۔ تو میں کس سورہ کی تفسیر کر رہا ہوں سورۂ قصص جس میں حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ ہے، تاریخ میں ہے ایک دن فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو گود میں اٹھا لیا اُسی وقت فرعون کو چھینک آگئی تو موسیٰؑ نے گود میں کہا ''الحمد اللہ'' اور حضرت عیسیٰؑ نے تین دن کے سن میں جھولے سے آواز دی کہ میں حجّت ہوں کتاب لایا ہوں۔

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ ط اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (سورۂ مریم آیت ۳۰)

تو جب جھولے میں بچہ نبی ہو سکتا ہے تو حسینؑ کے ہاتھوں پہ بچّہ علیؑ ہو سکتا ہے ور

پھر خانہ کعبہ میں بچے کا بولنا نبیؑ کے ہاتھ پر، یہاں بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پہ بولا اب آپ کہیں گے اس بات پر کوئی عقلی دلیل دو۔ تو عقلی دلیل یہ ہے کہ اس جملے کے علاوہ بچپن سے آپ نے کچھ سنا ہو تو ہمیں بتا دیں کہ عمر سعد نے کہا۔

''حسینؑ کے کلام کو قطع کر دو۔'' تو میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ امام حسینؑ نے کون سا کلام کیا تھا جس کو قطع کر دیا گیا تھا۔ امام حسینؑ نے تو یہ کہا تھا کہ بچے کو پانی دے دو۔ اور اس کا جواب مل گیا کہ یزید کی بیعت کر لو تو پانی ملے گا۔ اس لئے امام کچھ بولے ہی نہیں تو کون سا کلام قطع کر دیا گیا۔ کونسی بات کاٹ دی گئی پتہ چلا کہ اب امام حسینؑ نہیں بولے بچہ بولا ہے۔ تو اب عمر سعد یہ کیسے کہتا کہ بچے کا کلام قطع کر دو۔ اگر یہ کہتا تو دو لاکھ کا مجمع کہتا کہ جب معجزے کو مان رہا ہے تو ایمان کیوں نہیں لاتا۔ یہ عمر سعد کی چالاکی تھی کہ علی اصغرؑ کے کلام کو قطع کرنا چاہتا تھا جواب میں کہا حرملہ حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے تاکہ لشکر کو یہ پتہ چلے کہ بچہ نہیں بولا اور ہر نبی کے معجزے پر امام حسینؑ کا یہ معجزہ بھاری پڑ گیا۔ اصغرؑ کی شہادت کا معجزہ، تیر چلا اور تیر کھا کر شاہزادہؑ مسکرایا اس مسکراہٹ پر کل عرض کروں گا کہ علی اصغرؑ کیوں مسکرائے تھے علی اصغرؑ کی مسکراہٹ ایک راز ہے کل بتاؤں گا انشاءاللہ۔ ......

شہادت علی اصغرؑ پر علماء نے بحث کی ہے کہ یہ وہ واحد شہادت ہے جو امام حسینؑ کے سامنے ہوئی۔ حالانکہ عبداللہ ابن حسنؑ کی شہادت بھی آپ کی گود میں ہوئی ہے۔

حضرت علی اکبر علیہ السلام پر جب وار ہوا امام حسینؑ نے نہیں دیکھا۔ حضرت عباس علیہ السلام کے شانے امام حسینؑ کے سامنے نہیں کٹے۔ شہادتِ اصغرؑ واحد شہادت ہے جو امام حسینؑ کے سامنے ہوئی ہے اور جب تیر لگا تو بے ساختہ امام حسینؑ نے فرمایا ''اے میرے شیعوں کاش تم ہوتے تو دیکھتے کہ میں بچے کے لئے کس طرح پانی مانگ

رہا تھا، اور پانی نہیں ملا" پھر لاشۂ اصغرؑ کو اٹھا کر کہا "اے میرے اللہ یہ میرا بچہ ناقۂ صالح سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اور پھر علی اصغرؑ کا خون چلو میں لے لیا۔ یہاں علماء نے پورے باب لکھے ہیں کہ سب شہداء کا خون زمین پر گرا مگر یہاں یہ اہتمام کیوں کیا کہ خون اصغرؑ زمین پہ گرنے نہ دیا۔ امام حسینؑ نے ارادہ کیا کہ خون زمین پر گرا دیں لیکن۔

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

آسمان نے انکار کیا کہ بارش نہیں ہوگی زمین نے انکار کیا کہ دانہ نہیں اُگے گا۔ تو وہ خون گیا کہاں تو وہ خون کچھ تو امام حسینؑ نے اپنے چہرے پہ مل لیا کچھ رسولؐ نے شیشے میں لیا اور کچھ رسولؐ زادی فاطمہ زہراؑ نے آگے بڑھ کر چہرے پہ مل لیا۔ علی اصغر کا خون ہے۔ بڑا متبرک لہو تھا اس لئے گواہی میں اس خون کو رسولؐ بھی لینا چاہتے تھے اور حضرت زہراؑ بھی۔

بعد شہادت خیمے کی طرف چلے مگر عالم عجیب ہے۔ اس سے پہلے جتنے لاشے لائے سیدھے خیمے تک گئے مگر لاشۂ اصغر لیئے سات بار خیمے کی طرف بڑھے اور سات بار واپس آئے۔ ہر مرتبہ فرماتے تھے:۔

"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ رِضاً بِقَضَآئِهٖ وَتسليماً لِاَمرِهٖ"

خیال ہے کہ ماں اس عالم میں بچے کو کس طرح دیکھے گی پھر چھوٹی بہن کا بھی خیال ہے کئی جوابات حسینؑ کو دینے تھے اور امام حسینؑ حیران تھے۔

ایک بار کمرِ ہمت باندھ کر درِ خیمہ پر آواز دی "رباب آؤ بچے کو لے جاؤ"

حضرت ربابؑ آئیں ہاتھوں کو پھیلا دیا میرے والی میرا بچہ مجھے دے دیجئے مگر

ربابؑ نے چہرۂ حسینؑ دیکھا اور سب سمجھ گئیں کہ جب آقا رن کو گئے تھے تو چہرے کا رنگ یہ نہیں تھا اب آئے ہیں تو چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے ربابؑ نے دل کو مضبوط کرلیا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ علی اصغرؑ کو دیکھ کر چیخ نکل جائے اور میرا رتبہ مادرِ موسیٰؑ اور مریمؑ سے گھٹ جائے ہاجرہ سے گھٹ جائے۔

امام حسینؑ نے فرمایا ربابؑ بتاؤ میں کون ہوں، ربابؑ نے عرض کی آپ میرے والی ہیں آقا ہیں میرے امام ہیں، حسینؑ نے فرمایا جو میں کہوں گا اُس پر صبر کروگی بی بی نے عرض کیا ہاں ہاں آقا صبر کروں گی، تو آپؑ نے فرمایا ربابؑ کچھ دیر کے لئے اس امانتِ خدا کو اپنی گود میں سنبھال لو۔ ربابؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لے لیا اگر کوئی اور ماں ہوتی تو کلیجہ پھٹ جاتا۔ مگر امامِ وقت سے صبر کا وعدہ کیا ہے۔ خاموش رہیں صرف ایک جملہ کہا اور اتنا عظیم جملہ کہا کہ عرب میں یہ دستور ہے کہ بھیڑ کی قربانی کرتے ہیں تو جملہ کچھ اور ہے مگر جب اونٹ کو ذبح کرتے ہیں تو اُسے نحر کہتے ہیں۔ اس لئے کہ اونٹ کو کھڑے ہوئے اُس کی گردن میں نیزہ مار کر ذبح کرتے ہیں اس کو نحر کہتے ہیں۔ اور سورۂ کوثر میں وہی لفظ استعمال ہوا ہے۔ **فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ** (سورہ کوثر)

وہ قربانی دو جو سب سے بڑی قربانی ہے جسے نحر کہتے ہیں۔ یہاں سورۂ کوثر کی تفسیر ہوئی تھی ربابؑ نے بتایا دنیا والوں سورۂ کوثر کی تفسیر ربابؑ کے ہاتھوں پہ دیکھو۔ ایک بار بچے کو دیکھا اور آواز دی ''اے علی اصغرؑ کیا عرب میں چھ مہینے کے بچوں کو بھی نحر کیا جاتا ہے۔ یہ ہے نحر کی تفسیر کہ جب بھی سورۂ کوثر پڑھنا تو جان لینا کہ اللہ نے سورۂ کوثر میں جو رسولؐ کو نحر کا حکم دیا تو وہ قربانی کونسی تھی آج ربابؑ نے اپنے بچے کو پیش کر کے لفظِ نحر کی تفسیر کر دی ہے۔

امام حسینؑ نے اصغرؑ کو حضرت ربابؑ کے حوالے کیا اور نیام سے ذوالفقار کھینچی پھر

خیمے کے پاس بیٹھ کے گڑھا کھودنا شروع کیا۔ جنابِ ربابؑ علی اصغرؑ کو لیئے کھڑی ہیں۔ کیا کہنا بی بیؑ آج آپ کو مریم سلام کرتی ہیں۔ ہاجرہ سلام کرتی ہیں۔ آپ کو مادرِ موسیٰؑ سلام کرتی ہیں قبر تیار ہو گئی امام حسینؑ نے ربابؑ کی آغوش سے لاشۂ اصغرؑ لیا قبر میں علی اصغرؑ کو اتار دیا مٹی ڈال دی۔ اب بتایئے ماں کو تعزیت دینا ہے حسینؑ کیا کریں۔ تو عظیم جملہ کہا ربابؑ ہمیشہ اصغرؑ تمہارے پاس رہے آج اصغر کو اُن کی دادی فاطمہ زہراؑ نے اپنی آغوش میں لے لیا ہے اب اصغر ہمیشہ اُن کے پاس رہیں گے۔ گھبراؤ نہ ربابؑ، علی اصغرؑ اپنی دادی کی گود میں پلیں گے۔



علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی:

معراجِ خطابت جلد چہارم (ساتویں مجلس)

دو معصوم شیرخوار
حضرتِ علیؑ اور حضرت علی اصغرؑ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لیے اور درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لیے

آپ حضرات مجالسِ تفسیرِ قرآن کے سلسلے کی سورۂ قصص کے موضوع پر تقریر سن رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا سے متعلق کل اُن کی وفات کی تاریخ ہے۔ سورۂ قصص قرآن مجید کا اٹھائیسواں[۲۸] سورہ ہم آپ کے سامنے تلاوت کر رہے ہیں۔ اور اس میں حضرت موسیٰؑ کا قصہ پروردگارِ عالم اپنے حبیبؐ کو سنا رہا ہے اور آغاز ولادت کے ذکر سے کیا ہے جیسا کہ میں نے ایک دن اپنی تقریر کے دوران یہ بات کہی تھی کہ کچھ عنوانات کہ جن کا اعلان باب العلم میں ہوا تھا اور ایک عشرہ ایسا رکھا گیا تھا کہ جس میں مختلف عنوانات تھے اور اُن عنوانات کا حق ذاکرین نے ادا نہیں کیا۔ تو ہم اس سلسلے میں ایک ایک عنوان پر انشاءاللہ تقریر کریں گے۔ اُن دس[۱۰] عنوانات میں ایک عنوان حضرت علی اصغر علیہ السلام تھا۔ یعنی اُن پر تقریر کرنے کے لئے ذاکر کو عنوان دیا گیا تھا۔ ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ یہ بہت مشکل عنوان ہے کہ کسی ذاکر سے آپ یہ کہیں کہ صاحب حضرت علی اصغر علیہ السلام پر آپ تقریر کر دیجئے دس منٹ پندرہ منٹ ہر ذاکر

مصائب اور فضائل بیان کرسکتا ہے۔اور کوئی صاحب بھی چاہیں اُن کا مطالعہ زیادہ سے زیادہ کتنا ہی کیوں نہ ہو میرے خیال میں وہ یہ دعویٰ نہیں کرسکتے کہ حضرت علی اصغرؑ پر ایک گھنٹے کی تقریر ہوسکتی ہے۔لیکن پہلے بھی یہ بات کہہ چکا ہوں کہ نہ ہوسکنا اور ہے لیکن منبر کی برکت کچھ اور ہے۔

خطابت کی عظمت اور ہے،اور تحقیق کی یعنی ریسرچ کی تعریف علما نے دانشوروں نے یہ کی ہے کہ پوری دنیا کا قائدہ یہ ہے کہ ریسرچ کے لئے وہ عنوان دیا جاتا ہے جس کا وجود نہ ہو۔اسی پر اُس کو ڈگری ملتی ہے۔سائنس میں ہو ادب میں ہو پی ایچ ڈی کی ڈگری ملتی ہی اُس وقت ہے کہ ایسا عنوان دیا جائے جس پر مواد موجود نہ ہو۔یہی اُس کا امتحان ہے کہ وہ مواد کہاں سے لاتا ہے۔اپنے موضوع کو وہ کیسے بناتا ہے کیسے سجاتا ہے۔یہ جو آپ سنتے ہیں اور اخباروں میں پڑھتے رہتے ہیں کہ فلاں کو نوبل پرائز مل گیا تو کس بات پر ملتا ہے یہ دنیا کا سب سے بڑا انعام آپ کے ملک میں ڈاکٹر عبدالسلام کو ملا تو کس بات پر ملا۔یعنی اُس کا سبجیکٹ فزکس تھا اور اُس میں ہی اُس کو ڈاکٹریٹ کرنی تھی۔تو اب اُس کو ایسی شعاعیں تلاش کرنی ہیں جن کو ابھی تک کسی سائنس داں نے تلاش نہ کیا ہو اور ان شعاعوں کو تلاش کر کے وہ یہ بتائے کہ ان کی تلاش میں نے کر دی ہے اب اس کو یوں لا کر آپ اس سے اگر الیکٹرک بنائیں گے تو الیکٹرک جو ہے وہ حد سے زیادہ ہو جائے گی اور کبھی کمی نہیں ہوگی۔اس سے پہلے وہ موضوع نہیں تھا اُس نے ہی اُن شعاعوں کو دریافت کیا۔یا آسمانی خلاوں کے جو سفر ہو رہے ہیں یہ بھی سائنس سے متعلق سبجیکٹ ہے۔سیاروں کا علم ستاروں کا علم تو جب ریسرچ دی جاتی ہے تو وہ سامنے کے اشارے جن کا نام آپ کو معلوم ہے اُن پر نہیں ریسرچ کرنی ہے یعنی مریخ ہے زہرا ہے ان ستاروں کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے کہ کہاں آکسیجن ہے کہاں

کاربن ڈائی آکسائیڈ ہے کہاں پانی ہے کہاں پانی نہیں ہے کہاں سبزی ہے کہاں کتنے سورج نکلتے ہیں کہاں بادل چھائے رہتے ہیں کہاں نائیڈروجن ہے۔ سب ریسرچ ہوچکی اک ایسا ستارہ دریافت کرنا ہے جواب تک خُردبین نے دوربین نے نہ دیکھا ہو۔ اُس کو تلاش کرنا ہے اُس کی سمت کیا ہے آب و ہوا کیا ہے۔ جب وہ تھیسس (THESEASE) لکھے گا تب اُس کو پی ایچ ڈی ملے گی تو آپ نے دنیا کے سارے علوم کے مقابلے میں خطابت کو اتنا حقیر کیوں سمجھا ہے کہ سبجیکٹ دیا جائے اور یہ انکار کر دیا جائے کہ صاحب اس پر مواد نہیں ہے ایک بار نہیں ہزار مرتبہ ہم آپ کو اپنے کانوں سے سنی ہوئی بات بتاتے ہیں کہ ہم نے جشنِ حضرت عباس علیہ السلام رضویہ میں منعقد کیا۔ مقررین کو دعوت دی۔ آپ یقین کیجئے کہ بلا اتفاق جتنے خطیب آئے تھے سب نے تقریر یہاں سے شروع کی کہ کیا بتایا جائے حضرت عباس علیہ السلام پر کوئی مواد نہیں ملتا۔ بڑے بڑے خطیبوں نے تقریر کا آغاز یہاں سے کیا تو یہ ہم نے جو آپ کو منبر پر بُلایا ہے اس جملے کے لئے دعوت دی ہے کہ آپ یہ کہئے کہ میٹر نہیں ملتا ہے۔ دعوت ہم نے اس لئے دی تھی کہ چونکہ قوم کو میٹر نہیں ملتا آپ میٹر دیجئے۔ عوام میں اور خطیب میں یہ فرق ہونا چاہئے کہ عوام یہ کہیں کہ میٹر نہیں ملتا۔ منبر پر آنے والا یہ کیسے اعلان کر دیتا ہے کہ میٹر نہیں ملتا۔ جہاں اُس نے یہ بیٹھ کر شکست مان لی کہ فلاں چیز پر میٹر نہیں ملتا اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ وہ اپنے فن میں کامل ہے نہ اُسے فن خطابت آتا ہے۔ اب یہ ہٹ دھرمی ہے کہ اُس کے گروہ والے اُسے پسند کرنے والے یہ کہیں کہ یہ اپنے فن میں کامل ہے۔ یہ بہت بڑا خطیب ہے یہ کہہ دینے سے تاریخ میں آپ کے جملے سند بن کر نہیں لکھے جائیں گے اسی لئے عوام کی بات کو سند نہیں مانا جاتا اور دنیا کے کسی بھی آدمی نے پوری کائنات کی آواز کو سند نہیں مانا بلکہ اُن کی آواز کو سند مانا ہے

کہ پی ایچ ڈی کرنے کے بعد جب اسکالر اپنا تھیسس (THESEASE) پیش کرتا ہے تو عوام ڈگری نہیں دیتے بلکہ دنیا کے بڑے بڑے دانشوروں کو جمع کیا جاتا ہے وہ اُس کے تھیسس (THESEASE) میں سے پڑھتے ہیں اور پڑھنے کے بعد اورل ہوتا ہے زبانی امتحان ہوتا ہے اسی (THESEASE) میں سے اُس سے سوال کیئے جاتے ہیں آیا اس نے لکھا ہے یا کسی اور سے لکھوالیا ہے۔ بس جب یہ یقین ہوجاتا ہے کہ ہاں ہاں یہ ریسرچ اس کی ہے اس نے تلاش کیا ہے یہ زبانی ہر صفحہ اپنی کتاب کا بتاسکتا ہے تب اُسے پی ایچ ڈی کی ڈگری دی جاتی ہے۔ تب اُسے ڈاکٹر صاحب کہا جاتا ہے یہ کامل ہوگیا اپنے علم میں، اپنے فن میں تو خطابت میں بھی آپ کو یہ تلاش کرنا ہے کہ بی اے کے اسٹوڈنٹ کتنے ہیں ایم اے کے کتنے ہیں میٹرک کے کتنے ہیں نواں پاس کتنے ہیں آٹھواں فیل کتنے ہیں اور کتنے پی ایچ ڈی ہیں۔ جب تک عوام یہ فیصلہ نہیں کریں گے خطابت کی عظمت اُجاگر ہوکر سامنے نہیں آئے گی اور ہم نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اسی سورہ کے ذیل میں ہم اُن عنوانات پر گفتگو کریں گے تو آج کی حد تک ہم حضرت علی اصغر علیہ السلام پر گفتگو کریں گے۔ اور کوشش یہ کریں گے کہ چونکہ محرّم نہیں ہے اور محرّم میں مخصوص تاریخوں میں مصائب پڑھے جاتے ہیں تو ہم اُن گوشوں سے بچیں گے جہاں مصائب کے پہلو نکلیں گے اب تقریر اور زیادہ مشکل میرے لئے ہوجائے گی اس لئے کہ حضرت علی اصغرؑ کے مصائب ہی ہیں۔ مگر مصائب کے گوشوں سے بچ کر ہم کو فضائل پڑھنے ہیں تاکہ یہ شکوہ نہ رہ جائے کہ کربلا والوں کے فضائل بیان نہیں ہوتے۔ ہم یہاں تک پہنچے تھے سورۂ قصص میں کہ پروردگارِ عالم نے یہ کہا کہ ہم نے مادرِ موسیٰؑ پر وحی کی ساتویں آیت ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى

الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي إِنَّا رَآدُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ (۷) فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ○ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ (سورۂ قصص آیت ۷،۸)

ہم نے موسیٰؑ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ ان کو دودھ پلاتی رہنا سو جب ان کے بارے میں، فرعونیوں سے خوف پیدا ہو، تو اسے صندوق میں رکھنے کے بعد، انہیں دریا میں ڈال دینا اور، اس فرمان کی انجام دہی سے نہ ڈرنا نہ ہی رنجیدہ ہونا، اس کے دور ہونے سے پریشان ہونا، کیوں کہ ہم انہیں آپ کے پاس واپس لے آئیں گے اور انہیں پیغمبر بنائیں گے۔

پس موسیٰؑ کی ماں نے ایسا ہی کیا، کچھ ہی دیر بعد فرعونیوں نے اسے دیکھا اور پانی سے سنبھال لیا تاکہ آخر کار یہی بچہ ان کا دشمن ہوا اور ان کے رنج کا باعث بنا۔ بیشک فرعون، ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔

اب تفسیر بھی سن لیجئے۔ ہم نے مادرِ موسیٰؑ پر وحی کی ''اَوْحَيْنَآ'' لفظ وحی کے بارے میں ذرا سا ہم اس کی بھی وضاحت کر دیں اس لئے کہ کل زیدی صاحب نے بعد مجلس ہم سے کہا کہ "اَوْحَيْنَآ" کا ترجمہ کیا ہوگا یعنی الہام ہوا یہ وحی ہوئی تو اس کی وضاحت میں کر دوں کہ لفظِ ''وحی'' سے یہ دونوں لفظ بنے ہیں ایک جگہ کہا ہے ''ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کی'' سورۂ قصص میں ''اَوْحَيْنَآ'' کا لفظ ہے سورۂ نحل میں ''اوحیٰ'' کا لفظ ہے اور رسولؐ اللہ کے لئے کہا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى (سورۂ نجم آیت ۳ تا ۴)

''تو بولتا ہی نہیں جب تک تجھ پر وحی نہ کروں'' یہ نبیؐ کے لئے کہا تو سارے لفظ جو میں ایک ہی روٹ کے ہیں اور ایک ہی لفظ ''وحی'' سے ''اوحیٰ'' ''اَوْحَيْنَآ'' بن رہا

ہے۔تو اب سوال یہ ہے کہ ایک عورت پر جو نہ نبی ہے نہ رسول اُس پر وحی کیسے ہوگئی یہ وحی کی فکر کیا ہے تو اس کی میں وضاحت کردوں کہ وحی کی قسموں میں صرف تین قسمیں ہیں اللہ جب کسی پر وحی کرتا ہے تو اُس کے تین طریقے ہیں چوتھا طریقہ نہیں ہے اور وہ تین طریقے کیا ہیں یا تو فرشتہ پکارے کان میں آواز آئے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دل میں پروردگار کوئی بات ڈال دے یہ وحی کی وہ قسم ہے جسے الہام کہتے ہیں، الہام ارتقاء پذیر ہوکر وحی بن جاتا ہے کہ پروردگار کسی کے دل میں بات ڈال دے وہ بھی از قسم وحی ہے۔الہام بالکل الگ ہے یعنی عام انسانوں پر جو الہام ہوتا ہے وہ الہام ہے لیکن اگر مخصوص آدمی کے دل پر الہام ہوگا تو وہ وحی کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا۔تیسری قسم ہے خواب دکھایا جائے یہ تینوں قسمیں قرآن میں خدا نے بیان کیں اس کا مطلب یہ ہوگا ہم نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ اونچے مقامات پر اپنا چھتہ لگایا کرے اونچے درختوں پر یا پہاڑوں، پر اُس کے دل میں یہ بات ڈال دی، ظاہر ہے نہ تو مکھی پر فرشتہ نازل ہوگا نہ اللہ اُس کیڑے کو مخاطب کرکے بات کرے گا، دل میں ہم نے اس بات کو ڈال دیا یعنی اُس پر الہام کردیا از قسم وحی خواب ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب دیکھتے ہیں اور اپنے بیٹے اسماعیلؑ سے بیان کرتے ہیں حضرت اسماعیلؑ فرماتے ہیں کہ آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے جو حکم الٰہی ہوا ہے وہی کیجیے، اس کا مطلب ہے کہ دونوں باپ بیٹے سمجھ رہے ہیں کہ یہ خواب نہیں وحی ہے اور قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ یہ وحی ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ جبرئیل امین ہمارے نبیؐ کے پاس آئیں اور وہ بولتے جائیں اور اللہ کے پیغام کو ہمارے نبیؐ سنتے جائیں۔

چوتھی کوئی قسم نہیں ہے وحی کی تو مادرِ موسیٰؑ پر کونسی وحی کی ''اَوْحَینَآ'' ہم نے دل میں یہ بات مادرِ موسیٰؑ کے ڈال دی از قسم وحی ہے اُن پر ملک نہیں آیا لیکن اس سے آپ انکار

نہیں کر سکتے کہ عورت پر وحی نہیں ہو سکتی لیکن دوسری جگہ کہہ رہا ہے کہ مریمؑ پر ہم نے ملک نازل کیا جس نے آ کر یہ کہا کہ ہم تمہیں ایک بچہ عطا کریں گے تو وہاں وحی کی قسم یہ کہ ملک آتا ہے یہاں دل میں الہام ہوتا ہے۔ ہے از قسمِ وحی، اس سے انکار نہیں ہے کہ عظیم انسان کے دل میں جب الہام ہو اور پروردگار جب کوئی بات دل میں ڈال دے تو وہ وحی ہے وہ یا تو حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر ہوئی، مادرِ موسیٰؑ پر ہوئی یا جنابِ ہاجرہ پر ہوئی تین عورتیں ایسی ہیں جن پر اللہ نے وحی کی جب تین عورتیں ہو سکتی ہیں تو چوتھا نام لانے میں کیا ہرج ہے اگر اُس پر وحی ہوئی ہو انکار تو نہیں کر سکتے یہ تو آپ نے مان لیا نا کہ عورت پر وحی ہو سکتی ہے جب ہو سکتی ہے تو اگر ہم چوتھا نام لے لیں اور دلیل بھی دے دیں اور دلیل یہ ہے کہ ایک عورت جاتی ہے خانہ کعبہ میں دعا مانگنے اُس کا کام ہے کہ دعا مانگے اور واپس آ جائے اُس کو یہ کیسے معلوم ہے کہ ابھی جب میں جاؤں کی دیوارِ کعبہ کے پاس تو دیوار میں در بھی بن جائے گا اور مجھے اندر جانا ہے جب تک کوئی بلائے نہ وہ جائے گی نہیں بلایا گیا ہے اور جب بلایا گیا ہے تو وحی کے ذریعے بلایا گیا ہے ورنہ حضرت فاطمہؑ بنت اسد کو پتہ کیسے چلا کہ مجھے اندر جانا ہے تو اب دل پر وحی ہوئی ہے یعنی الہام ہوا ہے۔ "اَوْحَیْنَا" جیسے مادرِ موسیٰؑ پر وحی ہوئی تو وہاں بھی بچے کی ولادت کا مسئلہ تھا یہاں بھی بچے کی ولادت کا مسئلہ تھا اگر موسیٰؑ کی ولادت کے وقت پروردگار مادرِ موسیٰؑ پر وحی کر سکتا ہے تو فخرِ موسیٰؑ کی ولادت کے وقت پروردگار حضرت فاطمہؑ بنت اسد پر بھی وحی کر سکتا ہے۔ اور خانہ کعبہ میں بُلا سکتا ہے تو جب یہ طے ہو گیا کہ اس گھرانے کے مرد پر بھی وحی آ سکتی ہے عورت پر بھی وحی آ سکتی ہے تو اب اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب بھی ایسا عظیم مقام آ جائے جہاں پروردگار کا کام بغیر اُس کے نہ چل رہا ہو تو وحی ہو سکتی ہے۔ یعنی حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش میں ہیں اور ملک

آ کر یہ کہتا ہے کہ گھبراؤ نہ ہاجرہؑ بچے کی پیاس بجھ جائے گی تب ماں کا اضطراب تھا اور واپس ہوئیں، جب واپس ہوئیں تو بچے نے جہاں ایڑیاں رگڑیں تھیں وہاں پانی کا چشمہ جاری تھا اگر وحی نہ ہوتی تو واپس نہ آتیں، قیامت تک بچے کے لیے پانی کی تلاش میں دوڑتی رہتیں، ملک نے دوبارہ شکل دکھلائی حضرت ہاجرہؑ کو صفا اور مروہ کے درمیان میں۔ ہاجرہ پر وحی مادرِ عیسیٰؑ پر وحی مادرِ موسیٰؑ پر وحی مادرِ علیؑ پر وحی، اب ایک ماں باقی ہے جو ان سب سے افضل ہے۔ اور وہ کون ہے وہ حسنؑ اور حسینؑ کی ماںؑ ہے۔ جو ہاجرہؑ سے بھی افضل ہے، جو فاطمہؑ بنت اسد سے بھی افضل ہے، جو مریمؑ سے بھی افضل ہے، جو مادرِ موسیٰؑ سے بھی افضل ہے، تو اس پر وحی کیوں نہ ہوگی اور اُس کے لئے وحی کی کوئی ضرورت نہیں۔ دیکھئے تین قسمیں ہیں وحی کی دل میں الہام ہو، خواب دکھایا جائے یا ملک آئے۔ یہاں تو گھر کے خادم ہیں ملک، وحی کے آنے کا کیا سوال ہے، یہاں کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ یہ کہا جائے کہ یہ محتاجِ وحی ہیں، یہاں تو ذرا سے اشارے کی بات ہے، یہاں تو بس بچوں نے کہہ دیا تھا کہ عید کا دن ہے مادرِ گرامی ہمارے کپڑے کہاں ہیں تو ماںؑ نے مُصلیٰ بچھا کر بس اتنا کہا تھا کہ اللہ میں تیری کنیز خاص ہوں یہ بچے کپڑوں کے لئے مچل گئے ہیں بس بی بی نے اتنا کہا تو اللہ نے کہا اچھا زہراؑ ایسا کارنامہ تمہارے لیے پیش کریں گے کہ کائنات میں کسی کے لیئے نہ ہوا ہو تو اب جو کپڑے لے کر آئے وہ ملک ہے مگر اُس کی یہ مجال نہیں کہ وہ یہ کہہ دے کہ فرشتہ جنّت آیا ہے۔ کیوں کہ حکم پروردگار یہ ہے کہ زہراؑ نے بچّوں سے یہ کہا ہے کہ درزی کپڑے لائے گا۔ خبردار اپنے کو ملک نہ کہنا درزی کہنا تو جہاں درزی بن کر ملک آجائے وہاں وحی کی محتاجی نہیں ہے۔ تو اب یہ گھرانہ مختص ہوگیا۔ اب جو بھی بی بی اپنے آپ کو حضرت زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی سیرت میں ڈھال لے اُس کے لیے پھر یہ بحث نہیں ہوگی کہ وحی

ہوسکتی ہے یا نہیں اب میں مثال دے دوں بعدِ کربلا جنابِ اُمّ ربابؑ کو چونکہ بڑے رئیس امراؤالقیس کی بیٹی تھیں یمن کے رئیس کی بیٹی تھیں لوگوں نے پیغام بھیجا کہ ہم سے شادی کر لیجئے۔ بڑے بڑے رئیسوں نے پیغام بھیجے۔ عرب میں بیوہ کے عقد کو عیب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اسی لیئے تو لوگوں نے پیغام بھیجے۔ تو جواب تو کچھ بھی ہوسکتا تھا۔ لیکن لسان وحی کے گھرانے کی زبان جب بولے گی تو کچھ اور بولے گی حضرت ربابؑ نے جو جواب دیا وہ تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا ہوا ہے۔ اور ہر راوی نے لکھا ہے کہ جواب یہ دیا کہ رسولؐ خدا کی بہو بننے کے بعد عرب کے ایرے غیرے نتھو خیرے کی بہو بن جاؤں یہ کیسے ممکن ہے۔ میں قیامت تک رسول اللہ کی بہو رہوں گی یعنی کوئی اُس رشتے سے خارج نہیں کرسکتا۔ جنابِ ربابؑ ہمیشہ رسولؐ اللہ کی بہو کہہ کر پکاری جائیں گی۔ اور دنیا اگر عظمت جان لیتی تو کسی کی ہمت نہ پڑتی کہ یہ فخرِ ہاجرہؑ ہے یہ فخرِ مریمؑ ہے یہ فخرِ مادرِ موسیٰؑ یہ فخر آسیہ ہے۔ بعد میں دنیا نے عظمت کو جانا اب آپ ذرا غور کیجئے گا ان آیات پر اور ترجمے پر۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (۷) فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِیْنَ (سورۂ قصص آیت ۷،۸)

مادرِ موسیٰؑ پر ہم نے وحی کی، کیا وحی کی کہ اس کو دودھ پلاؤ پس تم ڈرو نہ اور اس کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو حزن نہ کرو پریشان مت ہو۔ یعنی اللہ وحی اس لئے کر رہا ہے کہ ایک ماں اپنے بچّے کو جدا کرے گی یہ آسان کام نہیں ہے۔ شیر خوار بچے کو اپنے سے جدا کر دینا اس لئے اللہ نے وحی کی حزن نہ کرنا کیوں نہ کرنا، تحقیق ہم اس کو

تیری طرف پلٹانے والے ہیں۔ اطمینان دلایا جارہا ہے یقین دلایا جارہا ہے مادرِ موسیٰؑ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہم اس کو مرسل نبی بنانے والے ہیں۔ یعنی اللہ نے ماں کو یقین دلا دیا کہ یہ صندوق غرق نہیں ہوگا، بچہ زندہ رہے گا، جوان ہوگا، نبوت پائے گا، ماں کو اطمینان ہے بچہ مرے گا نہیں۔ خوشخبری سنادی گئی اور اُس کے بعد کہا گیا۔

فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ (سورۂ قصص آیت ۸)

پھر اُٹھالیا اُس کو آلِ فرعون نے اور اُس کے بعد چار پانچ آیتیں چھوڑ کر کہا جاتا ہے۔ اس سے چونکہ ربط ہے اور وہ یہ ہے کہ جب صندوق کو ڈالا دریا میں تو اُس وقت کے لئے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۂ قصص آیت ۱۰)

پروردگارِ عالم یہ کہتا ہے کہ جیسے ہی صندوق کو ڈالا دریا میں تو عنقریب مادرِ موسیٰؑ کا کلیجہ پھٹ جاتا۔ عجیب آیت ہے یہ اس سورہ کی ''عنقریب بچے کی جدائی میں ماں کا کلیجہ پھٹ جاتا'' ہم نے بڑھ کر مادرِ موسیٰؑ کے دل کو سنبھال لیا اور ہم نے کہا مادرِ موسیٰؑ چیخ نہ بلند ہونے پائے گھبرانا نہیں منزل ایسی تھی کہ پروردگارِ عالم کو ماں کے تاثرات قرآن میں بیان کرنا پڑے، بچہ جدا ہو رہا ہے ہم نے بڑھ کر ماں کے دل کو سنبھال لیا۔ ذرا غور کیجئے گا یہ منزل ہی ایسی ہوتی ہے کہ جہاں ممتا کا سوال آجائے کلیجے پھٹ جاتے ہیں۔ اب آپ سے میں پوچھوں کہ اگر وحی نہ ہوتی تو کیا کلیجہ پھٹ نہ جاتا۔ اگر ہاجرہؑ کے دل کو نہ سنبھالتا تو صفا و مروہ کے درمیان ہاجرہؑ کا دل پھٹ جاتا اور اگر مریمؑ کے دل کو نہ سنبھالتا تو مریمؑ کا دل وہاں پھٹ جاتا تین ماؤں کا حال آپ نے سنا اب اُمّ

ربابؑ مادرِ علی اصغرؑ کا حال سنیئے ایسے موقع پر اُس کا کلیجہ نہ پھٹے تو یہ یقین کیجئے کہ پروردگار نے اُس کے دل کو سنبھالا ہے۔ اُس ماں کی عظمت کیا ہوگی جو خدا کی نگرانی میں کوئی بھی حیرت زدہ بات آجائے تو ماں کے لئے حیرت کا مسئلہ ہے لیکن ماں حیرت زدہ نہ ہو تو اس کے معنی وہ بچے کو پہچانتی ہے اس لئے یہ مثل مشہور ہوگئی کہ پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آجاتے ہیں یہ مثل کیوں مشہور ہوئی یعنی ماں ہی یہ جانتی ہے جھولے میں بچے کے پاؤں دیکھ لیتی ہے۔ اُس کو پتہ چل جاتا ہے کس شان کا بچہ ہے۔ عرب کا دستور تھا کہ بچے کو جب جھولے میں لٹایا جاتا تھا۔ عربی میں جھولے کو مہد کہتے ہیں۔ قرآن میں پانچ جگہ جھولے کا ذکر آیا ہے خاص طور سے جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کے قصّے میں سورۂ مریم میں اللہ نے فرمایا ابھی جھولے میں تھے تو قوم نے حضرت مریمؑ سے پوچھا بچہ کہاں سے لائیں تو حضرت مریمؑ نے جھولے کی طرف اشارہ کیا ''اُس سے پوچھ لو'' تو قوم نے ہنس کر کہا ''بچہ بھی بولے گا'' تو حضرت مریمؑ نے کہا کہ میں نے روزہ رکھا ہے خاموشی کا کہ حضرت عیسیٰؑ نے جھولے سے کہا ''انی عبداللہ'' میں ہوں اللہ کا بندہ میں کتاب لیکر آیا ہوں میں جھولے میں ماں کی گود میں کتاب لیکر آیا ہوں میں نبی ہوں۔ بچہ بولا، بچہ نہ بولتا تو ماں کی عصمت کی گواہی کون دیتا حضرت مریمؑ کا کوئی مددگار نہیں تھا پروردگار نے شیر خوار بچے کو گویا کر دیا۔ اس آیت کی روشنی میں یہ تو طے ہوگیا کہ تین دن کا بچہ بولتا ہے، اب دنیا کا کوئی مسلمان جو قرآن پر یقین رکھتا ہے وہ اس سے انکار نہیں کرسکتا کہ بچہ بول سکتا ہے اور اُسی وقت بول سکتا ہے جب حکم پروردگار ہوتا ہے، اللہ مدرک ہے، حیّ ہے، عالم ہے، متکلّم ہے، کیوں ہے اُس کا نام متکلّم اس کی تعریف ہے کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام پیدا کردے، درخت بولنے لگے زمین بولنے لگے ذرّہ بولنے لگے اس لئے اُس کو متکلّم کہتے ہیں، اس لیئے اُس کو متکلّم

کہتے ہیں تو جہاں زمین بولنے لگے درخت بولنے لگے دیوار بولنے لگے تو بچہ بولنے لگے تو کیا حیرانی ہے، تو اب حیرت کی بات نہیں ہے کہ اگر بچے کو ہاتھ پر اُٹھا کر تین دن کے عیسیٰ جھولے میں بولے۔ نبی نے ہاتھوں پر بچے کو اٹھایا کہا یا علیؑ کچھ سناؤ دیکھے بھائی سے بھائی ملا ہے تو اب گفتگو ہے تین دن کے بچے سے کیا کہا جارہا ہے کچھ سناؤ وہ تو لکڑی کے جھولے کا اثر تھا کہ عیسیٰ بولنے لگے، جہاں نبی کے ہاتھ جھولا بن جائیں یہ فضیلت ہی کچھ اور ہے، کون کہہ رہا ہے یہ بچہ بول رہا ہے کہ میں کہوں گا یہ جھولے کا اثر ہے جھولا بلوا رہا ہے یہ نبیؐ کے ہاتھ ہیں ''یا علیؑ کچھ سناؤ'' تو بچّے نے یہ نہیں کہا کہ میں سناتا ہوں بلکہ عجیب وغریب جواب دیا کہاں سے سناؤں توریت سے سناؤں یا انجیل سے سناؤں، زبور سے سناؤں یا قرآن سے سناؤں۔ یعنی چاروں کتابوں کا علم لیکر آیا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جھولے میں کیا کہا تھا میں کتاب لیکر آیا ہوں اگر یہ کہہ دیتے علیؑ کہ میں قرآن کا علم لے کر آیا ہوں تو ایک ہی کتاب کا علم ہوتا دونوں برابر ہو جاتے۔ یہ بچہ چاروں کتابوں کا علم لے کر آیا ہے تو جب بچہ ایسا ہے تو جس کے ہاتھوں پر بول رہا ہے وہ کتنی کتابوں کا علم رکھتا ہوگا۔ اب یہ نہ کہہ دینا کہ رسولؐ معاذ اللہ اُمّی تھا اُس کو کچھ آتا ہی نہیں تھا اُس کے ہاتھ پر آ کر بچہ چاروں کتابیں سنانے لگتا ہے تو اُس کے علم کی تھاہ کیا ہے، یہ حضرت علی علیہ السلام کا بچپنا ہے اور ایسا بچپنا کہ جب ماں بچے کو لے کر آئیں تو عرب کا دستور تھا کہ جب جھولے میں لٹاتے تھے تو اگر ماں کام میں لگی ہے تو بچے منقلب ہو کر اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیتے تھے، تو مائیں یہ کرتی تھیں کہ ریشمی ڈوری اُسے عربی میں ''قماط'' کہتے ہیں اُس سے بچے کو باندھ دیتی تھیں۔ جب حضرت علیؑ کو ریشمی ڈوری سے باندھا گیا اُسی دن وہ اژدھا لایا گیا اور جب یہاں شور مچ گیا کہ اژدھا ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بڑی عجیب بات ہے کہ جب شمر

سے یزید نے یہ پوچھا کہ کربلا میں لڑائی کیسے ہوئی تو شمر نے بیان کرنا شروع کیا تو ایک عجیب جملہ کہا کہ جب اس گھر کے بچے لڑنے آتے تھے تو لشکر کو اُلٹ کر چلے جاتے تھے تو یزید نے کہا بچوں کا یہ عالم تھا۔ تو شمر نے اُس پر کہا بچے کس کے ہیں بچے اُس کے ہیں جس نے جھولے میں کلّہ اژدر کو چیر دیا تھا دشمن کی زبان سے فضائل یوں بیان ہوئے ہیں تاریخ میں

مرزا دبیرؔ کہتے ہیں:۔

بولا یزید دیکھ کے سر کی شکوہ و شاں
سیّد کا سر یہی ہے کہا شمر نے کہ ہاں
شہزور تھا سپاہِ حسینی کا ہر جواں
اطفالِ شیر خوار بھی تھے شیر بے گماں
رن میں انگوٹھے چوستے جھولے سے آتے تھے
پیکاں گلے پہ کھاتے تھے اور مسکراتے تھے

تو آپ غور کیجئے کہ جہاں بچپن میں جھولے کے واقعات تاریخ بن جائیں۔ ساٹھ ساٹھ برس کی عمریں ہو جاتی ہیں۔ اور سوانح حیات لکھی جاتی ہے لوگ حالات ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ یہ گھرانہ ایسا ہے کہ ولادت سے لیکر وفات تک ہر جزیات پر بحث ہو جاتی ہے ہر واقعہ مل جاتا ہے ہر گوشہ مل جاتا ہے۔ جہاں ہر گوشہ مل جاتا ہو وہاں چھ مہینے کے بچے کی سوانح حیات سمجھنا مشکل کیا ہے اس لئے کہ یہاں بچپن میں ہی سوانح حیات مکمل ہو جاتی ہے۔ کوئی یہ کہے صاحب چھ مہینے کے بچّے کی سوانح حیات کیا سوانح حیات تو تب بنتی ہے کہ وہ بڑا ہوتا ہے تعلیم و تربیت حاصل کرتا ہے اُس کی شجاعت ہو اُس کی سخاوت ہو اُس کی عبادت ہو اُس کی شادی ہو اُس کے بچے ہوں تب

زندگی کے حالات لکھے جائیں گے، چھ مہینے کے بچے کی سوانح حیات کا کمال یہی دکھانا ہے کہ اس گھرانے میں چھ مہینے کا بچّہ بھی کامل زندگی گزار کر جاتا ہے اگر یہ نہیں ہوتا تو چھ مہینے والے سپاہی کو لانے کی ضرورت نہیں تھی توجّہ کیجئے اس جملے پر جہاں حبیب ہوں، جہاں زہیر ہوں، جہاں مسلم ابن عوسجہ ہوں، جہاندیدہ بوڑھوں کے مقابلے میں ایک چھ مہینے کے بچے کو لا کر رکھ دینا کیا امام حسین علیہ السلام نہیں جانتے تھے کہ یہ مکمل سوانح حیات والا ہے یا ادھوری سوانح حیات والا ہے مقابلہ کیسے ہوگا امام حسینؑ یہی بتانا چاہتے تھے کہ پوری زندگی یہاں گزار کر انسان چلے جائیں اور میں لا کر جس نمونے کو رکھ دوں چھ مہینے کا ہی کیوں نہ ہو برابری کر کے دکھائے گا قیامت تک۔ یہی تقریر کا موضوع ہے کہ امام حسینؑ یہ کیسے چاہتے تھے کہ سوانح حیات دکھا دی جائے۔ تو اب چھ مہینے والے کی سوانح حیات آپ کے سامنے ہے میں بیان کر رہا ہوں اب یہ امام حسین علیہ السلام کی بصیرت ہے کہ ہر بچے کا نام ''علیؑ'' رکھا تین بیٹے ہیں اور تینوں کا نام ''علیؑ'' ہے، کیوں اس لئے کہ وہ معرکہ ہونے والا ہے اس سے یہ معلوم ہوگا کہ جو معرکہ ہونے والا ہے اُس کی بنیاد علیؑ کی دشمنی ہے۔ تم کو بڑی دشمنی ہے اس نام سے تم اس نام کو مٹانا چاہتے ہو ہم بار بار اس نام کو میدان میں لائیں گے، تین بیٹے ہیں دو کو تو ہم یہاں میدان میں لائیں گے اور تیسرا جو شام تک جائے گا پیغامبر بن کر تو قدم قدم پر تم پکارو گے حسینؑ کا بیٹا علیؑ، علیؑ دشمن کی زبان سے علیؑ علیؑ کہلوا دیا امام حسینؑ نے وہ ظالم دشمن جو حضرت علی علیہ السلام کو مانتے نہیں تھے جب وہ محضر پڑھتے تھے تو حسینؑ کا بیٹا مارا گیا علیؑ، حسینؑ کا بیٹا مارا گیا علیؑ، بار بار زبان سے علیؑ کہلا دیا۔ اس لئے ہر بیٹے کا نام علیؑ رکھا تھا تا کہ جب یہ نام سامنے آئے تو تمہیں بار بار علیؑ یاد آئیں اور قدرت نے یہ انتظام کیا کہ نام تینوں کے علیؑ مگر صورت تینوں کی رسولؐ اللہ کی جب میں ذہنی آزمائش کا پروگرام

دیا کرتا تھا تو ایک سوال تھا کہ حضرت علی اصغرؑ کی صورت کیسی تھی لوگوں نے مجتہدوں اور عالموں سے پوچھا تو جواب ملا یہ بھی کوئی سوال ہے چھ مہینے کے بچے کی شکل ہی کیا ہوتی ہے جو حضرت علی اصغرؑ کی شکل بتائی جائے۔ تو جب میں نے اس کا جواب چھاپا تو میں نے چھ کتابوں کے حوالے دیئے۔ شیخ مفید اور سیّد حسین ابن عفر انمآب نے لکھا کہ جس طرح علی اکبرؑ شبیہ رسولؐ تھے اس طرح علی اصغرؑ بھی شبیہ رسولؐ تھے۔ اب اس میں راز ہے جو ہم ابھی عرض کریں گے کہ امام حسینؑ کے تینوں بیٹے شبیہ رسولؐ کیوں تھے امام حسینؑ کے بیٹے بھی شبیہ رسولؐ اپنے باپ کو پڑیں گے اپنے باپ کی شبیہ ہوں گے، اور کیوں بنایا گیا شبیہ رسولؐ یہ بھی ہم ابھی عرض کریں گے علی اصغرؑ کا نام علیؑ، شکل رسولؐ اللہ کی ہے، پیدائش دس رجب ہے سن ساٹھ ہجری مدینے میں پیدا ہوئے، جب مدینے سے امام حسینؑ چلے تو حضرت علی اصغرؑ اٹھارہ دن کے تھے رجب کی، اٹھائیس[۲۸] تاریخ کو علی اصغرؑ اٹھارہ دن کے تھے چھ مہینے کے مدینے میں نہیں تھے کربلا میں آکر چھ مہینے کے ہوئے، یہ امام حسینؑ کے گھر کا دستور ہے کہ کنیت ہوتی ہے نام ہوتا ہے اور لقب ہوتا ہے، جیسے ''علی'' نام ہے کنیت ابوالحسنؑ اور ابوترابؑ ہے، لقب اسد اللہ ہے۔ عین اللہ ہے، اسی طرح ''اصغرؑ'' لقب ہے نام ''علی'' ہے یا وہ القابات جو بعدِ کربلا معصومینؑ نے عطا کیئے یا جو آپ نوحوں میں یا سلام میں سنتے ہیں، شیر خوار مجاہد، ننھا سپاہی، حسین کا ہدیۂ آخر، یہ القابات و خطابات ہیں زیارتِ ناحیہ میں جو نام آیا لقب کے ساتھ وہ ہے ''عبداللہ رضیع'' کیوں اس لئے کہ امام حسینؑ کی کنیت ہے، ''ابوعبداللہ'' جب آپ زیارت پڑھتے ہیں تو ابوعبداللہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو عبداللہ کس بیٹے کا نام ہے حضرت علی اصغرؑ کا نام ہے زیارت ناحیہ میں علی اصغرؑ کا نام ''عبداللہ رضیع'' ہے اس بحث میں لوگ اُلجھ گئے کہ عبداللہ دوسرا بچہ تھا اور رضیع دوسرا بچہ تھا اور علی اصغر دوسرا بچہ

تھا، ایک بچہ اور تھا اور ابوالکلام وغیرہ نے لکھ دیا کہ عاشور کے دن امام حسینؑ کو اطلاع دی گئی کہ ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے آپ نے فرمایا بچے کو میرے پاس لاؤ آپ درِ خیمہ پر بیٹھ گئے اور بچے کو پیار کرنے لگے، تیر تو صبح سے چل ہی رہے تھے اور ایک سنسناتا ہوا تیر آیا بچے کے لگا بچہ انتقال کر گیا کون سا بچہ تھا نام نہیں معلوم یہ جو غلط فہمی تاریخ میں پیدا کی گی اس کا راز آپ کو معلوم ہے کہ مورّخ کربلا کے واقعہ میں ہر چیز کی معذرت کر سکتا تھا۔ لیکن شہادتِ علی اصغرؑ کے لئے مورّخ کے پاس معذرت نہیں ہے۔

ہاں ہاں عرب میں خون ریزیاں ہوتی تھیں یونہی ایک دوسرے کو قتل کر دیتے تھے۔ ایک لشکر آیا دوسرے لشکر نے مار دیا۔ امام حسینؑ یہ سپاہی اس لئے لائے تھے کہ معذرت نہ پیش کی جا سکے۔ یہاں پر آ کر مورّخ کا قلم ٹھہرا جاتا تھا کہ معذرت کیا پیش کریں۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ اس طرح شہادت کو چھپائیں یہ بچہ نہیں دوسرا بچہ ہے اور اس طرح تیر آ گیا اور اتفاقیہ لگ گیا یہ غلط فہمیاں پیش کی گئیں۔ اس لئے کہ وہاں پر چکرائے ہوئے تھے مورّخ کہ یہ ہوا کیا یہ تو تاریخ میں حضرت آدمؑ سے حضور اکرمؐ تک جتنی بھی لڑائیاں ہوئیں ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں اس لئے کہ امام حسینؑ کی فتح بن جاتی تھی۔ یہاں پر آ کر انسانیت کی تاریخ چکرا بھی جائے گی اور چیخ بھی اٹھے گی یہ تھا راز اور اس راز کے لئے امام حسینؑ نے تیاری کی تھی اور وہ تیاری کیا تھی اب آپ تیاری دیکھتے چلیں۔ حضرت ربابؑ سے عقد کیا بڑے اہتمام کا عقد کیا اور صرف دو بچے پیدا ہوئے۔ ایک حضرت سکینہ صلوٰۃ اللہ علیہا ایک حضرت علی اصغرؑ بس ختم، اب کام صرف اتنا ہے دو بچوں کو کام کرنا ہے ماں کا آنا اور شادی اور اہتمام پھر امام حسینؑ کا اشعار کہنا اور بار بار یہ اشعار پڑھتے تھے امام حسینؑ کہ مجھے وہ گھر اچھا نہیں لگتا جس میں سکینہؑ اور ربابؑ نہ ہوں، دیکھئے واضح کرتے ہیں کہ گھر کی آبادی بیٹی اور اُس بیٹی کی ماں سے ہے واسطہ

بیٹی ہے، اس لئے ماں پسند ہے کہ سکینہؑ جیسی بیٹی اُس کی بیٹی ہے۔ اب حضرت ربابؑ کی عظمت بڑھ رہی ہے اور پوشیدہ ہے اشعار میں یہ بات کہ وہ علی اصغرؑ کی بھی ماں ہے اس بات کو امام حسینؑ نے چھپایا ہوا ہے، پورے چھ مہینے میں ہمیں صرف ایک بار ملتا ہے کہ جہاں اچانک تاریخ میں علی اصغرؑ آجاتے ہیں وہ موقع بڑا عجیب ہے۔ جب سواری چلی اور سرحدِ مدینہ پر پہنچی تو حضرت عباس علیہ السلام نے آکر کہا آقا سواری کو روک لیجئے امام حسینؑ نے فرمایا کیوں؟ حضرت عباسؑ نے کہا اس لئے کہ بیٹی ملنے آرہی ہے اور وہ دوبارہ ملنا چاہتی ہیں۔ سواریاں رُک گئیں، اور ماں کی سواری کے پاس آکر حضرت صغرا سلام اللہ علیہا نے آواز دی میں صرف اس لئے آئی ہوں کہ ایک بار میرے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کی شکل مجھے دکھا دیجئے، ناقہ بٹھا دیا گیا دوبارہ قناتیں لگیں بیبیاں قناتوں میں آکر بیٹھ گئیں۔ جنابِ ربابؑ نے بچے کو حضرت صغراؑ کی گود میں دے دیا، صغراؑ نے اصغرؑ کو پیار کیا، گھرانے کا سب سے چھوٹا بچہ ہے اور جو سب سے چھوٹا بچہ ہوتا ہے، بھائی اور بہن کو اُس سے محبت ہو جاتی ہے کل اور پرسوں میں آپ سے یہ بات کہہ چکا کہ موسیٰؑ کی شکل جس نے بھی دیکھی دوست ہو یا دشمن پیار آجاتا تھا یہ فطرتِ انسانی ہے کہ اگر دشمن کا بچّہ بھی ہو تو بچے کو دیکھ کر آپ سے آپ پیار آجاتا ہے تو ذرا آپ سوچیئے کہ جب غیر کے بچّے پر پیار آجاتا ہے تو اگر اپنا بچّہ ہو تو کیا عالم ہوگا۔ تصوّر میں یہ رہے تو بہن کہتی ہے کہ بھائی کو گود میں دے دیجیے صغراؑ نے اصغرؑ کو سینے سے لگالیا جب بہت دیر ہوگئی تو امام حسینؑ نے پکارا کہ سواریاں چلیں تو اندر سے کنیز نے کہا کیسے چلیں بچے کو چھوڑ دیں یا لے لیں، امام حسینؑ نے فرمایا بچّے کو لے کر چلو تو اب حضرت زینبؑ نے فرمایا کہ اصغرؑ فاطمہ صغراؑ کو نہیں چھوڑ رہے ہیں، ماں نے بلایا بچّہ نہیں آیا، سوانح حیات دیکھئے یہاں سے شروع ہوگئی ہے اُمِّ رباب کی ممتا پہ نظر

رہے اب علیؑ کے بچپن پہ نظر رہے حضرت فاطمہ بنت اسد کی ممتا پہ نظر رہے، حسنؑ وحسینؑ کا بچپن نگاہ میں رہے، حضرت زہراؑ کی ممتا نگاہ میں رہے، اب ربابؑ کی ممتا بھی نگاہ میں رہے، علی اصغرؑ کا بچپن بھی نظر میں رہے کہ ایک بار ماں نے آواز دی بیٹا آجاؤ بچے نے توجہ نہیں کی، پھوپھی آگے بڑھیں کہا علی اصغرؑ آجاؤ بچے نے توجہ نہیں کی اب امام حسینؑ نے آکر پوچھا کیا بات ہے سواری کیوں نہیں چلتی تو جناب زینب سلام اللہ علیہا نے کہا بھیا علی اصغرؑ اس طرح فاطمہ صغراؑ سے لپٹ گئے ہیں کہ آغوشِ صغراؑ کو نہیں چھوڑتے، امام حسینؑ نے فرمایا اچھا ہم آپ آتے ہیں، صغراؑ نے حسینؑ کو دیکھا تو بچے کو اور لپٹا لیا کہا بابا چھینئے گا نہیں اگر خود سے علی اصغرؑ آجائیں تو آپ لے جایئے گا زبردستی میری گود سے نہیں لیجئے گا۔ امام حسینؑ نے کہا نہیں صغراؑ ہم چھینیں گے نہیں بس اتنی اجازت دے دو ہم علی اصغرؑ سے کچھ بات کرلیں، فاطمہ صغراؑ نے کہا ہاں ہاں بابا آپ ضرور اصغرؑ سے بات کیجئے اک بار امام حسینؑ نے جھک کر علی اصغرؑ کے کان میں کچھ کہا بس اک بار امام حسینؑ کا کہنا تھا کہ بچے نے صغراؑ کو چھوڑ کر باپ کی طرف ہاتھ بڑھائے فرمایا صغراؑ علی اصغرؑ آپ آئیں ہیں دیکھو ہم نے چھینا نہیں ہے، صغراؑ نے کہا بابا آپ کو اپنے حق کی قسم یہ بتا دیجئے کہ علی اصغرؑ کے کان میں آپ نے کیا کہا ہے، امام حسینؑ نے کہا ہم نے علی اصغرؑ کے کان میں صرف یہ کہا "علی اصغرؑ نانا کی اُمت کو بخشوانے نہیں چلو گے۔ اس واقعے سے امام حسینؑ یہ بتانا چاہتے تھے کہ بوڑھے تو بوڑھے ہم عام بچے لیکر نہیں جارہے، اب اس جملے میں کیا راز ہے اور چند روز کے بچے نے اُس راز کو کیسے سمجھ لیا۔ یہ تو اُس وقت ہی پتہ چلے گا جب وہ موقع آجائے اب پوری تاریخ میں ڈھونڈ ڈالا ہم نے مکہ ہے اُس کے بعد منزلیں ہیں دو محرم کو کربلا میں پہنچے ہیں، ہم کو کہیں حضرت علی اصغرؑ کا ذکر نہیں ملتا چھ مہینے گزر گئے ہم علی اصغرؑ کی سوانح حیات کیسے

بیان کریں، ہمیں کہیں علی اصغرؑ کا ذکر ہی نہیں ملتا کہ عاشور کی شب آئی اب جو آدھی رات آئی تو اچانک چھ مہینے کے بعد علی اصغرؑ کا ذکر پھر آیا اور عجیب انداز سے آیا امام حسین علیہ السلام نے چراغ کو گُل کر دیا اور فرمایا جس کا جہاں دل چاہے وہ چلا جائے، ہم نے بیعت اٹھالی اب توجّہ رہے کہ امام حسینؑ اپنی بیعت اٹھا رہے ہیں، پھر فرمایا اچھا اب چراغ روشن کر دو، جب چراغ روشن ہو گئے پھر آپؑ نے فرمایا اے اصحابِ باوفا ہم کو یہ یقین تھا کہ تم جاؤ گے نہیں، ہم کو تمہاری وفاؤں پر یقین ہے مجھے تمہاری وفاؤں پر ناز ہے اور اُس کے بعد فرمایا، عباسؑ اب محضر شہادت پڑھ کر سناؤ، حضرت عباسؑ نے نام پڑھنا شروع کیئے، حبیبؑ، زہیر، عونؑ و محمدؑ، علی اکبرؑ سب کی شہادتیں ہوں گی اور اُس کے بعد امام حسینؑ نے محضر کو حضرت عباسؑ کے ہاتھ سے لے کر رکھ دیا آپؑ نے فرمایا سب کے نام سن لیئے۔ اک بار تیرہ چودہ برس کا بچّہ اُٹھا، یہ قاسمؑ تھے جو کہہ رہے تھے چچا جان سب کے نام سنا دیئے آپ نے اس میں میرا نام تو آیا ہی نہیں، کیا اس محضر نامے میں میرا نام نہیں ہے، دیکھئے اب امام حسینؑ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میرا تیرہ چودہ سال کا سپاہی کیسا ہے اور جب تیرہ سال کا سپاہی تمہاری سمجھ میں آجائے گا پھر بتائیں گے کہ چھ مہینے کا سپاہی کیا ہے، ان عمروں کے سپاہی تو تم پہچانتے ہو ہمیں بتانا یہ عمریں ہیں اگر چاہتے تو فوراً بتا دیتے کہ قاسمؑ تمہارا نام ہے لیکن نہیں کائنات پر یہ ظاہر کر دینا ہے کہ ہمارا تیرہ سال کا سپاہی موت کو کیا سمجھتا ہے، امام حسینؑ نے کہا قاسمؑ یہ بتاؤ آج تمہاری نظر میں موت کیسی ہے، قاسمؑ نے عرض کیا چچا جان شہد سے زیادہ شیریں ہے، امام حسینؑ نے جب یہ جملہ سن لیا تو کہا کامل ہے میرا سپاہی امام حسینؑ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں ہے قاسمؑ اس محضر میں صرف تمہارا ہی نام نہیں بلکہ تمہارے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کا بھی نام ہے، کمال دیکھئے کہاں پر علی اصغرؑ کا نام آیا

ہے چھ مہینے کے بعد نام آیا ہے یا مدینے میں اُس وقت ذکر تھا یا اب ذکر آیا ہے اور کس منزل پر ذکر آیا ہے صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ تمہارے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کا بھی نام ہے بات رک جاتی مگر بتانا یہ تھا کہ ہمارا سپاہی صرف شجاع نہیں بلکہ عقل میں بھی کامل ہے، ہے صرف تیرہ سال کا لیکن اب امام کے سوال پر جواب پیش کریگا، حضرت قاسم نے کہا میں تو میدانِ جنگ میں جا کر لڑوں گا اور شہید ہو جاؤں گا لیکن کیا یہ ظالم خیموں میں گھس آئیں گے آپؑ نے فرمایا یہ کیوں پوچھا تم نے قاسمؑ نے کہا ظاہر ہے کہ جھولے کا بچہ کیسے قتل ہوگا۔ یہ سوال و جواب کیوں ہو رہا ہے تا کہ سب کو بتا دیا جائے کہ یہ سپاہی خود جا کر جنگ کرے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا نہیں قاسمؑ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہماری اور تمہاری زندگی میں اشقیا خیموں تک آ جائیں بلکہ ایسا ہوگا کہ ہم علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر لے کر جائیں گے اور پورا واقعہ سنا دیا تو جہ کی آپ نے یعنی علی اصغرؑ کی شہادت کی خبر بھی سب کو سنا دی ہے یعنی اوّل سے آخر تک پورا واقعۂ کربلا سب کو امام حسینؑ نے سنا دیا ہے۔ موت کی خبر سُن کر انسان تو لرزنے لگتا ہے۔ امام حسینؑ نے بتایا میرے سپاہی ایسے ہیں میں نے اسّی سال کے بوڑھے سے لے کر چھ مہینے تک کے بچے کی شہادت کا طریقہ کار بتا دیا ہے ایک گیا ہو تو بتا دو، ایک کانپا ہو تو بتا دو، ایک ڈرا ہو تو بتا دو، اب بتایئے کہ جب علی اصغرؑ کی شہادت کا اعلان ہوا ہوگا تو کیا ماں نے نہیں سنا ہوگا۔ ماں کتنی شجاع ہے اب ہم فخرِ ہاجرہؑ کہیں یا نہ کہیں، فخرِ مریمؑ کہیں یا نہ کہیں، ماں نے پردے سے یہ واقعہ سُنا اور ماں کو اطمینان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عنقریب مادرِ موسیٰؑ کی چیخ نکل جاتی لیکن ہم نے آگے بڑھ کر دل کو سنبھال لیا ہم نے مادرِ موسیٰؑ پر وحی کی کہ غم نہ کرنا ہم بچے کو ملا دیں گے یہاں کیا وحی پروردگار نے کی ہوگی، وہاں تو کہا کہ ہم بچے کو ملا دیں گے یہاں حضرت ربابؑ سے کیا کہا ہوگا کہ ہم بچے کو ملا دیں گے۔

اب عظمت اور بڑھ گئی، ماں پر یہ وحی ہوگئی ہے کہ بچہ جائے گا واپس نہیں آئے گا۔ حضرت ربابؑ کتنی بلند ہیں مادرِ موسیٰؑ سے، میں ان تاثرات کو کیسے بیان کروں میں نے حج کیا لوگ کہتے ہیں کہ صاحب خانہ کعبہ پر نظر پڑی اور رونے لگے مجھے نہیں رونا آیا حجرِ اسود کو چوما مجھے رِقّت نہیں آئی اُس کے بعد جب میں نے سعی کی اور صفا اور مروہ کے چکر لگا چکا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں رِقّت آتی ہے اور میں نے دیکھا کہ لوگ دھاڑیں مار کر رو رہے ہیں، مجھ کو کیوں رونا نہیں آ رہا ہے۔ میں حیران تھا پھر جب میں نے آخری چکر لگایا اور اُس مسافت کو دیکھا تو میں نے سوچا کہ یہیں پر حضرت ہاجرہؑ نے بچے کی پیاس کے لئے چکر لگائے تھے کبھی اس پہاڑی سے، اُس پہاڑی تک جاتیں اور کبھی اُس پہاڑی سے اس پہاڑی تک جاتی تھیں بس اچانک میں نے سوچا ذرا ربابؑ کو تو دیکھو اور میں رونے لگا اب جو میں نے مڑ کر دیکھا تو کئی ہزار آدمی رو رہے تھے پتہ نہیں ان کے ذہن میں کیا تصوّر تھا لیکن میرے ذہن میں یہ ماںؑ تھی۔ جس کے لیے یہ ہے کہ رات بھر ہر ماں نے اپنے اپنے بیٹوں سے گفتگو کی ہے جس ماں کا بیٹا بولتا ہی نہیں ہے وہ کیا بات کر رہی ہوگی تو اب یہاں پر آ کر ہم کو اپنے شعرا کی عظمت ماننا پڑتی ہے۔ نجم آفندی نے کہ رات بھر ماں نے فاتح خیبر کی لڑائیاں لوری میں سنائی ہیں، ماں نے خندق اور بدر کی لڑائیاں سنائی ہیں کہ علی اصغرؑ تمہارے دادا علیؑ بہت شجاع تھے۔ اور ایک عجیب جملہ ہے جو میر انیس نے پیش کیا ہے کہ ماں نے بچے سے کہا کہ دیکھو بنی ہاشم کی شان یہ ہے کہ جب زخم کھاتے ہیں تو زخم کی تکلیف کا احساس بڑوں اور بزرگوں سے نہیں کرتے، اس جملے میں راز چھپا ہوا ہے۔ یہاں سے علی اصغرؑ کی سوانح حیات شروع ہوتی ہے۔ کل کی تقریر میں سوانح حیات بیان کروں گا آج تمہید تھی۔ امام حسینؑ میدانِ جنگ میں تھے کہ کانوں میں رونے کی صدا آئی۔

خیمے میں واپس آئے کہا کیا بات ہے حضرت زینبؑ نے کہا بھیا علی اصغرؑ بار بار اپنے کو جھولے سے گرا دیتے ہیں، امام حسینؑ نے فرمایا میں سمجھ گیا اصغرؑ کیا چاہتے ہیں ہم هل من ناصرٍ کہہ رہے ہیں۔ اصغرؑ کہنا چاہتے ہیں بابا کیوں بار بار ناصروں کو پکار رہے ہیں میں جو آپ کا ناصر ابھی موجود ہوں۔ بہن علی اصغرؑ کو لا دو۔ جو بچہ ابھی تک رو رہا تھا وہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر آتے ہی خاموش ہو گیا اور میر انیس نے یہاں پر غزل کا شعر کہہ دیا جن لوگوں نے روتے بچوں کو گود میں اٹھایا ہے اور خوبصورت آنکھوں میں آنسو تیرتے دیکھے ہیں وہ ہی اس شعر کو سمجھیں گے انیس کہتے ہیں۔

روئے ہیں فرقتِ شہِ عالی جناب میں
نرگس کے پھول تیر رہے ہیں گلاب میں

حسینؑ جب لے کر چلے تو ماں سامنے آئی اور ایک سفید چادر علی اصغرؑ پہ ڈال دی علماء نے لکھا ہے کہ سفید چادر کیوں ڈالی۔ ماں کو ڈر تھا دھوپ بہت تیز ہے میرا گلاب مرجھا نہ جائے۔

ماں جانتی تھی کہ میرا بچہ شہید ہوگا چادر اس لئے ڈالی ہے کہ ماں کو معلوم ہے کہ میرے بچے کو کفن نہیں ملے گا۔ جب امام حسینؑ بچے کو لائے تو اشقیا یہ سمجھے کہ حسینؑ قرآن لائے ہیں تاکہ قرآن بیچ میں رکھ کر فیصلہ کرلیں۔ لیکن جب چادر ہٹی تو دیکھا کہ ایک کُملایا ہوا پھول تھا۔ جب شب ہجرت رسولؐ چلے تو پیچھے پیچھے کوئی آ رہا تھا۔ تو رسولؐ یہ سمجھے کہ پیچھے کوئی کافر آ رہا ہے۔ اور اس گھرانے میں چادر میں چھپا کر لایا جائے تو کافر یہ سمجھتا ہے قرآن آ رہا ہے۔ تو جس بچے کو کافر نے قرآن سمجھا ہو وہ بچہ کتنا عظیم ہے۔ یہاں سے فضائل علی اصغرؑ رک رہے ہیں۔ کل عرض کریں گے۔

یہ کربلا کا معجزہ ہے کہ ڈھائی ہزار اشعار کا مرثیہ "الیکزنڈر گُنل" فرنچ شاعر جو پیرس

کا رہنے والا تھا اُس نے لکھ دیا

حامدؔ لکھنوی نوے سال کے شاعر پیارے صاحب رشید کے شاگرد تھے بہت سے شعر کہے سلام کا ایک مطلع ہے۔

کہتے کہتے کچھ زبانِ بے زبانی رہ گئی
تیر کھا کر سو گئے اصغرؑ کہانی رہ گئی

پیارے صاحب رشید میر انیسؔ کے نواسے کہتے ہیں۔

یہ سمجھ کر لے گئے ہمراہ اصغرؑ کو حسینؑ
قید میں بانوؑ سے یہ بچہ نہ پالا جائے گا

خطیبِ اعظم سبط حسن صاحب نے اس شعر کی تشریح میں اشارہ کر کے بتایا تھا کہ قید میں ماں پالتی کیسے ہاتھ کہاں آزاد تھے۔

پیارے صاحب رشید کا ایک اور شعر یاد آیا۔

باغِ جنت میں دلِ فاطمہؑ بے تیر چھدا
حلق اصغرؑ کا چھدا بازوئے شبیرؑ چھدا

غزل کے شاعر ہیں امیر مینائی اُن کا شعر ہے۔

دکھائی اصغرِؑ معصوم نے جو خشک زباں
اجل نے پیار سے بوسے لب و دہن کے لیئے

شہید یار جنگ کہتے ہیں۔

حسینؑ لاشۂ اصغرؑ پہ ڈال دیجئے عبا
ملائکہ کی عبادت میں فرق آتا ہے

جوش ملیح آبادی کا مشہور شعر ہے۔

اصغرؑ میں پیچ و تاب نہ تھا اضطراب کا

وہ دل دھڑک رہا تھا رسالتمابؐ کا

ہندو شاعر جھنولال دلگیر نام تھا۔ حضرت علی اصغر کی شکل اس طرح بتاتے ہیں میں نے آپ کو بتایا کہ تینوں بھائی ہمشکلِ رسولؐ تھے شیریں اُس وقت آزاد ہوئی تھی جب علی اصغرؑ کی ولادت نہیں ہوئی تھی راہ میں جب قافلہ شریں کے قلعے کے قریب ٹھہرا تو اب ظاہر ہے جہاں شیریں نے سب کی شہادتیں سُنی ہیں وہاں علی اصغرؑ کا کارنامہ بھی سنا ہوگا تو اب اُس کے دل میں یہ خواہش ہے کہ میں جس گھر کی کنیز تھی جہاں کے بچّوں کو میں نے کِھلایا ہے کاش میں علی اصغرؑ کو دیکھ سکتی کہ شکل وصورت کیسی تھی۔ تو شیریں نے بی بی ربابؑ سے یہ پوچھا کہ علی اصغرؑ کی صورت کیسی تھی۔ اب یہاں ماں صرف بتائے نہ بلکہ شکل دکھادے یہ شاعر کا کمال ہے اس الہامی کیفیت کو دیکھئے تو مجھے یقین ہے کہ آپ بعد مجلس شاعر کے لئے ایک سورہ فاتحہ پڑھیں گے۔ دلگیر کہتے ہیں۔

شہر بانو سے جب شیریں نے یہ رو رو عرض کی
کہئے مجھ سے کیسی شکلِ اصغرِ بے شیر تھی

دوسرے میں جواب ہے۔

سوئے عابدؑ تب اشارہ کرکے بانوؑ نے کہا
ایسی ہی آنکھیں یہی چہرہ یہی تصویر تھی

عجیب تصوّر ہے اسی شاعر دلگیر کا کہ جنّت میں جب ماں گئی ہوگی تو سب سے پہلے اُس نے اللہ سے خواہش کی ہوگی کہ میرے بچّے علی اصغرؑ کو دکھادے۔ دلگیر کہتے ہیں۔

بعد اصغرؑ کے جو فردوس میں پہنچی بانوؑ
نور کے جھولے میں اُس طفل کو پلتے دیکھا

اور یہ میر انیس کے بھتیجے وحید کا شعر ہے۔

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانہ کہیں نہیں

یہ ہیں شدید لکھنوی۔

عجیب حسرت سے گردش کرتی تھیں بے شیر کی آنکھیں
نہ کرتا ذبح اصغرؑ کو جو ہوتیں تیر کی آنکھیں

میر عارف میر نفیس کے نواسے کہتے ہیں۔

معصوم کے جب عضوِ بدن چھپ گئے سارے
بسمل ہوا قلبِ شہ دیں درد کے مارے

منہ رکھ کے لحد پر بصد اندوہ پکارے
اے راحتِ جاں بانوئے ناشاد کے پیارے

ننھا سا گلا زخم سے دُکھتا تو نہیں ہے
اصغرؑ کہو اب پیاس کی ایذا تو نہیں ہے



علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی:

یہ مجلس امام بارگاہ خیمہ سادات لاہور ۱۹۹۹ء میں پڑھی گئی

حضرت علیؑ اور حضرت علی اصغرؑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود وسلام محمدؐ وآل محمدؐ کے لئے

حضرت علی اصغرؑ کے ذکر پر پیر صاحب نے ختم کیا اپنی تقریر کو اور میں اپنی مجلس کو شہزادۂ علی اصغرؑ کے فضائل سے شروع کرتا ہوں، جہاں تک میری ہمت ساتھ دے گی اور جہاں تک آپ ساتھ دیں گے وہاں تک تقریر ہوگی اور کسی وقت بھی اپنے وقت کے اندر تقریر اختتام پذیر ہو جائے گی یہ آپ کے فہم وادراک پر ہے کہ ایسے موضوع چونکہ منبر پر بحیثیت مصائب کے تو آپ نے سنا ہے لیکن آج میں آپ کو فضائل سنانا چاہوں گا مصائب تقریر کے آخر میں آئیں گے پہلے فضائل سنا رہا ہوں لیکن موضوع کو ذرا سا واضح کر دوں موضوع ہے حضرت علیؑ اور حضرت علی اصغرؑ چونکہ ایک طرف فرمائش تھی کہ حضرت علیؑ پر تقریر ہو اور دوسری طرف ماجد رضا کی خواہش تھی کہ حضرت علی اصغرؑ کے کچھ فضائل پڑھ دیں تاکہ اس سال جو مرثیہ وہ لکھنا چاہتے ہیں اُس کا موضوع ''حضرت علی اصغرؑ'' ہے آپ تو دونوں کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے میں دونوں موضوعات کو ملا رہا ہوں اور اتفاق سے پیر صاحب نے میرے اس مسئلے کو حل کر دیا، کہ اپنی تقریر کو شہزادے کے ذکر پر ختم کیا تو وہ تسلسل بھی قائم رہا کچھ چیزیں ہیں جو میں عرض کر رہا ہوں اور ہر چیز کی ایک چھوٹی چھوٹی تمہید ہوگی اور اس تمہید کے ذریعے آپ

شہزادے کو سمجھنے کی کوشش کیجئے گا، سوانح حیات اس کی ہوتی ہے جو بولتا ہو، اس کے
حالاتِ زندگی لکھے جاتے ہیں جس کی زندگی میں کوئی کارنامہ ہو بغیر اس کے تو حالاتِ
زندگی نہیں لکھے جاتے یہ کائنات کا واحد ممدوح ہے جس پہ ہزاروں کتابیں لکھی گئیں نہ
بولتا تھا نہ چلتا تھا نہ کوئی کارنامہ کیا تھا کیا یہ معجزہ نہیں ہے؟ آپ حیران ہونگے کہ جو کبھی
بولا نہیں جو اپنے پیروں سے چلا نہیں جس نے اپنے ماں باپ سے کوئی بات نہیں کی، یہ
حسرت لئے چلا گیا کہ میں بولوں گا ایک سال ڈیڑھ سال دو سال کے بعد بچہ بولتا ہے،
دودھ ڈھائی سال تک بچہ ماں کا پیتا ہے ابھی تو دودھ چھڑائی میں ہی کافی دن باقی تھے،
بچوں کی نفسیات جو لوگ ہمارے سامنے بیٹھے ہیں جنھوں نے بچے پالے ہیں جو دادا نانا
بن گئے ہیں وہ بھی جو باپ بن چکے ہیں وہ بھی اور جو مائیں بن چکیں ہیں وہ بھی
میرے ایک ایک جملے کو قیمتی سمجھیں کہ موتی کے برابر ہیں چھ مہینے کی عمر تک بچہ مٹھی بھی
نہیں کھولتا جب تک مٹھی بند ہے جب تک بچّے کی مٹھیاں بند ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ
ابھی بچّے نے یہ بھی نہیں سیکھا کہ چندا ماما آ جا میں فضائل پڑھ رہا ہوں، مصائب ابھی
نہیں پڑھ رہا ہوں جب ماں بچّے کو سکھاتی ہے بیٹا کہو چندا ماما آ جا تو یہ ماں سکھاتی ہے
کہ اب مٹھیاں کھل گئیں اب اس کو بلانا آ گیا علی اصغرؑ نے ابھی اشارہ بھی نہیں سیکھا
مٹھیاں بند ہیں یعنی اتنا نا سمجھ ہے بچہ کہ ابھی مٹھیاں نہیں کھلیں ابھی چاند کو دیکھ کر ہمکے
نہیں ہیں یعنی عمر کی وہ حد ہے کہ جہاں شیر خواریت کا اظہار بھی نہیں ہوا تو ایسے بچّے کی
تقریر میں ایک گھنٹے میں کیا کہوں سوال ہے لیکن کروں گا جیسے کل تھا طے کہ خوشبو پہ کیا
بولنا ہے تو آج بھی اسی طرح آپ اور ذاکر کا ایک رشتہ ہوتا ہے سوال آپ کے ذہن
میں پیدا ہونگے جواب یہاں سے آئیں گے آپ چاہے سوال نہ بتائیں میں جب
بات کہوں گا تو آپ کچھ سوچنے لگیں گے فوراً ہی جواب آ جائے گا، یہ مجالس کا ایک معجزہ

ہے حضورؐ کی حدیثوں میں قرآن کی آیات میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو قیامت آنے سے چالیس برس پہلے بچے پیدا ہونا بند ہو جائیں گے، قرآن میں ہے چالیس برس پہلے بچّے کائنات میں نہیں پیدا ہونگے یہی بات حضورؐ نے حدیث میں فرمایا کہ طوفانِ نوحؑ آنے سے چالیس برس پہلے قومِ نوحؑ میں بچّے پیدا ہونے بند ہو گئے اس لئے کہ اللہ نے اپنے ہر نبیؑ سے یہ کہا کہ اگر کائنات میں ایک شیر خوار بچہ بھی رہے گا تو ہم عذاب نہیں بھیجیں گے قیامت جب آئے گی کہ جب کوئی دودھ پیتا بچہ ماں کی گود میں نہ ہو اس میں یہ قید نہیں ہے کہ مسلم بچہ اس میں یہ قید نہیں کہ شیعہ بچہ اس میں یہ قید نہیں ہے کہ سنی بچہ، بچہ کافر کا بھی ہو تو شیر خوار معصوم ہے بچہ بچہ ہے یعنی اللہ کی نظر میں بچہ شیر خوار بچہ ہے چونکہ ایک بچہ ماں کا دودھ پی رہا ہے اس لئے اللہ آسمان سے عذاب نازل نہیں کرے گا میں نے کہا تھا تمہید ہو کے بات ہوگی تمہید جیسے ہی ختم ہوگی سمجھئے نکتہ آئے گا اور وہ نکتہ آپ کے لئے ہوگا، آپ کے ادراک کے لئے آپ کے فہم کے لئے پھر سے سن لیجئے قیامت آنے سے چالیس برس پہلے بچّے پیدا ہونے بند ہو جائیں گے، طوفانِ نوحؑ آنے سے چالیس برس پہلے بچّے پیدا ہونے بند ہو گئے تھے ورنہ تاریخ لکھتی کہ بہت سے شیر خوار بچوں کو اللہ طوفان میں بہا لے گیا، عادل ہے بچے کی کیا خطا ہے؟ اس پہ کیوں عذاب آئے اس پہ کیوں قیامت آئے قیامت اس پر آئے جس نے گناہ کیا ہو تو یہ طے ہو گیا کہ چھ مہینے کا بچہ گناہ نہیں کرتا، چھ مہینے کا بچہ جہاں ہوتا ہے وہاں قیامت نہیں آتی وہاں اللہ کا عذاب نہیں آتا حسینؑ کو معلوم تھا کہ کربلا میں ایسی باتیں ہونگیں کہ اس دن قیامت آسکتی ہے اس لئے علی اصغرؑ کو لائے تھے ایسے گناہ گار جمع ہو رہے تھے ایسے شرابی جمع ہو رہے تھے، بدمعاش جمع ہو رہے تھے عذاب آنا تھا، حسینؑ نہیں چاہتے کہ نانا کی اُمت پر عذاب آئے قیامت آئے اس

لئے علی اصغرؑ کو لے گئے، ایسا کوئی رحیم نواسا بھی تو ہو جو نانا کی اُمت کی خیر چاہے۔ (صلوٰۃ)

تاریخ کے کیا ایک ایک اعتراض کا جواب دونگا بچوں کو کیوں لائے اعتراض حسینؑ پر ہے یا کس پر ہو رہا ہے کہ علی اصغرؑ کو کیوں لائے اعتراض کس پر ہو رہا ہے رسولؐ کو معلوم تھا کہ جب میرا حسینؑ علی اصغرؑ کو لے کر جائے گا تو اعتراض ہوگا، بچّے کو کیوں لائے اس لئے رسولؐ جب مباہلے میں چلے تو حسینؑ کو گود میں لے کر چلے بتانے کے لئے کہ جب تک بچہ نہ آئے جھوٹے کو جھوٹا ثابت نہیں کیا جا سکتا اب جس قوم کے پاس علی اصغرؑ ہے وہ قوم جھوٹی نہیں ہے علی اصغرؑ فیصلہ کر رہے ہیں کہ کون سی قوم جھوٹی ہے اور جدھر علی اصغرؑ ہونگے لعنت اُدھر سے چلے گی کس پر کاذبین پر لعنت اللہ الکاذبین، کیا کہتا ہے کاذبین پہ لعنت کرنی ہے یہ کیوں نہیں کہا کافرین پر لعنت کرنی ہے بچہ آئے بچہ آ کر فیصلہ کرے مباہلے میں سب سے آگے حسینؑ تھے تو اب حسینؑ کے مقابل جو آئے وہ سب کاذبین ہیں لعنت اللہ علی الکاذبین کافرین کیوں نہیں کہا چھوڑ دیا لفظ اس لئے کہ آپ محرم میں علیؑ اصغر کو لے کر آتے ہیں آپ کے ہاتھ پر علی اصغرؑ کا جھولا آپ کے پاس ہے مخالفت نے کہا یہ کافرین ہیں آپ نے فوراً کہا آپ کاذبین ہیں، جھوٹا کسی کو کافر کیسے کہہ سکتا ہے جھوٹا تو جھوٹا ہے مؤمن کو کافر کہہ رہا ہے بھئی موضوع سمجھ گئے تقریر آگے بڑھے۔ (صلوٰۃ)

لعنت اللہ علی الکاذبین، صادقین کے ساتھ ہو جاؤ نومع صادقین سچے کہاں ہیں سچے کو تلاش کرنا ہے سچے کو اس وقت تلاش کرو کہ جب ہاتھ پر بچہ لے کر آئے اللہ نے پہچان بتا دی میرا رسولؐ صادق اور صداقت کی گواہی بچہ بچہ جھوٹ نہیں بولتا کافر کا بچہ ہو یا مومن کا بچہ ہو بھئی یہ تو نفسیات کی بات ہوئی یہ تو ماہر نفسیات بتاتے ہیں کہ بچے کی نفسیا

ت کیا ہے بچہ سامنے آ جائے اس کی گواہی سچی گواہی ہے کہاں سے تقریر شروع کی تھی پیر صاحب نے میں لنک (Link) ملا رہا ہوں ہر پوائنٹ (Point) سے منسلک کرتا جاؤں گا کیا کہا اُمی یہاں سے تقریر شروع ہوئی تھی کہ آج کتابوں میں یا تحریرات میں لکھا جائے کہ نبی کو لکھنا پڑھنا نہیں آتا تھا یاد رکھو جاہل کبھی علم کی باتیں نہیں کرتا، جاہل ہمیشہ یہ چاہتا ہے جہل پھیلتا رہے جاہل ہی نہیں ابوجہل نے علم پھیلایا بھی کوئی بتائے ابوجہل نے کوئی کبھی علمی بات کی جاہل جاہل ہے اور کائنات میں سوا حضورؐ کے یہ حدیث آج تک تو کوئی نہ کہہ سکا کہ علم حاصل کرو مہد سے لحد تک، جھولے سے قبر تک، مقابلے میں کہ اگر اس وقت کوئی اُمی کہہ رہا تھا تو کوئی تو پڑھا لکھا ہوگا ارے کوئی تو کاتبِ وحی ہوگا کوئی تو اُٹھ کے پوچھتا کہ جھولے میں علم کیسے حاصل کیا جاتا ہے جو بچہ جھولے میں لیٹا ہے وہ علم کیسے حاصل کرے گا اور جو مر گیا قبر میں وہ علم کیسے حاصل کرے تو (معاذ اللہ) صادق غلط کہے گا اگر حضورؐ نے کہا ہے تو جھولے میں بھی علم ہے قبر میں بھی علم ہے اگر شیعیت نہ ہو تو کائنات میں کوئی سمجھا نہیں سکتا کہ جھولا بھی علم ہے قبر بھی علم ہے اب جو جھولے کے خلاف بولے وہ جاہل جو قبر کے خلاف بولے وہ جاہل ، علم شروع کرو ماں کی گود میں بھی جھولا باپ کے ہاتھ بھی جھولا ماں کی باہیں بھی جھولا کپڑے کا ہو تو جھولا لکڑی کا ہو تو جھولا لوہے کا ہو تو جھولا علم کا رشتہ جھولے سے علم اور جھولا قرآن میں مہد کا لفظ دو جگہ استعمال ہوا مہد معنی جھولا قرآن میں اللہ نے اس لفظ کو پسندیدہ قرار دیا ایک تو اس وقت یہ لفظ مہد کا استعمال ہوا مـحـداً بھـا یہ بچہ کیسے بولے گا جو جھولے میں ہے، یہودیوں نے مریمؑ سے کہا مریمؑ نے کہا کہ اس سے پوچھو تو یہودیوں سے کہا یہ تو ابھی جھولے میں جھول رہا ہے یہ کیسے بولے گا یہودی وہ ہے جو یہ کہے کہ جھولے کا بچہ بولتا نہیں نبی ہمارا وہ ہے جو کہے علم حاصل کرو جھولے سے۔ یہودی

اور حضورؐ کا فرق دیکھا جاہل قوم کہتی ہے مریمؑ سے کہہ رہی ہے جاہل قوم یہ کیسے بولے گا
مریمؑ نبی کی بیٹی ہیں کہا پوچھو پوچھو کیا مطلب ہے مطلب منہ سے نہیں بول رہی ہیں
اشارے سے کہہ رہی ہیں پوچھو پوچھو اصرار کر رہی ہیں بچے سے پوچھو تو منہ سے کیوں
نہیں بول رہی ہیں وہ تو اب بتایا جو قوم منہ لگانے کے قابل نہیں ہوتی مریمؑ نے بتایا کہ
جو قوم ذلیل ہوتی ہے اس قوم سے نبی کی بیٹی بات نہیں کرتی منہ پھیر لیتی ہے اور کہتی
ہے تم سب نامحرم ہو تم سے کیا بات کریں میرے بیٹے سے بات کرو اشارے سے کہتی
ہیں اس سے بات کرو یہ بات کرے گا جھولے کا بچہ ماں کے لئے رُجل ہوتا ہے مرد ہوتا
ہے، ماں کے لئے جھولے کا بچہ مرد ہوتا ہے اور پھر اس ماں کے لئے جس کا شوہر نہ ہو
کچھ سوچ کر کہ اگر مریمؑ کے بچے کو یہودیوں نے کمزور سمجھا ہے تو اب جھولے کا بچہ مرد
ہی نظر آئے گا تاکہ تمہیں یقین آ جائے کہ جھولے میں بچہ مرد کیسے ہوتا ہے ماں کا نام
رکھا ہے فاطمہ بنت اسدؑ باپ کا نام ہے ابو طالبؑ جھولے میں بچہ ہے عیسیٰؑ بولے
بول کر بتایا انہیوں کتاب لے کر آیا ہوں جلدی سے کہوں کہہ دیا کتاب لے کر آیا ہوں
جاہل نہ سمجھنا جھولے میں علم پلتا ہے، آ کے کتاب نہیں لکھوں گا کتاب لکھ کے لایا ہوں
اب کہو پڑھا لکھا نہیں ہے عیسیٰؑ تو کتاب لے کر جھولے میں آئے اور ہمارے نبی کو کہو
چالیس برس میں بولے ''اُمی'' تھے ارے عیسیٰؑ کی ماں کو اتنا اعتماد ہے کہ جھولے میں
بولے گا اور آمنہؑ کی توہین کر رہے ہیں جو لکھا پڑھا نہیں تھا نہیں جھولے میں وہ بھی
کتاب لے کر آیا ورنہ یہ نہ کہتا جھولے سے عالم بنو جب میں جھولے میں عالم بن سکتا
ہوں تو تم کیوں نہیں بن سکتے اور قبر میں بھی عالم بنو ہے کوئی مسلمان جو اُٹھ کر آئے
ہمارے پاس اور آ کر اس بات کا جواب دے کہ جھولا سمجھ میں آیا قبر میں علم کیسے حاصل
کیا جائے کسی سے پوچھو گے آؤ پھر شیعوں کے مردوں کو دفن ہوتے دیکھو کہ قبر میں

جب مردے کو رکھواتے ہیں بازو پکڑ کے کہتے ہیں سن سمجھ سن پہلا امام علیؑ دوسرا امام حسن
قبر میں علم حاصل کرو نبیؐ نے کہا اور ہم نے عمل کیا قبر والے کو بھی علم سکھایا، جھولے میں
بھی علم ہے آؤ دیکھو جھولا باپ کا ہاتھ ہے جھولا ماں کی آغوش ہے جھولا اگر کپڑے میں
بھی ماں بچّے کو رکھ دے لٹکا دے تو جھولا جھولا ہے ایک طرف اللہ نے کہا کہ وہ جھولا
جس میں عیسیٰؑ تھے اور مریمؑ نے اشارہ کیا اور یہودی کہہ رہے تھے کہ یہ بولے گا کیسے اور
وہ بولا دوسری جگہ جھولے کا لفظ قرآن میں اللہ نے استعمال کیا، کہ ہم نے اس زمین کو
تمہارے لئے جھولا بنا دیا، آیت ہے قرآن میں ہم نے ان انسانوں کے لئے زمین کو
جھولا بنا دیا اگر یہ آیت نہ ہوتی تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمجھ میں نہ آتا وہ رحمٰن ہے وہ رحیم
ہے اب بھی نہیں سمجھے بچہ جب تک جھولے میں ہے ماں کی لوری ہے ماں کی شفقت
ہے ماں کو نہیں معلوم کہ کافر نکلے گا مومن نکلے گا یہودی نکلے گا ہندو نکلے گا، دہشت گرد
نکلے گا، کیا نکلے گا، جھولا جھلا رہی ہے، میرا بچہ سو رہا ہے اللہ اپنے ہر انسان کو ارے رحیم او
ر رحمٰن ہے جھولے میں جھلاتا ہے، کافر ہو، ہندو ہو، یہودی ہو، عیسائی ہو، زمین کو جھولا
بنا کر بتایا ہم رحمٰن ہیں ہم رحیم ہیں لوریاں دے رہی ہے زمین انسان کو سکون دے رہی
ہے۔ جھولا بچّے کو سکون دیتا ہے اتنا پیار ہے اللہ کو اپنے انسانوں سے کہ زمین کو جھولا بنا
دیا یہ سمجھ لیں ایک دم زمین چلتے چلتے رُک جائے تو ہم نے کہا تھا سوچئے گا کبھی آپ بھی
تو سوچیں جب آپ اس نکتے کو نہیں سمجھے تو پھر سوچئے یہ زمین چل رہی ہے چل رہی
ہے نا یا رُکی ہوئی سمجھتے ہیں آپ چوبیس گھنٹے چلتی ہے ناں چلتے چلتے رُک جائے تو نہیں
ہوگا کیا بتایئے تو ہوگا کیا ارے اگر رُک جائے تو ہوگا کیا اگر گردش زمین کی رک جائے
تو کیا ہوگا کائنات ختم ہو جائے گی، یہ ماں کے دل سے پوچھو کہ چلتا ہوا جھولا رُک
جائے تو کیا ہوگا میں نے کہا تھا میں فضائل پڑھ رہا ہوں میں بار بار نام نہیں لوں گا تا کہ

آپ وہاں تک پہنچیں معبود کہہ رہا ہے ہم نے جھولا بنایا ہوا ہے، اب اگر یہ رُک جائے تو سائنسدان کہتے ہیں سب کے جگر پھٹ جائیں گے اور پتّا بہہ جائے سارے انسانوں کا پتّا بہہ جائے گا، اگر زمین چلتے چلتے رُک جائے تو جگر پھٹ جائیں گے اور یہی ہوگا قیامت کے دن جگر پھٹ جائیں گے، اللہ نے قرآن میں بتایا کہ ہم نے مادرِ موسیٰ سے کہا بچّے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دو اور ہے نا الہام موسیٰ، اسی وقت ہم نے مادرِ موسیٰ پر وحی کی عنقریب تھا کہ مادرِ موسیٰ کا کلیجہ پھٹ جاتا، سورہ انبیاء قرآن کہتا ہے کہ جگر پھٹ جاتا مادرِ موسیٰ کا ہم نے آگے بڑھ کر مادرِ موسیٰ کا دل سنبھال لیا اگر جھولا ماں سے جدا ہو جائے تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے بچہ ماں سے جدا ہو جائے تو اللہ کو انبیاء کی ماؤں کے جگر کو پکڑنا پڑتا ہے اصغرؑ چلے، ربابؑ سے پوچھو اب پتہ چلا مادرِ موسیٰ سے افضل ہیں ربابؑ مادرِ عیسیٰ سے افضل ہیں ربابؑ، ابھی اصغرؑ کی بات نہیں ہو رہی ہے پہلے پتہ تو چل جائے ربابؑ کس صف میں ہیں قرآن کی ہاجرہؑ سے افضل ہیں نا موسیٰ کی ماں سے افضل ہیں کہاں، کہا اللہ نے ہم نے کلیجہ پکڑ لیا، اللہ کو یہ اعلان نہیں کرنا پڑا کہ ہم نے ربابؑ کا کلیجہ تھام لیا اس لئے کہ ایسی ماں کو ڈھونڈ کر اللہ کو لانا پڑا جو مادرِ موسیٰ سے زیادہ بہادر ہو یہ ہے کربلا کربلا کو کیا قصوں میں ملاؤ گے کسی قصے سے کربلا ملتا ہے افضل ہے ماوریٰ ہے سوچیں مسلمان تو علم کا خزانہ ملے گا ہم نے زمین کو جھولا بنا دیا، اب ہر ماں کا ہاتھ ہر بھائی کا ہاتھ ہر باپ کا ہاتھ بچے کے لئے جھولا ہے تو علیؑ کی سوانح حیات کو اگر سمیٹا جائے تو تریسٹھ برس کی زندگی کیسے سمٹے گی دیکھئے میں سمیٹتا ہوں علیؑ کی کُل سوانح حیات دو جملوں میں اتنی ہے کہ کعبے سے اللہ کے گھر سے نبیؐ کے ہاتھ پر آئے اور سوانح حیات ختم ہوئی نبیؐ کے ہاتھوں پر من کنت مولاہ فھذا بس ہوگئی سوانح حیات یہ کل ہے علیؑ کی زندگی میں نے کہا علیؑ اور علی اصغرؑ موضوع سمجھ رہے

ہیں نا آپ کیا ہے علیؑ کی سوانح حیات کعبے سے نکلے نبیؐ کے ہاتھ میں بچہ اب کیا ہے جھولا علیؑ کا نبیؐ کے ہاتھ تو اس ہاتھ کے عادی ہیں جھولے کے عادی ہیں تو نبی نے چاہا کہ ایک مال دین ہو علم سے رشتہ جڑے تو پھر نبیؐ کا ہاتھ اتنا بلند ہو کہ بغل کی سفیدی نمودار ہو جائے کیوں بھئی کیوں اُٹھاؤں کیوں اس دن کعبے سے نکل کے بس اتنا لئے ہوئے تھے ہاتھ پہ آگے آگے چل رہے تھے اور آج کہا مجمع بہت ہے اُٹھایا اس لئے کہ کوئی انکار نہ کر سکے دیکھا نہیں نبیؐ کے ہاتھ سے نبیؐ کے ہاتھ تک یہ ہے کل زندگی لیکن اسی اتنے سے کام میں تریسٹھ برس گزر گئے علی اصغرؑ نے بتایا دادا یہی تریسٹھ برس کا وقفہ چند لمحوں کا بناؤں گا، حسینؑ کے ہاتھ پہ آئے کہاں سے آئے کچھ پوچھئے تو کہاں پیدا ہوئے علی ولی اللہ کے گھر میں اصغرؑ کہاں پیدا ہوئے اللہ کے گھر میں حسینؑ کا گھر کہاں ہے صحن مسجدِ نبویؐ میں حسینؑ کا گھر ہے ارے علی اصغرؑ بھی خدا کے گھر میں پیدا ہوئے وہ مکے میں یہ مدینے میں وہ پہلا گھر یہ دوسرا گھر وہ پہلا علیؑ یہ دوسرا علیؑ، ابو طالبؑ کی اولاد گنیئے سب سے بڑی بیٹی اُمِ ہانیؑ پھر جمانہؑ پھر طالبؑ پھر عقیلؑ پھر جعفرؑ پھر علیؑ سب سے چھوٹا کون ہے ابو طالبؑ کے گھر میں، علیؑ یہاں کربلا میں سب سے چھوٹا کون ہے علیؑ ارے وہ بھی علیؑ یہ بھی علیؑ وہ بھی چھوٹے یہ بھی چھوٹے کام برابر کام دونوں کے برابر جو کام انہیں تریسٹھ برس میں کرنا ہے اصغرؑ کو چند ساعتوں میں کرنا ہے جلدی ہے اصغرؑ کو کام جلدی کرنا ہے چند لمحوں میں اصغرؑ کو خدا کے گھر سے یہاں تک چھ مہینے میں سارے کام کرنے ہیں جو کام علیؑ تریسٹھ برس میں کرتے ہیں علی اصغرؑ کو چھ مہینے میں کرنے ہیں کعبے کے بعد کیا ہے علیؑ کی زندگی میں دعوتِ ذوالعشیرہ ہے، کیا کہا نبیؐ نے، جو آج میری مدد کرے گا میرا وزیر، میرا وصی، میرا خلیفہ، میرا جانشین علیؑ نے کہا میں کروں گا، مدد میں کروں گا، لکھ دے تاریخ آج چونکہ خلافت کا وعدہ کیا تھا، وزارت کا وعدہ کیا تھا اس

لئے مدد کا وعدہ علیؑ نے کرلیا اور کوئی کیوں نہیں بولا، علیؑ بولے کہا میں بنوں گا وصی جا نشین وعدہ ہوا علیؑ نے وعدہ کیا نبیؐ نے کہا تھا میں بناؤں گا تو لکھ دے کوئی علی اصغرؑ نے کہا لکھنا بھی نہ میرے دادا کا معاملہ ہے یہاں جب امداد کی جاتی ہے جب دین کی نصرت کی جاتی ہے تو خلافت کیا ہے وزارت کیا ہے، حسینؑ نے پکارا کون ہے میرا مدد گار علیؑ نے اپنے کو جھولے سے گرایا نبی نے پکارا کون میری مدد کرے گا علیؑ نے کہا ہاں میں کروں گا لیکن کیا کہہ کے وزارت ملے گی خلافت ملے گی، وصایت ملے گی، جانشینی ملے گی علیؑ نے کہا میں مدد کروں گا، حسینؑ نے کہا کون ہے میرا مددگار جانشینی ملے گی، علیؑ نے کہا میں مدد کروں گا حسینؑ نے کہا کون ہے میرا مددگار کیا یہ کہا کون خلافت لے گا، کون وصایت لے گا کون وزارت لے گا، کون آج حسینؑ نے بتایا کہ جب نصرت کو پکارا جاتا ہے تو عہدے کیا ہیں؟ تو حضرت علی اصغرؑ نے پکارا اب تم بتاؤ مجھے کون سا عہدہ چاہئے تو میرے دادا پہ شک نہ کرنا، یہاں عہدوں کیے لئے مدد نہیں کی جاتی نبی نے دعوت کر کے بلا کر کہا مدد کرو، علیؑ آئے بلانے پر دعوتِ ذوالعشیرہ میں مدد کرنے والے کو بلا لیا گیا جس کو مدد کرنا ہے اس کو بلایا گیا دیکھئے مدد علیؑ کرینگے ناں اور مدد چاہئے رسولؐ کو تو رسولؐ بلائے اُس کو جو مدد کرے یہاں کیا ہوا یہاں حسینؑ نے پکارا میری مدد کرو تو آئے کوئی مدد کرنے نہیں جس کو مدد کرنا تھی اس نے علی اصغرؑ نے حسینؑ کو بلایا، خیمے میں یہ گئے علیؑ کی شان کو سمجھو آج حسینؑ کو علی اصغرؑ کی ضرورت ہے تو کیا بتایا علیؑ نے علی اصغرؑ نے کیا بتایا کیا تم دعوتِ ذوالعشیرہ دیکھ رہے ہو کہ دعوت کھانے علیؑ آ گئے تو مدد کرنے کا وعدہ کرلیا، علی اصغرؑ نے کیا یاد دلایا کہ جس طرح بابا نے مجھے جھولے سے لینے آئے ہیں، اسی طرح نبیؐ کعبے میں گیا تھا مجھ کو لینے اب سمجھ میں آیا کہ جس سے مدد لی جاتی ہے اُس کو لینے جایا جاتا ہے اب یہ تو محشر میں دیکھنا اب یہ قیامت کے دن دیکھنا

کہ اللہ نے یہ کہا ہے کہ ایک قوم قیامت تک میری مدد کرے گی قسمیہ کہہ رہا ہوں ایسا قیمتی جملہ دے رہا ہوں کہ تم سب کھڑے ہو جاؤ گے اللہ کہہ رہا ہے کہ قیامت تک ایک قوم اللہ کی مدد کرے گی تو سہی وہاں دیکھنا کہ ہم خود جاتے ہیں یا کوئی ہمیں لینے آتا ہے، یہ ہمارا تمہارا وعدہ رہا۔ اگر ہم خود دوڑ کر نبیؐ کے پاس پہنچ جائیں تو اُمت ہیں تو اگر نبیؐ ہمیں لینے آئے تو ہم اُمت نہیں ہیں ہم سردار ہیں یہ فیصلہ وہاں ہوگا کیونکہ ہم مدد کر رہے ہیں اس لئے ہمیں لینے آئیں گے اور کہاں نہیں آتے ہم کربلا چلے تو لینے آیا جاتا ہے ہم قبر کی طرف چلے تو لینے آیا جاتا ہے ہم جنت میں گئے تو لینے آیا جاتا ہے، اس لئے کہ ہم ناصر ہیں یہ چھ مہینے کے بچے نے سمجھایا ہے کہ جھولے میں علم کیسے ہوتا ہے یہ جھولے کے سیکھے ہوئے ہیں ان سے کیا باتیں کرنا ہے جب تم نے الف ب پڑھا تو تمہیں پڑھنا آیا کچھ جھولے سے دیکھے ہوتے شاید دنیا کو یقین نہ آئے کہ جھولے میں کیسے علم سیکھا جاتا ہے تو یہ کس ماں سے پوچھو وہ عزادار ہو بچہ دو مہینے کا ہو یا تین مہینے کا ماں سے بچے کی باتیں جو محرم میں ہوتی ہیں وہ سنو ماں بچے کا ہاتھ پکڑتی ہے اور مٹھی کھول کر کہتی ہے بیٹا کہو حسینؑ حسینؑ یہ ہے جھولے کا علم ابھی بچہ بولا نہیں اُس کے ہاتھوں کو علم سکھایا جا رہا ہے اُس کے سینے کو علم سکھایا جا رہا ہے یہ ہے نبی کا قول جب بچہ بولنے لگا تو بچے سے کہا پڑھو پتھر پہ علم دین کا گاڑا کس نے علیؑ اور حسینؑ علم ہیں یہ ہے جھولے کا علم یہ علم پکا ہو گیا تو پھر ماں کو یقین ہو جاتا ہے کہ میرا بچہ دہشت گرد نہیں بنے گا، دہشت گرد حرملہ تھا ابن زیاد تھا ابن سعد تھا کئی لاکھ آئے تھے دہشت گرد کربلا میں دہشت گردوں کا مقابلہ کلاشنکوف سے تلوار سے نہیں ہوتا یہ تو حسینؑ کو معلوم تھا کہ دہشت گرد قابو میں نہیں آتا دہشت گرد کے معنی یہ ہیں کہ دردناک منظر دیکھ کر اُس کا دل نہ پگھلے، وہ پرواہ نہیں کرتا کیا ہے بچہ کیا ہے دہشت گرد کو گرفتار کرنا کام نہیں مارنا کوئی بڑا

کام نہیں ہے کارنامہ آپ کا یہ ہے کہ دہشت گرد کو رُلا دے جو روتا ہے وہ دہشت گرد نہیں بنتا جو پتھر دل ہوتا ہے وہ روتا نہیں جو روتا ہے وہ دہشت گرد نہیں ہوتا ہے دہشت گرد کو رُلا یا جائے دہشت گردی ختم ہو جائے دہشت گرد جنونی ہوتا ہے دیوانہ ہوتا ہے کوئی مر جاتا ہے اور دیکھا جاتا ہے یہ لاش پہ کیوں نہیں رو رہا ہے تو ڈاکٹر کہتا ہے انہیں رلائیے ورنہ یہ دیوانے ہو جائیں گے یہ جنونی ہو جائیں گے یہ کوئی قتل کر بیٹھیں گے یہ کسی کو مار بیٹھیں گے یہ کسی کا گلا گھونٹ دیں گے انہیں رلائیے تو ڈاکٹر سے پوچھا جاتا ہے کیسے رلائیں کہا جاتا ہے طمانچے ماریئے منہ پہ طمانچے ماریئے ان سے پکار پکار کر کہیئے تمہارا باپ مر گیا یہ لاشہ ہے جب تک رُلا نہیں لیا جاتا، گھر والے گلے مل کر خود بھی روتے ہیں اور اُسے رُلاتے ہیں کہیں پاگل نہ ہو جائے، دہشت گرد نہ ہو جائے کیوں کہ آدمی رونے سے روتا ہے آج معلوم ہوا یہ دہشت گرد کیوں بنے، دہشت گرد بنائے جا رہے ہیں تاکہ رونا روکا جائے اُن کو پکڑو جو رونے سے روک رہے ہیں بڑے دہشت گرد وہ ہیں جو حسینؑ کی عزا کو روکنا چاہتے ہیں دہشت گرد ہیں شیعہ سنی نہیں ہوتا کوئی بھی دہشت گرد بن سکتا ہے اگر شیعہ نہ روئے تو وہ بھی دہشت گرد اور اگر کوئی اور نہ روئے تو وہ بھی دہشت گرد ہے کوئی بھی دہشت گرد بن سکتا ہے بس رلا دیا جائے کیسے رلایا جائے دہشت گرد کی حد بتا رہا ہوں یاد رکھنا یہ تقریر اتنا ظالم ہوتا ہے دہشت گرد عونؑ و محمدؑ مرے نہیں رویا علی اکبرؑ مرے دہشت گرد نہیں رویا قاسمؑ کی لاش کے ٹکڑے دیکھے نہیں رویا عباسؑ کے شانے کٹے دہشت گرد نہیں رویا، اب حسینؑ اصغرؑ کو لائے ارے بھائی رویا کہ نہیں رویا دہشت گرد حسینؑ دہشت گرد کو رُلانا چاہتے تھے، یہ رو دے گا علی اصغرؑ کو دیکھ کر پورا لشکر رو دیا حسینؑ نے دہشت گردی ختم کروادی جنون ختم ہو گیا، علیؑ اصغر کو دیکھ کر معلوم ہے جتنے ظالم کربلا سے واپس گئے اصغرؑ کے قتل ہونے کے بعد

کسی نے پھر فخر نہیں کیا کہ ہم نے یہ کیا، کہا ہمیں پیاس لگی رہتی ہے ہمارا منہ کالا ہوتا جا رہا ہے ہمیں خواب میں یہ نظر آتا ہے وہ نظر آتا ہے تو اصغرؑ نے دہشت گردی ختم کردی پھر سمجھئے بھئی اگر ازلی دہشت گرد ہوتے تو دو چار اور کوفے میں مارے ہوتے تلواریں کند ہو گئیں کربلا کے قاتلوں نے پھر کسی کو نہیں مارا اگر عادی دہشت گرد ہوتے تو اور پیسے لے کر اوروں کو مارتے، کربلا والے پیسے تو ختم ہو گئے ہونگے نا، تو اور چاہئے ہونگے، کام کرتے تھک گئے اب کسی کو نہیں ماریں گے، دیکھئے حسینؑ نے یہ بات ختم کیسے کرائی اپنے گھرانے کے بعد عرب میں حسینؑ نے کسی گھر کو اُجڑنے نہیں دیا، یہ گھر بعد کربلا جو اُجڑے نہیں یہ کس نے روکا یہ علی اصغرؑ نے، بات کچھ زیادہ بلند ہوگئی، آپ تھک گئے ورنہ میں پانچ تقریریں ابھی اور جناب علی اصغرؑ پر کرسکتا ہوں علی اصغرؑ دعوت ذوالعشیرہ سے غدیر تک علیؑ کی طرح حسینؑ کے ساتھ ہیں عجیب عجیب باتیں ہیں علی اصغرؑ کی موعلیؑ شب ہجرت سو گئے کیسے حکم نبیؐ سے نبیؐ نے کہا سو جاؤ تو علیؑ سو گئے اطاعت رسولؐ میں کامل تھے نبیؐ نے کہا سو جاؤ علیؑ سو گئے پتہ چل گیا علیؑ کو کہ آج اسلام کا فائدہ سونے میں ہے علیؑ سو گئے اب اس علیؑ کو پرواہ نہیں کہ چالیس تلواریں کافر لئے علیؑ کے گرد ہیں علیؑ کہاں سوئے کافروں کے نرغے میں اور اصغرؑ تین لاکھ دہشت گردوں کے نرغے میں آرام سے شب عاشور سوئے علیؑ سے کہا تھا محمدؐ نے تو سوئے علی اصغرؑ سے کسی نے کہا نہیں تھا کہ سوؤ علیؑ سے تو آپ پوچھ نہیں سکتے کہ کیوں سوئے اس لئے کہ وجہ معلوم ہے نبیؐ نے کہا تو سوئے، ہاں علی اصغرؑ سے پوچھئے کہ آپ کیوں سوئے کہا میں اگر شب عاشور نہ سوتا تو کیا ساری رات ماں کو پریشان کرتا تو کیا میں اپنی ماں کو فکر میں ڈال دیتا میں آرام کی نیند شب عاشور اس لئے سویا کہ مجھے صبح ایک بڑا کام کرنا ہے جس کی صبح کو کوئی بڑا کام کرنا ہے اُس کی رات کی نیند کتنی اطمینان کی ہوتی ہے۔ کمرے میں

بھی اندھیرا کر دو لائٹ (Light) بھی بجھا دو، کوئی زور سے بولے بھی نہ دروازے پر، بلند آواز بھی نہ آئے، بھئی سو رہے ہیں صبح انہیں ایک اہم کام سے جانا ہے، ہاں ہاں کیوں نہ سوتے آرام سے کل انہیں بڑا کام کرنا ہے رات کی نیند نے بتایا کہ کل کام کتنا بڑا ہے، رات بھر نہیں روئے ارے رات بھر سوئے جھولے میں سوئے چین کی نیند سوئے خوب سوئے پھر جملہ آ گیا، شب ہجرت علیؑ کا سونا عبادت تھا، اور شب عاشور پور الشکر جاگ رہا تھا اور عبادت کر رہا تھا علی اصغرؑ نے بتایا ابھی مجھ پر نماز واجب نہیں ہے جو نماز پڑھیں اُن کا پڑھنا عبادت اور میرا سونا عبادت کام بڑا ہے، اس لئے آج میرا سونا عبادت ہے۔

اور جب حسینؑ نے کہا (ھل من ناصر ینصرنا) تو اصغرؑ چیخ چیخ کر رونے لگے رات بھر سوئے صدائے حسینؑ پر روئے اور جیسے ہی حسینؑ میدان کی طرف لے کے چلے تو چپ ہو گئے تو حسینؑ جب چلے تو کافروں نے کہا حسینؑ قرآن لا رہے ہیں قرآن چپ ہے قرآن بولتا نہیں ہے علیؑ بستر پر تھے تو لوگوں نے کہا محمدؐ ہے اور اصغرؑ حسینؑ کے ہاتھوں پر آئے لوگوں نے کہا قرآن ہے اس گھر کا علیؑ یا محمدؐ لگتا ہے یا قرآن لگتا ہے اس سے کم نہیں ہے یعنی قاتلوں نے حسینؑ کے ہاتھوں پر دیکھ کر کہا قرآن ہے یعنی علی اصغرؑ رو رہے ہوتے تو قرآن نہ کہلواتے جاتے بچہ اگر میدان میں روتا تو کہتے بچہ لا رہے ہیں اس کے معنی علی اصغرؑ میدان میں نہیں روئے کہا قرآن لا رہے ہیں رات کو سوئے استغاثے پر روئے میدان میں آئے تو مجاہد بن گئے، علی اصغرؑ نے بتایا کہ میدان کے رونے والے اور ہیں واہ رے علیؑ اصغر سمجھ گئے میدان میں آ گیا اب علی اصغرؑ تیاری کر رہے ہیں لڑنا ہے حملہ بھی کرنا ہے اور رجز بھی پڑھنا ہے، اور ہتھیار کوئی ہے نہیں پریشانی وہاں تک تھی کہ علی اکبرؑ گھوڑے پہ گئے قاسمؑ گھوڑے پہ گئے،

عباسؑ گھوڑے پہ گئے، میں کیسے جاؤں گا علی اصغرؑ آپ نے کیا سواری کا انتخاب کیا اور علی اصغرؑ نے بتلایا کہ حیران نہ ہو جانا کہ سواری کا مرتبہ کیا ہے سواری سمجھنا چاہتے ہو تو سمجھ لو میں نوحؑ ہوں یہ کشتی ہے میں سلیمانؑ ہوں یہ تخت ہے، آج عید ہے میں حسینؑ ہوں یہ دوش محمدؐ ہے سواری میری دیکھو جب آ گئے مقابل میں سب تھے اصغرؑ اکیلے تھے اور حسینؑ نے کہا علی اصغرؑ اگر میں لڑوں گا تو لوگ کہیں گے ایک بچّے کی مدد ایک بزرگ نے کی، اصغرؑ نے کہا اکیلے لڑوں گا بابا میں نے کہا تھا فضائل پڑھ رہا ہوں رو لیجئے گا، بعد میں دو جملے پڑھ دوں گا، یہ جملہ دیکھیں اکیلے لڑنا ہے کہا ہاں ہم اکیلے لڑیں گے آپ مدد نہ کیجئے گا اس لئے کہ عباسؑ بھی اکیلے لڑے، علی اکبرؑ بھی اکیلے لڑے، قاسمؑ بھی اکیلے لڑے عونؑ و محمدؑ بھی اکیلے لڑے اور ہمارا دادا علیؑ بھی اکیلا لڑا ہاں بابا آپ تو ساتھ اس لئے لائے ہیں کہ میں آ نہیں سکتا تھا یا تو یہ ہوتا کہ جھولا لا کے میدان میں رکھ دیتے میں خود لڑ لیتا لیکن بابا یہ انتخاب اچھا تھا کہ میں سلیمانؑ کے تخت پر آیا میں حسینؑ بن کر نانا کے دوش پہ آیا، یہ سواری کا انتخاب علیؑ اصغر کیوں کر رہے ہیں اگر گھوڑے پر عرب میں آیا جائے تو لڑنے آیا ہے اور اگر اونٹ پر آ جائے تو امن کے لئے آیا ہے حسینؑ ہاتھوں کا ناقہ بنا کر جو عید کے دن بنا تھا تو اصغرؑ لڑنے نہیں آئے ہیں میں اُمن کرنے آیا ہوں اب قیام تک اُمن کی نشانی علی اصغرؑ یہ قوم کے پاس امن کی نشانی علی اصغرؑ اک بچہ آیا کیا دشمنی تھی کیا اُس نے تلوار چلائی کیوں تیر مارا تھا لکھنے والو حرام زادو حسینؑ حکومت لینے آئے تھے، اصغرؑ تو حکومت کی نفی کر کے مدد کرنے چلے علیؑ پہ تو خلافت کا الزام ہے نا تو یہ علی اصغرؑ دین کی مدد کرنے کیوں آئے ہیں اصغرؑ کو کون سی خلافت چاہیے، تو بنی ہاشم کے ایک چھ مہینے کے بچے نے حکومت کو ٹھوکر مار کر بتایا کہ تم حکومتیں کر کے اتنی عمریں پا کر بھی پوری دنیا میں شہرت حاصل نہ کر سکے، اور میں چھ مہینے کا ہو کر پوری دنیا میں شہرت

حاصل کر گیا، اصغرؑ نے ہتھیار چلایا بھی مارا بھی قتل بھی کیا قتل ہی نہیں کیا بلکہ قتل عام کر دیا بلکہ اب تک قتل عام کر رہے ہیں پھر بھی کسی خون کا الزام اصغرؑ پہ نہیں آیا ایسا فاتح علی اصغرؑ رجز پڑھا چھوڑ رہا ہوں اصغرؑ نے کہا بابا سب ہتھیار لائے تھے میں بھی لایا ہوں ہتھیار کیا لائے ہو اصغرؑ نے کہا سوکھے ہوئے ہونٹوں کی کمان ہے خشک زبان میرا تیر ہے اب جو یہ ہتھیار استعمال کیا کاش میرے پاس وقت ہوتا غور کرنا بچہ جب کبھی پیاسا ہوتا ہے تو وہ زبان نکال کر ہونٹوں پر پھیرتا ہے بار بار جب بچہ ہونٹوں پر زبان پھیرے تو ماں سمجھ جاتی ہے بچہ دودھ مانگ رہا ہے۔ اصغرؑ نے سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا میں پیاسا بھی ہوں اور بھوکا بھی ہوں پوری فوج شام رونے لگی، استاد قمر جلالوی نے شعر کہا:۔

اصغرؑ کلیجہ تھام کے روتی ہے فوجِ شام
تم تیر کھاکے آئے ہو یا تیر مار کے

اور پھر فیض بھرت پوری نے ایک عجیب بیت کہی، خیبر اور علی اصغرؑ کا موازنہ کیا ہے، مشکل منزل ہے ایک مصرعے میں خیبر بیان کر کے کہتے ہیں۔

وہاں بڑی جنگ ہوئی تب درِ خیبر اُلٹا
یاں زباں ہونٹوں پہ پھیری تھی کہ لشکر اُلٹا
کہتے کہتے کچھ زبانِ بے زبانی رہ گئی
تیر کھا کے سو گئے اصغر کہانی رہ گئی

عجیب بات ہے جب شہزادیاں مدینے میں داخل ہونے لگیں تو عجیب شعر پڑھا مدینے ہمارے آنے کو قبول نہ کر جب ہم گئے تو تھے گودیوں میں بچے تھے اور اب جب ہم آئے ہیں تو گودیاں اُجڑی ہوئی ہیں دیکھئے تقریر ختم ہوگئی کوئی بچہ واپس نہیں آیا،

سب چھوڑ دیا میں نے درمیان میں کچھ نہیں پڑھا قبر بنا کر علی اصغرؑ کی حسینؑ آ رہے تھے کہ سامنے سے ایک اونٹ سوار آتا دکھائی دیا اُس نے آ کر سلام کیا حسینؑ نے کہا اے بھائی اس بے کسی میں تو نے مجھے سلام کیا کہا میں مدینے سے آ رہا ہوں میں آپ کی بیٹی صغراؑ کا خط لایا ہوں خط کچھ بڑا ہے پھر پڑھوں گا کچھ چچا عباسؑ کے لئے لکھا کچھ علی اکبرؑ کچھ قاسمؑ کچھ کچھ پھوپھی کے لئے آخری جملہ بابا اب تو اصغرؑ گھٹنوں چلنے لگے ہوں گے، دوسرا جملہ بابا میں نے ایک نیا کرتا سیا ہے علی اصغرؑ جب آئیں گے میں اپنے ہاتھ سے پہنا کر علی اصغرؑ کو دولہا بناؤں گی قبر بنا کر آئے ہیں وہ جو جملہ روکا تھا آخری جملہ وہ سن لو کیا کہا زینب نے نانا گودیاں اُجڑ گئیں اب یہاں صغراؑ کو کیا معلوم کہ کیا ہو گیا یہ جملہ تو مدینے کے باہر کہہ رہے ہیں کہ جب گئے تھے تو گودیاں بھری ہوئیں تھیں اب خالی ہیں صغراؑ کو کیا معلوم اب تو منظر رہ گیا اک بار مسجدِ نبویؐ میں قبر نبیؐ کے پاس صغراؑ آئی پھوپھی کو دیکھا عونؑ و محمدؑ نہیں آئے بیٹا مارے گئے پھوپھی اماں قاسمؑ نہیں آئے کہا لاشہ پامال ہو گیا پورا مدینے کا مجمع بھرا ہوا ہے قبر نبیؐ پر یہ باتیں ہو رہی ہیں اور علیؑ اکبر نہیں آئے کہا بیٹا سینے پر برچھی لگی چچا عباسؑ نہیں آئے کہا شانے کٹ گئے اب سب کو تو پوچھ چکی سب کے نام پورے ہو گئے، اب صغراؑ اُٹھیں سیدھی گئیں اُم کلثومؑ کی گود دیکھی لیلیٰؑ کی گود دیکھی اُم فروہؑ کی گود دیکھی، ربابؑ کی گود دیکھ رہی تھیں زینب نے پوچھا بی بی کیا تلاش کر رہی ہو تو صغراؑ نے رو کر کہا پھوپھی اماں میرا اصغرؑ کہاں ہے، ہائے اصغرؑ ہائے اصغرؑ ہائے اصغرؑ۔



﴿باب اوّل﴾

فضائل حضرت اُمِّ ربابؑ

و

علی اصغر علیہ السّلام

☆ ستارہ۔۱

حضرت اُمِّ ربابؑ
کا شجرہ
اور خاندان

۲۔ حضرت اُمِّ ربابؑ کا شجرہ اور خاندان:

حضرت اُمِّ ربابؑ دختر امراء القیس بن عدی بن جابر بن کعب بن علی بن برۃ بن ثعلبۃ بن عمران بن الحاف بن قضاعۃ کہ مادرِ سکینہ ہیں اور امام حسینؑ بھی ان سے والہانہ محبت رکھتے ہیں۔

ینابیع المودّت کتاب میں لکھا ہے کہ:

جناب امراء القیس کی تین بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹی حضرت علیؑ سے بیاہ دی، دوسری امام حسنؑ سے اور تیسری بیٹی اُمِ ربابؑ امام حسینؑ سے بیاہ دی۔ اُمِ ربابؑ وہی بیوی ہیں جن کے لئے محبت میں امام حسینؑ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

(ریاحین الشریعۃ، ج ۳، ص ۳۱۳)

۳۔ حضرت اُمِّ ربابؑ کا نکاح امام حسینؑ کے ساتھ:

مرحوم فرہاد مرزا نے (قمقام) کتاب میں روایت لکھی ہے کہ عوف بن خارجہ مزی نے کہا کہ زمانۂ عمر بن خطاب میں، میں موجود تھا کہ ایک شخص عمر کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے مسلمان بنالو، میں عیسائی ہوں۔ عمر نے نام معلوم کیا، کہا میرا نام امراء القیس کلبی ہے۔ عمر نے اُسے پہچانا اور پوچھا کہ تم اسلام قبول کرو گے؟ امراء القیس نے کہا کہ میں آدابِ اسلام سیکھنے کیلئے اور مسلمان ہونے کے لئے آیا ہوں۔ پھر وہ مسلمان ہوگیا کلمہ پڑھ لیا۔ پھر حکومتِ اسلامیہ نے ان کو قضاعہ کو دے دیا۔

پھر یہ مولا علیؑ کی خدمت میں آئے جبکہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ ان کے ساتھ میں تھے حضرت علیؑ سے ملاقات کی۔ حضرت علیؑ نے ان کو یا عم کہہ کر مخاطب کیا اور کہا کہ یہ پیغمبرؐ خدا ہیں۔ میں ان کا چچازاد بھائی علیؑ ابن ابوطالبؑ اور یہ دو میرے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ ہم تم کو دوست شمار کرتے ہیں کیا تم ہم سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہو۔

امراء القیس نے کہا یا علیؑ میری تین بیٹیاں ہیں (۱) محیا کی شادی آپ کے ساتھ (۲) سلمٰی کی شادی امام حسنؑ کے ساتھ اور (۳) اُمِّ ربابؑ کی شادی امام حسینؑ کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں اور اسی روز تینوں کی شادی کردی گئی۔ حضرت اُمِّ ربابؑ سے سکینہؑ اور علی اصغرؑ پیدا ہوئے۔

۴۔ خواتینِ عالم میں بہترین خاتون حضرت اُمِّ ربابؑ:

ہشام کلبی کہتا ہے۔ ربابؑ بہترین عورت تھیں اور ربابؑ کے باپ اشراف اور معزز خاندانِ عرب سے تعلق رکھتے تھے اور امام سے لگاؤ رکھتے تھے۔ (۱۔ سحاب رحمت، ص۔ ۵۳۸)

۵۔ امام حسینؑ کو اُمِّ ربابؑ و سکینہؑ کی دوری برداشت نہ تھی:

جب جناب اُمِّ ربابؑ اپنے خاندان میں ملنے کیلئے جاتی تھیں اور بی بی سکینہؑ کو بھی اپنے ساتھ لے جاتی تھیں تو امام حسینؑ کو دونوں کی جدائی نا قابلِ برداشت ہوتی تھی اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ (۲۔ منتخب التواریخ۔ ص، ۲۴۳)

کَاَنَّ اللیل موصول بلیلَ　　اِذا زارت سکینۃٌ و الربّابٌ

گویا۔ شب تنہائی اتنی لمبی ہو جاتی ہے کہ کاٹی نہیں جاتی مادرِ علی اصغرؑ اُمِّ ربابؑ سے

۶۔ مادرِ علی اصغرؑ اُمِّ ربابؑ سے امام حسینؑ کی محبت:

ابوالفراج نے روایت کی ہے کہ امام حسینؑ فرماتے تھے:

لعمرك اِننّی لاحب دارا　　تکون بهاالسکینۃٌ والربابٌ

اُحبهما و ابذل جلَ مالی　　ولیس لعاتب عندی عتابَ

اور ناسخ التواریخ میں اس شعر کا اضافہ کیا گیا ہے:

فلست لهم وان غابوا مضیعاً　　حیاتی او یغیبنی التراب

(۳۔ ریاحین الشریعۃ، ج۔ ۳، ص۔ ۳۱۳)

☆ ستارہ۔۲

نامِ علیؑ سے امام حسینؑ کی محبت

فضائلِ علی اصغرؑ

۷۔ نامِ علیؑ سے امام حسینؑ کی محبت:

مروان بن حکم۔ معاویہ کی خلافت کے زمانے میں مدینے کا حاکم تھا اور حضرت علیؑ اور اولادِ علیؑ سے دشمنی رکھتا تھا اور گستاخی کرتا تھا۔ ایک روز مروان نے امام سجادؑ سے تجاہلِ عارفانہ سے کہا اور سجادؑ امام سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا میرا نام علیؑ ہے۔ پھر مروان نے پوچھا آپ کے بھائی کا کیا نام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کا نام بھی علیؑ ہے۔ مروان نے کہا واہ۔ واہ۔ علیؑ ہی علیؑ کیا نام ہے گویا کہ تمہارے باپ نے یہ طے کرلیا ہے کہ اپنی پوری اولاد کا نام علیؑ ہی علیؑ رکھیں گے۔ امام سجادؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مَیں اپنے باپ امام حسینؑ کی خدمت میں چلا گیا اور مروانی گفتگو سنائی۔ تب امام حسینؑ نے فرمایا:

وائے ہو مروان پر۔ اے مروان نیلی آنکھوں والی عورت کے بیٹے مجھے علیؑ نام اتنا پیارا ہے کہ قدرت مجھے ایک سو بچّے بھی عطا کرے گی تو میں سب کے نام علیؑ۔ علیؑ رکھوں گا۔ (معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۰۶)

حضرت علی اصغرؑ کا اسمِ اقدس اور القابات:

علامہ مجلسی وصاحب مناقب نے علیؑ نام اور لقب الاصغر بتایا ہے۔ ابومخنف نے بھی الاصغر لکھا ہے علیین مکان نے لکھا ہے کہ علیؑ نام ہے تو الاصغر لقب ہے۔ مقتل مقرم میں

زیارت میں علی الاصغر آیا ہے اور مجالس مفجعہ میں فقرۂ زیارت علی الصغیر ہے۔ ہم نے جہاں تک مطالعہ کیا ہے میدانِ جہاد میں جو بچہ لایا گیا تھا، جس کے لئے حسینؑ مظلوم نے اشقیا سے پانی مانگا تھا اس کا نام اکثر حضرات نے علی اور لقب الاصغر لکھا ہے۔

اس شہزادے کا اصل نام نامی علیؑ رکھا گیا تھا اور یہ نام لقب (اصغرؑ) کے ساتھ ضم ہو کر مشہور ہو گیا القاب کثرت کے ساتھ ہیں، عبداللہ رضیع، صغیر، غریب، مقتول، شہید، فیصل، مظلوم، صاحب المہد وغیرہ۔

تاریخِ ولات باسعادت:

۱۰ رجب المرجب ۶۰ ہجری بمطابق ۱۵ اپریل ۶۸۰ عیسوی قدیم کیلنڈر کے مطابق جمعہ کا دن، قبل از طلوع آفتاب شہزادہ علی الاصغرؑ نے ماں کی آغوش کو زینت بخشی، اس حساب سے دسویں محرم کے دن ان کی عمر پوری چھ ماہ بنتی ہے، کئی عرفا نے ۹ محرم کو امام مظلومؑ کی عمر ابن سعد ملعون سے ایک رات کی مہلت مانگنے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ قربانی کیلئے شرط ہے کہ چھ ماہ سے کم عمر نہ ہو اور شہزادہ علی اصغرؑ کی قربانی چونکہ سب سے اہم تھی اور ان کی عمر پوری ہونے میں ایک دن ابھی باقی تھا اس لئے امام مظلومؑ نے ایک رات کی مہلت مانگ کر اپنی عظیم ترین قربانی کی مقررہ عمر کو پورا فرمایا تھا اور زیارات کے بعض فقرات میں بھی شہزادے کی عمر چھ ماہ بیان ہوئی ہے اور یہ ایک متفقہ فیصلہ بھی ہے........ ہاں کئی لوگوں نے شہزادہ کی ولادت ذیقعد میں لکھی ہے جو درست نہیں۔

نواب باقر علی خاں تشفی لکھنوی (شاگردِ ناسخ):-

جب ماہِ رجب میں علی اصغرؑ ہوئے پیدا سب کہنے لگے ثانی حیدر ہوئے پیدا
لختِ جگرِ سبطِ پیمبرؐ ہوئے پیدا ہم شانِ علیؑ بازوے اکبرؑ ہوئے پیدا

جلوے تری قدرت کے عجب شام وسحر ہیں
وہ غیرتِ خورشید تو یہ رشکِ قمر ہیں

ہم صورتِ حیدرؑ تھا شہِ دیں کا گُل اندام — دادا کا تھا جو نام وہ پوتے کا رکھا نام
منظور یہ تھا مثلِ علیؑ ہو یہ ذوالاکرام — پر سمجھی نہ کچھ مرتبہ اُس کا سپہِ شام

اُن کی تو شہادت ہوئی اللہ کے گھر میں
یہ تیر سے مارا گیا آغوشِ پدر میں

القاب:

علیین مکان نے فرمایا ہے کہ اگر یہ بچہ علیؑ ہے تو اس کا لقب الاصغر ہے۔ دیگر کتب میں اس کا نام عبداللہ ہے تو الرضیع لقب ہے۔

عمومی القاب:

الغریب، المسافر (ننھا مسافر) المقتول الشہید (ننھا شہید) الذبیح، المخور، المظلوم، المسموم، الظامی العطشان (تشنہ اور پیاسا بچہ) مثیل فصل (بچہ ناقہ صالح کے مانند) یہ سب القاب کربلا کے بلاخیز حالات اور اموی مظالم کے بعد بچے کو ملے ہیں اور واقعاتِ شہادت سے مربوط ہیں۔

السید:

خاندانی لقب ہے۔ سیّد بعد سیّد (دعاندبہ) ''بنی ھذا سیّد ''میرا فرزند حسینؑ سیّد ہے (کتب مناقب) یاسین (اے سید) سلام علی آلِ یاسین (سورۂ والصّافات) سادات فاطمی، سادات علویہ، سادات طالبین، حسینی سادات، ان سب میں علی اصغرؑ بھی ایک فرد ہیں۔

المعصوم:

پیدائشی معصوم منصوص گروہ تو تمام ملائکہ تمام انبیاء واوصیاء چہاردہ معصومین اور مریم علیہم السلام ہیں اور بس۔ لیکن ان کے علاوہ بھی وہ جو من المھد الی اللحد صغیرہ وکبیرہ عمداً وسہواً ہر گناہ سے دور رہا ہو اس گروہ کی فہرست ایک مختصر سی سہی مگر موجود ہے۔
اصطلاح میں ایسے شخص کو محفوظ کہتے ہیں جیسے علی اکبر علیہ السلام اگر علی اصغرؑ نے ان کی عمر پائی ہوتی تو وہ بھی پوری عمر بھائی کی طرح محفوظ ہوتے۔

الشفیع:

افراط وہ بچے جو والدین کی حیات میں عالم صبا میں اُٹھ جائیں انھیں والدین کے لئے حق شفاعت حاصل ہے۔ شہید ثانی نے مسکن الفواد میں ایک شخص کا خواب درج کیا ہے جو عقد کرنے پر تیار نہ تھا کہ حوض کوثر پر اس نے دیکھا کہ بچے لوگوں کو سیراب کر رہے ہیں مگر اس کو یہ کہہ کر ہٹا دیا کہ تمہارے بھی اولاد ہوتی جو تمہاری زندگی میں مرجاتی تو تم کو سیراب کرتی۔ ہمارا عقیدہ ہے علی اصغرؑ کی شفاعت الشان کے سوگواروں کے لئے ذخیرہ ہے والدین تو ان کے خود ہی شفیع اُمت ہونگے۔

حدیثِ قدسی:

فلولا مشائخ ركع و اطفال رُضيعٌ و بهائم رُتّعٌ و شبابٌ خشّعٌ لجعلتُ السماء فوقكم حديدا والارض صفرا والتراب جميارا ولا انزلتُ اليكم قطرةً ولا ابنت لكم من الارض حبته واصبتُ عليكم العذاب صبا الاحاديث القدسيه طبع تهران ۱۳۶۸ھ (نواں سورہ)

یعنی اگر بوڑھے رکوع کرنے والے اور شیر خوار بچے اور چرنے والے چوپائے اور

خشوع کرنے والے جوان نہ ہوتے تو میں تم پر آسمان کو لوہے کا زمین کو تانبہ آہن اور مٹی کو چنگاریاں بنا دیتا۔ نہ تم تک ایک قطرہ پانی نازل کرتا نہ تمہارے لئے زمین سے ایک دانہ اُگاتا بلکہ تم پر عذاب اُنڈیل دیتا (ترجمہ حدیث قدسی)

جب تک علی اصغرؑ معصوم زندہ رہے دوسرے معصوموں کی طرح دفع عذاب کے اسباب میں ایک فرد بن کر شریک رہے۔ بعد شہادت، حسینؑ نے ان کا خون اپنی حکمت عملی سے زمین پر گرنے نہ دیا اور پھر امام نے ان کو دفن کر کے اہل زمین کو عذاب دردناک سے بچالیا۔ حسینی قافلہ میں وہ افراد سب ہی موجود تھے جو بمفاد حدیث قدسی رفع عذاب کا ذریعہ ہوں۔ حتیٰ کہ پیاسے گھوڑے مرتجز اور سناۃ اور عباسؑ باوفا کا وفادار گھوڑا۔ یہ حیوانات بھی اس حدیث قدسی کے مصداق تھے۔

(الرضیع الظامی پیاسا شیر خوار تالیف از مولانا سیّد وصی محمد حسینی)

۸۔ حجازی چاند جو کربلا میں غروب ہوگیا:

۹۔ فضیلتِ خونِ علی اصغرؑ:

سیرت نویسوں نے کہا ہے کہ خونِ پاک گلوئے علی اصغرؑ رنگ اور خوشبو کے اعتبار سے روزِ قیامت ہر مشک و عطر سے زیادہ خوشبو والا ہوگا۔ (کتاب سیرۃ، ج۔۲، ص۔۶۷)

۱۰۔ پھول سا گلا علی اصغرؑ کا:

چراغ محفل خونین عاشورہ ست این مولود　　گلِ نشکفتۂ ریحانۂ زہراست این مولود

(نخل میثم، ج۳، ص۲۵۷)

۱۱۔ شفاعتِ حضرت علی اصغرؑ:

بہ ماہ عارضِ از مہر مہر بہترش سوگند　　بہ خندۂ لبِ توحید پرورش سوگند

به کامِ خشک و گلوی زخوں ترش سوگند — به زخمِ خنجر و روحِ مطہرش سوگند
که روشن است قیامت به ماه طلعتِ او — بس است بر همهِ عاصیاں شفاعتِ او

(نخلِ میثم، ج ۳، ص ۲۶۲)

۱۲۔ شہادتِ علی اصغرؑ سخت مصیبت تھی:

سید ابن طاؤس نے کتاب ''اقبال الاعمال'' میں زیارت کے نیچے امام حسینؑ کی یہ روایت کی ہے۔

صلی الله عليك وعليهم وعلى ولدك على الاصغر الذی فجعت به

صلوٰۃ و درود خداوند تمہارے اوپر اور تمہارے اجداد پر اور صلوات و درودِ خدا تمہارے فرزند علی اصغرؑ پر، وہ معصوم طفل کہ جس کی شہادت تمہارے لئے بہت سنگین اور دردناک ہے۔ (اقبال الاعمال، ص ۵۷۲)

۱۳۔ قافلۂ حسینی میں علی اصغرؑ ذبحِ عظیم ہیں:

خوشا آن کس که امشب در کنارِ کعبه جا دارد — به سر شور و به دل نور و به لب ذکر خدا دارد

خوش نصیب ہے کہ جو آج کی رات کعبے کے پاس جگہ رکھتا ہے۔ اپنے سر میں جوش شہادت اور دل میں نور اور لب پر ذکرِ خدا رکھتا ہے۔ تمام لوگ (حجاج) کعبے میں جمع ہیں لیکن نواسۂ رسولؐ حسینؑ (عمرہ کر کے) بلا حج کئے مکے سے روانہ ہو جاتے ہیں اور یہ قافلۂ حسینی جلدی جلدی جنگل سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ یہ کہاں جا رہے ہیں۔ امام حسینؑ اپنے اہلِ قافلہ کے ساتھ حج کو چھوڑ کر کربلا جا رہے ہیں۔ حرمِ کعبہ سے صاحبِ حرم (امام حسینؑ) کو الگ کر دیا گیا ہے اور حاجیوں کے گروہ سے الگ ہو کر کربلا جا رہے ہیں۔

منیٰ میں بے شمار حجاج آ چکے ہیں جن میں دشمن بھی ہیں اور چاہتے ہیں کہ حسینؑ کو

منیٰ میں ہی قتل کر دیں۔ امام حسینؑ اس حج کیلئے آئے تھے اور چالیس منزلیں طے کی تھیں۔ اس قافلہ حسینیؑ کے ذبیح اکبر (بڑی قربانی) حضرت علی اصغرؑ ہیں کہ پیاس سے جن کا گلا خشک ہے اور ان کی پیاس تیر سے بجھائی گئی۔ قیامت تک اگر حج کے دوران منیٰ میں خون بہے گا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا بڑا درجہ ہے۔ جسم تو خون میں ڈوبا ہوا ہے لیکن ایسے میں بھی اپنی بہن سے بات کر رہے ہیں۔ سر ذکرِ خدا میں ہے پھر نیزے پر چڑھے گا اور اس کے بعد طشتِ طلا میں رکھا جائے گا۔ تمام حاجی حج کے وقت اپنے سر کے بال منڈواتے ہیں لیکن حسینؑ کا ایک ایک بال خون میں رنگا ہوا لال ہے اور سر بھی تن سے جدا ہو گیا۔ حاجی لوگ اپنے جسم پر احرام کا لباس پہنتے ہیں جو نیا اُٹھا ہوتا ہے لیکن فاطمہؑ کے لال نے اپنے جسم پر پرانا پھٹا ہوا لباس پہنا ہے۔ خانۂ کعبہ نے کالا لباس پہن رکھا ہے گویا اللہ بھی عزائے حسینؑ میں کالا رنگ اپنائے ہوئے ہے۔

(نخل ماتم، ج ۳، ص ۲۲۴)

۱۴۔ حضرت علی اصغرؑ پر سلام:

السلام علی عبداللّٰہ بن الحسینؑ، الطفلِ الرضیع المرمی الصریع المشحطِ دماً، المصعدِ دمہ فی السماءِ المذبوح بالسھم فی حجر أبیہ لعن اللّٰہ رامیہ حرملۃ بن کاھل الاسدی

اور سلام ہو عبداللہ بن الحسینؑ (علی اصغرؑ) شیر خوار پر۔ فرزندِ حسینؑ پر کہ تیر کا نشانہ بن گئے اور اپنے خون میں خود غوطہ ور ہو گئے اور ان کا خون آسمان کی طرف چلا گیا اور سر اور گلا باپ کی گود میں ذبح ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اُن کے قاتل اور تیر مارنے والے حرملہ بن کاہل اسدی پر لعنت کرتا ہے۔ (بحار الانوار، جلد ۴۵، صفحہ ۶۶)

۱۵۔ حضرت اُمِّ رباب ع کے آنسو اور علی اصغر ع کی خاموشی:

میں نے ساری دنیا پر نظر ڈالی اور وحی پر بھی نظر دوڑائی تو میں اس جگہ پہنچا جہاں پر جبرئیل ع کی حدود ختم ہوگئی تھیں کہ اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو جل کر خاک ہو جاؤں گا یہ مقام قاب قوسین اَوادنیٰ ہے۔

میں نے اپنی نظر دنیا پر ڈالی تو مجھے سات جنّتیں نظر آ گئیں اور اب میں اس جگہ پر پہنچ گیا ہوں جہاں کے راستوں سے میں واقف بھی نہیں ہوں اور میرے لب بھی بند ہوگئے ہیں۔ اب میں نے وہاں وہاں کی سیر کرلی ہے اور اونچی اُڑان اُڑا ہوں اور ہر ہر چیز کا نظارہ کرلیا ہے۔ پھر نا گاہ میں نے چشمِ دل پر نظر ڈالی تو زمین و آسمان سب سے خوب تر پایا۔ سات جنتیں بھی دیکھ ڈالیں اور آفرینشِ عالم کے راز دیکھے تو میرے دل میں جنت کے دروازے کھلے نظر آئے۔

انبیاء نے تمام دنیا کے ملکوں کا معائنہ کیا ہے اور جنگل بیابان سب کچھ دیکھے ہیں۔ ہمارے دامن میں غم کے آنسو بھرے ہیں اور تکلیفات کی وجہ سے مجنوں کی طرح سے بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ تو ہیں پرندہ بھی خون میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے اور میں دنیا میں محو تماشہ ہو گیا ہوں۔ پھر میں نے اس مرغ سے کہا کہ اے مرغِ خوبصورت تم کون ہو، تم اس آب و گل کی پیداوار نہیں ہو۔ اور میں نے ایک ہستی کو دیکھا جس نے کہا میں جبرئیل ع ہوں اور کربلا قریب ہے اور یہ زمین بیت الحرم انبیاء ہے اور تمام انبیاء کے کعبے کی روح ہے پھر میں اس جنگل میں شب باش ہو گیا۔ پھر میں امام حسین ع کا مرغ بن گیا کربلا کی سرزمین سے مجھے عشق ہے اور کربلا میرے لئے کوہِ طور کی طرح ہے۔ کربلا ایک لوحِ راز ہے پوشیدہ راز ہے۔ کربلا ایک نورِ خداوندی کا ٹکڑا ہے۔

کربلا یعنی میرا تمام دین۔ میرا عشق میرا ایمان اور میرا آئین و قانون ہے۔ کربلا

یعنی جنت ہے اور خدا کے جلوؤں کی جگہ ہے اور کربلا بی بی فاطمہؑ کی جنت ہے۔ وہاں قتل گاہ ہے، خیمہ گاہ ہے اور نہر علقمہ بہہ رہی ہے۔ کربلا ایک ایسی جگہ ہے کہ جہاں خیمہ ہائے اہلِ حرم کو جلا کر خاک کر دیا گیا تھا۔ کربلا ایک دریائے خون ہے اور خون کا ہی چمن ہے۔ کربلا میں خون کی بہار ہے۔ کربلا میں آوازِ پانی پانی ہے ہائے پیاس۔ کربلا خدا کا ایک رنگ برنگا چمن ہے اور کربلا خونِ خدا کا دریا ہے۔ اس جنگل کا پانی، اشک ہے اور خونِ دل ہے اور یہ دریا اپنے سقّہ (حضرت عباسؑ) سے شرمندہ ہو گیا۔

جسمِ عباسؑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ ہاتھ کٹ کر ایک طرف اور مشکِ سکینہؑ دوسری طرف جا کر گر گئی۔ ذوالجناح پریشان ہو گیا۔ اس کا سوار دریائے خون میں غرق ہو گیا۔ اس کے نالے نے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ان کی زلفیں، بال، گھوڑے کے اپنے راکب کے خون سے رنگیں ہو گئیں۔

ان کے پیچھے پیچھے ہر قدم پر بی بی فاطمہؑ موجود تھیں اور جنابِ زینبؑ بھی ان کے استقبال کو آگے آگے تھیں۔

اور تازہ تازہ داماد (حضرتِ قاسمؑ شہزادے) نے خون سے اپنے بالوں کو رنگین کیا ہے اور ایک گھونٹ پانی تک نہ ملا۔ امام حسینؑ کو کیا ٹکرے ٹکڑے کیا گویا ایک قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ ایک ایک سورہ اور ایک ایک پارے کو پھاڑ ڈالا اور تباہ کر ڈالا۔

اور یہ علی اکبرؑ شہزادہ ہے۔ یہ اللہ کی جیتی جاگتی کتاب ہے اور شیر خوار علی اصغرؑ نے اپنے باپ امام حسینؑ کے دوش و بازو پر ہاتھ پیر مارے اور جب تیر لگا تو مسکرا دیئے اور قاتل کے تیر سے موت کا شہد چکھ لیا اور دریائے رحمتِ خداوندی کو یہ دیکھ کر جوش آ گیا اور ایک بیٹی قتل گاہ میں عزا میں مشغول رہی جس کا جسم نازنین سیاہ پڑ گیا۔

(نخل میثم، ج ۳، ص ۔ ۲۲۸)

۱۶۔ حلقِ اصغرؑ:

اے خون کے مہینے محرم کے چاند تجھے دیکھتے ہی دل خونِ جگر ہو گیا۔ دل کیلئے غم، فریادِ جان اور آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اپنی پوری طاقت کے ساتھ جب بلندی کی خبر لی تو ہلال دختر زہراؑ کی خبر ملی۔ یوں تو ہر سال ہی محرم کا غمگین چاند ایک شورِ گریہ اپنے ساتھ لاتا ہے مگر اس سال تو سب سے زیادہ زور و شور کے ساتھ یہ غمِ عزا آیا ہے۔ آگ خیموں میں لگنے کی خبر۔ خیمے جل کر راکھ ہو گئے اور دل و زبان میں غم سے ایسی تکلیف لے کر آیا ہے جس سے خیر البشر محمد مصطفیٰؐ کو دلی رنج پہنچا ہے۔

فرزندِ زہراؑ کے مارنے کیلئے تیر لائے گئے ہیں یا معصوم علی اصغرؑ کو مارنے کیلئے تیر لایا گیا ہے اور نبیؐ کی آل کیلئے پانی بھی بند کر دیا گیا ہے اور بچوں کے دامن میں آگ لگانے کیلئے آگ لائی گئی ہے۔ کس قدر داغ دل حسینؑ بن علی کے قلب پر لگے ہیں۔ پھر بھی اس غم زدہ دل کیلئے بیٹے کا داغ لائے ہو۔ نہر علقمہ کے کنارے بی بی فاطمۃ الزہراؑ کی آنکھ کے آنسو بے ہاتھ و پیر ساقی کیلئے پانی لایا گیا ہے۔ اے خون بھرے چاند تیرے سارے ستارے بھی خون میں نہائے ہوئے ہیں اور قمر بنیؑ ہاشم کے لئے خون ہی خون لایا گیا ہے۔ اے محرم تیرے اوپر وائے ہو، حرملہ کے تیر کے سامنے علی اصغرؑ کا نازنین حلق اور عباس کی آنکھوں کیلئے تیر لایا گیا ہے۔ اے خون بھرے محرم کے چاند خونِ جگر ہو رہا ہے کہ اولادِ علی پر بجائے آبِ خنک (ٹھنڈے پانی) کے جگر کا خون لایا گیا ہے۔ اے محرم یہ تو ہی تو ہے کہ یتیم وحی کیلئے دریا کے کنارے پیاس اور جسم لباس سے ننگا ہے۔ اے میثم اب تم اپنے لب بند کر لو کہ تمہارے شعروں کی آگ سے دل جل گیا ہے اور درخت سے پھل کے بدلے خون جگر لایا گیا ہے۔

(نخل میثم، ج ۳، ص ۔ ۲۴۳)

بعض معصومین غم سے علی اصغرؑ کی مشابہت

آدمؑ فراق جنت میں روئے۔ گہوارہ بھی بچہ کے لئے جنت سے کم نہیں مگر علی اصغرؑ نے مہد جنت کو امتِ جد کی مغفرت کے لئے خیر باد کہہ دیا۔

ادریسؑ نے کپڑے سی کر پہننے کی تعلیم دی۔ علی اصغرؑ نے نصرتِ حسینؑ میں قماط چاک کر ڈالا۔

نوحؑ کی کشتی پانی پر غالب تھی۔ پیاسوں کا سفینہ خشکی میں غرق ہونے والا تھا۔ علی اصغرؑ بادبانی کے لئے اپنی خدمات پیش کر گئے۔

۱۷۔ حضرت ابراہیمؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

کو ماں نے نمرود کے خوف سے غار میں لا کر چھپا دیا۔ بچّے کا انگوٹھا اس کے منہ میں رکھ دیا۔ قدرتی نہر لبن جاری تھی۔ علی اصغرؑ کے گہوارے تک جنت کی نہر لبن کھچ کر آ جاتی مگر یہ منزل امتحان تھی بعد شہادت حسینؑ کی آواز دی گئی، دع یا حسین ان لہ مرصعافی الجنۃ (حسین: اس کو جنتی دایہ کے حوالے کر دیجئے جو ہماری طرف سے مہیا ہے۔

(تذکرۃ البسیط)

۱۸۔ حضرت اسماعیلؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

ننھے معصوم کی جان لیوا پیاس نے ماں کو عالم اضطرار میں صفا و مروہ کے درمیان سعی

کی دعوت دی۔ بظاہر ناکام و مایوس پلٹیں۔ مگر یہاں چشمہ بچہ کی ٹھوکر میں تھا۔ یہی زمزم ہے۔ اسماعیل کی بچپنے کی نمائندگی علی اصغرؑ کے حصہ میں آئی اور جوانی کی خود حسینؑ کے۔

کھیٰعص کے مختصر متن میں کربلا کی پیاس کو وحی متلو بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع میں بھی پیاس پر بقول علامہ کنتوری دلالت موجود ہے۔ کیونکہ ملزوم العطش ہے۔ لہٰذا اس میں بھی دلالت التزامی پیاس پر ہے۔ حسینؑ کی بہنوں کا یہ اظہار کہ بچہ نے تین دن سے پانی چکھا تک نہیں ہے۔ ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ حسینؑ نے خود بھی اشقیا کے سامنے یہی بیان دیا ہے کہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ بھی پیاس کی وجہ سے خشک ہو گیا ہے۔ مگر افسوس ایک طرف تو بچہ کے لئے سوال آب کی نفی دوسری طرف پیاس کے منافی غسل کا شاخسانہ معلوم ہوتا ہے کہ اس غسل کی بیچ میں سوالِ آب کی تاریخ نفی کی گئی ہے۔ بہر حال ہم تو پیاسے بچے کے وکیل بن کر سامنے آئے ہیں۔

علمائے ملت جعفریہ جن میں ایک مولانا راحت حسینؒ صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہٗ جو اپنے آخری دور کے ہندوستان میں اعلم العلماء تھے تحریر فرماتے ہیں کہ ''اہل بیتؑ عصمت علیہم السلام کی تعلیم یہ ہے کہ واجب ہو یا مستحب پیاسوں کے ہوتے ہوئے خواہ وہ جانور ہی کیوں نہ ہوں کسی طرح غسل و وضو نہیں کیا جا سکتا''۔

لہٰذا غسل امام کا علی اصغرؑ کی شدت عطش کے باوجود کوئی حکیمانہ مقصد ثابت نہیں کر سکتا۔ عطش حسینؑ پر اجماع معصومین ہے۔ اس کا براہِ راست تعلق تو ایک مسلمہ سے ہے مگر ایک ہی واسطہ سے اس کا تعلق قرآن و وحی و اجماع معصومین سے ہے جس کا انکار اجماع معصومین بلکہ وحی و قرآن کا انکار ہے۔ لہٰذا بلاواسطہ تو انکار عطش ایک مسلّمہ کا انکار ہے اور بواسطۂ واحدہ انکار عطش ضروریاتِ مذہب کا انکار ہے۔ یہ کوئی شخصی

رائے نہیں ہے بلکہ نوع علما شیعہ کا یہی اظہار ہے جس پر آغائے بزرگ تہرانی و آقائے سید ہادی جیلانی اور ان کے موئدین علمائے عراق کی متفقہ رائے ہے اور اس پر چھپے ہوئے فتوے ہیں۔

جناب علی اصغرؑ کو حسینؑ نے گہوارے سے لاکر اس پر حجتہ قاطعہ پیش فرمادی کہ پانی کی سبیل ہوتی تو یہ بچہ بے پانی کے کیسے دم توڑتا نظر آتا۔ پس یہ بچہ اور اس کا میدان میں آنا حسینؑ کے گھرانے کی پیاس پر برہان قاطع ہے اور اس طرح کر برہان جلی ہرگز قائم نہ ہوتا۔ اگر حسینؑ بچے کو میدان میں لاکر سوالِ آب نہ کرتے۔

غور فرمالیجیے حضرت عبداللہ والی روایت معرضِ بحث میں ہے۔ آیا یہ نومولود بچہ تھا آیا یہ عبداللہ رضیع تھا آیا (اچانک تیر آکر لگا۔ آیا وہ تین سال کا عبداللہ نامی تھا۔ لیکن میدان میں جس بچہ کے لائے جانے کا تذکرہ ہے اس کے لئے کوئی بحث اس طرح کی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک ایسے واضح ترین ثبوت کی ضرورت تھی جس میں کسی طرح کی بحثا بحثی کو مداخلت نہ ہو اور وہ شہادت جلیہ و حجتہ قطعیہ حضرت علی اصغر علیہ السلام ہیں۔

۱۹۔ حضرت صالح سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

حسینؑ نے خود فرمایا ہے کہ یہ بچہ فیصل ناقہ صالح سے کم نہیں ہے۔ مگر یاد رہے کہ وہ بچہ امت صالح پر برہان عذاب بنا تھا اور علی اصغرؑ کو حسینؑ نے دفن کر کے امت آخر کا پردہ رکھ لیا۔

موسیٰؑ بچوں کے لئے موسیٰ کی ولادت کا دور بڑے ابتلا کا دور تھا۔ مادر موسیٰ کو وحی ہوئی کہ موسیٰ کو تابوت میں رکھ کر دریا میں بہا دو ہم اس کو تم تک پلٹا کے رہیں گے اور رسول بھی بنائیں گے۔

مادرِ موسیٰ وحی پر ایمان لائیں اور نہایت مضبوط دل سے حکمِ خدا پر عمل کیا تابوت قصر

فرعون سے آ لگا۔ جب فرعون کے سامنے آیا جیتا جاگتا حق بن کر آیا فرعون نے انائیں طلب کیں اور موسیٰ حسبِ وعدہ الٰہی وہاں تک پہنچ گئے اناؤں نے دودھ پلانے کی بڑی کوششیں کیں مگر خدا نے ان کا دودھ موسیٰ پر حرام کر رکھا تھا تو معصوم نے کسی کو منہ بھی نہیں لگایا۔ محل غور ہے کہ بچہ سے تحریم و تحلیل مراضع سے کیا تعلق ہو سکتا تھا، مگر نہیں۔ یہ عام بچہ کب تھا۔ یہاں تو ان کے ایسے لوگوں کے لئے اعلانِ وحی ہے کہ **اتینا رشدہ من قبل** ان کو کہیں پہلے رشد دے دیا جاتا ہے۔ ابراہیمؑ ہوں یا آل، ابراہیمؑ یا آلِ محمدؐ۔

لا یقاس بال محمد احد من امته (آل محمد پر کسی امتی کو قیاس نہیں کیا جا سکتا)۔ جناب عباس عم الرسول نے ایک موقع پر عمر سے فرمایا۔ **یا عمر لا تخلط بنا غیرنا**۔ (یعنی اے عمر ہم کو غیروں کے ساتھ مخلوط نہ کرو) ینابیع المودۃ ج ۲ صفحہ ۴۵۴ الباب الخاتون)۔ یعنی ایک تو قرابت خاندانِ رسولؐ کا تشخص ہے دوسرے اہلِ بیتؑ عصمت کا۔ قرآن نے بتایا کہ یہ تو عمل پر جزا کا استحقاق بھی رکھتے ہیں۔ جو جزاھم بما صبروا سے ظاہر ہے۔

اس ناہنجار دور میں سبطِ اکبر علیہ السلام کے علم و عصمت پر خود اپنے ہی تبصرے پر آمادہ ہیں۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ حسنؑ گہوارہ میں لوح محفوظ کا نظارہ کرنے والے۔ پھر مباہلہ کے گواہ اور فدک کے مقدمہ میں فاطمہؑ کے گواہ ادھر سے یہ اصرار کہ متروکۂ رسالت صدقہ ہے اُدھر سے فاطمہ نے حسنؑ سے مدد لی کہ تم اس کا ابطال کر دو۔ جس سے معلوم ہوا کہ حسنؑ کے بارے میں نفی علم سے سیدہ کا مقدمہ مجروح ہوتا ہے۔ کاش کہ اس نکتہ پر نگاہ رکھ کر کوئی بات کہی جاتی۔

۲۰۔ حضرت عیسیٰؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

حضرت نے گہوارہ میں فرمایا **انی عبداللہ**۔ علیین مکان وغیرہ نے بتایا ہے کہ علی

اصغرؑ کو عبداللہ رضیع بھی کہتے ہیں۔ علی اصغرؑ نے مثلِ عیسیٰؑ حقانیت کی گواہی کے ساتھ خصوصیت یہ پائی کہ مظلومیت کے بھی گواہ بنے اور قحطِ آب کے بھی۔

۲۱۔ حضرت یحییٰ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

ان کا خون ناحق رنگ لایا۔ حسینؑ نے اپنی اسی حکمت کو پیش نظر رکھ کر بقول تاج العلماء ایسا حل خون ناحق کے سلسلہ میں نکالا کہ زمین پر نہ گرے اور دنیا عذاب عاجل سے بچ جائے۔

حضور اقدس آنحضرتؐ کو حلیمہ نے دودھ دیا تو اس رُخ کی طرف توجہ فرمائی جس سے کوئی بچہ ان کا مستفید نہ ہوسکا تھا۔ مگر وہ منزل فضیلت تھی، کربلا منزلِ امتحان ہے۔ یہاں قد جف محالب اُمِّہٖ (ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا) اسی کا اعلان خیمہ اور مقتل میں ملتا ہے۔

۲۲۔ حضرت علی ابنِ ابی طالبؑ سے حضرت علی اصغرؑ کی مشابہت

کو جب بنت اسد قماط میں لپیٹتی تھیں تو کہتے تھے کہ **یا اُمّاہُ لاتشدی یدی فانی ابصبص لوبی** (میرے ہاتھ نہ باندھیئے میں اپنے رب سے مناجات کرنا چاہتا ہوں)۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ علی اصغرؑ نے بھی قماط چاک کر ڈالا۔

(الرضیع الظامی پیاسا شیر خوار تالیف از مولانا سیّد وصی محمد حسینی)

۲۳۔ علی اصغرؑ کمالاتِ انبیاء کا نمونہ تھے:

اشکے کہ راز عشق بگوید فشاندنی است طفلے کہ خوش محاورہ افتد نماندنی است

صاحبانِ اولاد اچھی طرح جانتے ہیں کہ مرنے والا بچہ غیر معمولی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے وہ لوگ جو اولاد کا داغ اُٹھا چکے ہیں اُن میں کوئی سن و سال کو دیکھتے ہوئے

اپنے نونہالوں کی تندرستی اور توانائی کا تذکرہ کرتا ہے کسی کی نظر میں حسن و جمال پھرتا ہے کوئی بھولی بھولی باتیں نہیں بھولتا کوئی غیر ممیز ہونے کے عالم میں دوسرے بچوں میں ویسی عقل نہیں پاتا حسینؑ کا بچہ بھی اگر ہمارے بچوں کی طرح کسی ایک خصوصیت کا حامل ہوتو پھر ہم میں اور سید المرسلینؐ کے گھرانے میں کوئی فرق نہ رہ جائے علی اصغرؑ کمسنی میں کمالاتِ انبیاء کے نمونہ تھے۔

آدمؑ فراقِ بہشت میں روئے اور مدتوں اپنی پہلی جائے قیام کو یاد کر کے آنسو بہاتے رہے مگر علی اصغرؑ ماں کی گود سے جو بچہ کے لئے فردوس سے کم نہیں تھی جدا ہو کر نہیں روئے۔

نوحؑ نے نوسو پچاس برس کی تبلیغ میں صرف چند نفوس کے دلوں میں گھر کیا۔ **وما امن معه الا قليل** اُن کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے۔ لیکن اصغرؑ نے چند منٹ کی خاموش تبلیغ میں یزید کی ٹڈی دل فوج میں تلاطم برپا کر دیا ان کی بے زبانی، مظلومیت کا اثر کائنات سے شام ابد تک نہ جائے گا۔

ادریسؑ کپڑے سیتے تھے علی اصغرؑ نے گہوارہ میں آوازِ استغاثہ سن کر قماط چاک کر ڈالا ان کو آسمان پر معراج ہوئی **ورفعناه مكاناً عليا** تو اصغرؑ کی معراج باپ کے ہاتھوں پر تھی جو بلندی مرتبہ میں آسمان سے برتر ہیں۔

ابراہیمؑ: سولہ برس کے سن میں نمرود کی آگ میں ڈالے گئے امتحان کی منزل پر پہنچنے میں وہ لطف ملا کہ فرماتے تھے مجھے کبھی ایسا عیش نصیب نہیں ہوا علی اصغرؑ کربلا کے تپتے ہوئے دشت اور لوں دھوپ میں تیر کھا کر مسکرائے اگر زبان ہوتی تو کہتے کہ جامِ شہادت میں شیر مادر سے زیادہ شیرینی ہے۔ وہ خلیل یہ ذبیح وہ نبی یہ شہید وہ مہاجر یہ غریب وہ سقیم یہ قتیل۔

اسماعیلؑ: کا صغرالسنی میں پیاس سے امتحان ہوا مگر تشنگی حد آبِ زمزم تک پہنچ کر ختم ہوگئی علی اصغرؑ کا امتحان ایسا سخت تھا کہ حوضِ کوثر پر پہنچے بغیر پیاس نہ بجھی اسماعیلؑ کے ماحول میں کہیں کنواں نہ تھا قدرت نے زمین سے چشمہ ظاہر کیا یہاں دریائے فرات سامنے لہریں مار رہا ہے مگر دشمنوں نے پہرہ بٹھا دیے ہیں۔

مادرِ اسماعیلؑ: اور مادرِ علی اصغرؑ میں بھی یہ فرق تھا کہ ان کی ماں کا دودھ خشک ہوگیا وہ بچہ کو آنکھوں کے سامنے سیراب ہوتے دیکھتی ہیں اور رباب نے شیر خوار کو خون میں آغشتہ دیکھا۔

حضرت اسماعیلؑ کی پامردی یہ تھی کہ ذبح پر تیار ہوگئے خدا نے نیت دیکھ کر ذبیح کا لقب دیا لیکن اُن کا عمل زبانی وعدہ کی حد میں رہا اصغرؑ نے ذبح ہو کر دکھا دیا ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی مکمل تصویر اُنھیں کی نسل میں پھر نظر آگئی اسماعیلؑ نے باپ کے ساتھ کعبہ بنایا علی اصغرؑ نے اپنے خون کے گارے سے فخر کعبہ کربلا کی بنیاد قائم کی۔ مادرِ اسماعیلؑ بیٹے کی گردن پر چھری کا نشان دیکھ کر اس قدر خوفزدہ ہوئیں کہ انتقال کر گئیں مگر مادرِ علی اصغرؑ نے گویا بچہ کو خون اُگلتے دیکھا مگر حرفِ شکایت زبان تک آنے نہ دیا۔

دورِ فراق سے مبتلا نبی حضرت یعقوبؑ کے چہرہ پر بیٹے کی قمیص حسینؑ کے منہ پر علی اصغرؑ کا لہو وہاں بصارت عود کر آئی یہاں موت آنکھ بند کر دے گی۔

یوسفؑ: حسین تھے مگر علی اصغرؑ کی طرح تصویرِ رسولؐ نہ تھے وہ مصر کے قحط میں بھی آرام کی زندگی بسر کرتے رہے مگر علی اصغرؑ کربلا کے قحطِ آب میں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتے تھے وہ باپ سے بادشاہ ہو کر ملے یہ مقتول بن کر ماں کے سامنے آئے وہ دشمنوں میں اسیر ہوئے علی اصغرؑ نے ۔ الموت اولیٰ من رکوب العار۔ مر جانا ذلت کی زندگی سے بہتر ہے“ ۔ پر عمل کیا۔

موسیٰؑ نے فرعون کے شر سے نجات پائی مگر اصغرؑ یزید کے دست تعدی سے نہ بچے ان پر دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ حرام کر دیا گیا تھا۔ **وحرمنا علیه المراضع** لیکن اُسی وقت تک جب تک ماں کے پاس نہ پہنچے آغوشِ مادر میں پہنچ کر امتحان ختم ہو گیا۔ علی اصغرؑ کی دودھ بڑھائی پیکانِ تیر سے ہوئی۔ زندگی کی آخری گھڑیوں میں بھی لب تر نہ ہوئے فرعون نے باں تمر دموسیٰؑ کی بہن کو انا تلاش کرنے کے لئے بھیجا مگر عمرو بن سعد سپہ سالارِ لشکرِ یزید فوج میں حرملہ کو تلاش کرتا ہے نہ اس لئے کہ فرات سے پانی لا کر پلا دے بلکہ اس لئے کہ زہر میں بجھا ہوا تیر پھینک کر کام تمام کر دے خواہرِ موسیٰ قصر فرعون میں بڑی عزت کے ساتھ آئیں آسیہؑ سے بھائی کی پرورش کے بارے میں گفتگو کی مگر علی اصغرؑ کی بہن یزید کے بھرے ہوئے دربار میں قید کر کے لائی گئیں اور شامی نے کنیزی میں طلب کیا۔ غرض موسیٰ کلیم ہو کر مشہور ہوئے اور علی اصغرؑ بے زبان سمجھ کر ہمہ گیر شہرت کے مالک ہوئے۔

ہارونؑ: موسیٰ کے وفا شعار بھائی تھے جو سن و سال میں کلیم اللہ سے بڑے تھے انھوں نے موسیٰ کو داغِ مفارقت دیا تو علی اصغرؑ کے بھی دل پر علی اکبرؑ بڑے بھائی کے شہید ہونے کا ناقابل برداشت صدمہ پہنچا موسیٰ کا بھائی شبر و شبیر دو بچے یادگار چھوڑ گیا مگر اصغرؑ کا بھائی نامراد جنت کو سدھارا۔

داؤدؑ: خوش الحانی میں نظیر نہ رکھتے تھے چرند و پرند کی صدا پر گوش بر آواز ہو کر گرد حلقہ کر لیتے تھے تو علی اصغرؑ کی صدائے گریہ نے خیمۂ امام میں ہر صغیر و کبیر کو بے قرار کر دیا وہ لوہا نرم کرتے تھے تو مشہور ہے کہ علی اصغرؑ کی مظلومی نے فوجِ یزید کے سنگدلوں کو رُلا دیا دشمن کے آہنی قلب پر صرف مظلومیت اثر کر سکتی ہے اس کو دست و بازو سے تعلق نہیں ہے داؤدؑ کو قدرت کی طرف سے قضیہ فیصل کرنے کا علم مرحمت ہوا تھا تو علی اصغرؑ نے

بے زبانی میں اپنی جگہ یہ فیصلہ کیا کہ جب ماں بہنوں کے ہاتھ اسیری میں پس گردن سے بندھنے والے ہیں تو گود میں کون لے گا جان دے دینا ہی بہتر ہے۔

سلیمانؑ: نے جنوں کو مسخر کیا وہ وقتی اقتدار تھا علی اصغرؑ کا ماتم نبی جان میں آج تک ہے اور روزِ قیامت تک رہے گا۔

یونسؑ: مچھلی کے پیٹ میں علی اصغرؑ فوجوں کے دل میں اُن کا سفر عالم آب میں ان کا سفر جلتی ہوئی دھوپ اور اُٹھتے ہوئے بگولوں میں ان کی شیم سے دریا کی بیمار مچھلیاں صحت یاب ہوتی تھیں تو بچہ کی خاک تربت شفا ہے وہ قوم سے خشمگیں ہو کر چلے یہ قوم کی جہالت پر اشکبار انھوں نے اپنی تسبیح میں پکار کر کہا۔

انی کنت من الظالمین ۔علی اصغرؑ چپ رہ کر بتا رہے ہیں قاتل ظالم ہے اور میں مظلومؑ یونس کی شان میں ہے ارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون ان کو ایک لاکھ یا زیادہ نفوس کی طرف مبعوث کیا اور علیؑ اصغرؑ بھی کم از کم تیس ہزار نفوس کی طرف بھیجے گئے ان کے بطن ماہی سے نکلنے کے موقع پر قدرت کو یہ منظور ہوا کہ تعب زدہ جلد پر مکھی نہ بیٹھے اس لئے کدو کے پتوں نے سایہ کیا جسم میں توانائی آنے کے بعد یونسؑ اُٹھ کھڑے ہوئے یہاں امام کو یہ خوف ہوا کہ مبادا لاشہائے شہدا کی پامالی میں یہ نازک جسم بھی گھوڑوں کی ٹاپوں سے پائمال ہو جائے اس لئے آغوش قبر میں سلا دیا۔

جہاں سے بچہ صبح قیامت کو اُٹھے گا۔

ایوبؑ: کے نیچے آبِ سرد اور خوشگوار کا چشمہ پیدا ہوا جو مریض نبی کے غسل کرنے کے لئے قدرت نے ظاہر کیا مگر اصغرؑ کے پینے کے لئے قحط آب۔

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں — خوش داشتند حرمت مہمان کربلا

شعیبؑ عالم پیری میں گوشہ نشین اور علیؑ اصغر زمانہ طفولیت میں میدانِ جہاد میں۔

خضر والیاسؑ: کو خدا نے خلعت حیات عطا کیا وہ آج تک زندہ ہیں۔ تو شاہزادہ علی اصغرؑ بمفاد **لا تحسن الذین قتلوا فی سبیل الله اموات بل احیاء** بھی زندہ ہیں خضرؑ آبِ حیات کی بدولت زندہ ہوئے یہ آبِ فرات سے محروم رہ کر زندۂ جاوید ہوئے۔

ذوالقرنینؑ: کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان کے سر پر یکے بعد دیگرے دشمن کی دو تلواریں پڑیں اور ہر بار خدا نے شہید ہونے کے بعد زندہ کیا مگر علی اصغرؑ کے نازک گلے پر بیک وقت سہ شعبہ تیر پڑا۔

زکریاؑ: آرہ سے قتل کیے گئے تیر سہ شعبہ بھی آرہ کی تصویر ہے وہ زہر آلود نہ تھا یہ زہر ہلاہل میں بجھا ہوا۔

دانیالؑ: کو دشمن کے خوف میں ماں نے شیروں کے بیشہ میں ڈال دیا۔ درندوں نے اُن کی تربیت کی اور علی اصغرؑ کو درندہ صفت انسانوں نے قتل کیا۔

جرجیسؑ: کو جسمانی تکلیفوں میں مبتلا کر کے مختلف آلات سے قتل کیا گیا مگر اُن کا جسد پیکر علی اصغرؑ کا ایسا نازک نہ تھا جس کو دشتِ نینوا کی گرد کا ذرّہ ذرّہ اذیت پہنچا رہا تھا۔

یحییٰؑ: کی نماز مشہور ہے علی اصغرؑ مکلف ہوتے تو ان کی نماز سے موازنہ کرتا ان کے جہاد کی تصویر کچھ نماز سے ملتی ہوئی ہے باپ کا استغاثہ بجائے اذان کے عورتوں کی فریاد و نالہ اقامت کی جگہ ہاتھوں پر بلند ہونا قیام اتمامِ حجت میں چشم وابرو کا اشارہ قرأت تیر سے منقلب ہونا رکوع قبر میں سونا سجدہ یہ محیر العقول نماز جہاد اُس روزے کے عالم میں تھا جیسا روزہ حضرتِ یحییٰؑ نے نہ رکھا ہوگا۔ یحییٰؑ کا سر کاٹ کے بادشاہ کے دربار میں لایا گیا اس میں نبیُ خدا کی اتنی توہین نہ تھی جتنی شہادت علی اصغرؑ کے بعد ناموسِ نبی کو دربارِ یزید میں پہنچنے میں ہوئی ان کے باپ کا جو یحییٰؑ سے کہیں بہتر تھے سر بریدہ زیر

تخت رکھا گیا۔

عیسیٰ کا نام عبداللہ تو علیؑ اصغر بھی عبداللہ عیسیٰ مریمؑ کے بیٹے علی اصغرؑ فاطمہؑ کے لال وہ گہوارہ میں ماں کی پاکدامنی کے گواہ بنے انھوں نے گہوارہ سے نکل کر ناموسِ اسلام کی حفاظت کی وہ مسیح ان کی خاک تربت مسیحا۔ اب مقام ادب ہے روانی طبع کہتی ہے کہ ننھے مجاہد کو اپنے باپ دادا کے پیکر میں دیکھوں اور یہ تعجب کی بات نہیں ہے اگر بیٹا بزرگوں کے کمالات کا ورثہ دار ہو لہٰذا کہنے کا حق یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ماں کے انتقال کے بعد بھوک سے امتحان شروع ہوا اور ۶۰ ۴ انائیں بدلی گئیں مگر فرزند عبداللہ نے کسی کا دودھ منہ میں نہ لیا لیکن یہ امتحان جنابِ حلیمہؑ کے آنے پر ختم ہو گیا علی اصغرؑ کا امتحان مجسمہ غضب حرملہ کے آنے پر ختم ہوتا ہے آپ کو ہجرت کر کے وطن چھوڑنا پڑا مدینہ میں پناہ نہ ملی رسولؐ پر جرم تبلیغ میں پتھر برسائے جاتے تھے تو بے گناہ اصغرؑ پر حسینؑ کا فرزند ہونے کے جرم میں لوہے کا تیر پھینکا گیا۔

حضرت علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ ولادت کے بعد فاطمہؑ بنتِ اسد نے باندھ دیئے تو آپ نے قماط چاک کرتے ہوئے عرض کیا **یا اماہ لا تشدی یدی فانی البصبص لربی** اے مادرِ گرامی میرے ہاتھ نہ باندھیے میں اپنے رب سے مناجات میں محو ہوں تو علی اصغرؑ نے جناب امام حسینؑ کی آواز استغاثہ سن کر قماط چاک کر ڈالا اور بزبان بے زبانی عرض کیا کہ میں نصرت کے لئے حاضر ہوں۔

حضرت فاطمہ زہراؑ صلوٰات اللہ وسلامہ علیہا کے سر سے عالم طفولیت میں ماں کا سایہ اُٹھا علی اصغرؑ نے رضاعت میں آغوش مادر چھوڑی جناب سیدہؑ نے بچوں کی صحت کے بعد تین روزے پیہم رکھے اور پانی سے افطار کر کے سائل کو در سے محروم نہ پھیرا تو علی اصغرؑ نے تین روزے بخشش امت جد کے لئے ایسے رکھے جو پانی سے بھی افطار نہ

ہوئے خود پیاسے رہے مگر اپنے خون سے تیرِ ظلم کی جو سائل بن کر آیا تھا پیاس بجھائی۔

امام حسنؑ نے خاموش زندگی بسر کی اس پر ظلم پرور امت نے زہر سے کام تمام کیا علی اصغرؑ کو بھی یہ ورثہ ملا اور بے زبان بچہ پر جو تیر پھینکا گیا وہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔

اے علی اصغرؑ آپ کی شہادت معصومیت اور بے گناہی کا قتل، حسن وخوبصورتی کا استیصال ہمت و بہادری کی خونریزی، شرافت وعزت کو کند چھری سے ذبح کرنے کے مترادف ہے اس انسانیت سوز ظلم پر روزِ قیامت تک دنیائے تہذیب نفرین کرے گی۔

(تاریخ شہزادہ علی اصغرؑ... آغا مہدی لکھنوی .صفحہ ۶۶ تا ۷۴)

شاہزادہ علی اصغرؑ آغوشِ فاطمہؑ میں:

دودھ پیتے بچہ کی منزل گہوارۂ آغوشِ مادر یا صرف بہنوں پھوپھیوں کی گود ہوسکتی ہے مگر شاہزادۂ علی اصغرؑ چاہنے والوں کی گود سے جدا ہو کر باپ کے ہاتھوں پر رہے پھر تیر کھا کر کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر کچھ دیر آرام کیا آخر میں گوشۂ لحد آباد کیا ہاتفِ غیبی کی ندا نہ بھی آتی تو ہم سمجھ چکے تھے کہ تیرِ ظلم کا شہید جنت الماویٰ میں پرورش پائے گا اور زخمی مجاہد کی تربیت کسی مزاج داں کے سپرد ہونا چاہیئے۔ جو بچّہ کے رگ و ریشہ سے واقف ہو قدرت نے مرنے والے بچوں کی پرورش ملائکہ حور وغلمان کسی کے سپرد نہیں کی اس عہدہ پر اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کو سرفراز فرمایا۔

روی عن الصادقؑ انہ قال ان اللّٰہ تعالیٰ یدفع الی ابراھیم وسارہ اطفال المومنین یغذونھم بشجرۃ فی الجنۃ لھا اخلاف کا خلاف البقر فی قصر من در فاذا کان یوم القیامۃ لبسوا وطیبوا واھدوا الیٰ ابائھم فھم ملوک فی الجنۃ مع ابائھم۔ (مجمع البحرین ومطلع النیرین)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے آپ نے فرمایا خداوند عالم اطفال مومنین حضرت

ابراہیمؑ اور سارا کے سپرد کرتا ہے اور خلیل اللہ اُن کو جنت کے اُس درخت سے سیر و سیراب کرتے ہیں جس کے ثمر پستان گاؤ سے مشابہ ہیں یہ درخت مروارید آبدار کے ایک عظیم الشان قصر میں ہیں جب قیامت کا دن آئے گا تو حضرت ابراہیمؑ عمدہ کپڑے پہنا کر بچوں کو ان کے والدین کے درجے میں بھیجیں گے پس وہ بہشت میں اپنے ماں باپ کے ساتھ شاہانہ زندگی بسر کریں گے۔

یہ خدمت بظاہر حضرت ابراہیمؑ کے سپرد اس وقت تک رہی جب تک خاتونِ جناں حضرت فاطمہ زہراؑ نے دنیا کو خیر باد نہیں کہا جب دختر رسولؐ نے رحلت کی اس وقت سے یا تو یہ خدمت کلیتاً معصومہ عالم کے سپرد ہوئی یا آپ نے اپنے جدامجد سے تعاون اپنی سیرت قرار دیا دوسرے مقام پر حدیث میں یہ بھی ہے **طفل المومن اذا مات یدفع الٰی فاطمة تغذوه حتیٰ یقدم ابواه اواحد من اهلبیية فیدفع الیهم** مردِ مومن کا بچہ جب مرجاتا ہے تو حضرت فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں اُسے حاضر کرتے ہیں اور معصومہ کونین بنفس نفیس اس کی پرورش میں زحمت برداشت کرتی ہیں جب تک کہ اس کے ماں باپ یا کوئی قریبی رشتہ دار فوت نہیں ہوتا۔

(مجمع البحرین محقق طریحی)

یہ اخبار دیکھ کر دل کے ٹکڑے ہوجاتے ہیں اس تصور میں کہ جب تیر حرملہ سے زخمی ہوکر علی اصغرؑ فاطمہ زہراؑ کے سامنے لہو میں نہائے ہوئے پہنچے ہوں گے تو دردرسیدہ دل پر کیا گذری ہوگی۔ (تاریخ شہزادہ علی اصغرؑ صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۴)

باب دوم

مصائبِ حضرت علی اصغر علیہ السّلام

☆ ستارہ۔۱

مصائبِ حضرت علی اصغرؑ

کربلا کے راستے میں

۲۴۔ خلافت خاندانِ ابوسفیان پر حرام ہے:

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ جیسے جیسے معاویہ کے مرنے کے دن نزدیک آئے تو اپنے بیٹے یزید پلید کو کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے۔ یزید کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور کہا کہ بیٹے میں نے بہت بڑے بڑے بدمعاشوں، سرکشوں کی گردنیں نیچی کردی ہیں اور ان کو ذلیل وخوار کردیا ہے اور خلافت کا راستہ تیرے لئے صاف کردیا ہے اور تمام سلطنت کو تیرے قبضے میں دے دیا ہے البتہ تین آدمی مجھ سے بے قابو رہے ہیں ان کو اپنی گرفت میں نہیں لے سکا ہوں۔

۱۔ عبداللہ بن عمر

۲۔ عبداللہ بن زبیر

۳۔ حسینؑ بن علی علیہ السلام۔

۱۔ لیکن فکر والی بات نہیں ہے کہ عبداللہ بن عمر تو تیرے ساتھ ہو جائے گا تو اس سے نرمی برتنا اور اس کی مرضی پر چھوڑ دینا۔ اس سے تجھے نقصان نہیں پہنچے گا۔

۲۔ عبداللہ بن زبیر یہ سخت قسم کا انسان ہے مکر و حیلے سے اس پر قابو پالینا اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا کیونکہ شیر لومڑی والا قصہ ہوگا۔

۳۔ لیکن حسینؑ بن علیؑ۔ ان کے بارے میں تم کو معلوم ہے کہ پیغمبرؐ خدا سے کتنی نزدیکی قرابت رکھتے ہیں گویا کا گوشت اور پوست ہیں۔

اور میں جانتا ہوں کہ اہلِ عراق بھی ان کا ساتھ نہیں دینگے پھر موقعہ پا کر ان کو تباہ کردینا اور اگر تجھے ان پر کامیابی ہو جائے تو کچھ نرمی سے کام لینا کیوں کہ ہماری پرانی رشتہ داریاں ہیں اور جہاں تک بھی ہوسکے ان کے درپئے آزار نہ رہنا حالانکہ وہ تجھے اپنا دشمن ہی تصور کریں گے۔

پھر جب معاویہ مر گیا اور یزید نے خلافت وحکومت سنبھالی تو اپنے قاصد کو مدینے روانہ کیا اور یہ شخص یزید کا چچا عبداللہ ابن ابوسفیان تھا۔ عتبہ مدینے میں آیا۔ اس سے پہلے مدینے کا حاکم (گورنر) مروان بن حکم تھا عتبہ نے اسے اس کے مقام سے بلند کیا اور خود اس سے نیچے ماتحتی میں بیٹھا تاکہ یزید کا فرمان اسے سنائے۔ مروان فوراً ہی بھاگ گیا اور پھر عتبہ کے ہاتھ نہ لگا۔ عتبہ نے کسی قاصد کو امام حسینؑ کی خدمت میں روانہ کیا کہ وہ جا کر کہے کہ یزید نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ ان کی بیعت کر لیں۔

عتبہ کو امام حسینؑ نے جواب دیا کہ تم جانتے ہو کہ ہم اہلِ بیتؑ خاندانِ کرامت و معدنِ رسالت اور حق کے علمبردار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت ہمارے سپرد کی ہے۔ ہم حق بولتے ہیں اور ہم وحیٔ خدا کے تابع بات کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے نانا رسولؐ خدا سے سنا ہے کہ خلافت خاندانِ ابوسفیان پر حرام ہے۔

اب تم ہی فیصلہ کرو کہ ان حالات میں میں کیسے بیعت کر سکتا ہوں۔ پس جیسے ہی عتبہ نے یہ سنا تو فوراً ہی اپنے مُنشی کو بلا کر کہا کہ فوراً ایک تحریر لکھو۔

بہ نام خداوند بخشندۂ مہربان۔ منجانب عتبہ بن ابوسفیان۔ بہ جانب عبداللہ۔ یزید ابنِ معاویہ۔

امابعد۔ کہ حسینؑ بن علیؑ تجھے لائق بیعت نہیں سمجھتے اور تیری خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اب بتاؤ آگے کا حکم کیا ہے؟ والسّلام

بس جیسے ہی یہ نامہ یزید ملعون (کہ خدا اس پر بے شمار لعنت کرے) کو ملا تو اس نے فوراً ہی جواب لکھا کہ مجھے لوٹتی ڈاک سے فوراً جواب دیا جائے کہ میری بیعت کے خلاف کون کون لوگ ہیں جو مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اور تجھے چاہیئے کہ میرے اس خط کے جواب میں سر حسینؑ بن علیؑ کاٹ کر مجھے بھیج دیا جائے۔

۲۵۔روضۂ رسولؐ پر امام حسینؑ کا خواب:

یزید کو جیسے ہی امام حسینؑ کے بیعت نہ کرنے کی اطلاع ملی تو اس نے امام حسینؑ کو قتل کرنے کا حکم جاری کر دیا۔اب امام حسینؑ کو جیسے ہی اطلاع ملی تو آپ نے ملکِ حجاز چھوڑ کر عراق چلے جانے کا قصد کیا۔ جب رات ہوگئی تو امام حسینؑ مسجدِ نبویؐ میں تشریف لائے تا کہ ان کے مزارِ اقدس سے وداع ہولیں اس لئے جب مزارِ مقدس کے قریب پہنچے تو پیغمبرؐ خدا کے مزار مقدس سے ایک نور چمکا۔ پھر امام حسینؑ اپنے گھر کو واپس آ گئے۔

دوسری رات کو پھر امام حسینؑ مزارِ مقدسِ نبویؐ سے وداع ہونے آئے تو روضے میں ایک راہ پیدا ہوگئی تو امام حسینؑ نے وہاں کھڑے ہو کر نماز ادا کی اور نماز کو طولانی کر دیا تا کہ سجدے میں رو رو کر عرض کریں۔ روتے روتے آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کہ خواب میں نانا نظر آئے اور آتے ہی حسینؑ کو گود میں لے لیا اور سینے سے لگایا اور دونوں آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دے کر فرمایا:

''مری جان تجھ پر قربان ہوجائے۔ میں ملاحظہ کر رہا ہوں کہ ایسے حالات ہوجائیں گے کہ تجھے میری امت والے شہید کریں گے، خاک وخون میں نہلائیں گے اور یہ وہ گروہ ہوگا جو مجھ سے شفاعت کی امید بھی رکھتا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا کچھ نہ ملے گا، جہنم میں جائیں گے۔ اے میرے بیٹے اب تم اپنی ماں، باپ بھائی سے بھی الوداع ہولو وہ بھی تمہاری دید کے مشتاق ہیں اور جنت میں تمہارے لئے اعلیٰ مقام ہیں جو شہادت کے بعد ملیں گے''۔

امام حسینؑ یہ خواب دیکھتے ہی روتے ہوئے اُٹھے۔ اپنے اہلِ خاندان کے پاس آئے اور سب کو اپنے خواب سے باخبر کیا اور پھر سب سے وداع ہوئے پھر محملیں منگوا

کر بہن، بیٹی، بیٹے، بھتیجے قاسمؑ وغیرہ کو سوار کیا اور اکیس اپنے ہمرائیوں کے ساتھ سفر کا آغاز کیا کہ ان میں من جملہ تھے۔ (ا۔امالی شیخ صدوق مجلس سی ام۔ترجمہ عباس عزیزی)

(۲۔امالی شیخ صدوق مجلس سی ام۔ترجمہ عباس عزیزی)

۲۶۔ بچوں کو کربلا لانے کا راز:

جس رات کے گزرنے پر صبح ہونے پر روانگی تھی ان کے بھائی محمد بن حنیفہؓ امام حسینؑ کے پاس آئے اور درخواست کی کہ بھائی جان۔ اہلِ کوفہ ایسے بدقماش و بدترین انسان ہیں کہ آپ نے دیکھا کہ آپ کے باپ اور بھائی کے ساتھ انہوں نے کیا کیا اور مکر و حیلہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ مجھے یہی فکر لاحق ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی اسی طرح کی بے وفائی کرینگے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو مکے میں جا کر قیام کیجیئے کہ وہ خانۂ خدا ہے۔ وہاں امان ہے اور کوئی شخص بھی مکے میں آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکے گا۔ امام حسینؑ نے اپنے بھائی محمد حنیفہ کو جواب دیا کہ مجھے خوف ہے کہ مجھے عین کعبے میں قتل کر دیا جائے گا اور کعبے کی حرمتؐ کو ختم کر دیا جائے گا۔ یہ سن کر محمد بن حنفیہؓ نے کہا کہ اگر حالات اس قسم کے ہیں تو آپ یمن کی طرف یا جنگل بیابان میں کہیں دور چلے جائیے تا کہ آپ کو کوئی پا نہ سکے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اس بارے میں غور کروں گا۔

صبح کے وقت امام حسینؑ نے مکے سے عراق کی طرف سفر شروع کر دیا۔ اب جیسے ہی یہ خبر محمد بن حنفیہ کو ملی تو بے تابانہ محمد حنفیہ امام حسینؑ کے پاس آئے اور اونٹ پر سے امام کو نیچے بلا کر فرمایا کہ آپ نے سوچنے کیلئے کہا تھا لیکن آپ تو فوراً ہی روانہ ہو گئے۔ کیا وجہ ہے کہ اتنی جلدی سے آپ نے مکے سے نکلنے کا طے کر لیا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ جیسے ہی آپ مجھ سے مل کر گئے تو نانا جان میرے سامنے آ گئے اور فرمایا کہ مکے سے باہر نکلو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی راہ میں کشتہ دیکھنا چاہتا ہے۔ محمد بن حنفیہ نے جب امام

حسینؑ کی گفتگو سنی تو فرمایا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون۔**

اس کا مطلب ہے کہ آپ شہادت کیلئے جا رہے ہیں تو اپنے ساتھ عورتوں اور بچوں کو کیوں لے جا رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو قیدی دیکھنا چاہتا ہے۔ محمد حنفیہ نے جب یہ سنا تو کفِ افسوس ملتے ہوئے غم و رنج میں ڈوب کر روتے ہوئے امام حسینؑ سے رخصت ہوئے اور واپس اپنے گھر آ گئے۔ (منتہی الاعمال، ج ا، ص ۶۰۰)

۲۰۔ امام حسینؑ عورتوں کو کربلا کیوں لائے:

جس وقت عبداللہ بن عباس کو امام حسینؑ کے سفر کی اطلاع ہوئی کہ عراق جا رہے ہیں تو آپ امام حسینؑ کے پاس آئے اور بہت گڑگڑا کر کہا کہ آپ مکہ چھوڑ کر نہ جائیں اور اہل کوفہ کی برائی کی کہ وہ بے ایمان لوگ ہیں، بے بھروسہ ہیں۔ مکر و حیلہ بہت کرتے ہیں۔ انہوں نے آپ کے باپ کو شہید کر ڈالا اور آپ کے بھائی حسنؑ کو زہر سے شہید کر ڈالا اس لئے وہ آپ کے ساتھ بھی بدتر سلوک ہی کرینگے اور بے یار و مددگار تنہا چھوڑ دینگے۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ دیکھو یہ کتنے بہت سارے خطوط مجھے اہلِ کوفہ نے لکھے ہیں اور مجھے بلانے کی دعوت دی ہے اور مسلمؑ بن عقیل کا خط بھی میرے پاس آ گیا ہے کہ کافی کوفیوں نے میری بیعت کر لی ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ اگر آپ نے جانے کا ارادہ طے کر لیا ہے تو عورتوں، بچوں کو اس گرمی کی شدت میں لمبے سفر میں نہ لے جائیے۔ یہ لوگ کسی قسم کی رعایت نہیں کرنے والے ہیں آپ کو مع اہل و عیال شہید کر دینگے۔

امام حسینؑ نے ابن عباس سے کہا اللہ نے چاہا ہے کہ اپنی راہ میں ان کو اسیر دیکھے تا کہ دشمنانِ دینِ خدا ذلیل اور رُسوا ہو جائیں۔ اللہ کا ارادہ ظاہر ہوا اہل سقیفہ اور بنی

اُمیّہ بدنام ہوئے اور ظالم ثابت ہو گئے۔ اور امام حسینؑ مع بچوں اور عورتوں کے کربلا کی طرف روانہ ہو گئے۔ (منتھی الآعمال، ج۱، ص۶۰۱)

۲۸۔ امام حسینؑ بچوں کو لے کر مدینے سے روانہ ہو گئے:

امام حسینؑ اپنے اہل وعیال کی طرف واپس آ گئے اور اپنی پوری گفتگو اہلخانہ کو سنائی اور پھر عراق کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنی بہنوں جناب زینبؑ وامِ کلثوم اپنی بیٹیوں اور بھتیجے قاسمؑ کو محمل میں سوار کرایا اور بیس (۲۰) افراد کی سرکردگی میں یہ قافلہ روانہ ہوا۔

۲۹۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کی اطلاع:

جب امام حسینؑ کے عراق روانہ ہونے کی خبر عبداللہ بن عمر نے سنی تو تیزی سے امام حسینؑ کی طرف روانہ ہوئے حالانکہ ایک منزل طے ہو چکی تھی اور جا کر امام حسینؑ سے کہا کہ آپ نے کہاں کا قصد کر لیا ہے؟ امام حسینؑ نے فرمایا کہ عراق جا رہا ہوں۔

عبداللہ بن عمر نے کہا کہ حرم کعبہ کی طرف واپس لوٹ چلیئے۔ امام حسینؑ نے منع کر دیا تو عبداللہ نے کہا کہ آپ کے نانا جس جگہ آپ کا گلا چوما کرتے تھے میرے قریب لائیے۔ امام حسینؑ نے سینے کو کہا تو عبداللہ بن عمر نے تین بار سینے کو بوسہ دیا۔ بوسہ دے کر رونے لگے اور کہا کہ میں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔ اے میرے آقا حسینؑ اس سفر میں آپ کو شہادت نصیب ہوگی۔

امام حسینؑ اپنی تنہا شہادت سے ہی واقف نہ تھے بلکہ آپ علمِ امامت سے جانتے تھے کہ میرے بیٹے بھی شہید ہونگے اور مخدراتِ عصمت وطہارت بھی سب قیدی بنالی جائیں گی۔ حتیٰ کہ امام حسینؑ کو حضرت علی اصغرؑ کی شہادت تک کی خبر تھی کیونکہ شبِ عاشور میں آپ نے اپنے ساتھیوں کو جنت کا مقام دکھا کر بشارت دے دی تھی۔ پھر

بھتیجے قاسمؑ سے خطاب فرمایا تھا اور ان کو بھی شہادتِ علی اصغرؑ سے آگاہ کیا تھا جبکہ علی اصغرؑ اس وقت چھ ماہ کے شیر خوار بچے تھے اور اتنے چھوٹے بچے اپنا دفاع کس طرح کر سکتے تھے اور حضرت علی اصغرؑ کو اپنے ساتھ لانے کا مقصد یہ تھا کہ پوری دنیا کو مظلومیت کی صدا سنا دیں اور بنی امیہ کے ظلم کو بتا دیا جائے۔

۳۰۔ بنی اُمیّہ کی دھوکا دہی:

امام حسینؑ کا قافلہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ عراق کی سمت رواں دواں ہے۔ پہلے منزلِ رھیمیہ پر پہنچے۔ اس وقت ایک دشمن اہلِ بیتؑ امام کے پاس آ کر کہنے لگا کہ اے پیغمبرؐ کے بیٹے کیا سبب ہوا کہ آپ نے مدینہ چھوڑ دیا۔ اس دشمن کا نام اباھرم تھا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے اباھرم تجھ پر لعنت ہو (وائے ہو) بنی امیہ مجھے برا کہتے ہیں پھر بھی میں نے صبر سے کام لیا۔ میرا مال لوٹ لیا صبر کیا اور اب میرا خون بہانا چاہتے ہیں اس لئے میں نے سفر اختیار کیا ہے اور مجھے یہ یقین ہے کہ یہ لوگ مجھے اور میرے اہل وعیال کو قتل کرینگے اور قیدی بنالینگے۔ اللہ تعالیٰ کا بے حد و بے حساب شکر ہے کہ اس نے دشمنوں کو ذلت و خواری کا لباس پہنا دیا ہے اور ان پر تیز تلواریں اور غم کو مسلط کر دیا ہے۔ ذلت و خواری سے ہی جئیں گے اور ان پر اللہ تعالیٰ کسی کو مسلط کرے گا (حضرت مختار ثقفی کو) کہ وہ ان کو انکے کیئے کا مزہ چکھائے گا اور ذلیل و خوار کرے گا۔

۳۱۔ حسینی بچوں نے تحریکِ حسینی کو زندہ کر دیا:

ہاں۔ ہاں۔ حسینؑ نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مطابق یزید کے خلاف قیام کیا ہے اور دین خدا کی حفاظت اپنے ذمے لی ہے اور حسینی تحریک کو چلانے اور زندہ رکھنے کیلئے یہ اسکیم قیامت تک باقی رہے گی اور قیامِ قیامت تک یہ ذکرِ عزا باقی رہے اور

لوگ غم میں روتے رہیں اور گریہ کرتے رہیں اور عزائے حسینؑ کو قیامت تک زندہ رکھیں اور راہِ کربلا میں قدم رکھیں اور بچے عورتیں اور تمام اعزّہ کو اس لئے بھی ساتھ لے جانا ہے کہ ہر کوئی اپنے اپنے طور پر اللہ تعالیٰ کا وظیفہ خیر وخوبی سے بجالائے اور امام حسینؑ اپنے شش ماہے علی اصغرؑ کو بھی اس صحرائے خونین میں لے کر آئے تھے حالانکہ شیر خوار ہے اور کوئی اسلحۂ جنگ بھی اپنے پاس نہیں رکھتا ہے لیکن یہی شہادتِ شیر خوار علی اصغرؑ۔ یزید پلید کو تمام عالم میں بدنام و ذلیل کردے گی اور دشمنیٔ بنی امیہ کی قلعی چاک ہوجائے گی اور پتہ چل جائے گا کہ تحریکِ حسینی حقانیت پسند تھی اور انکے دشمن ذلیل و خوار اور سنگ دل تھے۔

۳۲۔ راستے کا ایک خواب:

پھر قافلۂ حسینی دوسری منزل ''عذیب'' پر پہنچا۔ یہاں پر امامؑ نے ایک خواب دیکھا تو روتے ہوئے خواب سے بیدار ہوئے۔ امام حسینؑ کے بڑے بیٹے شہزادہ علی اکبرؑ نے پوچھا بابا جان آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس وقت کا دیکھا ہوا خواب کبھی بھی جھوٹا نہیں ہوتا ہے۔ مجھے کسی نے خواب میں کہا کہ تم تیزی سے کربلا کی سمت جارہے ہو حالانکہ موت تم کو جنت میں لے جانے کی کوشش کررہی ہے۔ یہ خواب امام کے قافلے والے بھی حضرات نے سنا جس میں بچے بوڑھے، نوجوان اور عورتیں سبھی تھیں اور اب سب کو پتہ چل گیا کہ یہ کاروانِ شہادت ہے اور یہ سب لوگ راہِ حق میں شہید ہونگے۔ (امالی شیخ صدوق)

۳۳۔ کربلا میں داخل ہوتے وقت امامؑ کا گریہ:

جب امام حسینؑ کربلا کے علاقے میں پہنچے اور آپ نے حکم دیا کہ خیمے نصب کیے

جائیں۔ جب خیمے نصب ہوگئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تقریباً اس وقت امام کے ساتھی صرف چالیس (۴۰) افراد تھے جن میں سے تیس (۳۰) افراد شروع ہی میں شہید ہوگئے اور مع حضرت سجادؑ نو (۹) افراد چھوٹے بچے تھے جس میں بزرگ حضرتِ عباسؑ تھے اور چھوٹے حضرت علی اصغرؑ تھے۔ سب سے امام نے فرمایا کہ خیمے میں جمع ہو جائیں۔ عورتیں ساٹھ (۶۰) عدد تھیں اور اولادِ عقیل تھیں سب ملا کر ۱۲۰ اعدد تھیں جو اہلِ بیتؑ اور امام سے وابستہ تھیں۔

فجمع الحسینؑ ولده و اخوته اهل بیة ثم نظر الیهم فبکی ساعة

حضرت نے سب کو جمع کیا پھر رونے لگے اور سب سے فرمایا کبھی ان کو دیکھتے تھے اور کبھی گریہ کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر تمام عورتیں بھی رونے لگیں۔ غرض بچے اور بزرگ و عورتیں سبھی نے رونا شروع کر دیا۔ پھر آپ نے خدا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ پالنے والے ہم سب تیرے رسولؐ کی عزت ہیں اور ہم خانۂ کعبہ سے جدا ہو کر یہاں آئے ہیں ہم کو دشمنوں نے ہمارے وطن سے دور نکال دیا ہے۔ بنی امیہ نے ہم کو تکلیف میں ڈالا ہے۔ تو حق کو ان سے چھین لے اور ہماری نصرت عطا فرما۔ اب اس طرح کرنے سے حضرت کی غرض دل کو تسلی دینے سے ہی تعلق رکھتی تھی۔ اپنے عزیزوں کی تسلی مقصود تھی کیونکہ جب یہ لوگ یزیدی لشکروں کو آتا دیکھتے تھے تو خوف و ہراس چھا جاتا تھا اور شاید اس بات سے امام کی غرض یہ بھی ہو کہ ہر شخص کے چہرے سے اس کی پریشانی جاننا چاہتے ہوں۔ امام کو تو روزِ عاشورہ کے تمام واقعات کا علم تھا۔ عباسؑ، قاسمؑ و علی اکبرؑ سب جا چکے ہونگے اور صرف علی اصغرؑ خیمے میں ہاتھ پیر مار رہا ہوگا اور پھر اس کو تیر سہ شعبہ لگے گا۔ امام حسینؑ نے گریہ کر کے ان بچوں، عورتوں اور جملہ افراد پر رو کر مجلس قائم کر دی اور عزاداری کی بنیاد ڈال دی۔ (مصائب امام حسینؑ مولف شیخ جعفر شوستری، ص ۷۶)

شبِ عاشور اور حضرت علی اصغرؑ:

تاریخ ہمیں یہ نہیں بتاتی کہ یہ چھ مہینے کا سفر معصوم شہزادے نے کیسے گزارا، ہاں ہمیں تاریخ اور کتب روضہ یہ ضرور بتاتی ہیں کہ سات محرم کے دن کو پانی بند ہوا گرمی کے موسم کی وجہ سے معصوم بچوں پر پیاس کا غلبہ ہونا فطری عمل تھا۔

دسویں کی رات ہے، ایک خیمہ کے باہر ایک چھوٹا سا گھوارہ آویزاں ہے، اس گھوارے میں ایک معصوم ہے جو پیاس سے بے قرار ہے، معصوم کی آنکھیں بند ہیں، کسی کسی وقت پیاس سے کروٹ بدلتا ہے، ایک عجیب حالت ہے کہ جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا، تمثیل کے رنگ میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جس طرح موتیا کا نازک سا ادھ کھلا پھول گرمی کی حدت میں کملا جاتا ہے اسی طرح ممتا کے اس نازک غنچہ کے چہرۂ انور کا رنگ زرد ہو چکا تھا، پیاس کی شدت سے پھول کی پتی سے زیادہ نازک ہونٹ خشک ہو چکے تھے، حتیٰ کہ آنکھیں کھولنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی، خدا جانے کیا مصلحت تھی کہ جس کے تحت تمام احباب ان کی یہ حالت دیکھ کر رو کر خاموش ہو جاتے تھے۔

پیاس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ کوئی بھی معصوم کی یہ حالت دیکھ نہیں سکتا ہے، اس لئے شہزادے کی بہن حضرت سکینہؑ ہر خیمہ میں جا کر ایک ایک کو اپنے معصوم بھائی کی حالتِ زار بیان کرتی ہیں کہ میرے بھائی کو جب پیاس مجبور کرتی ہے تو کسی کسی وقت آنکھیں کھولتے ہیں، ان کی مٹھیاں بند ہیں اور اب تو نبض بھی رُک رُک کر چل رہی ہے، جس طرح مچھلی پانی کے بغیر تڑپتی ہے، ان کی اب کچھ ایسی ہی کیفیت ہے۔

معصوم کی یہ حالت دیکھ کر ان کی ماں حضرت اُمِ ربابؑ روتی ہوئی ایک طرف چلی گئیں کہ بیٹے کی یہ حالت ان سے اب شاید برداشت نہیں ہو سکتی ہے، ایک معصوم بہن ہے جو بھائی کی پیاس تو نہیں بجھا سکتی مگر پیاسے بھائی کو سلانے کی کوشش کر رہی ہے اور

لوری سنا رہی ہے، روکر کہتی ہیں کہ بھائی! آپ کے دکھوں پر بہن قربان ہو، اب تو سو جائیں، جب آپ روتے ہیں تو میرا کلیجہ پھٹنے لگتا ہے، مجھے خشک زبان مت دکھلائیں کہ اب مجھ سے یہ منظر برداشت نہیں ہوتا ہے، اب تو سو جائیں میرے چاند۔

شب عاشورا ایک مرتبہ حضرت عباسؑ جب خیام میں آئے تو انہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ معصومہؑ بی بی حضرت سکینہؑ کے ساتھ بیالیس ۴۲ معصوم ہیں جن کے ہاتھوں میں خالی جام ہیں، ایک ایک خیمہ میں جاتے ہیں، پانی طلب کرتے ہیں، جس وقت معصومہ بی بی کی نگاہ اپنے چچا پر پڑی تو روتی ہوئی ان کے قریب آئیں اور عرض کیا کہ چچا جان! آپ بہتر جانتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سے سوال نہیں کیا مگر آج معصوم بھائی کی پیاس نے مجھے سوال کرنے پر مجبور کیا ہے۔

چچا جان! پیاس کی شدت سے اب میرے بھائی کو نیند بھی نہیں آرہی ہے، اگر ممکن ہوسکے تو کہیں سے تھوڑا سا پانی لادیں تاکہ میرا بھائی بچ جائے۔

چچا کے سامنے جب معصومہؑ بی بی نے پانی کا تقاضہ کیا تو حضرت عباسؑ روتے ہوئے خیام سے باہر چلے گئے، معصومہ بی بیؑ خالی جام ہاتھ میں لئے خاموشی سے انہیں باہر جاتا ہوا دیکھتی رہیں۔

جس وقت کہیں سے معصوم سکینہؑ کو پانی نہیں ملا تو بہت بے آس اور دل شکستہ ہوکر واپس صغیر بھائی کے گہوارے کے قریب آئیں اور بھائی کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ آنکھوں سے لگا کر رونے لگیں اور فرمایا کہ بھائی! میں آپ کی خاطر خالی مشک اُٹھا کر ہر خیمہ میں گئی ہوں مگر اب ہر طرف سے مایوس اور نا امید ہوکر لوٹ آئی ہوں کہ کہیں سے بھی مجھے پانی نہیں مل سکا، بھیا! بہن کی مجبوری ہے، بہن پر ناراض نہ ہونا، شہزادہ علی اصغرؑ کی والدہ حضرت اُمّ ربابؑ کی کیا کیفیت ہے؟ جس دکھی ماں کا معصوم پیاس

سے جاں بہ لب ہو اس کی کیا حالت ہو سکتی ہے، یہ ہر کوئی سمجھ سکتا ہے، بی بی رو کر فرماتی ہیں بیٹا میرا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ کو چھوڑ کر چلی جاؤں مگر آپ کی حالت غریب ماں سے دیکھی نہیں جاتی، میں آپ کو لوری دینا چاہتی ہوں، سلانا چاہتی ہوں مگر پیاس کی وجہ سے آپ کو نیند بھی تو نہیں آتی، جب آپ آہستہ آہستہ اور رُک رُک کر سانس لیتے ہیں تو میں بہت گھبرا جاتی ہوں، اب مجھ سے آپ کے پیاسے خشک ہونٹ دیکھے نہیں جاتے، مگر کیا کروں کہ نہ تو میں آپ کی پیاس بجھا سکتی ہوں اور نہ ہی موت اپنے بس میں ہے۔

جس وقت شہزادے کی والدہ گہوارے کے نزدیک تشریف لائیں تو بیٹے کی بے قراری دیکھ کر ماں کی مامتا تڑپ اُٹھی، رو کر فرماتی ہیں بیٹا! ایک مرتبہ تو ماں کے ساتھ بات کر لیں، آخر آپ مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟ دیکھیں تو میں کب سے آپ کو بلا رہی ہوں میں جانتی ہوں کہ آپ بہت زیادہ پیاسے ہیں، مگر میری بھی مجبوری ہے کہ دریا پر ظالمین کا پہرہ ہے، خیام میں کسی کے پاس پانی نہیں ہے، آپ کے پاک بابا کو کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، آخر میں کیا کروں۔

(مجالس المنتظرین علی روضۃ المظلومین صفحہ ۲۵۹ تا ۲۶۲)



مصائبِ علی اصغرؑ روزِ عاشور

الف۔ علی اصغرؑ کی امید اپنے چچا عباسؑ سے:

۳۴۔ عباسؑ، حسینؑ کے بچوں کا آرامِ دل وجاں

جب تک حضرت عباسؑ زندہ رہے تو امام حسینؑ کے تمام بچوں کو ڈھارس رہی اور کسی بھی قسم کا خوف و ہراس نہ تھا کیونکہ عباسؑ اپنے باپ امیر المومنینؑ کی شوکتِ حیدریہ اور شجاعتِ علویہ کے مالک تھے۔ عباسؑ گویا طاقت و ہمّت کا خزانہ تھے۔ امام حسینؑ کو بھی عباسؑ سے بے حد لگاؤ تھا گویا تنہا عباس پورے لشکر کی طاقت اپنے اندر رکھتے تھے اور لشکر کو للکار کر بھگا دینا ان کا کام تھا اور ہر طرح کا دفاع کرتے تھے۔ جب روزِ عاشورہ امام حسینؑ کو اپنے بھائی عباسؑ نے دیکھا کہ مصیبتوں میں گھرے ہوئے ہیں عباسؑ قریب آئے اور امامؑ سے فرمایا کہ آقا آپ مجھے اجازتِ جہاد عنایت فرمائیں۔ امام حسینؑ رونے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں

انت صاحب لِوائی۔ فاذا مضیئث تتفرق عسکری

امامؑ نے فرمایا۔ بھائی عباسؑ تم تو میرے لشکر کے پرچم دار (علمدار) ہو۔ اگر تم چلے جاؤ گے تو میرا لشکر ہی ختم ہو جائے گا۔ حضرت عباسؑ نے جواب میں فرمایا:

لقد ضاق صدری من ھؤلٰءِ اُ المنافقین و اُریدان اخذثاری منھم

اے آقا۔ ان منافقوں کی سنگدلی سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے طاقتِ صبر و قرار ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اب دل چاہتا ہے کہ ان سے بدلہ لوں۔

ہاں۔ حضرت عباسؑ اپنی زندگی سے تنگدل ہوتے جا رہے تھے۔ آپ کے سامنے گلشن زہرہ کے چاند ستارے پھول سب ماند پڑ گئے اور خاکِ کربلا پر سو گئے۔ اب تمام بچے علی اصغرؑ، سکینہؑ و رقیہؑ، محمد باقرؑ غرض تمام بچے شدتِ پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔

جب امام نے حضرت عباسؑ کو کمر بستہ پایا تو فرمایا کہ اچھا بھائی ان بچوں کے لئے پانی لینے جائیں۔ (مقتل مقرم، ص ۳۳۵، داسان از فضائل، مصائب و کرامات حضرت ابا الفضل عباسؑ)

۳۵۔ حضرت علی اصغرؑ ہاتھوں پہ چلے گئے:

خیمے میں عباسؑ نے بچوں کی صدائے العطش العطش سنی۔ پانی ہائے پانی۔ جان نکلی جاتی ہے اے عباسؑ۔ بنی ہاشمؑ کے چاند تیرے چہرے کی روشنی چاند سے زیادہ چمکدار ہے۔ میرے ہاتھ سے علی اصغرؑ بھی چلا جائے گا تب بھی صبر کروں گا اور دوبارہ زندہ ہو کر پانی پھر طلب کرے گا۔ میں نے چاروں طرف بھاگ دوڑ کی اور چاہا کہ کسی طرح اس کے لئے پانی حاصل کر سکوں لیکن میں نے صرف ربابؑ کے آنسو ہی دیکھے۔

اگر بچہ پیاسا ہو اور پیاس کی وجہ سے اسے نیند بھی آجائے تو خواب میں پانی ہی پانی کی صدا آئے گی۔ ہماری آواز فرات کے کنارے آسمان تک جا رہی ہے۔ اب تم پیمبرؐ کو قیامت کے دن کیا جواب دو گے۔ بچوں کی صدائے العطش سے دریا شرمندگی سے آب آب ہو رہا ہے۔ یہ خشک مشک جو تم نے اٹھا رکھی ہے اور پانی کی تلاش ہے تو آہستہ آہستہ پانی کہو۔ آلِ رسولؐ سب پیاسی ہے اور پیاس سے بے حال ہے۔ مرنے کے قریب ہے اور گرمی آفتاب کی حدت سے جلے جا رہے ہیں۔ اب اگر خیمہ حسینی سے گزر ہو تو پانی ہی پانی کی صدائیں آئیں گی اور علی اصغرؑ کی حالت غیر ہوگی۔ قیامت کے روز ظالمین کو سزا ملے گی جنھوں نے پانی بند کیا تھا۔ رسولؐ سے کیسے شفاعت کرائینگے۔ حسینؑ پیاسے کا سر کاٹ لیا گیا اور ایک بوند پانی نہ دیا گیا۔ اے کاش سیلاب آجاتا اور سب کو تباہ و برباد کر دیتا۔

(نخل میثم، ج ۲، ص ۳۳۸، شعر از مدارح اہلبیتؑ عصمت و طہارت جناب غلام رضا ساز گار)

۳۶۔ بچوں کی صدائے العطش العطش:

حسینؑ کے خیموں سے بچوں کی آوازِ العطش العطش آسمان تک جا رہی تھی۔ حضرت عباسؑ نے یہ دل خراش منظر دیکھا کہ علی اصغرؑ، سکینہؑ، رقیہؑ اور دیگر بچے پیاس کی شدت سے غش میں پڑے ہیں، بچوں کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا ہے۔ موت قریب آ گئی ہے۔ یہ منظر دل گداز دیکھ کر عباسؑ کا دل گرمیٔ جوش سے کباب ہو گیا اور تابِ ضبط و قرار نہ رہی۔

۳۷۔ علی اصغرؑ کا پیغام گہوارے سے:

اے ساقی۔ اس دشت و بیابانِ کربلا میں پانی کا قحط ہے۔ پیاس مارے ڈال رہی ہے۔ تمام بچے خاک پر بے ہوش ہو کر گر گئے ہیں اور واعطشا (پیاس ہائے پیاس) کی صدا آسمان تک جا رہی ہے۔ اے ساقی اگرچہ تیرا تو کام ہی پینا پلانا ہے مگر یہاں ساقی ہی پیاسا ہے۔ تو ان ننھے بچوں کی پیاس دیکھ اور پیاس کی شدت پر دیکھو علی اصغرؑ بے شیر نے گہوارے سے یہ پیغام دیا ہے کہ اے۔ عمو جان۔ ہم کو پیاس مارے ڈالتی ہے العطش العطش العطش۔

بلبلِ بوستانِ فاطمہؑ پیاس سے ہلاک ہوا چاہتا ہے۔ اہلِ بیتِؑ رسولؐ کی خبر لو۔ ہائے پیاس۔ اے اللہ کے شیر کے شیر۔ تیرے ہاتھوں کو بوسہ دینا چاہے کہ تجھے بچوں کی پیاس یاد ہے اور تمام بچے تمہارے لئے دعا کرینگے۔ اب تو رونے سے آنکھیں بھی خشک ہو گئی ہیں ایک آنسو بھی نہیں نکلتا ہے اور لب بھی خشک ہو چکے ہیں۔

مشک خشک ہے۔ ہمارے لب بھی خشک ہیں اور آنکھیں رو رہی ہیں اگر اے پسرِ بوتراب ہو سکے تو پانی کی کوشش کرو۔ اے میثم کتنے افسوس کی بات ہے کہ آلِ رسولؐ فرات کے کنارے پیاسی ہے اور العطش العطش کی صدا ہے۔

(نخلِ میثم، ج۳، ص ۲۳۸، شعر از مداح اہلبیتِؑ عصمت و طہارت جناب آقائے غلام رضا سازگار)

۳۸۔ گائے کے سامنے اس کے بچے کو ذبح کیا:

ایک جوان قوم بنی اسرائیل کا گائے اور گئو سالہ پرستی کرتا تھا اور فائدہ اٹھاتا تھا۔ ایک روز ایسی ضرورت پیش آئی کہ گئو سالہ کو گائے کی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا۔ گئو سالہ (بچھڑے) کی ماں نے ایسی حالت وقتِ ذبح دیکھی کہ غم و اندوہ سے نالہ درد کھینچنے لگی جس سے در و دیوار لرزنے لگے۔ گائے نے رو رو کر دریا بہا دیئے پھر اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور اس انسان کی شکایت خداوندِ عالم سے کی۔ فوراً ہی جوان کے دونوں ہاتھ خشک مثل لکڑی کے ہو گئے۔ جوان لرزتا کانپتا حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا اور ماجرا بیان کیا۔ حضرت موسیٰؑ واقعہ سنتے ہی غضبناک ہو گئے اور فرمایا کہ یہاں سے بھاگ جا۔ میرے پاس تیرا علاج نہیں ہے۔ تو نے گائے کے سامنے اس کے بچے کو بے دردی سے ذبح کر دیا اور ماں کو زبردست اذیت پہنچائی ہے۔

اے میرے اللہ۔ ایک گائے کے سامنے اس کے بچے کو ذبح کر دیا تو حضرت موسیٰؑ کو بھی جوش آ گیا۔ اب آپ آیئے میدانِ کربلا میں کہ امام حسینؑ کے سامنے کتنے عزیزوں کو شہید کر ڈالا۔ امام حسینؑ نے اس امید میں کہ علی اصغرؑ کی پیاس بجھا لاؤں انکی مادر سے جدا کیا اور میدانِ جنگ لے کر گئے اور دشمنوں کی سنگدلی اس قسم کی تھی کہ شیر خوار معصوم بچے پر بھی رحم نہیں کیا اور بچہ جو اپنے باپ کی آغوش میں تھا تیر سہ شعبہ لگا کر شہید کیا اور اس کا سرتن سے جدا کیا گیا مگر علی اصغرؑ کیا چاہتے تھے۔ کیا وہ اتنا بلند ہونا چاہتے تھے کہ تیر سہ شعبہ کا جواب دیتے۔ آیا دشمن نے ان کے باپ سے بھی کچھ حیا نہیں کی۔ آیا حرملہ بن کاہل اسدی ملعون نے یہ نہ سوچا کہ کل فردائے قیامت رسولِ خداؐ کو کیا جواب دوں گا۔ علی اصغرؑ تو صرف چند قطرے پانی سے سیراب ہو سکتے تھے اور آرام پا سکتے تھے لیکن دشمن حرملہ ملعون نے چند قطرے پانی دینا بھی گوارا نہ کیا اور اس

نابکار نے تین شب و روز کا پیاسا ہی علی اصغرؑ کو شہید کیا۔

اِلا لعنة اللّٰہ علی القوم الظالمین

(صدر الدین قزوینی، ریاض القدس ج ۲، ص ۱۰۵)

حضرت علی اصغرؑ کی پیاس:

۳۹۔ چار سقّے دشتِ کربلا میں:

خداوندِ عالم نے پیاسوں کیلئے امام حسینؑ کے چار سقّے قرار دیئے ہیں۔ اہلِ حرم پر پیاس نے اتنا زبردست غلبہ کیا تھا کہ شدّتِ تشنگی سے بعض تو کمزوری میں زمین پر گر گئے تھے اور اُٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور حضرت علی اصغرؑ شدتِ تشنگی میں کلمہ تلفظی کی شکل تھے یعنی ماہی بے آب کی مثل تڑپ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے چار سقّے مقرر فرمائے تھے (۱) حضرت رسولِ خداؐ ہاتھ میں جام لئے کربلا میں موجود تھے اور ہر شہید کو آبِ کوثر پلا رہے تھے جیسے کہ علی اکبرؑ شہزادے کا واقعہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اے بابا میرے نانا میرے پاس آکر مجھے جامِ کوثر پلا رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا میں ہی پیغمبرؐ خدا کے ہاتھ سے علی اکبرؑ سیراب ہو چکے تھے اور سقائے دوم کہ خود امام حسینؑ ہیں کہ پانچ محرّم جب امام کا پانی بند کر دیا گیا تھا حضرت پشتِ خیمہ پر تشریف لے گئے اور ۱۹ قدم آگے بڑھے اور تھوڑی سی مٹی زمین سے ہٹائی تو چشمۂ آب جاری ہوا۔ حرم نے وہ پانی پیا پھر وہ چشمہ چھپ گیا۔ پھر اہلِ حرم میں ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں آیا اور کسی کو بھیج کر چاہا بھی کہ فوجیوں سے کچھ پانی لے لیں لیکن انھوں نے بھی پانی نہ دیا۔ حر کو بھیجا پھر بھی پانی نہ ملا اور جواب دیا کہ پانی ہرگز ہرگز نہیں دینگے۔

پھر حضرت عباسؑ کو بھیجا گیا لیکن پانی نہیں دیا پھر امام حسینؑ خود میدان میں

تشریف لائے اور کہا کہ میرے اہل بیتؑ کیلئے پانی دو لیکن کسی نے قبول نہ کیا بعد میں فرمایا کہ اگر اے لعینو۔ تم ہمیں پانی نہیں دیتے ہو تو عورتوں، بچوں کو تو پانی دے دو۔ جواب ملا ہرگز ہرگز پانی نہیں دینگے۔ پھر امام نے کہا کہ یہ عورتیں جنگ مین مقابلہ نہیں کریں گی پھر بھی پانی نہیں دیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ چھوٹا بچہ علی اصغرؑ شیر خوار ہے اسے تو پانی دے دو۔ رحم کرو۔ دوزخ نہ کماؤ۔

پھر فرمایا کہ وائے ہو تم پر۔ اے سپاہِ کوفہ و شام تم کو چاہیئے کہ اس معصوم بچے کو سیراب کرو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ پیاس سے اس کی بہت بری حالت ہے۔ اس کی رنگت زرد اور ہونٹ نیلے ہو گئے ہیں۔

(مصائب امام حسینؑ، مولف حاج شیخ جعفر شوشتری، ص ۱۰۰)

۴۰۔ حضرت علی اصغرؑ کے پیاسے لب (خشک لب):

کربلا میں امام حسینؑ کے پاس جو بھی دشمن آیا آپ نے اسے پانی پلایا بلکہ اس کے گھوڑے جانور کو بھی پانی پلایا۔ دشمن کہتا ہے میں پانی پینا چاہتا تھا، آقا کی ہیبت نے مجھے پکڑ لیا۔ میرے ہاتھ کانپنے لگے اور مشک کا دہانہ ٹیڑھا ہو گیا اور پانی بہنے لگا۔ امام حسینؑ بلند ہوئے مشک کا دہانہ پکڑ کر کھولا اور کہا کہ راحت سے پانی پیو۔ دشمن کو بھی پانی دیتے ہیں لیکن وہ لوگ شیر خوار تک کو پانی نہیں دیتے تھے اس لئے دونوں کے اخلاق کا اندازہ لگا لو۔ دشمنوں کا کیسا بدترین اخلاق تھا۔

ایک تہران کا عالم جو اب دنیا میں نہیں ہے بیان کرتا ہے کہ میرا روزہ تو یہ ہے میں نہیں چاہتا کہ شش ماہے کے روزے کو کھولوں۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ فاطمہ زہرہؑ کو غم زدہ کرنا نہیں چاہتا کہ ان کے غصے کو تازہ کروں۔ وہ عالم اپنے دوست سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے بھی ایک بچہ چھ سات ماہ کا تھا۔ آدھی رات کو بچہ رونے لگا

تشریف لائے اور کہا کہ میرے اہلِ بیتؑ کیلئے پانی دو لیکن کسی نے قبول نہ کیا بعد میں فرمایا کہ اگر اے لعینو۔ تم ہمیں پانی نہیں دیتے ہو تو عورتوں، بچوں کو تو پانی دے دو۔ جواب ملا ہرگز ہرگز پانی نہیں دینگے۔ پھر امام نے کہا کہ یہ عورتیں جنگ مین مقابلہ نہیں کریں گی پھر بھی پانی نہیں دیا گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ چھوٹا بچہ علی اصغرؑ شیر خوار ہے اسے تو پانی دے دو۔ رحم کرو۔ دوزخ نہ کماؤ۔

پھر فرمایا کہ وائے ہو تم پر۔ اے سپاہِ کوفہ و شام تم کو چاہیئے کہ اس معصوم بچے کو سیراب کرو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ پیاس سے اس کی بہت بری حالت ہے۔ اس کی رنگت زرد اور ہونٹ نیلے ہو گئے ہیں۔

(مصائب امام حسینؑ، مولف حاج شیخ جعفر شوشتری، ص ۱۰۰)

۴۰۔ حضرت علی اصغرؑ کے پیاسے لب (خشک لب):

کربلا میں امام حسینؑ کے پاس جو بھی دشمن آیا آپ نے اسے پانی پلایا بلکہ اس کے گھوڑے جانور کو بھی پانی پلایا۔ دشمن کہتا ہے میں پانی پینا چاہتا تھا، آقا کی ہیبت نے مجھے پکڑ لیا۔ میرے ہاتھ کانپنے لگے اور مشک کا دہانہ ٹیڑھا ہو گیا اور پانی بہنے لگا۔ امام حسینؑ بلند ہوئے مشک کا دہانہ پکڑ کر کھولا اور کہا کہ راحت سے پانی پیو۔ دشمن کو بھی پانی دیتے ہیں لیکن وہ لوگ شیر خوار تک کو پانی نہیں دیتے تھے اس لئے دونوں کے اخلاق کا اندازہ لگالو۔ دشمنوں کا کیسا بدترین اخلاق تھا۔

ایک تہران کا عالم جو اَب دنیا میں نہیں ہے بیان کرتا ہے کہ میرا روزہ تو یہ ہے میں نہیں چاہتا کہ شش ماہے کے روزے کو کھولوں۔ جانتے ہو کیوں؟ اس لئے کہ فاطمہ زہرہؑ کو غم زدہ کرنا نہیں چاہتا کہ ان کے غصے کو تازہ کروں۔ وہ عالم اپنے دوست سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے بھی ایک بچہ چھ سات ماہ کا تھا۔ آدھی رات کو بچہ رونے لگا

ہم بیدار ہو گئے اور بچے کی یہ طبیعت ہے کہ روتا ہے اور بیدار ہو جاتا ہے پھر دوبارہ آرام کرتا ہے لیکن اس بار ہم نے دیکھا کہ پہلے کی طرح نہیں بلکہ ہم نے ہر ممکن کوشش کی گودوں میں لیا بچے کو بہلایا لیکن بچہ خاموش نہیں ہوا۔ گرمی کا موسم تھا ہم نے دیکھا کہ بچے میں بہت کمزوری آ گئی ہے۔ پتہ نہیں کسی چیز نے کاٹ لیا۔ پھر ہم نے بچے کو کپڑے میں لپیٹا اور لباس پہنایا۔ دیکھا کہ بچے میں کچھ جان سی نہیں ہے پھر بچے نے رونا شرع کر دیا اور پھر روتے روتے بے حال ہو گیا۔ ہم بھی بچے کی وجہ سے رو رہے تھے پھر میں نے بچے کی ماں سے کہا کہ بچے کو ہسپتال لے جانا ہے۔ ہم نے لباس پہنا بچے کو بغل میں لیا اور سڑک پر آ کر سواری کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ قریب میں پانی کا برتن (لیوان) گھڑا تھا ہم نے دیکھا کہ بچہ پانی کی طرف لپک رہا ہے (خم ہو رہا ہے) بچے کے زبان نہیں ہے بول نہیں سکتا لیکن اشارے سے بتا رہا ہے کہ میں پیاسا ہوں۔

ہماری جانیں معصوم علی اصغرؑ پر قربان ہو جائیں کہ چھ ماہ کی زندگی ہے اور منہ سے بول نہیں سکتے ہیں پھر ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ آگے کیا ہوا۔

آقا۔ ایک وقت ہم نے اولیاء کو دیکھا۔ امام زماں نے دیکھا تھا۔ آدم چھوٹے نہ تھے۔ اے اللہ اس شش ماہہ مولودِ مسعود علی اصغرؑ کا واسطہ کہ تمام شیعیانِ اہلِ بیتؑ کی دلی حاجتیں آج ہی پوری فرما دے۔ میں تو شیر خوار کے بارے میں بار بار یہی کہونگا کہ روزِ عاشورہ معصوم صغیرؑ نے بے شمار تکلیفیں اٹھائیں۔ یہ سن کر تمام حاضرین رونے لگے۔

اے خدا۔ ہم رو رو کر تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ مجلسِ شیر خوار بھی منعقد کرتے ہیں۔ ہماری غربت اور بے کسی کو دور فرما دے کیونکہ امام حسینؑ تو دریائے صبر ہیں۔ ان کے واسطے سے ہم پر رحم فرما۔ انہوں نے تیری راہ میں ہر شے لٹا دی اب تو بھی ان کے

واسطے سے ہماری تکلیفات کو دور فرما۔ آوازِ قدرت آئی۔ کہ ہم کو حسینؑ بہت عزیز ہے لیکن نظر نہ ڈالو کیونکہ اگر ان کو زمین پر پاؤ گے تو بے مددگار ہو جاؤ گے۔ آواز آئی (ندا) رہائش کرو۔ ٹھہرو، جنت میں معصوم علی اصغرؑ کو شیر پلایا جا رہا ہے۔

(روضہ ہائی استاد فاطمی نیا، ص ۱۹۸۔۲۰۰)

۴۱۔ ظالم یزیدیوں نے علی اصغرؑ کو پانی نہیں دیا:

ہماری جانیں اہلِ بیتؑ پر قربان ہو جائیں۔ اگر یہ اہل بیتؑ رسولؐ کسی پر ایک نگاہِ کرم ڈال دیں تو ذرہ آفتاب بن جائے۔ زمین والا آسمان پر چلا جائے۔ آفتاب بن کر چمکنے لگے۔ فارسی میں بے شمار شمار شعر کہے گئے ہیں لیکن جنابِ محتشم کاشی نے مرثیے کے بند کہے ہیں۔ ان میں کتنی زبردست خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔

از آب ہم مضائقہ کردند کوفیاں خوش داشتند حرمتِ مہمان کربلا

کیا کبھی ایسا سننے یا دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی شخص کو مہمان بلایا گیا ہو اور چھ ماہ کے بچے تک کو پانی نہ دیا جائے۔ اے خدا کیا بے رحمی ہے۔ کیا کبھی دیکھا ہے کہ مہمان کو بلایا گیا ہو اور اسے پانی بھی نہیں پلایا گیا ہو جبکہ بچے کو لا کر اس کی تشنگی بھی لوگوں کو دکھلائی گئی ہو پھر بھی ان ظالم کمینوں اور بے رحموں نے پانی نہیں دیا۔ جبکہ شہزادہ علی اصغرؑ کی زبان پیاس سے باہر نکل آئی تھی۔ (روضہ ہائی استاد فاطمی نیا، ص ۲۰۱)

۴۲۔ علی اصغرؑ کی پیاس کی شدّت:

لوگوں نے امام مظلومؑ کے ساتھ کوئی ہمدردی اور رحم دلی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اسبابِ رحمت، ذاتِ امام حسینؑ میں قرار دیئے ہیں اور چونکہ ہم حسینؑ مظلوم پر آنسو بہاتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ہم پر رحم فرمائے گا۔ اب آپ یہ جاننا چاہیں گے کہ اسبابِ رحمت ان سے کیسے منقطع ہو گئے۔ تو یہ بات ہر قوم و

ملت کی ہے کہ اگر چھوٹے بچے کو دودھ یا پانی نہیں پلایا جائے گا تو وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔ اگر چہ دشمنی کتنی ہی ہو پھر بھی کچھ تھوڑا رحم کیا جاتا ہے۔ ایک قطرہ آب دے دیتے ہیں لیکن کتنے بدترین کافر تھے وہ یزیدی جنہوں نے معصوم علی اصغرؑ کو ایک قطرۂ آب نہ دیا۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ امام حسینؑ نے روزِ عاشورہ اپنے لئے کوئی خواہش نہیں کی مگر چند مواقع ایسے آئے ہیں جہاں آپ کو خواہش کرنی پڑی۔ پہلا موقع جب تھا کہ امام حسینؑ نے کہا کہ تم اپنے ہاتھ سے پانی کا گھونٹ بچے کو پلا دو۔ میں اپنے لئے پانی ہرگز ہرگز نہیں مانگ رہا ہوں۔ نہ یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے گھر پر پانی لیجانے کیلئے پانی دے دو کہ بچے کو پانی گھر لیجا کر پلا دوں۔ میں بہانہ نہیں کر رہا ہوں بلکہ خود میرے قریب آ کر اپنے ہاتھ سے شیر خوار علی اصغرؑ کو پانی کا ایک گھونٹ پلا دو۔ یہاں امام نے ایک قطرۂ آب کی خواہش کی ہے لیکن خدا غارت کرے ان ملعونوں کو کہ پانی بھی نہ پلایا اور تین بھال کا تیر علیؑ اصغر کو مار کر شہید کر ڈالا۔ امام کے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور بیان نہیں کیا جا سکتا کہ امام نے اس حالت میں علی اصغرؑ پر کیسے نظر ڈالی۔

ہم نے ایک روایت دیکھی ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ رسولؐ اللہ کے صاحبزادے حالتِ احتضار میں تھے تو رسولؐ خدا وہاں داخلِ خانہ ہوئے اور حالت دیکھی تو رسولِؐ خدا نے ان کو آغوش میں لیا اور فرمایا کہ اس بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے حکمِ خدا ہے۔ صبر سے کام لیں۔ شرط فرمائی کہ اے لعینوں۔ خود آ کر معصوم علی اصغرؑ کو پانی پلا دو۔ یہاں دو بڑی مصیبتیں اکھٹی ہو گئی ہیں ایک تو یہ کہ معصوم بچے کو پانی پلانے کیلئے جلتے ہوئے صحرا میں لائے تھے کہ کسی نہ کسی طرح پانی حاصل کر کے شیر خوار کو پلا سکیں۔ علی اصغرؑ بالکل نڈھال اور بے جان ہو چکے تھے اور دوسری بڑی مصیبت یہ تھی کہ ان کی ماں کا دودھ شدتِ تشنگی سے ختم ہو کر سوکھ گیا تھا کیونکہ دودھ موجود ہوتا تو بچہ پانی کا محتاج نہ ہوتا۔

امام حسینؑ نے جب یہ دیکھ لیا کہ بچہ پیاس سے جان دے دیگا تو بہت مجبوری میں اسے خیمے سے میدان میں اس لئے لائے تھے کہ شاید وہ لعین رحم کر کے ایک گھونٹ پانی دے دیں گے۔ اب دیکھیے کہ حضرت ابراہیمؑ فرزندِ رسولؐ اللہ کے بارے میں غور کریں موت کی کشمکش تھی حالتِ احتضار تھی کوئی پانی بند نہ تھا گلا خشک نہ تھا نہ زخم تھا نہ گلے پر تیر لگا تھا۔ اتنے پر بھی پیغمبرؐ خدا بے چین تھے۔ اب امام حسینؑ کی حالت کے بارے میں اندازہ لگائیے کہ یہاں کتنے مصائب ہیں۔ بچے کے گلے پر تیر لگا۔ امامؑ کی گود میں بچے نے جان دے دی۔ اب میں نے مجلس کو تھوڑا طول اس لئے دیا ہے کہ گریہ زیادہ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت اس مجلس پر ہو جائے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجلس کے گریئے کی برکت سے مظلوم کے واسطے سے ہم کو بخش دے گا۔

(فوائد المشاہد، آیت اللہ العظمیٰ حاج شیخ جعفر شوستری، ص ۳۱۲)

شہادت علی اصغرؑ اور پیاس:

جنابِ علی اصغرؑ کی شہادت بھی پیاس کی ایک دلیل ہے کیونکہ اگر پانی ہوتا تو امامؑ جنابِ علی اصغرؑ کو دشمنوں کے سامنے پانی طلب کرنے کے لئے نہ لے جاتے اور حرملہ تیر سے آپ کو شہید نہ کرتا۔ چونکہ بعض حلقوں سے یہ غلط فہمی پھیلائی جارہی ہے کہ امامؑ نے اپنے اس کمسن بچہ کے لئے پانی نہیں طلب کیا بلکہ آپ پیار کر رہے تھے اور تیر لگ گیا اور یہی تاریخ کا بیان ہے لہٰذا اس کمسن شہادت کی جو تفصیل عام طور سے علما و مورخین نے لکھی ہے وہ یہاں درج کی جاتی ہے تا کہ اندازہ ہو سکے کہ شہادت علی اصغرؑ کی تفصیل کے بارے میں جو اختلاف تاریخ میں پایا جاتا ہے اس میں کس قول کو زیادہ حمایت حاصل ہے:-

علی اصغرؑ جن کی عمر چھ ماہ سے زیادہ نہ تھی۔ بھوک پیاس کی وجہ سے رو رہے تھے۔

کیونکہ پیاس کی شدت کے باعث ان کی مادرِ گرامی کے یہاں دودھ نہ رہ گیا تھا۔ امامؑ اس بچے کو لائے اور دشمن فوج کی صفوں کے سامنے بچے کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور اس وقت کوفیوں سے کہا اے آلِ ابوسفیان کے دوستو۔ اگر تم مجھے گناہگار خیال بھی کرتے ہو تب بھی تمہاری نظر میں بھی اس بچے کی کوئی خطا نہیں ہوسکتی۔ اس کو پانی پلا دو کیونکہ اس کی ماں کا دودھ پیاس کی شدت سے خشک ہوگیا ہے۔ کوئی شخص بھی امام علیہ السلام کے جواب میں کچھ نہ بولا مگر حرملہ بن کاہل اسدی نے بچے کو ایک تیر مارا جو آپ کے حلق پر پڑا اور علی اصغرؑ اس تیر سے شہید ہو گئے (ناسخ التواریخ ج ۶، صفحہ ۲۹۶، مقتل ابی مخنف صفحہ ۸۴)

نتائج: (۱) جناب علی اصغرؑ پیاس کی شدت کے باعث بیتاب ہو کر رو رہے تھے اور آپ کی مادرِ گرامی کا دودھ پیاس کی شدت کے باعث خشک ہوگیا تھا۔ جو پیاس اور شدید پیاس کی ایک دلیل ہے۔

(۲) جناب علی اصغرؑ پیاسے نہ تھے بلکہ ایسے پیاسے تھے کہ امام علیہ السلام نے آپ کے لئے دشمنوں سے پانی مانگا۔ پانی مانگنے سے ثابت ہوتا ہے کہ پیاس کی وجہ قحط و نایابی آب ہے جس سے پانی کی ہر روایت رد ہو جاتی ہے۔

(۳) شہادت درِ خیمہ پر نہیں ہوئی بلکہ امامؑ آپ کو دشمنوں کی فوج کے سامنے لائے۔

(۴) شہادت کے وقت امام بچے کو پیار نہیں کر رہے تھے بلکہ ہاتھوں پر اُٹھا کر فوجِ دشمن سے پانی طلب کر رہے تھے۔

(۵) کوئی تیر جو خیمہ کی طرف پھینکا گیا تھا وہ شہادت کا سبب نہیں بنا بلکہ حرملہ بن کاہل اسدی نے آپ کے حلق کا نشانہ لے کر آپ کی طرف تیر پھینکا۔

(۶) جناب علی اصغرؑ کی شہادت کے لئے ایک غیر مسلم مورخ کی واضح رائے

قابل لحاظ ہے۔

"حسین نے اپنی زندگی کے آخری وقت میں اپنے طفل شیر خوار کے باب میں وہ کام کیا کہ زمانہ کے فلاسفہ کے عقول کو حیران و متحیر کر دیا۔ گویا اس عمل سے حسینؑ کی غرض یہ تھی کہ تمام اہل عالم واقف ہو جائیں کہ بنی اُمیہ کی عداوت بنی ہاشم کے ساتھ کس حد تک تھی اور تصور کر لیں کہ یزید دفاع کے لئے ایسے ظلم و ستم کرنے پر مجبور نہ تھا۔ اس لئے کہ شیر خوار بچے کا ایسی حالت میں اس وحشت ناک طریقہ سے قتل کر دینا سوائے وحشت اور بہیمانہ عداوت کے جو ہر دین اور مذہب و قانون و قاعدے کے منافی ہے کچھ ظاہر نہ کرتا تھا"۔

(میسو مارین کی کتاب "فلسفۂ مذہب" کا ایک حصہ۔ بحوالہ شہیدِ اعظم ج ۲، صفحہ ۵۹)

نتائج: (۱) شہادت علی اصغر امامؑ کی زندگی کے آخری لحات میں واقع ہوئی۔ یعنی بقیہ تمام شہدا کے بعد جناب علی اصغرؑ شہید ہوئے جس سے اس بات کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا کہ جناب علی اکبرؑ جناب علی اصغرؑ کے لئے پانی لائے ہوں کیونکہ جناب علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد یہ کمسن شہادت واقع ہوئی۔

(۲) جناب علی اصغرؑ کی شہادت اچانک نہیں ہوئی بلکہ آپ کو قصد و ارادہ کے ساتھ دشمنوں نے وحشت ناک طریقہ سے قتل کیا۔

(۳) جناب علی اصغرؑ کو قتل کرنے کے بعد ظلم یزید اس طرح بے نقاب ہوا ہے کہ اس کی وحشت۔ بہیمیت، عداوت کی صفائی کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ لیکن اگر یہ شہادت اتفاقیہ قرار دی جائے تو امامؑ کی مظلومی کی وضاحت کا عظیم ذریعہ ختم ہو جائے گا اور ظلم یزید کے بے نقاب ہونے کا واضح ترین راستہ بند ہو جائے گا۔ شہادت کو اتفاقیہ قرار دینا۔

قتل عمد کو قتل خطا قرار دیتا ہے جس کا فائدہ قاتل کو حاصل ہوتا ہے نہ کہ مقتول کو۔ اتفاقیہ شہادت ظالم کی مدد کرتی ہے اور جان بوجھ کر شہید کئے جانے کی روایت مظلوم کی مدد کرتی ہے۔

(۳) ''پھر امام حسینؑ اپنے چھوٹے بچے علی اصغرؑ کو گھوڑے پر بٹھا کر صف اعدا کے نزدیک لے گئے اور کہنے لگے، اے قومِ جفا کار تم لوگوں کے زعم میں اگر گناہگار ہوں تو میں ہوں۔ اس بچے نے کیا گناہ کیا ہے۔ کاش تم اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو کہ شدتِ عطش سے جاں بلب ہو رہا ہے۔ اُن سنگدلوں نے جواب دیا کہ ہم بغیر اجازت ابن زیاد تم کو اور تمہارے اطفال کو ایک قطرہ پانی نہ دیں گے۔ اسی اثناء میں حرملہ بن کاہل اسدی نے ایسا تیر مارا کہ حلق علی اصغرؑ سے گذر کر امام حسینؑ کے بازو پر لگا۔ (روضۃ الاحباب بحوالہ تاریخ احمدی صفحہ ۲۷۲)

(۴) امامؑ نے کربلا میں سات بار استغاثہ فرمایا۔ تیسرے استغاثہ میں اپنے طفل شیر خوار کے لئے پانی مانگا۔

تیسرے استغاثہ میں آپ نے صرف اپنے دودھ پیتے بچے کے لئے پانی مانگا اور فرمایا کیا کوئی شخص ایسا ہے جو اس شیر خوار بچے کے لئے مجھے پانی لا دے۔ (جب لوگ پانی نہ لائے) تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے پانی نہیں دیتے ہو تو تم خود اس کو پانی پلا دو۔ (خصائص حسینیہ صفحہ ۱۸۱)

(۵) ابو اسحاق اسفرائنی کہتے ہیں۔ ''اس کے بعد آپ خیمہ میں داخل ہوئے اور فرمایا اے زینبؑ۔ اے میری پیاری بہن۔ میرے چھوٹے بچے کو ادھر لاؤ کہ میں اسے وداع کروں۔ زینبؑ نے کہا کہ اس بچے نے تین دن سے پانی نہیں پیا آپ اگر اس کے لئے پانی مانگیں تو شاید لوگ اس بچے پر ترس کھا کر اس کو پانی دے دیں۔

امام حسینؑ نے بچے کو گود میں لے کر چوما۔ مگر وہ پیاس کا مارا ان کے ہاتھوں میں تڑپ رہا تھا۔ پھر آپ اس بچے کو لے کر مخالفین کے سامنے گئے اور کہا، تم نے میرے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا ہے۔ اب اس بچے کے سوا کوئی باقی نہیں۔ اس کو پانی دو۔ آپ یہ کہہ رہے تھے کہ کسی بدکار، نابنجار، باغی نے ایک زہریلا تیر مارا جو اس بچے کے گلے میں آ کر لگا اور یہ معصوم بچہ وہیں دم توڑ کر رہ گیا۔ دردمند باپ اس کا خون پونچھتا جاتا تھا اور یہ الفاظ منھ سے نکل رہے تھے۔ **اللّٰھم اشھد علی ھٰؤلاءِ القوم** الٰہی تو ان لوگوں کے سلوک کا گواہ رہ'' (شہید اعظم ج ۲ صفحہ ۱۹۱، نور العین ابو اسحاق اسفرائنی، صفحہ ۳۹، ۴۰)

(۶) (حرملہ) نے اس کو (علی اصغرؑ کو) ایک زہر میں بجھا ہوا تیر مارا جو بچے کے حلق پر پڑا اور بچہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو گیا۔ بچہ امامؑ کے ہاتھوں پر تڑپا۔ امامؑ نے بلند آواز سے فریاد کی۔ ہائے بچے، ہائے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور علی اصغرؑ جو اس وقت اپنے باپ کا چہرہ دیکھ رہے تھے مسکرائے اور شہید ہو گئے، امامؑ بہت شدت سے روئے اور اصغرؑ کو ان کی ماں رباب کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا اے رباب۔ اب یہ کبھی پیاسے نہ ہوں گے۔ (نباء الاسلام صفحہ ۳۷)

(۷) مگر ایسا اضطرار نہ تھا کہ حضرت اسماعیلؑ کو (جناب ہاجرہ) ساتھ لے جاتیں۔ لیکن امام حسینؑ ایسے مضطر تھے کہ علی اصغرؑ کو سعی آب میں ہمراہ لائے۔ شاید حضرت کو ظن غالب اس کا ہو گیا ہو گا کہ جب تک پانی لاؤں گا اُس وقت تک کام ان کا تمام ہو جائے گا پس حضرت علی اصغرؑ کو گود میں لئے ہوئے سامنے صفوف لشکر کے کھڑے ہوئے اور علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی بغل نمایاں ہو گئی اور بآواز بلند پکارے۔

''اے کوفہ اور شام کے رہنے والو۔ کیا محترم نبیؐ نے تم کو ایسی ہی وصیت کی تھی جیسی

روشِ ظلم تم نے اپنائی ہے کہ مسلسل تین راتیں اور تین دن ہم پر اس طرح گذرے ہیں کہ ہم کو پانی سے محروم رکھا گیا ہے۔ (نباء الاسلام صفحہ ۷۰،۷۱)

امام حسینؑ نے گھوڑے پر سوار ہوکر میدان کا رُخ کرنا چاہا تھا کہ اچانک خیمہ سے رونے کا شور بلند ہوا۔ امامؑ نے آوازِ گریہ سن کر رونے کی وجہ پوچھی۔ اہل حرم نے کہا۔ علی اصغرؑ پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں ان کی ماں کا دودھ خشک ہوگیا ہے اور شیر خوار ہلاکت کے قریب جا پہنچا ہے۔ امام مظلوم علی اصغرؑ کو دشمن فوج کی صفوں کے قریب لائے اور ہاتھوں پر اُٹھا کر لشکرِ شام کو آواز دی کہ اے قوم اگر تمہارے خیال میں میرا کوئی گناہ ہو تب بھی یہ بچہ یقیناً بے گناہ ہے۔ اسے ایک گھونٹ پانی دے دو کیونکہ پیاس کی شدت سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہوگیا ہے۔ اس پر ان جفا کاروں نے جواب دیا۔ حکم ابن زیاد کے بغیر ہم آپ کو یا آپ کے بچوں کو ایک قطرہ پانی نہیں دے سکتے۔ حرملہ بن کاہل اسدی نے ایک تیر پھینکا۔ جو علی اصغرؑ کے حلق سے گذر کر امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہوگیا۔ (روضۃ الشہدا صفحہ ۳۳۵)

جناب علی اصغرؑ کی شہادت کی دوسری تفصیل کے لئے حسبِ ذیل حوالے ملاحظہ ہوں۔

شہادت جناب قاسمؑ کے بعد امام خیمہ کے سامنے آکر بیٹھ گئے اور آپ کے فرزند عبداللہ کو لایا گیا جو بچہ تھے امام نے اس بچے کو گود میں بٹھا لیا۔ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر اس بچے کو ذبح کر دیا۔ (ارشاد مفید صفحہ ۲۲۴ مطبوعہ طہران، ۱۳۷۷)

امامؑ نے اپنے کمسن فرزند عبداللہ کو مانگ کر اپنی گود میں بٹھایا اور اسی وقت بنی اسد کے ایک شخص نے بچے کو ایک تیر مار کر ذبح کر دیا۔ (تاریخ کامل جلد ۴، صفحہ ۳۳)

جب امام حسینؑ (خیمہ کے سامنے) بیٹھ چکے تو آپ کے پاس آپ کا ایک بچہ لایا گیا جسے آپ نے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس بچے کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے یہ عبداللہ

بن حسینؑ تھے۔ ابومخنف کہتے ہیں کہ عقبہ بن بشیر اسدی کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوجعفر امام محمد باقر بن علی بن حسینؑ نے فرمایا کہ اے بنی اسد تمہارے ذمہ ہمارا ایک خون ہے۔ عقبہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اس میں میری خطا اور ذمہ داری کیا ہے۔ خدا آپ پر اے ابوجعفر رحمت نازل کرے اور وہ خون کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حسینؑ کے پاس ان کا بچہ لایا گیا۔ وہ بچہ آپ کی گود میں تھا کہ تمہارے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر اس بچہ کو ذبح کر دیا۔ (طبری حصہ دوم جلد اوّل صفحہ ۳۶۰، ۳۶۱)

پھر امامؑ نے عمامہ سر پر باندھا اور اپنے کمسن بچے کو بلا کر گود میں بٹھایا۔ اسی وقت بنی اسد کے ایک شخص نے بچہ کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ بچہ امام کی گود میں تھا اور لگنے والے تیر کا پھل چوڑا تھا۔ (الاخبار الطّوال صفحہ ۲۵۵)

مذکورہ بالا عبارتوں سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ناسخ التواریخ، مقتل ابی مخنف، روضۃ الاحباب، تاریخ احمدی، خصائص حسینیہ۔ نور العین اسفرائنی، روضۃ الشہداء، شہید اعظم، انباء الاسلام اور اعثم کوفی جس کا حوالہ آئندہ آئے گا۔ دس کتابیں جناب علی اصغرؑ کی شہادت کے سلسلہ میں حسبِ ذیل باتوں پر متفق ہیں اور ان مسلم مورخین سے غیر مسلم مورخ میسو ماربین بھی متفق ہے کہ۔

(۱) جناب علی اصغرؑ بہت پیاسے تھے (آپ کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ پیاس کی شدت سے علی اصغرؑ رو رہے تھے اور ان کے رونے نے اہلِ حرم کو رُلایا۔ علی اصغرؑ شدتِ عطش سے امامؑ کے ہاتھوں میں آ کر تڑپ رہے تھے یہ تفصیل بھی ان کتابوں میں ہے چاہے سب میں نہ ہو)۔

(۲) امام بچے کو میدان میں دشمن فوج کے سامنے لائے اور علی اصغرؑ کے لئے پانی مانگا۔

(۳) حرملہ نے علی اصغرؑ کو تیر مار کر شہید کیا۔

مذکورۂ بالا دس کتابوں کی بیان کردہ تفصیل کے برخلاف۔ ارشاد، کامل، طبری اور لاخبار الطّوال میں جناب علی اصغرؑ کی شہادت خیمہ کے سامنے لکھی ہے۔ جبکہ آپ امام کی گود میں بیٹھے تھے۔ اور بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر آپ کو شہید کر دیا۔

ان چودہ کتابوں میں سے کسی کتاب میں بھی یہ نہیں ہے کہ تیر کسی اور کو مارا گیا تھا مگر وہ تیر اپنے نشانہ پر لگنے کے بجائے جناب علی اصغرؑ کو لگ گیا بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ تیر آپ کو مارا گیا لہٰذا شہادتِ علی اصغرؑ اتفاقیہ تھی صرف بے بنیاد بحث ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ ''مجاہدۂ کربلا''، ''شہیدِ انسانیت''، اور ''لواعج الاحزان'' کی عبارتوں سے بھی تیر کا بے ارادہ لگ جانا ثابت نہیں ہوتا۔ ''مجاہدۂ کربلا'' صفحہ ۳۰۱ پر درج ہے ''حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر بچے کی گردن پر لگایا''۔ لگایا کے بعد ارادہ قتل واضح ہے۔ شہیدِ انسانیت طبع اوّل کے صفحہ ۴۵۸ پر درج ہے۔ حرملہ بن کاہل اسدی کے تیر نے ..... کام تمام کر دیا اور اسی طرح لواعج الاحزان صفحہ ۱۷۸ مطبوعہ دہلی کی عبارت ''ناگاہ ایک بے رحم کا ایسا تیر زہر آلود آ کے لگا کہ حلق نازک سے پار ہو گیا''۔ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تیر مارنے والے نے تیر کسی اور کو مارا تھا جو جناب علی اصغرؑ کو لگ گیا تاکہ شہادت اتفاقیہ قرار دی جا سکے۔ کیونکہ دونوں عبارتوں میں صرف تیر لگنے کا ذکر ہے اور اس کا کوئی ذکر نہیں ہے، لگنے والا تیر علی اصغرؑ کا نشانہ لے کر پھینکا گیا تھا یا کسی اور کو نشانہ بنایا گیا تھا اور جناب علی اصغرؑ کو لگ گیا جبکہ لگنے والا تیر دونوں طرح کا ہو سکتا ہے لہٰذا کوئی وجہ نہیں ہے کہ صرف ابہام سے غلط نتیجہ نکال کر شہادت کو اتفاقیہ قرار دیا جائے۔ شہادت کے غیر اتفاقیہ ثابت ہو جانے کے بعد شہادت جناب علی اصغرؑ کے سلسلہ میں حسبِ ذیل باتوں میں اختلاف باقی رہ جاتا ہے۔

۱۔ شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی یا میدان میں۔

۲۔ امامؑ نے جناب اصغرؑ کے لئے پانی مانگا یا نہیں۔ کیونکہ پانی مانگنا پیاس کی ایک دلیل ہے جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ پانی نہ ہونے کی بنا پر پیاسے تھے اور پانی مانگنے کی بنیاد پر پانی کے وجود کی تمام روایتیں امامؑ کے ارشاد کے مطابق غلط قرار پا جاتی ہیں۔

۳۔ جناب علی اصغرؑ امامؑ کے ہاتھوں پر تھے یا امامؑ کی گود میں تھے۔ ابتدا میں جن دس کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان کی عبارتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ جناب علی اصغرؑ کو امامؑ میدان میں لائے۔

آپ کے لئے دشمن سے پانی مانگا اور آپ امامؑ کے ہاتھوں پر تھے جب حرملہ نے تیر مارا البتہ بعد کی چار کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی۔ بچہ آپ کی گود میں بیٹھا تھا کہ قاتل کا تیر لگا۔ لیکن ان چاروں کتابوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

۱۔ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ علی اصغرؑ تھے۔ جیسا کہ ارشاد اور کامل نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔

۲۔ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا اس کا نام درج نہیں ہے جیسا کہ الاخبار الطّوال میں ہے۔

۳۔ طبری لکھتا ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا طے نہیں ہے لوگوں کا خیال ہے کہ وہ علی اصغرؑ تھے۔

اس کے برخلاف میدان میں شہادت جن کتابوں میں بیان ہوئی ہے وہ سب متفقہ طور پر جناب علی اصغرؑ کا نام لکھتی ہیں۔ لہٰذا خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ کون تھا یہ بات مشتبہ قرار پاتی ہے کہ وہ اصغرؑ تھے یا نہیں اور میدان میں شہید ہونے والے علی اصغرؑ تھے یہ بات غیر اختلافی ہے۔ اس کے علاوہ ان چاروں کتابوں میں قاتل کا نام

بھی درج نہیں ہے بلکہ صرف اتنا ہے کہ بنی اسد کے کسی شخص نے تیر مارا۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ جن کتابوں نے میدان میں ایک شیر خوار بچہ کی شہادت لکھی ہے وہ متفق ہیں کہ یہ بچہ جناب علی اصغرؑ تھے اور ان کا قاتل حرملہ تھا یعنی یہ کتابیں مظلوم اور ظالم۔ مقتول اور قاتل دونوں کے بارے میں صاف صاف نشاندہی کرتی ہیں۔

لیکن جن کتابوں میں خیمہ کے سامنے ایک کمسن بچہ کی شہادت درج ہے وہ اختلاف رکھتی ہیں کہ یہ بچہ کون تھا جناب علی اصغرؑ یا کوئی اور صرف ارشاد اور کامل دو کتابوں نے اس بچہ کا نام علی اصغرؑ لکھا ہے۔ طبری مشتبہ ہے۔ الاخبار الطوال میں کسی کا نام درج نہیں ہے اور ان چاروں میں قاتل کا قبیلہ بیان ہوا ہے۔ قاتل کا نام مذکور نہیں ہے۔ لہٰذا یہ کتابیں مقتول اور قاتل دونوں کے بارے میں صاف صاف نشاندہی نہیں کرتی ہیں۔ اب آپ کے سامنے اعثم کوفی کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو شہادت جناب علی اصغرؑ کی اس اختلافی گتھی کو سلجھاتا ہے کہ دو بچے شہید ہوئے ایک خیمہ کے سامنے جو علی اصغرؑ نہ تھے اور دوسرا بچہ میدان میں شہید ہوا جو علی اصغرؑ تھے۔

اسی مورخ (اعثم کوفی) کے موافق :-

''اب حسین ابن علیؑ تنہا رہ گئے کوئی ایک شخص بھی پاس نہ رہا صرف سات برس کا بھتیجا عمر نام اور بھائی کا شیر خوار پوتا باقی تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار عورتوں کے خیمہ کے دروازہ تک تشریف لائے اور کہا میرے بھتیجے کو میرے پاس لاؤ کہ اسے دیکھ کر رخصت کروں۔ عورتوں نے اس شیر خوار کو آپ کے دست مبارک پر رکھ دیا۔ آپ اسے پیار کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک تیر اس بچے کے سینہ پر لگا، اسی وقت جان بحق ہو گیا۔ پھر گھوڑے سے اتر کر تلوار سے گڑھا کھودا اور اس بچہ کی نعش دفن کر دی اور اس کے بعد اپنے شیر خوار بچے علی اصغرؑ کو جو پیاس کی شدت سے نہایت مضطرب تھا اپنے آگے زین

پر رکھ کر صفوں کے سامنے لے گئے اور آواز دی۔ اے ظالم قوم اگر تمہارے خیال میں میں گناہگار ہوں تو اس بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ حسینؑ ابنِ علیؑ کی آواز سن کران میں سے ایک شقی نے حضرت کی طرف تیر مارا جو شیر خوار کے گلے کو چھیدتا ہوا حضرت کے بازو میں پیوست ہوگیا۔ تیر کے نکالتے ہی بچے کی روح پرواز کرگئی۔ امیر المومنینؑ لاش لے کر آئے اور اس کی ماں کو دکھ کر کہا۔ لے، تیرا بچہ حوض کوثر سے سیراب ہوگیا۔ (شہیدِ اعظم ج ۲، صفحہ ۱۹۰، ۱۹۱) (اعثم کوفی صفحہ ۶۴۲، ۶۴۳، مطبوعہ یوسفی دہلی ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۴ء)

اعثم کوفی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ دو بچے شہید ہوئے ایک درِ خیمہ پر اُس وقت شہید ہوا جب آپ اسے رخصت کر رہے تھے۔ یہ بچہ حضرت کے کسی بھائی کا پوتا تھا۔ جناب علی اصغرؑ کی شہادت کی وہی تفصیل ہے جو پہلے کی عبارتوں میں بیان ہو چکی ہے۔

غرضیکہ پہلی دس کتابوں کی متفقہ تحریر بتاتی ہے کہ میدان میں شہید ہونے والا بچہ جناب علی اصغرؑ تھے۔ بعد کی چار کتابیں جن میں خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے بچے کا نام اختلافی ہے کہ وہ علی اصغرؑ تھے یا کوئی اور بچہ۔ اس کے برخلاف اعثم کوفی نے یکجا طور دونوں شہادتیں لکھ کر بات واضح کردی کہ دونوں بچے الگ الگ ہیں۔ اعثم کوفی کی وضاحت اور پہلی دس کتابوں کی صراحت کے بعد طے ہو جاتا ہے کہ میدان میں شہید ہونے والے علی اصغرؑ تھے۔ جناب علی اصغرؑ کا قاتل قبیلہ بنی اسد کا حرملہ تھا اس کے برخلاف دوسرے شیر خوار بچے کا قاتل کا نام نہیں معلوم ہے۔ خیمہ کے سامنے شہادت کا بیان جن کتابوں میں ہے ان میں بھی بچے کے قاتل کا نام نہیں ہے صرف ذکر ہے کہ قاتل قبیلہ بنی اسد کا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ قاتل کا اسدی ہونا ہی اس اشتباہ کا باعث ہوا ہو کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے جناب علی اصغرؑ تھے جن کا قاتل حرملہ اسدی ہے

بہر حال ساری کتابوں کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کرنا ہوگا کہ ارشاد۔ کامل کو غلط فہمی ہوئی کہ جناب علی اصغرؑ خیمہ کے سامنے شہید ہوئے جبکہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ دوسرا تھا اور جناب علی اصغرؑ میدان میں شہید ہوئے جن کو پانی پلانے کے لئے امام دشمن کی فوج کے سامنے لے گئے تھے اور ہاتھوں پر اُٹھا کر آپ کے لئے پانی مانگ رہے تھے کہ حرملہ کے تیر نے شہید کر دیا۔

میں لکھ چکا ہوں کہ شہید انسانیت اور مجاہدۂ کربلا میں بھی جناب علی اصغرؑ کی اتفاقیہ شہادت درج نہیں ہے۔ لہٰذا ان دونوں کتابوں کے فاضل مؤلف کو اس کمسن شہید کی اتفاقیہ شہادت کا الزام دینا نادرست ہے البتہ موصوف نے شہید انسانیت طبع اوّل اور مجاہدۂ کربلا میں شہادت جناب علی اصغرؑ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سلسلہ میں مجھے کچھ دوسرے شکوے ضرور ہیں۔ پہلے دونوں عبارتیں ملاحظہ فرمائیے۔

"حسینؑ کا یہ آخری حربہ تھا جسے وہ میدانِ جہاد میں سب سے آخر میں استعمال کر رہے تھے انسانیت لرزہ براندام تھی جب یہ کمسن بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پر تھا اور حرملہ بن کاہل اسدی کے تیر نے اس کی گردن توڑ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ (شہید انسانیت طبع اول صفحہ ۴۵۸)

"امامؑ جب شہادت پر عازم ہو گئے تو درِ خیمہ پر آ کر اس بچے کو دیکھنے کے لئے اہلِ حرم سے منگوایا بچہ پیاسا ضرور تھا اور یقیناً بہت پیاسا تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے دشمنوں سے علی اصغرؑ کے لیئے پانی مانگا۔ زمین آسمان کانپ گئے، انسانیت نے فریاد کی۔ رحم لی آٹھ آٹھ آنسو روئی۔ جب حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر چلّہ کمان میں جوڑا۔ بچّے کی گردن پر لگا یا اور بچّے اپنے باپ کے آغوش میں تمام ہو گیا"۔ (مجاہدۂ کربلا صفحہ ۳۰۱)

موصوف کی مندرجہ بالا دونوں عبارتوں کے بارے میں مجھے حسب ذیل شکوے ہیں۔

۱۔ شہیدِ انسانیت میں درج ہے کہ بچے امام کے ہاتھوں پر تھا اور حرملہ بن کاہن اسدی نے تیر مار کر شہید کیا۔ جناب علی اصغرؑ کا امامؑ کے ہاتھوں پر ہونا صرف اس روایت میں درج ہے جس میں آپ کی شہادت میدان میں ہونا درج ہے۔ جن کتابوں میں خیمہ کے سامنے شہادت درج ہے ان میں گود میں بیٹھا ہونا درج ہے۔ لہٰذا بچہ امامؑ کے ہاتھوں پر تھا اس جملہ سے ثابت ہوتا ہے کہ شہیدِ انسانیت میں علی اصغرؑ کی شہادت میدان میں درج کی جبکہ امامؑ آپ کے لئے پانی مانگ رہے تھے اور اسی لئے آپ کو ہاتھوں پر اُٹھایا تھا۔ اس کے برخلاف ،مجاہدۂ کربلا، میں شہادت خیمہ کے سامنے درج کی ہے۔ ایک قلم کا دو کتابوں میں ایک شہادت کا دو طرح سے لکھنا بے معنی سی بات ہے جب تک پہلی رائے کے بدلنے کا ذکر نہ کیا جائے اور تبدیلی رائے کے دلائل نہ لکھے جائیں خصوصاً جبکہ مجاہدہ کربلا کے فٹ نوٹ میں درج بھی ہے کہ یہ دراصل شہیدِ انسانیت ہے تو گویا ایک ہی کتاب میں ایک شہادت بے سبب دو طرح لکھی ہے۔ جس کی کوئی وجہ درج نہیں ہے۔

۲۔ جب اعثم کوفی۔ ناسخ، مقتل ابی مخنف، روضۃ الاحباب، تاریخ احمدی، خصائص حسینیہ، نور العین اسفرائنی، روضۃ الشہدا، شہیدِ اعظم، نباء الاسلام، دس تاریخ و مقاتل کی کتابوں میں پانی مانگنا درج ہے تو فاضل مؤلف کا پانی مانگنے کے لئے یہ لکھنا کہ ”تاریخ کا بیان ہے یہ بھی نہ تھا“ صرف واضح غلط بیانی ہے جس کا کوئی جواز نہ تھا۔ اور مورخ ہونے کا دعویٰ کرنے والے قلم سے ایسا لکھا جانا نہ صرف نامناسب ہے بلکہ سینہ زوری بھی ہے۔

۳۔ مجاہدۂ کربلا میں لکھا ہے کہ حرملہ کا تیر اُس وقت لگا ہے جب آپ ”بچہ کو گلے سے لگائے ہوئے اسے رخصت کر رہے تھے“۔ یہ تحریر بھی بے اصل و بے بنیاد ہے کیونکہ

جن کتابوں نے جناب علی اصغرؑ کی شہادت خیمہ کے سامنے لکھی ہے اُن سب نے متفقہ لکھا ہے کہ بچہ گود میں بیٹھا تھا۔ البتہ اعثم کوفی نے جناب علی اصغرؑ کے علاوہ جس دوسرے شیر خوار کی شہادت لکھی ہے جو امامؑ کے کسی بھائی کا پوتا تھا اور جس کی شہادت خیمہ کے سامنے ہوئی ہے اس کے لئے لکھا ہے کہ "آپ اُسے پیار کر رہے تھے"۔ پیار کرنے کے مفہوم کی تشریح گلے لگانے سے کی جا سکتی ہے اس طرح واضح ہوتا ہے کہ موصوف نے ایک فقرہ اعثم کوفی کا لیا جو شہادت علی اصغرؑ سے متعلق نہ تھا اور دوسرا فقرہ ارشاد وغیرہ سے لیا اور دو مختلف النوع عبارتوں سے ایک نئی عبارت مرتب کر دی۔ مگر ایسا کرنا ذہنوں کو گمراہ کرنا بھی ہے اور تاریخ نویسی کے فن سے دیانت کا سلوک نہ کرنا بھی ہے۔

۴۔ یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ شہید انسانیت میں حرملہ کا باپ کا نام کاہن لکھا ہے اور مجاہدہ کربلا میں کاہل لکھا ہے لیکن زیادہ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ ارشاد طبری۔ کامل جنھوں نے خیمہ کے سامنے جناب علی اصغرؑ کی شہادت لکھی ہے انھوں نے قاتل کا نام نہیں لکھا ہے صرف قبیلہ لکھا ہے اور جن کتابوں نے میدان میں شہادت لکھی ہے انھوں نے قاتل کا نام مع قبیلہ لکھا ہے۔ جیسے گلے سے لگانے والی عبارت میں دو الگ الگ شہادتوں کے، تذکروں سے ایک ایک فقرہ لے کر ایک نئی عبارت بنا دی اسی طرح اس موقع پر بھی شہادت علی اصغرؑ کی دو مختلف روایتوں سے ایک ایک فقرہ لے کر شہادت نئے انداز میں لکھ دی۔ حالانکہ اگر خیمہ کے سامنے شہادت کی روایت صحیح مانی تھی تو قاتل کا نام لکھنے کا حق نہ تھا اور اگر قاتل کا نام لکھا تھا تو شہادت کا میدان میں ہونا لکھنا چاہیئے تھا۔ بغیر دلیل و توضیح جہاں کا فقرہ پسند آیا اسے جس دوسرے فقرے سے چاہا جوڑ دیا یہ تاریخ نویسی نہیں بلکہ علمی دنیا میں من مانی کرنا ہے اور من مانی بہر حال ناجائز ہے۔

اصل مسئلہ شہادت جناب علی اصغرؑ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس بحث میں اتنا

اور لکھنا ہے کہ خیمہ کے سامنے جس بچے کی شہادت ہوئی وہ جناب علی اصغرؑ نہ تھے اس کی مزید تائید روضۃ الصفا۔۔ج ۳ صفحہ ۵۸ سے ہوتی ہے۔اس صفحہ کی سطر ۳ تا ۵ پر درج ہے۔

''عورتوں کے علاوہ مردوں میں امام حسینؑ کے ساتھ صرف امام زین العابدین اور امام حسینؑ کے دوسرے فرزند جو ایک سال کے تھے اور ان کا نام عمر تھا اور ایک آپ کے پوتے باقی تھے۔جن کے دودھ چھوٹنے کی عمر ابھی نہیں ہوئی تھی۔امامؑ نے عورتوں کے خیمہ پر جا کر اپنے بھائی کے پوتے کو رخصت کرنے کے لئے طلب کیا۔امام اس بچے کے رخسار پر بوسہ دے رہے تھے کہ ایک تیر نے آ کر بچہ کو شہید کر دیا''۔

روضۃ الصفا کی عبارت اعثم کوفی کی تائید کرتی ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والا بچہ علی اصغرؑ نہ تھے بلکہ امام کے بھائی کا پوتہ شہید ہوا تھا۔صاحب روضۃ الصفا اسی صفحہ پر ۵۸ کی سطر ۲۱، ۲۲ پر امام حسینؑ کے ایک سالہ بچہ عمر نامی کی شہادت لکھتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''خیمہ سے امامؑ کے ایک سالہ فرزند کے رونے آواز آئی آپ نے اس بچہ کو بلا کر گود میں بٹھایا تھا کہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر مار کر شہید کر دیا''۔

اس عبارت سے بھی واضح ہو گیا کہ یہ بچہ علی اصغرؑ نہ تھے کیونکہ ان کا نام عمر درج ہے اور سن ایک سال جبکہ جناب علی اصغرؑ کی عمر متفقہ طور پر چھ ماہ ہے۔مقصود صرف یہ ہے کہ خیمہ کے سامنے شہید ہونے والے علی اصغرؑ نہ تھے۔اگر چہ عمر نامی ایک سالہ فرزند حسینؑ کا وجود ثابت نہیں ہے اور کم از کم کربلا میں نہ ہونا طے شدہ ہے۔

میں نے شہادت جناب علی اصغرؑ کو اس طول کے ساتھ اس لئے پیش کیا کہ اس شہادت سے عطش حتی کہ بچوں کی شدید پیاس ثابت ہوتی ہے اور پانی مانگنے سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ پانی کے باوجود پیاس کا تصور غلط ہے پانی مانگنے کو جھٹلانا پانی کی

جھوٹی روایتوں کی تکذیب کرنے والی ایک دلیل کو کم کرنا ہے اور ان جھوٹی روایتوں کے ناممکن احتمال کو ممکن بنانے کی کوشش کرنا ہے جو تاریخی حقائق کی روشنی میں ناممکن کوشش ہے۔ (''پیاس'' تالیف مولانا سیّد غلام عسکری، صفحہ ۱۶۱ تا ۱۸۷)

۴۳۔ شیر خوار بچوں کی اہمیت اور علی اصغرؑ:

جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ:

اولادنا اکبادنا سغرائهم امرائنا

ہماری اولاد۔ سب ہمارے پارۂ جگر ہیں خواہ بچے ہوں یا بزرگ ہو گئے ہوں اور فرمایا کہ: **احبوا الصبيان وارحموهم**

به کودکان محبت کنید بچوں سے پیار محبت کرو اور ان کی کمزوری و ناتوانی پر رحم کرو۔ ایک روایت کتابوں میں موجود ہے کہ جس میں شیر خوار بچوں کی اہمیت نزدِ خدا کتنی ہے۔ (ا۔ مستدرک ابواب، ابواب الاولاد، باب ۶۴، م ۳)

(۲۔ وسائل، ابواب احکام الاولاد، باب ۸۸، م ۴)

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اے بندگانِ خدا اپنے گناہوں کی طرف توجہ کرو۔ کہ تم کس قدر گناہ کرتے رہتے ہو۔ ظلم کرتے رہتے ہو۔

دیکھو اور غور کرو کہ اگر جانورانِ صحرا (کمر خمیدہ) اور ان کے شیر خوار بچے جو گناہ سے دور ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو ہم تم پر زبردست عذاب بھیج دیتے جس کے تم سزاوار ہو۔ ہم دوسرے جانورانِ صحرائی کے طفیل انسان کے گناہوں پر درگزر کر جاتے ہیں کہ اگر انسان پر عذاب کیا گیا تو یہ جانورانِ صحرائی اور معصوم بچے عذاب کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔ ان شیر خوار بچوں کا درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا زبردست اور بڑا ہے

کہ یہ معصوم بچے شیر خوار جو اپنی ماں کا دودھ چوس رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے عذاب کو ٹالے رکھتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بندوں کے گناہوں کے سبب بارش ہونا بند ہو جاتی ہے۔ تو قوم کے نیک و صالح مومن بغیر اذان اور اقامت زیر آسمان دو رکعت نمازِ استسقیٰ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں اور تکبیرات پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو انسانوں، جانوروں اور شیر خوار بچوں کا واسطہ دیتے ہیں گریہ کر کے التجا کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

اللّٰھم ارحمنا بالمشایخ رکعاً و الصبیان رضعاً و

کبھی کبھی دعا اسی وقت قبول ہو جاتی ہے اور بارش شروع ہو جاتی ہے۔ پاک بی بی حضرت فاطمۃ الزہراؑ سے حدیثِ قدسی بیان ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے کہ اگر بزرگانِ قوم، صالح مومنین نماز گزاران اپنے فرائض اور نوافل ادا نہ کریں اور حیوانات اور ان کے شیر خوار بچے نہ ہوتے تو ہم سخت عذاب نازل کرتے۔ اس لئے حکم ہے کہ ایسی سختی کے عالم میں بارش طلب کرنے کی نماز پڑھنی چاہیئے اور بزرگ حضرات مومن صالح بھوکے پیاسے جانور اور ان کے شیر خوار بچے اپنے ساتھ لا کر ان کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو۔ اللہ تعالیٰ کو یہ طریقہ بہت پسند ہے اور فوراً ہی رحم آجاتا ہے۔

(۱۔ بحار الانوار، ج ۹۱، ص ۳۳۴، روایت ۱۸، باب ۱)

(۲۔ ھمان، ج ۹۱، ص ۳۱۴، روایت ۳، باب ۱)

۴۴۔ پیاس کی شدت سے زبان حلق میں چپک گئی تھی:

عاشورہ کی گرمی کے بارے میں کہ اہلِ بیتؑ کو کس قدر تشنگی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو وحی فرمائی کہ اے موسیٰؑ عاشورے کی بیشمار مصیبتیں ہیں جن میں ایک مصیبت شیر خوار کی تشنگی کی ہے کہ جو موت سے قریب تھا اور عورتوں، بچوں بزرگوں کی

پیاس کی شدت اتنی تھی کہ ان کی جسمانی کھال خشک ہوگئی تھی اور پھٹ گئی تھی جیسے کہ کھال کو آگ میں ڈال دیں تو جگہ جگہ سے وہ پھٹ کر خراب ہوجاتی ہے۔ اے موسیٰؑ اہلِ بیتِ محمدؐ نے ہر چند چاہا کہ ہماری مدد کی جائے مگر نہ کسی نے مدد کی اور نہ کسی نے پناہ دی بلکہ بے شمار ظلم کئے اور امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کو ان کے پیراہن (شلوکے) میں لپیٹ کر تمام لعینوں کے سامنے بلند کیا اور پانی طلب کیا اور ان لعینوں نے تیر سہ شعبہ سے علیؑ اصغر کو شہید کر ڈالا۔ اب اندازہ کرلیں کہ پیاس سے زبان تالو میں چپک گئی تھی۔ (ا۔ مفتاح الجنۃ، تالیف عالم جلیل مقدس زنجانی، ص ۱۱۹)، (۲۔ ھمان منبع ص ۱۲۰)

۴۵۔ شیر خوار علی اصغرؑ پر پیاس کا غلبہ:

ایک بزرگ نے بیان کیا ہے کہ ایک بچے کو پیاس نے بہت بے چین کیا۔ بچہ بہت پریشان تھا۔ اس کی بے چینی سے پورا گھرانہ پریشان ہوگیا۔ محلے کے حکیم کی دوا دی گئی مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ بے چینی بڑھتی ہی گئی۔ اس کی آنکھیں بالکل سفید ہوگئیں، رنگ زرد ہوگیا اور بچہ تیز تیز سانس لینے لگا۔ ایسا لگا کہ بچہ مرنے والا ہے۔ گھر والے اداس ہو چکے تھے۔

غرض یہ لوگ پانی کے چشمے کی طرف گئے۔ وہاں پانی کے برتن رکھے ہوئے تھے۔ دیکھا کہ بچے نے پانی کی طرف اشارہ کیا بچے کو تھوڑا پانی دیا گیا۔ دھیرے دھیرے بچہ پانی پیتا رہا اور اس میں توانائی آگئی۔ اب یہاں حضرت علی اصغرؑ شیر خوار (شہزادے) کا حال ملاحظہ فرمائیں کہ عمر چھ ماہ کی ہے اپنی آنکھوں کو کھول کر باپ کو دیکھا اور اپنے ہاتھوں کو اتنی بے چینی سے حرکت دی کہ جیسے جانوروں کا سر کاٹ دیا جائے اور بے سر جان پھڑکتی ہے۔ علی اصغرؑ کا خون جاری ہوگیا۔ امام حسینؑ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکا اور کچھ خون اپنے منہ پر مل لیا اور کچھ خون علی اصغرؑ کے جسم پر مل دیا تا کہ یزیدیوں

کے جرم کی سند باقی رہے۔ (ا۔خطیب ایران جناب حجۃ الاسلام والمسلمین آقای فاطمی نیا)

(۲۔مقتل لالہ ھا مجموعہ مراثی عترت، مولف شیخ احمد نحرانی دشتی، ص ۱۸۵)

۴۶۔خیامِ حسینی پر پانی کا بند کیا جانا:

سات محرم کو یزیدی فوج کو حکم ملا کہ خیامِ حسینی کا پانی بند کر دیں۔ پانی بند کر دیا گیا۔ خیموں میں پانی ختم ہو گیا۔ تشنگی نے امام اور اہلِ حرمؑ کو پریشان کر دیا۔ تمام اصحابِ حسینؑ نے پانی حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ملعون عمر بن سعد نے پانی بند کرنے پر سختی کر دی۔ امام کے اہلِ حرم پانی سے بے چین ہو گئے اور روزِ عاشورہ کو تو تشنگی عروج پر پہنچ چکی تھی۔ کئی وجوہات ہو گئیں۔

۱۔پانی خیموں میں نہیں تھا۔

۲۔دھوپ شدت کی تھی۔سائے کیلئے کوئی درخت بھی نہیں تھا۔

۳۔زمین کربلا آگ کی طرح جل رہی تھی۔

۴۔ لباسِ جنگ (زرہ) وغیرہ پیاس سے مارے ڈالتی تھی۔

۵۔ عورتوں کا صدموں کو برداشت کرنا کہ عزیز و اقارب اور بچے نظروں کے سامنے مر رہے تھے۔

۶۔جسم پر بے شمار زخم تیر و سناں اور خون بہہ جانا۔

۷۔معصوم چھوٹے بچوں کا پیاس سے تڑپنا۔

۸۔بھوک بڑھ جانا اور خوراک نہ ملنا۔

۹۔عاشورہ تیز گرمیوں میں واقع ہونا وغیرہ۔

اب ان حالات کے ہوتے ہوئے امام حسینؑ کی مصیبتوں پر غور کریں۔آخر میں امام حسینؑ نے اپنی پیاس کا پیغام اپنے شیعوں کو پہنچایا ہے کہ اے میرے شیعو۔ میں

پیاسا شہید ہوا ہوں۔ جب بھی تم ٹھنڈا پانی پینا تو مجھے اور میرے اہلحرمؑ کی پیاس کو یاد کر لیا کرنا اور ہم شیعہ ایسا روزانہ کرتے ہیں۔

۴۷۔ حضرت علی اصغرؑ کا گریہ پیاس کی شدّت میں:

کتاب مشیر الاحزان میں بی بی پاک حضرت سکینہؑ بنت الحسینؑ سے روایت ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ:

نو محرم کو ہمارے خیموں میں پانی بالکل نہ تھا۔ بچوں کی پیاس کی انتہا ہو گئی تھی کہ بچے پیاس کے مارے چیخ پکار کر رہے تھے۔ پانی۔ ہائے۔ پانی۔ ہمارے تمام پانی کے برتن اور مشکیزے تمام کے تمام خشک پڑے ہوئے تھے۔ ہم تمام بچوں کی پیاس آخری درجے پر پہنچ چکی تھی۔ میں اپنی پھوپھی جنابِ زینب کبریٰ کے پاس گئی تاکہ تمام بچوں کی پیاس کا ذکر کروں۔ جیسے ہی میں اپنی پھوپھی صاحبہ کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ میرے بھائی علی اصغرؑ کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں اور علی اصغرؑ کی اتنی خراب حالت شدتِ پیاس سے تھی کہ کبھی وہ بیٹھتے تھے کبھی گر پڑتے تھے اور مثل ماہیٔ بے آب (جس طرح مچھلی پانی سے باہر تڑپتی رہتی ہے) تڑپ رہے ہیں اور رو رہے ہیں۔ میری پھوپھی صاحبہ علی اصغرؑ سے کہہ رہی تھیں کہ میرے بھتیجے صبر کرو۔ صبر اے علی اصغرؑ تمہاری پیاس کی انتہا ہو چکی ہے۔ یہ بات تیری پھوپھی کیلئے کتنی تکلیف دہ ہے کہ میں تجھے روتا ہوا بے تابی میں دیکھتی ہوں لیکن تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ بی بی سکینہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی کی یہ گفتگو سنی تو رونے لگی۔ میری پھوپھی نے فرمایا سکینہؑ بی بی ادھر آؤ میں نے کہا جی ہاں ابھی آتی ہوں پھر مجھ سے فرمایا کہ تم کس لئے رو رہی ہو۔ میں نے کہا کہ میرا بھائی علی اصغرؑ کس قدر پیاسا اور بے چین ہے اس کی وجہ سے رو رہی ہوں اور میں نے اپنی پھوپھی سے اپنی پیاس کی

شکایت نہیں کی کہ میں کس قدر پیاسی ہوں۔ پھر میری پھوپھی نے فرمایا کہ کاش میں اپنے مددگار خواتین تک جاسکتی کہ پتہ لگاؤں پانی ہے۔ میری پھوپھی گود میں علی اصغرؑ کو لئے چچا کے خیمے کی طرف گئیں پانی طلب کیا مگر پانی کہاں رکھا تھا۔ تمام بچے حضرت رقیہ سمیت جو پیاس سے بے تاب تھے سب ہمارے پیچھے پیچھے خیموں میں جارہے تھے۔ میری پھوپھی اماں امام حسنؑ کے فرزندوں کے خیمے میں بیٹھ گئیں اور کسی کو خیمۂ اصحاب و انصار کی طرف بھیجا کہ شاید کچھ پانی مل جائے لیکن افسوس پانی کہاں تھا؟ جب پانی نہ ملا تو پھوپھی اماں اپنے ہی خیمے میں واپس آگئیں اور ان کے پیچھے پیچھے ۲۲ بچے چھوٹے چھوٹے پیاسے تھے۔ بچے شدتِ پیاس سے صدائیں بلند کر رہے تھے العطش العطش۔ ہائے پیاس نے مار ڈالا۔ ہم بھی ان کے ساتھ صدائیں بلند کر رہے تھے۔

اسی دوران امام کے ایک مددگار حضرت بریرِ ہمدانی نے صدمے کی وجہ سے خود کو زمین پر گرادیا اور اپنے سر پر غم کی وجہ سے مٹی ڈالنے لگے۔

۴۸۔ لشکرِ یزید سے امام حسینؑ کا اِتمامِ حجّت کرنا:

جب روزِ عاشورہ امام حسینؑ نے دیکھا کہ بچے پانی سے نڈھال ہیں اور حضرت علی اصغرؑ کا تو یہ عالم ہے کہ اس طرح تڑپ رہے ہیں جیسے کہ مچھلی کو پانی سے نکال کر باہر ڈال دیا جائے تو وہ پانی کے بغیر تڑپتی ہے۔ تب امام حسینؑ میدانِ کارزار میں آئے اور لشکرِ عمر بن سعد سے خطاب فرمایا کہ:

"اے افواج کوفہ و شام کیا تمہارے سامنے دریائے فرات اس طرح بہہ رہا ہے جیسے کہ سانپ اچھل اچھل کر چلتا ہے۔ اس پانی سے تمام قومیں یہود و نصاریٰ، جانور، گھوڑے، اونٹ، کتے، سور غرض سب پانی پی رہے ہیں اور آلِ رسولؐ فرات کے کنارے پیاس سے بے جان ہو کر مر رہی ہے"۔

ہاں۔ہاں۔ حسینؑ بن علیؑ اپنے اہلِ حرم اور ناصروں کی شدتِ تشنگی کے گواہ تھے اور پیاس کو بیان فرمارہے تھے اور امام حسینؑ اتنے زبردست (غیور تھے) کہ اپنے لئے پانی کبھی بھی طلب نہیں کرتے لیکن حضرت علی اصغرؑ کی پیاس سے مجبور ہو گئے تھے۔اس لئے اتمامِ حجت کیا تاکہ کافروں کو حقیقت معلوم ہو جائے۔امام معصوم بچوں،عورتوں کی پیاس کی شدت سے مجبور ہو گئے علی اصغرؑ کی حالت تو اور بھی خراب تھی جس کی وجہ سے امام حسینؑ نے لشکرِ عمر بن سعد سے اتمامِ حجت کیا۔

ایک ایک کے گوش گزار کر دیا لیکن ان لوگوں نے کیسا برا جواب دیا یہ سب دنیا کو معلوم ہے۔

ج،شہادتِ علی اصغرؑ:

۴۹۔شبِ عاشور شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کی خبر دینا:

شبِ عاشورہ کو امام حسینؑ نے اپنے یاور وانصار وخاندان کو ایک خیمے میں جمع کیا اور آپ نے سب کو خوش خبری دی کہ کل کو ہمیں شہادتِ عظیم حاصل ہوگی۔امام حسینؑ جب خطاب فرما چکے تو جنابِ قاسمؑ نے فرمایا کہ چچا جان محضرِ شہادت میں کیا میرا بھی نام ہے؟امام حسینؑ رونے لگے اور بھتیجے قاسمؑ سے فرمایا اے قاسمؑ تم موت کو کیسا سمجھتے ہو تو جواب ملا کہ عمو جان۔شہادت میرے لئے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ تیرا چچا تجھ پر قربان ہو۔اے قاسمؑ تمہارا نام بھی محضرِ شہادت میں ہے اور تو اور کل کو علی اصغرؑ بھی شہید کیا جائے گا۔

حضرت قاسمؑ نے فرمایا کہ عمو جان۔کیا دشمن درّانہ خیموں میں گھس آئیں گے کہ بھیا علی اصغرؑ کو خیمے میں آکر شہید کرینگے۔امام حسینؑ نے فرمایا بیٹا میں علی اصغرؑ کو میدان

میں لے کر جاؤں گا وہاں ان کو فاسق مرد تیر کا نشانہ بنائے گا اور علی اصغرؑ جنت کو سدھار جائینگے اور صبر کروں گا اور صبر کی جزاء تجھ سے چاہوں گا۔ ہاں دشمنوں کے نیزے سے قتل کیا جاؤں گا اور پشتِ خیمہ جو آگ جلائی ہے اس کی گرمی سے زبان خشک ہو جائے گی اور عمر بن سعد لعین مجھے بری طرح سے شہید کرے گا اور وہ ہونے والا ہے جو اللہ کی طرف سے حکم جاری ہو چکا ہے۔

پھر امام حسینؑ رونے لگے یہاں تک کہ بلند آواز خیمے سے باہر جا رہی تھی۔

(ارشاد از شیخ مفید ۲۱۵، بحار الانوار جلد ۴۴، ص ۳۹۳)

۵۰۔ اے وائے نہر علقمہ، تجھ سے ہمیں شکایت ہے:

اب عاشورہ کو ظہر کا وقت آ گیا۔ تمام بچے اہلحرمؑ کے پیاسے ہیں۔ امام حسین نے فرات کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے فرات حسرت اور افسوس ہے تیرے حال پر کہ تیرے کنارے آلِ رسولؐ اور ان کے ناصر شہید کئے جا رہے ہیں۔ چھوٹے بچے پیاس سے مر رہے ہیں گویا کہ تیرا پانی ہم پر حرام ہو گیا ہے۔

یہ باتیں ہوا کے ذریعے باہر آواز آ گئی۔ یہ باتیں سن کر تمام بیٹیوں اور بچیوں، مخدراتِ عصمت وطہارت کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔

واعطشا واغربتا واذلا

فریاد از غریبی و بے یاری حسینؑ۔ امام حسینؑ روئے اور فرمایا:

لاحول ولا قوۃ الّا باللّٰہ (سحابِ رحمت، ص ۵۶۴)

۵۱۔ انصارِ حسینؑ کی شہادت:

امام حسینؑ نے اپنے چاروں طرف نگاہ کی جب کسی کو نہ پایا تو امام حسینؑ کی مدد کیلئے

امامِ سجادؑ خیمے سے باہر آئے۔ پیر کمزوری سے لڑکھڑا رہے تھے۔ جنابِ اُمّ کلثوم بیمار سجادؑ کے پیچھے دوڑیں کہ سجادؑ واپس آجاؤ۔ سجادؑ نے فرمایا پھوپھی اماں مجھے چھوڑ یئے تاکہ بابا کے ساتھ جہاد کروں۔ امام حسینؑ نے جنابِ اُمِّ کلثوم سے فرمایا کہ بہن تم سجادؑ کو سنبھالو کہیں زمانہ نسلِ علیؑ سے خالی نہ ہو جائے۔ (بحار الانوار، ج۱۰)

۵۲۔ قیامت خیز مصائبِ رخصتِ امام حسینؑ:

مرحوم نوری نے میرزا یحییٰ ابھری سے نقل کیا ہے کہ خواب میں دیکھا علامہ مجلسی نے صحن مطہر سید الشہدا بائیں سمت میں بیٹھے ہیں مشغول درس ہیں شروع اس طرح کیا اور جب چاہا کہ مصیبت پڑھیں تو اتنے میں کوئی ہستی آئی اور کہا کہ پاک بی بی حضرت فاطمۃ الزہرؑا فرماتی ہیں کہ وہ مصائب بیان کرو کہ میرا بچہ مجھ سے کیسے وداع ہوا۔ علامہ مجلسی نے مجلس میں مصائب وداع پڑھے کافی بڑا مجمع آیا تھا اور بہت گریہ ہوا تھا کہ میں نے اپنی پوری عمر میں اتنا زیادہ مجمع نہیں دیکھا تھا۔ (سحاب رحمت، ص ۵۴۷)

۵۳۔ رخصتِ علی اصغرؑ پر حضرت اُمِّ ربابؑ نے خشک لبوں کا بوسہ لیا:

حضرت ربابؑ نے جب دیکھا کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو پھوپھی کی گود میں دیکھا تو اپنی گود میں لے لیا اور اس کے خشک لبوں کو بوسہ دیا پھر فرمایا کہ افسوس ہے اس قومِ جفا کار پر کہ یہ اپنے نبیؐ کی اولاد کی دشمن ہے۔

۵۴۔ علی اصغرؑ کا خون خدا کا خون تھا:

یہ کون بچہ ہے کہ اس کے خون کو خدا کا خون کہا جا رہا ہے۔ اس کے پھول جیسے منہ کو پیار کیلئے اچھا سمجھا جا رہا ہے۔ سید الشہدا کی گود میں کیسا خوش ترین پھول ہے۔ میں بھی اس جان پر قربان ہو جاؤں اور تمام دنیا اس چاند پر قربان ہو جائے۔ اس کے ہونٹ تو بند ہیں خاموش ہے مگر یومِ الست کی اطلاع دے رہا ہے اور تمام اہل حرم نے اپنے

ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیئے ہیں۔ (نخل میثم، ج ۲، ص ۳۴۱)

۵۵۔ امام حسینؑ سے حضرت زینبؑ کی درخواست:

پھر امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کو جناب زینبؑ کے سپرد کر دیا۔ حضرت زینبؑ نے سوچا کہ اپنی نشانی میرے سپرد کر دی ہے لیکن علی اصغرؑ کی تو پیاس بجھا سکتی ہوں اس لئے بھائی جان کی خدمت میں عرض کیا۔ اے بھائی جان علی اصغرؑ پیاس کی وجہ سے جان بلب ہے میں کیسے پیاس بجھاؤں لہٰذا آپ اسے لشکر کے سامنے لے جا کر پانی طلب کریں۔

۵۶۔ امام حسینؑ سفید لباس میں علی اصغرؑ کو باہر لائے:

امام حسینؑ سفید لباس (شلوکے) علی اصغرؑ کو باہر لے کر آئے اور ذوالفقار شمشیر کو نیام سے باہر نکال لیا اور اس کی چمک سے لشکریوں کی آنکھیں چکا چوندھ ہو رہی تھیں۔ پھر لشکرِ عمر بن سعد نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے ہاتھ میں نیزہ یا ذوالفقار نہیں ہے بلکہ کوئی سفید چیز سینے سے لگائے ہیں لشکر کے سامنے آئے اور قوم سے بولے۔

۵۷۔ اے قوم! اس شیر خوار پر رحم کرو:

جیسے ہی امام حسینؑ صفِ لشکر عمر بن سعد کے نزدیک آئے تو فوجیوں نے امام حسینؑ کو گھیرے میں لے لیا۔ امام حسینؑ نے اس گوہر آبدار کو ہاتھوں پر لیا اور آواز دی کہ اے قومِ جفا کار اگر میں تمہارے زعم ناقص میں گنہگار ہوں تو یہ بچہ معصوم تو ہر قوم و مذہب کے لحاظ سے بے تقصیر ہے۔ دیکھو کہ شدتِ پیاس سے بچہ زرد ہو گیا ہے اور جان لبوں پر آ گئی ہے۔ ایک قطرہ پانی کا اس معصوم بچے کو پلا دو اور اسے تکلیف سے بچا لو"۔

۵۸۔ علی اصغرؑ کے گلے کی سفیدی دیکھی؟

لشکرِ عمر بن سعد نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہنے لگے حسینؑ سچ کہہ رہے ہیں اس

معصوم بچے کا کوئی بھی قصور نہیں ہے۔ جیسے ہی عمر سعد ملعون نے دیکھا کہ فوجی امام حسینؑ کی بات کو سچ کہہ رہے ہیں۔ اسے خوف معلوم ہوا کہ فتنہ برپا ہو جائے گا۔ حرملہ کی سمت عمر بن سعد آیا۔ یہ حرملہ عراق اور شام میں مشہور تیر انداز تھا ملعون تھا۔ عمر بن سعد نے کہا کہ او حرملہ تو نے علی اصغرؑ کے گلے کی سفیدی دیکھی؟ حرملہ نے کہا کیا حکم ہے میرے آقا۔

۵۹۔ تمام عوام کو گلے کی سفیدی نظر آ گئی:

ہمارا دل خون ہو گیا۔ پانی نہ ملنے سے بچہ جان بلب ہے۔ اگرچہ ربابؑ ماں کی گود میں بچہ آرام پاتا تھا لیکن پیاس نے گود میں بھی آرام نہ کرنے دیا گرمی اور پیاس کی شدت کہ الامان۔ اس معصوم کو تیر مار کر سرخ رنگ کر دیا گیا گویا خون میں نہلا دیا گیا۔ اس کے لب بند تھے۔ اسی حالت میں موت آ گئی باپ نے ہر چند چاہا کہ منہ کو پیار کریں لیکن نہ کر سکے۔ علی اصغرؑ کو تیر مار کر سرخ خون میں نہلا دیا گیا اور سفیدیٔ گلو کو سرخ کر دیا گیا۔ میثم کہتے ہیں کہ آنکھیں کھولو۔ علی اصغرؑ نے تیر ستم کھا کر تبسم کیا۔ اس غم سے میثم کے کلیجے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ (نخل میثم، ج ۲، ص ۳۴۳)

۶۰۔ نشانہ لگانا علی اصغرؑ کے سفید گلے پر:

حرملہ نے عمر بن سعد کا حکم سنا اور فوراً ہی ملعونِ بے حیا نے بھاری ترین تیر بھال کا کمان میں چڑھایا اور جانبِ علی اصغرؑ روانہ کر دیا۔ علی اصغرؑ کمزوری کی وجہ سے اپنا سر اوپر کو نہیں اٹھا سکتے تھے اس لئے اپنا سر باپ کے بازو پر رکھے ہوئے تھے۔

۶۱۔ تیر علی اصغرؑ کے سفید گلے پر لگا:

تیر حرملہ کمان سے چلا اور نازک گلے پر علی اصغرؑ کے لگا اور امام حسینؑ کے بازو میں جا کر پیوست ہو گیا۔ (مفتاح الجنۃ، مقدس رنجانی، ص ۲۲۶)

۶۲۔اے حرملہ! تیر نہ پھینک:

اے اہل کوفہ معصوم بچے پر تم کو رحم نہیں آیا۔ بے رحمو۔تم پر خدا کی لعنت ہو۔پانی کی ضرورت تھی مگر بول نہ سکتے تھے کہ تیر مارا گیا۔کل رات کو گہوارے میں صبح تک روتے رہے اور آج بے جان ہو گئے۔روتے وقت اپنے آنسو خشک کرلو۔آنسو منہ میں بھی تو نہ جا سکے کہ پیاس بجھتی بلکہ تیر نے زخمی کر دیا آپ کا جسم لکڑی کے مانند اور لب سوکھ گئے اور اس بلا کھلے ہوئے غنچے پر کھلنے سے پہلے ہی خزاں آگئی۔اے حرملہ بن کاہل اسدی ملعون بے غیرت تیر کو کمان میں نہ جوڑ یہ تو پھول کی پتی کی مانند ہے اتنا بڑا تیر مارنا کہاں کا شیوہ ہے۔

اس معصوم علی اصغرؑ کے پاس کوئی اسلحۂ جنگ نہیں ہے۔صرف ہاں ہوں غاں غوں کر سکتا ہے اور اس کی جان لبوں پر ہے جس کا بیان کرنا مشکل ہے۔

ہماری بات مان لو اور بچے کو ایک قطرۂ آب دیدو۔بچہ تشنگی سے بے جان ہے۔تم اگر مجھ سے لڑنا چاہو تو میں مقابلے کو تیار ہوں لیکن یہ طفلِ صغیر کہاں تیغ وسناں لایا ہے۔ اس کی ماں ان کے غم میں خیمے میں عورتوں کے بیچ غمزدہ بیٹھی ہوئی ہے اور سوائے رونے کے اور کیا چارہ ہے۔دشمن کی روح نکل جائے گی۔البتہ امام کی طاقت سب سے بلند تر ہوتی ہے۔اے میثم ہم معصوم علی اصغر کے غم میں قیامت تک روتے رہیں گے یہ کتنا بڑا صدمہ ہے۔ (نخل میثم، ج۳،ص ۲۶۳)

۶۳۔گرمیٔ خونِ علی اصغرؑ:

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اچانک تیر معصومؑ کے گلے پر لگا اور جسم امام حسینؑ پر خون کی گرمی محسوس ہوئی۔آپ نے خونِ علی اصغرؑ اپنے چلّو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا زمین نے فریاد کی کہ ایک قطرۂ خون بھی مجھ پر نہ گرے۔

۶۴۔ لبیک علی اصغرؑ امام حسینؑ مدد کو بلاتے ہیں:

جب امام حسینؑ روز عاشورہ کو ظہر کے وقت یکہ و تنہا رہ گئے تو حضرت نے میدانِ جنگ کی طرف نظر دوڑائی۔ آپ کے چاروں طرف کوئی بھی یاور و انصار نہ تھا نہ مسلم بن عوسجہؓ، نہ حبیب بن مظاہرؓ۔ امام نے دیکھ لیا کہ پورا خاندان یاور و انصار شہید ہو چکے ہیں خاک و خون میں لپٹے لاشے زمین پر پڑے ہیں۔ حضرتؑ امام اس انتظار میں کھڑے تھے کہ شاید کوئی مددگار آ جائے۔ صدائے استغاثہ بلند کی۔

ھل من ناصر ینصر نا ھل من مغیث یغیثنا

آیا کوئی مددگار ہے جو میری مدد کرے اور تم کو حرمِ رسولؐ خدا کا پاس نہیں ہے کہ جو آ کر ان کی مدد کر سکو اور دشمن سے محفوظ رکھ سکو۔ یہ صدائے استغاثہ سن کر خیموں سے صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی۔ امام کی یہ صدا کائنات میں ہر ایک ذرے تک نے سنی کوئی جواب 'ھل من ناصر' کا نہیں آیا البتہ ایک معصوم علی اصغرؑ جو جھولے میں لیٹا ہوا تھا اس نے باپ کی صدائے استغاثہ سنی تو وہ بے چین ہو گیا اور رونے لگا پھر خود کو جھولے سے گرا دیا گویا باپ سے کہا کہ آپ بے مددگار نہیں ہیں، میں مدد کو تیار ہوں اگر چہ میں چھوٹا ہوں آپ کے دفاع کی طاقت نہیں رکھتا ہوں لیکن کمزور ہوتے ہوئے بھی آپ کا مددگار ہوں اور آپ کی مظلومانہ شہادت کو گھر گھر پہنچا دوں گا۔ اپنے گلے کی قربانی دوں گا۔ (منتھی الآمال)

۶۵۔ حضرتؑ علی اصغرؑ کا راز:

امام حسینؑ کے صدائے استغاثہ نے عالم امکان میں تہلکہ مچا دیا یہاں تک کہ بے شیر معصوم علی اصغرؑ نے اپنے کو جھولے سے گرا دیا۔ یہ معصوم آخری گوہرِ نایابِ حسینؑ تھا کہ جو راہِ حق میں لا کر پیش کیا ہر چند معصوم شہزادہ بہت چھوٹا تھا یزیدی فوج کا مقابلہ نہیں

کر سکتا تھا تاہم بنی امیہ (یزید) کے ظلم دنیا زمانے کو دکھانے کیلئے گھر گھر مظلومیتِ حسینؑ کو پہنچا دیا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے تاریخ میں مظالم بنی اُمیّہ لکھے گئے ہیں۔

۶۶۔ اللہ کے شیر کا پوتا ہے یہ معصوم علی اصغرؑ:

مرحوم دربندی فرماتے ہیں کہ:

لما سمع هذا النور النير المنير استغاثه ابيهٔ قطع القماط و القى نفسه

جیسے ہی علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ سنی تو ایک دم بے چین ہو گئے اور جھولے میں تڑپنے لگے رونا شروع کر دیا۔ اپنا لباس شلوکا پھاڑ دیا اور خود کو جھولے سے نیچے گرا دیا۔

معصوم صغیر نے شلوکے کو پھاڑ کر اپنے دونوں ہاتھ باہر نکال لئے اور جو بھی بند، بندھے ہوئے تھے سب کو چاک چاک کر دیا۔ ہاں۔ ہاں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کیونکہ یہ شیر تو اللہ کے شیر علیؑ کا پوتا ہے۔ حضرت علیؑ نے تو گہوارے میں زبردست اژدر سانپ کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ معصومؑ نے گویا زبانِ بے زبانی سے آواز دی کہ آپ مدد کیلئے 'ھل من ناصر' کی صدا بلند کر رہے ہیں تو آپ بے یارومددگار نہیں ہیں آپ اِدھر میرے پاس آیئے میں آپ کی نصرت کیلئے تیار ہوں۔

وبكى وضج حسيراً بذلك روحي و ارواح العالمين فداه الى اجابة دعوة ابيه

اور اپنے لباس قماط یعنی شلوکے کو پھاڑ دیا اور لباس سے باہر ہو گئے اور رونا پیٹنا شروع کر دیا تاکہ باپ میری طرف متوجہ ہو جائیں اور دعوتِ حق قبول کی۔

(حضرت علی اصغرؑ مقتل الحسین از مدینہ تا مدینہ، تالیف سید محمد جواد ذہنی تہرانی، ص ۶۸۹)

۶۷۔الوداعِ شیر خوار علی اصغرؑ:

ہاں۔علی اصغرؑ نے اپنے باپ کی صدائے استغاثہ پر لبیک کہی۔امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے معصوم صغیرؑ کو لاؤ میں اسے بھی الوداع کہوں۔خیمے کے تمام حضرات مستوراتِ عصمت وطہارت بچے سب کو صبر کی تلقین کی۔ایک خز کا جُبّہ (لباس) امام نے طلب کیا۔آپ نے نانا رسولؐ خدا کا عمامہ پہنا اور لباس علیؑ زیب تن کیا اور شمشیر ذوالفقار کو طلب کیا (مانگا) پھر فرمایا کہ:

ایتینی بثوب عتیق لا یرغب فیه احد

میرا ایک پرانا لباس لاؤ تا کہ میں پہن لوں اور کوئی شخص میرا لباس نہ اتارے۔پرانا لباس لیا اور اس کو کئی جگہ سے پارہ پارہ کیا۔پھر اپنے لباس کے نیچے پھٹے ہوئے لباس کو پہنا اور یہ وہی لباس تھا کہ جسے انبیائے ماسبق نے اپنی حفاظت کیلئے (دشمن سے بچاؤ) کیلئے پہنا تھا۔مثلِ آتش نمرود، آب نیل، صلیب عیسیٰ وغیرہ کے وقت پہنا کرتے تھے۔پھر لباس کہنہ پہن کر آپ آمادۂ جنگ ہوئے اور اب راہِ حق میں خدا سے ملاقات کیلئے چل پڑے۔کافی عطر وخوشبو جسم پر ملیں۔

۶۸۔شکوہِ امام حسینؑ بہ درگاہِ الٰہی:

بہت سی کتب میں یہ روایت لکھی ہے کہ جب امام کے یاور وانصار شہید ہو چکے تو امام نے داہنے بائیں طرف نگاہ دوڑائی۔جب دائیں بائیں کوئی مددگار نظر نہیں آیا تو سر کو جانبِ آسمان بلند کیا اور فرمایا:

"بارِ خدایا۔تو دیکھ رہا ہے کہ یہ ظالم نواسۂ رسولؐ کے ساتھ کتنا ظلم کر رہے ہیں؟

(سحاب رحمت، ص ۵۹۰)

۶۹۔علی اصغرؑ باپ کے دامن میں ہیں:

حضرت علی اصغرؑ معصوم کہ جن کی ماں ربابؑ ہیں حضرت علی اصغرؑ کو اپنے دامن میں

چھپائے ہوئے میدانِ کارزار میں تشریف لاتے ہیں اور معصومؑ کا گلا اور ہونٹ چومتے ہیں اور جو ظلم بنی امیہ کر رہے ہیں اپنے بچے سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں۔

۷۰۔ علی اصغرؑ کے خشک لب اور شہادت:

معصوم علی اصغرؑ کس قدر حسین اور خوبصورت ہیں کہ ان کے کالے بال گیسو مثل لیلۃ القدر کے ہیں اور کیا خوبصورت چہرہ ہے کہ والشّمس (آفتابِ درخشاں) کی مثل چہرہ آب و تاب ہے اور یہ عاشور کی شب میں خشک لب ہیں لیکن شہادت کی آرزو ہے کہ جلد دن نکلے اور راہِ حق میں جان دے دوں۔ آپ کے گلے کی سفیدی کہ جہاں پر تیر لگا اللہ تعالیٰ آپ کی بے نظیر اس قربانی کے عوض شیعانِ حیدرِ کرار کی شفاعت فرمائے گا کیوں کہ آپ نے ہنستے ہوئے حقیقی محبت و عشق میں جان کی بازی لگا دی اور آپ کا چاند سا چمکتا ہوا چہرہ (قرصِ ماہی) کہ خاک و خون میں نہا گیا اور آپ کا تبسم کرنا یہ بتا رہا ہے کہ راہِ حق آپ سے صرف ایک قدم کے فاصلے پر ہے۔ (نخل میثم، ج ۳، ص ۲۵۵)

۷۱۔ تیرِ سہ شعبہ کا معصوم کے پھول جیسے گلے پر لگنا:

اسی دوران حرملہ ملعون کہ خدا اسے آتش جہنم کے گہرے طبقے میں زبردست طریقے سے جلا کر راکھ کر دے (خدا کی لعنت ہو) تیر کمان میں جوڑ کر معصومؑ کی طرف پھینکا اور وہ تیر معصوم کے پھول جیسے نازک گلے میں پیوست ہو گیا۔ ہاں غضب ہو گیا، معصومؑ بے زبان، پیاسا، بلا خطا میدانِ وغا میں شہید ہو گیا۔ علی اصغرؑ میدان میں جنگ کرنے نہیں آئے تھے صرف ایک گھونٹ پانی کی تلاش تھی۔

علی اصغرؑ بھی شبیہِ رسولؐ تھے:

۷۲۔ شبیہِ رسولِؐ خدا کی شہادت:

امام حسینؑ نے معصوم علی اصغرؑ کو آسمان کی جانب بلند کیا اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں

عرض کیا:

اللّٰھم انت الشّاھد علی قومٍ قتلوا اشبہ الناس برسولك محمدصل اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم

اے اللہ۔ تو گواہ ہے کہ ان ظالموں نے تیرے رسولؐ کی شبیہ کو شہید کر ڈالا۔

اب امام حسینؑ کے فرمانے کے مطابق یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی اصغرؑ بھی شہزادہؑ علی اکبرؑ کی خوبصورتی کی طرح ہم شکلِ پیغمبرؐ تھے۔

جنابِ احدیت میں عرض کی کہ بارِالٰہا تو خوب واقف ہے حال سے میرے اور ان اعدا کے ان بے رحموں نے کیسے کیسے ظلم وستم مجھ پر کئے۔ یہاں تک کہ قتل کیا اشقیا نے اس طفل شیر خوار کو جو ہمصورت تھا تیرے رسول کا۔ (نہر المصائب صفحہ ۴۴۰)

انت الشاھد علی و علیھم فانھم قد قتلوا اشبہ الخلق برسولك

(نہر المصائب، ج ۳ صفحہ ۴۴۰، مجالس مفجعہ صفحہ ۲۳۲ وغیرہ)

مندرجہ بالا تشبیہ کو شیخ مفید نے بھی لکھا ہے۔ (مہیج الاحزان صفحہ ۲۲۵)

اس کے بعد بہ روایت شیخ مفید ہے کہ بچہ کی آنکھ چوم کر فرمایا تو گواہ ہے کہ یہ بچہ تیرے رسولؐ سے مشابہ تھا۔

علامہ مقرم لکھتے ہیں:-

"اشبہ الناس برسولك محمد" (مقتل مقرم صفحہ ۳۱۸)

اس کے بعد حضرت نے فرمایا:-

''خدا کی قسم تم سب کے فراق کے بعد اب تو میرا کوئی انیس وغمخوار نہ رہا بس گریہ و حسرت سے دانت پیسنا رہ گیا''

نواب باقر علی خان تشفیؔ لکھنوی (شاگردِ ناسخؔ) کہتے ہیں:-

صورت میں تھا ہمشکلِ پیمبرؑ علی اصغرؑ — اور شوکت و اجلال میں حیدرؑ علی اصغرؑ
مارا گیا مثلِ علی اکبرؑ علی اصغرؑ — شش ماہہ ہوا فدیۂ داورؑ علی اصغرؑ

حضرت کے خزاں ہوگئے دو باغ صد افسوس
اک سینۂ انور پہ تھے دو داغ صد افسوس

ہمنامِ علی اکبرؑ و اصغرؑ ہوئے مشہور — دادا کی طرح پوتے دلاور ہوئے مشہور
گو شکل میں ہمشکلِ پیمبرؐ ہوئے مشہور — ہمت میں مگر ثانیٔ حیدر ہوئے مشہور

تھا فرق سِنوں میں پہ شجاعت میں برابر
دونوں کو ملے رُتبے شہادت میں برابر

۷۳۔ علی اصغرؑ کی قتل گاہ اور قبرِ علی اصغرؑ:

یہ معصومؑ شہزادہ، شیر کی اولاد اصلی ببر شیر ہے کہ ان کی بخشش و عطا کی وجہ سے دنیا بھر کے بزرگ حضرات اپنی حاجتیں ان کے پیش رکھ کر پوری کراتے ہیں۔ بیابانِ کربلا میں اللہ تعالیٰ کے خون سے یہ گلاب پیدا ہوا ہے اور تمام شہدا پیاسے ہی دنیا سے سدھار گئے اور صبر سے کام لیا اور تیر سہ شعبہ کے سامنے پیاسا گلا اپنے بابا کی ڈھال بنا دیا اور باپ کے سینے پر شہید ہوئے اور مقتل میں امام حسینؑ نے قبر بنا کر چاند سا چہرہ زمین میں چھپا دیا۔ (نخلِ میثم، ج۲، ص۳۴۲)

۷۴۔ امام حسینؑ کو غیبی تسلّی (غیبی آواز):

اسی دوران امام حسینؑ کو ندائے غیبی آئی کہ

دَعهُ یا حسین! فان له مرضعاً فی الجنة

اے حسینؑ! اسے جلد رہا کرو کہ جلد از جلد یہ شیروں کا شیر داخلِ جنت ہو۔

(۱۔ تذکرۃ الخواص ابن جوزی، ص۱۴۴، نفس المہموم، ص۲۱۷) (۲۔ ناسخ التواریخ، ص۴۹۲)

۷۵۔امام حسینؑ کو غیبی تسلّی:

اس معصومؑ آقا زادے پر نظر کرو اور یہ گمان نہ کرو کہ یہ چھ ماہ کا بچہ ہے۔ان کی ذات والا صفات میں بے حد اسرارِ خداوندی پوشیدہ ہیں۔ بہت عجیب وغریب ذات ہے۔اب ہم چاہتے ہیں کہ ہم فقیر ہیں سوالی ہیں خالی ہاتھ ہیں ہم علی اصغرؑ کے مکان (ضریحِ حسینؑ) پر چلتے ہیں۔

اے اللہ پاک۔ہم اس معصوم شہزادے کو تیرے درمیان وسیلہ بناتے ہیں اور ان کی والدۂ ماجدہ جنابِ ربابؑ شہزادی کو تیری سرکار میں وسیلہ بناتے ہیں کہ جو بہت عظیم صرتبے والی بی بی ہیں۔امام حسینؑ نے روزِ عاشورہ بے شمار مصائب برداشت کئے ہیں۔ ایک واقعہ امام حسینؑ کی تسلی کا ذکر کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی بحق معصومہ کونین بی بی پاک فاطمۃ الزہراؑ ہماری مرادوں کو جلد از جلد پورا فرمادے اور ہماری نیت خالص رہے۔ (روضہ ہائی استاد فاطمی نیا،ص ۱۹۳)

۷۶۔علی اصغرؑ دنیا کے لئے بابِ مراد ہیں:

کیا خوب پیدائش معصومؑ ہے کہ سر سے پیر تک نیکیاں ہی نیکیاں بھری ہیں۔تعجب نہیں ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ خورشیدِ رونق زمین پر آ گیا ہے اور شہادت کو یہ معصومؑ شہید اور مصری سے میٹھا پاتے ہیں۔اگر تم ان کی طرف دیکھو گے تو گہوارے میں بھی شوقِ شہادت بے چین کئے ہوئے ہے۔اہلِ بیتؑ حرم کے صدقے میں یہی یہ تمام کائنات پیدا ہوئی ہے۔ان کی ذات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا لطف وکرم واحسان عوام پر ہے۔ان میں عمر کے لحاظ سے کسی کو چھوٹا بڑا نہ سمجھو کہ ہر ایک ذاتِ پاک سخی وجواد ہے اور تمام لوگوں کی مرادیں ان کے ہی دم سے اور وسیلے سے قبول ہوتی ہیں۔

(نخل میثم،ج ۳،ص ۲۵۵)

۷۷۔اے نفس صبر کر:

جیسے ہی تیر معصوم کے گلے پر لگا امام رونے لگے اور دونوں ہاتھ گلوئے علی اصغرؑ کے نیچے لگا دیئے اور فرمایا اے نفس صبر کر اور جو کچھ بھی مصیبت آ رہی ہے اللہ کے واسطے سے برداشت کرو۔اے اللہ ہم پر جو مصیبت پڑ رہی ہے اس کو قیامت پر چھوڑ و۔اُس دن ہم کو اجر ملے گا۔

۷۸۔علی اصغرؑ ہنگامِ شہادت پر مسکرائے:

ایک قیامت خیز مصیبت ایسی پڑی ہے کہ جس سے اہلحرمؑ کی مصیبت ہی نہیں بڑھی ہے بلکہ سننے والے کا بھی جگر پھٹ جائے گا۔معصومؑ علی اصغرؑ جو اپنا دفاع نہیں کر سکتا ہے صرف خشک لبوں کو حرکت دے سکتا ہے مقابلۂ تیر کرتا ہے اور تیر لگنے پر مسکراتا ہے۔یزیدی دغا بازوں کے سامنے میدانِ وغا میں کھڑے مقابلہ ہو رہا ہے۔جو بچہ معصوم اپنی گردن تک نہ گھما سکتا ہو اور خشک لب ہو پھر اس کو تیر مارا جائے کس قدر بڑا ظلم ہے۔آسمان کیوں نہیں پھٹ پڑتا۔معصوم صغیر کو تیر لگا اور معصوم مسکرایا اور اس مسکراہٹ سے تمام زمانے والوں کے دلوں میں جگر خون ہو گیا۔تمام انسان جنات و حوش و طیور زمین جمادات و نباتات و پرندگان سب کا جگر جل کر کباب ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی تھی کہ معصومؑ جب اتنے مصائب جھیل رہا ہے تو اسے ”باب الحوائج“ بنا دیا جائے اور اس کے واسطے اور وسیلے سے دنیا والوں کی امیدیں، مرادیں پوری ہوں۔

۷۹۔ تیر لگنے سے علی اصغرؑ مسکرائے:

میں وہ بھوکا پیاسا صغیر ہوں کہ مجھے ماں کا دودھ بھی نہیں ملا ہے اور میں نے اپنا گلا اپنے باپ کے دفاع میں پیش کر دیا ہے اور میں نے عشق خدا کی کتاب کی ایک ایک آیت پڑھی ہے پھر آخر میں اپنے خونِ جگر سے تفسیر لکھی ہے۔ میرے دل کو کیا آرام ملے میری جان بھی پریشانی میں پھنسی ہے۔ میرے لب تو بند ہیں لیکن میری فریاد جہانگیر ہے۔ اے اللہ تعالیٰ ایسے سامان کر دے کہ اپنے دل کو آبِ تیر سے دھولیا جائے۔

جب تیر لگا تو علی اصغرؑ مسکرائے۔ فرشتے یہ دیکھ کر تعجب میں ہو گئے اور نعرۂ تکبیر لگانے لگے اپنی جان قربان کر کے علی اصغرؑ کامیاب ہو گئے تھے۔ خونِ علی اصغرؑ نے طاہر و پاک کر دیا۔ اے میثم اگر چہ زبان تو خاموش ہو گئی مگر ان کے خون ناحق کا جوش قیامت تک رہے گا۔ (نخل میثم، ج۲، ص۳۴۶)

۸۰۔ بارگاہِ رسولِؐ خدا میں امام حسینؑ کا شکوہ:

جب علی اصغرؑ کو تیر لگا اور جنگ کو سدھار گئے تو امام حسینؑ نے اپنے نانا ست پکار کر کہا کہ نانا ہماری اولاد قتل ہو رہی ہے، عورتیں پریشان ہو رہی ہیں، ہم پر آپ کی امتِ جفا کار نے کیا کیا ظلم ڈھائے ہیں۔

شیخ طریحی نے منتخب میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے اس تکلیف میں اپنے ماں باپ کی طرف رُخ کر کے فرمایا کہ اے بابا جان۔ امّاں جان۔ ہماری اولادوں کو قتل کیا گیا، مخدراتِ عصمت و طہارت کو اسیر کیا جائے گا۔ ہمارا مال و اسباب لوٹ لیا جائے گا۔ یہ امت کیا کیا ظلم ڈھا رہی ہے۔ (نہضت حسینی، مولف حاج شیخ علی فلسفی، ص۱۷)

۸۱۔علی اصغرؑ کا خشک گلا بے دودھ پیئے تھا:

حضرت مختار ثقفی کے روبرو تاریخ نویس کربلا کو پیش کیا گیا۔آپ نے پوچھا کہ بتاؤ امام پر بڑی مصیبت کب گزری؟ کہا کہ جب علی اصغرؑ کو امام کے ہاتھوں پر تیر لگا اور شہید ہوئے۔ابھی امام حسینؑ کا بیان مکمل نہیں ہوا تھا کہ اچانک ایک تیر آ کر خشک گلوئے اصغرؑ پر لگا تب امام حسینؑ نے تڑپ کر پیغام دیا۔

لیتکم فی یوم عاشورا جمعیاً تنظرونی

کیف استسقیٰ لِطِفلِی فابو ان یرحمونی

اے دوستو شیعو۔کاش تم کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ میں عاشور کو اپنے معصوم علی اصغرؑ کیلئے کس طرح پانی مانگ رہا تھا۔ میرا بے شیر اصغرؑ بے گناہ اصغرؑ تیرا نازک گلا پیاسا ہی تیر سے چھد گیا۔بھلا پھول جیسے گلے میں کہاں طاقت تھی کہ اتنا بڑا تیر سہ شعبہ برداشت کرے۔اب میں تجھے زخمی و مردہ حالت میں ربابؑ کے پاس لے جا رہا ہوں اسے کیا جواب دوں گا۔اگر اس نے پوچھ لیا کہ میرے معصوم بچے کا کیا گناہ تھا۔میں تو دروازے پر کھڑی تیرا انتظار کر رہی تھی۔بہن بھی منتظر تھی یا بقیۃ اللہ۔ہم نے اپنے چمن کی ناشگفتہ کلی تیری راہ میں قربان کردی۔ہمارے آگے پیچھے دشمن کا لشکر ہے اب ہمارا دل تاریک ہو رہا ہے۔(نغمہ کوثری،ص ۶۸۔۶۷)

۸۲۔مظلومیتِ حسینؑ کا ثبوت:

جرجی زیدان نویسندہ لکھتا ہے کہ اس معصوم علی اصغرؑ کی شہادت نے مظلومیت حسینؑ کو پوری دنیا میں پھیلا دیا ورنہ بنی اُمیہ کے نابکار خونِ حسینؑ کے چھپانے کی پوری پوری کوشش کر رہے تھے اور بنی امیہ کے کارکن جو دشمن حسینؑ تھے یہی جھوٹا

پروپیگنڈہ کرتے کہ حسینؑ اپنے چند ساتھیوں اور عورتوں کے ساتھ جنگ کر کے حکومت چھیننا چاہتے تھے۔ جنگ کی لیکن چھوٹا معصوم اصغرؑ تو جنگ کے قابل نہ تھا اس کو تیر سے نشانہ بنا کر مار ڈالا۔ یہ کتنا بڑا ظلم ہے۔ (زندگانی اباعبداللہ الحسینؑ، ص۱۳۲)

۸۳۔ مصیبتِ وداع علی اصغرؑ:

امام حسینؑ کے جب تمام یار و انصار شہید ہو چکے تو امام خود یکہ و تنہا عازمِ جنگ ہوئے اور کئی بار اہل حرم سے الوداع کہی۔ ایک بار تو امام خیمے کے اندر تشریف لائے اور خیمے میں آ کر تمام عورتوں کو آواز دی اور فرمایا اے سکینہؑ، اے فاطمہؑ، اے زینبؑ، اے ام کلثومؑ علیکن منّی السلام۔ میری طرف سے سب پر سلام و درود ہو۔ امام حسینؑ کے تمام مصائب اتنے خطرناک ہیں کہ دل کو کباب کیے دیتے ہیں اور آنکھیں روتی رہتی ہیں لیکن الوداعی کیفیت سب سے زیادہ تکلیف دہ مصیبت ہے کہ جب امام حسینؑ نے تمام عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے سلام کیا اور رخصت لی تو وہ منظر بہت ہی دردناک تھا اور سب کے سب رو رہے تھے۔ امام نے اپنی بہن سے کہا کہ میرے چھوٹے بچے علی اصغرؑ کو لاؤ اس کو پیار کر کے اس سے بھی رخصت لے لوں اور خدا حافظ کہوں۔ تو فوراً ہی جنابِ زینبؑ علی اصغرؑ کو لے آئیں۔ (منتھی الآمال، شیخ عباس قمی)

۸۴۔ علی اصغرؑ کے غم زدہ چہرے کا بوسہ:

علی اصغرؑ شدتِ تشنگی سے رو رہے تھے اور ایک پل کو آرام نہیں کر رہے تھے۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں اور پیٹ بھی کمر سے لگ گیا تھا اور لب خشک تھے۔

۸۵۔ خونیں الوداع:

امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لیا اور چاہ رہے تھے کہ خشک لب علی اصغرؑ کے چوم

پس اتنے میں ملعون حرملہ کا تیر اصغر معصومؑ کو آ کر لگا۔ تیر گلے میں لگا بچہ باپ کی گود میں ذبح ہو گیا اور منقلب ہو گیا۔

شاعر نے ایسے موقع پر ایک شعر میں کہا ہے:

ومنعطف اهوى لتقبيل طفله

فقبل منه قبله السهم منحرا

''امام حسینؑ شیر خوار کا گلا چومنے کیلئے جھکے تھے کہ تیر اس سے پہلے علی اصغرؑ کے گلے پر لگ چکا تھا''۔ امام نے اپنی بہن کو طلب کیا اور فرمایا (خذیہ) اس معصوم علی اصغرؑ کو پکڑ لیں۔ حضرت زینبؑ نے روتے ہوئے اور دل سے نالہ نکالتے ہوئے اور قلب کے اضطراب کے ساتھ بچے کو پکڑ لیا۔ (منتھی الآمال)

۸۶۔ آسمان کی طرف خون پھینکنا:

امام حسینؑ نے علی اصغرؑ معصوم کے گلے کے نیچے ہاتھ لگایا اور جب خون سے چلّو بھر گیا تو اس خون کو جانبِ آسمان پھینک دیا۔ پھر اس مصیبت پر اپنی بہن سے فرمایا کہ یہ مصیبت میرے نزدیک بہت محترم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس قربانی کو دیکھ رہا ہے اور اس کی رضا ہمارے ساتھ ہے۔ (مقتل الحسینؑ، ص ۶۸۲)

۸۷۔ شہادت علی اصغرؑ کے بعد امام حسینؑ نے ظالمین پر لعنت کی:

امام حسینؑ نے معصوم علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب سے ہماری مدد بند کر دی ہے تو یہ حکم اس سے بہتر ہے اور ہمارے مصائب کا بدلہ اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔

علامہ سید محسن امین کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کا مقصد یہی تھا کہ آنے والے زمانے

میں حضرت امام مہدیؑ آ کر تمام دشمنانِ امام حسینؑ کو زندہ کر کے ان سے خونِ حسینؑ کا بدلہ لینگے۔

۸۸۔قرآن حسینؑ کے ہاتھوں پر:

سبط بن جوزی کتاب تذکرہ از ہشام بن محمد کلبی اس طرح نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ لشکرِ عمر بن سعد امام حسینؑ کے قتل پر آمادہ ہے تو آپ قرآن لائے اور سر پر قرآن رکھا اور فوجیوں کے درمیان فرمایا۔

بيني و بينكم كتاب الله وجدى محمد ؐرسول الله

اے لوگو۔کس وجہ سے تم میرا خون بہانا چاہتے ہو۔آخر میں بی بی فاطمۃ الزہراؑ، رسولؐ کی بیٹی کا بیٹا (نواسہ) نہیں ہوں؟ اور جو حدیثیں پیغمبرؐ اکرم نے ہماری شان میں کہی ہیں: **هٰذا ان سيدا شباب اهل الجنه**

حسنؑ اور حسینؑ دونوں جنت کے سردار ہیں کیا یہ بات تم نے نہیں سنی ہے جواب دو۔(منتھی الآمال)

۸۹۔اس معصوم بچے پر رحم کرو:

اس دوران جب امام حسینؑ لشکرِ عمر بن سعد سے محوِ گفتگو تھے دیکھا کہ ایک معصوم بچہ پیاس سے جان بلب ہے اسے اپنے ہاتھوں پر لیا اور فرمایا:

يا قوم! ان لم ترحمونى فارحموا هذا الطفل

اے گروہِ جفا کار اگر تم مجھ پر رحم نہیں کرنا چاہتے ہو تو یہ معصوم ششماہہ علی اصغرؑ تو پیاس سے جان بلب ہے۔اس طفلِ شیرخوار پر رحم کرو۔اسی دوران بے رحم تیرانداز نے (حرملہ بن کاہل ملعون نے) ایک تیر معصوم کے خشک گلے پر مارا اور بچے کو ذبح

کر دیا۔ (منتھی الآمال)

۹۰۔علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کے استغاثے پر لبیک کہا:
(اے میرے پدرِ گرامی آپ بے مددگار نہیں ہیں)

مشہور واعظ حاج شیخ محمد علی رسولی ارا کی کہتے ہیں کہ ایک روز مکان آیت اللہ بروجردی میں، میں موجود تھا یہ صاحب منبر خراسان سے آئے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب روزِ عاشورہ امام حسینؑ نے صدائے استغاثہ۔ **ھل من ناصر** بلند کی تھی تو معصوم علی اصغرؑ نے خود کو جھولے سے گرا دیا تھا اور گویا یہ زبانِ بے زبان سے کہہ رہے تھے کہ بابا جان میں مدد کیلئے تیار ہوں۔

۹۱۔ایک کان سے دوسرے کان تک علیؑ اصغر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے:

امام حسینؑ نے کہا کہ اے میری بہن میرے طفل صغیر علی اصغرؑ کو لاؤ تا کہ اسے بھی الوادع کہوں۔علی اصغرؑ باپ کے ہاتھوں پر آ گئے۔ (باب الحوائج حضرت علی اصغرؑ ص ۱۰۹)

۹۲۔ایک گھونٹ پانی کا تقاضا:

جس وقت امام حسینؑ علی اصغر کو میدان میں لانا چاہتے تھے تو گھوڑے سے نیچے اترے۔لباس پیغمبرؐ کو پہنا اور ان کی ہی عبا کو اوپر ڈالا اور حضرت حمزہؑ کی زرہ کو پہنا اور عمامہ علیؑ کو پہنا پھر ذوالفقار کو کمر میں باندھا اور اونٹ پر سوار ہوئے۔امام نے علی اصغرؑ کے اوپر عبا کا دامن اس لئے ڈال لیا کہ دھوپ کی گرمی سے بچا لیں۔لشکریانِ عمر بن سعد ملعون دیکھ رہے تھے کہ لباس جنگ مکمل نہیں پہنا تھا۔لشکریانِ عمر بن سعد کو معلوم تھا کہ امام صرف ایک بار ہی میدانِ جنگ میں قرآن لے کر آئے تھے۔اب یہ لوگ منتظر تھے کہ اب حسین کیا چیز لے کر میدان میں آ رہے ہیں۔اب انہوں نے دیکھا کہ

چھوٹے بچے ششماہہ علی اصغرؑ کو لے کر آئے ہیں۔ پھر امامؑ نے صغیرؑ کو ہاتھوں میں بلند کیا گویا اتنا بلند کیا کہ سپیدیٔ بغل ظاہر ہوگئی اور فوج سے مخاطب ہو کر کہا کہ:

اما ترونه کیف یتلظیٰ عطشاً؟

آیا تم اس بچے کو پیاس سے جان بلب دیکھ رہے ہو۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۱)

۹۳۔ ایک تیر سے علی اصغرؑ کی پیاس بجھائی گئی:

جب فوجیوں نے امام حسینؑ کا کلام سنا تو ایک دوسرے کو سرزنش کرنے لگے اور ایک انقلاب آنے والا تھا کہ عمر بن سعد ملعون نے حرملہ ملعون سے کہا کہ تو حسینؑ کی بات کا جواب دے۔ حرملہ نے کہا کہ امام کی بات کا جواب دوں یا معصوم بچے کا جواب دوں۔ ابن سعد نے کہا کہ تو نے علی اصغرؑ کے گلے کی سفیدی دیکھی ہے۔

۹۴۔ سر بریدہ مرغ کی طرح علی اصغرؑ کا سر الگ ہوگیا:

حرملہ ملعون نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اونچائی کے اوپر چلا گیا۔ پھر گھوڑے سے اتر آیا اور تیر سے معصوم کو نشانہ بنایا۔ راوی کہتا ہے کہ جیسے ہی تیر چلا تو معصوم کا گلا مثل گلا کٹا ہوا مرغ کے ہوگیا۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۱)

۹۵۔ حضرت علی اصغرؑ پر اصل مصیبت کیا تھی؟

امام حسینؑ نے مخدراتِ عصمت وطہارت اور دیگر بچوں کیلئے پانی طلب کیا تھا لیکن فوجیوں نے توجہ نہیں کی تھی۔ اب امام نے فرمایا کہ اس معصوم شیر خوار کیلئے ایک گھونٹ پانی دے دو پھر بھی لعینوں نے یہ بات قبول نہ کی۔

امام نے فرمایا کہ لاؤ ہمیں اس معصوم بچے کیلئے کچھ پانی دے دو لیکن انہوں نے نہ مانا اور بات کو ختم کر دیا۔ پھر امام حسینؑ علی اصغرؑ کو لائے اور پانی طلب کیا۔ تیر لگنے کی

مصیبت الگ رہی لیکن میدان میں لایا جانا بھی بڑی مصیبت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ۔ اچھا تم اپنے ہاتھ سے اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی خود ہی پلا دو کیا تم لوگ نہیں دیکھ رہے کہ یہ معصوم تکلیف کی وجہ سے کس طرف پیچ و تاب کھا رہا ہے۔ رنگ زرد ہو گیا ہے اور ہاتھ پیر اینٹھ گئے ہیں۔ (مجالس المواعظ مجلس ہشتم، مرحوم حاج شیخ جعفر شوستری، ص ۱۱۸)

۹۶۔ ایک تیر اور تین نشانے:

شیخ حسن دہستانی نے کہا ہے کہ امام حسینؑ معصوم شیر خوار کو لے کر آئے اور فوج مخالف سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تم مجھے پانی نہیں دیتے ہو تو اس معصوم بچے کو پانی پلا دو۔ یہ سنتے ہی حرملہ ملعون نے تیر مار کر علی اصغرؑ کو شہید کر دیا۔

جو تیر اصغرؑ معصوم کو لگا اس نے تین نشانے مارے ہیں:

۱۔ حضرت علی اصغرؑ کے نرم و نازک گلے سے تیر پار ہو گیا۔

۲۔ امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

۳۔ اس تیر نے حضرت فاطمۃ الزہراؑ کا دل ٹکڑے کر دیا۔

(ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۱، روضۃ الشہداء، ص ۳۴۳)

۹۷۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی اپنی کتاب معراجِ خطابت جلد۔ ۳ میں لکھتے ہیں:۔

وہ بیبیاں جو غیر گھروں سے آئی تھیں وہ بھی جانتی تھیں کہ بھائی بہن کا رشتہ کیا ہے۔ شب عاشور علی اصغرؑ کو رباب نے نیا کرتا پہنایا، سر پہ ایک ننھا سا عمامہ باندھا، گلے میں ہنسلی، کلائیوں میں کالے ڈورے، سکینہؑ کو ننھی سی عبا اڑھائی، علی اصغرؑ کو گود میں لیا، سکینہؑ کی انگلی پکڑی اور زینبؑ کے خیمے میں گئیں کہا بی بی کل آلِ محمدؐ کے گھر میں قیامت کا دن

ہے، لڑائی ہوگی مجھے علم ہوا ہے کہ ماؤں نے اپنے بچوں کو تیار کیا ہے، رباب کے پاس تو کوئی ایسا ہدیہ نہیں ہے۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، میں کیا میدان میں بھیجوں گی۔ میرے پاس تو یہ ننھے ننھے دو ہدیئے ہیں، شہزادی زینبؑ میں آپ کے حوالے کرتی ہوں۔علی اصغرؑ باب الحوائج ہیں۔ زینبؑ کے حوالے کیا تو یہ عالم کہ رات بھر علی اصغرؑ پھر زینبؑ کی ہی گود میں رہے۔ سکینہؑ بی بی خود کہتی ہیں کہ مجھے پیاس جو لگی تو میں نے یہ سوچا کہ شاید کسی خیمے میں پانی ہو۔ ایک ایک خیمے میں میں گئی تمھارے پاس پانی ہے، تمھارے پاس، تمھارے پاس، ہر خیمے سے جواب ملا پانی کہاں پانی تو نہیں ہے۔ بی بی سکینہؑ کہتی ہیں میں نے سوچا کہ چل کے میں پھوپھی اماں سے کہوں، میں جو پھوپھی اماں کے خیمے میں آئی تو میں نے یہ دیکھا کہ پھوپھی علی اصغرؑ کو گود سے لپٹائے کبھی ٹہلتی ہیں اور جب چونک کے روتے ہیں تو کبھی زمین پر بیٹھ جاتی ہیں، کبھی پھر لپٹا کے کھڑی ہو جاتی ہیں اور بار بار آسمان کو دیکھتی ہیں، میں نے کہا پھوپھی اماں تھوڑا سا پانی مل سکتا ہے کہا سکینہؑ اگر پانی ہوتا تو میں اصغرؑ کو لئے ٹہل کیوں رہی ہوتی۔ آؤ دیکھو تمھارا چھوٹا بھائی پیاس سے بے تاب ہے۔ پیاس سے نڈھال ہے۔ حسینؑ یہ کہہ کے گئے تھے۔ عصر سے کچھ پہلے کہ رونا نہیں زینبؑ، کوئی بی بی نہ روئے میں زندہ ہوں، جب تک میں زندہ ہوں کوئی چیخ کے نہ روئے، خطبہ دے رہے تھے میدان میں کہ خیام سے رونے اور چیخنے کی آوازیں آئیں حسینؑ نے گھوڑے کو واپس کیا، گھوڑے سے اُترے خیمے میں آئے کہا زینبؑ ہم نے تو کہا تھا کہ کوئی روئے نہ اور اتنی چیخ و پکار کیوں ہے، کہا بھیا یہ خوف کا رونا نہیں، جب آپ نے کہا هَلْ مِنْ نَاصِرٍ تو علی اصغرؑ اچھلے اور جھولے سے اپنے آپ کو گرا لیا یہ اس بات پہ رونا ہے کہ اب حسینؑ کا ناصر کوئی نہیں اور بچہ اپنے آپ کو حسینؑ کی مدد کے لیے پیش کر رہا ہے کہا زینبؑ ہم علی اصغرؑ کا ارادہ سمجھ گئے، لاؤ

علی اصغرؑ کو میرے پاس لاؤ، زینبؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں اُٹھایا، لا کے امام حسینؑ کی گود میں دے دیا، چہرہ دیکھا، علی اصغرؑ نے خوشبوئے امامت پائی، آنکھیں کھول کر حسینؑ کا چہرہ دیکھا، آنکھوں آنکھوں میں باتیں ہوئیں، حسینؑ نے کہا علی اصغرؑ وقت آ گیا، اصغرؑ نے اشارہ کیا میں تیار ہوں۔ آؤ پھر چلو علی اصغرؑ۔ چاہتے تھے کہ علی اصغرؑ کو لے کر مڑیں دیر سے ماں یہ منظر دیکھ رہی تھی ایک اجلی سی ردا سفید چادر۔ کہا آقا اجازت ہے اصغرؑ پر ڈال دوں، کہنے کو تو یہ کہا کہ آقا دھوپ تیز ہے، بچے پہ چادر اس لیے ڈالی ہے کہ کہیں میرا پھول سا بچہ دھوپ کی تیزی میں کملا نہ جائے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ قدرت نے رباب کے ہاتھ سے یہ چادر ڈلوائی کہ اصغرؑ کو کفن تو ملے گا نہیں ماں نے گویا کفن ڈال دیا، علی اصغرؑ پر۔ چھ مہینے کے بچے کو کفن نہیں ملا۔ چادر جو پڑی تھی تو اشقیا کہنے لگے قرآن لا رہے ہیں۔ قرآن کو بیچ میں رکھ کے اب یہ صلح کریں گے، تھا تو وہ قرآن ہی۔ مگر قرآن ناطق تھا۔ جبھی تو حسینؑ نے کہا حجتِ خدا کے بیٹے حجّت کو تمام کرو۔ تھوڑا سا پانی پلا دو نہر سے پانی گھٹ نہ جائے گا۔ تو کیا تم سمجھ رہے ہو کہ علی اصغرؑ کے بہانے سے پانی میں مانگ رہا ہوں تو میں نے ان کو جلتی ریتی پر لٹا دیا، آؤ اپنے ہاتھ سے علی اصغرؑ کو پانی پلا دو۔ آقا ٹھہریئے شاید کوئی پانی لے کے آ جائے، اتنی جلدی کیوں اُٹھا رہے ہیں، اس لیے اُٹھا لیا کہ اگر ایڑی رگڑیں گے تو چشمہ نکل آئے گا۔ اصغرؑ آ جاؤ، تم فخرِ اسماعیلؑ ہو، ابھی تو اُٹھایا تھا گود میں، ابھی چاہتے تھے کہ علی اصغرؑ سے باتیں کریں بس اتنا کہا علی اصغرؑ حجت کو تمام کر دو علی اصغرؑ نے سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری، بس ہونٹوں پہ زبان کو پھیرنا تھا کہ لشکر میں ایک رِقّت کا غُل ہوا، منہ موڑ موڑ کے وہ پتّھر دل انسان بھی رونے لگے جو صاحبِ اولاد تھے۔ آنسو چھلک آئے ایسے میں عمر سعد نے کہا ارے لشکر میں انقلاب آ جائے گا۔ اے حرملہ "**اقطع کلام الحسینؑ**"، دوش سے کمان اُتاری،

ترکش سے تیر نکالا، کمان میں تیر کو جوڑا، سنسناتا ہوا تیر چلا، ارے ماں نے علی اصغرؑ کے کان میں ایک بات کہی تھی۔ یہ کہا تھا اصغرؑ تم جاتو رہے ہو لیکن تمھاری موجودگی میں حسینؑ پر کوئی تیر نہ لگے، تیر آرہا تھا، حسینؑ کے سینے پر، علی اصغرؑ اچھلے اور اچھل کر وہ تیر علی اصغرؑ نے اپنے گلے پر لے لیا۔ علی اصغرم

(علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی معراجِ خطابت جلد سوم صفحہ ۱۳۸ تا ۱۴۰)

۹۸۔ علی اصغرؑ کے گلے پر تیر لگنا:

مرحوم سپھری کہتے ہیں کہ علی اصغرؑ بہت ہی زیادہ پیاسا تھا اس لئے بھوکا پیاسا رو رہا تھا۔ ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا۔ امام نے فرمایا کہ علی اصغرؑ کو مجھے دے دو پیار کروں پھر دشمن کی صفوں کے درمیان بچے کو لے کر آئے اور فرمایا کہ میرے نانا بروزِ قیامت ان ظالموں سے نفرت کرینگے اور اللہ سے فرمایا کہ اب میرے خزانے کا یہ آخری گوہر تھا جسے میں تیری راہ میں قربان کر رہا ہوں۔ پھر فوجیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے آلِ ابو سفیان بنی امیہ یہ معصوم بچہ تشنگی سے جان بلب ہے کچھ پانی اسے پلا دو کہ شدت تشنگی سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ کسی نے جواب نہ دیا ملعون حرملہ نے تیر مارا اور علی اصغرؑ شہید ہو گئے خون گلو سے جاری ہو گیا۔ (سحاب رحمت، ص ۵۴۳)

۹۹۔ آخری مشاہداتِ علی اصغرؑ:

نمازِ ظہر پڑھی جا چکی ہے۔ ہوا بہت گرم ہے۔ تمام یاور و انصار امام کے ساتھ ساتھ ہیں ایک ایک انصار شہید ہو رہا ہے پھر نوجوانانِ بنی ہاشم کی باری آ گئی۔ حضرت علی اکبرؑ، قاسمؑ بن الحسنؑ، فرزندانِ علی، زینبؑ کے لاڈلے عون و محمدؑ، حضرت عباس سب شہید ہو گئے۔ کیا مصیبت گزر گئی کہ آپ کا جسم نازک زمین کربلا پر پارہ پارہ ہوا پڑا ہے۔ خیام سے گریہ وزاری کی صدا آ رہی ہے۔ امام تنہا ہیں۔ امام زین العابدینؑ بیمار

اور غش میں ہیں۔ پھر امام کی صدائے استغاثہ زمین سے فضا میں پھیلی آیا ہے کوئی ؟ جو آلِ رسولؐ کو دشمنوں سے بچائے۔

مخدراتِ عصمت وطہارت کی آواز خیموں سے بلند ہوئی تو علی اصغرؑ نے بھی زور زور سے رونا شروع کر دیا اور بعض کا کہنا ہے کہ (قنداقہ) شلوکے کو پھاڑ دیا اور خود کو جھولے سے گرا دیا۔ امام نے اپنی بہن سے فرمایا کہ لاؤ میرا معصوم صغیر مجھے دے دو تا کہ میں اسے الوداع کہوں۔ اب معصوم اصغرؑ کی کمزوری سے یہ کیفیت ہے کہ کبھی بچہ اپنا سر اوپر کرتا ہے اور کبھی نیچے سر گرا دیتا ہے۔ امام علی اصغرؑ کا سوکھا گلا اور ہونٹ چومنا چاہتے تھے کہ اچانک تیر آ کر لگا اور علی اصغرؑ خون میں نہا گیا۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔**

(علامہ سید محسن امین، اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۰۹، کتاب غنچۂ خونین، شرح حال حضرت علی اصغرؑ، استاد مجید زجاجی کاشانی، ص ۴۲)

۱۰۰۔ تیر کا نشانہ علی اصغرؑ کے سفید گلے پر لگا:

حرملہ ملعون نے خطرناک تیر علی اصغرؑ معصوم کو بلا خطا مار دیا۔ اے حرملہ کیا تو مسلمان بھی ہے؟ اگر تو عترتِ رسولؐ کی عزت نہیں کرتا ہے تو قرآن کا تو احترام کر۔ اے حرملہ تو عمر بن سعد کی طرف سے لالچ کی نظر نہ رکھ کہ اسے قتل حسینؑ کے بدلے ملکِ رے کی سلطنت ملے گی۔ اسے حکومت ملے گی مگر حرملہ ملعون ذرا سوچ تجھے کیا ملے گا۔ تیری دنیا اور عاقبت خراب ہو چکی ہے۔ اب جان بوجھ کر اتنا بڑا گناہ نہ کما معصوم کو تیر ہرگز نہ مار۔

اے منحوس ملعون حرملہ۔ نابکار مجھے خون علی اصغرؑ کی گرمی بے چین کئے جاتی ہے اگر تو اس وقت رحم کرے گا تو شاید کوئی ذات اچانک تیری مدد کرے گی تو نے عمر بن سعد کی ایک نگاہ دیکھ کر اتنا بڑا ظلم کر دیا۔ علی اصغرؑ کے گلے پر تیر مارا کتنا بڑا ظلم کیا۔

اے حرملہ ملعون میں تجھ سے مخاطب ہوں۔ تجھ سے اتمامِ حجت کر رہا ہوں۔ حرملہ

کمین ملعون تیرا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے تو مثل خون پینے والے بھیڑیئے کے خطرناک و ذلیل ہے۔

اے علی اصغرؑ معصوم۔ میں آپ سے دور آپ کی مادرِ گرامی جناب ِرباب ؑ بنت امراء القیس سے شرمندہ ہوں۔ بی بی زینب ؑ سے بھی شرمندہ ہوں۔ اے تیز آندھی وہوا کدھر ہے۔ دہر میں انقلاب برپا کردے اور آفتاب چمک دار مجھے بے چینی بڑھتی جارہی ہے۔ اے گروہِ جن تم کہاں ہو اور کیا کر رہے ہو آخر تم میں کوئی انصاف کرنے والا نہیں ہے۔ ماں پھوپھی اور بہنوں کے سامنے دستِ امام حسینؑ پر تیر مارا گیا۔ اے نازنین۔

اے کربلا کے نرم و نازک پھول میری جان تیری پیاس اور معصومیت پر نثار ہوجائے۔ قربان ہوجائے تیر نے ایک کان سے دوسرے کان تک معصوم اصغرؑ کو ذبح کرڈالا۔ میں اس پر بے انتہا غم زدہ ہوں۔ میں تجھے پیاس کی شدت سے رونے میں کیسے چپ کرسکتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تیری پیاس کی تکلیف نے کے قلب کو زخمی کردیا ہے۔ اب میں اس نامرد حرملہ بن کاہل ملعون سے پوچھتا ہوں کہ تین بھال کا تیر جو گھوڑوں کو مارا جاتا تھا غنچۂ ناشگفتہ نازک پھول علی اصغرؑ کے گلے پر مارا گیا۔ زہریلا تیر معصومؑ شیر خوار کو کیوں مارا گیا۔

اے معصوم شہزادے علی اصغرؑ یہ تیر تمہارے نازک گلے پر ہی نہیں لگا بلکہ یہ تیر قلبِ زہرؑا و علیؑ و رسولِؐ خدا و امام حسنؑ و امام حسینؑ کے قلب پر لگا ہے اور یہ تیر امامِ زمانہ مہدیؑ آخرالزمان کے قلب پر لگا ہے۔ **الا لعنۃُ اللّٰہ علی القوم الظالمین**

(غنچۂ خونین از استاد مجید زجاجی کاشانی، ص ۴۴)

۱۰۱۔ سلام ہو شہزادہ علی اصغرؑ پر:

اے علی اصغرؑ۔ تمہاری دادی شہزادی کونین بی بی فاطمۃ الزہرؑا کی جان تم پر قربان

ہو جائے۔ تیرے پیاسے ہونٹوں اور روتی ہوئی آنکھوں پر بے شمار سلام ہو۔ تیرے گلوئے نازنین مجروحِ تیر پر سلام ہو جو خون سے سرخ ہو گیا۔ سلام ہو تیری تکلیفات پر جس سے جگر خون ہو گیا۔ تیری غیرت پر سلام ہو۔ تیرے دانتوں اور پھول سے کِھلے ہوئے چہرے پر سلام ہو، تیرے لبوں پر اور قرآنی آواز پر سلام ہو۔ جان دینے کے وقت ہنسنا۔ تیری اس ادا پر سلام۔ تیری الوداع پر سلام کہ جب تو میدان میں اپنی جان قربان کرنے کیلئے روانہ ہوا اور شہزادۂ عباسؑ پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ وہ تم سے شرمندہ رہے۔ جنابِ زینبؑ علیا شہزادی پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ ان پر چاروں طرف سے کوٹھوں سے پتھر برسائے گئے اور سلام ہو اس شیر ببر مرد پر امام حسینؑ پر کہ جنہوں نے جوان فرزند شہزادۂ علی اکبرؑ کے سینے سے برچھی نکالی اور جس کا سر کاٹ کر نوکِ نیزہ پر اُٹھایا گیا۔ سلام ہو اس ذات والا صفات امام حسینؑ پر کہ جنہوں نے دشمنوں کو بھی سیراب کیا ہے اور سخاوت کرنا جن کی عادت ہے۔ میثم آپ کا مرثیہ خوان ہے۔ میں آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی ثناء کر کے فخر محسوس کرتا ہوں۔ آپ میں بے شمار صفات ہیں ان کو کہاں تک بیان کر سکتا ہوں۔ (نخل میثم، ج ۳، ص ۲۱۶)

۱۰۲۔ سید الشہداءؑ کی قربانی:

امام حسینؑ نے بحالتِ مجبوری اپنا حج مکمل نہیں کیا۔ حج کو عمرے میں تبدیل کر دیا اور مکہ چھوڑ کر روانہ ہو گئے اور ایسی ایسی قربانیاں کربلا میں پیش کیں کہ قیامت تک جن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ تمام حاجی اپنے لئے ایک قربانی حج کیلئے لے کر آتے ہیں لیکن امام حسینؑ اپنے ساتھ ہر طرح کی قربانی لے کر آئے ہیں جس میں چھ ماہ کا شہزادہ علی اصغرؑ بھی ہے۔ اپنے بیٹے، بھتیجے، بھائی اور یار و انصار لے کر آئے ہیں۔

(مصائب امام حسینؑ، مولف حاج شیخ جعفر شوستری، ص ۱۲۶)

۱۰۳۔اوجِ تنہائی امامِ حسینؑ:

امام حسینؑ کی مظلومیت نے انسانوں کے دلوں میں اس قدر محبت کیوں پیدا کر دی ہے۔مولا علیؑ فرماتے ہیں کہ:

من رقیٰ فی درجاتِ الھمم عظمته الامم

یعنی جو شخص بھی اپنی ہمت کے اعتبار سے بلند و بالا ہوتا ہے۔تمام دنیا اور امت اسے بزرگ شمار کرتے ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ:

قدرالرجل علی قدر ھمۃ وھمۃ علی قدر غیرته

انسان کی بلندی کا ترازو ''ہمت'' کو مانا گیا ہے اور انسان کی ہمت کا اندازہ اس کی غیرت سے لگایا جاتا ہے۔

آلمانی مسیحی لکھتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب، احباب وغیرہ کو سمجھایا کہ ہم مظلوم ہیں یہاں تک کہ یہ نصرانی کہتا ہے کہ معصوم علی اصغرؑ کے ذریعے سے بھی لوگوں کو سمجھایا کہ ہم مظلوم ہیں اور یزید لادین ہے روزِ عاشورہ معصوم صغیرؑ کو شہید کیا۔علی اصغرؑ معصوم کی شہادت پر لشکرِ یزید کے فوجی بھی بگڑ گئے تھے کہ اتنے معصوم اور پیاسے بچے کو مارنا کتنا برا کام ہے۔اس معصوم بچے کا کیا گناہ ہے جو اسے شہید کر ڈالا۔

امام حسینؑ معصوم بچے کو فوجِ اعداء کے سامنے لائے اور دونوں ہاتھوں پر بلند کیا اور فرمایا کہ:

میں نے اپنے بیٹے علی اکبرؑ کا غرقِ خون لاشہ اُٹھایا اور اپنے بھائی عباسؑ کے کٹے ہوئے بازو اُٹھائے اب میرا کوئی یاور و انصار باقی نہیں ہے صرف ایک چھوٹا شہزادہ باقی رہ گیا ہے وہ بھی پیاس سے جان بلب ہے اور غش کر گیا ہے۔اگر ماں کا دودھ ہوتا تو بچہ دشمنوں کے مقابل کیوں لایا جاتا اور کس قدر غم حسینؑ پر پڑے تھے کہ جن کا بیان کرنا

ناممکن ہے۔ بڑھاپے میں جوان لاشوں کا اُٹھانا جس سے کمر ٹیڑھی ہوگئی ہو۔ جب قاسمؑ کالاشہ اُٹھایا تھا تو اسی ہی وقت سے کمر خمیدہ ہوگئی تھی پھر علی اکبرؑ وعباسؑ کی لاش پر کمر بالکل بیکار ہو چکی تھی اور آخر میں شہزادہ علی اصغرؑ جو شباہت میں مثلِ علی اکبرؑ تھے گویا رسولؐ اللہ کی منہ بولتی تصویر تھے۔ خدایا دشمنوں نے کتنی بے رحمی کی ہے۔ ان کو دوزخ کے گہرے طبقے میں آگ کے جلانا۔

امام حسینؑ نے ہر چند کوشش کی اور سمجھایا کہ اس قدر ظلم نہ کرو مگر دشمنوں نے ایک نہ سنی بلکہ جواب میں حرملہ نے تیر مارا جو گلوئے اصغرؑ پر لگا اور باپ کی گود میں شہید و ذبح ہو گئے۔ خدایا خدایا۔ بچے نے ایک موقع پر پرندے کی طرح سے پر مارنے شروع کر دیئے مجھے نہیں معلوم کہ کس قدر تکلیف بچے کو ہوئی۔ درِ خیمہ پر مادر و خواہر انتظار کر رہی ہیں۔ امام نے بچے کو لے جا کر فرمایا لو علی اصغرؑ کو پکڑ لو۔

(ا۔ حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین حاج شیخ عبدالحسین واعظ زادہ خراسانی در مدرسہ بخارایی۔
(۲۔ باب الحوائج حضرت علی اصغرؑ ص ۷۲)

۱۰۴۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کا راز:

علی اصغرؑ کی شہادت میں کئی راز ہیں

ا۔ شہادتِ معصوم۔ دلوں کیلئے رقت کا سبب ہے۔ اس غم پر دل پھٹے جاتے ہیں۔

۲۔ اس شہادت نے سب سے زیادہ اذیت قلبِ حسینؑ کو دی ہے۔ ان کا دل خون رویا ہے۔

۳۔ جب علی اصغرؑ کو امام حسینؑ نے ہاتھوں پر بلند کیا تو علی اصغرؑ کی پیاس اور گلے پر تیر لگنے کی وجہ سے ملائکہ مقربین میں کہرام برپا ہوگیا۔ بے قرار ہو گئے۔

۴۔ علی اصغرؑ کی شہادت پر انبیاء و مرسلینؑ، ملائکہ، حوریں تمام کے تمام امام

حسینؑ کے خطاب کو سن رہے تھے اور تصدیق فرما رہے تھے۔

۵۔معصوم بچہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گیا گویا یہ ایسی شہادت ہے کہ ستر (۷۰) بار اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ سے کس قدر محبت اور عشق تھا۔

۶۔چھٹا راز یہ تھا کہ علی اصغرؑ کے خون کو آسمان کی طرف پھینکا گیا تو ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہیں آیا اور یہ محبت خدا کی انتہائی دلیل ہے۔

۷۔راز یہ ہے کہ علی اصغرؑ کی امام حسینؑ نے نماز پڑھی جس طرح رسولِؐ خدا نے حضرت حمزہ کی نماز ادا کی تھی روزِ اُحد چونکہ نماز شکر بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کی زبردست تعریف ادا کرنا ہے۔جس پر ملائکہ وانبیاء کو تعجب ہے۔

۸۔اپنی جان کا فدیہ کرنا مستحب تھا نہ کہ واجب۔بزرگ لوگوں پر تو واجب تھا لیکن اس معصومؑ پر مستحب تھا۔پھر بھی کتنا بلند مقام پالیا کہ اس سے بلند درجہ نہیں ہے۔

۹۔امام حسینؑ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت سے چاہتے تھے کہ کوئی بلند عمل کریں جس سے اپنی جان کا نذرانہ ہو جائے۔

۱۰۔حضرت علی اصغرؑ کی شہادت سے امام حسینؑ اللہ تعالیٰ کی بندگی، صبر و شکر میں لگ گئے اور جتنا بھی ہو سکا شکر ادا کیا۔

۱۱۔راز یہ ہے کہ غنچہ اہلبیتؑ محمدؐ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت نے جان جبرئیلؑ و اسرافیلؑ کو حیرت میں ڈال دیا۔

۱۲۔اس معصوم طفلِ شیر خوار کی روح مثلِ روحِ اعظم ہے۔

۱۳۔حضرت علی اصغرؑ کو امام حسینؑ نے قبر میں دفن کیا اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں: (۱) ایک ظاہری وجہ ہے (۲) دوسری باطنی وجہ ہے۔پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر اور شہداء

کی طرح لاش معصومؑ پڑی رہتی تو دشمن ضرور اس کا سر کاٹتے اور نیزے پر چڑھاتے اور یہ باعثِ حقارت ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آجاتا اور زمین دھنس جاتی۔

۱۴۔ امام حسینؑ نے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رحمانی مہمانی میں جو خون پیش کیا یہ ظاہری ہے۔

۱۵۔ اپنے معصومؑ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینا یہ بھی ترویجِ دین ہے۔

۱۶۔ اس معصومؑ کا درجۂ شہادت تمام دیگر شہیداء سے افضل و اعلیٰ ہے اور اتنا بڑا درجہ ہے کہ اس سے بڑا درجہ کوئی نہیں ہے۔

۱۷۔ امام نے دفن اس لئے کیا کہ لاش پائمالِ سُمِ اسپاں نہ ہوسکے۔ اس لئے کہ خونِ پاک و پاکیزہ ہے باعثِ بلندیٔ درجات ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ اسے چھپایا جائے دشمنوں کی نظر سے اور یہ عملِ امام۔ روحی لہ الفداء حقیقت میں ایک رحمت بزرگواری و مہربانی تھی جسے شیر خوار سے نسبت دی گئی ہے۔

(۱۔ ترجمہ اسرار الشہادۃ، ص ۴۲، مرحوم فاضل دربندی)
(۲۔ باب الحوائج، حضرت علی اصغرؑ ص ۲۷)

۱۰۵۔ یہ تیر سقیفہ کا تیر تھا:

اے شیعانِ اہلِ بیتؑ۔ بہت تعجب کی بات ہے کہ یہ زہریلا تیر تو اسی روز تیار ہو چکا تھا جب غاصبانِ حقوقِ اہلِ بیتؑ نے خلافتِ علیؑ کو غصب کر کے خلافتِ راشدہ کی بنا ڈالی تھی اور پچاس (۵۰) سال کے بعد صحرائے کربلا میں یہ تیر صحیح نشانے پر لگایا گیا۔ پہلے قلبِ نازنین سید الشہداءؑ اور دوسرے گلوئے علی اصغرؑ پر لگا اور پھر سروں کو کاٹ کر نیزوں پر چڑھایا گیا اور اگر سقیفۂ بنی ساعدہ میں خلافت غصب نہ کی جاتی تو یہ تیر کبھی نہیں لگتا اور امام کے یاور و انصار خون میں نہ نہاتے۔

ایک مازندران کے بادشاہ سے سیّدِ علوی نے پوچھا کہ حسینؑ اوران کے یاور وانصار کوکہاں شہید کیا گیاتو جواب ملاکہ کربلا میں۔ بادشاہ نے کہا کہ حسینؑ کے قتل کی سازش تو سقیفہ بنی ساعدہ میں ہی بن چکی تھی جب ابو بکر کی بیعت کی گئی تھی۔

یہ جانتے ہو کہ کس روز زینبؑ اسیر ہوئیں۔ جس روز خلافتِ بنی ساعدہ تیار ہوئی۔

(ا۔شرح مرائی سید بحر العلوم، مرحوم علامہ سید محمد مہدی بحر العلوم، ص ۲۴۸)

(۲۔کامل بہائی، ج۲، ص ۳۰۴، مرائی بحر العلوم، علامہ محمد مہدی بحر العلوم، ترجمہ شیخ رحمت اللہ کربلائی، ص ۲۴۷) ، (۳۔نیر تبریزی)

۱۰۶۔روحِ اصغرؑ پیاس سے آزاد ہوگئی:

رسولؐ خدا کا چمن پانی نہ ہونے سے آگ میں جل رہا ہے۔ فاطمہ زہراؑ کے پھول مُرجھا گئے ہیں بلبلوں نے بھی اپنے نغمے چھوڑ کر غم واندوہ کے نالے شروع کر دیئے اور پیاس کی شکایت کا نغمہ گا رہی ہیں۔ جیسے جناب ہاجرہؑ نے صفا اور مروہ کے چکر لگائے تھے اور ان کا نونہال اسمٰعیل زمین پر پیاس میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا تو زہرہؑ کا چمن بھی پژمردہ ہے۔ انسان کو حسینؑ کی پیاس پر قیامت تک یاد کر کے رونا چاہیئے اور کربلا کی پیاس ان کی زبردست ہے کہ جس کی گرمی سے دریا کا دل بھی جل اٹھا ہے۔ اصغرؑ معصوم چمکتے چاند کو قبر میں چھپا دیا تو اندھیرا ہو گیا۔ دشمن کے تیر نے معصوم کو بسمل وزخمی کر دیا اور اصغرؑ معصوم کی پیاس موت سے ختم ہوگئی۔ معصوم اصغرؑ پیاس سے خیمے اور جھولے میں رو رہے ہیں اور شہادت کیلئے بیتاب ہیں۔ اہل کوفہ سے پانی مانگا تو مثل خشک لکڑی کے ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا تم کو بھی اللہ تعالیٰ پیاس کی گرمی سے جلائے گا۔ قیامت تک دریا کی موجیں سر پٹکتی رہیں گی اور کہیں گی کہ ہائے کربلا والوں کی پیاس۔ اے میثم۔ جب اہلِ بیتؑ حرم پر پانی بند اور حرام کر دیا گیا تو کاش پورے عالم

کیلئے بند ہو جاتا کہ آسمان نے اہلحرمؑ کے ساتھ یہ بیداد کی ہے۔

(نخل میثم، ج ۲،ص ۳۵۵، شعر از مداح اہل بیت، جناب اقائی حاج غلام رضا سازگار)

۱۰۷۔علی اصغرؑ کو میدانِ کربلا میں لانے کی وجہ:

امام حسینؑ اپنے بیٹے معصوم علی اصغرؑ کی شہادت سے واقف تھے پھر کیوں امام میدان میں لائے اور پانی مانگا اس بات کا جواب کئی طرح سے دیا جا سکتا ہے۔

ہر طرح کا ظلم غاصبانِ خلافت نے اہلحرم پر توڑے رکھا تھا۔ معاویہ کا طولانی دور شیعیانِ حیدرِ کرارؑ کیلئے خطرناک اور ظالم دور ہوا ہے۔ امام کے لفظ کو بگاڑ دیا گیا تھا اور امام و نبیؑ سے ہر غلطی اور گناہ کا ہونا ذہن میں بٹھا دیا گیا تھا اور خدا سے دور و برگشتہ امام کو کہا جا رہا تھا یہ دور امامت کشی، ولایت کشی، خلافت کشی اور شخصیت کشی کا دور تھا۔

حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے حقوق غصب کئے جا رہے تھے اور ظاہر ہے کہ امام حسینؑ تو حضرت علیؑ کے بیٹے تھے۔ معاویہ کو ان سے زبردست دشمنی تھی اس لئے کربلا کا واقعہ درپیش آیا اور معصوم بچوں علی اصغرؑ شیر خوار، سکینہؑ و رقیہؑ پر بھی ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ معاویہ نے شام میں علیؑ کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ کیا تھا اور جنگ صفین میں قرآن کو نیزوں پر رکھا گیا تھا اور جنگ نہروان اسی بنیاد پر لڑی گئی تھی اور نیزے پر امام حسینؑ نے دین اسلام کے شجر کی آبیاری اپنے خون سے کر کے قیامت تک کیلئے اس درخت کو سرسبز و شاداب کر دیا کہ رہتی دنیا تک لوگ اس سے فائدہ حاصل کرتے رہینگے۔ (باب الحوائج حضرت علی اصغرؑ ص ۹۶)

۱۰۸۔امام حسینؑ کی مظلومیت کی بڑی دلیل:

دائرہ المعارف قرن، جلد ۱۹ فرانس کی چھپی ہوئی ہے کہ جس سے امام حسینؑ کی مظلومیت ٹپکتی ہے۔ ذکر کرتے ہیں کہ امام حسینؑ نواسہ رسولؐ نے اپنے وطن سے بہت

دور جنگل بیابان میں اپنے یاور وانصار کی قربانی دی۔ ان سب سے عجیب اور بڑی عظیم قربانی معصوم علی اصغرؑ ہے جس کا تاریخ اس سے پہلے کوئی ثبوت پیش نہیں کرسکتی بچے کو گھونٹ بھر پانی (جس کی کوئی قیمت نہ تھی) پلانے کو کہا تو دشمن نے تیر سے بچہ شہید کردیا۔ حسینؑ کے اس عمل سے پتہ چلا کہ اس شہادت نے بنی امیہ کی دھجیاں اڑا دیں اور تمام دنیا میں یزید معاویہ کو ننگا کردیا اور اسلام کو حسینؑ اور یاور وانصار نے حیاتِ نو بخشی۔ (شہدائے پیشاور، ص ۵۴۷)



روزِ عاشورہ
علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد

الف۔ آسمان کی طرف خونِ علی اصغرؑ کا پھینکنا:

۱۰۹۔ کس وجہ سے خونِ علی اصغرؑ زمین پر نہ ڈالا گیا:

اسلامی مورخین مثل ابن شہر آشوب مناقب میں، ابن نما حلی مثیر الاحزان میں سید ابن طاؤس نے لھوف میں، ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ (فرمانی) در اخبار الادول میں، میرزا محمد تقی سپھر نے ناسخ التواریخ میں، ابو الفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں عبدالرزاق موسوی مقرم نے مقتل الحسینؑ میں اور علامہ سید محسن امین نے اعیان الشیعہ میں علی اصغرؑ کا خون آسمان پر پھینکنے کے بارے میں لکھا ہے کہ کس وجہ سے خون مقدس علی اصغرؑ زمین پر نہ بہایا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ اجسامِ لطیفہ مائل بہ محیط ہوتے ہیں اور اجسامِ کثیفہ اپنے مرکز کی طرف نیچے کی سمت جلدی سے آتے ہیں پس یہ خونِ لطیف بہ محیط مائل تھا اس لئے جانبِ آسمان چلا گیا اور یہ خونِ مقدس زمین پر نہیں بہنا چاہیئے تھا اور ملائکہ آسمان نے وہ خون شیشی جنتی میں بند کر کے تحفے کے طور پر اپنے پاس رکھا تھا اور جنت لے گئے چنانچہ ایسا ذکر زیارتِ چہارم تحفۃ الزائر میں لکھا ہوا ہے یا پھر یہ بات بھی تھی کہ اگر یہ خون زمین پر بہایا جاتا تو عذاب آجاتا چنانچہ مورخین نے ایسا لکھا ہے۔

(اکلیل المصائب، محمد بن سلیمان تنکابنی، ص ۶۶)، (وقائع الایام، ملا علی آقا واعظ تبریزی، ص ۵۱۵)

۱۱۰۔ خونِ علی اصغرؑ حسینؑ نے چہرے پر مل لیا:

معصوم علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ اپنے چہرے پر ملا جیسے علی اکبرؑ کا خون بھی آپ مل چکے تھے اور جسم پر بھی مل چکے تھے۔ مرحوم جلیل عالی قدر حبیب اللہ شریف کاشانی کہتے ہیں کہ امام نے کچھ خون اپنے لباس کے دامن پر بھی مل لیا اور نہ چاہا کہ یہ خون زمین پر بہے ورنہ خون اگر زمین پر گر گیا تو قیامت تک گھاس

زمین سے نہ اُگے گی اس لئے خون ملا۔ (تذکرۃ الشہداء، ملا حبیب اللہ کاشانی ص۲۲۲)

۱۱۱۔ پروردگار قربانیٔ علی اصغرؑ قبول فرما:

امام حسینؑ چھ ماہ شیر خوار کو خون میں نہلائے ہوئے گود میں شلوکے میں لئے کھڑے تھے اور علی اصغرؑ کا خون آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا اے اللہ قربانیٔ آلِ محمدؐ کو قبول فرما۔ اے میرے رب۔ یہ معصوم غنچہ کیسا چمنستان محمدؐ میں کھلا کہ غم اور مصیبت عطش سے کُمھلا گیا، جھلس گیا اور اس داغ سے غم اور بڑھ گیا ہے یہ زینتِ بزم پھول یہ آخری پھول تھا۔ (مفتاح الجنۃ، مولف عالم جلیل القدر مقدس رنجانی، ص۸۰)

۱۱۲۔ علی اصغرؑ کے کپڑوں پر خون ملنے کا راز:

والد مرحوم صدر الدین قزوینی کہتے ہیں کہ کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کے جسمانی لباس (شلوکے) میں خون مل لینے کا کیا راز تھا کہ روزِ محشر قائمہ عرش ہلا کر فریاد کر سکیں اور دشمنوں سے بدلہ لیا جائے۔ (ریاض القدس، ج۲ ص۱۰۳)

۱۱۳۔ خونِ علی اصغرؑ چہرے پر ملنے کا راز:

حاج محمد ہاشم خراسانی اس بارے میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اپنے منہ پر علی اصغرؑ کا خون اس لئے چہرے پر مل لیا کہ کل روزِ قیامت نانا کی امت کی بخشش کا سہارا بن جائے۔ (منتخب التواریخ، ص۲۷۰، محمد ہاشم خراسانی)

۱۱۴۔ علی اصغرؑ تم ناقۂ صالح سے کم نہیں ہو:

شیخ باقر ملبوبی صاحب کتاب الوقایع ولحوادث میں کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ کو لباس علی اصغرؑ پر ملا اور فرمایا کہ میرا یہ بچہ علی اصغرؑ ناقۂ صالح سے کم نہیں ہے۔ ہاں خونِ علی اکبرؑ کو بھی ملا تھا کیونکہ یہ دونوں خون خزانۂ آلِ محمدؐ ہیں اور بہترین

وسیلہ شفاعت ہیں اور اسے ذخیرہ مانا ہے۔ (شیخ باقر ملبوبی، الواقع والحوادث، ج ۳، ص ۸۸)

خدایا یہ بچہ تیرے نزدیک ناقۂ صالح سے کم نہ ہو۔

تاریخ ابنِ واضح میں ہے کہ امام حسینؑ نے وہ تیر علی اصغرؑ کے حلق سے کھینچ کر اور اس طفل معصوم کا خون بطور کفن اُس کے بدن پر ملا فرمایا اے فرزند! واللہ تیرا مرتبہ خدا کے نزدیک ناقہ ُصالح سے بڑھ کر ہے جس طرح تیرے جدِامجد محمد مصطفےٰؐ کا رتبہ صالحؑ پیغمبر سے بالاتر ہے۔ (المجالس العشرہ صفحہ ۸۳)

از مولانا غلام صادق۔ خدایا تو جانتا ہے یہ شیر خوار بچہ ناقۂ صالح سے کم نہیں ہے جس کو اس قوم نے ظلم وسرکشی سے قتل کر ڈالا۔

عرض کی بارِالٰہا صالحؑ پیغمبر کے ناقہ کا بچہ جوان کی امت نے قتل کیا تھا اس سے تو میرے بچہ کا قتل کرنا تیرے نزدیک کسی طرح سے کم نہ ہوگا۔

(ابصار العین مترجم صفحہ ۲۰۶) (الدمعہ صفحہ ۳۴۰ بحوالہ بحار، ج ۱۰ صفحہ ۲۲۵ الواعج الاشجان صفحہ ۱۲۶ نہفتہ صفحہ ۱۲ المقتل مقرم حاکیا من شیر الاحزان ابن نما صفحہ ۳۲ مھیج الاحزان صفحہ ۲۱۵ بروایت ابی مخنف۔ مقتل الخوارزمی ج ۶ صفحہ ۳۲ مناقب مازندرانی طبع نجف ۲۵۷، مقاتل اصفہانی صفحہ ۶۴ وابی مخنف)

۱۱۵۔خونِ علی اصغرؑ آسمان کی طرف نہیں پھینکا:

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں:

مرحوم ملا حاج ملا علی آقا واعظ تبریزی خیابانی کہتے ہیں کہ روز عاشور سال ۶۱ ہجری کو امام حسینؑ نے تین مقدس ہستیوں کے خون کو آسمان کی طرف پھینکا ہے کہ ان کا خون زمین پر نہ ہے۔ (۱) خونِ علی اکبر (۲) خون گلوئے اصغرؑ شیر خوار (۳) خونِ مطہر امام حسینؑ۔

(۱۔ باب الحوائج حضرت علی اصغرؑ ص ۸۵)

(۲۔ ملا علی واعظ تبریزی خیابانی، وقائع الایام، ص ۵۱۵)

۱۱۶۔ امام حسینؑ کا گریہ:

طبری نے امام محمد باقرؑ سے نقل کیا ہے کہ جب علی اصغرؑ امام حسینؑ کی آغوش میں تھے اور تیر آ کر لگا تو خون کو مسح کی طرح مل لیا۔

اللّٰھم احکم بیننا و بین قومٍ دعونا لینصر و نافقتلونا

بار خدایا ہمارے اور ظالم میزبانوں کے درمیان حکم فرما کہ جنہوں نے دعوت دے کر ہم کو بلایا اور پھر ہمارے خون سے اپنے ہاتھ لال کر لئے تو ہماری مدد فرما اور ان سے بدلہ لے۔ (۱۔ منتھی الآمال)، (۲۔ نفس المھموم ص ۲۱۶)

پس امام حسینؑ نے چیخ کر فرمایا اے فرزند اے نورِ نظر (نہر المصائب مجلس ۳۷ صفحہ ۴۴۰) امام حسین مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے حسینؑ نے رونا شروع کر دیا۔ (معلوم ہوا بچہ کے مصائب پر گریہ میں بھی کافی اہمیت ہے) حسینؑ نے بچہ کی چھدی ہوئی گردن کے نیچے ہاتھ رکھ دیئے جب دونوں بھر گئے فرمایا اے نفس صبر کر اور مصیبت پر اجر کی توقع رکھ۔

ابنِ خلدون کے موافق فرمایا اے رب اگر تو نے (امتحاناً) مدد روک لی ہے تو جو مناسب ہو وہی کر اور ان ظالموں سے انتقام لے۔ (شہید اعظم از ریاض بنارسی ص ۱۹۱)

تاریخ ابن جریر طبری میں ہے کہ پھر عرض فرمایا بارِ الٰہا اگر ابھی میری نصرت تیری مصلحت (امتحان) کے خلاف ہے تو میرے مصائب کو موجب زیادتی ثواب آخرت فرما اور ان ظالموں سے میرا انتقام لے۔

(ارشاد۔ الدمعہ۔ تاریخ احمدی صفحہ ۲۹۵ لواعج۔ نفس المھموم۔ بحار عاشر صفحہ ۲۲۵)

بحار الانوار میں ہے کہ "حضرت نے بہ درگاہِ احدیت عرض کی خداوندا اگر تو نے اپنی نصرت و مدد کو ہمارے واسطے حکم نہیں دیا تو اس کے عوض میں ہیں وہ جزا عطا فرما جو اس

فتحیابی سے ہمارے لئے بہتر ہو"۔

شاید مقصود یہ ہو کہ خداوندا میری خواہش پر اگر تو نے نصرت کو موقوف کر رکھا ہے تو اس کے عوض میں جو چیز اس سے بہتر ہو عطا کر۔ اس لئے کہ اکثر روایات سے ظاہر ہے کہ جناب باری عز اسمہ نے حضرت امام حسینؑ کو اختیار دیا تھا اگر حضرت چاہتے تو حق سبحانہٗ تعالیٰ نصرت و فتح عطا فرماتا مگر حضرت نے خود ملاقاتِ پروردگار کو اختیار کیا اور فتح وظفر کو پسند نہیں کیا۔ (نہر المصائب صفحہ ۴۵۰)

یہ بڑے موقع کا بڑا عمدہ نوٹ آخوند مرحوم نے دیا خدا ان کو نصرتِ حق کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

شیخ عباس قمی نے سبط ابنِ جوزی سے ہشام کی روایت کے بموجب یہ کلمات نقل کیئے ہیں۔

روایت ہشام بن محمد ہے کہ پس حسینؑ نے فرمایا خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو حکم فرما کہ جنھوں نے مجھے بلایا کہ ہماری مدد کریں گے اور اب وہ قتل کر رہے ہیں۔ (منتہی الآمال ج ا صفحہ ۳۸۹) (تذکرہ سبط ابن جوزی مترجم اردو صفحہ ۳۰۵ از مولانا صفدر حسین)

میں کہتا ہوں ہشام جس کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:-

حسینؑ نے فرمایا خدایا تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ فرمانا جس نے بلایا تو مدد کرنے کو تھا مگر ہمارے قتل کے درپے ہو گئے۔

یہی کلمات روایت عماد دُہنی میں بھی ہیں جو ابن جریر نے نقل کی ہے کہ "ہمارے امام محمد باقر علیہ السلام سے اس طرح روایت کی ہے۔

مگر دُہنی کی روایت میں نہ بچہ کا نام مذکور ہے نہ دوسرے تفاصیل کم سے کم اتنے جتنے عام اجمالی روایات میں ملتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ عمار والی روایت و ہشام والی روایت

میں آخری کلمات حسرت آیات مشترک ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں ہمعصر ہو کے ایک واقعہ کی حکایت کر رہے ہیں۔ ایک نے اجمال سے کام لیا ہے تو دوسرے نے ذرا تفصیل سے۔ پس اس سے وحدت واقعہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ورنہ عمار کی اجمال گوئی پر طبری نے نص کر دی ہے اور ابو مخنف کے لئے لکھا ہے کہ وہ تفصیل سے لکھتا ہے۔ ان نکات کو سامنے رکھنے سے ضرور یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ بات بڑی تفصیلی تھی مگر ضرورت روایت نویسی جس کے جتنی پیش نظر تھی اس نے اتنا ہی روایت کیا ورنہ ابو مخنف، ہشام کلبی اور دہنی سب ہی تو حضرات صادقین علیہم السلام کے خوشہ چین ہیں۔

دفع توھم:

آخری فقرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے بلایا وہی قتل کے درپے ہوئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ شیعہ امامیہ نہ تھے۔ حسین علیہ السلام کے جواب سے یہ امر روزِ روشن اور مہر نیمروز کی طرح ظاہر وباہر ہے۔ حضرت نے اہل کوفہ کو ان کی طلبی کے خطوط کے جواب میں جو خط لکھا ہے اس میں یہ ارشاد بڑا جامع و مانع تھا۔

"مقالة جلكم انه ليس علينا امام"۔

خط لکھنے والوں کی اکثریت کا یہ کہنا ہے کہ "آیئے ہم پر کوئی امام نہیں ہے"۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی شیعہ جو امام منصوص و معصوم کا قائل ہوگا نہیں لکھ سکتا۔ اس لئے کہ ہر شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ امام کو زمین پر ہونا چاہیئے خواہ وہ دنیا کے کسی گوشہ میں ہو اور اسی عقیدہ کے رکھنے والے کربلا آکر شہید ہوئے ورنہ مجبور یا نظر بند و اسیر تھے۔

حضرت امام حسینؑ نے "**يا شيعة ال ابى سفيان**" سے کربلا والوں کو موقع بموقع مخاطب کر کے بھی شیعیان کوفہ سے الزام قتل کی صفائی خود ہی پیش فرما دی ہے اب

اس میں کوئی الجھاؤ نہیں۔ ورنہ جتنا سلجھانا چاہے اتنا الجھاؤ پیدا ہو سکتا ہے۔

۱۱۷۔ ہدیہ حسینیؑ:

امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ کو آسمان کی طرف پھینکا اور ایک قطرہ بھی خون کا زمین پر نہ گرا کیونکہ یہ محبتِ خدا کی گہری دلیل ہے اور سارا خون علی اصغرؑ آسمان پر ہی چلا گیا اور خون کی توہین نہیں ہوئی۔ (باب الحوائج، حضرت علی اصغرؑ، ص۲۷)

۱۱۸۔ پروردگار، تو ہمارا جلد بدلہ لے:

طبری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے خونِ علی اصغرؑ کو آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا کہ "اگر آسمانی امداد ہمارے لئے بند ہو چکی ہے تو روزِ آخرت ہمیں اس کا بدلہ زبردست دینا اور ہمارے دشمنوں سے بدلہ لینا"۔ (تاریخ طبری، ج۴، ص۳۴۲)

۱۱۹۔ عظمتِ حضرت علی اصغرؑ:

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب مناقب میں حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد یہ لکھا ہے کہ امام حسینؑ یکہ و تنہا تھے اور معصوم صغیر ان کی گود میں تھا کہ تیر آ کر لگا اور خون کو آسمان کی طرف پھینکا۔ خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا اور امام نے فرمایا کہ اے میرے اللہ تعالیٰ میرا یہ معصوم علی اصغرؑ ناقۂ صالح سے کم نہیں ہے۔ (ا۔ مناقب آل ابی طالب، ج۳، ص۲۵۷)

۱۲۰۔ علی اصغرؑ کا خون تمام شہیدوں سے افضل ہے:

روزِ عاشورہ حضرت علی اصغرؑ کا خون سب شہیدوں سے بلند و بالا درجہ رکھتا ہے اور معصوم کو شہید کرنا ظلم کی بدترین مثال ہے کیونکہ یہ ایک چھوٹا اور ایسا اللہ تعالیٰ کا سپاہی ہے کہ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتا ہے اس شہادت نے امام حسینؑ کی عظمتوں کو بلند و بالا کر دیا ہے۔ امام نے معصوم کی گردن سے خون لے کر جانبِ آسمان پھینک دیا ایک قطرہ بھی واپس نہیں آیا اور

فرمایا کہ میرے اس بچے کی قربانی ناقہ صالح سے کم تر نہیں ہے۔

خدایا مجھ پر بے شمار ظلم کیے ہیں تو بدلہ لینا۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کو تو دراصل سقیفۂ بنی ساعدہ میں ہی شہید کر ڈالا تھا جبکہ انصار نے کہا تھا کہ ایک بزرگ ہمارا ہوگا اور ایک تمہارا ہوگا (۱۔ منتخب التواریخ ص ۲۷۱)، (۲۔ لھوف سید بن طاؤس)

(۳۔ مقاتل الطالبین ص ۶۰) ، (۴۔ بحار الانوار ج ۴۵ ص ۴۷)

(۵۔ مفتاح الجنہ، مولف مقدس رنجانی)

۱۲۱۔ خونِ علی اصغرؑ کے ایک قطرے کی عظمت:

فضل کا کہنا ہے کہ ابوالورد نے مجھ سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے سنا ہے کہ اگر علی اصغرؑ کے خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرتا تو عذاب الٰہی آ جاتا۔ شاعر نے کہا ہے کہ:

وعند غنی قطرة من دمائنا

وفی اسد اخری لقد و تحسب

ہمارا خون کا قطرہ قبیلہ غنی کا ہے اور دوسرے خون کا قطرہ قبیلۂ اسد کا ہے کہ روزِ جزاء جس کا فیصلہ ہونا ضروری ہے۔

(۱۔ حماسہ سازان کربلا، ترجمہ ابصار العین فی انصار الحسین مرحوم سماوی، ص ۴۱)

ب۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر خیامِ اہلِ حرم میں کہرام

۱۲۲۔ علی اصغرؑ حورانِ جنت کی آغوش میں:

امام حسینؑ نے جیسے ہی صدائے استغاثہ بلند کی تو خیمے میں کہرام برپا ہو گیا۔ مادرِ علی اصغرؑ کے خیمے سے زیادہ شور ہوا۔ امام نے پوچھا کہ اب کیا نیا واقعہ ہوا ہے جواب ملا کہ مادرِ اصغرؑ کا شیر سوکھ گیا ہے، بچہ پیاس سے جان بلب ہے۔ اسے لا کر ایک قطرہ پانی

پلادو۔ جناب ربابؑ نے معصوم کو امام کی گود میں دے دیا۔ علی اصغرؑ کو تیر لگا خون چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا۔ پھر خیمے میں لاکر فرمایا کہ ربابؑ اپنا بچہ لے لو۔
جنابِ ربابؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لیا اور سینے سے چمٹالیا اور فوراً کہا:
''ماں کے پاس سے جھولے سے میدان میں گئے پھر آپ حوروں کی آغوش میں چلے گئے''۔ (۱۔ باب الحوائج حضرت علی اصغرؑ ص ۲۶)، (۲۔ طوفان البکاء مرحوم جوہری، ص ۱۵۰۔۱۵۱)

۱۲۳۔ نالۂ حضرت زینبؑ:

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکرِ عمر بن سعد میں تھا اور جو بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر شہید ہوا اس وقت ایک نورانی بی بی (زینبؑ) خیمے سے باہر آئیں جن کا نور آفتاب سے زیادہ چمک رہا تھا وہ چلنے میں تیزی کی وجہ سے کبھی گرتی تھیں کبھی اٹھتی تھیں اور فرماتی جاتی تھیں:

وا ولداہ وا قتیلاہ وامھجۃ قلباہ

وہ بی بی معصوم علی اصغرؑ کے قریب پہونچیں اور اُن کے چہرے پر اپنا چہرہ رکھ دیا اور اس طرح بلبلا کر رونا شروع کیا کہ فوج یزیدی بھی گھبرا گئی اور رونے لگی۔ اس دوران کئی بچیاں معصوم ادھر آئیں اور علی اصغرؑ پر گر پڑیں۔ امام حسینؑ ان کی طرف روانہ ہوئے اور ان کو خیمے کے اندر بھیج دیا۔ میں نے کسی سے پوچھا کہ کون عورتیں ہیں تو مجھے جواب ملا کہ حضرت زینبؑ و حضرت اُمِ کلثوم دختران فاطمہ زہراؑ ہیں اور شہزادی سکینہؑ، شہزادی فاطمہ کبریٰ اور رقیہؑ ہیں۔ حمید کہتا ہے کہ میں ان کے احوال بیان کرنے میں بے بس ہوں (۱۔ ترجمہ بحار الانوار، علامہ مجلسی، ص ۲۹۱) (۲۔ مہیج الاحزان، ۲۴۴، سحاب رحمت، ص ۵۲۴)

۱۲۴۔ میرا بے شیر بچہ:

میرا نازنین بچہ بھوک پیاس سے بے جان سو رہا ہے۔ میری بہن زینبؑ اسے

ربابؑ کی گود سے لے آئی ہیں اے میرے اللہ اسے بے خطا تیر مار کو خون میں نہلا دیا گیا ہے اور میں اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا الیہ راجعون پڑھ رہا ہوں۔

۱۲۵۔ گریہ بر مصیبت شہادت علی اصغرؑ:

شعبی نے روایت کی ہے کہ جب امام حسینؑ معصوم علی اصغرؑ کا جنازہ خیمے میں لائے تو رونے لگے۔ خیمے کی عورتیں امام کے گریئے کی آواز پر خیمے سے باہر آگئیں۔

(ا۔ ترجمہ بحار الانوار، علامہ مجلسی، ص ۲۹۱)

۱۲۶۔ اس طرح سے ربابؑ کو اصغرؑ کی اطلاع نہ دیں:

امام حسینؑ نے اپنے چمن کا آخری پھول کھلایا ہوا دیکھا کہ بچہ ذبح ہو چکا ہے۔ بی بی زینبؑ سے کہا کہ بچہ گود میں لو لیکن اس کی ماں کو اس کی اطلاع نہ دینا ورنہ بے چین ہو جائے گی۔ (ا۔ مفتاح الجنۃ، مولف عالم جلیل القدر مقدس زنجانی، ص ۸۰)

۱۲۷۔ علی اصغرؑ کا خوں بھرا کرتا:

علی اصغر کا لباس (شلوکا) خون سے بھرا ہے۔ اب اہلِ حرم نے دیکھا کہ بچہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو چکا ہے۔ اگر ماں یہ حالت دیکھے گی تو کیا سوچے گی۔ پھوپھی زینبؑ اور بی بی سکینہؑ کیا سوچے گی۔

۱۲۸۔ میری بیٹی علی اصغرؑ کا لباس پکڑو:

روایت ہے کہ علی اصغر کے تیر لگنے کے بعد ایک ظالم ملعون نے تیر امام حسینؑ کے ہونٹوں پر مارا کہ ان کو سی دیا جائے۔ جناب سکینہؑ باپ کے پاس آئیں اور پوچھا کہ کیا میرے بھائی علی اصغرؑ کو سیراب کر لائے۔ امام نے بیٹی سکینہؑ سے کہا کہ لو تم اپنے بھائی اصغرؑ کا لباس پکڑو اور دیکھو علی اصغرؑ کا سر تن سے جدا ہو گیا ہے۔

(معالی السبطین، ج ۱، ص ۴۲۵، سوگنامہ آل محمد، ص ۳۳۰)

۱۲۹۔ سنگینی مصیبتِ علی اصغرؑ بی بی سکینہؑ کے دل پر:

علی اصغرؑ کی شہادت نے بی بی سکینہؑ کے دل پر برا اثر کیا اور حرملہ کے تیر نے کام تمام کر دیا لیکن علی اصغرؑ تو لڑنے کے قابل بھی نہیں تھا اسے کیوں مارا گیا۔

(ا۔ زینب کبریٰ، ص ۲۱۰۹)

۱۳۰۔ مرثیہ خوانی اُمِّ کلثوم:

شعبی کا کہنا ہے کہ جیسے ہی علی اصغرؑ کو تیر لگا تو خیمے میں سے مستورات باہر آ گئیں اور بچے کو گود سے لگا لیا اور کہنے لگیں کہ اے اللہ تعالیٰ اے محمدؐ، اے علی مرتضیٰؑ ہماری خبر لو۔ اس معصوم بچے کو ان ظالموں نے خون میں نہلا دیا۔ (ا۔ الوقایع والحوادث، ج ۴، ص ۹۴)

ج۔ علی اصغرؑ کو دفن کرنا

۱۳۱۔ ششماہے کی نمازِ جنازہ پڑھنا:

جب علی اصغرؑ شہید ہو چکے تو امام حسینؑ نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ اگر چہ آپ جانتے تھے کہ بچے کی نماز نہیں ہے لیکن امام نے صبر وسکون حاصل کرنے کیلئے نماز ادا کی کیونکہ سورۂ بقرہ کی آیت ۴۵ میں لکھا ہے کہ صبر اور نماز سے اللہ کی مدد چاہو۔ ذوالفقار سے قبر کھودی اور ننھے معصومؑ کو سپردِ خاک کر دیا (ا۔ ناسخ التواریخ ص ۴۹۲)

۱۳۲۔ سلام:

سلام ہو ہمارا علی اصغرؑ کے مزار پر۔ ان کے ماں، باپ، بھائی پر ہمارا سلام ہو اور گلستانِ فاطمہؑ کے غنچے پر ہمارا سلام ہو۔ علی اصغرؑ کے خشک لبوں اور خون سے تر چہرے پر ہمارا سلام ہو۔ بے شمار درود وسلام ہماری جانب سے۔ (ا۔ نخل میثم، ج، ص ۲۶۰)

۱۳۳۔ علّتِ تدفینِ علی اصغرؑ:

امام حسینؑ سے سوال کیا گیا کہ تمام شہداء کو خیمے میں لے گئے لیکن علی اصغرؑ کو کیوں دفن کیا گیا۔ امام نے فرمایا کہ میں نے نہ چاہا کہ ششماہہ پائمال سُم اسپاں ہو اور اس کا سر کاٹ کر نیزے پر چڑھایا جائے اور بچوں اور عورتوں کی نگاہیں اسے دیکھیں یا زمین پر یوں ہی پڑا رہے۔ (مقتل لالہ ھا، مجموعہ مراثی عترت مولف شیخ احمد بحرانی دشتی، ص ۱۸۱)

هل راحم يرحم الطفل الرضيع فقد

جف الرضاع و ما للطفل مصطبر

فرماتے ہیں کہ کوئی مددگار ہے جو ہماری مدد کرے اور بچوں کی تشنگی دور کرے۔

(شرح مراثی سید بحر العلوم، مولف سید محمد مہدی بحر العلوم، ص ۲۲۵)

۱۳۴۔ شرمندگی حضرت امام حسینؑ از بی بی حضرت اُمِّ ربابؑ:

امام حسینؑ کو بچوں کی تشنگی دور کرنے سے شرمندگی ہوئی۔ علی اصغرؑ، سکینہؑ سے اور علی اکبرؑ سے کہ جب میدان سے آ کر پانی مانگا تو امام نے اپنی زبان علی اکبر کے منہ میں کر دی۔ پھر قاسمؑ کی بالیں پر امام حسینؑ نے حضرت عباسؑ کی بالیں پہ کہا اور علی اصغرؑ کی شہادت پہ جنابِ رباب سے شرمندگی ظاہر کی اور کہا کہ میں اصغرؑ کو پانی نہ پلا سکا اور شرمندگی کی وجہ سے حضرت علی اصغرؑ کی لاش پشتِ خیمہ سے ربابؑ کو دے دی اور قبر کھودی۔ ربابؑ نے اپنے بچے کا آخری دیدار کیا۔

(مصائب امام حسینؑ، حاج شیخ جعفر شوستری، ص ۱۴۰)

۱۳۵۔ الوداع کہنا حضرت اُمِّ ربابؑ کا شیر خوار کو:

اے غنچہ اہلِ حرم تو کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گیا۔ سو جا میرے لال سو جا خاک میں

آرام ملے گا۔اب مادر کے دامن میں بھی آرام نہیں ملتا ہے۔

اس خاموش صحرا میں زیر زمین آرام سے سو جاؤ۔ یہاں تیر و شمشیر کی جھنجھناہٹ (آواز) نہیں آئے گی نہ نعرۂ جنگ اللہ اکبر کی آواز آئے گی۔ یہاں کچھ اور امواتِ مومنین ہیں جو اس صحرا میں سو رہے ہیں۔ یہاں اکبرؑ و قاسمؑ بھی سو رہے ہیں علی اصغرؑ نہ ڈرنا۔ پیاس تو تجھے مرتے دم تک رہی۔ کافر و ملعون حرملہ نے تجھے تیر مار کر شہید کر ڈالا۔ **یا اللہ یا جبّار یا قہار** اس ملعون کے ہاتھوں کو توڑ ڈال جس نے علی اصغرؑ کو تیر مارا ہے اور غنچہ اہلِ حرم کو خاموش کر دیا ہے۔

اے حسانؔ۔ جب قیامت میں اصغرؑ آئیں گے تو نئی قیامت برپا ہو جائے گی۔

(ا۔ اشک ہائی ہمیشہ جاری، ص ۹۸، شعر از شاعر اہلِ بیتؑ حسان)

۱۳۶۔ اصغرؑ کو دفن کرنا:

کتاب احتجاج میں نقل کیا گیا ہے کہ جب علی اصغر شہید ہو چکے تو امام حسینؑ گھوڑے سے اترے اور اصغرؑ کو زمین میں دفن کر دیا۔ (ا۔ منتہی الآمال)

۱۳۷۔ علی اصغرؑ پر نماز پڑھنا:

جب علی اصغرؑ خون میں نہا گئے تو امام نے ان پر نماز پڑھی پھر تلوار سے قبر کھود کر لاش کو دفن کیا۔ (ا۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۳۲)

قبرِ علی اصغرؑ پر امام حسینؑ کا گریہ:

نوکِ شمشیر سے چھوٹی سی لحد کی تیار — بھر دیا زخمِ گلوئے علی اصغرؑ میں غبار

کبھی سوکھے ہوئے لب اور کبھی چومے رخسار — کبھی تربت پہ نظر کی کبھی کرنے لگے پیار

ہونے پایا جو نہ کامل وہ قمر چھپتا ہے

دیکھتے ہیں شہؑ دیں نورِ نظر چھپتا ہے

شوق میں دیر سے کھولے تھی جو آغوش کو قبر دفن فرما کے اُسے رونے لگے صورتِ ابر
دلِ غم دیدۂ سرورؑ پہ یہ کیسا ہوا جبر باپ نے دفن کیا بیٹے کو اللہ رے صبر
مائلِ رنج و غم و اشک فشانی ہوکر
قبر پر پیاسے کی دل بہہ گیا پانی ہوکر

دفن جب کر چکے بے شیر کو شاہِ دوسرا رکھ کے منہ چھوٹی سی تربت پہ یہ حضرت نے کہا
تیر کے زخم سے دُکھتا تو نہیں خشک گلا اب تو اے جانِ پدر کوئی نہیں ہے ایذا
چھٹ گئے پیاس کی تکلیف سے آخر بیٹا
چین سے سوؤ خدا حافظ و ناصر بیٹا

(بابو صاحب فائق)

۱۳۸۔ قیامت میں شفاعت کا وسیلہ:

مقاتل میں لکھا ہے کہ امام نے بچے کو قبر میں دفن کیا۔ نماز پڑھی اور عرصۂ قیامت میں شفاعت کا وسیلہ قرار دیا اور کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھنا ایک امتحان تھا جس سے تمام انبیاء اولیاء تعجب میں ہوگئے اور یہ نماز اللہ تعالیٰ کے شکرانے کی تھی کہ اس نے ایسا بہترین موقعہ عنایت فرمایا اور دوسری وجہ بچے کے دفن کرنے کی یہ تھی کہ سپاہ یزید بچے کا سرتن سے جدا نہ کرے اور تیسری وجہ یہ بھی تھی کہ بچے کا تن سُمِ اسپاں سے پائمال نہ کیا جائے۔ (زندگانی حضرت ابی عبداللہ الحسینؑ، مولف ابوالقاسم سحاب، ص ۴۷۲)

۱۳۹۔ اصغرؑ کے دفن کرنے کی حکمت:

کتاب الاحتجاج اور مطالب السؤل سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت نے علی اصغرؑ کے خون بھرے کرتے کو بھی دفن کر دیا اور تمام شہداء کے لاشے جو پارہ پارہ بھی تھے مقتل

سے اٹھا کر لائے لیکن دفن نہ کیا تو علی اصغرؑ کے دفن کی کیا وجہ تھی۔ دوسرے گھوڑے دوڑانے کی وجہ تھی تیسرے سرِ مقدس کو جدا نہ کیا جائے نہ سر کاٹا جائے نہ نیزے پر چڑھائیں کہ باعثِ ذلت ہے وغیرہ۔ (الاحتجاج، جز دوم، ص ۳۰۱)

۱۴۰۔ خوں بھرے کُرتے میں علی اصغرؑ کو دفن کرنا۔

مرحوم صدر الدین واعظ قزوینی اس بارے میں کہتے ہیں کہ امام حسینؑ نے قنداقہ خونیں (وہ چادر جو اُوپر سے بچّے کو ماں نے اُڑھادی تھی) کو خون میں خوب لتھ پتھ کیا اور پھر اسے دفن کر دیا۔ (ریاض القدس، ج ۲، ص ۱۰۳)

۱۴۱۔ امام حسینؑ کی شرمندگی حضرت اُمّ ربابؑ سے:

مرحوم صدر الدین قزوینی کہتے ہیں کہ ابو خلیق کو مختار ثقفی کے سامنے پیش کیا گیا اور پوچھا گیا کہ کس وقت تیرا کربلا میں دل جلا ہے۔ ہاں۔ بعد شہادتِ علی اصغرؑ امام خیمے کی سمت چلے۔ ایک بی بی سر پر چادر ڈالے گویا شیر خوار کی مادر ہو کھڑی تھی۔ اسے دیکھ کر امام واپس پلٹ گئے ایسا تین بار کیا۔ مختار نے کہا کہ آخر کیا ہوا۔

ابوالخلیق نے کہا امام اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور شیر خوار کو دفن کیا۔ (غنچۂ خونین)

۱۴۲۔ علی اصغرؑ کے دفن کرنے میں جلدی کی وجہ کیا تھی:

ایک ظاہری وجہ تھی اور ایک باطنی۔ اول یہ کہ اگر لاش زمین پر یونہی پڑی رہ گئی تو ظالم اس کا سر کاٹ لیں گے اور نیزے پر چڑھا لیں گے اور یہ باعثِ حقارتِ اسلام ہے اور پھر زمین پھٹ جائے گی اور عذاب آ جائے گا۔ (باب الحوائج، حضرت علی اصغرؑ، ص ۷۲)

۱۴۳۔ قبرِ علی اصغرؑ:

یہ معصوم شہزادہ شیر خوار ہے کہ جس کی ذاتِ گرامی کے سبب لوگوں کی دعائیں قبول

ہوتی ہیں۔ فضل ملتا ہے تمام دنیا کے لوگ دعائیں پوری کراتے ہیں۔ کربلا کے اجڑے دن میں اللہ کے شہیدوں کا خون بہہ گیا اور تمام شہداء نے پیاس کو برداشت کیا۔ تیر سہ شعبہ کو گلے پر کھایا۔ پیاسے رہے اور سپر بنے رہے۔ مقتل اور مدفن سے باپ کا سینہ زخمی ہے۔ یہ تیر علی اصغرؑ کے گلے پر لگا ہے بلکہ حسینؑ کے گلے پر لگا ہے۔ (نخل ماتم، ج ۲)

۱۴۴۔ رجزِ امام حسینؑ (میں علیؑ کا بیٹا ہوں)

بچے کو دفن کرتے ہی گھوڑے پر سوار ہو کر اعداء کے سامنے آئے اور فرمایا کہ یہ لوگ کافر ہیں اور اللہ سے اور ایمان سے دور ہیں۔ پالنے والے جن وانس ان سے نفرت کریں۔ انہوں نے امام حسنؑ اور علیؑ کو شہید کیا اور کہتے تھے آؤ جلدی حسینؑ کو شہید کرو۔

امام حسینؑ لشکرِ یزید کے سامنے کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ میرے ہاتھ میں ذوالفقار ہے۔ میں علیؑ کا بیٹا ہوں اور شہادت پر تیار ہوں۔ آلِ ہاشم ہوں۔ میرے فخر کیلئے یہی کافی ہے کہ میں رسولؐ خدا کا نواسہ ہوں اور فاطمہؑ کا لال ہوں۔ جعفرؑ وحمزہؑ چچا ہیں۔ ہمارے گھر پر قرآن نازل ہوا ہے اور ہم پر ہی وحی آئی ہے۔ ہم ہی راہِ ہدایت دکھانے والے ہیں۔ ہم لوگوں کیلئے امان ہیں۔ ہم صاحبِ کوثر وتسنیم ہیں کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے دوستوں کو آبِ کوثر پلائیں گے اور شیعیانِ حیدرِ کرار ہمارے بہترین ماننے والے اور معتقدین ہیں اور ہمارے دشمن قیامت میں محروم رہینگے۔

(منتہی الآمال، شیخ عباس قمی، بحارلانوار، ج ۴۵، ص ۲۹)

۱۴۵۔ معصوم کی قبر میرے سینے میں ہے:

ایک جماعت زوّار نے کربلا میں عالم دین سید مرتضیٰ کشمیری سے شہزادہ علی اصغرؑ کی قبر کے بارے میں سوال کیا۔ انہوں نے رو کر جواب دیا۔ نہیں جانتا۔ صبح آئے گی یا

نہیں۔صبح کو جواب دوں گا۔رات کو امام حسینؑ کو خواب میں دیکھا کہ امام نے فرمایا۔ کشمیری تم نے میرے زائروں کو جواب کیوں نہیں دیا۔میں نے کہا آقا مجھے معلوم نہیں کہ قبر کہاں ہے کیسے جواب دوں۔امام نے کہا کہ ان سے کہو کہ قبر علی اصغرؑ حسینؑ کے سینے میں ہے۔

(منتہی الآمال، ج۱، ص۴۰۶، الوقایع والحوادث، ج۳، ص۹۶)



مصائب ۴ تا ۱۱ محرم

اور عصر عاشور کے

۱۴۶۔ غارت کرنا گہوارۂ علی اصغرؑ کا:

اربابِ مقاتل نے لکھا ہے کہ بعد از شہادتِ امام حسینؑ اور بعد اس کے کہ سر ان کا بدن سے کاٹا گیا لشکر عمر بن سعد نے خیموں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ پھر لوٹنے کے بعد خیموں میں آگ لگا دی گئی۔

لشکری سامانِ خیمہ لوٹ رہے تھے۔ چادر، زیوراتِ اہلِ حرم، چھوٹے بچوں کے لباس، بچوں کے گوشوارے کانوں سے چھین کر نوچ رہے تھے اور پیروں سے خلخال تک کو اتار رہے تھے بلکہ سکینہؑ اور رقیہؑ کے کانوں سے گوشوارے نوچے اور کان زخمی کر دیئے تو اپنی پھوپھی کو مدد کیلئے پکارا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ:

میں نے کئی مخدراتِ عصمت و طہارت اور بچیوں کو دیکھا کہ جو پردے کی چادریں دوپٹے اوڑھے تھیں انہیں بھی چھین رہے تھے حد ہے کہ گہوارہ علی اصغرؑ کو بھی انہوں نے غارت کر دیا۔ (ا۔ نفس المہموم، ص ۱۹۹)

۱۴۷۔ عاشورہ کو حضرت اُمِّ ربابؑ کی حالت:

گیارہ محرم کی شب شامِ غریباں تھی۔ چاروں طرف بھائی، بھتیجے، خاندانِ اہلِ بیت اور یاور و انصار کے لاشے بیابانِ کربلا میں بکھرے ہوئے پڑے تھے اور پھر چاروں طرف سے بچوں کے رونے کی بھیانک آوازیں آ رہی تھیں اور دوسری طرف امام سجادؑ بخار کی تپش سے نڈھال خیمے میں پڑے ہوئے تھے۔ ربابؑ نے دیکھا کہ لشکر یزید کے غداروں نے علی اصغرؑ کا جھولا بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اسی وجہ سے ربابؑ ہر دم میرا معصوم اصغرؑ میرا اصغرؑ کہہ کر روتی تھیں۔ تا حیات علی اصغرؑ کو یاد کر کے روتی رہیں۔

(مصائب امام حسینؑ، حاج شیخ جعفر شوستری، ص ۱۴۸)

۱۴۸۔غمِ اصغرؑ معصوم:

۱۱محرم کی شب میں یعنی شامِ غریباں میں تمام بچوں کو نیم سوختہ خیمے میں اکٹھا کیا۔ بچے رقیہؑ سکینہؑ، علی اصغرؑ کا جھولا یاد کر کے بین کر رہی تھیں اور یاد کر رہی تھیں کہ کل شب ہمارا بھائی علی اصغرؑ اسی جھولے میں سو رہا تھا۔ یکایک پشت خیمہ سے بے تابی سے کسی بی بی کے رونے کی آواز آئی۔ بی بی زینبؑ دوڑ کر گئیں دیکھا کہ بی بی ربابؑ رو رہی ہیں ۔آپ نے فرمایا آؤ بھابھی آج کی رات ہم بچوں کی حفاظت کا پہرہ دیں۔ ربابؑ نے فرمایا کہ میرے سینے میں بچے کیلئے دودھ اتر آیا ہے میرا بچہ علی اصغرؑ کہا ہے کہ میں اسے دودھ پلا دوں۔(ا۔نہضت حسینی، ج۲، ص۱۸۔۲۱) ، (۲۔سحاب رحمت، ص۶۳۷)

۱۴۹۔علی اصغرؑ پیاسے کی یاد:

آج کی رات میرا دل غم سے پھٹا جا رہا ہے کہ لاشوں کو خون میں ڈوبا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ پیاسا ہی حسینؑ کے لاڈلے کو مار ڈالا۔ ہمارا جگر اور دل اسی لئے کباب بنا ہوا ہے۔

علی اصغرؑ پیاسا دنیا سے سدھارا۔ اس غم میں مادر ربابؑ کلیجہ خون سے بھر گیا ہے اور حالات یہ کہہ رہے ہیں کہ حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ آج کی رات ہمارے پاس پانی ہے اور آج سادات کی ماں بی بی فاطمہؑ نے اپنے چہرے پر خونِ علی اصغرؑ سے خضاب کیا ہے۔ آج کی رات قیامت کی رات ہے اور نبیؐ جس جگہ بوسہ دیا کرتے تھے آج وہ قرآن زمین پر بکھرا پڑا ہے۔ بچے کانٹوں میں پڑے سوتے ہیں رات کی تاریکی بیابان جنگل اور سناٹا۔ زینبؑ کی بہادری و ہمت پر رونا ثواب ہے۔ اے میثم۔ اولادِ علیؑ کا پیاسا شہید ہو جانے کا داغ اتنا زبردست ہے کہ پانی بھی پیچ و تاب میں پڑ گیا ہے کہ یہ کیا ہو گیا ہے۔(ا۔شعر از مداح اہل بیتؑ حاج غلام رضا سازگار، نخل میثم، ج۳، ص۳۰۶)

☆ ستارہ۔۵

قید خانے میں
حضرت علی اصغرؑ کی یاد

۱۵۰۔ دربار میں شعرِ یزید ملعون:

مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت یزید ملعون کو اطلاع دی گئی کہ شُہدا کے سر اور قیدی شام لائے جا رہے ہیں تو اس وقت وہ (محل) قصرِ جیرون میں تھا اور جیسے ہی اس کی نظر سرہائے شہداء پر پڑی تو خوشی سے اچھل پڑا اور فی البدیہہ یہ دو شعر کہے:

لما بدت تلک الحُمول و اشرقت تلک الشموس وعلی ربی جیرونِ
نعب الغراب قلتِ صح اولا تصح فلقد قضیت من الغریم دُیونی

ان شعروں سے مقصد تھا کہ معاذ اللہ۔ رسولؐ اللہ کا کفر ثابت کرے اور کہا کہ انہوں نے جنگِ بدر میں ہمارے عزیزوں کو قتل کیا تھا لہٰذا میں نے جنگِ بدر کا بدلہ ان کی اولاد سے لے لیا اور بھی کفر آمیز شعر کہے جیسے ابن زبعری نے بھی شعر کہے تھے۔

جب اہلِ بیتؑ دربار میں داخل ہوئے تو یزید نے شعر پڑھے:

قد قتلنا القوم من ساداتہم وعدلنا قتل بدر فاعتدل

جیسے بدر میں رسولِؐ خدا اور علیؑ نے ہمارے رشتے داروں کو قتل کیا تھا آج ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے اور جب سروں کو یزید ملعون کے سامنے پیش کیا گیا تو امام حسینؑ کا سر سونے کے طشت میں رکھ کر یزید کو پیش کیا گیا۔

۱۵۱۔ یزید کی خوشی:

شیخ مفید نے روایت ہے کہ جب سرہائے شہداء کو یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے خوشی میں یہ شعر کہا:

نفلق ھاماً من رجال اعزۃٍ علینا وھم کانو اعقّ وظلما

یحییٰ بن حکم کہ برادرِ مروان تھا یزید کے پاس محفل میں بیٹھا ہوا تھا اور یہ شعر پڑھ رہا تھا:

لھام بجنب الطف ادنی قرابۃً من ابن زیاد العبد ذی النسب الوغل
سمیۃ امسی نسلھا عدد الحصی وبنت رسول اللہ لیست بذی نسل

یزید ملعون نے اس کے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا خاموش ہوجا یعنی ایسی محفل میں خاندانِ زیاد کی بدگوئی کررہا ہے اور خاندان مصطفیٰ پر افسوس ظاہر کررہا ہے۔

(منتہی الآمال)

۱۵۲۔ اللّٰھم العن یزید بن معاویہ:

معصوم سے روایت ہے کہ جیسے ہی امام حسینؑ اور شہداء کے سر لا کر یزید کے سامنے پیش کئے گئے تو اس نے شراب پینے کی محفل سجائی اور اپنے مصاحبین کو شراب پلا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ یہ شراب بہت مبارک موقع پر پی جارہی ہے۔ اس لئے کہ ہمارے دشمن کا سر ہمارے پاس ہے اور اس وقت بہت خوش ہوں۔ خوشی کے علاوہ خاندانِ علیؑ و رسولؐ کو گالیاں دینی شروع کردیں اور خوش ہوہو کر ہر بار تین پیالہ شراب پیتا تھا اور باقی بچی شراب کو اس طشتِ طلا میں ڈالتا تھا کہ جس طشت میں امام حسینؑ کا سر رکھا ہوا تھا۔ امام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ہمارا شیعہ ہے تو وہ شراب ہرگز نہیں پیئے نہ شطرنج کی بازی کھیلے اور جب ان چیزوں کو دیکھے تو امام حسینؑ پر صلوٰۃ بھیجے اور یزید اور آلِ ابوسفیان پر لعنت بھیجا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا خواہ دریا کے قطروں کے برابر گناہ ہونگے یا آسمان کے ستاروں کے برابر گناہ بھی بخش دے گا۔

(منتہی الآمال)

۱۵۳۔ قید خانے میں حضرت اُمِّ ربابؑ کا رونا:

کتاب مفتاح اور مناقب الائمہ میں اور نوادر الاعجاز میں احمد بن داؤد کی محمد بن مسلم

سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ایک مادہ ہرن (ہرنی) جنگل سے آکر داخلِ شہر دمشق ہوئی۔ لوگ اسے دیکھ کر اکٹھے ہو گئے اس نے لوگوں کے اژدحام کی پرواہ نہیں کی اور سیدھی چلتی چلتی قید خانہ اہلِ حرمؑ تک پہنچ گئی اور امام سجادؑ جو قید میں تھے ان کو زور زور سے پکارا۔ امام دروازے پر آئے ہرنی کو پیار کیا۔ ہرنی نے امام کو دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا اور اپنی داستانِ غم حضرتِ سجادؑ کو بتائی۔ امام سجادؑ قید خانے سے باہر آئے ہرنی رونے لگی منہ پر آنسو بہنے لگے۔ جب اہلِ بیتؑ امام سجادؑ کو اپنے قریب نہیں پاتے تھے تو رونے لگتے تھے۔ لہٰذا امام ہرنی کے پیچھے پیچھے چلے اور مردِ شکاری کے گھر چلے گئے امام نے شکاری کو بلایا اور کہا کہ کل تم اس ہرنی کا بچہ شکار کر کے لائے تھے اور آج کسی کو دینا چاہتے ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہماری بات مان لو اور ہماری بات قبول کر لو۔ صیاد راضی ہو گیا۔ امام سجادؑ نے دو مشتِ خاک اس کے دامن میں ڈال دی اور وہ ایک دم درِ شہوار موتی بن گئے۔ شکاری نے ان کے ساتھ آکر جنگل میں آکر بچہ آزاد کر دیا۔ جیسے ہی بچہ اپنی ماں ہرنی کے پاس آیا تو ہرنی نے پیار سے چومنا چاٹنا شروع کر دیا اور بچے نے اپنی ماں کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر قید خانے میں سے رونے کی صدا بلند ہوئی۔ امام چہارم نے رونے کا سبب دریافت کیا تو پتہ چلا کہ بی بی ربابؑ نے جیسے ہی ہرنی کے بچے کو دودھ پیتا دیکھا تو شیر خوار علی اصغرؑ یاد آ گیا اور وہ رونے لگیں اور کہتی تھیں کہ دیکھو ہرنی کا بچہ سیراب ہو رہا ہے اور میرا اصغرؑ پیاسا مارا گیا۔

گویا کہ زبان حال سے کہہ رہی تھیں۔

شہزادہ علی اصغرؑ۔ اے چاند تیرے اوپر تیری ماں کی جان قربان ہو جائے۔ ہرنی کا بچہ اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے اور میرا بچہ بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا ہے۔ تیرا تیر سے مارا جانا ہی کافی تھا۔ اے مادر کی جان تو بھی بچۂ آہو سے کمتر نہیں ہے۔ اس نے اپنی ماں کا

دودھ پی لیا۔ اب پانی آ گیا ہے تو اصغرؑ تم کہاں چلے گئے۔

حضرت سجادؑ نے ہرنی کو بچہ دلا کر جنگل میں بھیج دیا۔ ہرنی امام کے پاس فریاد لے کر آئی تھی تو اس کے چہرے سے پریشانی ظاہر تھی۔ ہرنی ایک نظر آسمان پر ڈالتی تھی اور ایک نظر قید خانے پر نہ کھڑے رہنے کی طاقت تھی نہ بھاگنے کی طاقت تھی۔

اہالیانِ شام نے جب یہ منظر دیکھا تو بے ساختہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ یزید نے صدائے نالہ سنی پوچھا کیا ہوا۔ بتایا کہ ایسا ہوا اس نے شکاری کو طلب کیا اور کہا تم نے کیا شور مچوا رکھا ہے جاؤ آئندہ ایسا نہ ہو۔ شکاری مرد نے کہا کہ یہ رونے کا مقام نہیں ہے کہ اہلِ حرم محمدؐ کو قید خانے میں بند کر رکھا ہے جب لوگ ان کے معجزات دیکھتے ہیں تو ان کی طرف آتے ہیں۔ یزید یہ سن کر ناراض ہوا۔ حکم دیا کہ صیاد (شکاری) کو جان سے مار دیا جائے۔ چنانچہ قتل کر دیا گیا لیکن امام سجادؑ نے زندگی کی دعا دے کر اسے تیس سال کی زندگی دے کر زندہ کر دیا۔ (بحر المصائب، ج ۴، ص ۳۴۵)

۱۵۴۔ درخواستِ یزید از نعمان بن بشیر:

جب اہلِ حرم قید سے آزاد ہوئے تو یزید نے نعمان بن بشیر جو صحابیٔ رسول تھے بلایا اور کہا کہ اپنے ساتھ متقی و پاکیزہ انسان کو ساتھ لے کر اہلحرمؑ کا قافلہ مدینہ پہنچا دو۔

(۲۔ منتہی الآمال)

۱۵۵۔ نعمان بن بشیر کو یزید کا حکم.

شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ یزید نے خالی مکان میں امام سجادؑ کو بلوایا اور کہا کہ اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے۔ بخدا اگر میں امام حسینؑ کے پاس ہوتا تو جو بھی وہ مانگتے دے دیتا اور مجھ سے جتنا بھی ہو سکتا موت کو ان سے دور کرتا اور کبھی بھی قتل حسینؑ کی

اجازت نہیں دیتا۔ لیکن جو بھی حکمِ الٰہی ہو چکا ہے مجبوری ہے اب میں اس بات پر آمادہ ہوں کہ جو چیز بھی آپ کو چاہیئے مجھ سے لے لیجئے۔ مدینے جا کر مجھے لکھیئے گا کہ کس چیز کی آپ کو ضرورت ہے میں بھیج دوں گا اور حکم دیا کہ آنحضرت کو لباس دیا جائے اور تمام خاندانِ نبوتؑ کو بھی لباس دیا جائے اور ہمراہ نعمان بن بشیر قاصد کے روانہ کر دیا اور حکم دیا کہ رات کو ٹھنڈے وقت سفر کرنا بچوں اور بی بیوں کو آگے رکھنا اور خود پیچھے رہنا اور اہلِ حرمؑ سے کافی دور پر ٹھہراؤ کیا کرنا اور مدینے تک آرام سے پہنچانا۔ نعمان نے یزید کے کہنے پر عمل کیا اور آرام سے مدینہ پہنچایا۔ (منتہی الآمال)

۱۵۶۔ حضرت علی اصغرؑ کا رومال تبرّک میں دینا:

قرمانی نے اخبار الدول میں نقل کیا ہے نعمان نے اہلِ بیتؑ کے ۱۳۰ افراد کو بآسانی مدینے میں پہنچا دیا۔ تب فاطمہؑ دختر امام حسینؑ نے اپنی پھوپھی سے کہا کہ پھوپھی اماں اس شخص نے ہم پر بہت احسان کیا ہے کہ قافلے کو بہت ہی اچھے طریقے سے مدینے لے آیا ہے۔ ہمیں اس کو کچھ انعام دینا چاہیئے۔ بی بی زینبؑ نے کہا کہ ہمارے پاس زیور کے علاوہ اور کچھ انعام دینے کو نہیں ہے۔ پھر کیا تھا اپنے زیورات میں سے بازو بند اور دست بند دونوں نعمان بن بشیر کو بھجوا دیئے اور یہ کہا کہ ہمارے پاس دینے کو اور کچھ نہیں ہے معذرت چاہتے ہیں، نعمان نے کہا کہ بخدا اگر مجھے دنیا طلبی ہے تو میرے لئے یہی کافی ہے۔ مجھے خوشحال کر دے گا لیکن میں تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے آرام سے قافلہ لایا ہوں احسان و نیکی خدا کی خوشی کیلئے کی ہے۔

اگر شہزادی آپ مجھے انعام ہی دینا چاہتی ہیں تو تھوڑا سا کپڑے کا ٹکڑا دے دیجیئے شہداء کے کفن کا تاکہ اپنے کفن میں رکھوالوں۔ حضرت زینبؑ نے خون بھرا رومال بی بی فضہ کو دیا کہ نعمان کو دے دیں۔ نعمان نے دستمال لے لیا دیکھا کہ خون آلود اور ٹکڑے

ٹکڑے ہے پوچھا کہ یہ رومال کونسے شہزادے کا ہے جو اس قدر پارہ پارہ ہے تو اس سے کہا گیا کہ اے نعمان یہ وہ رومال ہے جو علی اصغرؑ کے سر پر باندھا گیا تھا اور حرملہ بن کاہل اسدی ملعون کے تیر لگنے سے یہ پارہ پارہ ہورہا ہے۔ (منتہی الآمال)

۱۵۷۔ حضرت اُمِّ ربابؑ کا اصغرؑ کیلئے رونا:

سید بن طاؤس روایت کرتے ہیں کہ جس وقت کہ اہلِ حرمؑ شام سے مدینے جا رہے تھے اور عراق پہنچے تو کاروان سالار سے کہا کہ ہم کو کربلا کی راہ سے لے کر چلنا اس لئے قافلہ سالار انہیں کربلا لے گیا۔ جس وقت اہلِ بیتؑ قبر امام حسینؑ پر پہنچے تو دیکھا کہ جابر بن عبداللہ انصاری مع چند بنی ہاشم کے قبر امام حسینؑ کی زیارت کو آئے ہوئے ہیں اور زیارت میں مشغول ہیں۔ جب ایک دوسرے سے ملے تو ایک دوسرے کو پرسہ دینا شروع کردیا اور اطراف کے لوگ بھی مجلسِ عزا میں شریک ہوگئے۔ اس وقت حضرت اُمِّ ربابؑ کا حال کیا ہوگا۔

ایسی غمزدہ بی بی جو شام کی قید سے چھوٹ کر مدینہ آئی ہیں وہ اپنے علی اصغرؑ کی قبر پر آ گئیں اور قبر کو گود میں بھرلیا اور یہ شکایات کرنے لگیں کہ اے لال عاشور کے بعد مجھ میں زیادہ طاقت نہ رہی۔ اب میں عمر بھر تیری پیاس یاد کرکے روتی رہوں گی۔ اے بیٹا یہ ساری دنیا کا پانی تیری دادی کے زرِ مہر میں لکھا ہوا ہے جس سے تجھے دور رکھا گیا تھا۔ اب آسانی سے مل رہا ہے۔ اے لال تجھے تیرے بھائی علی اکبرؑ نے سیراب کیا یا نانا رسولِؐ خدا نے۔ آیا تجھے مرنے سے پہلے کچھ پانی ملا بھی تھا یا نہیں اے میرے شیرخوار علی اصغرؑ! (منتہی الآمال)

☆ ستارہ۔۶

آئمہ معصومینؑ کا علی اصغرؑ کے غم میں رونا

۱۵۸۔امام سجادؑ کا رونا غمِ اصغرؑ میں:

ایک شخص کہتا ہے کہ میں کوچۂ بنی ہاشم سے گزر رہا تھا تو میں نے دیکھا کہ امام سجادؑ ہاتھ میں آفتابہ لئے وضو کی تیاری فرمارہے تھے اور جیسے ہی آفتابے سے پانی لیتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ پانی مضاف ہوجاتا تھا۔ پھر دوبارہ پانی لایا گیا تو آپ نے پھر رونا شروع کردیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ منظر دیکھ کر میں نے بھی رونا شروع کردیا تو امام نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم میرے باپ حسینؑ اور علیؑ اصغرؑ، علی اکبرؑ کی پیاس کا اندازہ نہیں لگاتے اور قاسمؑ بھی پیاسے ہی دنیا سے چلے گئے۔ اسی پانی کی خاطر چچا عباسؑ کے بازو کٹ گئے۔ پھر بچوں کی بے شمار پیاس اور خیموں میں آگ لگنا۔ ذرا انصاف کرو کہ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے صرف ایک بیٹا ہی غائب ہوا تھا وہ بھی زندہ تھا اس کے فراق میں اس قدر روئے تھے کہ اندھے ہوگئے تھے۔ کمر خم ہوگئی تھی اور سر کے بال سفید ہوگئے تھے۔ اب میں کیونکر نہ روؤں کہ سترہ (۱۷) افراد بنی ہاشمؑ روزِ عاشورہ خون میں نہا کر راہیٔ ملکِ عدم ہوگئے۔ (۱۔صفریۃ قضایای شام، ج۳، مولف شیخ علی فلسفی، ص ۱۹۷۔۲۰۱)

۱۵۹۔گریۂ امامِ سجادؑ (بچوں کو دیکھتے ہی رونا):

کربلا کا روح فرسا واقعہ اتنا غمگین تھا کہ اگرچہ امام سجادؑ چونتیس (۳۴) سال زندہ رہے لیکن ہر وقت آپ کی نظروں میں واقعۂ کربلا ہی رہتا تھا اور لگاتار روتے ہی رہتے تھے۔ خواہ آپ کے لئے پانی لایا جائے یا غذا۔ آپ لگاتار روتے ہی رہتے تھے۔ بالخصوص شیر خوار بچوں کو دیکھتے ہی علی اصغرؑ کی یاد سے تڑپ جاتے تھے اور اگر کوئی جانور ذبح کیا جاتا تھا تو آپ قصاب سے پوچھتے تھے کہ تم نے ذبح کرنے سے پہلے اسے پانی بھی پلایا تھا یا نہیں؟ آپ کے رونے کی کیفیت دیکھ کر آپ کے چاہنے والے

صبر کرنے کو کہا کرتے تھے کہ آپ اتنا گریہ کیوں کرتے ہیں اور اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں آخر اپنی زندگانی کا خیال کرتے ہوئے گریہ کم کیا کریں کیونکہ آپ کو ایسے حالات میں برسوں گزر چکے ہیں۔ اب بس کریں۔ تو امام ان کے جواب میں فرماتے تھے کہ میں کربلا کا منظر کس طرح بھول جاؤں کہ بہترین نفوس ہائے انسان ایک دوپہر میں شہید کر ڈالے گئے۔ میری نظروں سے وہ منظر ہٹتا نہیں ہے۔ آخر یہ انصاف ہے کہ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ مولا کب تک روئیے گا۔

(الوقایع والحوادث، مولف دانشمند محمد باقر ملبوبی، ص ۲۸۵۔۲۸۶)

۱۶۰۔ مرحوم کوثری کی مجلسِ عزا:

راوی کہتا ہے کہ مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کا زمانہ تھا میں مدینے گیا اور عرض کیا کہ مولا کتنا اچھا زمانہ اور حکومت ہے کہ آپ کے دشمنوں کا انتقام لیا جارہا ہے اور جہنم بھیجا جارہا ہے۔ امام سجادؑ کو علی اصغرؑ کا غم سب سے زیادہ تھا۔ آپ نے منہال سے یہ نہ پوچھا کہ میرے باپ کا قاتل زندہ ہے، چچا کا قاتل یا بھائی علی اکبرؑ کا قاتل زندہ ہے صرف اتنا پوچھا کہ منہال بتاؤ حرملہ زندہ ہے؟

میں نے عرض کیا مولاً ابھی تک زندہ ہے یہ سنتے ہی امامؑ نے اللہ کی دربار میں اپنا سر جھکایا اور فرمایا کہ یا جبار۔ یا قہار۔ حرملہ کو دنیا و آخرت کی آگ میں جلا۔ تاریخ نویس یزید حمید بن مسلم کہتا ہے کہ امام کے قریب گیا تو امامؑ نے پوچھا کہ حمید یہ بتاؤ کہ امام حسینؑ کو کونسے موقع زیادہ سخت درپیش آئے حمید نے کہا کہ جب امام حسینؑ نے شیر خوار علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کر طلبِ آب کیا تھا اور فرماتے تھے کہ اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی دے دو۔

یکا یک ایک تیر آیا اور بچے کے گلے کو چھیدتا ہوا امام کے بازو میں پیوست ہو گیا اور خون بہنے لگا تو امامؑ پر زبردست مصیبت آگئی اور سوچنے لگے کہ اس حالت میں کیسے ربابؑ کے پاس بچے کو لے جاؤں۔ اگر اس نے پوچھ لیا کہ میرے بیٹے کی کیا حالت بنا ڈالی تو کیا جواب دوں گا۔ آقا خیمے کی سمت چلے اور پھر کچھ سوچ کر واپس پلٹ آئے پھر خیمے کی سمت چلے اور واپس آئے کئی بار امامؑ نے یہی کیا۔

اے آقا۔ قاسمؑ و اکبرؑ شہید ہوئے کیا ان سے بڑا غم ہے علی اصغرؑ کا۔ اچانک ندائے غیبی آئی۔ بچے کو ہمارے سپرد کرو۔ جنت میں علی اصغرؑ کو دودھ پلانے کا انتظام کیا جا رہا ہے کیونکہ علی اصغرؑ سب سے بڑا درجہ رکھتے ہیں۔

۱۔ تیرے لئے کشتیٔ نجات ہے۔

۲۔ تیری زندگی کا بیش قیمت سرمایۂ حیات ہے

۳۔ یہ معصوم تشنۂ فرات ہے

۴۔ اے معصومؑ ہم تیری بارگاہ میں آئے ہیں

۵۔ اے سخی بن سخی ہم پر کرم کرو، اپنا ہاتھ ہم سے نہ روک لینا۔

پورے سال امام حسینؑ کا علم ان کے مزار مقدس پر قرمزی لال رنگ کا دس ماہ تک لگا ہوتا ہے صرف دو ماہ کیلئے سیاہ علم لگتا ہے۔ آقا پشتِ خیمے کی طرف سے گئے کہ بچے کو خاموشی سے سپردِ خاک کر دیں تاکہ بچے کی یہ حالت ماں نہ دیکھ لے۔ شاعر نے فارسی زبان میں مادرِ علی اصغرؑ کا حال لکھا ہے:

اے معصوم علی اصغرؑ سو جاؤ آرام سے سو جاؤ اور غنچۂ افسردہ سو جاؤ۔ اب تم یہاں پر رات دن آرام سے سو جاؤ کہ اب صحرا خاموش ہے کسی تیر کے آنے کا خطرہ نہیں ہے۔

(نغمہ ہائی کوثری، ص ۱۱۳)

۱۶۱۔ حضرت علی اصغرؑ کے قاتل سے کیسے بدلہ لیا گیا:

اب سنیئے گا کہ بہت سی روایات مومنین کے دلوں کو خوش کرنے کیلئے ملتی ہیں۔ حضرت مختار بن ابو عبیدہ ثقفی پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ انہوں نے قاتلانِ حسینؑ سے بدلہ لیا ہے اور امام سجادؑ کی دو دعائیں بہت جلد قبول ہوئی ہیں۔

۱۔ ابنِ زیاد ملعون قتل ہوا۔

۲۔ حرملہ بن کاہل اسدی قتل ہوا۔

اور ان دونوں کو زندہ جلایا جانا ہم کو روایتِ منہال بن عمر سے ملتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں حج کے ارادے سے کوفے سے روانہ ہوا جیسے ہی امام سجادؑ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے بے ساختہ مجھ سے پوچھا کہ حرملہ بن کاہل ملعون کے بارے میں کیا خبر ہے۔ میں نے کہا مولا وہ تو کوفے میں زندہ ہے۔ حضرت سجادؑ نے بد دعا کیلئے ہاتھ درگاہِ الٰہی میں بلند کئے اور کہا کہ یا جبار حرملہ کو لوہے کی آگ دینا میں اور آتش جہنم کا مزہ چکھا۔ منہال نے کہا پھر میں کوفے واپس آیا تو حضرت مختار سے ملنے گیا تو حضرت مختار نے گھوڑا طلب فرمایا اور مجھے بھی سوار کیا اور کوفہ ٔ کناسہ کو چلے۔

وہاں پہنچ کر ہم نے کچھ انتظار کیا۔ ناگاہ دیکھا کہ حرملہ ملعون کو گرفتار کر کے حضرت مختار کی خدمت میں لایا جا رہا ہے۔ مختارؒ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مجھے کامیابی دی اور پھر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر زندہ آگ میں جلا دیں۔ جب میں نے یہ منظر دیکھا تو میں نے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا۔ حضرت مختار نے فرمایا کہ کس سوقت تسبیح پڑھنے کا کیا موقع ہے۔ میں نے امام سجادؑ کی بد دعا کرنا اور ان کی دعا قبول ہونے کا ذکر کیا۔ جنابِ مختارؒ گھوڑے سے نیچے آئے اور دو رکعت نماز طولانی (شکر کی) پڑھی پھر

جب مختار میرے گھر کے قریب ہوئے تو میں نے خواہش کی کہ کھانا میرے گھر پر کھائیں۔ حضرت مختار نے کہا کہ اے منہال تم نے مجھے امام سجادؑ کی بددعا کا بتایا تھا اور خدا کا شکر ہے میرے ذریعے سے حرملہ پکڑا گیا۔ میں نے حرملہ کے پکڑے جانے کا روزہ کھولا تھا اور آج میں روزے سے ہوں۔ (منتہی الآمال)

۱۶۲۔ حضرت امام محمد باقرؑ کا غمِ علی اصغرؑ منانا:

ازدی نے بیان کیا ہے کہ عقبہ بن بشیر اسدی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ آپ نے خطاب کر کے فرمایا کہ اے ازدی تمہارے درمیان ہمارا قاتل موجود ہے۔ میں نے عرض کیا مولا وہ کیسا قاتل اور خونی ہے مجھے سمجھایئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے جد امام حسینؑ شیر خوار کو گود میں لے کر پانی پلانے فوجیوں کے درمیان لائے تھے۔ اے اسدی تو اس دوران مردِ اسلامی بنی اسد سے ایک تیر مار کر بچے کی گردن کاٹ دی گئی۔ امام حسینؑ نے بے شیر کے خون کو ہاتھ میں لیا۔ جب چلو اور آستین خون میں بھر گئی تو آپ نے یہ خون آسمان کی جانب پھینکا اور فرمایا۔

رب اِن تك حبست عنا النصر من السماء فاجعل ذلك لما هو خير وانتقم لنا من هولاءِ الظالمين

یعنی اگر آسمان کی مدد کو ہم سے روک لیا گیا ہے تو ان مصائب کو ہمارا ذخیرہ آخرت فرما اور ان ظالموں سے ہمارا بدلہ ہے۔ (ارشاد شیخ مفید، ص ۲۶۰، نفس المھموم، ص ۲۱۶)

۱۶۳۔ علی اصغرؑ کی پیاس کا ایک واقعہ:

حضرت امام جعفر صادقؑ روزِ عاشورہ ایسی عورتوں سے جو بچوں کو دودھ پلاتی تھیں کہا کرتے تھے کہ عاشور کے روز صرف ایک پستان دودھ کا بچوں کو پلایا کرو اور ایک نہ

پلایا کرو تا کہ علی اصغرؑ اور سید الشہداء کی یاد منا سکو۔

امام حسینؑ سے سوال کیا گیا کہ آپ تمام شہداء کی لاشیں خیمے میں لائے اور صرف علی اصغرؑ کی لاش خیمے میں نہیں لائے اس کی کیا وجہ ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ چھوٹے بچے کی لاش پائمالِ سم اسپاں ہو اور اس کا سر کاٹا جائے اور نیزے پر بلند ہو یا یہ کہ چھوٹے بچوں کی نظر پڑے اور دو تین روز زمین گرم پر پڑا رہے۔ فرماتے ہیں کہ تم میں کوئی رحم دل ہے جو معصوم شیر خوار پر رحم کرے کہ جو پیاس سے قریب بہ ہلاکت ہے اور اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے اور اب اسے پانی کے بغیر تسلی نہیں ہوگی چونکہ ضروری تھا کہ معصوم بچے کیلئے پانی مانگا جائے اور یہ بچہ مضطرب ہے اور تم لوگ پانی ایک گھونٹ پلا دو۔ (ا۔مقتل لالہ ھا، مجموعہ مراثی عترت مولف شیخ احمد بحرانی، دشتی ص ۱۸۱)

۱۶۴۔ مجلسِ علی اصغرؑ از زبانِ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

امام جعفر صادقؑ ہر سال جب بھی محرم آتا تھا تو غمگین ہو جایا کرتے تھے اور مجلس عزا برپا کیا کرتے تھے۔ ایک روز جب کہ مجلس عزا برپا تھی ایک کنیز علی اصغرؑ کا شلوکا (لباس) اٹھا لائے اسے دیکھ کر امام نے رونا شروع کر دیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ اے میرے جد حسینؑ مظلوم میں نے آپ کو کبھی بھی بھلایا نہیں ہے اور مجھے وہ وقت بھی یاد ہے کہ جب آپ معصوم اصغرؑ کو گود میں لئے ہوئے پانی مانگ رہے تھے اور علی اصغرؑ کو تیر سہ شعبہ لگا تھا۔ (ا۔بحر المصائب)

از کتاب روضۂ کافی سے نقل ہوا ہے کہ کمیت مولا کا چاہنے والا کہتا ہے کہ امام نے مجھ سے کہا کہ مرثیہ پڑھو۔ میں نے امام حسینؑ کے مصائب سے مرثیہ شروع کیا۔ امام صادقؑ رونے لگے اور تمام اہلِ حرمؑ بھی رونے لگے اور رونے کی صدائیں آسمان تک جا رہی تھیں۔ اتنے میں ایک کنیز معصوم بچے کو لائی اور امامؑ کی گود میں بٹھلا گئی۔ تمام

عوام میں گریہ اور بھی بلند ہوا کیونکہ سب نے معصوم بچے کو علی اصغرؑ سمجھ رکھا تھا اور گریہ کر رہے تھے۔ (۱۔ یکی از شعرائی آلِ محمدؐ) ، (۲۔ معالی السبطین ،الوقایع والحوادث ،ص ۲۹۶)

۱۶۵۔ امامِ زمانہؑ قبرِ علی اصغرؑ پر مرثیہ پڑھتے ہیں:

امام نے تفسیر "کھیعص" میں فرمایا ہے کہ: (ک) کاف سے مراد کربلا اور (ہ) ہے سے مراد شہادت عترتِ طاہری ہے (ی) یا سے مراد یزید ملعون ہے کہ جس نے امام حسینؑ پر ظلم وستم توڑے۔ (ع) عین سے اشارہ عطشِ کربلا ہے۔ بالخصوص علی اصغرؑ باب الحوائج کی پیاس ہے کہ یہ ذاتِ والا صفات مظلوم ہے کیونکہ نہ کسی کا مقابلہ کرسکتا ہے اور نہ اپنا دفاع ہی کرسکتا ہے اور (ص) صاد سے مراد صبر حسینی ہے کہ جس نے قاسمؑ و علی اکبرؑ عباسؑ و اصغرؑ کی شہادت برداشت کی۔ روز عاشورہ زبردست مصائب اٹھائے۔

(۱۔ مجموعہ فرمائشات حضرت بقیۃ اللہ اروا حنالہ الفداء مولف محمد خادمی شیرازی، ص ۳۷)

۱۶۶۔ غمِ علی اصغرؑ میں امامِ زمانہؑ کا مرثیہ:

حاج صادق کربلائی فرماتے ہیں کہ میں کربلا میں تھا اور چاہتا تھا کہ چند شب بدھ (شب چہار شنبہ) کربلا سے مسجد سہلہ بغرض حاجت روائی جاؤں کہ مجھے رشتے کی خواہش تھی کہ وہ حاجت پوری ہو، مجھے صحیح یاد نہیں آرہا کہ کتنی بار گیا۔ ایک شب کو روانہ ہوا تو راہِ سفر میں موسم سرد ہوا اور بارش ہونے لگی تو میں نے کچھ روٹیاں اور سالن ساتھ میں لیا اور مضبوط سے جوتے کے بند پیر میں باندھ لئے اور ایک لکڑی ہاتھ میں لے لی اور نماز مغربین کے بعد میں روانہ ہوگیا۔ کربلا سے مسجدِ سہلہ کو میں نے تھوڑی ہی راہ طے کی تھی کہ کسی دوسرے کی آواز سنی یا اللہ یا اللہ میں ڈرنے لگا کہ شاید کوئی چور ہوگا پھر میں نے کہا کہ اگر یہ دشمن ہوتا تو یا اللہ یا اللہ نہ کہتا پھر میں نے سوچا کہ یہ بھی میری طرح

سے کوئی حاجت مند ہے۔ میں نے سلام کیا جواب ملا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ لباس اونچا کرر کھا تھا۔ عربی سے کہا کہ حاجی صادق تم مسجدِ سہلہ جا رہے ہو میں نے کہا کہ شاید آپ بھی وہیں جا رہے ہیں کہا کہ ہاں میں بھی وہیں جا رہا ہوں مجھے خوشی ہوئی کہ میرا رفیق مل گیا ہے بس میں نے مجلس کے مصائب پڑھنے شروع کر دیئے۔ پہلے امام حسینؑ کا علی اصغرؑ کو خیمے سے میدان میں لانا۔ یہ شعر عربی کا پڑھا:

کم ذالقعود و دینکم هدمت قواعده الرفیعة

اتری تجیش فجیعة بامض من تلك الفجیعة

حیث الحسین بکر بلا خیل العدی طخت ظلوعه

ورضیعه بدم الورید تخضب فاطلب رضیعة

ناگاہ میں نے دیکھا کہ آقا زمین پر بیٹھ گئے اور فرمایا (بیٹھو) اور گریہ کرنا شروع کر دیا۔ ہم دونوں گریہ کر رہے تھے کچھ ہی دور چلے تھے کہ مسجد سہلہ آ گئی۔ میرا ساتھی نجف کو چلا گیا میں نے خدا حافظ کہا۔ میں مسجدِ سہلہ میں داخل ہوا اور امام سجادؑ کے مقام پر گیا اور سوچا کہ پچھلے ہفتے جب میں آیا تھا تو یہ سب سوئے ہوئے تھے آج تو سب جاگ رہے ہیں میں سمجھ رہا تھا کہ پوری رات گزار کر صبح اذان کے وقت مسجدِ سہلہ پہنچ جاؤں گا مگر ابھی دس بجے شب کو ہی میں مسجدِ سہلہ اچانک پہنچ گیا۔ دوسروں سے بھی پوچھا تو جواب ملا ابھی دس بجے ہیں اب میرا تعجب اور بھی زیادہ ہو گیا کہ میرا رفیق آقا تھا کہ انہوں نے کہا کہ دیکھو مسجدِ سہلا یہ آ گئی۔ اب میں جانا کہ امامِ زمانہؑ سے مشرف ہو گیا ہوں لیکن آقا کو نہ جان سکا۔ آخر کار میں اپنی اس کوتاہی و ندامت پر رات بھر روتا رہا اور کہتا رہا کہ اے کاش مجھے پتہ چل جاتا کہ یہ میرے مولا و آقا ہیں تو میں روز فائدہ اٹھاتا۔

بس موجود تھی اور کربلا کربلا کی آواز لگائی جارہی تھی پھر کربلا پہنچا روز چہار شنبہ آ گیا تھا۔ اب چونکہ ہم جلدی آ گئے تھے اس لئے دکان کھول دی تا کہ لوگ آ جائیں۔ وہ روز طویل ہو گیا پھر برادرانِ آئے اور پوچھا کہ آپ اتنی دیر سے کیسے آئے ہو تم تو جلدی کے آنے والے تھے۔ انہوں نے کہا اپنی خیریت مناؤ میں نے کہا کیا مطلب؟ کہنے لگے کہ میں نے گھر پر گفتگو کی تھی تو طے پایا کہ عصر کے وقت عقد ہو گا اور جیسا بھی امام نے فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔ (ا۔شیفتگان حضرت مہدیؑ، ص ۲۶۹)

۱۶۷۔کون سے گناہ کی وجہ سے مارا گیا:

جس وقت کہ امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے والے مکے سے حرکت کرینگے مدینے کی طرف تو دریا کے کنارے آپ صدا دیں گے کہ اے اہلِ عالم میں مہدیؑ ہوں پھر زبردست غم مناتے ہوئے عراق جائیں گے تا کہ کربلا تک پہنچا جائے۔ پھر ایک زور کا نعرہ بلند کریں گے کہ اے اہلِ عالم میرے جد امام حسینؑ کو فرات کے کنارے بھوکا پیاسا شہید کر دیا گیا اور لاش کو گھوڑوں سے پائمال کیا گیا۔

لوگوں کی نظریں امامِ زمانہؑ پر لگی رہتی ہیں کہ امام کیا کر رہے ہیں۔ ایک وقت اپنا ہاتھ قبر امام حسینؑ کے اندر کر کے علی اصغرؑ کا خون بھرا شلوکا باہر نکالتے ہیں اور خطاب فرماتے ہیں کہ:

الا یا اهل العالم! بأی ذنبٍ قتلت

اے اہلِ عالم کس گناہ میں معصوم علی اصغرؑ شیر خوار کو پیاسا شہید کیا گیا۔

(ا۔نقل از دانشمند فرزانہ حاج سید احمد خاتمی خراسانی)

۱۶۸۔امامِ زمانہؑ پر اثرِ غم:

شہادتِ علی اصغرؑ نے امام سجادؑ پر غمگین اثر ڈالا اور جب حضرت مختار بن ابو عبیدہ ثقفی

کے تختِ حکومت سنبھالا تو امام نے ان سے پوچھا کہ قاتلِ علی اصغرؑ کی کیا خبر ہے؟

امام عصرؑ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف بھی اس مصیبت عظیم سے دور چار ہوں گے لکھا ہے کہ جب آپ کا ظہور ہوگا تو آپ اپنے جد امام حسینؑ کی قبر کے کنارے جائینگے اور فرمائیں گے: **السلام عليك يا جداه يا ابا عبدالله**

قبر سے جواب آئے گا:

وعليك السلام يا ولدى مهدىؑ

پھر امامِ زمانہؑ نے **روحی وارواح العالمین له الفداء** ہاتھ قبر میں داخل فرمائیں گے اور علی اصغرؑ کو باہر لا کر لوگوں کو دکھا کر پوچھیں گے کہ یہ دیکھو یہ چھ ماہ کا بچہ ہے اس معصومؑ کا کیا قصور تھا جو اسے بلا جرم و خطا بھوکا پیاسا شہید کیا اور جب امامِ زمانہ لاش علی اصغرؑ لوگوں کو دکھائیں گے تو تمام لوگ بلند گریہ وزاری کرنے لگیں گے۔

(۲۔ مقتل لالہ ھا، مجموعہ مراثی عترت، مولف شیخ احمد بحرانی دشتی، ص۱۸۴)

۱۶۹۔ زیارتِ آلِ یاسین میں علی اصغرؑ کی مصیبت:

زیارتِ مبارکہ آلِ یاسین میں آیا ہے کہ تم دنیا کی تمام نسلوں سے اعلیٰ اور افضل ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام دنیا سے پہلے تم کو پیدا کیا ہے اور تم تمام مخلوق سے افضل و اعلیٰ ہو اور یہ حق ہے کہ ہم اس کی گواہی بھی دیتے ہیں کہ آپ کی بازگشت ظہورِ امامؑ زماں کے وقت ہوگی اور یہ حق بات ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے، اور جب رجعتِ امام حسینؑ تک پہنچے گی حضرت اس حال میں ہیں کہ چہرے پر خون کا خضاب ملا ہوا ہے اور اصحاب آپ کے گرد حلقہ کیے ہوئے ہیں اور آپ کے ہمراہ رہتے ہیں اور تمام شہداء میں حضرت علی اصغرؑ بھی ہیں اور جیسے نگینہ یا ہیرا چمکتا دمکتا ہے بالکل اسی طرح اصغرؑ کی مظلومیت اور حقانیت کی دلیل ہے۔ (۱۔ زیارت آلِ یاسین)، (۲۔ کتاب رجعت، علامہ مجلسی، ص۷۳)

☆ ستارہ ۔ ۷

حضرت اُمِّ رباب ؑ کا غم منانا

۱۷۰۔ حضرت اُمِّ رباب نے اشک اور خونِ دل سے اپنی دونوں آنکھوں سے دریا بہادیئے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی جگہ ہے جہاں انہوں نے وعدہ پورا کیا ہے اور یہ بہارستانِ بنی ہاشم سرخ پھولوں سے نہیں بلکہ خونِ شہادت سے سجایا گیا ہے اور کیسا سفر تم نے اے شہدائے کربلا کیا ہے کہ منیٰ و مروہ کی وقعت اپنی جگہ ہے لیکن یہ مقام بھی عظمت میں کم نظر نہیں آتا۔ محشر تک تمام نبی اس مقام کربلا کی زیارت کیا کرینگے اور یہ عاشقوں کا مقتل گاہ ہے جہاں بے سر لاشے پڑے ہیں اور تم عجیب میدانِ کربلا میں آئے ہو کہ یہاں العطش العطش کی صدائیں آرہی ہیں گویا قیامت کا منظر ہے۔ اس مقام کربلا میں دریائے فرات بہہ رہی ہے لیکن حسینؑ اور ان کی اولاد کیلئے ایک گھونٹ پانی بھی نہیں ملے گا۔ بلکہ تیر اور خنجر سے شہید کیا جائے گا۔ ربابؑ بی بی نے رو کر اپنی دونوں آنکھوں سے دریا بہادیئے ہیں کیونکہ معصوم علی اصغرؑ کو پیاسا تیر مار کر شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ چمن پھولوں کا سجا ہوا نہیں ہے البتہ اکبرؑ و قاسمؑ و عباسؑ وغیرہ کا خون اس میں لال رنگ چمن کا بنائے ہوئے ہے۔

کبھی ممکن ہے اے پیاسے بچوں کہ تمہارے لبوں پر پانی کا نام آجائے جب کہ تمہارا علمدارؑ پیاسا شہید ہو چکا ہے۔ علم زمین پر گر گیا ہے۔ حسینؑ تنہا ہیں اور چاروں طرف دشمن ہی دشمن بھرے پڑے ہیں۔ غازی کے ہاتھ کٹے ہوئے زمین پر پڑے ہیں بھائی برادر یا ور و انصار خون میں نہائے پڑے ہیں اور نیزوں کے گھیرے میں بہن اور عزیز گھرے ہوئے ہیں۔ میثم فرماتے ہیں کہ جی چاہتا ہے کہ مجلس حسینؑ کروں کربلا میں اور غم کو زیادہ کروں۔ (اےنخل میثم، ج ۳، ص ۲۳۰)

۱۷۱۔نوحہ خوانیٔ حضرت اُمِّ ربابؑ:

جس وقت دربار یزید ملعون میں حضرت اُمِّ ربابؑ کی نظر سر بریدۂ امام حسینؑ پر پڑی بے تاب ہو کر سر کو گود میں اٹھالیا اور خوب پیار کیا۔ پھر اپنی گود میں سر کو رکھ لیا اور نوحہ خوانی اور سینہ زنی شروع کر دی۔

واحسیناہ فلا نسیت حسیناً　اقصدتہ اسنّۃ الا عداء

غادروہ بکربلا صریعاً　لاسقی اللّٰہ جانبی الکربلا

واحسین۔اے حسینؑ میں کبھی بھی آپ کو نہیں بھول سکتی ہوں کہ دشمنوں نے ہر چار طرف سے بے شمار نیزے آپ کو مارے جو زخم کاری بن گئے اور شہید کرنے کے بعد کس طرح لاشۂ حسینؑ کو گرم دھوپ میں چھوڑ دیا اور دفن نہ کیا اور حسینؑ کی پیاس کبھی بھی فراموش کرنے کے لائق نہیں ہے۔ (منتہی الآمال)

۱۷۲۔حضرت اُمِّ ربابؑ کا غم قبرِ علی اصغرؑ پر:

تاریخ نویسوں نے لکھا ہے کہ اہلِ بیتؑ حرم کربلا میں تین شبانہ روز (اربعین) کے موقع پر عزاداری میں مشغول رہے۔ جب امامِ سجادؑ نے سب کی حالت خراب دیکھی تو وہاں پر زیادہ ٹھہرنا مناسب خیال نہ کیا اور پھر نعمان بن بشیر کو مدینے پہنچانے کیلئے حکم فرمایا۔ قافلے کے سفر کے دوران کربلا آ گیا تھا۔ اب الوداع کہنے کا وقت آیا اور حضرت اُمِّ ربابؑ نے تنہا کربلا میں رہنے کی اجازت امامِ سجادؑ سے لے لی اور مزارِ علی اصغرؑ و امام حسینؑ کی مجاوری کرنے لگیں۔ (صفر یہ قضایای شام، حاج شیخ علی فلسفی، ص۱۸۱)

۱۷۳۔ایک سال تک عزاداری مرقدِ حسینؑ پر:

تاریخ میں لکھا ہے کہ واقعۂ کربلا کے بعد جناب اُمِّ ربابؑ ایک سال سے زیادہ

زندہ نہیں رہیں اور ساری یہ مدت غمِ حسینؑ میں ہی گزار دی اور ہر وقت دھوپ میں ہی بیٹھی رہتی تھی اور یہ بات تصور میں تھی کہ میرے سرتاج (حسینؑ) کی لاش جلتی دھوپ میں پڑی ہوئی ہے اور یہ عہد کرلیا تھا کہ زندگی بھر سائے میں نہ بیٹھوں گی۔

(ریاحین الشریعۃ، ج ۳، ص ۳۱۵)

۱۷۴۰۔ حضرت اُمِّ ربابؑ کی عزاداری وغم:

ہاں۔ حضرت اُمِّ ربابؑ شہزادی تقریباً ایک سال لگاتار امام حسینؑ کی قبر پر مجاور بنی رہیں اور بی بی اُمِّ ربابؑ کے ہمراہ جو کنیزیں اور رشتہ دار عورتیں تھیں سب کی سب قبر حسینؑ پر عزاداری کرتی تھیں اور اس قدر گریہ کیا کہ آنسو خشک ہو گئے تھے۔

حضرت اُمِّ ربابؑ اس عرصے میں دھوپ میں ہی بیٹھی رہیں۔ سائے میں نہیں آئیں۔ ایک روز بی بی اُمِّ ربابؑ نے دیکھا کہ ایک کنیز کے آنسو رواں ہیں آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تمہاری آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں کنیز نے جواب دیا کہ جب گریہ زیادہ ہوا اور مجھے کمزوری ہوگئی تو میں نے شربتِ سویق (ستّو) تیار کیا اور پیا تو مجھے طاقت آگئی اور آنسو بہنے لگے۔ بی بی پاک جنابِ ربابؑ نے حکم دیا کہ ان کے خود کیلئے بھی شربت (ستّو) تیار کیا جائے۔ خود بھی بی بی نے پیا اور سب لوگوں کو پلایا جو جو بھی مجلس عزا میں موجود تھے پھر سب کو توانائی آگئی۔ وہاں سے مجلس میں تبرک کا رواج عام ہو گیا ہے۔ (منتہی الآمال)

۱۷۵۔ حضرت اُمِّ ربابؑ کی وفات:

ابنِ اثیر نے کامل کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت اُمِّ ربابؑ تقریباً ایک سال زندہ رہیں پھر مدینہ بھیج دیا گیا وہاں غم کی حالت میں ہی وفات ہوگئی۔ (منتہی الآمال)

۱۷۶۔ دوری از لذتِ دنیا:

کافی کتاب میں روایت لکھی ہے کہ ایک بار ایک بہترین پرندہ (مرغ) بریاں کر کے بی بی ربابؑ کی خدمت میں لائے تا کہ وہ اسے کھالیں اور طاقت بڑھالیں۔
(منتہی الآمال)

۱۷۸۔ اس عطر سے درد ختم نہ ہوگا:

ایک شیشی میں عطر لایا گیا تا کہ حضرت اُمِّ ربابؑ کی کمزوری دور ہو کر عزاداری میں مدد ملے۔ بی بی اُمِّ ربابؑ نے دیکھتے ہی پوچھا یہ کیا ہے۔ جواب ملا کہ یہ عطر ہدیہ میں آیا اور فلاں نے بھیجا ہے تا کہ آپ کو طاقت ملے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ عروسی میں کام آتا ہے۔ غم میں نہیں آتا۔ پھر بی بی نے حکم دیا کہ تمام عورتیں مکان سے باہر چلی جائیں چنانچہ فوراً ہی باہر چلی گئیں کچھ احساس نہ ہوا گویا ایسا لگا کہ زمین آسمان تک درمیان پرواز کر گئی ہوں اور جب گھر سے باہر نکلیں تو کوئی شر وہاں نہیں چھوڑا۔ (بحار الانوار، ج ۱۰)

۱۷۹۔ حضرت اُمِّ ربابؑ، رسولؐ اللہ کی قابلِ فخر بہو تھیں:

معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت اُمِّ ربابؑ بنتِ امراء القیس مادر جناب سکینہؑ واقعہ کربلا میں شریک تھیں اور واقعۂ کربلا کے بعد کبھی سائے میں نہیں بیٹھیں۔ گرمی، سردی سے بھی اپنی حفاظت نہیں کرتی تھیں۔ قریش کے مالدار لوگوں نے آپ سے نکاح کی پیشکش کی تھی۔ آپ نے جواب دیا تھا کہ نواسۂ رسولؐ کے بعد مجھے اب کوئی تمنا نہیں ہے میں قیامت تک رسولؐ اللہ کی بہو رہنا چاہتی ہوں اور رات دن روتے ہی گزارا یہاں تک کہ وفات پاگئیں۔ (منتہی الآمال)

۱۸۰۔ مرثیہ خوانی حضرت اُمِّ ربابؑ:

ابوالفرج نے کہا ہے کہ بی بی اُمِّ ربابؑ۔ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد یہ شعر اکثر پڑھا کرتی تھیں۔

ان الذی کان نوراً یستضاء به بکربلا قتیل غیر مدفونٍ

سبط النبی جزاك الله صالحه عنا و جنبت خسران الموازین

قد کنت لی جبلاً صعباً الو ذبه وکنت تصحبنا بالرحم و الدین

من للیتامی ومن للسائلین ومن یعنی و یاوی الیه کل مسکینٍ

واللّٰه لا ابتخی صهراً بصهرکم حتیٰ اغیب بین الرملِ والطین

وہ ذاتِ اقدس امام حسینؑ جو آفتاب کی طرح چمکتی تھی اور دنیا کو روشن کرتی تھی۔ وہ ذات کربلا میں شہید کردی گئی اور جسم اطہر امامؑ خاک پر بلا دفن پڑا ہے۔ اے نواسۂ پیغمبرؐ قیامت میں اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے کہ آپ نے ہر ایک نقصان سے عوام الناس مومنین کو بچالیا اور میرے سرتاج آپ کی ذات میرے لئے ایک مضبوط پہاڑ کی مانند تھی اور میری تکیہ گاہ اور جائے پناہ تھی۔ ہمیشہ اور ہر جگہ آپ کی ذات میرے سر پر مدد کیلئے تیار رہتی تھی۔ تمام رشتہ داریاں محفوظ تھیں اور دین اسلام کی پناہ گاہ تھے۔ فقیروں، یتیموں، بے کسوں کی پرورش آپ کے ہی دم سے ہوتی تھی۔ میں زندگی بھر آپ کے سوگ میں رو رو کر مر جاؤں گی کیونکہ آپ سے بہتر شوہر مل نہیں سکتا ہے۔

(منتہی الآمال) (میرزا ابوالحسن شعرانی، دمع السجوم ص ۳۱۱، شبلنجی، نورالابصار، ص ۱۷۴)

۱۸۱۔ حضرت اُمِّ ربابؑ کی محبت کی حد:

جنابِ اُمِّ ربابؑ سے سوال کیا گیا کہ آپ سائے میں کیوں نہیں بیٹھتی ہیں۔ امام زمانہ چونکہ ہر بات سے واقف ہیں لہٰذا امام سے رجوع کیا جائے۔ آج سے ایک سو

پچاس سال پہلے کی بات ہے وہ کہتے ہیں کہ بی بی اُمِّ ربابؑ نے حفظِ ولایت کیا ہے۔ ان کے بارے میں کچھ بتائیں۔

ایک مجتہد ایک فقیہ ایک فلسفی مرحوم آقائے علامہ طباطبائی صاحب المیزان۔

کہتے ہیں کہ شیر خوار بچے کو کتنے پیار سے دودھ پلایا جاتا ہے۔قولِ ربابؑ کہتے ہیں امامِ زمانہ آپ سے معذرت چاہتے ہیں لیکن کیا کروں محرم ہے شیعہ بے پناہ گریہ کرتے ہیں۔ بی بی اُمِّ ربابؑ فرماتی ہیں:

ما حِلت انّ السهم للفطامی حتّٰی عرفنی جهرة الایام

کہتے ہیں کہ ہم نے کبھی کسی بچے کو ایسے دودھ پیتے نہیں دیکھا۔ الوداع کے بارے میں امامِ زماں میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ صرف اتنا کہ معصوم کی زبان ہونٹوں پر تھی اور بچہ شہید ہو گیا امام نے ہاتھوں پر بچے کو بلند کیا۔ (ا۔روضہ ہائی استاد فاطمی نیا ص ۱۹۳۔۱۹۵)

۱۸۲۔ وفاتِ حضرت اُمِّ ربابؑ:

ابنِ کثیر نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ حضرتِ اُمِّ ربابؑ نے سن باسٹھ (۶۲) ہجری میں وفات پائی۔ (البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۲۱۷، یاران کوچک حسین)

آپ کی وفات کی تاریخ ۶ ربیع الاوّل ہے، ۶ ربیع الاوّل کو آپ کے مصائب کی مجلس منعقد کرنا چاہیئے، خواتین آپ کے تابوت کی شبیہ بھی برآمد کر سکتی ہیں۔

باب سوم

معجزات علی اصغر علیہ السّلام



معجزاتِ حضرت علی اصغرؑ

۱۸۳۔ جو کچھ میرے پاس ہے حضرت علی اصغرؑ کی وجہ سے ہے:

جناب آقائے جلالی نقل کرتے ہیں کہ ایک روز میں ایک مجتہد کی خدمت میں گیا اگر چہ وہ منقلب تھے لیکن تعریف کرتے تھے۔

کہتے تھے روزِ عاشورہ کو میں بیمار ہو گیا اور سر میں درد اس قدر بڑھا کہ بستر سے اُٹھ نہیں سکتا تھا۔ معمول کے مطابق جلوس نکل رہا تھا مگر میں مجبور تھا ایسی بیماری کی حالت میں، میں نے حضرت علی اصغرؑ شہزادے سے توسّل کیا اور میرے لئے مخصوص حالات پیدا ہو گئے کہ ہمارے مکان کی چھت پھٹ گئی اور آسمان سے تیز روشنی نور میرے سامنے چمکنے لگا کہ میری آنکھیں خیرہ تھیں میری حالت بہتر ہوئی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا کہ ایک مقدس خاتون بچے کو گود میں لئے میرے قریب بیٹھی ہوئی ہیں (میرا خیال ہے حضرت اُمّ ِ ربابؑ اور علی اصغرؑ ہوں گے)۔ پھر فرمایا کہ اے آقائے جلالی مجھے جو کچھ بھی حاصل ہے وہ معصوم علی اصغرؑ کی وجہ سے ہے پھر مجھے ان حالات پر اس قدر رونا آیا کہ میں اپنے آپ کو قابو نہیں کر سکا۔

آج کی رات ہم حضرت علی اصغرؑ کا دستر خوان کریں گے اور احسانِ علی اصغرؑ کی طرف رخ کرینگے اور ہم علی اصغرؑ کے دستر خوان پر مدعو ہونگے مہمان بنیں گے اور اپنے دل کو تیر پر فدا کر دینگے جو علی اصغرؑ کو آ کر لگا تھا اور اپنی جان کو علی اصغرؑ پر قربان کرینگے۔ فرشتے اور حوروں نے یہ راستہ طے کر لیا ہے اور پیغمبروں نے بھی راہِ عشق میں یہ راہ طے کر لی ہے۔ حضرت آدمؑ کی توبہ بھی علی اصغرؑ کی وجہ سے قبول ہوئی اور حضرت خضرؑ نبی نے آبِ بقاء کا جام پیا ہے۔ علی اصغرؑ کے جھولے کی لکڑی سے موسیٰؑ کا عصا بنا تھا اور ان ہی کے شلوکے سے حضرت عیسیٰؑ نے شفا پائی ان کے فخر کے لئے یہی کافی ہے کہ شہزادی فاطمہؑ نے بوسہ دیا ہے اور ان کی ذاتِ والا صفات میں امیر المومنینؑ مولا علیؑ کا نقش چھپا

ہے اور علی اصغرؑ کے ننھے ہاتھوں میں زمین و آسمان کی نبض ہے۔

(لالہ ای از ملکوت، ص ۱۷۳)

۱۸۴۔ حضرت علی اصغرؑ کے وسیلے سے کتاب شائع ہوگئی:

جناب آقائے حاج حسینؑ شکروی نے تعریف کی ہے کہ ایک دوشنبے کو ہم لوگ مسجدِ جمکران چلے گئے۔ ناشتہ کرنے کے بعد دونوں دوستوں نے چاہا کہ آقائے غلام نہاوندی اور آقائی رضائی نے کہا کہ ہم کو کسی مجتہد کے مکان پر چلنا ہے لیکن مجھے یہ بات پسند نہ تھی لیکن انہوں نے اصرار کیا۔ بالآخر ہم روانہ ہوگئے جب دروازہ کھٹکھٹایا تو میں ایک طرف سائڈ میں چھپ گیا کہ میں نظر نہ آجاؤں۔ دروازہ کھلا اور ہم داخل منزل ہوگئے اور سلام کیا انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔

اس دوران مجھے بہت ہنسی آگئی تو مجتہد صاحب نے کہا کہ ہنسو نہیں یہ سن کر میری ہنسی اور تیز ہوگئی اور پھر ہم حرمِ مُطہر معصومہؑ پر چلے گئے۔ وہاں اتنا شدید رونا آیا کہ تابِ ضبط نہ رہی میرے اہل و عیال نے پوچھا کہ آپ اس قدر گریہ کیوں کررہے ہیں۔ میں نے کہا کہ تم اپنے کام سے کام رکھو مجھ سے کچھ نہ کہو۔

''مجھے میرے محبوبِ کے غم نے بھید (راز) پیدا کردیا ہے۔ میرے دل و جان میں آگ لگ گئی ہے۔ بادِ صبا سارے عالم میں چل رہی ہے اور مجھے بھی اس نے دربدر کردیا ہے۔ مجنوں کی طرح میرا دل پریشان ہے۔ اب میں ایک قیدی پرندے کی شکل میں ہوں کہ جس کے بال و پر بھی نہ ہوں۔ مجھے غم نے رلادیا ہے۔

پھر ہم مجتہد کے گھر سے روانہ ہوگئے انہوں نے آقائے نہاوندی سے فرمایا۔ یہ اتفاق بالا سے امام حسینؑ کیلئے پیدا ہوا تھا اور آقا کو یہ منظور تھا کہ کبھی بھی ظن و گمان کے تحت بدی کو راستہ نہ دو۔ اس واقعے کو چار ماہ گزر گئے اور جب بھی دروازہ کھٹکھٹاتا ہوں

اور اندر داخل ہوتا ہوں تو ایسا لگتا ہے کہ کئی آدمی پیچھے بیٹھے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام حسینؑ آ گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا آقا میں نوکر ہوں پھر کمرے کا پردہ بالا کر کے ان کی خدمت میں جاتا ہوں مجھ سے بہت گرم جوشی سے گلے ملتے ہیں اور میں ان کا سینہ چومتا ہوں۔ پھر دوزانو۔ باادب ان کی خدمت میں بیٹھتا ہوں اور پھر مقتل کی کتاب پڑھنی شروع ہوتی ہے اور ہمیشہ ذکرِ عاشورہ رہتا ہے اور پھر ظہر تک تین گھنٹے تک گریہ جاری رہتا ہے اور میں کچھ بھی احساس نہیں کرتا ہوں۔ پھر کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کے بعد امام حسینؑ کا آنا جانا رہا۔ ایک روز ہم نے امام سے عرض کیا کہ آقا میرے کوئی بال بچہ نہیں ہے اور آپ کے اہل وعیال ہیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ ان سے کہو کہ علی اصغرؑ سے توسّل کریں، کتاب لکھیں۔ بندے نے عرض کیا میری آنکھوں کے سامنے۔ پھر میں رخصت ہو گیا کچھ عرصہ بعد آقا کی خدمت میں گیا اور پوچھا کہ کتنے شاعروں کے شعر جمع کروں۔ فرمایا کہ کم از کم بتیس (۳۲) شاعروں کے بہترین شعر جمع کروں۔ پھر میں نے کتاب تیار کی اور چھپوایا بھی۔ ایک روز ایک رفیق کچھ شعر لے کر مجتہد صاحب کے پاس آیا میں بھی اس روز عصر کے وقت وہاں پہنچا۔ میں نے ان کی حالت متغیر دیکھی اور برابر گریہ فرما رہے ہیں۔ میں بھی روتے روتے بے حال ہو گیا۔ پھر میں نے عرض کیا آقا کیا ہوا ہے۔ فرمایا کہ آقا حسینؑ کے پاس جب تم نہ تھے تو بی بی جناب اُمِّ ربابؑ تشریف لائی تھیں جبکہ علی اصغرؑ ان کے دونوں ہاتھوں پر تھے۔ بی بی بغیر اذنِ امام حسینؑ کے کہیں دوسری جگہ نہیں جاتی ہیں۔ یہاں پر بھی امام کے حکم کے تحت آئی تھیں۔ پتہ نہیں کیا وجہ تھی۔ میں نے بھی بی بی صاحبہ سے کہا کہ بچہ کو مجھے دے دیں فرمایا شیخ جعفر تم بچے کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے ہو اور بی بی نے اس قدر گریہ کیا کہ تمام اہلِ مجلس گریہ کرنے لگے اور مجلس توسّل ہو گئی۔

(شعر از استاد میرزا علی اکبر خرم قزوینی در مدح آقائی مجتہد)، (لالہ ای از ملکوت، ص ۱۷۵)

۱۸۵۔ حضرت علی اصغرؑ کے چہرے کا حُسن:

آقائے حاج شیخ علی رضا گل محمدی فرماتے ہیں کہ بہت پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک مجتہد ہمیشہ حضرت علی اصغرؑ کی مجلس عزا پڑھا کرتے تھے اور بے شمار گریہ فرمایا کرتے تھے اور جب ان سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ بہت دنوں پہلے کی بات ہے کہ حضرت اُمِّ ربابؑ تشریف لائی تھیں۔ علی اصغرؑ گود میں تھے صرف علی اصغرؑ کا چہرہ دیکھا تھا۔ بی بی کا چہرہ نہیں دیکھ سکا البتہ مجھ سے بہت خوش ہوئیں پھر پندرہ منٹ بعد تشریف لے گئیں۔ پھر دوبارہ ان کو نہ دیکھا جاسکا پھر اس زمانے سے آج تک حضرت علی اصغرؑ کی یاد ہمارے دلوں میں بسی ہوئی ہے۔

گفت کہ اے قوم روح پیکر است ایں　　ثانی حیدر علی اصغر است ایں

اٰں ھمہ اصغر بدند اکبر است ایں　　حجت کبریٰ روز محشر است ایں

اور یہ ثانیٔ حیدرؑ علی اصغرؑ ہیں۔ یہ مثل علی اکبرؑ کے ہیں اور روزِ محشر کیلئے حجت کبریٰ ہیں۔ یہ معصوم ہیں ان کا کوئی گناہ نہیں ہے۔ نہ یہ کسی فوج کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ یہ بے جان ہو گئے ہیں انہیں ایک گھونٹ پانی پلا دو یہ بے حس ہو گیا ہے۔

(یہ شعر از تاج الشعراء، میرزا جیحون یزدی کہ آقائی مجتہدی نے اپنی زندگی میں سُنا اور بہت گریہ کیا)

(۲۔ لالہ ای از ملکوت، ص ۲۳۸)

۱۸۶۔ علی اصغرؑ کے روضے کی برکت:

علی گندابی ایک معمولی کسان ہے کہ جو حضرت علی اصغرؑ کی ذات اور روضۂ اقدس سے راہِ مستقیم پائے گا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سعادتِ ابدی ملے گی۔ ذیل میں اب ہم واقعات درج کرتے ہیں:

قصۂ مختصر حاجی میرزا حسن واعظ جامع مسجد ہمدانی میں منبر پر بیٹھ کر تقریر کیا کرتے

تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک بار شبِ جمعہ کو ہمدانی شہر کے ایک گاؤں میں ایک بڑا روضہ ہے لہٰذا میں اس میں داخل ہوا۔ علی گندابی کو میں نے دیکھا کہ بے تابی اور خوف کے ساتھ چیخ رہا تھا اور اُول فول (گالیاں) بک رہا تھا۔ مجھے خوف آیا کہ اس کے پاس سے گزر کروں۔ میں اس کے قریب آیا اس نے کہا کہ: آپ کہاں تھے، میں نے کہا کہ مجلس پڑھنے گیا تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے نہیں لے چلیں گے۔ یہ سن کر مجھے وحشت ہوئی۔ میں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا کہ روضہ پر میرے لئے بھی مجلس پڑھ دیں۔ میں نے کہا کہ آخر تمہارا یہ کیا حال ہے؟ کہا کہ میرے حال سے تم کو کیا واسطہ ہے۔ میں نے کہا کہ اس اندھیری رات میں گلی کوچے کے اندر مجلس کیسے پڑھوں نہ منبر ہے اور نہ سننے والے سامعین ہیں۔ پھر دیوار سے تکیہ کیا اور رکوع کی طرح خم ہوئے اور کہا کہ آؤ منبر پر جاؤ۔ میں خوف میں تھا مگر مجھے اپنے آپ پر قابو نہیں تھا اس کی پشت پر سوار ہوا اور کہا السلام علیک یا ابا عبداللہ اور اتنی شدت سے گریہ کیا کہ میں بھی بے قرار ہو کر روتا رہا اور امام حسینؑ جو وہاں موجود تھے ان سے ربط پیدا کیا۔ علی آقا یہ حرف بار بار کہتا تھا۔ آقا جان آپ کے بھائی بھتیجے مددگار سب شہید کر دیئے گئے اور پھر میں نے مجلس میں مولا علی اصغرؑ کے حالات پڑھے تو میری حالت ایسی ہوگئی جو زندگی میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر مجلس ختم کر کے کچھ دعا مانگی اور خدا حافظ کہہ کر منبر سے اتر آیا۔

(ا۔ نگاہی عارفانہ بر محرم، مولف سید محمد باقر موسوی ھمدانی، ص ۷۰)

۱۸۷۔ شیعہ مذہب میں بلند مقام ہے:

ملکِ ہندوستان میں ایک مجلسِ عزا بہ مناسبت شہادتِ امام حسینؑ اور ان کے یاور و انصار منعقد ہونا تھی۔ اس مجلس میں مسلمان عورتیں آئیں، خوب گریہ ہوا اور روئے۔ ایک امریکی عورت جو مکان کے قریب میں رہتی تھی اس نے پوچھا آخر اتنے گریئے کا کیا سبب ہے کیا واقعہ ہو گیا۔ اس سے کہا گیا کہ شیعوں کے تیسرے امام حسینؑ کی مجلس

عزا برپا کی گئی ہے۔اس نے کہا کہ میں بھی مجلس کو دوست رکھتی ہوں۔ مجھے بھی مجلس میں لے چلنا۔وہ بھی مجلس میں گئی مرثیہ خوانی بہ حال علیؑ اصغر شروع ہوئی۔عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا۔امریکی عورت بہت منقلب ہوئی اور کہا کہ میں بھی چاہتی ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں اس لئے کہ جو لوگ حق کی راہ میں زندگی قربان کر دیتے ہیں ان شیعوں کی شیعہ شہیدوں کی حقانیت دیکھ رہی ہوں۔ مجھے اب یہ ضروری نہیں ہے کہ حالت کفر میں رہوں۔ یہاں علی اصغرؑ کی چلتی پھرتی یونیورسٹی کام کر رہی ہے اور یہ کہہ سن کر وہ شیعہ مسلمان ہو گئی۔ (الوقایع والحوادث، ج ۳، ص ۹۸)

۱۸۸۔دعاؤں کی کنجی:

یہاں آجاؤ کہ ہر مشکل کے تالے کی چابی یہاں ہے اور یہاں ناامیدوں کیلئے امید کا پیغام ہے اور تمام گنہگاروں کیلئے معافی کی نوید ہے۔یہاں آؤ کہ بہتر (۷۲) شہداء کی برکتیں یہاں موجود ہیں۔تمام آسمان کے حورو، ملائکہ اور زمین کے تمام انسان جانتے ہیں کہ یہ ہستیاں باب الحوائج ہیں۔ (نخل میثم، ج ۳، ص ۲۶۱)

۱۸۹۔دس رجب جشنِ ولادت حضرت علی اصغرؑ:

آقائے علی اکبر تبریزی۔سکنہ تہران کہ بہت معتبر انسان ہیں۔اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

ایک بار میں مشہدِ مقدس کے حرم میں اپنے چند دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے امام رضاؑ سے کہا کہ مولا آپ مجھے کوئی چیز دیں کہ آج تک کسی کو نہ ملی ہو اور اس کی خبر سب کو ملے۔میرے دوست ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ تم نے بہت بڑی دعا مانگ لی۔میں نے کہا کہ میں نے بری چیز نہیں چاہی ہے اور دوسرے یہ کہ ایسی چیز چاہی ہے

جس سے عوام الناس کو فائدہ ہو۔ شروع شروع میں میں دل میں دعائیں مانگ کر امام رضاؑ سے توسّل کرتا رہا۔ یکایک میں نے دیکھا کہ ایک سیّد نورانی شخصیت ہمارے پاس تشریف لے آئے اور ہمارے پیچھے کی طرف بہت آرام واطمینان سے بیٹھ گئے۔ مجھے نام سے پکارا اور کہا کہ اے علی اکبر کیا تمہیں پتہ ہے کہ آج شبِ دہُم رجب ہے کہ مولا اصغرؑ کی پیدائش کا دن ہے جشن کرو تاکہ اس کی نیکی سب کو ملے۔ مجھے یہ خیال نہ رہا کہ پوچھوں کہ میرا نام لیا ہے آپ کون ہیں پھر کچھ دیر بعد وہ چلے گئے تب مجھے احساس ہوا کہ کتنی بلند ہستی آئی اور چلی گئی اور میں نے کہا اے دوستو مجھے مولا نے جواب دے دیا۔ پھر میں نے رونا شروع کر دیا اور روتے روتے بیہوش ہو گیا۔ مجھے اپنی کچھ خبر نہ رہی۔ پھر میں نے اپنے گھر میں جشن ولادت شہزادۂ علی اصغرؑ کرایا اور کچھ غنودگی آئی تو شہزادی فاطمہؑ زہرا کو دیکھا کہ وہ شکریہ ادا کر رہی ہیں اور فرما رہی ہیں کہ اس جملے کو سمجھو۔

''ہمارے پرانے زمانے میں اتنے رنج ہم کو پہنچے ہیں کہ ہمارا دل ٹوٹ چکا تھا لیکن اب موجودہ زمانے میں میرے بیٹے مہدیؑ کا دل ٹوٹا ہوا ہے''۔ (سحاب رحمت، ص ۵۳۵)

۱۹۰۔ شہزادہ علی اصغرؑ سے زیادہ مظلوم کون ہوسکتا ہے:

کتاب عروۃ الوثقیٰ میں سجدہ شکر کے ذکر میں اس طرح بیان کیا گیا ہے عبداللہ بن جندب خدمتِ امام موسیٰؑ بن جعفرؑ میں گئے اور اس طرح گفتگو شروع کی کہ اے فرزند رسولؐ مجھے سجدۂ شکر کی دعا تعلیم فرمائیں کہ میں اپنی حاجت بیان کرسکوں۔ امام موسیٰؑ کاظم نے دعا یاد کرا دی اور وہ اس طرح ہے:

اللّٰهم انشدك بدم المظلوم (ثلاثاً)

بارخدایا میں تجھے خونِ مظلومؑ کی قسم دیتا ہوں (تین بار کہے) جس مظلوم کا ذکر کیا گیا ہے کہ سجدۂ شکر میں واسطہ دیا جائے اور دعائیں قبول ہوں کون ہے؟ یہ بات بحث

کی ہے بہت علما اور بزرگوں نے کہا ہے کہ اس مظلوم سے مراد امام حسینؑ ہیں لیکن ملا ہاشم (صاحبِ منتخب التواریخ) فرماتے ہیں کہ مظلوم سے مراد "علی اصغر" ہی ہیں۔

ابن وجلان نے کہا ہے کہ مظلوم علی اصغرؑ کے خون کی خوشبو بروزِ قیامت مشک کی خوشبو سے بھی تیز تر ہوگی اور تاریخ اسلام میں شہزادہ علی اصغرؑ سے زیادہ مظلوم اور کون ہوسکتا ہے اور وہ قومِ جفا کار یزیدی فوج کافر تھی کہ جس نے ایک گھونٹ پانی شہزادہ علی اصغرؑ کو نہیں دیا اور بجائے پانی کے تیر مارا۔ ہر ایک کربلا کا سپاہی کربلا میں ایک بار ہی شہید ہوا ہے لیکن علی اصغرؑ واحد ہے جو دو مرتبہ مارا گیا۔

الا لعنت اللّٰہ علیٰ القوم الظّٰلمین (سیرہ، ج۲، ص۶۷)

۱۹۱۔ حقیقی خونِ مظلوم کا بدلہ لینا:

حاج شیخ باقر ملبوبی فرماتے ہیں کہ:

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ چند سال پہلے مجھے ایک گاؤں جانا ہوا جو چھ میل کے فاصلے پر تھا تاکہ میزبان کی دعوت میں شرکت کرسکوں۔ چہلم کے روز یا اکیس صفر کو قریہ مزبور گاؤں میں داخل ہوا۔ پہلی رات میری بہت خدمت کی گئی لیکن میں نے دیکھا کہ میزبان اور اس کا خاندان کافی پریشان ہے۔ پہلے تو مجھے کوئی بات معلوم نہ ہوسکی لیکن میں نے ان کی پریشانی کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ہمارا یہ بچہ سخت بیمار ہے اور ہم اس کی زندگی سے ہاتھ دھو چکے ہیں۔ ہماری یہ پریشانی ہے۔

میں نے کہا اطمینان رکھیں۔ میرے پاس اس کا حل موجود ہے۔ آپ آمادہ ہوجائیں کہ خدا کو خونِ مظلوم کا واسطہ دے کر دعا کرینگے۔ ہم نے ماں باپ اور تمام حضرات کو اکٹھا کرکے ششماہے علی اصغرؑ کے مصائب کی مجلس پڑھی۔ میں نے شیر خوار کے حالاتِ مصائب بہت زوردار پڑھے۔ بہت گریہ ہوا اور اس قدر شدت سے گریہ

ہوا کہ لوگ روتے روتے بے حال ہوگئے پھر مجلس کے فوراً بعد ہی دعا مانگی کہ یا اللہ بحق طفیل حضرت معصوم علی اصغرؑ بیمار ہذا کو شفا حاصل ہو۔ پھر رات کو ہم سو گئے صبح کو جب اٹھے تو لطفِ پروردگار سے دعا قبول ہوئی۔ سب پریشانیاں دور ہوگئیں اور خوشیاں ہی خوشیاں گھر میں آچکی تھیں اس سے پہلے کہ میں سوال کرتا کل رات کو بیمار ہونے والا مریض بچہ مثلِ گلِ نوشگفتہ شفا پا کر تندرست ہو چکا تھا اور یہ حقیقت ہے اور میرا بارہا تجربہ ہے کہ جب کبھی بھی مظلوم علیؑ اصغر کا واسطہ دیا گیا ہر ایک کام پورا ہوا۔

(الوقایع والحوادث، تالیف دانشمند محترم آقائی محمد باقر ملبوبی، ج ۳، ص ۹۷)

۱۹۲۔ حضرت علی اصغرؑ جو پیاسے رہے۔

حضرتِ خضرؑ کو آبِ حیات بخشتے ہیں:

حاجت مند حضرات علی اصغرؑ سے توسّل کر کے اپنی مرادیں پاتے ہیں۔ انسان تو انسان فرشتوں کی بزم میں بھی ان کا تذکرہ رہتا ہے اور بہشت کے اندر جو رنگینی و خوبصورتی ہے سب ان ہی ذواتِ مقدسہ کی بدولت ہے اور امام حسینؑ کو علی اصغرؑ کی شہادت پر ناز ہے۔ علی اصغرؑ کی موت نے عشق حقیقی (خدا) کو زندہ کر دیا گویا ان کی پیاس کی بدولت حضرتِ خضرؑ کو آب بقا مل گئی۔ (نخل میثم، ج، ص ۲۶۱)

۱۹۳۔ شفا صرف ایک توجہ سے مل جاتی ہے:

ایک بچہ ڈیڑھ سال کا تھا جس کے خون میں سرطان (کینسر) کی بیماری تھی اور شدتِ بیماری کی وجہ سے اسے اتنی تیز بھوک لگتی ہے کہ آٹھ لوگوں کا کھانا ایک وقت میں کھایا کرتا تھا۔ اس بچے کا بہت معائنہ کیا گیا لیکن ایرانی طبیب علاج نہ کر سکے تو پھر یہ تجویز پائی کہ علاج کیلئے غیر ملک لے جایا جائے۔

اس دوران آقائے رحیمی سے ملاقات ہوئی یہ آقا سادات سے ہیں۔انہوں نے کہا کہ باہر ملک جانے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک توسّل (مجلس عزا) کراؤ۔ یہ سن کر بچے کے والدین کو کچھ تسلی ہوئی اور پوچھنے لگے کہ توسّل (مجلس عزا ہوگی) عمل پورا ہوگا۔طریقہ ہے کہ ایک لاکھ بیالیس ہزار بار درود پڑھواؤ اور اس کا ثواب معصوم علی اصغرؑ کے واسطے سے اللہ کی خدمت میں ہدیہ کریں۔

اسی شب کو دورانِ عمل کسی نے ایک گلاس (جگ بھر کر) پانی کا دیا اور کہا کہ امام زمانہ مہدیؑ آخرالزمان اور پنجتن پاک علیہم السلام نے اس پانی کو پڑھا ہے۔ یہ بچے کو پلاؤ۔اسی سے شفا ہو جائے گی۔ وہ ماں باپ ایک لاکھ بیالیس ہزار مرتبہ درود پڑھنے میں (عمل میں مشغول ہو گئے) درود شریف پوری تعداد میں پڑھا۔رات کو سو گئے علی الصبح جب اُٹھے تو دیکھا کہ ان کا بچہ صحیح و سالم ہے۔ بیماری ختم ہو چکی ہے اور مکمل شفا ہو گئی ہے۔ (حکایت ہائے شنیدن از فضائل و آثار صلوات بر محمدؐ و آلِ محمدؐ، مولف علی دری اصفہانی)

۱۹۴۔حضرت رسولِ کریمؐ کا علی اصغرؑ کا غم منانا:

حاج علی جلیل عصری نوبری کہ امام حسینؑ کے نوحے خوانوں میں بلند مقام ہے۔وہ رسولؐ خدا سے کئی بار کربلا میں ملاقات کر چکے ہیں اور برسوں تک تہران میں بھی حضورِ پُرنور کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں۔

حاج جلیل عصری جو مجلس عزا پڑھتے تھے اور ان کا خاص شعر یہ مخصوص تھا:

آن راز کہ در حوصلہ بحر نگنجد

تا عرش خدا در دل دیوانہ زند موج

جو راز کہ سمندر میں نہیں سماتا۔وہ عرشِ خدا تک دیوانے کے دل میں موجزن ہے۔

اور یہ شعر ان کا مخصوص تھا اور کبھی کبھی حاجی ایک جملہ ایسا پڑھ جاتے تھے کہ لوگ

روتے روتے بے حال ونڈھال ہو جاتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار (محرم کے علاوہ) ہفتہ عزا منایا جا رہا تھا اور حضرت علی اصغرؑ سے توسّل کرنا تھا۔ اس روز حاجی اپنی جگہ سے (منبر) سے بلند ہوئے اور اور بہت جوش وولولے کے ساتھ یہ شعر پڑھنے لگے:

عشق دیوانگی ماست که فرزانه ما

گریه می کرد از این پیش کنون می خندد

ہمارا عشق ہمیں دیوانہ پن کی حد تک لے گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارا دیوانہ کبھی تو ہنسنے لگتا ہے اور کبھی رونے لگتا ہے۔

اس دن حاجی زور زور سے اس بیت کو بار بر پڑھ رہے تھے۔ صرف ایک لفظ کہہ کر اس کی تشریح بیان کرتے تھے کہ عجیب منظر تھا اور اس شعر کے بار بار پڑھنے پر خوب گریہ ہو رہا تھا۔ ذکرِ شہزادہ علی اصغرؑ تھا کہ جھولے میں اصغرؑ رو رہے تھے بلکہ میدان جنگ (نصف حد) تک رو رہے تھے لیکن جب آپ کے گلوئے مبارک پر تیر چلا تیر لگتے ہی مسکرانے لگے۔ (کتاب رسول ترک، از ادکردہ امام حسینؑ، مولف محمد حسین سیف اللّٰھی، ص ۷۵)

۱۹۵۔ علی اصغرؑ کی مصیبت پر رونے کی فضیلت:

آقائے سید ابوالفضل حسینی صاحب کفایۃ الواعظین نے نقل کیا ہے:

بیان کرتے ہیں کہ حاج ستارہ ترکیاں۔ نیک ومتقی عالمِ دین سکنہ تبریز جو تہران میں رہنے لگے تھے کہتے ہیں کہ تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے شاید ایک ہزار باون قمری سال تھا ۱۰۵۲ھ۔

میں بیمار ہو گیا اور اتنا شدید علیل ہو گیا کہ اُٹھ بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا اور چوتھیا بخار آنا

شروع ہو گیا کبھی طبیعت بیمار تھی اور کبھی بخار اتر جاتا تھا ایک روز مجھے بہت تیز جاڑا بخار آ گیا میں نے جنابِ رسولؐ خدا و حضرت فاطمۃ الزہراؑ و آئمہ ہدیٰ سے توسّل نہیں کیا بلکہ بلا واسطہ دیئے ہوئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سیدھے ہی طور پر عرض کیا کہ اے معبود تیری ذات کس قدر بلند ہے کہ فرعون کی دعا بھی قبول کرتا ہے تو میری دعا بھی قبول کر لے۔ اے قادر و توانا رب میرا بخار بیماری چلی جائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے یہ دعا مانگی مجھے غنودگی ہو گئی اور نیند آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مجلس برپا ہوئی ہے جس میں حضور پُر نور رسولِ خدا بیٹھے ہیں اور ان کے اطراف میں دیگر انبیاء و صدیقین موجود ہیں۔ اس حالت میں جنابِ رسولِ خدا نے فرمایا تین بار کہا کہ:

میرے چچازاد پر ظلم کیا۔ میرے چچازاد پر ظلم کیا۔ میرے چچازاد پر ظلم کیا
پھر آوازِ غیب آئی یا محمدؐ۔ دعا کرو اس شخص کو شفا ملے۔

حضورؐ نے اپنے ہاتھ بارگاہِ خداوندی میں بلند کیے اور عرض کیا پروردگار۔ میں نے اپنے بیٹے کو تمام کام سپرد کر دیئے ہیں اور اسے دعا کرنی چاہیئے۔ کہتے ہیں کہ اس موقع پر خواب سے بیداری ہوئی تو میرا ہمسفر میرے پاس تھا۔ مجھ سے کہا کہ رسولِ خدا میرے پاس تھے۔ اگر میں دعا کرتا تو اچھا ہو جاتا۔

پھر دوبارہ میری حالت خراب ہوئی تو غنودگی ہوئی میں نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ امامِ مہدیؑ تنہا بیٹھے ہیں اور کوئی ان کے سامنے موجود ہے۔ حضرت نے اس سے کہا کہ: میرے جد علیؑ پر بہت ظلم کیئے گئے۔ تین بار اسی جملے کو کہا:

میرے جد علیؑ پر بہت ظلم ہوئے۔ میرے جد علیؑ پر بہت ظلم ہوئے۔ میرے جد علیؑ پر بہت ظلم ہوئے۔

پھر فرمایا کہ اس کے نامۂ اعمال میں کوئی چیز نہیں ہے لیکن میرے جد امام حسینؑ کے

روضے پر مصیبتِ علی اصغرؑ میں بہت گریہ کیا ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے اسے دوسری زندگی عطا فرمائی ہے۔ کل رات سے پہلے اس کا مرض جاتا رہے گا۔ کہتے ہیں کہ اسی گھڑی سے میں اچھا ہو گیا اور ابھی تک بیماری سے بچا ہوا ہوں۔ چھوٹے ہاتھوں سے بڑی گرہیں کھل جاتی ہیں۔

آقائے سید عبداللہ الحسینی کہتے ہیں کہ معصوم علی اصغرؑ کا اتنا بلند مقام ہے کہ یہ باب الحوائج ہیں۔ ان سے بے شمار معجزے منسوب ہیں۔ علی اصغرؑ کے ننھے ہاتھ بڑی سے بڑی مضبوط گرہ کو کھول سکتے ہیں۔

ایک بار میرا بچہ احمد میر عظیمی سال ۱۳۵۹ شمسی میں سخت بیمار ہو گیا کہ ڈاکٹروں نے بھی لاعلاج کہہ کر جواب دے دیا۔ ناچار میرے عزیز مجھ سے تہران لائے اور الوند اسپتال میں داخل کرا دیا۔ ڈاکٹروں نے تجویز کیا کہ اس کی زبان کے نیچے ایک غدود پیدا ہو گیا ہے اور دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ ڈاکٹر حضرات کا کہنا ہے کہ اگر غدود نہ نکالا گیا تو بچے کی جان کو خطرہ ہے اور آپریشن کرنے میں خون بہت نکل جائیگا جس سے بھی جان کا خطرہ ہے۔ میں اور میری بیوی بچے کی حالت سن کر روتے روتے بے قرار ہو گئے۔ چنانچہ ڈاکٹروں نے ہم سے کہا کہ حاجی آقا تم کس لئے بے قراری سے رو رہے ہو۔ میں نے روتے ہوئے جواب دیا کہ ہم کیوں نہ روئیں جبکہ ہمارا بچہ جان بلب ہے۔ اسی دوران مجھے ایک نئی بات سوجھی کہ کیوں نہ ہم ایک دسترخوان (نیاز) نذرِ شیر خوار بہ نام علی اصغرؑ قبول لیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس نذر کے طفیل ہمارا بچہ شفا پا جائے گا۔ میری بیوی نے تائید کی پھر میں نے ایک سو دس بار درود شریف پڑھ کر مادرِ علی اصغرؑ (بی بی ربابؑ) کو ہدیہ کیا اور پھر بیمار بیٹے کو کمرے میں لٹا دیا۔ پھر میں ہسپتال کی ایک لمبی بینچ پر لیٹ کر سو گیا۔ ایک سید صاحب میرے کمرے میں آئے اور مجھ سے فرمایا کہ

تمہاری نذر قبول ہو چکی ہے اور بیمار بچہ شفایاب ہو جائے گا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر کمرے سے باہر آیا اور کہا حاجی آقا مژدہ ہو۔ مبارک ہو کہ غدود نے خون ریزی بند کر دی ہے۔ اب ہم آسانی سے باہر نکال دینگے اور بچے کا حال اب ٹھیک ہوتا جا رہا ہے۔

جو کوئی بھی چاہے کہ معصوم شہزادہ علی اصغرؑ سے متوسّل ہو تو اسے چاہیئے کہ یہی عمل کریں۔ ان کی حاجات پوری ہوں گی۔

حاجی میر عظیمی کی بہت سی کتابیں لکھی ہوئی ہیں اور مسجد مقدس جمکران میں بیس کتابوں سے زائد منتشر ہیں اور بھی کافی کتب لکھی ہیں۔ (باب الحوائج، حضرت علی اصغرؑ، ص ۲۱۰)

۱۹۶۔ حسینؑ کے چمن کے آخری پھول سے متوسّل ہونا:

روم کے انقلاب سے چند سال پیشتر اہل منبر نے یہ تجویز کیا تھا کہ پہلی محرم سے آخر ماہِ صفر تک ہر ایک دوستانِ اہل علم جو بھی اپنی اپنی حاجات پوری کرانا چاہتے ہوں یا پریشانی میں مبتلا ہوں ہر ایک کے گھر مجلس برپا کی جائے گی ہر کسی کے گھر پانچ یا دس مجلس کی جاتی تھیں۔ مجلس عزاداریٔ حضرت سید الشہدا منعقد ہوتی تھیں اور تمام خطیب وعلما مجلسیں پڑھتے تھے اور گریہ ہوتا تھا۔ ایک سال کا ذکر ہے کہ چہلم حسینؑ کی مجالس برپا تھیں۔ آقائے جوانی کے گھر پر مجلس تھی جب چہلم کے روز مجلس ختم ہوئی تو آخری ذاکر حضرت حاج میرزا خیر اللہ تھے۔ اس مجلس میں امام حسینؑ اور انکے بھائی عباسؑ سے توسّل کیا جائے۔ اسی دوران شور مچا کہ دو مریض لاعلاج لائے گئے ہیں۔ ان کی شفا اور لوگوں کی دعا کرانا ضروری ہے۔ مجلس زبردست گرم جوشی پر تھی۔ آقائے سید اسماعیل موسوی نے کہا کہ اے اہلِ مجلس تم لوگ آلِ رسولؐ ہو۔ سادات ہو۔ گڑگڑا کر امام سے توسّل کرو۔ ان میں آقا چاوشی تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم سب امام حسینؑ کے نوکر چاکر ہو تم سب روضے پر چلو ہم بھی تمہارے پیچھے پیچھے آرہے ہیں اور مجلس

پڑھیں گے اور مولائے ما (ہمارے آقا) امام حسین سے توسّل کریں گے اور حضرت علی اصغرؑ سے توسّل کرینگے۔ ہم سب مجلس میں گئے اور ایک انجمن نے زبانِ ترکی میں نوحہ خوانی کی۔ پھر مریضوں کو لایا گیا۔ ایک صاحب مریض کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ میں نے مجلس پڑھی اور بچے کو ہاتھ میں پکڑا اور ایک لمحے کیلئے امام حسینؑ کی وہ حالت میری نظر میں آئی جبکہ امام حسینؑ اپنے ننھے شہزادے علی اصغرؑ کو شلوکے میں ملبوس خون آلود کو گود میں لئے ہوئے تھے اور خون کو آسمان کی طرف پھینکا تھا اور میں نے (بلکہ تمام حاضرین نے) دعا کی کہ یا اللہ۔ اس قربانی آلِ محمدؐ کو قبول فرما۔ (نظم فارسی)۔

اے اللہ تعالیٰ۔ یہ غنچۂ نوشگفتہ کھلنے سے پہلے ہی کمہلا گیا۔ غم پر غم پڑ گئے۔ یہ تو نازک پھول تھا اور دوست (اللہ تعالیٰ) کی بزم کی زینت تھا اور آلِ رسولؐ کی بزم (چمن) کا آخری پھول تھا جس کا غم باقی رہے گا۔

ایسے عالم میں امام حسینؑ اپنے معصوم شہزادے علی اصغرؑ کو خیمے کے پیچھے کی طرف لائے اور اپنی بہن جنابِ زینبؑ سے فرمایا کہ میرے ہاتھوں سے یہ بچہ لے لو لیکن اس خون آلود زخمی گردن شہید علی اصغرؑ کی اطلاع اس کی مادرِ شہزادی ربابؑ کو نہ دینا کہ ایسی حالت میں دیکھ کر اس کی ماں کس طرح دل پر قابو رکھے گی۔ مجلس بھی قریب الاختتام تھی۔ اچانک نعرۂ یاحسینؑ بلند ہوا۔ ہم سب نے اللہ تعالیٰ کو معصوم علی اصغرؑ کی قسم دی۔ ہم سب رونے لگے تو اچانک مریض بچے نے آنکھیں کھول دیں۔ بچے کی حالت بہتر ہونے لگی اور خدا کے فضل سے دونوں مریض شفایاب ہو گئے والسلام دوستانِ اہلِ بیتؑ کا سلام۔ (مفتاح الجنۃ مولف عالم جلیل القدر، مقدس زنجانی، ص ۸۰)

۱۹۷۔ حضرت علی اصغرؑ کا گلہ:

شیخ عبدالرحیم کرمان شاہی متوفی (۱۳۰۵) ہجری قمری نے کتاب مقتل حسینؑ میں

کتاب کشف الاسرار فی مصائب ابی عبداللہ میں لکھا ہے کہ جاڑوں کا زمانہ تھا۔ میری بیماری ایسی تھی کہ کئی روز تک بھوک نہ لگی اور کھانا نہیں کھایا جاسکا تھا۔ میرا جی چاہا کہ مجھے سیب کھانے کو ملے۔ بچوں نے بہت بھاگ دوڑ کر کے سیب حاصل کئے اور لائے تو باپ نے کھانے سے بے رغبتی ظاہر کی۔ مجھے بیماری سے کمزوری بڑھ گئی تھی۔ غنودگی تھی بلکہ سو رہا تھا تو مجھے پتہ چلا کہ رسولِ خداؐ حضرت علیؑ اور امام حسینؑ میرے بستر کے آس پاس ہیں۔ مجھے ایسا دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی۔ میں نے زیارتِ جامعہ پڑھنی شروع کی۔ ناگاہ امام حسینؑ نے مجھ سے کہا کہ تم نے اپنے بچوں سے سیب طلب کئے تھے۔ اِدھر آؤ اور یہ لو یہ سیب میرے علی اصغرؑ نے تمہارے لئے بھیجے ہیں لیکن یہ افسوس کیا ہے کہ مقتل کی کتاب میں میرا ذکر نہیں کیا گویا مجھے بچہ سمجھا۔ شیخ عبدالرحیم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ افسوس کی حالت میں اپنے سر پر مارے کہ میں گنہگار ہوں کہ آقازادے نے میری شکایت کی ہے۔ یا امام حسینؑ میں عرض پرداز ہوں کہ آپ ہماری تمام پریشانیوں کو دور فرمادیں۔

(حجۃ الاسلام محمد علی جان حاجیان و عباس اسماعیلی، نقل از کتاب کشف اسرار فی مصائب ائمۂ اطہار، ص ۱۸)

۱۹۸۔ گلوئے علی اصغرؑ پر تیر کا لگنا:

مرحوم آخوند ملا محمد باقر فشارکی نقل کرتے ہیں کہ بہت سی کتابوں میں ہم نے دیکھا کہ آپ بزرگ بہ نام عبدالجبار نے حج کا ارادہ کیا لہٰذا واردِ کوفہ ہوئے کہ وہاں سے مکے جائیں۔ عبدالجبار کہتے ہیں کہ میں ایک ویرانے سے گزر رہا تھا ناگاہ دیکھا کہ ایک عورت آئی اور مردہ مرغے کو اُٹھا کر چادر میں چھپالیا۔ میں نے یہ دیکھ کر اس سے کہا کہ تم یہ کیا کرتی ہو، کہنے لگی کہ میرے شوہر کو حجاج بن یوسف نے قتل کر دیا ہے میں اس کی بیوہ ہوں۔ سادات علوی سے ہمارا تعلق ہے۔ میرے کئی یتیم بچے ہیں۔ میں نے کہا کہ

مرغِ مردہ حرام ہے تو اس عورت نے مجھ سے کہا کہ کیا کروں میرے پاس کھانے پینے کا کوئی انتظام وخرچہ نہیں ہے۔

عبدالجبار کہتے ہیں کہ ایک ہزار دینار طلاء جو حج کا خرچہ میرے پاس رکھا تھا اس سادات علویہ کو دے دیئے کہ تم اس سے اپنا خرچہ چلاؤ۔ حرام مرغ پھینک دو۔ پھر میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اصلی حج تو خانہ خدا کا ہے اور سادات علویہ کا دل بھی خانہ کعبہ ہے۔ ایک سال میں کوفے میں رہا اور کوشش کرتا رہا کہ رقم حاصل کرسکوں اور دوسرے سال حج کرسکوں۔

اب موسم حج آ گیا۔ میں کوفے سے مکہ بغرض حج روانہ ہوگیا۔ میرے قریب سے ایک شتر سوار گزرا۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے عبدالجبار کہ جس روز میں عرفات میں تھا تو اس روز تم کو دس ہزار دینارِ طلاء دینے کو تلاش کررہا تھا اور اس دن سے آج تک یہ تمہاری امانت میرے پاس ہے۔

عبدالجبار کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر مجھے بہت تعجب ہوا اس لئے کہ میں حج کو نہ جاسکا۔ ناگاہ آواز سنی کہتے ہیں کہ اے عبدالجبار تو نے ایک ہزار دینار ہماری راہ میں خرچ کر دیئے (عورت کو دے دیئے) ہم ان کے بدلے میں دس ہزار دینار تم کو عطا کرتے ہیں۔ ہاں عبدالجبار نے (ایک سیدانی) اور اس کے یتیم بھوکے بچوں پر رحم کیا۔ یہ آلِ رسول سادات ہیں لیکن کوفی اور شامی غداروں، بے ایمانوں، کافروں نے فرزندِ رسولؐ امام حسینؑ کے ساتھ کتنا بدترین سلوک کیا سب کو بھوکا پیاسا رکھا اور معصوم شہزادہ علی اصغرؑ کو بجائے پانی کے تیر سہ شعبہ سے شہید کیا۔

(آخوند محمد باقر فشارکی، عنوان الکلام، ص۱۴۴)



شیر خوار کی شہادت پر امامِ مظلومؑ کے تاثرات:

(ا) لہوف صفحہ ۵۰ میں ہے کہ امام نے بچّے کی شہادت پر کہا، **ھون علیٰ مانزل بی انہ بعین اللہ**۔ جو مصیبت مجھ پر نازل ہو آسان ہے اور خدا کی نگاہوں کے سامنے ہے۔

(ب) ارشاد شیخ مفید صفحہ ۲۵۴ تاریخ طبری جلد ۴ صفحہ ۳۴۲ مثیر الاحزان صفحہ ۵۲ میں ہے کہ امامِ مظلوم نے فرمایا:۔

''خداوندا اگر تو نے آسمانی مدد کو ہم سے روک رکھا ہے تو اسے ہماری بہتری کے لیئے اُٹھا رکھ اور ظالم قوم سے ہمارا انتقام لے''

(ج) مقاتل الطالبین صفحہ ۵۰ میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

''خداوندا میرا فدیہ تیرے نزدیک بچّہ ناقۂ صالح سے سبک ہوگا''

(د) منتخب صفحہ ۳۳۲ میں ہے کہ امام نے فرمایا۔

''خداوندا تو ہی گواہ ہے کہ اس قوم نے ایسے بچے کو ہلاک کیا جو تیرے نبی وحبیبؐ اور رسولؐ سے سب سے زیادہ مشابہ تھا''۔

(ھ) تظلم الزہرا میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

''اے نفس صبر اور اس مصیبت اجر کے لیئے خدا سے امیدوار ہو۔ خدا ہم پر اس دنیا میں جو مصائب نازل ہوئے وہ تو دیکھ رہا ہے اسے آخرت میں ہمارے لیئے ذخیرہ قرار دے''

(و) مقتل صغیر صفحہ ۸۳ میں ہے کہ امام نے فرمایا۔

خداوندا میں تجھے ان لوگوں پر گواہ بناتا ہوں ان لوگوں نے جیسے نذر مانی ہے کہ تیرے نبیؐ کی نسل میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔

(سوانح عمری شیر خوار مجاہد۔ محمد باقر النقوی ...صفحہ ۶۸ تا ۷۰)

باب چہارم

شہزادہ علی اصغرؑ تاریخ و مقاتل کی روشنی میں

مقتلِ ابی مخنف

﴿لوط بن یحییٰ﴾

حضرت علی اصغرؑ

امامؑ واپس اُمِّ کلثومؑ کے خیمہ میں آئے اور فرمایا۔ ''بہن! میں اپنے ششما ہے کے متعلق تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کا خیال رکھنا کیونکہ یہ ابھی بہت چھوٹا ہے۔ حضرت اُمِّ کلثومؑ نے فرمایا ''اے بھائی اس بچّے نے تین روز سے پانی تک نہیں پیا۔ اس کے لئے تھوڑا سا پانی کسی طرح لائیں''۔ امام بچے کو گود میں لے کر فوجِ اشقیاء کی طرف آئے اور فرمایا۔ ''تم لوگ میرے بھائی، بھتیجوں اور اصحاب کو قتل کر چکے ہو۔ اب سوائے اس معصوم بچّے کے میرے پاس کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ پیاس کی شدّت سے نڈھال ہے۔ ایک گھونٹ پانی اسے پلا دو'' امام کا یہ کلام ابھی جاری تھا کہ اُدھر سے ایک ظالم نے ایسا تیر چلایا کہ بچّے کی گردن ایک طرف سے کاٹ کر دوسری طرف سے نکل گیا۔ راوی کہتا ہے کہ یہ تیر ایک لعین قدیمہ عامری نے چلایا تھا۔ امام حسینؑ نے بچّے کی گردن کا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا ''خدایا! میں اس قوم پر تجھے گواہ کرتا ہوں جنھوں نے یہ عہد کیا ہوا ہے کہ تیرے نبیؐ کے خاندان کے ایک فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت پر خیموں میں قیامت

امام علیہ السّلام اس معصوم بیٹے کی لاش خیموں میں اس طرح لائے کہ امام کے سینے

پر شیر خوار بچّے کا خون بہہ رہا تھا۔ بچّے کی لاش حضرت اُمّ کلثومؑ کو دے کر بہت روئے اور فرمایا۔ ''پروردگار! اب مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ ظالموں نے ظلم کی انتہا کردی ہے۔ ہمیں بے بس بنا دیا ہے۔ یہ اپنے اس عمل سے یزید کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ میرا بھائی عباسؑ اکیلا مارا گیا اور اپنے خون میں نہایا ہوا میدان میں پڑا ہے۔ تیری ہی ذات ہے جو ان دشمنوں کو ٹھکانے لگا سکتی ہے''۔ (مقتل ابی حنف اُردو ترجمہ: صفحہ ۹۶)

مقتلِ اللہوف

﴿علامہ سیّد بن طاؤس﴾

شہادتِ علی اصغرؑ:

جب مظلومِ کربلا کے تمام یار و انصار اور احباب و اصحاب اور اعزہ و اقارب راہِ خدا میں شہید ہو چکے تو آپؑ جہاد کے لئے آمادہ ہوئے۔ آپؑ نے میدان میں آ کر سپاہ یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''کوئی ہے جو حرمِ رسولؐ سے دفاع کرے؟ کیا تمہارے درمیان ایسا موحد ہے جو ہمارے اوپر ہونے والے ظلم کے بارے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری فریاد رسی کر کے خدا سے لو لگائے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری مدد کر کے خدا سے اجر و ثواب کی اُمید رکھے؟''

جب امام علیہ السلام کا دکھ بھرا استغاثہ خیموں میں بیبیوں نے سنا تو وہ امام کی غربت اور بے کسی پر بلند آواز میں گریہ کناں ہوئیں، امامِ مظلوم بیبیوں کے نالہ و فریاد کو سن کر خیموں میں آئے اور اُم المصائب بی بی حضرت زینبؑ علیا سے فرمایا:

''بہن زینبؑ! میرا شیر خوار اصغرؑ مجھے دے دو تاکہ میں اسے خدا حافظ

کروں۔''

امام علیہ السلام نے اپنے ننھے مجاہد علی اصغرؑ (آپؑ کا نام عبداللہ یا علی اصغرؑ تھا) کو ہاتھوں پر لیا اور آپؑ اُسے بوسہ دینا چاہتے تھے کہ اچانک ایک یزیدی ظالم حرملہ بن کاھل اسدی نے اُنہیں تیر کا نشانہ بنایا، وہ تیر شیر خوار بچے کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ وہ تیر اس قدر روزنی تھا کہ اس نے علی اصغرؑ کے سر کو بدن سے جدا کر دیا اور اس طرح حسینؑ کے ننھے مجاہد کی شہادت ہو گئی۔

امام مظلومؑ نے اپنی دکھیا بہن زینبؑ سے فرمایا:

بہن زینبؑ! میرے اس ننھے شہید کو اپنے ہاتھوں میں لو اور پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو اس کے گلے کے نیچے لے جاتے اور جب آپ کے معصوم اصغرؑ کے خون سے بھر جاتے تو آپؑ آسمان کی طرف پھینک دیتے اور فرماتے:

''یہ مصائب و آلام جھیلنے میرے لئے آسان ہیں کیونکہ یہ راہِ خدا میں ہیں اور خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔''

پانچویں لالِ ولایت حضرت امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ خون جو امامِ مظلوم نے علی اصغرؑ کا آسمان کی طرف پھینکا تھا اس کا ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہ آیا۔''

ایک اور روایت ہے جو فہم و عقل کے نزدیک تر ہے کیونکہ وہ وقت بچوں کو الوداع کرنے کا نہ تھا، بلکہ اس وقت تو امام علیہ السلام جنگ کرنے میں مشغول تھے۔ اس دوران جنابِ زینبؑ خیمہ سے باہر آئیں اور انہوں نے اپنے بھائی سے کہا:

''بھائی! آپ کا بیٹا سہ روز سے تشنہ دہن جاں بلب ہے۔ اس نے ایک گھونٹ پانی تک نہیں پیا۔ آپؑ شیر خوار بچے کے لئے پانی طلب کریں۔

امام علیہ السلام نے اس بچّے کو ہاتھوں پر اٹھایا ور آپؑ نے سپاہ یزید سے اس طرح خطاب فرمایا:

''اے لوگو! تم نے میرے شیعوں اور رشتہ داروں کو قتل کیا اور میرے پاس فقط یہی شیر خوار بچہ باقی بچ گیا ہے کہ جو شدت پیاس سے زبان کو باہر نکالتا اور بند کرتا ہے، اس کو دو گھونٹ پانی پلا دو۔''

ابھی مظلوم کربلا کی گفتگو مکمل نہ ہوئی تھی کہ ایک یزیدی نے تیر چلایا۔ وہ تیر علی اصغرؑ کے گلے کو چھیدتا ہوا پار ہو گیا اور اس نے سر کو بدن سے جدا کر دیا۔ اس وقت مظلوم امامؑ نے یزیدی سپاہ کے لئے دربارِ الٰہی میں سخت بددعا کی۔ مختار آلِ محمدؐ نے یزیدیوں کو پکڑ پکڑ کر اس طرح کی سزا دی جس طرح انہوں نے خانوادہ رسولؐ پر مظالم ڈھائے تھے۔

(مقتل اللہوف اُردو ترجمہ ص ۱۴۶ تا ۱۴۸)

روضۃ الشہداء

﴿علاّمہ حسین بن علی واعظ کاشفی﴾

حضرت علی اصغرؑ

امام حسین علیہ السّلام نے اہلِ حرم کو تسلی دی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چاہا کہ میدان کو تشریف لے جائیں کہ اچانک خیمہ سے زبردست چیخ و پکار کا شور آپ کی سمع مبارک تک پہنچا، آپ نے اُس کا سبب پوچھا تو اہلِ بیتؑ کرام نے عرض کی اے سیّد و سرورِ ستم گر زمانے نے ہمیں خوار کیا اور علی اصغرؑ پیاس سے زاری کر رہا ہے اُس کی والدہ کا دُودھ خشک ہو چکا ہے۔ اور وہ شیر خوار بچہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہے۔

امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا! اُسے اٹھا کر میرے پاس لے آؤ، جناب زینب

سلام اللہ علیہا اُنھیں اٹھا کر امام حسینؑ کی خدمت میں لے آئیں امام مظلوم علیہ السّلام نے اُنھیں آغوش میں لے کر زین کا سہارا دیا اور مخالفین کی فوج کے پاس جا کر اُنھیں ہاتھوں میں اٹھا کر آواز دی اے لوگو اگر تمہارے گمان میں مَیں نے گناہ کیا ہے، تو اس بچے نے ہرگز کوئی گناہ نہیں کیا اسے ایک گھونٹ پانی دے دو کیونکہ شدّتِ پیاس سے اس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔

اُن سنگ دل جفا کاروں نے کہا! یہ محال ہے کہ ہم ابنِ زیاد کے حکم کے بغیر آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو ایک قطرہ پانی کا دے دیں، اس کے ساتھ ہی قبیلہ ازد کے ایک بد بخت شخص حرملہ بن کاہل نے تیر کھینچا اور امام حسین علیہ السّلام کی طرف چلا دیا، وہ تیر حضرت علی اصغر کے گلے کو چیرتا ہوا حضرت امام حسین علیہ السّلام کے بازو میں پیوست ہو گیا۔

امام حسین علیہ السّلام نے معصوم علی اصغرؑ کے گلے سے تیر کو کھینچا اور معصوم کے حلق سے جاری ہونے والا خون دامنِ پاک پر مل لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔

پھر آپ خیمے کی طرف تشریف لے آئے اور حضرت علی اصغرؑ کی والدہ کو بلا کر فرمایا۔ کہ شہید بچے کو لے لیں اس حوضِ کوثر سے سیراب کیا جائے گا۔

جنابِ علیؑ اصغر کی والدہ کی چیخ نکل گئی اور خواتین اہلِ بیتؑ فریاد و فغاں کرنے لگیں امام حسین علیہ السّلام بھی بیٹے کے حال پر رو دیئے۔ (روضۃ الشہدا صفحہ ۳۳۸ تا ۳۳۹)

مناقب

﴿علامہ ابنِ شہر آشوب﴾

اب امام علیہ السّلام تنہا رہ گئے۔ علیؑ اصغر کو ہاتھوں پر رکھ کر اس قوم کے سامنے آئے ان ظالموں نے بچے کے حلق پر تیر مار کر شہید کر دیا۔ حضرت نے وہ خون ناحق چلّو میں ،

لے کر آسمان کی طرف پھینکا جس کا قطرہ نیچے واپس نہ آیا اور فرمایا اے قوم تو نے میرے اس بچہ کو ناقہ صالح سے بھی کم سمجھا۔ (مناقب اردو ترجمہ: صفحہ ۵۸۷)

تذکرۃ الخواص

﴿علامہ سبط ابن جوزی﴾

شہادت علی اصغرؑ

پھر امام حسینؑ ملتفت ہوئے کہ آپ کا ایک بچہ پیاس سے رو رہا ہے آپ نے اسے اپنے ہاتھ پر اٹھایا اور فرمایا اگر مجھ پر تمہیں رحم نہیں آتا تو اس بچے پر رحم کرو پس ایک شخص نے اس بچّے کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ پس حسینؑ نے فرمایا خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو حکم فرما کہ جنھوں نے مجھے بُلایا کہ ہماری مدد کریں گے اور اب وہ قتل کر رہے ہیں۔ فضا سے ایک آواز آئی اے حسینؑ اس بچّے کی فکر نہ کرو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے۔ (ترجمہ اردو تذکرۃ الخواص: صفحہ ۳۰۵)

نور العین فی مشہد الحسین

﴿ابو اسحاق اسفرائنی﴾

حضرت علی اصغرؑ

جب امام حسین علیہ السّلام کے تمام رفقا شہید ہو گئے۔ تو انھوں نے دائیں بائیں نظر کی مگر کوئی رفیق اور مددگار دکھائی نہ دیا۔ تمام جان نثار و مددگار خاک و خون میں آغشتہ پڑے تھے اور امام حسینؑ تن تنہا رہ گئے تھے انھوں نے آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور کہا الٰہی تو دیکھتا ہے کہ ان لوگوں نے کیسا سلوک کیا ہے۔ پھر آپ رو رو کر یہ اشعار پڑھنے لگے۔

''اے میرے پروردگار مجھے تنہا نہ چھوڑ ان لوگوں کے درمیان جو انصاف سے صاف منکر ہیں۔اور جنھوں نے ہم کو درماندہ بنا دیا ہے جو اپنے ان افعال سے یزید کو خوش کررہے ہیں۔اور ہر شخص شہید ہو گیا ہے جو بے کسی کی حالت میں خون میں لتھڑا پڑا ہے۔

اِس کے بعد آپ خیمہ میں داخل ہوئے اور فرمایا اے زینبؑ اے پیاری بہن میرے چھوٹے بچّے کو ادھر لاؤ کہ میں اس کو وداع کروں۔زینبؑ نے کہا اس بچے نے تین دن سے پانی نہیں پیا۔آپ اگر اس کے لئے پانی مانگیں تو شاید لوگ اس بچے پر ترس کھا کر اس کو پانی دے دیں۔امام حسینؑ نے بچّے کو گود میں لے کر چوما۔مگر وہ پیاس کا مارا ان کے ہاتھوں میں تڑپ رہا تھا۔پھر آپ اس بچّے کو لے کر مخالفین کے سامنے گئے اور کہا تم نے میرے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالا ہے۔اب اس بچے کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔اس نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا یہ پیاس سے بے تاب ہے۔ہم کو نہیں تو اس کو تو پانی پینے کو دو۔آپ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ کسی بدکار نا ہنجار باغی نے ایک زہر آلودہ تیر مارا جو اس بچّے کے گلے میں آکر لگا اور معصوم بچہ وہیں دم توڑ کر رہ گیا۔دردمند باپ اس کا خون پونچھتا جاتا تھا اور یہ الفاظ منھ سے نکل رہے تھے ''اللّٰھم انّی شھدک علیٰ ھولاء قوم الھی'' ''تو ان لوگوں کے سلوک کا گواہ ہے'' پھر آپ واپس آئے اور بچّے کی لاش اُمِ کلثومؑ کو دے دی جس کو انھوں نے سینہ سے لگا لیا اور رونے لگیں۔ اور ان کے ساتھ سب کے سب حتیٰ کہ ملائکہ نے بھی رونا شروع کیا۔اُمّ کلثومؑ روتی روتی یہ اشعار پڑھتی جاتیں تھیں۔

میرا دل پیاسے اور خوردسال بچّے کی حالت پر بڑا افسوس کررہا ہے جس کو دودھ چھوڑنے سے بیشتر ہی (ظالموں نے) تیروں نے شہید کر دیا۔

ان (ظالموں) نے اس کو لہو کی کُلیاں کرا دیں حالانکہ وہ بچہ ہے میرا دل ہمیشہ اس

پر افسوس کرتا رہے گا۔

ان (ظالموں) نے اس کے ماں باپ کا دل اس کے غم میں جلا دیا۔ اور انتقام لینے کیلئے اس کے تیر مارا۔

ہم سب کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کرے گا۔ اور قیامت کے روز اُس کے سامنے اس جھگڑے کا فیصلہ ہوگا۔ (مقتل اسفرائینی اردو ترجمہ صفحہ ۵۶ تا ۵۷)

البَداية والنَّهاية

﴿تاریخِ ابن کثیر﴾

روایت ہے کہ اس کے بعد حضرت حسینؑ تھک کر اپنے خیمے کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس آپ کا چھوٹا بچہ جس کا نام عبداللہ تھا لایا گیا۔ آپ نے اسے گود میں لے لیا اور اسے چومتے اور پیار کرتے رہے اور پھر اپنے اہلِ بیتؑ کو وصیتیں کرنے میں مشغول ہو گئے۔ (اسی اثناء میں) بنی اسد کے ایک شخص نے جسے ابنِ موقد النار کہتے تھے ایک تیر مار کر بچّے کو ہلاک کر دیا۔ آپ نے بچے کے خون کا ایک چلّو لیا اور اسے آسمان کی طرف اُچھال دیا اور فریاد کی کہ اے میرے ربّ! اگر تو نے آسمان سے ہماری نصر و اعانت کو روک دیا ہے تو وہی کر جو تیری مصلحت ہو اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے۔ (تاریخ ابن کثیر صفحہ: ۱۳۰ تا ۱۳۱)

جلاءُ العیُون

﴿علّامہ مجلسی﴾

شہادت علی اصغرؑ

جب اہلِ بیتؑ حضرت رسالت میں سوائے امام حسینؑ و امام زین العابدینؑ کوئی باقی

نہ رہا اس وقت باوجودیکہ امام زین العابدینؑ بیمار تھے اور طاقت تلوار اٹھانے کی نہ تھی مگر اسی حالت میں جب اپنے پدر بزرگوار کو دیکھا۔ تنہا تلوار اٹھا کے چاہا معرکۂ کارزار میں جائیں، اُمِّ کلثومؑ نے فریاد کی اے نورِ چشم کہاں جاتے ہو۔ امام زین العابدینؑ نے کہا۔ پھوپھی مجھے چھوڑ دیجئے کہ اپنی جان فدائے پدر بزرگوار کروں۔ جب امام حسینؑ ارادہ فرزند گرامی سے مطلع ہوئے کہا۔ اے اُمِّ کلثومؑ اس فرزند کو میدان میں نہ جانے دینا کہ میری نسل اسی سے ہوگی۔ اور ذریت حضرت رسالت پناہ اسی فرزند سے باقی رہے گی اور یہی میرا خلیفہ و جانشین ہوگا۔ بعد اس کے امام حسینؑ نے بطور اتمامِ حجت فرمایا۔ بلند آواز سے کوئی ہے کہ اہلِ حرم سے دفع ضرر اہل شقاوت کرے۔ کوئی خدا پرست ہے کہ میرے حق میں خدا سے خوف کرے۔ کوئی فریادرس ہے جو میری فریادرسی کی وجہ سے امیدوار ثواب ہو جب حرم محترم نے صدائے استغاثہ امام مظلوم سنی صدائے گریہ وزاری خیمہ ہائے عصمت وطہارت سے بلند ہوئی امام حسینؑ دروازۂ خیمۂ حرم پر آئے۔ اور کہا میرے چھوٹے فرزند عبداللہ کو لاؤ۔ کہ اسے وداع کروں اور بعضوں نے ان کو علی اصغرؑ کہا ہے جب اس طفل کو امام نے اپنے ہاتھوں پر لیا۔ پیار کیا اور کہا ان کا فروں پروائے ہو جبکہ تیرے جد بزرگوار محمد مصطفیٰؐ ان اشقیا کے دشمن ہوں۔ ناگاہ حرملہ بن کاہل لعین نے ایک تیر لگایا حلقِ معصوم پر اور وہ بچہ اپنے پدر نامدار کی گود میں شہید ہو گیا۔ اور مرغ روح نے جانبِ شاخِ سدرۃ المنتہیٰ پرواز کیا۔ امام حسینؑ اپنے چلّو میں خون اس شہید معصوم کا بھر کے آسمان کی طرف پھینکتے اور فرماتے تھے راہ خدا میں یہ سب مصیبتیں آسان اور سہل ہیں۔ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ ایک قطرہ بھی اس خون کا زمین پر نہ گرا بعد اس کے امام حسینؑ نے فرمایا خداوندا یہ میرا فرزند دل بند ہے تیرے نزدیک

بچہ ناقۂ صالح سے کم نہ ہوگا۔ خداوندا اگر اس وقت مصلحت میری نصرت میں نہیں ہے تو یہ جس قدر آزار مجھ پر گزر رہے ہیں ان کو موجب تضاعف ثواب آخرت کرنا۔ پھر اس طفل معصومؑ کو امام حسینؑ نے درمیان شہداء لٹا دیا۔ اور بروایت دیگر اسی جگہ دفن کر کے اہلِ بیتؑ عصمت وطہارت کو طلب کیا۔ (جلاءُ العیُون صفحہ:۱۹۹)

منتہی الآمال

﴿علاّمہ شیخ عباس قمی﴾

شیر خوار بچے کی شہادت کا بیان

پس حضرت خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور جناب زینبؑ سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ میرا چھوٹا بچہ میرے حوالے کرو تا کہ میں اس سے رخصت ہولوں پس وہ معصوم بچہ آپ نے لیا اور اپنا منہ اس کے قریب لے گئے تا کہ اس کا بوسہ لیں کہ حرملہ بن کاہل اسدیِ لعین نے تیر مارا جو بچے کے گلے پر لگا اور اسے شہید کر دیا اور اسی مصیبت کی طرف شاعر نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے اور جھکنے والا جو اپنے بچے کا بوسہ لینے کیلئے جھکا لیکن اس سے پہلے اس کی گردن کا بوسہ تیر نے لے لیا پھر آپ نے وہ بچہ اپنی بہن کے سپرد کیا۔ جناب زینبؑ نے بچہ لیا اور امام حسینؑ نے اپنی دو ہتھیلیاں خون کے نیچے رکھ لیں جب پر ہو گئیں تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینک دیا اور فرمایا جو مصیبت بھی مجھ پر نازل ہو وہ آسان ہے کیونکہ خدا اس کا دیکھنے والا اور نگران ہے اور سبط ابنِ جوزی نے کتاب تذکرہ میں ہشام بن محمد کلبی سے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ لشکر میرے قتل پر مصر ہے تو آپ نے قرآن مجید اٹھایا اور اسے کھول

کر اپنے سر پر رکھ لیا اور لشکر کے درمیان آواز دی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا محمد رسول اللہ فیصل و حاکم ہیں۔ اے قوم آخر کس وجہ سے تم میرا خون حلال سمجھتے ہو کیا تمہارے نبیؐ کی بیٹی کا بیٹا نہیں ہوں کیا تمہیں میرے نانا کا یہ ارشاد میرے اور میرے بھائی کے متعلق نہیں پہنچا کہ "هذان سيدا شباب اهل الجنة" یہ دونوں جوانانِ جنت کے سردار ہیں اسی دوران جب آپ قوم سے احتجاج کر رہے تھے۔ آپ کی نظر اپنی اولاد میں سے ایک بچے پر پڑی جو پیاس کی شدّت سے رو رہا تھا۔ آپ نے اس بچے کو ہاتھ پر اٹھا کر فرمایا۔ اے قوم اگر مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس بچے پر تو رحم کرو پس ان میں سے ایک شخص نے اس بچے کی طرف تیر پھینکا اور اسے ذبح کر دیا۔ امام مظلوم رونے لگے اور عرض کیا خدایا تو حکم ہمارے اس قوم کے درمیان جنھوں نے ہیں بلایا تھا کہ وہ ہماری مدد کریں گے۔ اب وہی ہمیں قتل کر رہے ہیں پس فضا سے ایک آواز آئی کہ اے حسینؑ اس بچہ کو چھوڑ دو (اس کی پرواہ نہ کرو) کیونکہ اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے والی دائی موجود ہے اور کتاب احتجاج میں مسطور ہے کہ حضرت گھوڑے سے نیچے اُترے اور تلوار کے نیام سے زمین میں ایک گڑھا گھود ااور اس بچے کو اس میں دفن کر دیا۔ اور طبری نے ابوجعفر باقر سے روایت کی ہے کہ تیر آ کر اس بچے کے گلے پر لگا جو آپ کی گود میں تھا اور حضرت ان کا خون ان کے جسم پر ملتے تھے اور یہ فرماتے کہ خدایا ہمارے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ کہ جس نے ہیں بلایا کہ ہماری مدد کرے گی اب وہ ہمیں قتل کرنے لگی پس آپ کے حکم سے ایک یمنی چادر لائی گی اس کو چاک کر کے آپ نے پہن لیا اور تلوار لے کر جنگ کے لئے باہر نکلے۔

منتخب التواریخ

﴿علاّمہ محمد ہاشم مشہدی﴾

حضرت علی اصغرؑ

کربلا میں امام حسین علیہ السّلام کے دوسرے فرزند عبداللہ شہید ہوئے۔

سید طاؤس لہوف میں تحریر فرماتے ہیں جب امام حسینؑ کے تمام اعزہ اور انصار شہید ہو چکے تو آپ بذات خود عازم جہاد ہوئے بلند آواز سے فرمایا: کیا ایسا شخص موجود ہے جو حرم رسولؐ اللہ سے دشمنوں کو بھگائے۔ کیا کوئی خدا کا ماننے والا ہے جو ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے؟۔ کیا کوئی ایسا شخص ہے جو ہماری مدد کر کے خدا کی رضا چاہتا ہو؟ کیا کوئی شخص ایسا ہے جو ہماری اعانت کرے خدا کو راضی کرنا چاہتا ہو؟ آپ کے اس فرمان پر یکدم خیام سے عورتوں کے رونے کا کہرام برپا ہو گیا آپ خیمے کے دروازے پر تشریف لائے جناب زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا۔ میرے چھوٹے بیٹے کو مجھے دو۔ میں اس سے رخصت ہولوں آپ نے بچّے کو لے لیا۔ چومنے کے لیے جھکے ہی تھے کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے بچّے کو تیر مارا جو بچّے کے حلق پر لگا اور اس کو ذبح کر دیا۔ جناب زینبؑ سے فرمایا۔ اس کو لے لو۔ آپ نے دونوں ہاتھوں سے خون جمع کر کے آسمان کی طرف پھینک دیا۔ فرمایا اے خدا سب کچھ تیری موجودگی میں ہو رہا ہے۔ میری مشکل آسان فرما۔ سبط جوزی کہتے ہیں کہ آسمان سے آواز آئی اے حسینؑ اس کی پرواہ نہ کر جنّت میں اس کے لیے دودھ پلانے والی ہے۔

محمد بن طلحہ شافعی اپنی کتاب مطالب السؤل میں تحریر کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کا ایک چھوٹا بچہ تھا جس کو تیر لگا۔ ان کا خون اپنے چہرے پر ملا۔ اس پر نماز

پڑھی اپنی تلوار سے قبر کھود کر اس کو دفن کر دیا۔

لفظ ذبح سے معلوم ہوتا ہے کہ تیر تلوار کی مانند تھا جس نے بچہ کو ذبح کیا ورنہ معمولی تیر تو صرف سوراخ کرتا ہے۔ ذبح کرنا تلوار اور چھری کا کام ہے۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا سے فرمایا اس کو لے لو اس کا مطلب یہ ہے کہ بچہ در خیمہ پر ذبح ہوا۔ ماں، بہنیں اور پھوپھیاں دیکھتی رہیں۔ بخلاف دوسرے شہداء کے وہ میدان جنگ میں جا کر شہید ہوئے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ حضرت حسین علیہ السّلام جناب ربابؑ اور معصوم کی بہنوں اور پھوپھیوں پر اس وقت کیا مصیبت گزری ہوگی جب یہ معصوم دم توڑ رہا ہوگا۔ نہ معلوم تیر گلے سے گزر کر زمین پر گر پڑا تھا یا حسینؑ نے تیر خود نکالا تھا۔ تیر نکالتے وقت اگر چہ زندہ تھا جو بچے پر کیا تکلیف گزری ہوگی۔ اور باپ مظلوم کس قدر صدمہ سے دوچار ہوا ہوگا۔ حسینؑ نے خون آسمان کی طرف پھینکا زیارت ناحیہ کے جملوں کو ملاحظہ فرمائیں۔

دودھ پینے والے عبداللہ پر سلام ہو جس کو تیر لگا۔ خون میں لت پت تھا آسمان کی طرف اس کا خون پھینکا گیا۔ شاید حسینؑ نے خون آسمان کی طرف اس لیے پھینکا تھا کہ اہلِ آسمان حسینؑ کی عبدیت اور بلند ہمتی کو ملاحظہ کریں کہ حق کی راہ میں دودھ پیتے بچّے کو نانا کے دین کی ڈھال قرار دیا۔ ممکن ہے آسمان کی طرف اس لیے خون پھینکا ہو کہ اگر خونِ معصوم کا قطرہ زمین پر گرا تو زمین فنا ہو جائے گی یا قیامت تک اس پر کوئی چیز پیدا نہیں ہوگی۔ یا یہ مراد ہے کہ آپ نے خون سے آسمان کو شرف بخشا۔ خون کا خزانہ آسمان کو قرار دیا۔

لہوف میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ''ان خون قطرہ برنگشت بسوی زمین''۔ ایک قطرہ خون کا زمین پر واپس نہ آیا۔ شاید امام نے خون اس لیے چہرے

پر ملا ہو کہ خون آلود بدن سے نانا کی اُمت کی سفارش کروں گا۔نماز پڑھنے کا مقصد یہ ہو کہ دودھ پیتے بچہ کی شہادت حسینؑ کا ایک بہت بڑا امتحان تھی۔جس کو دیکھ کر نبی۔ رسولؐ، فرشتے مقربین اور کرّوبین حیران اور ششدر رہ گئے۔سب سے بڑا تعجب اور حیرانی تو یہ ہے کہ کوہ ہائے مصائب کے باوجود حسینؑ نے گویا کہ شکرانہ خدا میں نماز پڑھی۔بعض بزرگ اس بچّے کو قرآن سے تعبیر کرتے ہیں کہ قرآن حسینؑ کی بغل میں تھا۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام حسینؑ نے بچّے کو دین کی حفاظت کی خاطر دفن کیا ہو کیونکہ اس کا امکان تھا کہ عمر سعد کی فوج بچّے کا سر جدا کر کے نیزے پر سوار کرتی۔شہروں اور بیابانوں میں پھراتی اس سے یہ خدشہ تھا لوگ دین اسلام چھوڑ دیتے کیونکہ ہر مذہب اور ملت میں چھوٹا دودھ پیتا بچہ رحم کا مستحق ہے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سرکار حسینؑ نے علی اصغرؑ اس لیے دفن کیا ہو کہ جب اسیران کربلا کا قافلہ قتل گاہ سے گزرے گا تو عورتوں کی نگاہ معصوم بچّے پر پڑے گی اور سیدانیوں کے غم واندوہ میں مزید اضافہ ہوگا۔دفن کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کہیں معصوم بچے کا جسم گھوڑوں کے سموں سے پامال نہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہیں تین دن آفتاب کی گرمی میں معصوم کی لاش نہ پڑی رہے۔

''تیری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے'' کا مقصد یہ ہوسکتا ہے کہ اس وقت حسینؑ کا کوئی عزیز اور رشتہ دار اور صحابی موجود نہیں تھا جو آپ کو تسلی دیتا حضرت نے ان کلمات سے اپنے آپ کو تسلی دی کہ میرا کام آسان کر اب جو کچھ تیری آنکھوں کے سامنے ہو رہا ہے آسمان سے آواز آئی کہ کوئی فکر نہ کر وجنت میں اس کے لیے دودھ پلانے والی موجود ہے۔خداوند عالم نے حسینؑ کو تسلی دی۔

کربلا میں شہید ہونے والے ہر شہید کا سر قلم کیا گیا صرف دو حضرات ایسے ہیں

جن کا سرتن سے جدا نہیں کیا گیا ایک جناب عبداللہ رضیع دوسرے جناب حر بن یزید ریاحی حر کے قبیلہ کے لوگ فوج یزید میں موجود تھے انھوں نے حر کی لاش اٹھائی تھی کہیں آپ کی لاش سے جدا نہ کرلیں اور آپ کی لاش گھوڑوں کے سموں سے پامال نہ ہو۔ کاش کہ بنو ہاشم بھی کربلا میں موجود ہوتے جو حسینؑ اور جوانان حسینؑ کی لاشیں اٹھا لیتے اور ان مظلوموں کی لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال نہ ہوتیں۔

انوار نعمانیہ میں لکھا ہے کہ جب شاہ اسماعیل صفوی بغداد کا مالک ہوا اور کربلا میں حاضر ہوا تو اس نے حکم دیا کہ حر کی قبر کھودی جائے۔ انھوں نے قبر کو کھودا۔ حسینؑ نے جو حر کے سر پر رومال باندھا تھا ویسے کا ویسا موجود تھا بعض اخبار میں آیا ہے کہ اس دودھ پیتے بچے کا نام علی اصغرؑ تھا۔ زیارت روز عاشور میں لکھا ہے۔ "وعلی ولدکَ علی الاصغر الذی مجعت بہ" آپ کے۔ بیٹے علی اصغرؑ پر سلام ہو جس کی موت سے آپ کو سخت صدمہ ہوا۔

جلاء العیون میں لکھا ہے کہ بعض لوگ اس بچے کا نام علی اصغرؑ بتلاتے ہیں آپ کی عمر کے بارے میں کتب معتبرہ خاموش ہیں۔ مقتل ابومخنف میں آپ کی عمر چھ ماہ لکھی ہے۔
(منتخب التواریخ صفحہ: ۳۸۱ تا ۳۸۴)

الدّمعۃُ السّاکبہ

﴿علامہ محمد باقر نجفی بہبہانی﴾

شیر خوار کی شہادت

جب امام حسینؑ تنہا رہ گئے تو خیام سے ایک شیر خوار کو اٹھا کر لائے اور یزیدیوں سے کہا میرے ۲۳ جوان و کم سن تم نے پیاسے شہید کر دیئے ہیں میں نے کسی کے لیے تم

سے پانی نہیں مانگا۔ یہ ششماہا کمسن ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اسے پانی کا ایک قطرہ پلادو۔

عمر سعد کے کہنے سے حرملہ نے کمسن کے گلوئے نازنین کا نشانہ لے کر سہ شعبہ تیر چلایا۔ تیر سے کمسن کا گلا کٹ گیا اور شہزادہ الٹ کر باپ کے بازو سے پیوست ہوگیا۔
(الدّمعۃُ السّاکبہ صفحہ:۳۴۰)

نفس المہموم

﴿علامہ شیخ عباس قمی﴾

شہادت طفل شیر خوار

ان کی والدہ اُمّ رباب بنت امراؤالقیس بن عدی تھیں اوران کی والدہ ہندالہنود تھیں۔

سیّد ابن طاؤس نے کہا ہے جب حسینؑ نے اپنے جوانوں اور دوستوں کی لاشیں دیکھیں تو اپنی جان اور خون سے اس قوم کا سامنا کرنے کا عزم کیا اور پکار کر کہا۔

کوئی ہے جو رسولؐ اللہ کے حرم سے دشمنوں کو روکے کوئی خدا پرست ہے جو ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے کوئی فریادرس ہے جو ہماری فریادرسی میں اللہ سے اُمید رکھے کوئی معین و مددگار ہے جو ہماری اعانت کرکے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس کی اُمید رکھے پس خواتین عصمت کی صدا بلند ہوئی تو آپ خیمے کے دروازے کی طرف آئے اور جناب زینبؑ سے فرمایا مجھے میرا چھوٹا بیٹا دے دو تاکہ میں اُسے وداع کرلوں پس آپ نے اسے لے کر اس کی طرف جھکے کہ اس کا بوسہ لیں تو حرملہ بن کاہل اسدی نے ایسا تیر مارا جو بچّے کے گلے میں لگا کہ جس نے اسے ذبح کردیا۔

مؤلف کہتے ہیں شاعر نے اس مضمون کو عمدہ طریقہ سے اپنے شعر میں ادا کیا ہے

اور وہ جھکا اپنے اپنے بچہ کا بوسہ لینے کے لیے کہ تیر نے اس سے پہلے اس کے گلے کا بوسہ لے لیا آپ نے جناب زینبؑ سے فرمایا اس کو پکڑنا پھر آپ نے اس کا خون اپنی دونوں ہتھیلیوں میں لیا جب وہ پُر ہو گئیں تو خون آسمان کی طرف پھینک دیا پھر فرمایا جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی آسان ہے کیونکہ خدا کی نگاہ کرم کے سامنے ہے۔

شیخ مفید نے رضیع کی شہادت کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ پھر حسینؑ خیمے کے آگے بیٹھ گئے پس عبداللہ بن حسین علیہ السّلام آپ کے بیٹے کو لے آئے جب کہ وہ چھوٹا سا بچہ تھا آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھایا پس بنی اسد میں سے ایک شخص نے تیر مارا جس نے اسے ذبح کر دیا۔

اور ازدی نے کہا ہے عقبہ بن بشر اسدی نے کہا مجھ سے ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین علیہ السّلام نے فرمایا تھا یقیناً ہمارا تم بنی اسد میں خون ہے راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا میرا اس میں کیا گناہ ہے خدا آپ پر رحم فرمائے اے ابو جعفر اور وہ کون سا ہے؟ امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ حسینؑ کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا وہ بچہ آپ کی گود میں تھا اچانک اسے تم میں سے ایک نے اے بنی اسد تیر مارا اور اسے ذبح کر دیا پس امام حسینؑ نے اس کا خون ہاتھوں میں لے لیا جب اپنی دونوں ہتھیلیاں پُر کر لیں تو زمین میں اسے انڈیل دیا اس کے بعد عرض کیا پروردگار اگر تو نے ہم سے آسمانی نصرت روک لی ہے تو اسے قرار دے اس چیز کے لیے جو زیادہ بہتر ہو اور ان ظالموں سے ہمارا انتقام لے اور سبط ابنِ جوزی نے تذکرۃ الخواص میں ہشام بن محمد کلبی سے روایت کی ہے جب امام حسینؑ نے انھیں آپ کے قتل پر مصر دیکھا تو قرآن لیا اور اسے کھول کر اپنے سر پر رکھ لیا اور پکار کر فرمایا میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب اور میرے نانا محمد رسولؐ اللہ ہیں اے قوم کس بناء پر تم میرے خون کو حلال سمجھتے ہو کیا میں

تمہارے نبیؐ کا نواسہ نہیں ہوں، کیا تمہیں میرے نانا کا میرے متعلق اور میرے بھائی کے متعلق یہ ارشاد نہیں پہنچا۔"هذان سيدا شباب اهل الجنة"

یہ دونوں جوانان جنت کے سردار ہیں اگر تم میری تصدیق نہیں کرتے تو جابر، زید بن ارقم ابو سعید خُدری سے پوچھ لو کیا جعفر طیارؑ میرے چچا نہیں ہیں، پس شمر نے آپ کو پکار کر کہا ابھی تم ہاویہ میں داخل ہو گے حسینؑ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے میرے نانا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی پس فرمایا میں نے دیکھا گویا ایک کُتّا میرے اہلِ بیت کا خون پی رہا ہے میں تجھے وہی خیال کرتا ہوں، پس شمر نے کہا میں ایک حرف پر اللہ کی پرستش کروں اگر مجھے معلوم ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو پس امام حسینؑ متوجہ ہوئے کہ اچانک آپ کا ایک بچہ پیاس سے گریہ رہا ہے پس آپ نے اسے ہاتھ پر اٹھایا اور فرمایا اے قوم اگر مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچّے پر تو رحم کرو پس انھیں سے ایک شخص نے اسے تیر مار کر ذبح کر دیا پس حسینؑ رونے لگے اور وہ کہہ رہے تھے۔ خدایا ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر انھوں نے ہمیں بلایا تھا تا کہ ہماری مدد کریں پس ہم سے انھوں نے جنگ کی ہے پس فضا میں سے آواز آئی اسے چھوڑ وا ے حسینؑ جنّت میں اسے دودھ پلانے والی موجود ہے۔

پھر راوی نے کہا اور اسے حصین بن تمیم نے تیر مارا جو ان کے دونو ہونٹوں پر لگا اور آپ کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا اور روتے اور کہتے تھے خدایا جو کچھ میرے بھائیوں میری اولاد اور میرے اہلِ بیتؑ کے ساتھ ہو رہا ہے میں اس کی شکایت تیری بارگاہ میں کرتا ہوں اور ابن نما نے کہا ہے کہ پھر آپؑ نے اس شیر خوار کو اٹھایا اور اپنے اہل بیتؑ کے شہداء کے پاس رکھ دیا۔

اور محمد بن طلحہ نے مطالب السئول میں کتاب الفتوح کے مؤلف سے نقل کرتے

ہوئے کہا ہے کہ امام حسینؑ کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا پس اس کی طرف تیر آیا جس نے اسے قتل کر دیا پس وہ خون اس شیر خوار کے شلو کے پر مل دیا اور اپنی تلوار سے ایک گڑھا اس کے لیے کھودا اور اس پر نماز پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔

اور کتاب احتجاج طبرسی میں ہے جب آپ اکیلے رہ گئے اور آپ کے انصار و عزیزوں میں کوئی باقی نہ رہا سوائے آپ کے بیٹے علیؑ بن الحسینؑ کے اور دوسرا آپ کا بیٹا جو عالم رضاعت میں تھا جس کا نام عبداللہ تھا تو آپ نے بچّے کو لیا[1] کہ اس سے وداع کریں کہ اچانک ایک تیر آیا جو بچّے کے گلوے اطہر میں لگا اور اسے شہید کر دیا پس آپ گھوڑے سے اُترے اور تلوار کے نیام سے بچّے کے لیے گڑھا کھودا اور اس کا خون اس پر مل دیا اور اسے دفن کر دیا پھر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور ارباب مقاتل نے کہا ہے اور احتجاج میں ہے پھر امام حسینؑ کھڑے ہو گئے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور جنگ کے لیے آگے بڑھے۔ (نفس المہموم صفحہ: ۲۸۲ تا ۲۸۵)

ابصار العین فی انصار الحسینؑ

﴿علّامہ شیخ طاہر سماوی نجفی﴾

حضرت علی اصغرؑ

یہ صاحبزادے سفرِ کربلا سے چند ماہ پہلے مدینہ میں پیدا ہوئے۔ مادر گرامی کا نام اُن کے ربابؑ تھا وہ بیٹی تھیں امراؤالقیس بن عدی بن اوس بن جابر بن کعب بن علیم بن جناب بن کلب اور رباب کی ماں کا نام ہند الہنود بنت الربیع بن کود بن مصاد بن حفص بن کعب تھا اور باپ کی نانی کا نام میسون تھا یہ بیٹی ہے عمر بن ثعلبہ بن حصین بن ضمضام کی رباب کی پرنانی کا نام بھی رباب تھا یہ بیٹی تھی اوس بن حارثہ بن لام الطائی

اور جناب رباب مادرِ علی اصغرؑ کے باب میں حضرت امام حسین علیہ السّلام فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں سکینہؑ اور ربابؑ ہوں وہی گھر مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ امراؤالقیس ربابؑ کے والد نے اپنی ایک بیٹی حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السّلام کے نکاح میں دی اور ایک بیٹی حضرت امام حسن علیہ السّلام کے عقد میں دی اور تیسری بیٹی ربابؑ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے عقد میں دی اور جناب ربابؑ سے دو اولادیں جناب سکینہؑ اور علی اصغرؑ پیدا ہوئے۔ علاّمہ مسعودی مروج الذہب میں اور اصبہانی اور طبری وغیرہ نے لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو بالکل اپنی زندگی سے مایوسی ہوگئی تو حضرت خیمہ کی طرف تشریف لائے اور علیؑ اصغر کو طلب فرمایا کہ آخر وقت دیکھ لیں جناب زینبؑ صاحبزادے کو لائیں اور حضرت کی گود میں علیؑ اصغر کو دے دیا حضرت امام حسینؑ ابھی علی اصغرؑ کو دیکھ رہے تھے کہ لشکر اشقیا سے ایک تیر۔ حلق پر اُس صاحبزادے کے آکر لگا جس سے وہ صاحبزادے شہید ہوئے حضرت نے اپنے چلّو میں خون صاحبزادے کا بھرا اور آسمان کی طرف پھینکا اور درگاہِ باری میں عرض کی خدایا یہ خون ناقہ صالح کے بچے سے کم نہ ہو، اور ان اشقیا سے تو اس کا انتقام لے حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت ہے کہ ایک قطرہ بھی اُس خون کا زمین پر نہیں پھر کر آیا اُس کے بعد حضرت امام حسین علیہ السّلام نے ذوالفقار سے قبر کھودی اور اُسی طرح سے خون میں نہائے ہوئے صاحبزادے کو دفن کر دیا اور خود میدان میں تشریف لائے۔

جناب سید علی بن طاؤس علیہ الرحمہ کی روایت میں یہ ہے کہ علیؑ اصغر کو جناب زینبؑ کے ہاتھ سے لے کر اُدھر جھکے تھے اور علی اصغرؑ کا بوسہ لینا چاہتے تھے کہ تیر آکر لگا حضرت نے پھر بہن کی گود میں لاش دے دی اُس کے بعد قبر کھود کر دفن کیا۔

ابومخنف کی روایت میں ہے کہ تیر حرملہ بن الکاہل نے مارا تھا دوسری روایت میں

ہے کہ بشر غنوی نے یہ تیر لگایا تھا مگر حضرت امام محمد باقر سے تو یہی منقول ہے کہ حرملہ نے وہ تیر مارا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام علی اصغر کو میدان میں لائے اور بغرض اتمامِ حجّت پانی طلب کیا۔ اُس وقت حرملہ نے تیر مارا چنانچہ مفصل روایت کتب مقاتل میں مذکور ہے۔ (ابصار العین صفحہ ۳۴ تا ۳۶)

ریاض القدس

﴿آقائے صدر الدّین قزوینی﴾

احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السّلام

بروایت روضۃ الشہداء اور ابنِ شہر آشوب شہزادہ علی اصغر کی والدۂ ماجدہ شہر بانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم تھیں۔ آپ کی عمر چھ ماہ سوائے ابی مخنف کے کسی اور نے نہیں لکھی۔ صاحبِ روضۃ الصّفا نے ایک سال کی عمر لکھی ہے۔ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے متعلق ارباب مقاتل کے درمیان اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت خیام کے صدر دروازہ پر تیر لگنے سے ہوئی ہے مرحوم السیّد بن طاؤس کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ اکثر محدّثین وارباب مقاتل نے حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؑ اس ششماہے کو پانی پلانے کی غرض سے میدان رزمگاہ لے گئے تھے کہ شاید یہ قومِ جفار کار سیراب کردے اور واپس لوٹا لائے تھے۔ ہم نے دونوں روایتوں کو جمع کر کے بحث کی ہے تا کہ قارئین کتاب افادہ کر سکیں۔

روایت اوّل:

جب حضرت امام حسینؑ نے میدان کارزار کا ارادہ کیا کہ تشریف لے جائیں آپ

در خیمہ پر آئے اور پکار کے فرمایا کہ اے اہلِ حرم خدا حافظ و ناصر، امام حسینؑ کی اس آواز پر تمام اہلِ حرم۔ آپ کی بہنیں بیٹیاں ازواج اور سب باقی عورات جمع ہو گئیں کہ امام حسینؑ نے حضرت علی اصغرؑ کے رونے کی آواز سُنی السیّد بن طاؤس کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ آپ نے اپنی بہن زینبؑ سے فرمایا کہ اس صغیر کو مجھے لا دو جناب زینبِ خاتون اس بچّے کو لائیں۔ شیخ حسن دہستانی بھی کہتے ہیں۔

''یعنی اے خواہر میرے اس طفل کو لاؤ تا کہ میں اس کو اپنے قتل ہونے سے پہلے دیکھ لوں جناب زینبؑ خاتون اس کو لائیں اس حالت میں کہ بچہ رو رہا تھا اور تشنگی سے اس کے لب خشک ہو رہے تھے۔ امام حسینؑ نے بچہ کو ہاتھ پر لے لیا''۔ السیّد بن طاؤس لہوف میں لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس کو بوسہ دیا کہ اسی اثناء میں حرملہ لعین کا رہا کیا ہوا تیر علی اصغرؑ کے گلوے نازنین پر لگا۔ اور علی اصغرؑ ذبح ہو گئے۔ امام حسینؑ نے پھر جناب زینبؑ کو آواز دی کہ بچہ کو لے جاؤ اور حضرت زینبؑ نے بسوز جگر بچہ کو لے لیا اور امام حسینؑ نے خون علی اصغرؑ اپنے چُلّو میں لیا۔ یعنی کہ جب آپ کا چُلّو خون علی اصغرؑ سے بھر گیا تو آپ نے وہ خون آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا اے خواہر۔ یعنی یہ مصیبت اس بزرگی کے ساتھ میرے نزدیک محترم ہے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے اور اس کی نظر کبریائی اس پر ہے۔

روایت اللہوف سیّد بن طاؤس کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ وہ خون علی اصغرؑ جو امام حسینؑ نے آسمان کی طرف پھینکا تھا اس کا کوئی قطرہ زمین پر نہیں گرا نہ معلوم اس خون کو ملائکہ لے گئے یا امام حسینؑ کا یہ ہدیہ دستِ قدرتِ الٰہی میں پہنچا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ رسول خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہ زہرؑا بلکہ دونوں نے اس خون کو لے لیا مجھے یقین ہے کہ حضرت رسولؐ خدا یا آپ کی بیٹی فاطمہ زہرؑا، یا دونوں نے اس

خون کو خود لے لیا اور اس کو رسولؐ خدا نے اپنی ریش مبارک پر خضاب کیا اور سیّدۂ عالمؑ نے اپنے بالوں پر لگالیا۔ اے شیعوں دو خون آسمان کی طرف پھینکے گئے ہیں ایک خون علی اصغرؑ دوسرے جب امام حسینؑ کی پیشانی پر کسی ملعون نے پتھر مارا اور خون نکلا تو وہ خون آپ نے آسمان کی طرف پھینکا ہے۔

روایت دوم۔

از قول مجلسی وصاحب روضۃ الشہداء۔

فرماتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام یکہ وتنہا رہ گئے حضرت نے استغاثہ بلند کیا اس صحرا میں کہ ہے کوئی کہ حرمِ رسولؐ خدا سے اعدائے دین کے شر کو دور کرے کوئی موحد ہے کہ جو خوف خدا کرے اور ہماری نصرت کرے۔ کوئی ہے کہ جو آلِ محمدؐ کی فریاد کو پہنچے۔ مجلسی علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ مخدّرات حرم نے سنی گریہ وزاری کی آواز بلند ہوئی امام حسینؑ خیمہ میں تشریف لائے۔

حضرت امام حسینؑ نے عورات سے فرمایا کہ گریہ نہ کریں مگر حضرت علی اصغرؑ نے رونا بند نہیں کیا۔ فرمایا اے بہن اس شیر خوار کو مجھے دے دو تا کہ میں اس سے وداع کر لوں۔ علی اصغرؑ کو آپ کے ہاتھوں پر دے دیا۔ حضرت نے بچّے کی تشنگی کی وجہ سے حالت خراب دیکھی شیخ دہستانی لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے اس طفلِ شیر خوار کو اس قدر بے طاقت دیکھا کہ تشنگی کی وجہ سے ہونٹ خشک ہیں۔ آپ نے یہ خیال فرمایا کہ شاید لشکرِ عمر بن سعد ملعون بچہ کی یہ حالت دیکھ کر ایک گھونٹ پانی پلادے چنانچہ امام مظلوم گھوڑے پر سوار ہوئے بچہ کو قربوس زین پر رکھ لیا۔ اور لشکر کی صفوں کے نزدیک پہنچے۔

امام مظلوم نے با آواز بلند فرمایا کہ یعنی اگر میں تمہارے نزدیک (معاذ اللہ) گنہگار ہوں تو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو یہ طفل شیر خوار تو گنہگار نہیں ہے یہ پیاسا ہے اس کے

ہونٹ خشک ہو گئے ہیں اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اور اے قوم اس کو بعجلت تمام پانی پلا دو تا کہ میں بچّے کو اس کی ماں کی سپرد کر دوں، ان ملاعین نے کہا اے حسینؑ! بغیر اجازت ابنِ زیاد ایک قطرہ آب نہیں دیں گے نہ تمہیں پانی ملے گا اور نہ تمہاری اولاد واہلِ حرم کو پانی ملے گا۔ لیکن شیخ حسن دہستانی فرماتے ہیں کہ لشکر والے حضرت کو قولاً کوئی جواب نہ دے سکے۔ آخر وہ کیا جواب دیتے امام حسینؑ نے حجت تمام کی تھی۔ الاخر حرملہ لعین فریاد کرتا ہوا نزدیک آیا اور کہا کہ اس بچہ کو میں سیراب کروں گا۔ اس ملعون نے تیر گلوے علی اصغرؑ کی طرف رہا کیا تیر گلوے علی اصغرؑ پر لگا۔

یعنی کہ تیرِ حرملہ علی اصغرؑ کے گلے کو توڑتا ہوا امام حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ ایک تیر اور دو نشانے بلکہ تین نشانے ،گلوئے علی اصغرؑ بازو میں در آیا۔ ایک تیر دو نشانے بلکہ تین نشانے ،گلوئے علی اصغرؑ بازوئے حسینؑ اور دل اُمِّ رباب واحسرتا امام حسینؑ نے خون گلوئے علی اصغرؑ چُلّو میں لیا اور آسمان کی طرف پھینک دیا اور خداوند عالم کی بارگاہ میں مناجات کی کہ اے خدا تو بہتر حکم کرنے والا ہے۔ اس قوم جفا کار نے اِس طفل معصوم کو تیر سہ شعبہ کا نشانہ بنایا بچّے کو قتل کر دیا امام حسینؑ بچّے کی لاش لے کر علی اصغرؑ کی ماں شہر بانو کے خیمہ کے نزدیک آئے اور فرمایا اے مادر علی اصغرؑ اپنے شہید بیٹے کو لے جاؤ اب اسے ساقی کوثر سیراب کریں گے۔ یہ مناجات خداوند عالم سے تھی اور اپنے شیعو تمہیں بھی امام حسین علیہ السّلام نے ایک پیغام دیا ہے کہ۔ اے شیعو جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرنا اور جب تم سنو کہ کوئی غریب و پردیسی یا کسی قتیل کا نام تو مجھ پر نوحہ کرنا۔ کاش کہ تم یومِ عاشورا ہوتے تو دیکھتے کہ میرے شیر خوار علی اصغرؑ کی پیاس کس طرح بجھائی گئی۔

مجلس شہادتِ حضرت علی اصغر علیہ السّلام

جب روزِ عاشورا حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی نوبت آئی تو امام مظلومؑ اہلِ حرم سے رخصت ہونے کے لئے خیمہ میں آئے۔ مخدّرات نے حلقہ بنالیا۔

واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام حسینؑ علیہ السّلام نے سب کو تلقینِ صبر کی آپ نے فرمایا کہ میری جدائی میں صبر کرنا۔ یعنی امام حسینؑ نے اپنی بہن جناب اُمِّ کلثومؑ سے فرمایا کہ اے بہن میں تمہیں علی اصغرؑ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ میرا یہ پسر شیر خوار ہے اور ابھی اس کی عمر چھ ماہ ہے۔ جناب اُمِ کلثومؑ نے عرض کیا۔

اے برادر تین دن سے اس معصوم نے نہ ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی ملا ہے پس خوب ہوگا اگر تم اس قومِ جفا کار سے پانی طلب کرو پھر شہزادی نے اِس بچّے کو امام حسینؑ کے ہاتھوں پر رکھ دیا اور آپ گھوڑے پر سوار ہوئے اور بچّے پر عبا کا دامن ڈال دیا اور میدان کارزار میں پہنچے راوی کہتا ہے کہ روز عاشورہ امام حسینؑ اکثر مرتبہ خیمہ میں آئے اور گئے اور ایک مرتبہ قرآن مجید خیمے سے لے گئے اور فوجِ اشقیا کے سامنے پیش کیا فرمایا کیا یہ قرآن میرے نانا پر نازل نہیں ہوا ہے؟ کیا یہ عبائے رسولؐ نہیں ہے کیا یہ عمامۂ رسولؐ خدا نہیں ہے جو میرے سر پر ہے۔ بعد ہ فرمایا کہ یہ میرا شیر خوار بچہ تین دن سے پیاسا ہے نہ اس نے ماں کا دودھ دیکھا ہے اور نہ اس کو پانی ملا ہے، تھوڑا سا پانی اس کو پلا دو کتاب منبع الدموع میں ہے کہ لشکر عمر ابنِ سعد کے بعض سرداروں نے عمر ابنِ سعد کو ملامت کی کہ ایک قطرۂ آب اس شیر خوار کو دے دیا جائے بچہ پیاسا تڑپ رہا ہے عمر بن سعد ملعون نے جب دیکھا کہ لشکر میں شور برپا ہے۔ لشکر کا رنگ بدلا ہوا ہے حرملہ بن کاہل اسدی کو اشارہ کیا اور کہا حسینؑ کا کلام قطع کردے۔ اس ملعون نے ایک تیر سہ شعبہ کمان میں جوڑا اور علی اصغر کو نشانہ بنایا۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ علی اصغرؑ کے ایک کان سے تیر دوسرے کان کو توڑتا ہوا نکل گیا امام حسین علیہ السّلام

نے خون آلودہ لاشِ پسر سینے سے لگائی اور حضرت امام حسینؑ اس طفل شیر خوار کی ننھی سی لاش کو لیے ہوئے واپس آئے اور درِ خیمۂ اُمّ کلثومؑ پر آئے اور لاشِ علیؑ اصغر کو خیمے میں لے گئے۔ اہلِ حرم میں ایک شور برپا ہوگیا امام حسینؑ علیہ السّلام نے بارگاہ خدا میں عرض کیا۔

اے پروردگارِ حسینؑ تیرا ہزار، ہزار شکر ہے کہ میں نے اپنا اکبرؑ و اصغرؑ تیری راہ میں قربان کر دیئے۔ میں تیری راہ میں اکبرؑ و اصغرؑ کو کیا قربان کیا ہے بلکہ خنجر نے حسینؑ کے دل و جگر کو زخمی کر دیا۔ فرمایا کہ میرا یہ شیر خوار بچہ کجا اور تیرِ ظلم پروردگار میں نے تیری راہ میں سب کچھ لٹا دیا ہے۔

دربندی فرماتے ہیں کہ قماط اور قنداقہ (قماط کہتے ہیں اس کپڑے کو کہ جس میں نئے پیدا ہوئے لڑکے کو لپیٹ کر باندھ دیتے ہیں اور قنداقہ وہ لکڑی کہ جس میں بندوق کی نال چسپاں کرتے ہیں۔ مجازاً کُندہ مراد ہے) کو پھاڑ ڈالا۔ اور فاضل عالم الحاج ملا محمد رضائی استر آبادی اپنے مقتل میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کی آواز استغاثہ برائے نصرت و یاوری شہزادۂ علی اصغرؑ کے گوش زد ہوئی تو علی اصغرؑ نے ہمک کر اپنا بندھا ہوا کپڑا پھاڑ ڈالا۔ ایسی انگڑائی لی کہ قماط پھٹ گیا اور علی اصغرؑ نے رونا شروع کیا۔ آخری کو علی اصغرؑ حیدر کرار کے پوتے ہیں شجاعت گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔

حضرت علی اصغرؑ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو چاک کر ڈالا اور اس سے باہر آ گئے۔ کیوں نہ ایسا کرتے آخر کو علی اصغرؑ بھی حیدر کرار کے پوتے ہیں جنھوں نے گہوارہ میں اژدر کے دو ٹکڑے کئے تھے۔ جب علی اصغرؑ نے اپنے بندھے ہوئے کپڑے کو پھاڑ ڈالا تو پھر رونا شروع کیا۔ اس پر اہلِ حرم بھی رونے لگے رونے کی آواز حضرت امام حسینؑ کے گوش زد ہوئی امام حسینؑ خیمے میں تشریف لائے اور ملاحظہ فرمایا

کہ علی اصغرؑ جھولے میں مچل رہے ہاتھ پیر مارے ہیں کسی عنوان چین نہیں ہے۔
امام حسین علیہ السّلام نے جناب زینبؑ خاتون سے علی اصغرؑ کے رونے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے بھائی جب سے علی اصغرؑ نے تمہارے استغاثہ نصرت کی آواز سنی ہے بے چین ہے اور برابر رو رہا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے بہن زینبؑ چمن امامت کے اس پژمردہ شگوفے کو ہمیں دے دو جب شہزادۂ علی اصغرؑ اپنے پدر بزرگوار حسینؑ کے ہاتھوں پر میدان کارزار میں پہنچے تو خدائے ذوالجلال والاکرام کی ایک آیت بن کر جلوہ فگن ہوئے اور حضرت امام حسین علیہ السّلام نے اس قوم بے حیا سے سوالِ آب کیا علی اصغرؑ کے لئے ایک گھونٹ پانی مانگا۔ آپ نے فوجِ اشقیاء سے خطاب کیا۔
ہے کوئی جو اس طفل شیر خوار پر رحم کرے اور اس کو ایک گھونٹ آبِ سرد پلا دے اس کا سینہ بے آب جل رہا ہے۔ آپ نے اس قوم جفا کار سے پانی مانگا لیکن امام حسینؑ کے اس سوال آب کا جواب تیر سے دیا گیا۔ حرملہ نے تیر رہا کیا اور بچہ امام حسینؑ کے ہاتھوں پر ذبح ہو گیا اور امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کا خون چلّو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور قاتلوں پر لعنت کی۔ شیخ طبرسی اپنی کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ جب علی اصغرؑ نشانۂ تیر حرملہ ہو گئے امام حسینؑ گھوڑے سے اترے تو ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودی اور اس شیر خوار کو دفن کیا پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بارالٰہا تو اس قوم ظالمین سے انتقام لے۔ چنانچہ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام نے حضرت علی اصغرؑ کو دفن کرنے کے بعد قبر علی اصغرؑ پر نماز پڑھی ہے ایسا ہی صاحب ترجمۂ ابوالفتوح وکمال الدین طلحۃ الشافعی نے بھی نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ پر بعد دفن نماز پڑھی ہے۔ مرحوم شیخ جعفر خصائص دفنِ علی اصغرؑ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے

دوسرے شہدا کو دفن نہیں کیا بلکہ صرف شہزادۂ علیؑ اصغر کو دفن کیا ہے اس لیے کہ یہ ظالم لوگ جب سرہائے شہداء ان کے جسموں سے قطع کریں گے تو اس شیر خوار کا سر نہ کاٹ سکیں اور اس لیے شہزادہ کو دفن کیا کہ گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسمِ علی اصغرؑ پائمال نہ ہو۔ اور اس لیے بھی دفن کیا کہ آپ کا پرخون قماط اہلِ حرم کی نگاہ سے نہ گزرے مؤلف کتاب الریاض میں لکھتے ہیں اس لیے خون بھرے شلوکے میں دفن کیا تھا کہ جب حشر قائم ہو تو علی اصغرؑ کا پُر خون شلوکہ زیرِ عرش پیش کر سکیں۔ اور امام حسینؑ بعجلت تمام قبر علی اصغرؑ سے اٹھے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کا آپ کو سخت صدمہ ہوا تھا۔ طاقت جواب دے گئی تھی۔ (ریاض القدس صفحہ: ۲۲۶ تا ۲۳۶)

معالی السبطین

﴿علاّمہ محمد مہدی مازندرانی﴾

شہادتِ علی اصغرؑ:

عمر: چھ ماہ۔

ماں: رباب بنت امراؤ القیس۔

بہن: سکینہؑ۔

وقتِ شہادت: امام حسینؑ سے پہلے اور دیگر شہدائے کربلا کے بعد۔

مورّخین کے مابین اس کمسن شہزادہ کی کیفیت شہادت میں کافی اختلاف ہے۔ ہم ذیل میں محقق مورّخین کی مرویات پر اکتفاء کرتے ہیں۔

بنی ہاشم سے جناب عباسؑ ہی غالباً آخری وہ شہید ہیں جو میدان میں خود چل کر گئے تھے۔ شہادت جنابِ عباسؑ کے بعد فوج یزید کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے

ہر طرف سے گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت امام حسینؑ نے یوں استغاثہ کیا۔

اے لوگو! کوئی ایسا نہیں ہے جو ہمیں پناہ دے دے۔

تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جسے ہماری مظلومیت پر ترس آئے اور ہماری فریاد رسی کرے کیا کوئی ایسا نہیں جو ہمارے حق کا مطالبہ کر کے ہماری خاطر لڑے۔ کیا کوئی بھی اللہ سے ڈرنے والا نہیں جو ہمارا دفاع کرے کیا تم میں سے کوئی صاحبِ دِل نہیں جو ایک گھونٹ پانی ہی دے دے۔

ابو مخنف کے مطابق امام حسینؑ جب تنہا رہ گئے تو آپ کو خیام میں بلایا گیا۔ جب آپ تشریف لائے تو جناب اُمِ کلثومؑ، زینبؑ نے عرض کیا۔ بھیا اس شیر خوار کی حالت دیکھئے آج تیسرا دن ہے اسے پینے تک کو کچھ نہیں ملا۔

آپ نے بہن سے علی اصغرؑ کو لیا دامنِ عبا میں چھپایا، فوج یزید کے سامنے آئے اور فرمایا:

دیکھو تم نے میرے انصار میرے بھائیوں اور میرے بیٹوں کو پیاسا شہید کر دیا ہے اب یہ شیر خوار کسی جرم کے بغیر پیاس سے جان بلب ہے، اسے لے جاؤ اور پانی پلا دو، اگر تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا تو اس کم سن کی کمسنی پر ترس کھالو۔ آج پیاس کو تیسرا دن ہے اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے۔

آپ کی یہ آواز سن کر فوج یزید میں انتشار پیدا ہو گیا، عمر سعد نے حرملہ بن کاہل اسدی سے کہا:

اقطع کلام الحسینؑ، کیا دیکھ رہا ہے اب حسین ابنِ علیؑ کی بات کو ختم ہونا چاہیے۔

اس ظالم نے سہ شعبہ زہر آلود تیر کمان میں رکھا اور امام حسینؑ کے ہاتھوں پر اس بچے کا نشانہ لے کر تیر چلایا، جس سے یہ کم سن شیر خوار ذبح ہو گیا۔ امام حسینؑ نے بہتے

خون کے نیچے اپنا ہاتھ رکھا، جب ہاتھ پُر ہو گیا تو اسے سوئے آسمان اُچھال کر فرمایا:

''اے اللہ! ان لوگوں کا گواہ رہنا جنہوں نے اس بات کی قسم کھا رکھی ہے کہ تیرے نبیؐ کی ذریّت سے ایک شیر خوار کو بھی نہ چھوڑیں گے۔''

پھر آپ نے اپنا ہاتھ شہزادہ کے گلے کے نیچے رکھا خون ہاتھ پر لیا اور فرمایا:

''اے اللہ جو کچھ دنیا میں ہم پر بیت رہی ہے تو اچھی طرح دیکھ رہا ہے اے اللہ ہمارے اور اس قوم کے مابین تو ہی فیصلہ فرمانا، جنہوں نے ہمیں بلایا اور پھر ہمیں قتل کیا۔''

آپ اُنہی مناجات میں مصروف تھے کہ حصین ابن نمیر نے مناجات کی خاطر ہلتے ہوئے لبوں کا نشانہ لے کر تیر مارا جو دونوں ہونٹوں کو زخمی کر گیا۔ لبوں سے خون بہنے لگا۔

آپ نے عرض کیا:

''اے اللہ! جو سلوک مجھ سے ہو رہا ہے میں اس کا تجھ سے شکوہ کرتا ہوں۔''

پھر آپ نے کم سن کو سینے سے لگایا اور لے کر واپس خیام میں آئے۔ خیمہ کے اندر قدم رکھتے ہوئے اس خیال سے پریشان ہو گئے کہ کہیں شیر خوار کی ماں نہ مر جائے، آپ کے زخمی ہونٹوں پر پیاسی زبان سے یہ کلمات جاری تھے۔

''ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف پلٹیں گے، اللہ کی قضا پر راضی ہیں اور اس کے امر کے سامنے سرِ تسلیم خم ہے۔''

سات مرتبہ آپ درِ خیمہ سے پیچھے ہٹے خیال یہی تھا کہ ماں کو نہ دکھاؤں، باہر ہی رکھ دوں، پھر خیال آتا کہ ماں ہے اُسے بھی آخری ملاقات کرانا تو چاہئے۔ آخر ساتویں مرتبہ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتے ہوئے اندر آئے۔

کمسن سکینہؑ نے استقبال کیا۔ دیکھا شیر خوار بھائی بابا کے سینہ سے چمٹا ہوا ہے۔ شہزادی نے عرض کیا بابا جان! اصغرؑ کی خاموشی بتاتی ہے کہ آپ اسے پانی پلا کے لائے ہیں۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا سکینہؑ تیری پھوپھی کہاں ہے؟ اتنے میں ثانی زہراؑ قریب آئیں آپ نے فرمایا لو بہن اصغرؑ کو سنبھال لو!

شہادت عبداللہ رضیع:

حدائق الوردیہ کے مطابق:

سن: زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ۔

ماں: اُم اسحاق بنت طلحہ ابن عبید اللہ تمیمیہ۔

بہن: فاطمہ

نوٹ کریں اُمِ اسحاق کنیت یا نام کی دو خواتین گزری ہیں، ایک اُمِ اسحاق انصاریہ تھیں جو امام حسنؑ کی زوجہ تھیں، دوسری اُمِ اسحاق تمیمیہ تھیں جو حضرت امام حسینؑ کی زوجہ تھیں۔ (یادرکھیں امام کی زوجہ دوسرا عقد نہیں کرسکتی۔ بحکم قرآن)

ظہر عاشور جب انصار اور بنی ہاشم میں سے تمام شہید ہو چکے تھے اس شہزادہ کی ولادت ہوئی۔ امام حسینؑ تنہا درِ خیمہ پر بیٹھے تھے۔ جنابِ فضہ اس شہزادہ کو لے کر آپ کی خدمت میں آئیں، آپ نے لیا۔ دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی۔ گلے پر لعاب دہن لگایا اور بوسہ لیا اور عبداللہ نام رکھا۔ جنابِ فضہؑ کو واپس کرنا چاہ رہے تھے کہ عبداللہ ابن عقبہ غنوی نے تیر مارا جو شہزادہ کے سینہ پر لگا، باپ کی گود ہی میں دو ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو گیا، آپ نے اس شہزادہ کا خون بھی سوئے آسمان اُچھالا۔

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ آپ درِ خیمہ پر بیٹھے تھے تو مولود آپ کی گود میں تھا، آپ بوسہ لے رہے تھے کہ تیر آیا جس سے شہزادہ آپ کی جھولی میں تقسیم ہو گیا۔

چند اشارات:

علامہ دربندی نے اسرار الشہادۃ میں لکھا ہے کہ شہزادہ علی اصغرؑ نے اپنے جدِ امجد سے وراثتاً قماط توڑنا حاصل کیا تھا۔

(قماط اس کپڑے کو کہتے ہیں جو عرضاً زیادہ سے زیادہ چھ انچ اور طولاً ۵/۶ فٹ ہوتا ہے، نومولود بچے کو مائیں اس کپڑے سے باندھ کر سلاتی ہیں۔ ماؤں کے بقول اس بندھنے کی بدولت بچہ ڈرتا نہیں ہے۔ بحار کے مطابق جب جناب فاطمہ بنت اسدؑ نے حضرت علیؑ کو قماط سے باندھا تو حضرت علیؑ نے دونوں ہاتھوں سے اسے توڑ دیا۔ بی بی نے دو کپڑے اکٹھے کر کے باندھے حضرت علیؑ نے اُنہیں بھی توڑ دیا، جب بی بی نے سات تہہ بنا کے باندھنا چاہا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا:

''ماں میرے ہاتھ پابند نہ کرو، میں اپنے اللہ سے دعا مانگتا ہوں، سرائیکی میں قماط کو بندھڑا کہتے ہیں۔''

شہزادہ گہوارہ میں سو رہا تھا، جب امام حسینؑ نے استغاثہ کی آواز سنی تو قماط کو توڑ دیا۔ اپنے آپ کو گہوارے سے نیچے گرا دیا اور بآوازِ بلند گریہ کرنے لگا۔ شاید یہ کمسن کا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بابا اگر نانا کی اُمت مدد نہیں کرتی تو میری ننھی جان آپ پر فدا ہونے کو تیار ہے۔ لیکن مجبور ہوں چل کر نہیں آ سکتا۔ علامہ رضا استر آبادی نے اپنی تالیف میں روایت کی ہے کہ جب شہزادہ نے قماط توڑ کر اپنے کو گہوارے سے خاک کربلا پر گرایا تو تمام سیدانیاں جمع ہو گئیں، نوحہ و بکا کی صدا بلند ہوئی، کئی مرتبہ شہزادہ کو گہوارہ میں لٹایا گیا، لیکن گلِ ربابؑ نے گہوارہ میں رہنا قبول نہ کیا اور ہر استغاثہ پر اپنے کو گہوارہ سے نیچے گرایا۔ صدائے آہ و بکا سن کر امام حسینؑ خیام میں تشریف لائے۔ سبب گریہ پوچھا تو ثانی زہراؑ نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔

علامہ دربندی نے لکھا ہے کہ مذکورہ روایت کے علاوہ بذریعہ کشف بھی شہزادے کا مذکورہ واقعہ مجھے معلوم ہے۔

سرکار کلینیؒ نے روضۃ الکافی میں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ شاعر ہاشمیات کمیت امام صادقؑ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کمیت کوئی مرثیہ سناؤ، کمیت نے شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کا مرثیہ سنایا۔ پس پردہ سے مستورات کے رونے کی صدا بھی بلند ہو گئی۔ امام صادقؑ دھاڑیں مار کر رونے لگے کہ اتنے میں ایک کنیز اندر سے ایک کمسن بچہ کو اُٹھا کر لائی اور امام صادقؑ کی گود میں سلا دیا۔ اس بچے کو گود میں دیکھتے ہی امام صادق کی صدائے گریہ بلند ہوگئی، (یہ واقعہ کسی غیر محقق عالم نے نہیں بلکہ سرکار کلینیؒ نے روضۃ الکافی میں درج کیا ہے جو لوگ شیعوں کی مخالفت میں اخلاقی حدود تک کو پھلانگ جاتے ہیں ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے اور جو مسلمان یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا کسی امام نے بھی شبیہ بنائی تھی ان کے لئے بھی درسِ عبرت ہے۔)

ہر سال دس محرم کے دن نبی کریمؐ تمام صحابہ کی مستورات کو مع بچوں کے بلاتے تھے جو کمسن بچوں والی ہوتی تھیں، انہیں فرماتے کہ آج شام تک اپنے بچے کو دودھ نہ پلائیں، گویا سرورِ انبیاء واقعہ کربلا سے پہلے جنابِ ربابؑ کے شیر خوار کی یاد میں تمام صحابہ کی مستورات کو شریک فرماتے تھے اور انہیں واقعہ کربلا بطور پیشنگوئی یاد دلاتے تھے۔ (معالی السبطین ص ۶۲۲ تا ص ۶۲۹)

ریاض الاحزان

آقائے محمد حسن قزوینی

جنابِ رباب

جب جنابِ سجاد روضہ رسولؐ کے سلام سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لائے تو

ویرانی کا عجب منظر تھا۔

ثانی زہراؑ نے جب اپنے بھائی کا اجڑا ہوا گھر اور ویران صحن دیکھا تو بند دروازہ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ مرثیہ کہا:

وہ کہاں گیا جسے وقت شیر خوارگی جبرئیلؑ لوری سناتا تھا؟

وہ کہاں ہے جسے جب پہلے کپڑے میں لپیٹا گیا تو احمدؐ نبی نے اس کے بوسے لیئے؟

وہ کہاں ہے جس کا نانا نبیؐ تھا اور جس کی ماں فاطمہ بتول تھیں۔

جب بنت زہراؑ نے قمر بنی ہاشم کے گھر کی طرف نظر کی تو وہاں جنابِ اُمّ البنینؑ اور جنابِ عباسؑ کے ایک کمسن فرزند کے سوا کوئی نظر نہ آیا ایک مرتبہ پھر زخم ہرے ہو گئے اور وہیں روتے روتے زمین پر بیٹھ گئیں۔

جنابِ عقیل کی اولاد کے گھر کا تو یہ عالم تھا کہ اموی حکمرانوں نے اسے زمین بوس کر دیا تھا۔

جناب ربابؑ جب اپنے گھر میں داخل ہوئیں تو دائیں بائیں دیکھا اور فرش زمین پر بیٹھ کر ماتمِ شبیر کرنا شروع کر دیا۔

جنابِ صادق آلِ محمدؐ سے مروی ہے کہ مادر اصغرؑ جناب رباب اتنا روئیں اور اتنا ماتم کیا کہ آپ کی آنکھوں کا پانی خشک ہو گیا۔ صبح سے لے کر شام تک خواتینِ مدینہ آئیں اور باری باری ایک ایک بی بی کو جا کر پرسہ دیتیں سب سے آخر میں جناب ربابؑ کے گھر آئیں جنابِ ربابؑ کے دردناک بین سن سن کر تمام مستورات اور کنیزیں گریہ کر کر کے غش کھا گئیں۔ کبھی جنابِ ربابؑ علی اصغرؑ کی کمسنی کا مرثیہ پڑھتیں کبھی کمسن سکینہؑ کی شام میں وفات اور تنہا قبر پر مرثیہ پڑھتیں اور کبھی مظلومیت امام حسینؑ

کا مرثیہ پڑھتیں۔

ایک دن اس مخدرہ نے دیکھا کہ ایک کنیز کی آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

بی بی نے اس سے پوچھا۔

تو بھی رہتی تو ہمارے ساتھ ہے اور جس طرح ہم نے کبھی کچھ نہیں کھایا تو تو نے بھی کبھی نہیں کھایا۔

پھر تیری آنکھ سے آنسو کیسے بہہ رہے ہیں۔

کنیز نے عرض کیا۔

کہ آج صبح بھوک نے اتنا زیادہ مجبور کیا کہ میں نے دو گھونٹ ستّو کے پی لیے ہیں۔

جناب ربابؑ نے اسی وقت حکم دیا کہ جا اور میرے لیے بھی ستو بنا کے لے آ۔

کنیز جلدی سے گئی اور ستو بنا کے لائی۔

جناب ربابؑ نے ستّو کا پیالہ ہاتھ میں لیا۔ کربلا کی طرف رخ کیا اور امام حسینؑ کو مخاطب کر کے کہا۔

''اے فرزند زہراؑ گواہ رہنا ستو صرف اس لیے پی رہی ہوں کہ تیرے غم میں زیادہ سے زیادہ آنسو بہا سکوں۔

مفصول مہمہ کے مطابق جنابِ اُمِّ ربابؑ شام سے واپس آنے کے بعد ایک برس تک زندہ رہیں۔ اشراف عرب نے بی بی سے خواستگاری کی لیکن بی بی نے ہر ایک کو ایک ہی جواب دیا۔

''نبی کونینؐ کے سسر ہونے کے بعد اور کسی کو سسر بنانے پر میں تیار نہیں کیونکہ یہ وفا نہیں ظلم ہے اور میں اگر چہ کما حقہ وفادار، سہی لیکن ظالموں سے تو بہر طور نہیں ہوں''۔

جنابِ رباب کی اس عزاداری سے دیگر بناتِ حیدرِ کرار کی عزاداری کا اندازہ

کیا جاسکتا ہے۔

جناب صادق آلِ محمدؑ فرماتے تھے۔ ہماری کسی بھی مستور نے نہ کبھی خضاب کیا، نہ سر میں تیل ڈالا۔ نہ آنکھ میں سرمہ لگایا اور نہ بالوں میں کنگھی کی اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہا جب تک ابن زیاد کا سر نہ آیا۔ لیکن ابن زیاد کے سر کے بعد بھی ہمارا غم کم نہ ہوسکا۔ (ریاض الاحزان صفحہ:۴۷۲ تا ۴۷۵)

مہیج الاحزان

﴿علامہ حسن بن محمد علی یزدی﴾

سیّد طاؤس لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ خود خیمہ میں تشریف لائے اور حضرت زینبؑ سے فرمایا: اے خواہر طفلِ صغیر کو لاؤ کہ اس کو وداع کروں پس حضرت زینبؑ نے شیر خوار کو لا کر امام حسینؑ کو دے دیا۔ (یہ بھی مشہور ہے، آواز استغاثہ سن کر اس شش ماہے بچّے نے خود کو جھولے سے گرا دیا) بہر حال بچے کے تڑپنے سے اہلِ حرم میں گریہ وزاری کا شور بلند ہوا اور امام حسینؑ نے میدان سے آ کر اس بچّے کو اپنے ہاتھوں پر لیا یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جنابِ اُمّ کلثومؑ اور جنابِ زینبؑ خاتون بچے کو لے کر خدمت امام حسینؑ میں آئیں اور فرمایا کہ اس شیر خوار کو تین دن سے نہ دودھ ملا ہے نہ پانی، اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہوگیا ہے، یہ شیر خوار تین دن سے تشنہ ہے۔ آپ اس گروہِ نابکار سے ایک گھونٹ پانی طلب کریں۔ شاید کہ یہ ظالم لوگ ترس کھا کر پانی پلا دیں۔ پس حضرت امام حسین علیہ السلام اس شیر خوار کو لے کر فوجِ اشقیاء کے سامنے آئے اور عمر ابن سعد ملعون کے نزدیک پہنچ کر فرمایا اے پسر سعد تو نے اور تیرے لشکر نے میرے تمام عزیز و انصار اور اولاد کو قتل کر دیا۔ یہ بچہ تو جنگ کرنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ میرا بچہ چھ ماہ کا ہے اور پیاس سے جان بلب ہے اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو کہ

وائے ہوتم پر اے گروہ اشقیا۔ اس طفلِ شیر خوار کو جو تین دن سے پیاسا ہے ایک گھونٹ پانی دے دو۔ اس بچّے کا کیا قصور ہے کہ جو اس پر پانی کی بندش کی ہے۔ بنابر مشہور۔ امام حسینؑ ابھی گفتگو فرما رہے تھے کہ عمر ابن سعد کے لشکر میں ہلچل مچ گئی اور دشمن کی فوج کی اکثریت متاثر ہوئی اور بہت سے لوگ اس ننھے مجاہد کی پیاس کو سن کر اور پژمردہ کلی کو دیکھ کر رونے لگے۔ عمر ابن سعد ملعون نے جب یہ حالت دیکھی تو حرملہ بن الکاہل اسدی ملعون سے کہا کہ تیر سے اس بچّے کا کام تمام کر دے۔ اس ملعون نے اپنی کمان میں ایک تیر سہ شعبہ جوڑا اور امام کی طرف تیر رہا کیا۔ تیر بچّے کی گردن پر اس طرح لگا کہ بچہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہو گیا، علی اصغرؑ تیر کھا کر امام حسینؑ کے ہاتھوں پر اُلٹ گئے۔ علی اصغرؑ شہید ہو گئے اور امام حسین علیہ السلام نے علی اصغرؑ کا خون اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے روئے مبارک پر مل لیا اور بروایت شیخ مفیدؒ آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور فرمایا:

خدایا تو گواہ رہنا اس قوم پر کہ اس نے میرے اس شیر خوار کو قتل کیا کہ جو تیرے نبی محمدؐ کی شبیہ تھا۔ بس آپ نے گلوئے نازنین کے نیچے اپنے دونوں ہاتھ رکھے اور خون علی اصغرؑ چلّو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا یہ میرے لئے سہل تھا کہ خود آسمان کی طرف پھینک دوں۔ پھر چلّو میں دوبارہ خون لیا اور خود اپنے دل سے خطاب کیا کہ اے دل تو صبر کر۔ خدا صابروں کو دوست رکھتا ہے۔ بنابر مشہور آپ نے وہ خونِ ناحق اپنے چہرۂ مبارک پر مل لیا۔

ابو مخنف روایت کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے علی اصغرؑ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا خداوندا۔ میرا بچہ ناقہ صالح سے کم نہیں ہے، خدایا تو ہمارے لئے اجر آخرت قرار دے۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں لشکر ابنِ زیاد میں تھا کہ اس طفلِ شیر خوار کو میں

نے دیکھا کہ جیسے ہی وہ نشانہ تیر بنا ایک بی بی درِ خیمہ سے باہر نکلی وہ مجسمۂ شرم و حیا معلوم ہو رہی تھی ایک قدم کہیں پڑتا تھا تو دوسرا قدم کسی جا، کہہ رہی تھی ہائے میرے فرزند، ہائے میرے بے گناہ شہید ہائے میرے قلب کو مجروں کرنے والے مقتول یہ کہتی ہوئی وہ معظّمہ لاشِ علی اصغرؑ کے نزدیک پہنچیں اور زمین پر گر پڑیں۔ چند لڑکیاں ان کے ہمراہ تھیں اور سب نے خود کو لاشِ علی اصغرؑ پر گرا دیا، جب امام حسینؑ نے یہ حال دیکھا تو ان سب کو تلقین صبر کی اور سمجھاتے ہوئے خیمہ میں پہنچایا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بیبیاں تھیں، مجھے بتلایا گیا کہ ان میں امام حسینؑ کی بہن اُمِ کلثومؑ اور آپؑ کی بیٹیاں فاطمہؑ اور سکینہؑ اور رقیہؑ تھیں، بروایت صاحب احتجاج امام حسین علیہ السلام اپنے گھوڑے سے اترے اور تلوار غلاف سے نکالی اور ایک ننھی سی قبر کھود کر بچہ کو سپرد خاک کیا۔

مونس لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں:

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(مہیج الاحزان ص ۴۱۰ تا ۴۱۲)

مجالس الشیعہ

﴿مولانا سیّد تقی لکھنوی بن مولانا دلدار علی لکھنوی﴾

مومنین اس قافلہ میں کئی بچے چھوٹے چھوٹے پیاسے گزر گئے ہائے کس حسرت سے امام ثانی عشر زیارت ناحیہ میں اس قافلہ کے لوگوں پر سلام کرتے ہیں۔ یعنی سلام خدا ہو اُن گریبانوں پر جو خون سے رنگین ہو گئے، مومنین آپ کو کچھ خیال ہے کہ کتنے

گریبان خون آلودہ تھے۔ قافلہ حسینؑ اہلِ بیتؑ کے دیگر گریبان جو خون آلود تھے اُن کا حال عرض کرتا ہوں، ایک گریبان ایک بچہ شیر خوار کا ہے جسے حضرت نے ہاتھوں پر بلند کر کے پانی مانگا تھا کہ دفعتہً ایک تیر سہ پہلو زہر آلودہ پھینکا گیا افسوس ہزار افسوس کہاں پیکانِ تیر اور کہاں حلقِ نازک شیر خوار پھر اب کس زبان سے عرض کروں کہ وہ تیرِ ستم ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر گیا۔ پس امام حسینؑ نے چیخ کر فرمایا کہ ہائے اے فرزند اے نورِ نظر راوی کہتا ہے کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ دفعتہً ایک معظّمہ اور تین لڑکیاں خیمے سے پیٹتی ہوئی مقتل میں آئیں اور اُس ننھے سے لاشے پر دیر تک تڑپ تڑپ کر رو یا کیں، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں، کسی نے کہا کہ ارے تو نہیں جانتا یہ بہن ہیں امام حسینؑ کی، جناب اُمِ کلثومؑ اور یہ سکینہؑ اور فاطمہؑ اور رقیؑ ہیں دخترانِ امام حسینؑ جس طرح جناب زینبؑ کو علی اکبرؑ سے محبت تھی اُسی طرح جناب اُمِ کلثومؑ کو علی اصغرؑ سے محبت تھی، الغرض یہ بچہ جو راہِ عدم کو گیا تو گریبان خون آلودہ رہا اور اب فرمائیے کہ جب جنابِ سیّدہؑ نے یہ حال دیکھا ہوگا تو عجب نہیں کہ چاکِ گریباں بھی کیا ہو۔ اب دوسرا گریبان اپنے مولا سیّد الشہداء کا ہے جس گریبان سے ایک معظّمہ آ کر لپٹی تھیں اور رو رو کر بین کرتی تھیں۔

اے نانا آپ نہیں دیکھتے کہ یہ حسینؑ آپ کا خاک آلودہ گلو بریدہ اپنے خون میں ذبح کیا پڑا ہے، اے نانا وہ جسمِ نازنین حسینؑ اب گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو رہا ہے اور سر اُس مظلوم کا نیزہ پر بلند کیا گیا ہے۔ اے نانا آپ کو خبر بھی ہے کہ اشقیا نے کیا ظلم کیا ہمارے مردوں میں سے کسی کو ان اشقیا نے باقی نہیں رکھا یہاں تک کہ بچۂ شیر خوار کو بھی قتل کیا۔

اے نانا ان لوگوں نے ہمیں ایسا لوٹا ہے کہ اب کسی کے سر پر ہم میں سے کوئی چیز

ازقسم چادر برقرار نہیں۔اے نانا کیا آپ کو خبر ہے کہ شمر ہمارے گوشوارے چھینے لیتا ہے اوراس پر ظلم یہ ہے کہ ہماری پشت پر تازیانے سے مارتا ہے۔

(مجالس الشّیعہ ص ۲۵ تا ص ۳۰)

مائتین فی مقتل الحسین

مولانا سیّد غلام حسین کنتوری

شبِ عاشور شہادتِ علی اصغرؑ کی پیشین گوئی:

مدینۃ المعاجز میں جنابِ سیّد الساجدینؑ سے اس قدر زیادہ روایت کی گئی ہے کہ امام حسینؑ نے شبِ عاشور فرمایا کہ اپنی جان بچاؤ یا یہ معنی ہیں کہ اپنی اپنی راہ کشادہ چلے جانے کی جس طرف جسے جانا ہے اسی شب میں ڈھونڈ لو۔ اس لئے کہ یزید اور اس کے گروہ کو سوائے میرے اور کسی سے سروکار نہیں ہے اور مجھے قتل کرلیں گے پھر تمہاری کچھ فکر انہیں نہ ہوگی کہ کہاں ہیں، بس تم سب نجات پا جاؤ گے، خدا کی رحمت تم پر ہو، اب تم کو میری بیعت سے الگ ہو جانا جائز ہے اور کسی طرح کی باز پرس نہیں ہے۔ اُس عہد کے توڑنے میں جو تم نے مجھ سے کیا ہے۔

سیّد ابن طاؤس نے یہ لفظ بھی زیادہ کیے ہیں حضرت نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک مرد میرے اہلِ بیتؑ کے کسی مرد کا ہاتھ پکڑ لے اور اسی شب اندھیرے وقت میں الگ الگ چلا جائے۔ میں کہتا ہوں اس روایت میں جنابِ سیّد کے لفظ عورات مخدرات کا نہیں ہے جیسا کہ عام ذاکر اس کو کہہ دیتے ہیں۔ مگر مردانِ اہلِ بیتؑ کا ذکر اس غرض سے حضرت نے کیا کہ بہت سے خوزادے اُن میں ایسے تھے جنہوں نے کبھی سفر نہیں کیا تھا اور راہ سے آشنا نہ تھے۔ پس جناب امام حسینؑ کا یہ ارادہ تھا کہ ان

نابلد عزیزوں کو اصحاب اپنے ہمراہ لے جائیں اور ایسی جگہ پہنچا دیں کہ ان کی حفظ جان کے مناسب ہو، سیاہی شب کا ذکر حالانکہ وہ رات دسویں تاریخ کی تھی اور اس میں چاندنی قریب پانچ سُبع شب کے ہوتی ہے، مثلاً اگر جیٹھ کا مہینہ تھا اور ساڑھے دس گھنٹے کی رات تھی پھر تو ساڑے سات گھنٹے کی چاندنی ہوگی اس کی تاویلیں صحیح میرے نزدیک ہیں۔

پہلی تاویل تو یہ ہے کہ خدا قرآن میں فرماتا ہے کہ ہم نے رات پردہ یا چھپانے والی چیز پیدا کیا ہے۔ پس رات اندھیری ہو خواہ چاندنی رات ہو، دونوں ہمارے واسطے پردہ پوش ہیں۔ خصوصاً بعد نصف شب کے جب ستارے ڈوب جائیں اور آدمیوں میں سونے سے سنّاٹا پڑ جائے۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ آسمان کا گرد آلودہ ہونا ان دنوں جیسا ہوتا ہے اور آندھی جس قدر آتی ہے وہ ضرور چاند کے گھیرے کو چھپا دیتی ہے اور چاندنی کو میلی کر دیتی ہے اسی سبب سے شب ماہ گویا شب تار ہو جاتی ہے۔ اب کے چاندنی غبار کی وجہ سے میلی ہوگئی اور تاریکی پھیلی ہوئی ہے، درست ہوگیا۔ فرمانا حضرت کا کہ اس شب کی سیاہی غیر مترقب میں چلے جاؤ۔

تیسری تاویل یہ ہے کہ لفظ سواد کے شب کے ساتھ اس کے کھلے ہوئے معنی خاص تاریکی شب کے ہوتے ہیں، مگر اشارہ خاص کر کے جو حضرت نے فرمایا کہ اس رات کی تاریکی میں چلے جاؤ اُس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص کوئی اور قسم کی تاریکی مراد ہے۔

پھر اگر ہم یہ بھی فرض کریں کہ وہ شب غبار آلودہ نہ تھی آپ کو یہ منظور ہوا کہ اگر یہ لوگ مجھ سے جدائی پسند کریں دعا خدا سے کروں گا یا تو اس رات کو تاریک کر دے یا کہ نگاہبان اور چوکی پر پہرے والے لشکریانِ یزید کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دے کہ اُن

کو یہ لوگ نظر نہ آئیں اور بلا مزاحمت چلے جائیں۔

اب ہم یہ روایت مدینۃ المعاجز کی جو امام زین العابدینؑ سے منقول ہے لکھیں گے کہ جب امام حسینؑ اپنے اصحاب اور اہلِ بیتؑ سے تاریکی شب میں چلے جانے کو فرما چکے۔ حضرت کے بھائی اور اعزہ اور انصار سب نے یک زبان ہو کر کہا اے ہمارے سردار اے حسینؑ ہم کبھی آپ کو نہ چھوڑیں گے اور کیا ہم کو لوگ کہیں گے کہ اپنے امام اور اپنے بزرگ اور سردار کو تنہا چھوڑ دیا، یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، یہاں تک تو بنظرِ غیرت اور شرم دنیوی کے کلام تھا اب لیجئے خدا کے اور ہمارے درمیان یہی ظاہر کرنے کا عذر ہوگا اور ہم آپ کو نہ چھوڑیں گے، یہاں تک کہ قتل کیے جائیں۔ حضرت نے فرمایا اے میرے گروہ میں کل قتل کیا جاؤں گا اور تم سب بھی قتل ہو گے، کوئی تم میں سے نہ بچے گا۔ سبھوں نے کہا خدا کی حمد اور ستایش ہے جس نے ہم کو آپ کی نصرت کرنے سے بزرگی عطا کی اور ہم کو آپ کے ہمراہ شہید ہونے سے مشرف کیا۔ کیا آپ کی یہ مرضی نہیں ہے کہ ہم لوگ آپ کے ہمراہ اُسی درجے میں ہو جائیں جو آپ کا درجہ خدا کے بارگاہ میں ہے اے فرزند رسولؐ، اب حضرت نے فرمایا خدا تم کو جزائے خیر دے اور خاتمہ بخیر ہونے کی سب کو آپ نے دعا دی۔ پس صبح عاشورا ہو کر اُسی روز آپ بھی اور وہ سب دیندار آپ کے ہمراہ شہید ہو گے، حضرت قاسمؑ فرزند امام حسنؑ نے کہا کیا میں بھی اُنہیں لوگوں میں ہوں جو قتل کیے جائیں گے۔ اس پوچھنے سے آپ پر شفقت طاری ہوئی۔ بھائی کی اولاد تھی بنظرِ شفقت اور امتحان آپ نے پوچھا اے فرزند مرنا تم کو گوارا ہے یا نہیں اور اس مرنے کو کیسا سمجھتے ہو، حضرت قاسمؑ کہنے لگے اے چچا شہد سے زیادہ شیریں میرے نزدیک یہ مرنا ہے، جب مرگ کی لذت کا اقرار وہ کر چکے، حضرت نے فرمایا قسم بخدا فدا ہو تجھ پر چچا تیرا حسینؑ تو بھی ایک شہید منجملہ شہدا کے

ہے۔ (ذرا شیرینی موت کی جو قاسمؑ نے کہی ہے یاد رہے اور امام حسینؑ کا پیار سے فرمانا بھی آئندہ اس کو ہم لکھیں گے) مگر اے قاسمؑ پہلے تم سے ایک امتحان عظیم لیا جائے گا، اس کے بعد شہید ہو گے (اللہ اکبر یہ ذکر داماد سے کس عنوان سے ہو رہا ہے اور سچ ہے تازہ عروس کو چھوڑنا اس عمر میں فی الواقع سخت امتحان ہے) اے قاسمؑ اور میرا فرزند عبداللہ (علی اصغرؑ ابھی انہیں شہدا میں ہے) حضرت قاسمؑ کو بنظر غیرت کے تاب نہ رہی۔ حضرت قاسمؑ کہنے لگے اے چچا کیا دشمنانِ دین عورتوں میں گھس جائیں گے یا مراد یہ ہے کیا یہ بیچاریاں بھی قتل کی جائیں گی، یہاں تک کہ شیر خوار بچہ بھی قتل ہوگا۔ امام حسینؑ نے فرمایا فدا ہو چچا تم پر اے قاسمؑ علی اصغرؑ اس وقت شہید ہونگے جب میری روح مارے پیاس کے خشک ہو جائے گی اور میں اپنے خیموں کی طرف آؤں گا اور پانی اور دودھ طلب کروں گا۔ (بنظر اتمام حجت) اور ہرگز نہ پاؤں گا، (پانی اپنے واسطے اور دودھ شیر خوار کے واسطے اب معلوم ہو گیا کہ کسی عورت کے منجملہ زنان موجودہ کے دودھ نہ ہوگا بلکہ جس طرح کہ روح پیاس سے خشک ہو گئی تھی اُن مخدرات کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا) اس وقت میں عورتوں سے کہوں گا لاؤ مجھے دو میرے فرزند کو تاکہ میں علی اصغرؑ کے منھ سے رطوبت چوس کر پیوں، میں کہتا ہوں اس وقت امام حسینؑ کا ارادہ یہ ہوگا کہ ایک معجزہ اپنا ظاہر کریں اور علی اصغرؑ کے منھ میں چشمۂ آب خواہ چشمۂ شیر جاری کر دیں جس طرح جناب رسولِ خداؐ آپ کو دودھ پلاتے تھے اور زیر زبان رسولؐ کے چشمہ شیر جاری ہوتا تھا۔ اور پھر اس میں شبہ نہیں ہے اس لئے کہ اسی عاشورہ کے دن حضرت نے اپنے اصحاب کے واسطے ایک نہر پانی کی جاری کر دی جس کا پانی شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سپید تھا اور حضرت قاسمؑ کو اپنی انگوٹھی کو منھ میں رکھنے سے اُس کے ایسا معلوم ہوا کہ چشمۂ آب ہے اور حضرت قاسمؑ سیراب ہو گئے۔ چنانچہ مدینۃ المعاجز

میں یہ بھی روایت ہے۔ اب ہم بقیہ روایت جس میں حضرت قاسمؑ سے امام حسینؑ علی اصغرؑ کا حال بیان فرمارہے ہیں، اس کو لکھتے ہیں۔ اے قاسمؑ عورتیں علی اصغرؑ کو لائیں گی اور میرے دونوں ہاتھوں پر رکھ دیں گی، میں علی اصغرؑ کو اُٹھالوں گا کہ اپنے منھ کے پاس اُس کو لاؤں، اُٹھانے کی حالت میں، ایک فاسق ملعون ان کو تیر مارے گا کہ یہ قربان ہو جائیں گے اور اس وقت علی اصغرؑ کھیل رہے ہوں گے، علی اصغرؑ کا خون میری کفِ دست پر گرے گا اُس کو میں بطرف آسمان کے پھینک دوں گا اور کہوں گا خداوندا یہ ظلم اور ستم تو دیکھ رہا ہے اور میں صبر کرتا ہوں اور تیری راہ رضا میں سب گوارا ہے، تو ہی اس کا اجر دے گا، اب نیزہ بانِ اُس لشکر کے مجھ سے جلدی طلبِ جنگ کریں گے۔ یا مراد یہ ہے کہ میرے قتل پر ان کو جلدی ہوگی اور آگ اُس خندق میں بھڑک رہی ہوگی جو پشت پر خیموں کی ہے، اب میں اُن پر حملہ کروں گا یا اُن کی طرف پلٹوں گا، ایسے وقت کہ جس سے زیادہ تلخ اور ناگوار وقت دنیا میں ہو نہیں سکتا، مراد حضرت کی یہ ہے کہ لاش ہائے اعزہ اور اصحاب سامنے پڑی ہیں، خود بھی زخموں سے چور ہیں علی اصغرؑ بھی شہید ہو چکے اور دفن بھی ہو چکے ناموس کی حفاظت کا خیال ایک طرف لڑنے جاتے ہیں تو خوف ہے کہ اشقیا گھر میں نہ گھس پڑیں اور جس قدر مصائب سوچے جائیں سب کا سامنا ہے اور شانِ کرّار غیر فرار بھی ایسے ہی وقت دکھلانی ضرور ہے۔ اس لیے کہ بہادری ایسے وقت کی یہی تو ہے جس کی قسم تمام دنیا کھائے گی، حتیٰ کہ مخالف اور غیر مذہب والے، اب جو کچھ خدا کو منظور ہے وہ ہو جائے گا، مراد یہ ہے کہ خنجر مجھ پر چل جائے گا۔ یہ کہہ کر خود حضرت بھی رونے لگے اور ہم سب بھی روئے اور آواز رونے اور چلانے کی اولادِ رسولؐ اللہ کی خیمہ سے بلند ہوئی، اور زہیر بن القین اور حبیب بن مظاہر مجھ سے زین العابدینؑ کا حال پوچھیں گے اور کہیں گے اے ہمارے سردار یہ تو ارشاد کیجیے کہ پھر

ہمارے سیّد زین العابدینؑ اور اشارہ اُن کا یہ ہوگا کہ ان کا کیا حال ہوگا، بچیں گے یا یہ بھی تہہ تیغ ہو جائیں گے میں جواب دوں گا اور روتے ہوئے آواز میری اُس وقت ہوگی کہ خدا ایسا نہیں ہے کہ میری نسل کو دنیا سے قطع کردے اور کیونکر ان دشمنوں کو دسترس اُن پر ہوسکتی ہے کہ قتل کریں حالانکہ زین العابدینؑ آٹھ اماموں کے باپ ہیں۔

(مأتین فی مقتل الحسین ص ۳۲۷ تا ۳۲۷)

سردارِ کربلاؑ

﴿حجتہ الاسلام شیخ عباس اسماعیل یزدی﴾

شہزادہ علی اصغرؑ

ولادت باسعادت:

آقا علی اکبر تبریزی، جو تہران کے رہنے والے قابلِ اعتماد شخص ہیں، نقل کرتے ہیں کہ میں ایک سفر کے دوران مشہد مقدس میں مولا علی رضاؑ کے صحنِ حرم کے پائین پا اپنے کچھ رفقاء کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے امام رضاؑ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی ایسی چیز عطا فرمایئے جو آج تک کسی کو عطا نہ ہوئی ہو اور جس سے میں لوگوں کو فیض پہنچا سکوں۔ میرے دوست ہنسنے لگے اور انھوں نے کہا: تو بزرگی کا دعویٰ کر رہا ہے۔ میں نے کہا: اولاً تو میں کسی بُری چیز کی خواہش نہیں کر رہا اور ثانیاً میں نے جو چیز چاہی ہے اس سے سب کا فائدہ مقصود ہے۔

میں نے توسل کا آغاز کیا۔ اس حالت میں ایک جلیل القدر اور بہت نورانی چہرے والے خوبصورت بزرگ تشریف لائے اور بڑے آرام سے میرے سامنے بیٹھ گئے۔ انھوں نے میرا نام لے کر مجھے آواز دی اور فرمایا: علی اکبرؑ ماہ رجب کی دس۱۰ تاریخ کو جو کہ

شہزادہ علی اصغرؑ کی ولادت کا دن ہے، جشن مناؤ۔ تا کہ سب کو اس کی خیر و خوبی سے فائدہ پہنچے اور اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ کرنا۔ میں نے اپنی غفلت پر غور کیا کہ وہ میرا نام کس طرح جانتے ہیں ۔ اور انھیں میری درخواست کی خبر کس طرح ہوئی چند لمحوں کے بعد وہ تشریف لے گئے تو اس وقت میں نے سوچا یہ صاحب کون تھے انھیں میرے نام کا کیسے پتہ چلا اور کس نے میری حاجت کی خبر دی؟ میں نے اپنے دوستوں سے کہا آقا نے میرا جواب دے دیا ہے۔ یہ کہہ کر میں نے رونا شروع کر دیا۔ میں بے خود ہو گیا اور مجھ پر عجیب حالت طاری تھی۔

میں اس عطا سے خوش ہو گیا اور جب میں نے یہ واقعہ تہران کے علما آیۃ اللہ اثنا عشری اور آقائے سقازادہ سے نقل کیا: تو آقائے سقازادہ نے تحقیق کے بعد مدرک فراہم کیا (افسوس کہ آقائے سقازادہ وفات پا گئے اور میں ان سے ماخذ حاصل نہ کر سکا) اگر چہ اس بارے میں کوئی تاریخی یا حدیثی مدرک معلوم نہیں ہے۔ لیکن یہ خیال کرتے ہوئے کہ شہزادے کی عمر مبارک چھ ماہ لکھی گئی ہے اس سے مندرجہ بالا مفہوم کی تائید ہوتی ہے اور یہی مناسب ہے کہ اہلِ بیتؑ کے چاہنے والے اس روز حضرت کی یاد میں مجالس سُرور منعقد کریں جب شہزادے کی ولادت کی رات آ پہنچی تو اس نے اپنے گھر میں ایک جشن منعقد کیا۔ اسی رات میری بیوی نے جناب فاطمہ زہراؑ کو خواب میں دیکھا، گویا مخدّومہ کونین میری بیوی کا شکریہ ادا کر رہی تھیں اور فرماتی تھیں۔

دلی شکستہ تر از من در آن زمان نبود

در این زبان دل فرزند من شکستہ تر است

اس زمانے میں میرے دل سے زیادہ شکستہ تر کوئی دل نہیں تھا اور اس زمانے میں میرے بیٹے (مہدیؑ) کے دل سے کوئی دل شکستہ تر نہیں ہے۔

اور فرمایا اس جملے کو حرز جاں بنالو۔

یہ قول مشہور ہے اور متعدد (مورخین) نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی اصغرؑ ششماہے تھے، جو کہ واقعہ کے موافق ہے ابی مخنف رقم طراز ہے۔

"وَلَهُ مِنَ الْعُمُرِ سِتَّةُ أَشْهُرٍ

"اس بچّے کی عمر چھ ماں تھی" (مقتل ابی مخنف/۱۲۹)

مرحوم سپہر بھی تحریر کرتے ہیں کہ علی اصغرؑ کا سن ابھی چھ ماہ سے زیادہ نہ تھا۔
(ناسخ التواریخ:۲/۲۶۳)

بہر حال لاریب اس شہزادے کی ولادت سن ساٹھ (۶۰) ہجری میں ہوئی چونکہ سن اکسٹھ (۶۱) میں آپ کی شہادت ہوگئی تھی اور آپ کی جائے ولادت مدینہ منورہ تھی۔

اسمِ گرامی

ابن شہر آشوب (مناقب۴/۱۰۹) اور دوسروں نے آپ کا اسم گرامی علیؑ اصغر تحریر کیا ہے۔

جب کہ آپ کا دوسرا نام عبداللہ ہے جو کہ بعض دوسری کتب اور عبارات میں مذکور ہے۔ اور زیارت ناحیہ مقدسہ میں بھی موجود ہے:۔

"اَلسَّلامُ عَلىٰ عَبْدِ اللّٰهِ بنِ الْحُسَيْنِ، الطِّفْلِ الرَّضِيْعِ، الْمَرْمِيِّ الصَّرِيْعِ الْمُتَشَحِّطِ دَماً، الْمُصَعَّدِ دَمُهُ فِي السَّماءِ الْمَذْبُوحِ بِالسَّهْمِ فِي حِجْرِ أَبِيْهِ لَعَنَ اللّٰهُ رامِيَهُ حَرْمَلَةَ بْنَ كاهِلِ الْأَسَدِيِّ وَذَوِيْهِ"

"امام حسینؑ کے بیٹے عبداللہ پر سلام ہو، جس طفلِ شیر خوار کو تیر کا نشانہ بنایا گیا اور وہ خون میں غلطان ہو گئے۔ باپ نے اس خون کو آسمان کی جانب اچھال دیا اور وہ باپ کی آغوش میں تیر سے ذبح ہو گئے۔ خدایا! آپ کے قاتل اس تیر انداز حرملہ بن کاہل، پر لعنت فرما۔ (بحار الانوار:۴۵/۶۶)

ظاہر ہے یہ عبداللہ وہی علی اصغرؑ ہیں کہ جو اپنے باپ کی آغوش میں حُرملہ کے تیر سے شہید ہوئے چونکہ شہزادہ علی اصغرؑ ہی وہ بچّے تھے جو اپنے باپ کی گود میں ذبح ہوئے اور جن کے خون کو باپ نے آسمان کی طرف اچھال دیا اور انہی کے قاتل کا نام حُرملہ تھا۔

والدۂ علی اصغرؑ

آپ کی والدہ گرامی امراؤالقیس کی بیٹی جناب ربابؑ تھیں۔

فہاد مرزا ابوالفرج اصفہانی سے نقل کرتا ہے: خلافت عمر کے زمانے میں ایک شخص مسجد میں آیا۔ وہ لوگوں کے سروں اور کاندھوں پر پاؤں رکھتا ہوا عمر کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور اسے بطور خلیفہ سلام کیا۔

عمر نے پوچھا تم کون ہو کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو اور کس کام کے سلسلے میں آئے ہو؟ اس نے کہا میں ایک نصرانی ہوں اور میرا نام امراؤالقیس بن عدی کلبی ہے اور میں اس لیئے آیا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں۔ عمر نے اس کو نہ پہچانا اور دوبارہ اس سے حال احوال پوچھا تو اس نے وہی جواب دیا۔

بالآخر وہ مسلمان ہو گیا۔ عمر نے ان کا نیزہ طلب کیا اور اس پر پرچم باندھ دیا اور انھیں قبیلہ قضاعہ کے مسلمانوں کا امیر بنا دیا۔

راوی کہتا ہے: میں نے کبھی کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا کہ جس نے ابھی ایک رکعت نماز نہ پڑھی ہو اور اسے مسلمانوں کا امیر بنا دیا جائے، سوائے امراؤالقیس کے۔ جب وہ مسجد سے باہر نکلے تو امیر المومنینؑ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ امام حسنؑ اور حسینؑ بھی امیر المومنینؑ کے ہمراہ تھے۔

جب وہ امراؤالقیس تک پہنچے تو فرمایا: میں رسولؐ خدا کا چچا زاد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں۔ اور یہ دونوں بیٹے رسول معظمؐ کی بیٹی سے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ سے

رشتہ داری کر لیں۔

امراؤالقیس نے کہا: اے ابوالحسن! میری تین بیٹیاں ہیں میں محیاۃ کی شادی آپؑ سے، سلمٰی کی حسنؑ سے اور ربابؑ کی شادی حسینؑ سے کرنے کے لیئے تیار ہوں۔

رباب حضرت سکینہؑ اور حضرت علی اصغرؑ کی والدہ بنیں۔

(قمقام زخار: ۲/۶۵۳ نفس المہموم/۵۶۷ الاغانی ۱۰/۱۱۴ اور ینابیع المودۃ آخری حصہ/۳۱۸ ب ۶۰)

ہشام کلبی کا کہنا ہے:

''وَكَانَتِ الرُّبَابُ مِنْ خِيَارِ النِّسَاءِ وَافْضَلِهِنَّ''

''ربابؑ بہترین اور افضل ترین عورتوں میں سے تھیں''

اور ربابؑ کے والد گرامی عرب کے ایک عظیم خاندان کے اشراف میں سے تھے۔ کہ جن کی امامؑ کے نزدیک بھی قدر و منزلت تھی۔ (قمقام زخار: ۲/۶۵۴)

ابنِ اثیر نقل کرتے ہیں۔ (شہادتِ حسینؑ کے بعد) ربابؑ کو دیگر قیدیوں کے ہمراہ شام لے جایا گیا۔ جب وہ واپس مدینہ پہنچیں تو اشراف قریش میں سے کئی افراد نے ان سے شادی کے لیئے خواستگاری کی لیکن انھوں نے قبول نہ کی اور فرمایا:

مَا كُنْتُ لِاَ تَّخِذُ حَمُوًّا بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ

''رسولؐ خدا کے بعد میں کسی کو اپنا سسر نہیں بنا سکتی''

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد وہ ایک سال تک زندہ رہیں (وہ ہر وقت نالہ و گریہ کرتی رہتی تھیں) اور مکان کی چھت کے نیچے نہ جاتی تھیں (بلکہ دھوپ میں بیٹھی رہتی تھیں) وہ بہت کمزور ہو گئیں اور رنج و غم کی حالت میں اس دنیا سے رحلت فرمائی۔

نفس المہموم/۵۲۸ اور کامل ابنِ اثیر: ۴/۸۸ کی روایت کے مطابق ربابؑ ایک سال کا عرصہ قبر حسینؑ پر رہیں۔ اس کے بعد مدینہ آئیں اور غم و تاسف کی حالت میں وفات پا گئیں۔

سبط ابنِ جوزی کا کہنا ہے کہ ربابؑ امام حسینؑ کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں۔ وہ کبھی چھت کے تلے نہ گئیں اور زیرِ آفتاب دھوپ میں بیٹھی رہتی تھیں۔ پس اسی حالتِ غم میں رحلت فرما گئیں۔ (فرسان الھیجاء/۲۷۰)

جب حضرت ربابؑ اپنے رشتہ داروں سے ملنے جاتیں تو حضرت سکینہؑ کو اپنے ہمراہ لے جاتیں۔ حضرت امام حسین ان دونوں کی مفارقت سے اداس ہو جاتے تھے اور یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

كَأَنَّ اللَّيْلَ مَوْصُولٌ بِلَيْلٍ
إِذَا زَارَتْ سَكِينَةُ وَالرُّبَّابُ

''جب سکینہؑ اور ربابؑ کسی (عزیز) سے ملنے جاتی ہیں تو راتیں متصل یعنی طویل ہو جاتی ہیں۔ (منتخب التواریخ ۲۴۳)

اس عظیم خاتون کے فضائل کا کچھ حصہ حضرت سکینہؑ کے حالاتِ زندگی میں نقل کیا گیا جائے گا۔

شہادتِ علی اصغرؑ

سیّد بن طاؤس مرحوم لکھتے ہیں۔ جب امام مظلوم نے دیکھا کہ آپ کے تمام جوان اور دوست شہید ہو گئے ہیں تو بذاتِ خود ارادہ کیا کہ دشمن سے جنگ کر کے خونِ دل نذرانہ پروردگار کریں۔ آپ نے صدا دی:

هَلْ مِنْ ذَابٍّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللّٰهِ؟ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخَافُ اللّٰهَ فِينَا؟ هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يَرْجُو اللّٰهَ بِإِغَاثَتِنَا؟ هَلْ مِنْ مُعِينٍ يَرْجُو مَا عِنْدَ اللّٰهِ فِي إِعَانَتِنَا؟

''ہے کوئی (شخص) جو حرمِ رسولؐ خدا کا دفاع کرے؟ ہے کوئی خدا پرست کہ

ہمارے بارے میں خدا سے ڈرے؟ ہے کوئی دادرس کہ خدا سے صلہ کی اُمید میں ہماری امداد کرے؟ ہے کوئی مددگار جو اس اُمید پر ہمارا ساتھ دے کہ ہم خدا کے حضور اس کی مدد (شفاعت) کریں؟

زنانِ حرم نے جب حضرت کی صدائے استغاثہ سنی تو صدائے گریہ بلند کی امامؑ خیام کی طرف تشریف لائے اور اپنی بہن زینبؑ سے فرمایا:

''نَاوِلِيْنِي وَلَدِيَ الصَّغِيْرَ حَتّٰى أُوَدِّعَهُ''

''میرا کم سن بچّہ لایئے تاکہ اس سے وداع کرسکوں''

آپ نے بچّے کو اٹھایا۔ جب چاہا کہ اس کا بوسہ لیں تو حُرملہ بن کاہل نے بچّے کو تیر کا نشانہ بنایا۔ وہ تیر شہزادے کے گلوئے اقدس میں پیوست ہوگیا اور شہزادے کو ذبح کرگیا۔

امامؑ مظلوم نے حضرت زینبؑ سے فرمایا: بچّے کو لے لیجئے۔ پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں (چلّو) کو بچّے کی گردن سے ٹپکتے ہوئے خون کے نیچے کیا اور جب ہتھیلیاں خون سے بھر گئیں تو یہ خون آسمان کی طرف اچھال دیا۔ پھر فرمایا:

''هَوَّنَ عَلَيَّ مَانَزَلَ بِيْ اَنَّهُ بِعَيْنِ اللّٰهِ''

''جو بات مجھ پر واردہ مصیبت کو آسان کردیتی ہے وہ یہ ہے کہ خداوندمتعال دیکھ رہا ہے''۔

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر واپس نہ گرا۔ (لہوف/۱۱۶)

سبط ابنِ جوزی ''تذکرۃ الخواص'' میں نقل کرتے ہیں کہ جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ فوجِ اشقیاء آپ کو قتل کرنے پر مصر ہے تو آپ نے قرآن ہاتھ میں لیا، اسے کھول کر سر پر رکھا اور لشکر کے درمیان میں فریاد بلند کی:

"بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللهِ وَجَدِّي مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ يَاقَوْمِ بِمَ تَسْتَحِلُّونَ دَمِي"

"میرے اور تمہارے درمیان خدا کی یہ کتاب اور میرے جد رسولؐ خدا (حکم ہیں اے لوگو! تم میرا خون کس طرح حلال سمجھتے ہو؟)

کیا میں تمہارے پیغمبر کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا تم تک میرے ناناؐ کا یہ فرمان نہیں پہنچا کہ آپؐ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا تھا

"هٰذَانِ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ"

"یہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔"

اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں تو جابر اور زید بن ارقم اور ابو سعید خدری سے پوچھ لو۔ جب آپ لشکرِ اشقیاء سے احتجاج فرما رہے تھے تو آپ کی نظر اپنی اولاد میں سے ایک بچے پر پڑی جو پیاس کی شدت سے رو رہا تھا۔ امامؑ نے بچے کو ہاتھوں میں اٹھایا اور فرمایا:

يَاقَوْمِ إِنْ لَمْ تَرْحَمُونِي فَارْحَمُوا هٰذَا الطِّفْلَ

"اے لوگو! اگر تم مجھ پر رحم نہیں کھاتے تو (کم از کم) اس بچے پر تو رحم کھاؤ"

پس فوجِ اشقیا سے ایک شخص نے بچے کی جانب تیر چلایا اور اسے ذبح کر کے رکھ دیا امام مظلومؑ نے گریہ کیا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ احْكُمْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ دَعَوْنَا لِيَنْصُرُونَا فَقَتَلُونَا فَنُودِيَ مِنَ الْهَوَاءِ دَعْهُ يَا حُسَيْنُ فَإِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ

"خدایا! ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما کہ جنھوں نے ہمیں اس لیے بلایا کہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور اب اس کے بدلے ہمیں قتل کر رہے ہیں۔

پس آسمان سے ایک آواز آئی: اے حسینؑ بچّے کو ہماری طرف بھیج دو کہ اس کے لیئے بہشت میں ایک دایہ موجود ہے'' (نفس المہموم/۳۵۰، تذکرۃ الخواص/۱۴۳)

امام مظلومؑ نے فرمایا۔ خدایا! میرا یہ بچّہ تیرے نزدیک ناقہ صالح سے کم نہیں ہوگا۔ خدایا! تو اس وقت ہماری امداد کرنے میں مصلحت نہیں سمجھتا تو اس کے بدلے ہمیں صلہ عطا فرما (کہ جس سے ہمارے ثواب اور درجات اُخروی میں اضافہ ہو۔)

(بحار الانوار: ۴۵/ ۴۷، جلاء العیون/ ۴۰۷)

بعض نے اس طرح نقل کیا ہے: امام بچّے کو لشکر کے سامنے لائے اور اپنے دونوں ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا:

أَمَا تَرَوْنَهُ كَيْفَ يَتَلَظّىٰ عَطَشاً، فَاسْقُوهُ شَرْبَةً مِنَ الْمَاءِ

''کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ یہ بچّہ پیاس کی شدّت سے کس طرح جل رہا ہے، اسے پانی دے دو۔

لشکرِ اشقیا کے بعض افراد ایک دوسرے کو سرزنش کرنے لگے اور کہنے لگے: اگر اس بچّے کو ایک گھونٹ پانی دے دیا جائے تو کیا ہو جائے گا؟ لشکر کے درمیان ایک ہلچل سی مچ گئی۔ عمر سعد نے جب یہ دیکھا کہ نزدیک ہے کہ لشکر بغاوت کر دے تو اس نے حُرملہ کی طرف منھ کر کے کہا تو حسینؑ کا جواب کیوں نہیں دیتا۔

وہ بولا: اے امیر باپ کا جواب دوں یا بیٹے کا؟

اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ باپ کو نشانہ بناؤں یا بیٹے کو۔ عمر سعد نے کہا: مگر تجھے بچّے کے گلے کی سفیدی نظر نہیں آرہی؟ حُرملہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور ایک بلند مقام پر پہنچ کر گھوڑے سے اتر آیا۔ اس نے بچّے کی طرف تیر چلایا جس سے بچّے نے مرغِ بسمل کی طرح تڑپتے ہوئے جان دے دی۔

(ابی مخنف لکھتے ہیں، مقتل ابی مخنف/۱۳۰)

فَذُبِحَ الطِّفْلُ مِنَ الْاُذُنِ اِلَی الْاُذُنِ

(اس زہر آلودہ تیر نے علیؑ اصغر کو ایک کان سے دوسرے کان تک کاٹ دیا اور امام مظلومؑ نے خون علی اصغرؑ ہاتھوں میں اکٹھا کر کے فضا میں اچھال دیا اور فرمایا خدایا اس قوم پر گواہ رہنا گویا انھوں نے نذر مان رکھی ہے کہ خاندانِ پیغمبرؐ کے ایک فرد کو بھی باقی نہ چھوڑا جائے۔

ثُمَّ رَجَعَ بِا الطِّفْلِ مَذْبُوْ حاوَدَمُہٗ یَجْرِیْ عَلٰی صَدْرِ الْحُسَیْنِ

''اس کے بعد آپؑ اس مقتول بچّے کو لیے واپس چلے گئے اس حالت میں کہ بچّے کے گلوئے اقدس کا خون آپ کے سینہ مبارک پر بہہ رہا تھا۔ (ریاض القدس ۲/۱۰۱)

سپہر مرحوم رقم طراز ہیں: علیؑ اصغر جو کہ چھ ماہ کے تھے ماں کی چھاتیوں میں دودھ نہ ہونے کے سبب بھوک اور پیاس کی حالت میں رو رہے تھے۔

امامؑ نے فرمایا میرے بیٹے علیؑ اصغر کو مجھے دیجئے تاکہ میں اس سے وداع کرسکو۔ آپ نے بچّے کو پکڑ کر بچّے کو چوما اور فرمایا: وائے ہو اس قوم پر یہ وہ روز ہے کہ جس روز تمہارے جد محمدؐ اس قوم کے دشمن ہوئے۔

امامؑ بچّے کو لائے اور دشمنوں کی صف کے سامنے رکھ دیا۔

گویا کہہ رہے تھے۔ بارِ الہا! میرے خزانے میں اس گوہر کے علاوہ کچھ نہیں بچا، میں اسے بھی تیرے راستے میں قربان کرنا چاہتا ہوں۔ پھر کوفیوں سے فرمایا:

اے آلِ ابوسفیان کے شیعو! اگر تم مجھے مجرم خیال کرتے ہو تو مجھے یہ بتاؤ کہ اس بچّے کا کیا گناہ ہے اسے تو پانی دے دو! کہ پیاس کی شدّت سے اس کی ماں کی چھاتی کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ کسی نے آپؑ کی بات کا جواب نہ دیا، حُرملہ بن کاہل اسدی نے ایک تیر آپ کی طرف چلایا وہ تیر ہوا میں لہراتا ہوا علیؑ اصغر کے گلوئے نازک میں

پیوست ہو گیا اور اس سے خون بہنے لگا۔

صاحب عوالم کی روایت کے مطابق امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کے بدن کو اس کے خون میں غلطان کیا۔ شرح میں مرقوم ہے کہ آپ اپنے گھوڑے سے اترے اور اس پر نماز پڑھی اور اپنی تلوار سے زمین میں گڑھا کھود کر بچّے کو دفن کر دیا۔

(ناسخ التواریخ ۲۱/۳۶۳)

اور ایک دوسری روایت کے مطابق جناب زینبؑ بچّے کو خیمے سے باہر لائیں، اپنے بھائی کے نزدیک پہنچیں اور عرض کیا: اے بھائی اس بچّے نے تین روز سے پانی نہیں پیا، اس کے لیئے اس قوم سے پانی طلب کیجئے۔

آپؑ نے بچّے کو لیا اور میدان میں پہنچے جب عمر سعد لعین کے نزدیک آئے تو فرمایا: اے لوگو! تم نے میرے شیعوں اور اہلِ بیتؑ کو قتل کر دیا اور میرے ساتھ کیئے ہوئے وعدۂ بیعت کو توڑ دیا مجھ سے ہاتھ اٹھا لو تا کہ میں اپنے جد کے حرم مطاہر کی طرف چلا جاؤ یا (کم از کم) مجھے پانی ہی دے دو اب میرا سوائے عورتوں اور بچوں کے کوئی بھی نہیں بچا کہ جو نیزہ تلوار نہیں چلا سکتے۔

وَيْلَكُمْ اُسْقُوْ هٰذَا الرَّضِيْعَ اَمَا تَرَوْنَهُ كَيْفَ يَتَلَظّٰى عَطَشًا مِنْ غَيْرِ ذَنْبٍ اَتَاهُ اِلَيْكُمْ

"وائے ہو تم پر، اس بچّے کو پانی دے دو۔ کیا تم نہیں دیکھ رہے کہ یہ پیاس سے تڑپ رہا ہے اور پیچ و تاب کھا رہا ہے"

یا مچھلی کی طرح منھ کھول اور بند کر رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ اس نے تمہارا کوئی گناہ نہیں کیا۔

امامِ مظلومؑ ان لوگوں سے یہ گفتگو فرما رہے تھے کہ ناگاہ حُرملہ بن کاہل ملعون نے چلّۂ کمان میں تیر رکھا اور امام مظلومؑ کی طرف چلایا۔ یہ تیر اس بچّے کے گلوئے مبارک

پر لگا اور اس کے گلے کو چھید کر رکھ دیا۔

(مہیج الاحزان/۲۴۳ ۔ وقائع الایام خیابانی/۴۵۱ الدمعتہ الساکبہ کی نقل کے ساتھ)

اور حمید بن مسلم سے منقول ہے کہ ابن زیاد کے لشکر میں تھا اور میری نظر اس بچّے پر تھی جو سیّد الشہدا٫ کے ہاتھوں پر شہید ہو گیا۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک نورانی مخدرہ خیمے سے باہر تشریف لائیں کہ جن کا نور آفتاب کو شرمارہا تھا۔ ان کے پاؤں دامن میں الجھ رہے تھے، کبھی گرتی تھیں اور کبھی اٹھتی تھیں اور فریاد کناں تھیں۔

وَاوَلَدَاهُ وَاقَتِيلَاهُ وَامُهْجَةَ قَلْبَاهُ

"ہائے میرا بچہ، ہائے میرا مقتول ہائے میرے دل کا سکون"

جب وہ اس بچّے کے نزدیک پہنچیں تو اپنے آپ کو اس کے اُوپر گرادیا۔ پھر کچھ لڑکیاں دوڑتی ہوئیں خیمے سے باہر آئیں اور اس شہید بچّے پر آ گریں۔ سید الشہداء جو کہ قوم اشقیا سے گفتگو فرمارہے تھے، جب یہ حال دیکھا تو اس طرف آئے اور انھیں وعظ و نصیحت کیا اور نہایت شفقت کے ساتھ خیمے میں پلٹا دیا۔

جو لوگ نزدیک کھڑے ہوئے تھے میں نے ان سے پوچھا: یہ بی بی کون ہے۔ انھوں نے جواب دیا۔ یہ اُمِّ کلثومؑ ہیں اور وہ بچیاں فاطمہ، سکینہؑ اور رقیہؑ ہیں۔

(مہیج الاحزان/۲۴۴)

طبرسی مرحوم لکھتے ہیں: جب امامؑ کے اصحاب اور اقرباء شہید ہو گئے اور آپ کے بیٹے زین العابدینؑ اور شیر خوار عبداللہ کے سوا کوئی باقی نہ بچا تو آپ خیمے کے سامنے آئے اور فرمایا:

نَاوِلُوْنِي ذٰلِكَ الطِّفْلَ حَتّٰى اُوَدِّعَهُ

"یہ بچہ مجھے دے دیجیے تا کہ میں اسے الوداع کرسکوں" آپ نے بچّے کو اٹھایا

اوراسے چومتے ہوئے فرمایا: اس قوم پرافسوس کہ محمدؐ اُن سے بے زار ہوئے۔

ناگاہ ایک تیراس شیر خوار کے گلوئے اقدس پہ لگا اور وہ شہید ہوگیا۔ پس امام مظلومؑ گھوڑے سے اتر آئے اور غلافِ شمشیر سے زمین کو کھود کر بچّے کا لاشہ خون آلودہ کر کے اس میں دفن کردیا۔ (احتجاج:۲/۳۲)

نیز خوارزمی رقم طراز ہیں: حسینؑ گھوڑے سے اترے اور بچّے کو دفن کرنے کے لیئے زمین کو کھودا۔ بچّے کے بدن پر خون ملا، اس پر نماز پڑھی اور اسے دفن کردیا۔
(مقتل خوارزمی:۲/۳۲)

مورخین عامہ میں سے اکثر نے شیعہ مورخین کی طرح نقل کیا ہے کہ سیّد الشہدؑا نے اپنی تلوار سے زمین کو کھودا اور اس بچّے کو دفن کردیا۔ہم یہاں بعض روایات نقل کرتے ہیں۔

شوستری مرحوم اس ضمن میں لکھتے ہیں: بعض روایات کے مطابق امام حسینؑ نے اس شیر خوار بچّے کے لیئے قبر کھودی اور اسے دفن کردیا۔ شاید اس راز کی چند وجوہات ہوں۔

(۱) ممکن ہے کہ تنہائی کی وجہ سے اس بچّے کو سپردخاک کردیا ہو۔

(۲) دوسرے شہدا کی طرح اس بچّے کا سر بدن سے جدا نہ ہوا تھا۔

(۳) اسے اس لیئے دفن کردیا کہ (دوسرے شہداء کے لاشوں کی طرح) تین روز تک زمین پر برہنہ وعریاں نہ پڑا رہے۔

(۴) یہ کہ گھوڑوں کے سموں کے نیچے پامال نہ ہو۔

(۵) یہ کہ امام اور (اہلِ حرم) سکت نہیں رکھتے تھے کہ اس بچّے کے بدن کو دوسری بار اس حالت میں دیکھیں۔

البتہ امامؑ کے لیئے اپنے اصحاب کے بارے میں جو کچھ ممکن تھا آپ نے کیا۔ مثلاً

ان کے لاشوں کو جمع کیا اور بعض کو بعض کے پاس رکھا۔ اکثر کو خود اٹھا کے لائے اور اگر دوسرے اٹھا کر نہ لا سکے تو آپ نے ان کا ساتھ دیا۔ (الخصائص الحسینیہ/۲۹ باب الجنائز)

لیکن ان لوگوں نے امامؑ کو اپنے مقصد تک نہ پہنچنے دیا۔

اور شاید آپ کی خواہش ہو کہ بچّے کی نماز جنازہ پڑھنے سے خود کو سکون میسر آئے۔

علی اصغرؑ مرد میدان نہیں تھے، انھوں نے جنگی لباس نہیں پہن رکھا تھا، وہ شمشیر زن نہیں تھے۔ اور کسی بھی قوم میں بچّے کو گناہ گار نہیں سمجھا جاتا اور کوئی بھی بچّے کو قتل نہیں کرتا۔ اور اگر کوئی ایسا کرے بھی تو سہ شعبہ تیر استعمال نہیں کرتا۔ لہٰذا امامؑ سے منسوب اس شعر میں۔

لَیتَکُمْ فِی یَوْمِ عاشُورَ جَمِیعاً تَنظُرُونِی
کَیفَ أَسْتَسْقِی لِطِفْلِی فَاَبَوْ اَنْ یَرْحَمُونِی

امامؑ نے صرف اسی مقتول کو یاد کیا۔

بہر حال آپ نے بچّے کی نمازِ جنازہ پڑھ کر اور اسے دفن کر کے خود کو تسلی دی۔

ابو خلیق کو مختار کے سامنے لایا گیا تو مختار نے اس سے پوچھا: اے ملعون! میدان کربلا میں ہمارے آقا حسین علیہ السّلام پر کبھی تیرا دل کڑھا؟

اس نے کہا: ہاں اے امیر! ایک دفعہ میرا دل اس قدر کڑھا کہ میں نے خدا سے اپنی موت کی دعا مانگی تا کہ حضرت کی اس حالت زار کو نہ دیکھوں۔ مختار نے کہا: بیان کرو کہ وہ کون سی حالت تھی؟ اس نے جواب دیا: اے امیر جب سید الشہدا اپنے بچّے کو اپنی عبا سے ڈھانپ کر میدان سے پلٹے تو آپ خیموں کی طرف بڑھے۔ میں دیکھ رہا تھا کہ ایک جلیل القدر خاتون جس نے سر پر چادر اوڑھ رکھی تھی اور چہرے پر نقاب لے رکھی تھی، خیمے سے باہر کھڑی تھی۔ گویا اس بچّے کی ماں ہو اور بچّے کا انتظار کر رہی ہو۔

جب امام کی نظر بچّے کی منتظر ماں پر پڑی تو امام ٹھہر گئے دوبارہ خیمے کی طرف چلے، پھر شرمندگی محسوس ہوئی تو واپس آئے۔ یہاں تک کہ امامؑ تین دفعہ خیمے کی طرف بڑھے اور واپس آئے اور علیؑ اصغر کی ماں سے شرمندگی محسوس کی۔ جب میں نے حسینؑ کی اس حالت کو دیکھا تو میرا جگر کباب ہو گیا۔

مختار نے کہا: اے ملعون آخر کار کیا ہوا؟

اس نے جواب دیا اے امیر بالآخر امام گھوڑے سے اترے اور بچّے کو زمین پر رکھ دیا غلاف شمشیر سے قبر کے لیئے گڑھا کھودا، بچّے پر نماز پڑھی اور اسے سپردِ خاک کر کے لوٹ گئے۔

مختار نے جب یہ سنا تو ایک آہ بھری اور اس پر غشی کی حالت طاری ہوگئی۔ جب ہوش آیا تو اپنا گریبان پھاڑ لیا اور سر و سینہ پر ماتم کرتے ہوئے فرمایا: امام حسینؑ کی یہ آخری حالت سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ یا پھر گھوڑوں کے سموں کے تلے پامال کیا جانا۔

ابو خلیق نے کہا: اے امیر! خدا کی قسم، ان ظالموں نے اس بچّے کے بدن کو پھر بھی سلامت نہ چھوڑا۔ گیارہ محرّم کو جب تمام شہیدوں کے سر فخر و مباہات کے اظہار کے لیئے نیزوں پر بلند کیئے گئے اور انعام کے حصول کے لیئے ابن زیاد کے پاس لائے گئے تو ابو ایوب غنوی جو بیلداروں کا سرکردہ تھا، کو شہداء میں سے ایک کا سر نہ ملا۔ اس نے بیلداروں کو حکم دیا کہ زمین کربلا کو کھود و اور اس بچّے کی لاش کو تلاش کرو۔ جب لاش برآمد ہوئی تو انھوں نے علی اصغرؑ کے سر کو کاٹا اور نیزے پر سوار کر کے کوفہ لے آئے۔

ابو خلیق کا کہنا ہے۔ میں ابن زیاد کے دربار میں موجود تھا، میں نے دیکھا کہ حسینؑ اور علی اصغرؑ تھے، حسینؑ کا چہرہ ہمیشہ علی اصغرؑ کے چہرے کی طرف رہتا تھا (یہاں مناسب

محسوس ہوتا ہے کہ ایک داستان بھی نقل کی جائے)

بنی اسرائیل کا ایک جوان تھا جس کا وسیلہ روزگار ایک گائے اور ایک بچھڑا تھا ایک دن اس نے گوشت کے حصول کے لیئے بچھڑے کے ہاتھ پاؤں باندھے اور اس کی ماں کے سامنے اس کو ذبح کرنے لگا۔

گائے نے اپنے سر بریدہ بچّے کو دیکھا تو اس قدر چیخی کہ در و دیوار لرز گئے اور اس کی آنکھوں سے اشکوں کی برسات ہونے لگی۔ اس نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا تو فوراً بنی اسرائیل کے اس جوان کے ہاتھ شل ہو گئے۔

وہ جوان حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا اور ان سے شفاعت طلب کی۔ حضرت غصّے میں آ گئے اور اسے خود سے دور بھگاتے ہوئے فرمایا: تو کس قدر بے رحم اور بے انصاف ہے کہ تو نے ماں کے سامنے بچّے کا سر جدا کر دیا۔ (ریاض القدس ۲/۱۰۴، ۱۰۵)

ایک دفعہ امام جعفر صادقؑ کا شاعر کمیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے کچھ اشعار اور مرثیہ پڑھا۔ آنحضرت نے شدید گریہ فرمایا۔ اہلِ حرم جو پردے کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ نے بھی نالہ و زاری بلند کی۔

ناگاہ ایک کنیز پردے کے پیچھے سے برآمد ہوئی اور ایک بچّے کو امام جعفر صادقؑ کی گود میں ڈال دیا۔ حضرت کا گریہ اور بھی شدید ہو گیا، اور آپ کی پس پردہ بیٹھی مخدّرات کی صدائے گریہ بلند ہو گئی۔ (معالی السبطین ۱/۲۶۰)

منہال ابن عمرو کہتا ہے: میں کوفے سے سفر حج پر روانہ ہوا اور واپسی پر مدینہ میں علی بن الحسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: حُرملہ کی کیا خبر ہے۔

میں نے عرض کیا: کوفے میں ابھی زندہ ہے۔

آپ نے اپنے دستِ مبارک بلند کیئے فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حَرَّ الْحَدِیْدِ اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حَرَّ الْحَدِ اَللّٰھُمَّ اَذِقْہُ حُرَّ النَّارِ

''خدایا! اسے لوہے کی گرمی کا مزا چکھا، خدایا اسے لوہے کی گرمی کا مزا چکھا، خدایا اسے لوہے کی گرمی کا مزا چکھا۔''

منہال کہتا ہے جب میں کوفہ پہنچا تو مختار خروج کر چکے تھے میں سفر کی تھکن کے سبب کچھ روز گھر میں رہا اس کے بعد مختار سے ملاقات کے لیئے گیا۔ میں ان کے گھر سے باہر ان سے ملا تو انھوں نے کہا تم مجھے ملنے اور مبارک باد دینے کیوں نہیں آئے؟ میں نے کہا میں مکہ گیا ہوا تھا۔ ہم ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کناسہ کوفہ میں پہنچے!

وہاں تھوڑی دیر ٹھہرے، جیسے (مختار) کسی چیز کا انتظار کر رہے ہوں، اچانک ایک گروہ دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے امیر خوش خبری ہو کہ ہم نے حُرملہ کو گرفتار کر لیا۔ وہ تھوڑی ہی دیر میں اسے (دست بستہ حالت میں) لے آئے:

جب مختار نے اسے دیکھا تو حمد خداوندی بجالائے کہ اس ذات نے انھیں ظفریاب کیا پھر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دو۔ اور اس کے بعد اسے آگ میں پھینک دو۔

جب میں نے یہ دیکھا تو پکار اٹھا: سبحان اللہ! مختار نے پوچھا تیرا تسبیح پڑھنے سے کیا مطلب ہے؟ میں نے امام سجادؑ سے اپنی ملاقات اور ان کی نفرین کا واقعہ نقل کیا۔ مختار نے کہا: تجھے خدا کی قسم! تو نے یہ الفاظ علی بن الحسینؑ سے سنے؟ میں نے کہا: ہاں! مختار (شکر گزاری کے لیئے) گھوڑے سے اتر آئے، دو رکعت نماز پڑھی اور طویل سجدہ شکر کیا۔ واپسی میں اکٹھے چلتے ہوئے جب میرے گھر کے نزدیک پہنچے تو میں نے مختار کو دعوت دی کہ میرے گھر کھانا تناول کیجیے۔ مختار نے کہا: اے منہال تو نے مجھے خبر دی اور حضرت علی بن الحسینؑ کی دعا میرے ہاتھوں مستجاب ہوئی۔ روزہ رکھوں گا۔

(بحار الانوار: ۴۵/۳۳۲ باب احوال المختار ح، منتہی الآمال ۱/۴۵۱)

حضرت امام باقرؑ سے روایت ہے کہ آپ نے عقبیٰ بن بشر اسدی سے فرمایا: بنی

اسد کے سر پر ہمارا خون ہے میں نے عرض کیا۔اے ابو جعفر آپ پر خدا کی رحمت ہو میرا کیا گناہ ہے اور وہ خون کس کا ہے۔؟

آپ نے فرمایا: امام حسینؑ کا ایک بچہ ان کے پاس لاکر ان کی گود میں ڈالا گیا، تو تم بنی اسد میں سے ایک شخص نے اسے تیر کا نشانہ بنایا اور ذبح کر دیا۔ امام حسینؑ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اس کے خون سے لبریز کیا اور زمین پر پھینک دیا۔

(شیعہ روایت کے مطابق ہوا میں اچھال دیا) پھر فرمایا:

رَبِّ اِنَّ تَكُ حَبَسْتَ عَنَّا النَّصرَ مِنَ السَّمَاءِ فَاجْعَلْ ذَالِكَ لِمَا هُوَ خَيْرٌ وَ أَنْتَقِمْ لَنَا مِنْ هٰؤُلاءِ الظَّالِمِيْنَ

''پروردگار! اگر تو اس وقت ہماری امداد میں مصلحت نہیں سمجھتا تو ہمیں اس کا بیشتر صلہ عنایت فرما اور ان ستمگاروں سے ہمارا انتقام لے۔

(نفس المہموم/۳۴۹ تاریخ طبری: ۵/ ۴۴۸)

(سردار کربلا صفحہ: ۵۲۱ تا ۵۳۶)

سوگنامہ آلِ محمدؐ

﴿علاّمہ محمد محمدی اشتہاردی﴾

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت

امام کے ننھے شہید علی اصغرؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ شہید ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر چھ ماہ تھی۔ آپ کی والدہ ربابؑ تھیں جو امراؤالقیس کی بیٹی تھیں، حضرت سکینہؑ آپ کی پدری و مادری بہن تھیں۔اس بچے کے بارے میں علاّمہ مجلسی جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض علمائے مقاتل نے اس کا نام علی اصغر لکھا ہے۔

کتاب منتخب التواریخ میں منقول ہے کہ زیارات عاشورہ میں ذکر ہوا ہے:

وَعَلٰی وَلَدِكَ عَلِیِّ الْاَصْغَرِ الَّذِیْ فُجِعْتَ بِهٖ

''آپ کے فرزند علی اصغرؑ پر سلام ہو کہ جس کی شہادت کی وجہ سے آپ پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے''۔

ہم ذیل میں امامؑ کے اس ننھے مجاہد شہید کی شہادت اختصار کے ساتھ سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

غریبِ کربلا اپنی چھوٹی بہن سیّدہ اُمّ کلثومؑ کے پاس آئے اور آپ نے فرمایا: اے میری بہن! میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ میرے اس معصوم شیر خوار فرزند کی حفاظت کرنا، کیونکہ یہ چھ ماہ کا ہے، اس لیئے یہ دیکھ بھال کا محتاج ہے۔ اُمّ کلثومؑ نے عرض کیا کہ بھائی! اس بچّے نے تین دن سے پانی نہیں پیا، اس قومِ جفا کار سے اس کے لیئے پانی طلب کیجئے۔

امامؑ نے علیؑ اصغر کو اپنی آغوش میں لیا اور سپاہِ یزید کی طرف گئے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: تم نے میرے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں اور اصحاب کو شہید کیا، ان میں سے فقط یہی بچّہ باقی رہ گیا ہے، اور پیاس کی شدّت سے پرندے کی طرح منھ کھولتا ہے اور بند کرتا ہے، اس بچّے کا تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ میں تمہارے پاس لایا ہوں اس کے لیئے دو گھونٹ پانی کا سوال ہے۔

یَاقَوْمُ اِنْ لَّمْ تَرْحَمُوْنِیْ فَارْحَمُوْا هٰذَا الطِّفْلَ اَمَا تَرَوْنَهٗ كَیْفَ یَتَلَظّٰی عَطَشًا

''اے قوم! اگر تم میرے اُوپر رحم نہیں کرتے تو اس بچّے پر تو رحم کرو، کیا تم اس بچّے کو نہیں دیکھ رہے کہ کس طرح شدّتِ پیاس اور حرارت سے منھ کو کھولتا ہے اور بند کرتا ہے''

ابھی امامِ معصوم کی گفتگو مکمل نہ ہوئی تھی کہ عمر سعد کے اشارے پر حُرملہ بن کاہل اسدی نے اصغرؑ کے نازک گلے کو تین شعبے تیر کا ہدف قرار دیا۔ تیر مظلوم کے گلے پر پیوست ہوا۔

فَذُبِحَ الطِّفْلُ مِنَ الْوَرِيْدِاِلَى الْوَرِيْدِ، اَوْمِنَ الْاُذُنِ اِلَى الْاُذُنَ

''تیر بچّے کی دائیں رگوں سے لے کر بائیں رگوں تک اور ایک کان سے لے کر دوسرے کان تک چھیدتا گیا۔''

شاعر نے امام کے ننّھے مجاہد کی شہادت پر اس طرح خون کے آنسو بہائے ہیں:۔

گفت آیا قوم روح پیکرم این است
آنھمہ اصغر بدنند اکبرم این است
حجت کبری روز محشرم این است
ثانی حیدر علی اصغرم این است
اینکہ بدین کودکی گناہ ندارد
یاکہ سر رزم این سپاہ ندارد
جای دھید آنکہ را پناہ ندارد
بسکہ دل افسردہ است آہ ندارد
ناگہ از آن قوم از سعادت محروم
حرملہ اش ترکین فکند بہ حلقوم
حلق وراخست وجست۔ از شہ مظلوم
ازشہ مظلوم آن شعبہ مسموم
رد شدو سرزد بہ احمد مرسل

ترجمہ اشعار:۔

میں نے کہا کہ اے قوم یہ میرے جسم کی جان ہے۔ وہ سب اصغر تھے یہ میرا اکبرؑ ہے قیامت کے دن یہ میری سب سے بڑی حجّت ہے میرا یہ علی اصغرؑ حیدرِ ثانی ہے۔ اس کا بچپن میں کوئی قصور نہیں، میدانِ جنگ میں اس کی کوئی سپاہ بھی نہیں، اس کو پناہ دو جس کی کوئی پناہ نہیں، دل اتنا غم زدہ ہے کہ لبوں تک آہ بھی نہیں آ رہی۔ سعادت سے محروم اس قوم میں حُرملہ نے یہ سن کر ایک تیر اس کے حلق کی طرف پھینکا جو اس کے گلے پر لگ کر امام مظلوم کو لگا اور مظلوم سے اچھل کر وہ زہر آلود سہ شعبہ تیر بلند ہوا، اور احمد مرسلؐ کے دل پر جا لگا۔

فَـاَتـٰی بِـهٖ نَـحْـوَ اللِّـئَـامِ مُـنَـادِيـاً

يَـا قَـوْمُ هَـلْ قَـلْـبٌ لِهٰـذَا يُـخْـشَـعُ

فَـرَمَـاهُ حُـرْمَـلَـةٌ بَسَهِـمٌ فِـي الْـحَـشَـاءِ

بِيَـدِ الْـحَـتُـوْفِ وَالْـقٰـی مَـنْ لَا يَـجْـزَعُ

”یعنی وہ اس بچّے کو پست قوم کی طرف لے کر آئے درحالانکہ وہ صدا دے رہے تھے، اے قوم! کس کے اندر دل دھڑکتا ہے اور کون ہے جو خوف خدا سے ڈرے اور اس بچّے کی طرف توجہ کرے؟ چہ جائیکہ وہ پانی دیتے، حُرملہ نے کمان میں تیر جوڑا اور اس بچّے کا نشانہ بنایا، جو کہ شدّتِ پیاس اور ضعف سے جان بلب تھا۔“

دید چون روی منیرش شده از خون گلگون

روز اندر نظرش چون شب یلدا آمد

(امامؑ نے) جب اس کا روشن چہرہ دیکھا کہ خون سے سرخ ہو گیا ہے تو دن ان کی نظر میں شبِ تاریک ہو گیا۔

زبان حال سے رباب کا مرثیہ اصغر

علی اصغر ، ای مہ انورم
شدہ ای جدا زچہ از برم
من بینوابہ تو مادرم
ولدی علی ، ولدی علی

بغذای روی نکوی تو
دل مردہ زندہ زبوی تو
چکنم زدست عدوی تو
ولدی علی ، ولدی علی

تو ضیاء لیلہ تار من
زعمت برفتہ قرار من
شدہ باغ ہجر ، دچار من
ولدی علی ، ولدی علی

بگشای نرگس و ناز کن
لب غنچہ سای، تو باز کن
زجفای حرملہ راز کن
ولدی علی ، ولدی علی

مرثیہ کا ترجمہ:۔

"اے علی اصغرؑ! اے میرے روشن چاند، تم میرے پہلو سے کیوں جدا

ہو گئے ہو؟ میں بے نوا تمہاری ماں ہوں اے میرے بیٹے علیؑ! اے
میرے بیٹے علیؑ، میں تیرے حسین چہرے پر قربان، میرا دل مردہ
تیری خوشبو سے زندہ تھا۔ تیرے دشمن کے ہاتھ کا میں کیا کروں؟
اے میرے علی اصغرؑ! اے میرے علی اصغرؑ! تو میری تاریک رات کی
روشنی تھا۔ تیرے غم کی وجہ سے میرا سکون ختم ہو گیا میں داغ جدائی
سے دوچار ہو گئی اے میرے بیٹے علی اصغرؑ! اے میرے بیٹے علی اصغرؑ!
اپنی آنکھیں کھول ناز کر اپنے غنچے جیسے لب کھول حُرملہ کی جفا کا
بھید کھول۔ اے میرے بیٹے علی اصغرؑ! میرے بیٹے علی اصغرؑ!"

علی اصغرؑ کی دل سوز شہادت

علیؑ اصغر کی شہادت امام مظلومؑ پر اس قدر سخت اور دل سوز تھی کہ آپ نے سخت گریہ
کیا اور آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا: کہ اے خدا! میرے اور اس قوم جفا کار کے
درمیان فیصلہ کر کہ انھوں نے پہلے مجھے دعوت دی کہ ہماری رہبری و رہنمائی کرو لیکن
اب میرے قتل کا اقدام کر رہے ہیں، اس وقت آسمان کی طرف سے ایک ندا آئی۔

یَاحُسَیْنُ دَعْهُ فَاِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّةِ

"اے حسینؑ! اصغرؑ کی فکر نہ کرو، جنت میں اس کو دودھ پلانے کے لیئے ایک دایہ
تیار ہے۔" (تذکرۃ الخواص سبط بن جوزی صفحہ: ۱۴۴)

یہ آواز حسینؑ کو حوصلہ دینے کے لیئے تھی تاکہ آپ اس مصیبت دلسوز کو استقامت
سے برداشت کر سکیں۔

علیؑ اصغر کی شہادت اہل بیتؑ اطہار کے لیئے بہت سخت مصیبت تھی، کیونکہ ظالموں،
سفاکوں اور درندہ صفت انسانوں نے حسینؑ کے ننھے مجاہد کو بھی خون میں نہلا دیا۔ جب

امام مظلوم شہید ہو چکے تو گیارہ محرم کو حضرت سکینہؑ شہدائے کربلا کی لاشوں پر آئیں اور آپ نے سخت گریہ کیا یہاں تک کہ اس قیامت خیز منظر کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئیں، امام مظلوم نے بے ہوشی کے عالم میں حضرت سکینہؑ کے لیے چند اشعار پڑھے، اور تاکید کی کہ سکینہؑ! ان اشعار کو میرے محبوں، شیعوں، عزاداروں اور ماتم داروں کے لیئے پڑھنا۔

لَیْتَکُمْ فِی یَوْمِ عَاشُوْرَه جَمِیْعًا تَنْظُرُوْنِی

کَیْفَ اَسْتَسْقِی لِطِفْلِی فَاَبَوْا اَنْ یَّرْحَمُوْنِی

وَسَقُوْهُ سَهْمَ بِغِی عَوَضَ الْمَاءِ الْمَعِیْنِ

یَالَرَزْءٍ وَمُصَابٍ هَدَّ اَرْکَانُ الْحَجُوْنَ

''اے میرے شیعو! کاش تم عاشور کے دن کربلا میں ہوتے اور دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے بچّے کے لیئے پانی طلب کر رہا تھا۔ مگر اس قومِ جفا کار نے مجھ پر ذرا رحم نہ کیا، بلکہ انھوں نے پانی کے بجائے میرے بچّے کو ظلم کے تیر سے سیراب کر دیا۔ یہ حادثہ اس قدر دلسوز اور جان لیوا تھا کہ اس سے مکّہ کے پہاڑ بھی لرزہ براندام ہو گئے۔

سکینہؑ کی علیؑ اصغر کے لاشے سے ملاقات

ارباب مقاتل نے لکھا ہے کہ علیؑ اصغر باپ کی آغوش میں تڑپ رہے تھے۔ حصین بن تمیم نے امام حسینؑ یا علیؑ اصغر کی طرف ایک تیر پھینکا، وہ تیر امامِ مظلوم کے لبوں پر لگا اور آپ کے لبوں سے خون جاری ہو گیا۔ امام نے گریہ کیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا خدایا! یزیدیوں نے میرے اہلِ بیتؑ، بچوں، جوانوں، رفقاء اور اصحاب کو جس ظلم سے شہید کیا ہے میں اس کی تیرے دربار میں شکایت کرتا ہوں۔

ابومخنف نے روایت نقل کی ہے کہ امام مظلومؑ علیؑ اصغر کو خیام کی طرف لے جا رہے تھے جبکہ اس وقت اس کے گلے سے خون بہہ رہا تھا، سکینہؑ نے آگے بڑھ کر امام کا

استقبال کیا اور عرض کیا۔

یَا اَبَۃُ لَعَلَّکَ سَعَیْتَ اَخِی الْمَاءَ

''بابا جان! کیا آپ میرے بھائی کو پانی سے سیراب کرلائے۔''

امام کی بے ساختہ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے فرمایا:

بُنَیَّۃُ هَاكِ اَخَاكَ مَذْبُوْحاً بِسَهْمِ الْاَعْدَءِ

''سکینہؑ بیٹی! دوڑ کر آؤ، اپنے بھائی کو لے لو دشمن کے تیر سے اس کا سر جدا ہو چکا ہے۔''

خدا ہی جانتا ہے کہ اس محشر خاموش میں سکینہؑ پر کیا گزری؟

فضیلت وہی جس کی دشمن گواہی دے

عمر سعد کے لشکر کا ایک سپاہی جو کربلا کے شہیدوں کے قتل کرنے میں برابر کا شریک تھا اس سے ایک شخص نے اس سے کہا: ہلاکت ہو تم پر! تم کس طرح فرزندِ رسولؐ کو کربلا کے دشت میں قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے؟

اس نے جواب میں کہا: تیرے دانتوں کے نیچے پتھر! خاموش ہو جا اگر تو بھی کربلا میں ہوتا تو وہی کام کرتا ہے جو ہم نے کیا ہے، امام حسین علیہ السّلام کے انصار اور مددگاروں نے ہمارے اُوپر حملہ کیا، ان کے ہاتھوں میں تلواروں کے دستے تھے۔ اور وہ درندہ اونٹوں کی طرح ہمارے سواروں کو دائیں اور بائیں جانب سے رگڑتے تھے اور اپنے آپ کو موت پر گراتے تھے گویا وہ موت پر جا گریں یا موت ان کی قسمت میں لکھی ہو۔ اور اگر ہم ان پر ہاتھ نہ اٹھاتے تو ہمارا ایک فوجی بھی باقی نہ بچتا۔

فَمَا کُنَّا فَاعِلِیْنَ لَا اُمَّ لَکَ

''تیری ماں مرے! اگر ہم ان کا راستہ نہ روکتے تو پھر کیا ہم سارے ہلاک ہو جاتے؟'' (سوگنامہ آلِ محمد صفحہ: ۴۴۲ تا ۴۵۰)

نہر المصائب

علامہ مرزا قاسم علی کربلائی

منتخب اور مقتل ابو مخنف میں منقول ہے کہ جب روزِ عاشورہ درمیانِ امام حسینؑ اور عمر سعد کے لڑائی قرار پائی اور سب اصحاب و اقربا حضرت کے درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے اور کوئی شخص بجز عورات اور چند اطفال خرد سال کے باقی نہ رہا، اُس وقت جناب نے بہ نگاہ حسرت و یاس طرف لاشہائے انصار اور اقربا کے کہ بہتر بزرگوار تھے، ملاحظہ کیا دیکھا کہ وہ شہدائے راہ خدا مانند جنابِ عباسؑ اور عونؑ و محمدؑ اور قاسمؑ و علی اکبرؑ اور سب بھائی اور بھتیجے اور بھانجے مثل گوسفندانِ قربانی بخاک وخون آلودہ ریگزار گرم پر پڑے ہیں اور مثل شیروں کے خواب گاہ شہادت میں سوتے ہیں۔

اس وقت مظلوم امامِ کربلا ان کی جدائی پر بشدت روئے اور فریاد کرنے لگے کہ افسوس کیا غربت و تنہائی اور کمی انصار کی ہے بعد اس کے متوجہ طرف خیام کے ہوئے، تاکہ اہل بیتؑ سے رخصت ہوں۔ پس دروازۂ خیمہ پر کھڑے ہو کے آواز دی کہ اے بہن میری زینبؑ و اُم کلثومؑ، اے سکینہؑ اور اے ربابؑ تم سب کو سلام آخر میرا پہنچے کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں کہ وہ نگہبان تمہارا ہے۔ آہ! یہ سنتے ہی سب مخدّراتِ عصمت بیتابانہ و پریشان سر برہنہ روتی ہوئیں درِ خیمہ پر آئیں، دیکھا کہ حضرت کھڑے رو رہے ہیں، آہ اس وقت کوئی معظّمہ دامنِ حضرت سے اور سموں سے ذوالجناح کے لپٹ گئی اور کوئی روتے روتے زمین پر گر پڑی، پس امام حسینؑ متوجہ ہوئے اپنی بہن جنابِ زینبؑ کی طرف اور فرمایا کہ اے بہن اب میں شہادت پر آمادہ ہوں اور طرف لشکرِ اعدا کے جاتا ہوں اور حال اس طفلِ شیر خوار کا بسبب پیاس کے متغیر دیکھتا ہوں، پس مجھے ضرور ہے کہ اس کے لئے کوئی تدبیر پانی کی کروں۔ یہ سن کر

جناب زینبؑ بہت روئیں اور عرض کی کہ فدا ہو جان بہن کی آپ پر کیونکر حال اس بچے کا متغیر نہ ہو کہ تین شبانہ روز گزر چکے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا نہیں پیا ہے اور نایابی آب سے دودھ تک اس کی ماں کا خشک ہو گیا ہے۔ یہ سن کر امام حسینؑ بشدت روئے اور اُس شیر خوار کو زینبؑ خاتون کی آغوش سے لے کر اپنے آگے قربوس ذوالجناح پر بٹھا لیا اور بسببِ کمال محبت کے بہ حسرت و یاس صورت اُس کی دیکھتے تھے اور تشنہ لبی پر اُس شیر خوار کی روتے تھے اور اُسے پیار کرتے جاتے تھے۔ پس حضرت سامنے لشکر اعدا کے کھڑے ہوئے اور اُس بچے کو ہاتھوں پر رکھ کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل اقدس نمایاں تھی اور اس وقت بآوازِ بلند واسطے اتمامِ حجت کے فرمایا، ''اے اہلِ کوفہ و شام آیا رسولؐ خدا نے اپنی اُمت سے یہی وصیت کی تھی کہ میری اولاد سے بہ دغا و عناد پیش آنا اور ان کو بظلم و ستم قتل کرنا، مقام حیرت ہے کہ راکب و مرکب تمہارے نہر جاری سے سیراب ہوں اور پانی پینا جانورانِ درندہ تک کا تمہیں گوارا ہو اور اولاد رسولؐ خدا کو ایک قطرہ پانی کا نہ ملے اور اُن پر اس قدر ممانعت پانی کی ہو کہ وہ نایابی آب سے بجائے وضو کے تیمّم کریں۔ ہائے کیا قیامت ہے کہ کفار ترک و دیلم تک کو تمہاری اجازت ہو کہ جس قدر چاہیں نہر فرات سے سیراب ہوں، مگر کیا غضب ہے کہ اطفال خُرد سال تک اہلِ بیتؑ رسولِؐ خدا کے شدتِ تشنگی سے جان بلب ہوں، آہ تین شبانہ روز پیہم گزر چکے ہیں کہ تم نے ہم آلِ رسولؐ پر پانی حرام کر دیا ہے۔''

آہ! مؤمنین جان ہماری قربان ہو اُن لب ہائے خشک پر کہ جن سے فرماتے تھے کہ اے قوم نا انصاف وائے ہو تم پر کہ تم نے بھائی اور فرزند اور اعوان و انصار و شیعہ میرے آج سب قتل کیے اور اب کوئی باقی نہیں ہے سوا اس شیر خوار کے کہ یہ بھی تین شبانہ روز سے پیاسا ہے۔ پس اسے ایک جرعہ پانی کا پلا دو کہ یہ شدتِ تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے۔

آہ! حضرت ابھی اتمامِ حجت فرما رہے تھے کہ ایک بے رحم نے کہ نام اُس کا حرملہ تھا، ایک تیرِ مسموم طرف حضرت کے مارا کہ وہ تیرِ ستم حلق نازنین علی اصغرؑ کو ایک کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے نکل گیا اور بروایت وہ تیرِ جفا پہلوئے شیر خوار پر اس زور سے آ کر لگا کہ وہ شاہزادہ ہاتھوں پر امام حسینؑ کے تڑپنے لگا اس وقت حضرت نے بآوازِ بلند فرمایا کہ ہائے اے نورِ نظر، ہائے اے پارۂ جگر افسوس ہے کہ تجھ سے تشنہ لب کو قتل کیا، پس اُس شیر خوار نے بہ نگاہِ یاس طرف اپنے باپ کے دیکھا اور متبسم ہو کر رحلت کر گیا۔ پس امام حسینؑ مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے اور خون زخمِ گلو سے اوس شیر خوار کے چُلّو بھر کر طرف آسمان کے پھینکا اور جنابِ احدیت میں عرض کی کہ بارالٰہا تو خوب واقف ہے حال سے میرے اور ان اعدا کے کہ ان بے رحموں نے کیسے کیسے ظلم وستم مجھ مظلوم پر کیے ہیں، یہاں تک کہ قتل کیا ان اشقیا نے، اس طفلِ شیر خوار کو جو ہم صورت تھا تیرے رسولؐ کا پس اُس خونِ ناحق ریختہ سے ایک قطرہ تک زمین پر نہ گرا۔

پس مظلومِ کربلا مقتل سے طرف خیمہ کے تشریف لائے اور لاش اُس شیر خوار کی اس کی مادرِ ستم رسیدہ کو دے دی اور فرمایا کہ اے ربابؑ صبر کرو اس مصیبتِ عظمیٰ پر جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اس پروردگار کا جو خالقِ آسمان وزمین ہے اور یہ امر باعث رضائے خدا ہے اور یہ بچہ اب ایسے آبِ خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ پس مادرِ ستم رسیدہ اُس کی اُس بچے کو لے کر بوسے لینے لگی اور خون منہ اور گلوئے بریدہ سے پونچھتی تھیں اور زار زار روتی تھیں اور اپنے منہ اور رخساروں پر طمانچے مارتی تھیں اور منہ اپنا منہ پر اُس نورِ نظر کے رکھ کر یہ آہیں جگر خراش کرتی تھیں کہ ہائے اے پارۂ جگر اے نورِ نظر ہائے اے راحتِ دل میرے ہائے افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے تجھ سے شیر خوار پر رحم نہ کیا اور تجھ سے تشنہ لب ہم شکل رسولِ خداؐ کو تیرِ ستم سے نحر کیا آہ شاید اس مظلومہ کی یہ غرض ہو کہ شُتر کے بچہ کو بھی اس سن میں نحر نہیں کرتے ہیں نہ کہ تجھ

سے شیر خوار کو اعدا نے نحر کیا اور وہ مظلومہ خون گلوئے شیر خوار سے لے کر اپنے منہ پر ملتی تھیں اور کہتی تھیں کہ اے علی اصغرؑ مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ دودھ تمہارا پیکانِ تیر سے بڑھایا جائے گا۔ چنانچہ ابن نما نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ نے حال مادرِ علی اصغرؑ کا نہایت متغیر پایا تو اُس نورِ چشم کو آغوش سے اس معظّمہ کے لے لیا اور قتل گاہ میں تشریف لائے اور لاش اس بچہ کی لاشہائے شہدائے اہل بیتؑ میں رکھ دی۔

اور احتجاج طبرسی میں یوں منقول ہے کہ امام حسینؑ لاش علی اصغرؑ کو آغوش میں لے کر مقتل شہدا میں تشریف لائے اور ذوالجناح سے اُتر کر نوک شمشیر سے ایک چھوٹی سی قبر کھودی اور خون حلق نازنین علی اصغرؑ سے لے کر تمام بدن پر اس بچہ کے بجائے کفن کے ملا اور نماز جنازہ پڑھی اور اپنے ہاتھ سے اس نورِ نظر کو دفن کیا اور خاک کو برابر کر دیا اور بعد دفن کے قبر پر اس کی بہ شدت روتے تھے اور گویا فرماتے تھے۔

اے فرزند میرے قسم بخدا کہ بعد تم سب کی شہادت کے اب کوئی انیس ہمارا باقی نہیں ہے، سوائے رونے اور دندانِ حسرت چبانے کے، پس اے نورِ چشم اے علی اصغرؑ جب تک کہ ہم جیتے ہیں تیری مفارقت میں رویا کریں گے اور دستِ تاسّف ملا کریں گے، جب تک کہ تجھ سے نہ ملیں گے، پس حضرت بحسرت قبرِ علی اصغرؑ پر گریہ و بکا کیا کیئے اور بعد اس کے خود آمادۂ شہادت ہوئے، اُس وقت خیمہ میں شور گریہ و بکا اور واسیّداہ کا بلند ہوا۔ (نہر المصائب حصہ سوم ص ۴۳۸ تا ۴۴۲)

بحور الغمہ (جلد اوّل)

سلطان الواعظین علامہ محمد علی لکھنوی

استغاثہ امام پر گرنا اصغرؑ کا گہوارے سے اور شہادت اُس معصوم کی اور گریہ جنابِ ربابؑ (مجلس نمبر ۲۸)

امام حسینؑ سے زمین کربلا کانپ کر بولی کیسے کیسے عزیز و انصار آپ کے خون میں

غلطاں مجھ پر پڑے ہیں کہاں تک صبر کروں، جلد ارشاد کیجئے کہ ظالموں کو قارون کی طرح نگل جاؤں، آپ نے رو کر فرمایا اس سے کیا ہوگا، بھائی عباسؑ زندہ ہو جائیں گے؟ علی اکبرؑ جی نہ اُٹھیں گے، قاسمؑ پھر نہ ملیں گے، اے زمین میرے مدد کرنے والے تو مارے گئے، تجھ سے کیا امداد چاہوں، مگر اتنی وصیّت ہے کہ جب چھ مہینے کی جان اصغرؑ شیر خوار ماں کی گود سے جدا ہو کر تیری آغوش میں سوئے تو قیامت تک میری امانت کو حفاظت سے رکھنا، بعد اس کے بادِ صبا نے کہا آہ آہ ایسی ہوائے گرم میں یکہ و تنہا سراپا مجروح آپ کھڑے ہیں اور زخم بدن زیادہ شگافتہ ہوتے جاتے ہیں۔ اگر فرمائیں تو ابھی اس انبوہ کثیر کو قوم ثمود و عاد کی طرح تباہ و برباد کر دوں، عجب کلمہ یاس آپ نے فرمایا اگر یہی منظور ہوتا تو اس وقت تک میں اکہتر داغ کیوں اُٹھاتا، عزیز و انصار کیوں شہید ہوتے، کچھ اعانت کی حاجت نہیں، مگر اتنا یاد رکھنا اور کہنا کہ جب تو مدینۃ رسولؐ میں جانا تو میری دخترِ علیلہ کو پیغام دینا کہ اے صغراؑ یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری یاد اور اپنا وعدہ بھول گیا، کیا کروں موت نے مہلت نہ دی، علیؑ اکبر نے نیزۂ ستم کھایا، زین العابدینؑ بستر بیماری پر غش میں پڑا ہے تمہارے بلانے کو کسے بھیجوں، میں بھی دنیا سے جاتا ہوں، صبر کرو اب ملاقات قیامت پر موقوف رہی، ناگاہ آواز گریہ اہلِ بیتؑ کی گوش مبارک میں جنابِ امام حسینؑ کے پہنچی، گھبرا کر درِ خیمہ پر تشریف لائے اور جنابِ زینبؑ سے پوچھا تم لوگ کیوں روتے ہو، جنابِ زینبؑ نے عرض کی اے بھائی جس وقت سے علیؑ اصغر نے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے ہمک کر اپنے تئیں گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا، یہ سن کر آپ رو دیئے اور فرمایا اے خواہرِ سوگوار میرے فرزندِ شیر خوار کو میرے پاس لے آؤ کہ ایک نظر دیکھ لوں اور وداع کر لوں، حسب ارشاد جنابِ زینبؑ نے اُس معصوم کو لا کر حضرت کی گود میں دیا، آپ نے دیکھا آنکھوں میں

اس کے حلقے پڑ گئے ہیں اور بسببِ تشنگی کے لب ہائے نازنین نیلے ہو گئے ہیں، حضرت اس کے دہنِ خشک کے بوسے لینے لگے اور اپنے آگے قربوس زین پر بٹھا لیا اور بکمال حسرت و یاس صورت اس ماہ طلعت کی دیکھتے تھے اور بے اختیار روتے تھے۔ پس وہ جناب میدان میں سامنے صفوفِ لشکر کے کھڑے ہوئے اور اس طفلِ صغیر کو ہاتھوں پر اُٹھا کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل اقدس کی نمایاں ہوئی اور بآواز بلند فرمایا: ''اے اہلِ کوفہ و شام آیا جنابِ رسولِ خدا نے تم سے یہی وصیّت کی تھی کہ میری اولاد سے بدغا و عناد پیش آنا اور ان کو بہ ظلم و ستم قتل کرنا'' اے قومِ بدکردار کیا قیامت ہے کہ کفار ترک و دیلم تک کو تمہاری اجازت ہو کہ وہ جس قدر چاہیں آبِ فرات سے سیراب ہوں، مگر اطفال خورد سال تک ہماری ایک جرعہ پانی کا نہ پائیں، گو تشنگی سے جان بلب ہوں، اے بے رحمو اگر حسینؑ تمہاری زعم ناقص میں گنہگار ہے اور سزاوار پانی دینے کا نہیں، یہ تو بتاؤ کہ اس بچۂ معصوم نے کیا قصور کیا ہے، اے ظالمو تشنگی روزِ قیامت سے ڈرو اور اس طفلِ شیرخوار کو تھوڑا پانی دو کہ یہ فرزند میرا پیاس سے جاں بلب ہے، بہر کیف اسی طرح کے کلمات حضرت نے ان سنگدلوں سے فرمائے کہ اگر پتھر ہوتا تو پانی ہو جاتا، مگر آہ آہ! جواب میں اس کے حرملہ بن کاہل اسدی لعین نے ایسا ایک تیر حلقِ اصغرؑ پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا تڑپ تڑپ کے گود میں حضرت کے شہید ہو گیا، جنابِ امام حسینؑ نے جانبِ آسمان سر بلند کر کے عرض کی، اے مولا و آقا میرے یہ عزیز ترین جواہر خزانہ سے میرے تھا اور یہ دُرِّ بے بہا آخر سلک شہدا سے اِس عبد ذلیل کے پاس امانت باقی تھا جو تیر سے راہ پر نثار ہوا، بعد اس کے حضرت نے گلوئے علی اصغرؑ کے نیچے ہاتھ رکھا۔ اس وقت جنابِ علی اصغرؑ نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر اپنے پدر بزرگوار کے جمال مبارک پر نظر کی اور راہی جنّت ہو گئے، حضرات جنابِ علی اصغرؑ کے

تبسم کی وجہ کچھ سمجھیئے، قائدہ ہے کہ تبسم وقت تعجب کے ہوتا ہے، پس علی اصغرؑ کو یہ استعجاب ہوا کہ یہ ملاعین کیسے شقی القلب ہیں کہ مجھ شیر خوار تک کو بھی تیر مار کر شہید کیا، بہر کیف جب چُلّو حضرت کا خونِ اصغرؑ سے بھر گیا اُسے جانبِ آسمان پھینکا۔ کوئی قطرہ اُس خون کا زمین پر نہ گرا بلکہ ملائکہ اس خون کو جانبِ آسمان لے گئے اور دوسری روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ جب حضرت نے چاہا کہ اس خون کو آسمان کی جانب پھینکیں آواز آئی اے حسینؑ اگر اس لہو کو آسمان کی طرف پھینکو گے تو پھر کبھی بارانِ رحمت نازل نہ ہوگا، اس وقت حضرت نے قصد کیا کہ زمین پر بہا دیں، ناگاہ زمین نے یہی فریاد کی، یا حضرت اگر ایک قطرہ اس خون کا مجھ پر گرے گا تو قیامت تک ہم پر ایک دانہ روئیدہ نہ ہوگا، کیوں حضرات مقامِ تصور ہے اس وقت مظلومِ کربلا کو کیا تردّد ہوا ہوگا کہ اس خون کو اب وہ جناب کیا کریں، غرض مجبور ہو کر کچھ اس خون سے اپنے ریش مقدس پر ملا اور بقیہ خون کو علی اصغرؑ کے تمام بدن پر مَل دیا، بعد اس کے خیمہ حرم محترم میں تشریف لائے اور لاش علیؑ اصغر کی جنابِ ربابؑ مادرِ غم دیدہ کو دیکر فرمایا لو اے ربابؑ علی اصغرؑ ہمارا ایسے آبِ خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

جنابِ ربابؑ لاشِ علی اصغرؑ کو اپنے آغوش میں لے کر بہت روئیں اور بکمال حسرت صورت اس ماہ طلعت کے دیکھتی تھیں اور خون حلق نازنین اس ماہِ جبین سے پونچھتی جاتیں تھیں اور منہ اپنا علی اصغرؑ کے منہ پر رکھے یہ بین جگر خراش کرتی تھیں، ہائے اے پارۂ جگر، ہائے اے علی اصغرؑ افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے رحم نہ کیا اور تجھ سے بے گناہ کو تیرِ ستم سے شہید کیا اور خون گلوئے شیر خوار سے لے کر اپنے منہ پر ملتی تھیں اور پیار کرتی جاتی تھیں اور کہتی تھیں اے علی اصغرؑ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ دودھ تیرا پیکانِ تیر سے بڑھایا جائے گا، راوی کہتا ہے جب امام حسینؑ نے حال مادرِ علیؑ اصغر کا نہایت متغیر پایا

جلد اُس نورِ چشم کو گود سے اس معظّمہ کے لے لیا اور مقتلِ شہدا میں تشریف لائے اور نوکِ شمشیر سے گڑھا بصورت قبر کھود کر اس چاندسی صورت کو خاک میں چھپا دیا اور دیر تک رویا کیے راوی کہتا ہے علی اصغرؑ کے دفن سے مجھ کو کمال حیرت تھی کہ امام حسینؑ نے کسی کی لاش دفن نہ کی، کیا وجہ ہے کہ اس طفل کو حضرت نے دفن کیا، مگر بعد شہادت اُس جناب کے مجھ پر راز منکشف ہوا، یعنی عمرِ سعد سنگدل نے کچھ سواروں سے حکم کیا کہ گھوڑے لاش ہائے شہدا پر دوڑائیں اس وقت میں سمجھا کہ حضرت نے اُسی خیال سے اس بچہ کی لاش کو دفن کر دیا تھا کہ اس پامالی میں لاش اس ننھے بچّے کی ریزہ ریزہ ہو جاتی۔

شہادت علی اصغرؑ (مجلس ۲۹)

کتاب منتخب وغیرہ میں منقول ہے جب امام مظلوم کے سب عزیز و انصار درجہ شہادت سے فائز ہو چکے اشقیا نے اکیلا پا کر چاروں طرف سے ہجوم کیا، تلواریں کھینچ کھینچ کے، نیزے تان تان کے آگے بڑھے، اپنی بھی جھکی ہوئی کمر کو گھوڑے پر سیدھا کیا، ٹوٹے ہوئے بازوؤں سے ہاتھ قبضہ پر رکھا، چاہا مصروف جہاد ہوں، ناگاہ خیمۂ عصمت سے اس طرح ماتم کی آواز کانوں میں آئی جس طرح میّت پر لوگ روتے ہیں، مضطربانہ قتل گاہ سے تشریف لائے، دیکھا مادرِ علی اصغرؑ چھ مہینے کی جان ہاتھوں پر رکھے ہوئے رو رہی ہیں اور وہ بے زبان چھوٹا سا دہن پیاس کی شدت سے سوفارِ تیر کی طرح کھولے ہے، ضعف سے ننھا سا منکا ڈھلا جاتا ہے، کملائی ہوئی صورت پر مردنی چھائی ہے، گرد سب بیبیاں، لڑکیاں سروں کو، سینوں کو پیٹ رہی ہیں، بے اختیار ہو کے آپ بھی رونے لگے اور جنابِ زینبؑ سے فرمایا کیا کروں، کہاں سے پانی لاؤں، کیونکر پلاؤں، ایک تدبیر ذہن میں آئی ہے علی اصغرؑ کو مجھے دو مقتل میں لے جاؤں،

ظالموں کو دِکھاؤں، شاید اس کی صورت دیکھ کے کسی بے رحم کو رحم آ جائے، غرض حضرت نے علی اصغرؑ کو گود میں لیا اور اس خیال سے کہ دھوپ میں پیاس کا صدمہ زیادہ نہ ہو، دامن عبا کا اور سر پر سایہ کئے میدان میں تشریف لائے اور لشکرِ مخالف کی طرف متوجہ ہو کے استغاثہ کیا، آیا ان لاکھوں آدمیوں میں کوئی پناہ دینے والا ہے کہ عترتِ رسولؐ کو پناہ دے، آیا کوئی فریادرس ہے کہ اپنے نبیؐ کے نواسے کی فریاد کو پہنچے، کیا اس انبوہ میں کوئی صاحب اولاد نہیں، کسی کو خدا کا ڈر نہیں کہ اس طفل جاں بلب کو اس بہتے ہوئے دریا سے ایک گھونٹ پانی پلا دے، چھ مہینے کا بچہ پیاس سے ہلاک ہوا جاتا ہے، ہر چند جناب سیّد الشہداؑ نے فریادیں کیں، مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا، ناگاہ ایک بے رحم کا ایسا ایک تیر زہر آلود آ کے لگا کہ حلقِ نازک سے پار ہو گیا اور وہ صاحبزادہ باپ کی گود میں ہچکی لے کے سرد ہو گیا۔ اب صاحبانِ اولاد سے پوچھتا ہوں جس کے آغوش میں یہ حادثہ گزرے وہ کیا کرے، کیونکر دل پر قابو رہے، حضرت بے اختیار دھاڑیں مار کر رونے لگے، پھر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر عرض کی خداوند اس قوم نے میرے اس ششماہے پیاسے کو ہلاک کیا جو صورت میں تیرے رسولؐ کے مشابہ تھا، پھر علی اصغرؑ کا لہو چلّو میں لے لے کے آسمان کی طرف پھینکا، لکھا ہے کہ کوئی قطرہ اس خونِ ناحق کا زمین پہ نہ گرا، بعد اس کے تلوار سے چھوٹا سا گڑھا کھودا اور اس ننھی سی لاش کو پیوندِ خاک کر دیا دل کی بیتابی سے عجب حال تھا، کبھی زمین پر گر پڑتے تھے، کبھی اُٹھ بیٹھتے تھے، کبھی جان نثاروں کو یاد کر کے یہ اشعار پڑھتے تھے۔

یعنی واللہ تم لوگوں کے بعد سوائے افسوس کرنے اور اشکِ حسرت بہانے کے دوسرا کوئی انیس اور رفیق باقی نہ رہا۔

اور جب مجھے وہ مصائب یاد آتے ہیں جو زمانہ کے ہاتھ سے تمہیں پہنچے کہ یوں

پیاس میں اس جور و ستم سے میرے سامنے مارے گئے تو بے اختیار لہو کے آنسو میری آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں۔

استغاثہ امام اور شہادت علی اصغرؑ اور رونا ذوالفقار کا اور اضطرابِ ربابؑ (مجلس نمبر ۳۱)

راوی کہتا ہے روزِ عاشور جب آفتابِ برجِ امامت یعنی جنابِ امام حسینؑ میدانِ کارزار میں بے مونس و یار ہو گئے، اس وقت اس مظلوم نے بنظرِ حسرت کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب نگاہ فرمائی، بجز لاشہائے شہداء کچھ نظر نہ آیا، دیکھا کہ وہ شیرانِ نیستانِ شجاعت مثلِ گوسفندِ قربانی زمینِ کربلا پر بے جان و مقتول جابجا پڑے ہیں، بآوازِ بلند رو کر فرمانے لگے ہائے بھائی میرے، ہائے قوتِ بازو میرے، عباسؑ اور ہائے قاسمؑ و علی اکبرؑ کوئی تم میں سے زندہ نہ رہا، جو اس عالمِ غربت و بیکسی میں میری مدد کرتا۔

''مقتل شاہ شہیداں'' میں منقول ہے کہ حضرت روتے ہوئے درِ خیمہ پر تشریف لائے اور بآوازِ بلند فرمایا اے بہن زینبؑ، اے اُمِ کلثومؑ، اے ربابؑ، اے سکینہؑ سلام آخری حسینؑ کا تم اہلِ بیتؑ پر پہنچے اور تم لوگوں سے رخصت ہوتا ہوں اور میری یہ وداع آخر ہے اور وعدہ گاہ میرا اور تمہارا روزِ قیامت ہے اور سلام ہو میرا اُن عورتوں پر جن کے اولاد اور مرد میری نصرت میں درجۂ شہادت سے فائز ہوئے، پس ہر ایک بی بی اور بچہ سے اس طرح رخصت ہونے لگے جس طرح وقتِ مرگ انتقال کے مرنے والا اپنے عیال سے رخصت ہوتا ہے، اس وقت صدائے گریہ و بکا سے خیمہ میں ایک شور قیامت برپا تھا اور ہر طرف سے آواز الوداع والفراق کی بلند تھی، خاصۃً جناب زینبؑ وہ بین جگر خراش کرتی تھیں جس کے سننے سے دوست و دشمن کے دل پاش پاش ہوتے

تھے، الغرض اسی عالم گریہ میں جنابِ زینبؑ نے عرض کی اے بھائی علی اصغرؑ نے آپ کی آواز استغاثہ سنتے ہی ہمک کر اپنے تئیں گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا، یہ سن کر حضرت نے رو دیا اور فرمایا اے بہن میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لاؤ کہ ایک نظر اُسے دیکھ لوں اور وداع کرلوں، جنابِ زینبؑ اُس معصوم کو اُٹھا لائیں، حضرت نے دیکھا کہ آنکھوں میں اُس طفل کے حلقے پڑ گئے ہیں اور شدت تشنگی سے لب ہائے نازنین اُس کے کبود ہو گئے ہیں، حضرت نے علی اصغرؑ کو اپنی آغوشِ مبارک میں لے لیا اور دامنِ عبا سے چھپا کر ایک بلندی پر تشریف لے گئے، اپنے ہاتھوں پر رکھ کے اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل کی نمایاں ہوئی اور بآواز بلند فرمایا اے قوم یہ طفلِ شیر خوار میرا ناقہ صالحؑ سے کم نہیں اور شدتِ تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے، مگر مومنین اُن سنگدلوں نے کچھ جواب نہ دیا، جب حضرت نا اُمید ہوئے اُس بلندی سے اُترے اور مقابل صفوفِ لشکر کے تشریف لائے اور عباءِ مبارک کو رُخ علی اصغرؑ سے اُٹھا لیا اور ایک ایک جفا کار کو اس شیر خوار کی صورت دکھائی اور پانی طلب فرمایا تا اینکہ حضرت اسی طرح سے اس شیر خوار کو دکھاتے ہوئے دوسری جانب اُس لشکر کے پہنچے مگر کسی بے رحم نے حالِ زار پر اُس شیر خوار کے رحم نہ کھایا اس وقت وہ حجت خدا علی اصغرؑ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے فرزند تم بھی اپنی سوکھی زبان ان بے رحموں کو دکھلاؤ تا پیشِ خدا کوئی حجت باقی نہ رہے، راوی کہتا ہے جس وقت اس صاحبزادہ نے اپنی سوکھی زبان لب ہائے خشک پر پھیری تو کوئی سنگدل لشکرِ عمر سعد میں ایسا نہ تھا کہ جس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو اور حالِ علی اصغرؑ پر رویا نہ ہو اور تمام فوج نے عمر سعد سے انحراف کا قصد کیا، پس اُس شقی نے تلاطم و اضطراب لشکر کا دیکھ کر حرملہ بن کاہل اسدی سے کہا تو کیا دیکھتا ہے، جلد اس طفل کا کام تمام کر، اُس ظالم نے ایک تیر زہر آلود کمان

میں جوڑ کر ایسا حلق اصغرؑ پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا اپنے خون میں تڑپ تڑپ کے شہید ہو گیا، حضرات جنابِ صاحب الامر نے جو زیارت ناحیہ میں جناب سیّد الشہداء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یعنی سلام ہو میرا اُس شہید راہِ خدا پر جو اپنے خون میں غلطاں ہوا، عجب نہیں کہ یہ فقرہ جنابِ علی اصغرؑ کی طرف اشارہ ہو، یعنی سلام ہو اُس طفلِ صغیر پر جو اپنے خون میں لوٹ کر جاں بحق تسلیم ہوا، چنانچہ تفصیل اس کی بعضوں نے یہ لکھی ہے کہ ایسا صدمہ اس تیر کا بازوئے امام حسینؑ پر پہنچا کہ حضرت سے وہ ننھی سی لاش سنبھل نہ سکی اور ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر آ رہی اور علی اصغرؑ نے اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر جان توڑی۔

پس بروایت مصائب الابرار و انوار الشہادت حضرت روتے ہوئے مقتل میں تشریف لائے اور قصد کیا کہ ذوالفقار سے قبر کھود کر علی اصغرؑ کو سپردِ خاک کریں اس وقت ذوالفقار سے آوازِ گریہ بلند ہوئی، حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور سبب گریہ استفسار فرمایا اُس نے عرض کی اے آقا ایک روز حیدرِ کرار ایک جنگ سے مظفر و منصور دولتِ خانہ کو تشریف لائے تو جنابِ سیّدہ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں اے ذوالفقار روزِ عاشورہ میرے حسینؑ کی بھی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا اور بلا کو اُس کے سر سے دفع کرنا، یا حضرت مجھ کو یہ نہ معلوم تھا کہ آپ آج کے روز مجھ سے یہ خدمت لیں گے کہ علی اصغرؑ کی قبر کھودیں گے، میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روزِ قیامت جنابِ سیّدہ کو کیا منہ دکھاؤں گی، یہ سن کے حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے ذوالفقار حسینؑ کو آج کے روز وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور اُمتِ گنہگار رسولؐ مختار کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے، یہ فرما کر حضرت نے شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے

فرزندِ شیر خوار کو پیوند خاک کر دیا، الحاصل جناب رباب کو یہ معلوم ہوا کہ میرا طفلِ صغیر ششماہہ بھی ہدف تیر ہوا اور جناب امام حسینؑ نے اُسی مقتل میں دفن کر دیا، حمید کہتا ہے اُس وقت وہ خاتونِ معظّمہ خیمۂ عصمت سے اس بیتابی و اضطراب سے نکلیں کہ ایک گوشہ چادر کا سر مبارک پر تھا اور دوسرا زمین کو بوسا دیتا تھا اور جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے تئیں اُس پر گرا دیتی تھیں، اسی طرح حضرت ربابؑ ستّر مقام پر گریں، یہاں تک کہ قبر علی اصغرؑ پر پہنچیں اور اُس بچہ کی ننھی تربت پر جو بین جگر خراش اُس خاتون معظّمہ نے کئے ہیں یارا اُس کے بیان کا نہیں کہ سننے والوں کے دل پاش پاش ہوتے تھے، پس امام حسینؑ جناب رباب کو نامحرموں کی نظروں سے بچا کر خیمہ میں لے گئے۔ (بحور الغمہ جلد اوّل مجلس نمبر ۲۸، ۲۹۔ ص ۱۵۵ تا ۱۷۶)

خونِ علی اصغرؑ سے آسمان و زمین نے انکار کیا:

جب اُس بچّے کے گلوئے نازک سے تیر ستم پار ہو گیا حضرت نے ہاتھ اپنا علیؑ اصغر کے گلے کے نیچے رکھ دیا، جب خون سے چلّو بھر گیا چاہا آسمان کی طرف پھینکیں، آواز آئی اگر ایک قطرہ اس خون کا بالائے ہوا آئے گا تو قیامت تک کبھی ایک قطرہ پانی کا آسمان سے نہ برسے گا، آپ نے چاہا زمین پر گرا دیں پھر ندا پیدا ہوئی اگر یہ لہو زمین پر گرے گا تو پھر کبھی زمین سے ایک دانہ بھی روئیدہ نہ ہوگا، اب مومنین سے پوچھتا ہوں کہ اُس خون کو حضرت کیا کرتے، مجبور ہو کے آپ نے اپنے ہی روئے مبارک و محاسن شریف پر مل لیا اور فرمایا هٰكَذَا اُلْقٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ اسی صورت میں اپنے نانا رسولؐ خدا سے ملاقات کروں گا۔ (بحور الغمہ جلد ثالث ص ۲۸۴)

مجالس علویہ

﴿مولوی میر سیّد علی شاگرد سلطان العلما﴾

در حال شہادت حضرت علی اصغرؑ

امام حسین علیہ السّلام بعدِ شہادت حضرتِ علی اکبرؑ جب یکہ وتنہا رہ گئے اُس وقت فرماتے تھے۔ آیا ہے کوئی ایسا فریادرس کہ ہماری فریاد رسی کرے اور اُمیدوار اُس کے عوض کا خدا سے ہو اور آیا ہے کوئی اعانت کرنے والا کہ ہماری اس بیکسی میں اعانت کرے اور تو کون تھا مومنین جو جواب دیتا مگر آواز حضرت کی خیمہ گاہ اہلِ حرم میں پہنچی اکبارگی تمام اہلِ حرم حضرت کی بیکسی پر چیخیں مار کے روئے کہ حضرت بیتاب ہو کے خیمہ گاہ کی جانب دوڑے حضرات معمول ہوتا ہے کہ ایسے ہنگامے میں جب کوئی اپنے آقا اور سرپرست کو پاتا ہے تو جو اہم امر ہوتا ہے پہلے اُس کو عرض کرتا ہے چنانچہ جناب زینبؑ علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر رکھ کے حضرت کے سامنے لائیں کہ اے بھائی یہ بچہ چھ مہینے کا جاں بلب ہے تین روز سے اس نے ایک بوند پانی کی نہیں پائی ہے اس کے لئے ان ظالموں سے تھوڑا سا پانی طلب کرو شاید اس کی جان بچ جاوے حضرت نے اپنے فرزند کو اُس حال بیکسی میں ہاتھوں پر لے لیا اور طرف لشکرِ کفار کے روانہ ہوئے جب قریب اُن اشقیا کے پہنچے اس حجّت خدا نے دونوں ہاتھوں پر رکھ کے اُس بچے کو دکھایا اور استغاثہ کیا کہ اے قوم اشقیا میرے اصحاب باوفا کو تم نے قتل کیا میں نے صبر کیا بہت شیر مرد اہلِ بیتؑ سے کہ ان میں سے اٹھارہ برس کا فرزند میرا ہمشکل پیغمبرؐ مثل ونظیر روئے زمین پر جن کا نہ تھا قتل کیے میں نے صبر کیا اب یہ بچہ شیرخوار بے گناہ کہ پیاس سے جان بلب ہے اور دیکھ رہے ہو کہ کس طرح پیچ وتاب کھاتا ہے۔ وائے تم پر اس کو تو تھوڑا سا پانی دو

اور تشنگی روزِ قیامت سے ڈرو مومنین ایسا ظلم تو ابتدائے خلقت سے کسی پر نہ گزرا ہوگا ملا محمد تقی شہید رابع نے عجب مضمون اس مقام پر لکھا۔ ہے کہ مومنین کو تاب نہ رہے گی لکھا ہے کہ اطفال شیر خوار کی عادت ہوتی ہے کہ جب پیاسے ہوتے ہیں تو منھ کھول دیتے ہیں کہ شیر یا پانی کوئی قطرہ آجاوے تو اس وقت وہ بچہ بھی کہ جان شیعوں کی اُس لبِ نازنین پر فدا ہو منھ کھولے تھا اور زبان ہونٹوں پر پھیرتا تھا کہ اس وقت سیّد ابن طاؤس علیہ الرحمہ لہوف میں لکھتے ہیں کہ حرملہ کاہل لعین نے ایک تیر مارا کہ وہ حلق میں اس بچے کے پیوست ہوا کتاب تبر المذاب میں کہ مولفات اہلِ سنّت سے ہے اس میں لکھا ہے کہ۔ حضرت رونے لگے اور عرض کرتے تھے کہ خداوندا حکم کر درمیان ہمارے اور درمیان اس قوم کے کہ واسطے نصرت اور مدد کے ہم کو بلایا اور قتل کیا ہم کو مروی ہے کہ ایک منادی نے جانب آسمان سے ندا کی کہ اے حسینؑ اس بچے کو اب رکھ دو اس کے لئے جنّت میں ایک دودھ پلانے والی حق تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے حضرت نے تیر اس بچّے کے حلق سے نکال کر پھینک دیا اور ہاتھ اپنا زیرِ حلق رکھا جب چلّو خون سے بھر گیا اُسے جانب آسمان پھینکا اور ایک قطرہ اُس خون کا زمین پر نہ پھرا بعد اس کے فرمایا کہ راہِ خدا میں یہ بلائیں سب آسان ہیں خداوندا یہ بچہ کمتر بچہ ناقہؑ صالح سے تیرے نزدیک نہ گا۔ یعنی علی اصغرؑ کی لاش سے متوجہ ہو کے فرمایا کہ اے فرزند خدا قتل کرے اُس قوم کو جس نے تجھے قتل کیا اور حرمت رسولؐ خدا کو ضایع کیا خاک ہے میری زندگی پر تیرے بعد اے فرزند میرے بعد اس کے خیمہ کی جانب متوجہ ہوئے حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ حضرت ہاتھوں پر اُس بچے کو لئے تھے کہ یکا یک ایک بی بی کہ چہرہ اُس کا مثل آفتاب کے روشن تھا خیمہ سے نکل آئیں اور کبھی گر پڑتی تھیں اور کبھی کھڑی ہوتی تھیں اور فریاد کرتی آتی تھیں اور کئی لڑکیاں بھی اس کے ہمراہ روتی چلی آتی

تھیں اور آ کے اپنے تئیں اس بچّے پر گرا دیتی تھیں حضرت کا خیال اس وقت اور طرف تھا کہ یکا یک وہ بی بی پہنچ گئیں حضرت نے جب یہ حال دیکھا بے چین ہو گئے اور نہایت نرمی اور دلجوئی سے اُس معظّمہ کو خیمے میں پہنچا دیا، میں نے کسی شخص سے سوال کیا جواب دیا اُس نے کہ یہ بہن امام حسینؑ کی اُمِّ کلثومؑ تھیں اور یہ صاحبزادیاں فاطمہ اور سکینہؑ اور رقیہ تھیں پس حضرت گھوڑے پر سے اُترے اور تلوار سے ایک گڑھا بصورت قبر کھودا اور اس میں اس خورشیدِ سپہرِ امامت کو چھپا دیا اور اس قدر روئے کہ زمین وہاں کی آنسوؤں سے تر ہو گئی ملا محمد تقی نے اس مقام پر لکھا ہے کہ وجہ دفن خاص لاش علی اصغرؑ کی شاید یہ ہو کہ مبادا یہ صبر دیکھ کے دریائے غضب الٰہی جوش میں آ جاویں یا یہ خیال فرمایا کہ بعد شہادت میری لاش پر اور لاشے شہدا پر گھوڑے دوڑائے جاویں گے پھر یہ لاش بچے کی اس قابل کہاں ہے اور بعد شہادت کے سرہائے شہدا نیزوں پر رکھ کے شام لے جاویں گے تو اگر اس بچّے کا سر بھی نیزہ پر رکھ کے لے جاویں گے دربارِ یزید میں یہود و نصاریٰ بھی ہوں گے اور اس بچے کا سر دیکھ کے اسلام پر شماتت کریں گے اور حرمت اسلام ضایع ہو گی۔ (مجالسِ علویہ صفحہ: ۳۸ تا ۴۱)

زبدۃ المصائب

﴿مولوی محمد عسکری اعلیٰ اللہ مقامہٗ﴾

مجلس نمبر ۹۷: شہادت جناب علی اصغرؑ اور گریہ جناب فاطمہ زہراؑ

کتاب من لا یحضرہ میں ابن بابویہ علیہ الرحمہ سے باسند منقول ہے کہ اطفال مسلمان کے صغیر اپنے ماں باپ کے ساتھ بہشت میں ہوں گے اور اطفالِ صغیر کافروں کے اپنے ماں باپ کے ہمراہ جہنم میں ہوں گے اور دوسری روایت میں اس طرح سے وارد ہوا ہے کہ روشن کی جائے گی نار اطفال مشرکین کے واسطے میدانِ قیامت میں پس

حکم خدا ہوگا۔ ان اطفال کو کہ پکڑ لو اس آگ کو اگر انھوں نے بجا آوری حکم خدا کی اور پکڑ لیا آگ کو تو وہ نار اُن پر سرد ہو جائے گی اور وہ داخل بہشت ہوں گے اور خدمت گزار ہوں گے اہلِ جنت کے بسبب بجا آوری حکم خدا کے اور اگر انکار کیا آگ کے پکڑنے میں تو بحکم خدا داخل جہنم ہوں گے اور احادیث سے تفصیل اس طرح پر ثابت ہوتی ہے کہ جولڑکا مومن کا شیر خوار مر جاتا ہے وہ داخلِ بہشت ہوتا ہے بہشت میں ایک درخت ہے کہ پھل مثل دودھ کی نہر کے اس میں سے جاری ہے وہ اُس طفل شیر خوار کے پینے کو ملتا ہے اور حوران جنت اس کی خدمت گزاری کرتی ہیں یہاں تک کہ وہ حدِّ نشوُنما کو پہنچتا ہے بعد اس کے حضرت ابراہیم علیہ السّلام اس کو تعلیم فرماتے ہیں اور جولڑکا نسلِ فاطمہ زہراؑ سے مرتا ہے بمجرد اس کی روح مفارقت ہونے کے بدن سے ایک حور حورانِ جنت سے لاتی ہے خدمت میں جنابِ سیدہ کے حضرت اس کی مصروف پرورش و پرداخت میں ہوتی ہیں یہاں تک کے وہ حد نشونما کو پہنچتا ہے اس وقت سپرد حضرات ابراہیم علیہ السّلام کے ہوتا ہے اس واسطے کہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام جد اعلیٰ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں ان سب خدمتوں میں حضرت ابراہیم کا شریک ہونا پرضرور ہے جب روز عاشورا سب اصحاب اور انصار اور اقربا حضرت کے بدرجہ شہادت فائز ہوئے یہاں تک کہ حضرت علی اصغرؑ کے گلوئے نازنین پر تیر لگا اور اُسی تیر سے بازوئے امام حسینؑ بھی زخمی ہوا خون علی اصغرؑ سے قبائے مبارک حضرت امام حسینؑ بھر گئی اور حضرت کے خون سے کُرتا علی اصغرؑ کا بھر گیا تھا حور یہ موافق اپنے قاعدہ مقررہ کے لاش علی اصغر کو مع اس تیر زہر آلود کے اور مع پیراہن کہ جو خون سے بھر گیا تھا اسی طرح خدمت میں جناب امیر علیہ السّلام سے بمجرد اس کے کہ وہ لائی جناب سیّدہؑ کے پاس پس بوئے خون حسینؑ اس لاش سے پائی تو حضرت فاطمہ زہراؑ بے اختیار روئیں اور بے

ہوش ہوگئیں۔پس جب کہ جناب سیّدہؑ کوغش سے افاقہ ہوا۔دیکھا جنابِ سیّدہؑ نے طرف جبرئیلؑ امین کے کہ پراُن کے آلودہ ہیں خون میں اور جس طرح سے لوگ روتے ہیں دونوں ہاتھ سر پر مارتے ہیں اس طرح اپنے دونوں پروں کو سر پر مارتے ہیں اور چلاتے ہیں اے شہزادے میرے اے حسینؑ افسوس ہے تیری تنہائی اور غربت پر حیف ہے تیری شہادت پر فرمایا جناب سیّدہؑ نے قسم ہے تم کو حقِ خدا کی خبر دو تم میرے تئیں اپنے نوحہ اور شیون سے اور پروں کے خون آلودہ ہونے سے عرض کی حضرت جبرئیلؑ نے کہ یا فاطمہؑ آگاہ ہو کہ مارا گیا فرزند تمہارا زمینِ کربلا پر افسوس ہے تنہائی حسینؑ پر پس جس وقت جناب سیدہؑ نے یہ خبر زبانی حضرت جبرئیلؑ سے ایک چیخ ماری اور اپنے تئیں تخت سے کہ جس پر تشریف رکھتی تھیں نیچے گرادیا اور بے ہوش ہوگئیں۔

مجلس نمبر ۸۰:۔احوال اعجازِ حضرت علیؑ اور شہادتِ علی اصغرؑ

حضرت سلمان فارسی سے روایت ہے کہ ایک روز میں حاضر تھا خدمت بارفعت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اور وہ جناب اس روز ایک صحرائے بے آب و گیاہ میں تشریف رکھتے تھے پس ناگاہ دیکھا میں نے ایک باز کو حضرت نے اس سے فرمایا کہ کب سے تو اس صحرا میں رہتا ہے اور کہاں سے اس میدانِ بے آب و گیاہ میں کھاتا اور پیتا ہے۔عرض کیا اس باز نے کہ یا حضرت چار سو برس ہوئے ہیں کہ میں اس صحرائے بے آب و گیاہ میں رہتا ہوں اور کھانا اور پینا میرا یہ ہے کہ جس وقت بھوکا ہوتا ہوں درود بھیجتا ہوں آپ پر پس برکت سے درود کی خوب سیر ہو جاتا ہوں اور جس وقت پیاسا ہوتا ہوں پس لعنت کرتا ہوں آپ کے دشمنوں پر پس سیراب ہو جاتا ہوں۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ کرامت حضرت سے مشاہدہ کی تو عرض کیا میں نے یا حضرت یہ ایک شے عجیب ہے اس لیے کہ نہیں عطا کیا گیا فہم گویائی طیر کو مگر

حضرت سلیمان بن داؤد علیہا السلام کو۔ حضرت نے فرمایا کہ اے سلمان آیا نہیں جانتے تم کہ عطا کیا تھا حضرت سلیمان کو یہ مرتبہ بعد اس کے حضرت نے فرمایا کہ اے سلمان آیا چاہتے ہو تم کہ اس سے عجب تر کوئی شے دیکھو کہا میں نے کہ ہاں یا امیر المومنین۔

پس بلند کیا آپ نے سر اقدس کو طرف آسمان کے اور فرمایا کہ اے طاؤس یہاں حاضر ہو پس حاضر ہوا بعد اس کے ملاحظہ کیا آپ نے شاہین کو اور فرمایا اے شاہین حاضر ہو پس بمجرد ارشاد کے حاضر ہوا بعد اس کے نظر کی آپ نے طرف باز کے اور فرمایا کہ اے باز باز آ اُڑنے سے اور یہاں حاضر ہو پس وہ بھی بمجرد ارشاد کے حاضرِ خدمت ہوا بعد اس کے فرمایا غراب سے کہ اے غراب ہم سے غرابت نہ کر ادھر آ پس وہ بھی اُترا۔ بعد اس کے فرمایا حضرت نے کہ اے سلمان ذبح کر و تم ان کو اور اُڑا دو پروں کو ان کے اور ٹکڑے ٹکڑے کرو ان کو اور ملا دو گوشت کو ان کے۔ حضرت سلمان کہتے ہیں کہ کیا میں نے اسی طرح جیسے کہ حکم فرمایا تھا حضرت نے مجھ کو لیکن متحیر تھا میں اس امر میں بعد اس کے حضرت ملتفت ہوئے طرف میرے اور فرمایا کیا باعث حیرت کا ہے تم کو اے سلمان پس عرض کیا میں نے کہ اے مولا میرے یہ طائر اُڑتے تھے ہوا میں نہیں جانتا میں واسطے ان جانوروں کے کسی گناہ کو پس کیا سبب ہے کہ آپ نے حکم کیا ان کے ذبح کا۔

فرمایا حضرت نے اے سلمان آیا چاہتے ہو تم کہ میں ان کو ابھی زندہ کروں، کہا میں نے ہاں یا امیر المومنین۔ پس حضرت نے تیز نظر سے طرف ان کے ملاحظہ فرمایا اور کہا کہ اے جانورو پرواز کرو ساتھ قدرت خدا کے پس بمجرد ارشاد حضرت کے وہ سب جانور اُڑ گئے۔ پس حضرت سلمان کہتے ہیں کہ تعجب کیا میں نے دیکھ کر اس امر عظیم کو اور عرض کیا میں نے کہ اے مولا میرے یہ نہایت کار بزرگ تھا جو اس وقت آپ سے

مشاہدہ کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے سلمان تعجب نہ کرو امورِ خود سے اس واسطے کہ وہ قادر ہے اوپر ہر چیز کے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اور کرتا ہے اس چیز کو کہ جس کا ارادہ کرتا ہے۔

اے سلمان بچا تو اپنے تئیں اس بات سے کہ حلول کرے بیچ وہم تیرے کے کوئی شے میں ایک بندہ ہوں خدا کا اور خلیفہ ہوں اس کا روئے زمین پر حکم میرا خلائق پر بمنزلہ حکم خدا کے ہے اور ممانعت میری ممانعت خدا کی ہے اور قوت میری قوت خدا کی ہے اور قدرت میری قدرت خدا کی ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت نے اکثر مردے زندہ کردیئے ہیں ان کے ورثہ سے باتیں کرادی ہیں جو کچھ ان کے ورثا کو اپنے اموات سے پوچھنا ہوا ہے وہ پوچھوا دیا ہے بلکہ بعض اموات کو ان کے گھر بھیج دیا ہے اور انھوں نے مدتوں زندگی کی ہے چنانچہ سلمان سے مروی ہے کہ ایک عورت حضرت کے انصار میں سے کہ نہایت دوست رکھتی تھی جناب امیر علیہ السّلام کو اور عاشق وشیدا تھی حضرت کے نام کی اور نام اس مومنہ کا اُمّ فروہ تھا اور حال ان کی محبت کا یہ تھا کہ جب حضرت کے نام کو سنتی تھیں بیتاب ہو جاتی تھیں اور دشمنوں کو حضرت کے یہ امر نہایت ناگوار معلوم ہوتا تھا یہاں تک تعصب بڑھا حاسدین کا کہ تاب ضبط باقی نہ رہی بوجہ حُبّ امیر المومنینؑ کے اس مومنہ کو قتل کر ڈالا اور اس زمانے میں حضرت تشریف رکھتے تھے جب حضرت تشریف لائے اور حال اُمِ فروہ کا سنا حضرت کو بہت صدمہ ہوا اور اُس کی قبر پر تشریف لائے اور سرِ اقدس بلند فرمایا طرف آسمان کے اور عرض کیا درگاہ جناب اقدس الٰہی میں۔ اے پروردگار زندہ کر اپنے حکم سے اُمِ فروہ کو اور گردان زندگی کو اس کی جائے عبرت واسطے ان لوگوں کے کہ جو تیرے گناہگار ہیں۔ کہ ناگاہ صدائے ہاتف آئی کہ یا امیر المومنینؑ قبول ہوگیا جس امر کا آپ نے سوال کیا تھا تشریف لیے جایئے

اور اٹھا لیجئے اُمِّ فروہ کو اس کی قبر سے پس حضرت نے ایک ٹھوکر ماری قبر کو اور فرمایا پس بمجرد اس ارشاد کے اُٹھ جا صحیح وسالم اور حضرت کے روئے مبارک کو دیکھ کر رونے لگی اور عرض کیا کہ یا حضرت یہ سب کے سب چاہتے ہیں کہ نور کو آپ کے بُجھا دیں مگر حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ نور آپ کا روز بروز چمکے اور ذکر آپ کا روز بروز ترقی کرے اگرچہ منکرین نہ چاہیں پس حکم فرمایا حضرت نے اُمّ فروہ کو کہ جا اپنے گھر میں اور اپنے عیال سے مل اور خوش کر اُن سب کو لکھا ہے کہ اُمِ فروہؓ اپنے گھر میں گئی اور دو فرزند پیدا ہوئے اور اتنی زندگی کی اُمّ فروہ نے کہ بعد حضرت علی علیہ السّلام کے چھ برس اور زندہ رہی اے مولا میرے اور اے آقا میرے اب تاب آپ کے غلام کو نہیں ہے کیوں آپ تشریف فرما نہ ہوئے بروزِ عاشورا زمینِ کربلا پر اس وقت کہ جس وقت حضرت ربابؑ مادرِ علی اصغرؑ نے یہ سنا کہ فرزند میرا علیؑ اصغر حضرت امام حسینؑ کے ہاتھوں پر تیرِ ستم کھا کر شہید ہو گیا اور حضرت نے اس کو زمینِ کربلا میں دفن بھی کر دیا یا بیتابانہ خیمہ سے نکل آئیں اور طرف مقتل کے دوڑیں کس طرح مومنین ایک گوشۂ چادر سر پر دوسرا سرا زمین پر لوٹتا ہوا جاتا تھا راوی کہتا ہے کہ حضرت ربابؑ کو جہاں مقتل میں بلندی نظر آتی تھی قبر علیؑ اصغر سمجھ کر اپنے تئیں اُس پر گرا دیتی تھیں چنانچہ لکھا ہے کہ ستر مقام پر گریں یہاں تک کہ قبرِ علی اصغرؑ پر پہنچیں اور اس بچے کی ننھی سی تربت کس پیار سے اپنے سینے سے لگا کر یہ کہتی تھیں کہ اے علیؑ اصغر کیونکر میں تیری صورت ایک مرتبہ اور دیکھ لوں کہ میرا بہت جی تڑپتا ہے تیرے دیکھنے کو اے علی اصغرؑ میں یہ نہ جانتی تھی کہ تم آخری میری گود سے باہر جاتے ہو اور اب تمہارا مردہ بھی نہ دیکھوں گی اے علیؑ اصغر کیا کروں اور کیونکر تجھ کو قبر سے نکال کر پھر ایک بار دیکھ لوں حضرات یہ تو پوچھیئے اس ذاکر سے کہ حضرت نے کیوں اس لاش صغیر کو پیوندِ خاک کر دیا صرف اس واسطے چھپا دیا اس لاش کو کہ

حضرت کو غیرت آئی انھیں حضرت ربابؑ سے کہ ابھی تو اس کے فرزند کو لایا تھا اس وعدے سے کہ سیراب کر کے اور پانی پلا کے تیرے فرزند کو لاتا ہوں عوض میں سیراب کرنے کے کیونکر لاش اس کی لے جا کر اس کو دوں اب یہ پوچھیے کہ جہاں مقتل میں سب لاشیں تھیں وہیں اصغرؑ کو بھی کیوں نہ لٹا دیا کیونکر حضرت لٹاتے اس لیے کہ زمین کربلا شدّت سے گرم تھی چوپائے اپنے سُم اٹھا لیتے تھے دانہ گرتا تھا وہ بھُن جاتا تھا کیونکر اس گرم زمین پر حضرت اپنے اس چھ مہینے کے نازنین کو سُلا دیتے اور اپنے اس پھول کو کیونکر اُس آگ پر رکھ دیتے دوسری وجہ دفن کی عجب طرح کی عرض کرتا ہوں کہ مومنین تاب سننے کی نہ رہے گی وہ یہ ہے کہ حضرت تو بسبب علم امامت کے جانتے تھے کہ بعد میری شہادت کے میری لاش کو پامال سُم اسپاں کریں گے پھر علی اصغرؑ کے حال میں اور عرض کرتا ہوں انشا اللہ آپ بہت روئیں گے چنانچہ منقول ہے کہ جب بعد شہادت جناب علی اکبرؑ امام حسین علیہ السّلام در خیمہ پر تشریف لائے تو اس وقت جناب زینبؑ علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر رکھ کے حضرت کے سامنے لائیں اور کہا اے بھائی یہ بچہ چھ مہینے کا جاں بلب ہے تین روز سے اس نے ایک قطرہ پانی کا نہیں پایا ہے اس کے لیے ان ظالموں سے تھوڑا سا پانی طلب فرمایئے شاید اس کی جان بچ جائے حضرت نے اپنے فرزند کو ہاتھوں پر لے لیا اور طرف لشکر کفار کے روانہ ہوئے جب قریب ان اشقیا کے پہنچے اس وقت حضرت نے دونوں ہاتھوں پر رکھ کے اُس کمسن بچّے کو دکھایا اور فرمایا کہ اے قومِ اشقیا تم نے اٹھارہ برس کا فرزند میرا ہمشکلِ پیغمبرؐ کہ روئے زمین پر مثل ونظیر اپنا نہ رکھتا تھا قتل کیا میں نے صبر کیا اب یہ فرزند میرا شیر خوار بے گناہ پیاس سے جاں بلب ہے اور دیکھ رہے ہو کہ کس طرح پیچ وتاب کھاتا ہے اس کو تو تھوڑا سا پانی پلا دو اور تشنگی روزِ قیامت سے ڈرو مومنین ایسا ظلم تو ابتدائے خلقتِ آدم سے کسی پر نہ گزرا ہوگا

شہید رابع صاحبِ مجالس المتقین اس مقام پر عجب مضمون ارقام فرماتے ہیں کہ مومنین کو تاب سننے کی نہ رہے گی لکھتے ہیں کہ اطفال شیر خوار کی عادت ہوتی ہے کہ جب پیاسے ہوتے ہیں تو منہ کھول دیتے ہیں کہ شیر یا پانی کوئی قطرہ آ جاوے تو اس وقت وہ بچہ بھی منہ کھولے تھا اور زبان ہونٹوں پر پھیرتا تھا سید ابنِ طاوس علیہ الرحمہ کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ اس وقت حرملہ بن کاہل لعین نے ایک تیر مارا کہ وہ تیر حلق میں اس بچے کے پیوست ہو گیا کتاب تبر المذاب میں منقول ہے کہ حضرت رو رو کر عرض کرتے تھے کہ خداوندا حکم کر درمیان میرے اور درمیان اس قوم کے منقول ہے کہ ایک منادی نے جانب آسمان سے ندا کی کہ اے حسینؑ اس بچے کو اب رکھ دو ہاتھ سے کہ اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی حق تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے حضرت نے تیر اس بچے کے حلق سے نکال کر پھینک دیا اور ہاتھ اپنا زیرِ حلق رکھا جب چلّو خون سے بھر گیا اُسے جانب آسمان پھینکا اور دوسرے چلّو کو حضرت نے اپنے منہ پر ملا اور فرمایا کہ میں اس طرح سے ملاقات کروں گا اپنے نانا رسولؐ خدا سے اور مومنین جناب صاحب الامر علیہ السّلام نے جو زیارت ناحیہ مقدسہ میں جناب سید الشہدا علیہ السّلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ سلام ہو میرا اُوپر اُس شہید راہِ خدا کے کہ جو اپنے خون میں غلطاں ہوا مومنین عجب نہیں ہے کہ یہ فقرہ جناب علی اصغرؑ کی طرف اشارہ ہو یعنی سلام ہو میرا اُس طفلِ صغیر پر جو اپنے خون میں لوٹ کر جان بحق تسلیم ہوا چنانچہ حضرت سے وہ ننھی سی لاش بھی سنبھل نہ سکی اور ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی صاحب مصائب الابرار لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت روتے ہوئے مقتل میں تشریف لائے اور قصد کیا کہ ذوالفقار سے قبر کھود کر علیؑ اصغر کو سپرِ خاک کریں اُس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور سبب گریہ استفسار کیا اُس نے

عرض کی کہ اے آقا وسید ہمارے ایک روز حیدر کرار ایک جنگ سے منصور و مظفر دولت خانہ کو تشریف لائے تو جناب سیدہؑ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اے ذوالفقار روزِ عاشورا میرے حسینؑ کی بھی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا اور دشمنوں کو اس کے سر سے دفع کرنا حضرت یہ معلوم نہ تھا مجھے کہ آپ آج کے روز مجھ سے یہ کام لیں گے اور قبر کھودیں گے میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روزِ قیامت میں جنابِ سیدہ کو کیا منھ دکھاؤں گی یہ سن کر حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا کہ اے ذوالفقار حسینؑ کو آج کے روز وعدۂ طفلی ادا کرنا ہے اور اُمتِ گنہگار کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے یہ فرما کہ حضرت نے شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے فرزندِ مہ جبیں کو پیوندِ خاک کر دیا۔

(زبدۃ المصائب صفحہ ۷۰۳ تا ۷۱۳)

مصائب الشہداء

﴿مولانا آغا نجف علی﴾

جنابِ امام حسین علیہ السلام کا بیان جگر خراش شہر بانوؑ سے بھر آیا، آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور فرمایا، وائے ہو ان کافروں پر اے فرزند جس روز رسولؐ خدا ان کے ساتھ مخاصمت کریں یہ کہہ کر علی اصغرؑ کو لے کر میدان میں آئے اور فرمایا کہا اگر تمہارے زعمِ ناقص میں میں قصوروار ہوں تو یہ معصوم تو بے گناہ ہے، بلکہ کسی مذہب و ملت میں ایسا صغیر قابلِ تقصیر نہیں ہوتا۔ اے قوم شدت تشنگی سے قریب بہلاکت پہنچا ہے، اس کی مادر کا شیر خشک ہو گیا ہے۔ قطرہ آب اس کو دو روح رسولؐ پر احسان کرو۔ اشقیا نے کہا کہ ہمیں گمان ہے کہ زیرِ دامن آپ کے کچھ نہیں ہے تم اس حیلہ سے پانی طلب کرتے ہو، اس چادر کو اُٹھاؤ کہ ہمیں معلوم ہو کہ فی الحقیقت طفل کو لائے ہو۔

حضرت نے چادر روئے انور علی اصغرؑ سے اُٹھائی اُس ولدالزنا نے ایسا تیر مارا کہ حلق نشانہ قضا ہوا اور بازوئے امام مظلوم چھد گیا، علی اصغرؑ اس تیر کے صدمہ سے تڑپ گیا اور خون حلق صغیر سے جاری ہوا، حضرت نے بڑی دشواری سے اُس تیر کو حلق علیؑ اصغر سے نکالا۔

حضرات اس وقت جنابِ سیّد الشہدا خون علی اصغرؑ اپنے چلّو میں لیتے تھے اور بسوئے آسمان پھینکتے تھے اور فرماتے تھے خداوندیہ مصیبتیں تیری راہ میں سہل ہیں، خداوندا یہ طفلِ صغیر کمتر ناقہ صالحؑ سے نہ تھا، خداوندا اگر تیری مصلحت ہماری نصرت میں نہیں ہے اس مصائب کو باعثِ زیادتی اجر کا واسطے ہمارے کر، علی اصغرؑ نے آنکھیں کھولیں حضرت کو دیکھ کر تبسم کیا اور ریاضِ جنت کو سدھارے۔ جنابِ سید الشہدا پر کوہ ہائے الم گرے ایسی آہ سرد دل پُر دَرد سے کھینچی کہ زمین کربلا تمام ہل گئی اور ارکان عرش نازل ہوئے اور ملائکہ مقرب سے صدائے شیون وفغاں بلند ہوئی روح رسولؐ خدا علیؑ مرتضیٰ و فاطمہؑ زہرا و حسنؑ مجتبیٰ کو ایسا صدمہ ہوا کہ اکبرؑ لحد میں بے تاب ہو گئے، غرض حضرت روتے ہوئے خیمہ گاہ کو چلے، حضرات جنابِ امام حسین علیہ السلام یہ خیال کرتے تھے کہ میں اہلِ بیتؑ سے یہ کہہ کر لایا تھا کہ علی اصغرؑ کو دکھا کر اس قوم شوم سے پانی طلب کروں گا، اگر پانی دیں گے اس کو سیراب کروں گا، اب اہلِ بیتؑ عصمت سے کیا بیان کروں گا کہ تیرِ جفا سے شہید ہوا یہ کہتے ہوئے دروازہ خیمہ پر پہنچے، زار زار روتے تھے، شدتِ رقت سے آواز نہ نکلتی تھی، حجاب مانع تھا کچھ کہا نہ جاتا تھا، ناچار بصد اضطرار و چشمِ اشکبار و دل بے قرار حضرت نے پکار کر کہا اے خواہرِ زینبؑ و اُمِ کلثومؑ و اے لیلیٰؑ آؤ کہ علیؑ اصغر کو آبِ کوثر سے سیراب کیا، صدائے امام مظلوم سن کر تمام اہلِ بیتؑ خستہ جگر دوڑے، دیکھا کہ علی اصغرؑ خون میں نہائے تیرِ جفا کھائے دامنِ پدر بزرگوار میں سوتے

ہیں اور حضرت امام حسینؑ زار زار روتے ہیں اور خون اس معصوم کا لے کر بطرف آسمان پھینکتے ہیں، اہلِ بیتؑ یہ حال دیکھ کر بے قرار ہوئے لاشِ علیؑ اصغر کو لے کر ایک ایک نے اپنے گلے سے لگایا، صدائے شیون و فغان چرخ چہارم کے پار گئی، جناب سکینہؑ اس معصوم کے لاشے سے لپٹ کر ایسے بین کرتی تھیں کہ دل سنگِ آب ہوتا تھا، حضرت نے فرمایا اے سکینہؑ، اے فاطمہؑ، اے زینبؑ، اے اُمِ کلثومؑ میں تم سے وداع ہوتا ہوں تم سب کو سپردِ خدا کرتا ہوں۔ وعدہ دیدار قیامت پر گیا۔ (مصائب الشہد امطبوعہ ۱۸۸۶ء ص ۵۱۲ تا ۵۱۵)

مقتلِ سادات

چمنستانِ محمدؐ کا شگوفۂ ناشگفتہ

﴿منیر زیدی الواسطی دہلوی﴾

دنیا والو! آج میدانِ کارزار میں اس وقت وہ دلیر اور منچلا ششماہہ مجاہد ہزاروں قصائیوں کی چھریوں کے سامنے ہنستا اور ہمکتا ہوا جا رہا ہے جس کی مثال تمام دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملے گی۔ صبح سے اس وقت تک جتنے مجاہد میدانِ کارزار میں آئے انہوں نے قتل بھی کیا اور خود بھی قتل ہوئے۔ مگر یہ وہ مجاہد ہے جس نے غصے سے کبھی کسی کو انگلی بھی نہیں لگائی، تیوری چڑھا کر کبھی دیکھا بھی نہیں، بلکہ دوست و دشمن جس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا یہ مسکراتا ہوا اس کی آغوش میں چلا گیا، لیکن آج باپ کی نصرت میں اس کی آستینیں چڑھی ہوئی ہیں۔ امام کے کانپتے ہوئے ہاتھ اس کا مرکب ہیں، جُتی بھنویں اس کے دو نیچے ہیں اور مظلوم باپ نے اس کو میدان جنگ کے لئے بقول انیسؔ اس طرح سنوارا ہے کہ:

بنا کے شکل مجاہد کی لے چلے حضرت
اُلٹ دیا علی اصغرؑ کی آستینوں کو

دنیا ہزار پلٹے کھائے، لاکھ شاعر پیدا ہوں، لیکن یہ تصویر کشی جس کے حصہ کی تھی وہ قلم توڑ گیا اور قلم کی طاقت ختم کر گیا، نہ اب ایسی تصویر کوئی کھینچے گا اور نہ ایسا مجاہد روئے زمین پر پیدا ہوگا۔

قرآن سے مماثلت

دھوپ کی شدت سے اس وقت پتھر پگھلے جا رہے تھے اُس منہ بند کلی کا تو ذکر ہی کیا ہے جس نے بادِ سموم تو کجا خزاں کا جھونکا بھی کبھی برداشت نہ کیا تھا، امام حسین علیہ السلام نے دامن قبا رُخِ علی اصغرؑ پر ڈھانپ دیا اور اس شکل سے اپنی آخری کمائی دربارِ ربُّ الارباب میں بھینٹ چڑھانے چلے۔ فوجِ کفار نے علیؑ اصغر کے شلوکے پر دامنِ قبائے امام دیکھ کر یہ سمجھا کہ حضرت اب اپنی تنہائی سے عاجز اور اپنے قتل کا یقین کر کے صلح کے لئے قرآن کا جزدان قبا میں لپیٹے لا رہے ہیں اور اس کے واسطے سے اپنی مدد اور جان بخشی چاہتے ہیں۔ اُن بولتے ہوئے پتھروں کو کیا خبر تھی کہ وہ قرآن ناطق کا پارۂ جگر ہے جو اپنے بابا کی حمایت میں جان دینے آ رہا ہے اور جس پر دشمنوں کو بھی قرآن کا دھوکا ہو رہا ہے۔

بہر حال چند فرعونِ بے سامان اپنے زعم باطل میں زبانِ امام سے عجز وانکسار کے الفاظ قریب سے سننے کے لئے اپنے اپنے مرکب بڑھا کر آگے آئے اور اُن کے پیچھے شیاطین کی پیادہ فوج بھی آگے کو رینگی، حضرت نے یہ دیکھ کر طفلِ صغیر کے چہرے سے دامن قبا کو ہٹا دیا۔ سورج کی کرنوں نے اپنا رُخ شرما کر آڑا کر دیا۔ جلتی ہوئی گرم ہوا قریب آ کر تھم گئی اور علیؑ کے پوتے کا جلوہ دیکھ کر کافر بھی مبہوت ہو گئے، حضرت نے فرمایا "اے قومِ جفا کار میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ اور یہ طفل صغیر ساقی کوثر کا پوتا ہے۔ اگر تمہارے زعمِ ناقص میں میں نے کوئی گناہ کیا ہے تو اس بچے کا کیا قصور ہے کہ

تین دن سے اس پر پانی بند ہے، آلِ معاویہ کے دوستو تم آلِ رسولؐ سے دوستی کرو مگر بچے سے دشمنی تو کسی مذہب میں روا نہیں اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے ورنہ مجھے سوال کی ضرورت پیش نہ آتی، شمر تو یہاں موجود ہوگا اُس سے دریافت کرلو کہ ہم نے تو زمانۂ اقتدار میں بھی دشمنوں تک پر بھی پانی بند نہیں کیا اور یہ تو ہر نگاہ میں معصوم ہے پانی کے دو قطرں سے اس کا خشک گلا تر ہو سکتا ہے اور اس سے بہتے ہوئے دریا میں کمی نہیں آجائے گی۔

حضرت علی اصغرؑ کا رجز

جب حضرت کے جواب میں کوئی آواز بلند نہ ہوئی تو آپ نے اپنے بچے کو چھاتی سے لگا کر کہا:

''بیٹا! تم بھی تو حجتِ الٰہی کے فرزند ہو، ان اشقیاء پر حجت تمام کر دو'' یہ سننا تھا کہ ششماہے مجاہد نے باپ کی آغوش سے سر بلند کر کے فوجِ شقی کو دیکھا اور اپنا چہرہ اشقیا کو دکھایا یہی اس مجاہد کا رجز تھا، جس کی تشریح یہ ہو سکتی ہے ''دیکھ لو! مجھے اچھی طرح دیکھ لو!! میں علیؑ کا پوتا اور حسینؑ کا بیٹا ہوں، بابا پر ظلم تم نے توڑ رکھے ہیں جب وہ مجھ سے نہ دیکھے گئے تو خود میدانِ جہاد میں آ کر یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ ایک بچے کی زبان نے جنابِ یوسفؑ کی بے گناہی پر شہادت دی تھی اور ملکِ مصر کے باشندوں نے اُس کی تکذیب نہیں کی تھی۔ ایک طفل یعنی جنابِ عیسیٰؑ نے اپنی ماں کی پاک دامنی پر گہوارے میں گواہی دی تھی اور پھر سب معترضین نے سرِ تسلیم خم کر کے جنابِ مریمؑ کی بے گناہی اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کی تصدیق کی تھی۔ میں آج اسی طرح اپنے باپ کی بے گناہی اور اُن کی اُمامت پر گواہی دینے آیا ہوں، نُطق سے بھی عاجز نہیں ہوں، لیکن تمہاری شقاوت کو جانتا ہوں کہ تم اس پر بھی میری تکذیب کرو گے اور اس کا نتیجہ قہرِ الٰہی ہے،

لیکن یہ رحمت اللعالمین کے فرزند اور میرے باپ کو منظور نہیں اس لئے میں نے تین بار اپنا سر اُٹھا کر تم پر حجت کو ختم کیا اور گویا بزبانِ بے زبانی یہی رجز ہے۔''

جہاد اور شہادت

یہ جلوۂ فرزندِ صغیر ایسا جلوہ نہ تھا کہ قصائیوں کی آنکھیں جسے صبر اور ضبط سے دیکھ سکتیں، اکثر قسی القلب سپاہیوں کی آنکھوں میں خون کے آنسو بھر آئے، لیکن چونکہ کوئی جواب نہ آیا اس لئے رجز کے بعد اب جہاد اور حملے کی ضرورت تھی اور مجاہد کو آج پوری طاقت اُس میدان میں دکھانی تھی۔ جہاں اس کے چچا اور پھوپھی زاد اور حقیقی بھائیوں نے شجاعت کے کرشمے دکھائے تھے۔ اس لئے ششماہے مجاہد نے بھی تیغ زباں غلافِ دہن سے نکالی اور ابھی خشک ہونٹوں کی سان پر اُسے رکھ کر پھرایا تھا کہ بڑے بڑے شجاعوں کے دل کٹنے اور خون ہونے لگے اور بعضوں کی آواز گریہ میں صدائے الامان بلند تھی، یہ دیکھتے ہی ننھے سپاہی کو جدِ امجد کی اُمت پر رحم آ گیا، اور تیغ بے آب کو آبدار بنائے بغیر غلاف دہن میں رکھ لیا اب کیا تھا عمرِ سعد نے رنگ بے رنگ دیکھ کر حرملہ بن کاہل اسدی کو اشارہ کر کے کہا اقطع کلام الحسین، کیا دیکھتا ہے حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے' بد بخت ازلی نے تیر سہ پہلو جوڑا، اُدھر کمان کڑکی ادھر چھوٹے سپاہی نے باپ کے ہاتھوں پر ٹھاٹھ بدلا، حسینؑ نے بھی بچے کو چھاتی سے لگانا چاہا لیکن مجاہد کا جہاد ختم ہو چکا تھا، بیٹے کے حلقوم اور باپ کے بازو کا وصال ہوتے ہی بچّہ باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔

ناقہ صالح سے تشبیہ:

نو ؔشم زائل شدہ باپ نے اپنی آنکھ سے یہ سب کچھ دیکھا اور بازو شکستہ باپ نے

اپنے ہاتھ سے تیر سہ پہلو حلقوم علی اصغرؑ سے کھینچا، خون کا فوارہ ہمراہ پیکان برآمد ہوا، حضرت نے کمالِ صبر کے جوہر دکھاتے ہوئے بچے کا گرم گرم لہو اپنے چلّو میں لیا اور فرمایا پروردگار عام جو کچھ ہو رہا ہے وہ تو دیکھ رہا ہے اور جس راہ میں اس وقت میں گامزن ہوں اس کی منزلیں تیری ہی رحمت سے آسان ہو رہی ہیں، مگر اس سنگین واقعہ پر تجھے گواہ کرتا ہوں، منتقم حقیقی! یہ میرا بچّہ ناقۂ صالحؑ سے کم نہیں لیکن نانا کا قدم جب تک درمیان ہے اور میرے دم میں جب تک دم ہے میں اُن کی اُمت پر عذاب نہیں آنے دوں گا۔"

جنابِ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ میرے جدِ امجد نے چلّو کا خون جانبِ فلک پھینکا اور کوئی قطرہ زمین پر واپس نہ آیا۔

بچہ ہاتھ پر پھڑک کر ختم ہو گیا تو مظلومِ کربلا دیر تک خون بھری باچھوں اور رخسار کو چومتے رہے اور اپنے دستِ مبارک میں لگے ہوئے خون سے غمِ علی اکبرؑ میں سفید ہو جانے والی ریش مبارک کو خضاب کر کے فرمایا "میرے چاند! چلو تمہیں زیرِ زمین چھپا دوں، تم چلو تمہارے پیچھے میں بھی اسی ہیئت سے تمہارا خون چہرے پہ ملے نانا کے پاس آتا ہوں اور اُن ہی کو دکھاؤں گا کہ اس اُمت جفا کار نے تمہارا اور میرا کیا حال بنایا ہے اور میرا کیا انتظار؟ تمہاری دادی عرفۂ جنت سے منہ نکالے آغوش بکف تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔"

ہاتف کی ندا اور بچّے کا دفن

دل ہمہ داغ داغ امام کی حالت اس سانحۂ عظیم میں جو کچھ ہوئی وہ ہزار زخموں کی خلش کے برابر تھی اور سب سے زائد یہ خیال دامن گیر تھا کہ عالم مسافرت میں سب

طرف سے بے آس و مددگار مادرِ علی اصغرؑ کو کیا جواب دوں گا، جس سے سوال آپ کے وعدے پر اُس کے طفلِ ششماہہ کو لایا تھا۔ چنانچہ اسی فکر میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہوئے سات مرتبہ آپ خیمے کی طرف بڑھے اور سات مرتبہ یہی کلمہ ترجیع فرماتے ہوئے واپس ہوئے۔ مظلوم امام کے اسی فعل کی وہ تاسّی ہے جو مومنین روزِ عاشورا اپنے عمل میں کرتے ہیں۔ علامہ سیّد سبط ابن الجوزی اہل سنت والجماعت کی سند سے صاحبِ ناسخ نے روایت کی ہے کہ اس وقت ہاتف غیبی نے ندا دی ''بس بس حسینؑ! اب بچہ کو وداع کیجئے، جنت میں اس کے لئے دایہ مقرر ہے'' یہ سنتے ہی امام نے طفلِ شہید کو اُٹھائے ہوئے ہاتھ دعا اور شکر کے لئے بلند فرمائے اور راز و نیاز کی منزل ختم کر کے لاش کو زمین پر لٹایا اور فرمایا ''حوروں کی گودوں میں کھیلو۔ دایہ بہشت کا دودھ پیو۔ آخر اُمِ ربابؑ کی گود میں رہنا پسند نہ آیا'' یہ فرما کر امام نے تلوار سے قبر کھودی آغوش کے پالے کو زمین کے حوالے لیا اور بحالت مجبوری خود ہی مٹی دے کر گڑھا بند کر دیا۔ چھوٹی سی قبر دیکھ کر دل بھر آیا، آخر منہ رکھ کر اتنی دیر روتے رہے کہ پیاسے مجاہد کی خشک لحد تر ہوگئی۔ قبر علی اصغرؑ سے اُٹھ کر درِ خیمہ پر آئے اور آواز دی اُمّ ربابؑ سے کہنا تمہارا چھوٹا فرزند اپنی دادی کی سرپرستی اور دایۂ بہشت عنبر سرشت کی آغوش میں جا پہنچا اور اب پیاس اور دشمنوں کی اذیت سے پناہ خدا میں ہے'' مظلومہ بی بی سر پیٹتی ہوئی باہر نکل آتی مگر سب نے سنبھالا اور کہا کہ اُمِ لیلیٰؑ کو دیکھ کر صبر کرو جن کی ۱۸ برس کی محنت او رہمشکل نبی چاند اب تک آنکھوں کے سامنے خاک وخون میں غلطاں پڑا ہے آخر غریب ماں دل پکڑ کر اور کلیجہ مسوس کر رہ گئی، مظلومہ کی آہ سے عرشِ خدا کو زلزلہ ہوا، مگر رحمت اللعالمینؐ کے نواسے کا قدم درمیان تھا، جس نے ایسے آتے ہوئے عذاب ستّر دفعہ دفع فرمائے۔

نمازِ میّت

قبر کھودنے سے پہلے اس بچہ پر امام نے نماز بھی پڑھی اور یہ متواترات سے ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اور شہداء پر نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی، اگر شہید کے لئے اس نماز کی ضرورت نہیں تو آخر اس بچے پر یہ کیسی نماز تھی؟ جو پڑھی گئی تو اپنی شہادت کی تکمیل کے لئے اس شہادت کو مہر سمجھ کر امام نے یہ نماز ہدیۂ شکر پڑھی یا یہ نماز ہدیہ میّت جملہ شہداء کے لئے تھی، غرض اسرارِ امامت سے یہ وہ راز تھا جسے امام ہی جانتے ہیں چونکہ امام نے اس فرزند کو سپردِ زمین کر کے اپنی امانت سونپ دی تھی اس لئے یہ بالکل غلط ہے کہ بعد شہادت فرزند رسول الثقلین اس بچے کی لاش زمین سے نکال لی گئی اور اس بچے کا چھوٹا سا سر بھی نیزے پر بلند تھا، یہ محض بحور الغمہ کی من گھڑت روایات ہیں۔ امام جس بچے کو ناقہ صالحؑ سے تشبیہ دے چکے تھے اگر اس کی بے ادبی بعد دفن بھی جائز رکھی جاتی تو جہاں اس کا سر نیزہ پہ ہوتا وہاں آفتابِ حشر بھی ساتھ ساتھ سوا نیزہ پر نظر آنے لگتا اور آج نہ یہ واقعہ کوئی بیان کرنے والا ہوتا نہ سننے والا ہی روئے زمین پر کوئی نظر آتا۔ (مقتلِ سادات جلد دوم ص ۱۶۷ تا ص ۱۷۳)

بحر المصائب

﴿خواجہ شریف حسین صاحب کربلائی مشہدی﴾

شہادت حضرت علی اصغرؑ کی:

فرمایا حضرت جناب جعفر صادق علیہ السلام نے کہ مصیبت امام حسین علیہ السلام وہ مصیبت اعظم ہے کہ مصیبت پر اُس امام مظلوم کی تمام جن وانس وحش وطیور روئے، یہاں تک کہ آنکھوں سے جانوران وحشی کے اشک جاری ہوئے، مومنین جب کہ جانوران چرند و پرند کے اشک اس مصیبت عظیم میں جاری ہوں تو عجب ہے کہ ہم غلام

امام حسین علیہ السلام کے کہلائیں اور حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ہمیں واسطے رونے کے مصائب سیّد الشہداء پر خلق کیا ہو اور ہم نہ روئیں اور مصیبت پر اُس امام بیکس کے گریہ و بکا نہ کریں۔

کتاب منتخب و مقتل ابو مخنف وغیرہ کتب احادیث میں منقول ہے کہ جب روز عاشورا مآل کار فرزند رسولؐ مختار کا سوائے جنگ و کارزار کے کچھ نہ ٹھہرا اور سب اعوان و انصار و مونس غمگسار اس انام ابرار کے راہی جنت ہو چکے اور کوئی شخص اولاد و اقربا سے بجز عورات و چند اطفال خورد سال کے باقی نہ رہا، اس وقت اس امام مظلوم نے بے گناہ حسرت و یاس طرف لاشہ ہائے انصار و اقربا کے ملاحظہ کیا، دیکھا کہ عجیب صورت و شمائل کے نوجوان ذی شان مانند عباسؑ دلاور، عونؑ و محمدؑ، قاسمؑ و علی اکبرؑ سب بھائی اور بھتیجے اور بھانجے مثلِ گوسفندانِ قربانی بخاک و خوں غلطاں ریگستانِ گرم پر پڑے ہیں، دردہ سب جری و دیندار ماہ طلعت و عالی وقار مثل شیروں کے خواب گاہ شہادت میں سوتے ہیں۔

جبکہ حضرت نے سب اپنے اصحاب کو درجۂ شہادت پر فائز پایا اور کوئی ناصر و مددگار و معین و جاں نثار یمین و یسار آپ نے نہ دیکھا، اس وقت اپنی تنہائی و بیکسی پر کمال متاسف ہوئے اور مفارقت پر اُن سب انصار وفا شعار کی بہت روئے اور فرمایا افسوس صد افسوس کہ ہم یکہ و تنہا اس مجمع اعداء میں رہ گئے افسوس کہ اس غربت و بیکسی میں کیسے کیسے دوست و جاں نثار اور کیسے کیسے رفیق وفا شعار دیندار آج ہم سے جدا ہو گئے، پس بعد اس گریہ و بکا کے متوجہ طرف خیمہ گاہ ہوئے تا کہ اہلِ حرم سے وداع ہو کر میدانِ کارزار میں تشریف لائیں۔ پس حضرت نے درِ خیمہ سے آواز دی کہ اے بہن میری زینبؑ و اُمِ کلثومؑ اور اے سکینہؑ اور اے ربابؑ تم سب کو سلام آخری میرا پہنچے کہ اب میں رخصت

ہوتا ہوں اور تم کو بخدائے عزوجل سپرد کرتا ہوں کہ وہ خداوند حفیظ حافظ ونگہبان تمام عالم کا ہے، پس سنتے ہی آواز ہلاکت طراز اُس امام بیکس کے سب بیبیاں خیمۂ عصمت و طہارت سے سب بے تابانہ سروپا برہنہ روتی پیٹتیں ڈیوڑھی پر آئیں اور دیکھا کہ حضرت امام علیہ السلام آمادہ شہادت یکہ وتنہا کھڑے رو رہے ہیں، پس دیکھتے ہی اُس حال پر ملال آنحضرتؑ کے کوئی بی بی دامن امام زماں سے لپٹ گئی اور کوئی مخدومہ ستم دیدہ سموں پر ذوالجناح کے سر اپنا پٹکنے لگی اور کوئی زمین پر بے تاب ہو کر پچھاڑیں کھانے لگی۔ اُس وقت امام حسین علیہ السلام نے جنابِ زینبؑ خاتون، دخترِ خاتون قیامت سے فرمایا کہ اے بہن تمام اعوان وانصار ہمارے ہمیں تنہا چھوڑ کر راہی جنت ہوئے، اب کوئی ایسا غمگسار باقی نہیں ہے کہ ہماری نصرت و یاوری کرے اور عوض ہمارے جان اپنی ہم پر فدا کرے، پس اب میں شہادت پر آمادہ ہوں اور تم سے رخصت ہو کر مرنے کو جاتا ہوں، لیکن حال علی اصغرؑ شیر خوار کا مجھے بہ سبب پیاس کے متغیر معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا مجھے ضرور ہے کہ میں تدبیر تحصیل آب واسطے اس دُرِّ بے بہا و نایاب کے کروں۔

پس یہ کلام حسرت التیام امام علیہ السلام سے سُن کر جنابِ زینبؑ ناکام بہت روئیں اور عرض کی کہ فدا ہو جان بہن کی آپ پر، کیونکر حال علی اصغرؑ کا متغیر نہ ہو کہ تین شبانہ روز متصل گزر چکے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا لب ہائے نازنین اس ماہ جبیں تک نہیں پہنچا ہے اور نہ کوئی قطرہ دودھ کا اُسے میسر آیا ہے کہ اُس سے صورت اس کی زندگی کی ہوتی اور خود ماں اس بچے کی یعنی ربابؑ نایابی آب سے جاں بلب ہے اور دودھ اُس کا خشک ہو گیا ہے۔

پس امام حسینؑ نے اُس ماہ رو کو زینبؑ خاتون کی آغوش سے لے کر اپنے آگے

قربوس ذوالجناح پر بٹھا لیا اور بہ سبب کمال محبت کے بہ حسرت ویاس صورت اُس ماہ طلعت کی دیکھتے تھے اور تشنہ لبی پر اُس شیر خوار کے روتے تھے اور اُسے پیار کرتے جاتے تھے۔ پس وہ امام عالی مقام علیہ السلام سامنے صفوف لشکر ستم شعار کے کھڑے ہوئے اور اُس طفل صغیر کو ہاتھوں پر رکھ کر اُسے اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیرِ بغل اقدس نمایاں تھی، اور اُس وقت بآوازِ بلند واسطے اتمامِ حجت کے اُس قومِ نابکار سے ایسا کچھ فرمایا کہ اے اہل کوفہ وشام آیا جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اُمت سے یہ وصیّت کی تھی کہ میری اولاد سے بہ دغا وعناد پیش آنا اور اُن کو بہ ظلم وستم قتل کرنا، مقام حیرت ہے کہ راکب ومرکب تمہارے پانی سے سیراب ہوں اور پانی پینا سگ وخوک تک کا تمہیں گوارہ ہو اور اولادِ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ذرّیت فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کو ایک قطرہ پانی کا نہ ملے اور اُن پر اس قدر ممانعت پانی کی ہو کہ وہ سب نایابی آب سے بجائے وضو تیمّم خاک سے کریں۔ اے قوم بدکردار کیا قیامت ہے کفار ترک ودیلم تک کو تمہاری اجازت ہے کہ جس قدر چاہیں آبِ فرات سے سیراب ہوں، مگر اطفال خورد سال تک ہمارے ایک جرعہ پانی کا نہ پائیں، گو شدتِ تشنگی سے جاں بلب ہوں، اے قوم ستمگار اے فرقہ اشرار تین شبانہ روز ہم پر گزر چکے ہیں کہ تم نے ہم پر پانی حرام کر دیا ہے حالانکہ ہم اہلِ بیتؑ رسالت و معدن نبوت ہیں۔

اے اعدائے دین واے معاندینِ سیّد المرسلین آج تم نے مجھ مظلوم پر وہ ظلم کیا ہے کہ کوئی بے رحم عالم میں کسی ادنیٰ ترین مخلوقات پر ایسا ظلم نہ کرے، لعنت خدا تم پر کہ تم نے سب بھائی وفرزند واصحاب وفا شعار واعوان وانصار میرے قتل کیے اور مجھے ایسا بیکس وبے یار ومددگار کر دیا ہے کہ کوئی انیس وغمگسار میرا باقی نہیں ہے، مگر یہ طفل شیر

خوار کہ یہ بھی شدتِ پیاس سے جاں بلب ہے، تین شبانہ روز متصل اس پر بھی گزرے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا اُس ماہ رو کے لبوں تک نہیں پہنچا ہے۔ اے گروہ اشقیاء اے قوم بے حیا اگر تمہارے زعم باطل میں میں واجب القتل و گنہگار ہوں تو مجھے قتل کرو، لیکن یہ بچہ شیر خوار محض بے گناہ ہے اس پر رحم کرو اور اسے ایک جرعہ آب دو کہ یہ شدت تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے۔

مقتل ابومخنف میں منقول ہے کہ جناب سیّد الشہداء علیہ التحیۃ والثنا ابھی اُس قوم اشقیاء پر اتمام حجت کر رہے تھے کہ ایک ملعون بے رحم نے ایک تیر مسموم طرف امام مظلوم کے ایسا تاک کر مارا کہ وہ تیرِ ستم حلق نازنین علی اصغرؑ ماہ جبیں کو اُس کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے نکل گیا اور ایک روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ وہ تیرِ جفا پہلوئے نازنین اُس ماہ لقا پر اس قوت سے آن کر لگا کہ وہ شاہزادہ ہاتھوں پر امام حسین علیہ السلام کے تڑپنے لگا اور وہ حضرت دیکھتے ہی اس مصیبت عظیم کے چلائے اور فرمایا ہائے علی اصغرؑ نورِ نظر، ہائے اے پارۂ جگر، افسوس ہے کہ تجھ سے ماہ انور کو قتل کیا اور ایک قطرہ پانی کا نہ دیا، پس اُس طفل شیر خوار نے بہ نگاہِ یاس طرف صورت اپنے باپ کی دیکھا اور کچھ مسکرایا اور رحلت کر گیا۔ پس امام حسینؑ مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے اور خون زخم گلوئے نازنیں اس ماہ جبیں سے چلّو بھر کر طرف آسمان کے پھینکا اور جناب احدیت میں عرض کی کہ اے پروردگار عادل و عالم تو خوب واقف ہے حال سے میرے اور ان اعدائے دین کے کہ ان بے رحموں نے کیسے کیسے ظلم و ستم مجھ پر کیے ہیں یہاں تک کہ قتل کیا اُن اشقیا نے اس طفلِ شیر خوار کو کہ جو ہم صورت تھا تیرے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اُس خون سے ایک قطرہ تک زمین پر نہ گرتا تھا، پس امام حسین علیہ السلام خیمہ حرم محترم میں تشریف لائے اور لاش اُس

معصوم شیر خوار کی مادر ستم دیدہ کو اُس کی دے دی اور رو کر فرمایا کہ اے ربابؑ صبر کرو اس مصیبتِ عظیم پر کہ جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اُس پروردگار کا کہ جو خالق آسمان وزمین ہے اور یہی امر باعث رضائے خدائے عزوجل ہے اور علی اصغرؑ اب ایسے آبِ خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا، پس جنابِ ربابؑ خاتون لاش اُس پارۂ جگر کی اپنی آغوش میں لے کر بہت روئیں اور بکمالِ حسرت صورت اُس ماہ طلعت کے دیکھتی تھیں اور خون حلق نازنین اُس ماہِ جبیں سے پونچھتی جاتی تھیں اور منھ اپنا منھ پر اُس نورِ نظر کے رکھے ہوئے یہ بین جگر خراش کرتی تھیں کہ ہائے اے پارۂ جگر ہائے اے نورِ نظر، ہائے علی اصغرؑ افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے تجھ معصوم شیر خوار پر رحم نہ کیا اور تجھ سے بے گناہ ماہ مُیز تصویرِ رسول مقبولؐ کو تیر سے شہید کیا اور وہ مخدومۂ کونین خون گلوئے شیرِ خوار سے لے کر اپنے منھ پر ملتی اور پیار کرتی جاتی تھیں اور کہتی تھی کہ اے علی اصغرؑ مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ دودھ تمہارا پیکانِ تیر سے بڑھایا جائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ نے حال مادر علی اصغرؑ کا نہایت ہی متغیر پایا جلد اُس نورِ چشم کو گود سے اُس معظّمہ ستم رسیدہ کے لے لیا اور اُس بی بی مظلومہ کو روتی پیٹتی چھوڑ کر قتل گاہ میں تشریف لائے اور لاش اُس بچے کی لاشہائے شہداء میں رکھ دی۔

اور احتجاج طبرسی میں یوں منقول ہے کہ جنابِ امام حسینؑ لاش علی اصغرؑ کو آغوش اقدس میں لے کر تشریف لائے اور پشت ذوالجناح سے اُتر کر نوک شمشیر سے ایک گڑھا بہ صورت قبر آپ نے کھودا اور خون حلق نازنین علی اصغرؑ سے لے کر تمام بدن پر اُس بچّے کے بجائے کفن ملا اور آپ ہی اپنے ہاتھ سے اُس چاندسی صورت کو خاک میں چھپادیا، پس بعد دفن اُس ماہِ انور کے قبر پر اُس کی روتے تھے اور فرماتے تھے اے نورِ نظر اے علی اصغرؑ قسم بخدائے عزوجل کہ بعد تیری شہادت کے اب کوئی ناصر و مددگار و

مونس و غمگسار ہمارا باقی نہیں ہے کہ جسے اس مصیبت عظیم و بلائے جسیم میں تسکین مجھ بے کس کی ہو، پس اے نورِ چشم جب تک ہم جیتے ہیں، تیری مفارقت میں رویا کریں گے اور دوست تاسف ہمیشہ ملا کریں گے، جب تک کہ تجھ سے نہ ملیں، پس حضرت نے بکمال حسرت قبر علی اصغرؑ پر گریہ و بکا کیا اور بعد اس کے خود آمادۂ شہادت ہوئے۔

(بحر المصائب ص ۲۴۱ تا ۲۴۶)

اصحاب الیمین

﴿علامہ حسین بخش مجتہد العصر﴾

شہادتِ حضرت علی اصغر علیہ السلام

ان کی والدہ جناب ربابؑ بنت امراؤ القیس بن عدی کلبی تھیں قمقام سے مروی ہے کہ امراؤ القیس بن عدی نصرانی تھے اور جب مسلمان ہوئے تو اس وقت خلافت ثانیہ کا دور تھا خلیفہ نے اس کو بنی قضاعہ کی سرداری کا عہدہ تفویض کیا یہ عہدہ حاصل کرنے کے بعد جب مسجد نبوی سے نکلے تو حضرت امیر المومنینؑ اپنے دونوں شہزادوں سمیت اُن سے جا ملے۔ رسمی تعارف کے بعد آپ نے امراؤ القیس سے خواستگاری کی تو اُنھوں اس نے عرض کی اے آقا میری تین لڑکیاں ہیں۔ ایک کا نام محیات ہے اس کا میں نے آپ سے نکاح کیا اور دوسری کا نام سلمیٰ ہے وہ حسنؑ کے نکاح میں دیتا ہوں اور تیسری کا نام ربابؑ ہے اور وہ میں نے حسینؑ کو نکاح میں دی۔ بہر کیف ربابؑ کا عقد حضرت حسینؑ کے ساتھ خلافت ثانیہ کے دور میں ہوا۔ جناب سکینہؑ خاتون اور حضرت علی اصغرؑ اُنھیں خاتون کے شکم پاک سے تھے۔ یہ خاتون امام عالی مقام کی بڑی وفادار تھیں اور امام پاک بھی اُن سے محبت بہت کرتے تھے صمصام سے مروی ہے کہ

جب اُن خاتون نے ابنِ زیاد کے دربار میں اپنے مولا کا سر دیکھا تو ضبط نہ کر سکیں۔ اور نامناسب مقام سے سر پاک کو اٹھا کر گود میں لے لیا اور سخت ماتم کیا۔

میں نے بعض کتب مراثی میں دیکھا ہے کہ شب یازدہم جب اُمّ ربابؑ کو ماتا کی محبت نے مجبور کیا تو میدان کی طرف چل پڑیں تاریکی شب سے دکھائی کچھ نہ دیتا تھا لیکن علی اصغرؑ کا تصور دل پر تھا پس جب بھی کوئی بلند جگہ سامنے آتی اور پاؤں کو دھکا لگتا تو فوراً ہائے اصغرؑ کر کے بیٹھ جاتیں کہ ممکن ہے یہ میرے اصغرؑ کی قبر ہو۔

کامل ابنِ اثیر سے مروی ہے کہ جناب ربابؑ جب شام کی قید سے رہا ہو کر بمعہ قافلہ مدینہ واپس آئیں تو اشرافِ قریش نے خواستگاری کی لیکن اُن وفادار خاتون نے جواب دیا کہ رسول اللہ کے رشتہ کے بعد کسی دوسرے سے اپنا رشتہ نہیں کرنا چاہتی پس غم و اندوہ میں ایک سال گزارا اور تازیست سایہ میں نہ بیٹھیں کمزوری دلاغری بدن پر غالب آ گئی تھی نیز مروی ہے کہ ایک سال امام حسین کی قبر کی مجاوری کی نیز کافی سے بھی مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا شہادت حسینؑ کے بعد یعنی کلبیہ عورت نے ایک سال برابر امام کی قبر کی مجاوری کی جناب ربابؑ اس قدر روتی تھیں کہ قرب و جوار کی تمام عورتیں ان کے گریہ سے متاثر ہو کر روتی تھیں اور اس قدر روئیں کہ آنکھوں سے آنسو ختم ہو گئے ایک کنیز کو دیکھا کہ اس کی آنکھ میں آنسو موجود ہیں اس سے وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ میں ستّو استعمال کرتی ہوں جس کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو ختم نہیں ہوتے پس بی بی نے ستّو تیار کرائے اور تمام کنیزوں اور قبیلے کی عورتوں میں تقسیم کیے۔ اور فرمایا میں چاہتی ہوں کہ مجھ میں امام حسینؑ کے ماتم میں رونے کی زیادہ سے زیادہ قوت پیدا ہو۔

ایک دن کسی نے پہاڑی پر پرندہ کا گوشت بھونا ہوا ہدیہ کے طور جناب ربابؑ کو

پیش کیا تو بی بی نے جواب دیا کہ یہ غذا ان لوگوں کی ہے جو عروسی منا رہے ہوں ہم لوگ ماتم دار ہیں اس قسم کی غذائیں ہمیں زیبا نہیں پس جو شخص لایا اس کو وہ غذا واپس دی گئی پس وہ شخص فوراً غائب ہو گیا۔ معلوم نہ ہوا کہ جانب آسمان پرواز کر گیا ہے یا زمین میں چلا گیا ہے۔

سبط بن جوزی سے تذکرۃ الخواص میں منقول ہے۔

جناب ربابؑ امام حسینؑ کے بعد ایک سال زندہ رہیں اور غم واندوہ کی حالت میں ان کا انتقال ہوا اور حسینؑ کے بعد کبھی سایہ میں نہ بیٹھیں مشہور ذاکرین میں یہ بھی ہے کہ انھوں نے تازیست ٹھنڈا پانی بھی نہ پیا۔

روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدینے میں پہنچنے کے بعد ایک سال زندہ رہیں لیکن یہ معین نہیں کیا جا سکتا کہ مدینے میں کچھ دن رہ کر پھر امام پاک کی قبر پر تشریف لے گئیں اور ایک سال وہیں غم کی حالت میں رہ کر انتقال فرمایا یا شام سے واپسی پر ایک سال قبرِ حسینؑ کی مجاوری کی اور پھر مدینہ میں تشریف لائیں نیز یہ بھی ممکن ہے کہ تمام مدت زندگی بعد از سفر شام ایک سال ہو جو قید کے بعد مدینے میں گزاری اور اور ہر وقت کی ماتم داری کو مجاورتِ قبرِ حسینؑ سے تعبیر کیا گیا ہو۔

شہادت شہزادہ علی اصغرؑ

میں اس شہادت کو سیّد العلما علاّمہ مولانا سیّد محمد باقر شاہ صاحب قبلہ کے مسودۂ مجالس سے نقل کرتا ہوں تذکرہ سبط بن جوزی میں ہشام کلبی سے مروی ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ نے دیکھا کہ لوگ میرے قتل پر آمادہ ہیں تو قرآن مجید کو کھول کر سر پر رکھا اور بآواز بلند ندا دی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اور میں تمہارے رسولؐ کا نواسہ ہوں بتاؤ میرے خون کو کیوں جائز سمجھتے ہو؟ اتنے میں آپ

نے اپنے شیر خوار کی آواز سنی جو شدّتِ تشنگی سے رو رہا تھا۔ پس اس کو ہاتھوں پر اٹھایا اور فرمایا اے قوم اگر تم لوگ مجھے قابلِ رحم نہیں سمجھتے تو اس بچّے پر تو رحم کرو کیا عرض کروں کہ اس کا جواب کیا ملا؟ ایک شقی ازلی نے چلّہ کمان سے تیر رہا کیا اور بچہ باپ کی گود میں شہید ہو گیا۔ امام نے رو دیا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کی میرے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنا جنھوں نے ہمیں دعوت دی اور پھر ہماری نصرت سے دست بردار ہو کر ہمارے قتل کے درپے ہوئے ہاتف غیبی کی ایک ندا آئی۔

اے حسینؑ فکر نہ کرو اس بچہ کے لئے جنت میں ایک دایہ مقرر ہے (نفس المہموم صفحہ ۱۸۵)

ممکن ہے اس دایہ سے مراد کوئی حور ہو یا شاید اس سے مراد جناب خاتونِ جنت ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جناب زینبؑ خاتون سے علیؑ اصغر کو طلب فرمایا تھا کہ مجھے شیر خوار دیجئے تا کہ میں اُس سے وداع کرلوں لیکن جب دیکھا کہ پیاس سے اُس کے لب خشک ہیں اور رو رہا ہے تو پانی طلب کرنے کی خاطر ہاتھوں پر اٹھا کر میدان میں لے آئے اور شیر خوار کے لئے پانی طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے قوم تم لوگوں نے میرے جوان بھائی، بیٹے اور انصار کو شہید کر ڈالا ہے اب اس بچے کے سوا میرے پاس اور کوئی باقی نہیں رہا کم از کم اس کو تو پانی پلا دو۔ اگر میرے اُوپر تم رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر رحم کرو لیکن امام عالی مقام کی اس تقریر کا ان سنگدلوں پر کیا اثر ہوا؟ اتنا ہی عرض کرتا ہوں کہ ایک تیر جفا گلوئے نازنین کی طرف آیا جس کے صدمہ سے بچہ باپ کی گود میں ہمک کر ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

کتاب محرق القلوب صفحہ ۱۴۹ پر ہے کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے تیر مارا اصغرؑ کی گردن سے گزر کر امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا حضرت نے وہ تیر زور سے کھینچا اور حلق علی اصغرؑ سے بہنے والا خون اپنے چلّو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا بچے

نے پُر ارمان نگاہ اپنے باپ کے چہرے پر دوڑائی اور ایک تبسم کر کے آنکھیں بند کر لیں۔ امام نے سرد آہ کھینچی کہ زمین میں زلزلہ آیا پس خیام کا رُخ فرمایا اور قریب پہنچ کر اہلِ حرم کو صدا دی کہ یہ لو علی اصغرؑ حوضِ کوثر سے سیراب ہو چکا ہے جونہی بیبیوں نے آواز سنی سراسیمہ دوڑ کر آئیں حضرت نے وہ بچہ ماں کی گود میں دیا۔

اس میں شک نہیں کہ اس دنیاوی پانی کے بدلے میں امام حسینؑ کو چار قسم کے پانی عطا ہوئے (۱) کوثر کہ حسینؑ کے عزادار اس کو پی کر مسرور ہوں گے۔ (۲) آبِ حیات جس کو عزاداروں کی آنسو سے ملایا جاتا ہے اور اس کی شیرینی میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ بھی حسین کے ماتم داروں کے لئے جنّت میں ہوگا۔ (۳) تمام مومنوں کی آنسو کا پانی کیونکہ حضرت حسینؑ قتیل العبرہ ہیں۔ (۴) ہر سرد پانی کیونکہ جب بھی کوئی مومن پانی پیتا ہے تو اپنے آقا و مولا کی تشنہ لبی کو یاد کرتا ہے۔ نیز مستحب بھی ہے کہ جب بھی انسان سرد پانی پیئے تو امام حسینؑ پر سلام و درود اور آپ کے قاتلوں پر لعنت بھیجے۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ دینِ خدا کی حفاظت کے لیئے آپ کو پانی کے چار قسموں کے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ آپ کا پہلا حق تو وہی ہے جو تمام بنی نوع انسان کو پانی کے استعمال کے لیئے بالعموم حاصل ہے۔

دوسرا حق ذی رُوح ہونے کی حیثیت سے پانی کے استعمال کا حق حاصل ہے کیونکہ ہر ذی روح کی زندگی کا دارومدار پانی پر ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی مملوک حیوان پیاس کی شدت سے مر رہا ہو اور پانی میسر نہ آتا ہو تو نمازِ خدا کے لیئے تیمّم کر لیا جائے اور اُس حیوان کی زندگی کو بچانے کے لیئے پانی اس کو پلا دیا جائے۔

تیسرا حق بالخصوص اہلِ کوفہ پر تھا کہ آپ نے کئی مرتبہ پیاس سے جان بلب ہونے کی حالت میں ان کو سیراب فرمایا تھا ایک دفعہ قحط سالی میں امام حسینؑ کی دعا سے بارانِ

رحمت کا نزول ہوا تھا۔ دوسری مرتبہ جنگ صفین میں جب فوج شام نے پانی پر قبضہ کیا تو امام حسینؑ نے باعجاز امامت ان کو سیراب کیا تھا اور تیسری مرتبہ لشکرِ حر کو سیراب فرمایا تھا۔ ان ہر سہ حقوق کے باوجود آپ کو دریائے فرات کے کنارے پر بمعہ اصحاب واہلِ بیت پیاسا شہید کر دیا گیا۔

چوتھا حق خصوصی یہ بھی تھا کہ دریائے فرات بالخصوص جناب بتول معظمہ کے حق مہر میں داخل تھا۔

امام عالی مقام پر پیاس کی شدت حد درجہ کو پہنچی ہوئی تھی لیکن چار اعضاء مبارکہ پیاس سے سخت طور پر متاثر تھے (۱) لب ہائے مبارک بالکل خشک تھے (۲) جگر کباب ہو رہا تھا (۳) زبان خشک تھی (۴) چشم اطہر کے سامنے آسمان تاریک تھا (ملخص از خصائص)

جناب سکینہؑ خاتون جب بعد از شہادت بابا کی لاش پر پہنچیں تو فرماتی ہیں گلوئے بریدہ سے آپ یہ فرما رہے تھے:

اے میرے شیعو! جب سرد پانی پینا تو مجھے یاد کرنا۔ یا اگر کسی مسافر یا شہید کا ذکر سننا تو میرے اُوپر آنسو بہالینا میں وہ سبط ہوں کہ مجھے انھوں نے بغیر جرم کے قتل کیا ہے اور قتل کے بعد گھوڑے کے سموں سے مجھے پامال کیا ہے ان پر ویل ہو کہ انھوں نے رسولؐ الثقلین کے دل کو زخمی کیا ہے کتنی زبردست مصیبت ہے جس نے ارکان عالم کو منہدم کر ڈالا ہے کاش یوم عاشور تم سب مجھے دیکھتے ہوتے۔

کہ میں کس طرح اپنے بچّے کے لئے پانی مانگ رہا تھا اور وہ توجہ نہ کرتے تھے اور پانی کے بدلے میں اس کو انھوں نے تیرِ جفا کا پانی پلایا۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام نے شیر خوار شہزادے کا خون چلّو پر لیا۔ اور اُسے آسمان کی طرف پھینکا کہ ایک قطرہ واپس نہ آیا غالباً وہ ملائکہ کرام نے اپنے پاس محفوظ

کرلیا ہے کہ بروزِ محشر اسے بطور شہادت کے پیش کیا جاسکے کتابِ احتجاج میں ہے کہ پس آپ گھوڑے سے اُترے اور خون آلود نازنین کو سپرد خاک فرمایا۔ مروی ہے کہ نوکِ تلوار سے قبر کھودی اور نمازِ جنازہ ادا فرمائی پھر دفن کیا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام شُہدا میں اس شہید کے ساتھ یہ نرالا سلوک کیوں ہوا؟ تو اس کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں۔ (۱) شاید یہ وجہ ہو کہ باقی شہیدوں میں سے کسی کے لئے اس قدر وقت نہ مل سکا ہو (۲) شاید یہ گوارا نہ تھا کہ اس نازنین کا سر بھی تن سے جدا ہو کر نوکِ نیزہ پر آئے۔ (۳) شاید تین روز تک ریگ گرم پر بچے کا رہنا ناگوار ہو (۴) ممکن ہے گھوڑوں کے سموں میں پامال ہونے سے حفاظت کے لئے ایسا کیا ہو (۵) ممکن ہے شہزادہ کی خورد سالی و پیاس کی شدّت اور مظلومت سے تیر جفا کا نشانہ بننا ایسے رُوح فرسا واقعات تھے جن کے پیشِ نظرِ معصوم کی لاش کو دیکھنے کی تاب برداشت نہ ہو (۶) شاید دوسری لاشوں کی طرح اس لاش کا دوبارہ لٹنا منظور خاطر نہ ہو۔ اور عرض کرتا ہوں شاید یہ وجہ بھی ہو اس معصوم بچّے کی درد رسیدہ ماں جب کل مقتل میں آئے گی تو شاید علیؑ اصغر کی معصومیت و مظلومیت اور پھر جسم نازک کا گرم زمین پر رہنا برداشت نہ کر سکے اور نیز اس کی یتیم بہنیں اور پھوپھیاں بھی ضبط نہ کر سکیں گی۔ پس امام نے مصلحت اسی میں سمجھی کہ اس کی لاش کو سپرد خاک کیا جائے۔ (اصحاب الیمین صفحہ:۱۱۶ تا ۱۲۰)

ریاض الشّہدا

﴿مولانا سیّد محمد مجتبیٰ نوگانوی﴾

کبوتر کا فرات سے علی اصغرؑ کے لئے پانی لانا، شہادتِ شیر خوار، گرفتاری حرملہ در عہدِ مختار:

صاحبِ نظم الاحزان لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں کسی نے

کبوتروں کا ایک جوڑا بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ چونکہ آنحضرت سفر میں تھے، اس لئے آپ نے محمل میں ایک خانہ بنوا کر اس کو پرورش کیا۔ راہ میں اُنہوں نے بچّے بھی دیئے تھے۔ جناب حضرت وارد کربلا ہوئے اور قرقِ آب ہوا تو حضرت نے اپنی بہن اُمِ کلثومؑ سے فرمایا کہ اے بہن ان کبوتروں کو چھوڑ دو اس لئے کہ یہ ہمارے ساتھ بے وجہ ہلاک ہوتے ہیں۔ شاہزادی نے ان کو کھول دیا، چھوٹتے ہی وہ کبوتر نہرِ فرات پر گئے، لیکن اپنی پیاس نہ بجھائی بلکہ نر نے اپنے پروں کو پانی میں تر کیا اور کچھ پانی منقار میں لے کر جانبِ خیام امام علیہ السلام آیا، ہر چند اس کے بچّے منقاریں کھول کر دوڑے، مگر اس نے مطلق توجہ نہ کی بلکہ علی اصغرؑ کے جھولے پر آ کر پروں کو جھاڑنے لگا اور دہن بے شیر کے قریب منقار کر کے اشارہ کیا کہ کسی طرح یہ بچہ اپنا منھ کھولے، مگر مومنین ابھی تو یہ بچہ نوالہ سے بھی آشنہ نہ تھا اس کے اشارے پر کیونکر منھ کھولتا، میری سمجھ میں یہاں پر ایک نکتہ آتا ہے جس کو سن کر آپ تڑپ جائیں گے اور تمام عمر رونے کے لئے کافی ہوگا۔ وہ بچہ امام زادہ تھا، شاید یہ محسوس کرتا ہو کہ میں باپ کے ساتھ پانی پینے نہیں آیا ہوں بلکہ پیاسا رہنے میں مصلحت اور پیاس ہی پر نجاتِ اُمت رسولؐ منحصر ہے، اگر پانی پی لیا تو قیامت میں شیعوں کی شفاعت کا حق حاصل نہ ہوگا، اس لئے راضی برضا رہا اور منھ نہ کھولا، اس کبوتر نے وہ پانی رخسارۂ علی اصغرؑ پر ٹپکا دیا، پھر فرات پر گیا اور اسی طرح منقار میں پانی لے کر اور بال و پر تر کر کے چلا، یکا یک اس پر عمرِ سعد کی نگاہ پڑی وہ شقی اس حیوان کا مقصد سمجھ گیا حکم دیا کہ کوئی اس کو تیر سے ہلاک کر دے۔ یہ سن کر ایک ملعون نے اس کے ایسا تیر مارا کہ وہ کبوتر گر کر اپنے خون میں لوٹنے لگا۔

آہ آہ جانور تو یہ پاس کرتے تھے اور اُمت نے قطرۂ آب بھی نہ دیا۔ بلکہ سوالِ آب کا جواب تیرِ زہر آلود سے دیا۔ حسینؑ نے اپنے بے زبان فرزند کو آغوش میں لے

لیا، یا یوں کہیئے کہ گوہرِ عصمت صدفِ امامت میں آیا، بلندی پر جا کر ہاتھوں پر بلند کیا۔ یوں لگا جیسے قرآن رحل پر بلند ہوا، آواز دی کہ اے گروہِ غدار اگر تمہارے خیال میں میں گنہگار ہوں تو اس طفلِ شیر خوار کا کیا قصور ہے۔ یہ بچہ ناقۂ صالح سے کم نہیں، فرمایا کہ یہ پیاس سے جاں بلب ہے، اتنے پانی سے دریا کم نہ ہو جائے گا۔ حسین کا تلوار سے زائد تیز اور پانی سے زائد رواں کلام سوالِ آب میں برابر جاری تھا، مگر کوئی توجہ نہ کرتا تھا۔ آخر آپ بلندی پر سے اُترے، عبائے مطہر رُخ علی اصغرؑ سے ہٹائی مقابل صفوف کفار ہوئے ہر ایک لعین کو اس کی صورت دکھا دکھا کر پانی مانگا، ادھر سے اُدھر گئے، اُدھر سے اِدھر مگر کسی نے رحم نہ کیا، اُس وقت آپ بہت مایوس ہوئے اور بہ دردویاس علی اصغرؑ سے کہنے لگے کہ بیٹا میں تو اتمامِ حجت کر چکا تم بھی حجتِ خدا کے فرزند ہو، حجت تمام کرلو اوران لوگوں کو اپنی زبان دکھاؤ تا کہ کوئی قیامت میں عذر نہ کر سکے۔ یہ سننا تھا کہ علی اصغرؑ اپنی سوکھی ہوئی زبان کملائے ہوئے ہونٹوں پر پھیر پھیر کر رونے لگے، فوج میں تلاطم برپا ہو گیا، عمرِ سعد اضطرابِ لشکر سے گھبرایا اور حرملہ سے کچھ کہا یہاں پر میں اپنے بیان کو آپ کے تصور کے سپرد کرتا ہوں محبّانِ حسینؑ کا مجمع ہے صاحبانِ اولاد موجود ہیں، یہ تو نہ کہوں گا کہ عمرِ سعد نے کیا کہا اور حرملہ نے کیا کیا، مگر اتنا عرض کرنے دیجیئے کہ ربابؑ کی گود خالی ہوگئی، حسینؑ کا بازو مجروح ہو گیا، آہ! اگر وہ اشقیا پانی نہ دیتے اور یہ ظلم بھی نہ کرتے تو آنحضرتؐ کا دل صدمۂ علی اصغرؑ سے مجروح نہ ہوتا، آپ نے چُلّو زیرِ زخم شیر خوار لگا دیا، جب چُلّو خون سے بھر گیا تو چاہا کہ اس کو جانب آسمان پھینکیں، آواز آئی کہ یا ابن رسول اللہ اس خون ناحق کو اس طرف نہ پھینکیے گا ورنہ کبھی پانی کا قطرہ نہ برسے گا، پھر حضرت نے چاہا کہ زمین پر گرا دیں زمین نے استغاثہ کیا کہ اے ابنِ رسولؐ اللہ اس خون کو مجھ پر نہ گرایئے گا ورنہ آج سے ایک دانہ

روئیدہ نہ ہوگا۔ فرزندِ رحمۃ اللعالمین تھے کیا کرتے بہ مجبوری خونِ علی اصغرؑ اپنے چہرہ پر مل لیا کہ میں اسی طرح اپنے جد بزرگوار عالی مقدار سے ملاقات کروں گا اور لاش بے شیر سے خطاب کر کے فرمایا:

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں　　اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

اور ایک روایت میں عجب مضمون جانسوز وارد ہوا ہے لکھا ہے کہ جب حلقِ علی اصغرؑ پر تیر لگا تو وہ بچہ تڑپ کر حسینؑ کے ہاتھوں پر سے زمین پر گرا، فَصَاحَ الْحُسَيْنُ وَا وَالَدَاهُ وَاقُوَّتَا عَيْنَاهُ سیّد الشہد اپتابانہ رونے لگے اور فرمایا کہ اے نورِ نظر علی اصغرؑ تم بھی اس عالمِ بے کسی میں ہم کو چھوڑ کر چلے گئے، بیٹا میں تو تمہیں پانی پلانے لایا تھا۔ اب ربابؑ سے جا کر کیا کہوں گا۔

آہ! مومنین شہادتِ علی اصغرؑ ایسی عظیم مصیبت تھی کہ تمام اہلِ بیتؑ کے دل مجروح ہو گئے۔ خصوصاً جناب امام زین العابدین علیہ السلام تو تمام عمر اس صدمہ کو نہ بھولے، منہال سے مروی ہے کہ بعد واقعہ کربلا زمانہ حکومتِ مختار میں جب سیّد الساجدینؑ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ اے منہال مختار کیا کر رہے ہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ کے پدرِ بزرگوار اور ان کے انصار کے قاتلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر فی النار کر رہے ہیں۔ اس وقت امام نے نہ قاتلِ جنابِ علی اکبرؑ کو پوچھا، نہ قاتلِ حضرت قاسمؑ کا حال معلوم کیا، نہ قاتلِ جنابِ عباسؑ کو دریافت کیا نہ شمر خولی کا تذکرہ کیا، بلکہ پہلے ہی آپ نے یہ پوچھا کہ اے منہال حرملہ بھی گرفتار ہوا یا نہیں، میں نے عرض کیا کہ یا حضرت ابھی وہ شقی کوفہ میں زندہ موجود ہے۔ حضرت نے ایک آہ سرد کھینچی اور دعا کی کہ بارِ الہا اسے دنیا ہی میں آگ کا مزہ چکھا منہال کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں آیا اور مختار کی ملاقات کو گیا، ناگاہ! ایک شخص نے آ کر خوشخبری سنائی کہ حرملہ بھی گرفتار ہو گیا، جب لوگ اس کو

مختار کے سامنے لائے تو انہوں نے کہا کہ او ملعونِ خدا تجھ پر لعنت کرے تو نے یہ کیا ستم کیا تجھے شیر خوار پر کچھ رحم نہ آیا تو نہ جانتا تھا کہ یہ پارۂ جگر فرزندِ رسولؐ ہے یہ کہہ کر حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر آگ میں جلایا جائے، منہال کہتے ہیں کہ اُس وقت میں نے دو مرتبہ سبحان اللہ کہا، امیر نے اس کا سبب پوچھا تو میں نے دعائے سیّد الساجدینؑ کا ذکر کیا، مختار نے دو رکعت نمازِ شکر پڑھی، سجدۂ شکر ادا کیا، شکریہ کا روزہ رکھا اور کہا الحمدللہ میرے ذریعہ سے دعائے امام کا سرانجام ہوا۔

شہادت حضرت علی اصغرؑ، سیّد الشہداؑ کا آپ کی لاش پر نماز پڑھنا، دفن علی اصغرؑ مع وجوہ، جنابِ ربابؑ کا آپ کی قبر پر آنا:

سیدۂ عالم بھی غلاموں کی مجلس میں تشریف لا کر شریک عزا ہوتی ہیں۔ گریہ و بکا فرماتی ہیں بلکہ آپ کے ہاتھ میں ایک رومال ہوتا ہے جسے روتا دیکھتی ہیں رومال سے اس کے آنسو صاف کرتی ہیں اور بکمال شفقت فرماتی ہیں:

''میرے غمخوار خوشا حال تمہارا کہ تم میرے اس غریب فرزند کو روتے ہو جس کے رونے کو نہ ماں ہے نہ باپ اور بات بھی یہی ہے کہ وہ مظلومہ کیونکر نہ روئے کس طرح چین سے بیٹھ جائے، جس کا بھرا گھر دوپہر میں صاف ہو گیا یہاں تک کہ شیر خوار بچہ بھی حلقِ نازنین پر تیرِ ستم کھا کر راہی جنّت ہوا، آسمان و زمین کی حالت متغیر ہو گئی، لشکرِ مخالف میں بھی زخمِ گلو نے ہلچل مچا دی، سخت سے سخت دل والے منہ پھرا پھرا کر رونے لگے۔ بازوئے مظلوم کربلا بھی مجروح ہو گیا اور آپ پر ایسی بیکسی طاری ہوئی کہ عالمِ حسرت و یاس میں اپنے شیعوں کو یاد فرمایا:

''اے شیعو جب تم آبِ سرد و شیریں پینا تو میری پیاس کو ضرور یاد کر لینا اور جب کسی غریب یا شہید کا حال سننا تو میری غربت و بیکسی پر دو آنسو بہا لینا۔ کاش تم روز

عاشورا دیکھتے کہ میں کس طرح اپنے ششماہہ بچہ کے لئے پانی مانگتا تھا، مگران ظالموں نے مطلقاً رحم نہ کیا اور علی اصغرؑ کو پیاسا ہی شہید کیا۔

منقول ہے کہ حضرت لاشِ شیر خوار لیکر درِ خیمہ پر آئے اور بیرون خیمہ سے آواز دی کہ اے بہن زینبؑ علی اصغرؑ کو لو، لیکن مومنین سیّد الشہداؑ نے جناب زینبؑ کو کس لئے آواز دی، مادرِ علی اصغرؑ کو کیوں نہ پکارا، شاید حضرت کو جنابِ ربابؑ کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی ہو کہ علی اصغرؑ کو صحیح و سالم لائے تھے اور مجروح لئے جا رہے ہیں۔ اس لئے جنابِ ربابؑ کو نہ پکارا بلکہ ستم رسیدہ بہن کو آواز دی، جنابِ زینبؑ آئیں، دیکھا کہ حضرت کا عجب حال ہے۔ ہونٹ خشک، صورت پریشان، چہرہ حیران اور ہاتھوں پر لاشۂ علی اصغرؑ ہے، دیکھتے ہی ایک صیحہ کیا، اور مرقدِ رسولؐ کی طرف خطاب کر کے کہنے لگیں، نانا جان فریاد ہے اب ہماری مظلومیت و بیکسی کی حد ہوگئی کہ بچہ شیر خوار بھی شہید ہو گیا۔

بنا بر بعض روایات آنحضرت لاش علی اصغرؑ کو مقتل میں لائے اور نمازِ میّت پڑھی۔ یہاں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کم از کم چھ برس کی میّت کے لئے واجب ہے پھر آپ نے طفل شیر خوار کی میّت پر نماز پڑھی، شاید یہ وجہ ہو کہ نماز جنازہ بہ منزلہ دعا ہے یعنی حضرت نماز میت نہ پڑھ رہے تھے بلکہ درگاہ باری میں دعا کر رہے تھے کہ خداوند تو ارحم الراحمین ہے اس ہدیہ کو قبول فرما اور باعث نجات اُمت قرار دے یا شاید اس نماز سے حضرت نے اشقیا کو متنبہ کیا ہو کہ دیکھو ہم ایسے بچّے پر بھی نماز پڑھ رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمیں بے نماز چھوڑ کر چلے جاؤ، مگر آہ! آہ! وہ بے حیا نماز تو کیا پڑھتے فرزندِ زہراؑ کے دفن و کفن کا بھی سامان نہ کیا بلکہ اپنے کشتوں کو دفن کر کے لاشِ جگر پارۂ گوشۂ رسولؐ کو یونہی جلتی ریت پر پڑا ہوا چھوڑ گئے۔

دفنِ علی اصغرؑ پر ذوالفقار کا گریہ:

مصائب الابرار اور انوار الشہادۃ میں ہے کہ آپ نے دفن علی اصغرؑ کے لئے ذوالفقار سے قبر کھودنا چاہی اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی، حضرت اس کی طرف متوجہ ہوئے اور سبب گریہ پوچھا اس نے عرض کیا کہ یاابن رسول اللہ ایک روز حیدرؑ کرّار کسی جنگ سے مظفر و منصور عصمت کدہ پر تشریف لائے، جناب سیّدہ نے مجھے خون آلود دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اس وقت وہ معظّمہ روتی جاتی تھیں اور فرماتی جاتی تھیں کہ اے ذوالفقار روز عاشورا میرے حسینؑ کی نصرت میں کوئی کمی نہ کرنا، اے آقا مجھے نہ معلوم تھا کہ آپ آج مجھ سے بیلچے کا کام لیں گے اور ششما ہے کی قبر کھودیں گے میں اپنی عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روزِ قیامت فاطمہ زہراؑ کو کیا منہ دکھاؤں گی، یہ سن کر آنحضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا کہ اے ذوالفقار حسینؑ کو تو آج وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور اُمت کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے، غرض یہ فرما کر آپ نے قبر کھودی اور اپنے چاند کے ٹکڑے کو پیوندِ خاک کر کے زمین کربلا سے خطاب کیا۔

پہلے پہل چھٹا ہے یہ ماں کے کنار سے واقف نہیں ہے قبر کی شب ہائے تار سے
اے قبر ہوشیار مرے گلعذار سے گردن چھدی ہوئی ہے بچانا فشار سے
سیّد ہے لال حضرتِ خیر النساء کا ہے
معصوم ہے شہید ہے بندہ خدا کا ہے

حضرات حکم ہے کہ جب میت کو دفن کر دیں تو قبر پر پانی چھڑکیں۔ یہاں حسینؑ کے پاس پانی کہاں تھا، جو قبر علی اصغرؑ پر چھڑکتے، سر جھکا کر بیٹھے اور زار زار رونے لگے، یعنی پانی کی جگہ لحدِ معصوم پر آنسو چھڑکے، عزادارانِ حسینؑ دفنِ علی اصغرؑ کے متعلق

یہ سوال ہوتا ہے کہ سیّد الشہداء نے کسی شہید کی لاش کو دفن نہیں کیا، پھر لاش بے شیر کو دفن کرنے کی زحمت کیوں فرمائی۔ آہ سیّد الشہداؑ کو معلوم تھا کہ یہ ملاعین لاشہائے شہداء کو پامال کریں گے اور سر کاٹ کر نیزوں پر علم کریں گے، اس لئے آپ کو خیال ہوا کہ چھ مہینے کے بچے کی بساط ہی کیا ہے اور ان مصائب کا متحمل کیونکر ہوگا اس بنا پر ذوالفقار سے قبر کھود کر اپنے لختِ جگر کو پیوندِ زمینِ کربلا کیا۔

قبرِ علی اصغرؑ پر حضرت زینبؑ کے بین:

جنابِ زینب کو یہ معلوم ہوا کہ میرا شیر خوار ہدف تیر ہوا اور امام مظلوم نے اسے مقتل میں دفن کر دیا تو بنا بر روایت حمید بن مسلم خیمۂ عصمت سے اس بیتابی کے ساتھ نکلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرا زمین پر بوسہ دیتا جاتا تھا اور جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں اسی طرح آپ ستر جگہ گریں اور قبر علی اصغرؑ پر پہنچ کر وہ بین جگر خراش کئے کہ سننے والوں کے جگر پاش پاش ہو گئے۔ سیّد الشہداؑ آپ کو نامحرموں کی نظروں سے بچا کر خیمے میں لے گئے۔

(ریاض الشہدا ص ۲۹۶ تا ص ۲۹۹)

زینت المجالس

﴿مولوی محمد حسین﴾

رحمدلی رسولِؐ خدا اور کبوتر کا فرات سے علی اصغرؑ کے لئے پانی لانا اور شہادتِ شیر خوار و گرفتاری حرملہ ناہنجار در عہد مختار:

منقول ہے کہ ایک روز رسولِؐ خدا صحرائے مدینہ میں پھرتے تھے، دیکھا کہ ایک بڑھیا کنوئیں پر پانی بھرنے کو چڑھتی ہے لیکن پیری کے سبب سے پانی نہیں بھر سکتی تھی۔

حضرت کو اس کے حال پر رحم آیا اور پانی سے اس کی مشک بھر دی اور دوش مبارک پر اُس کو رکھ کر بڑھیا سے فرمایا کہ تو آگے میرے چل اور اپنے خیمہ کو دکھلا دے۔ ایک شخص اصحاب میں سے حضرت کے ہمراہ تھا، اُس نے ہر چند کہا کہ اس مشک کو میں لے چلوں، حضرت نے قبول نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ بارِ اُمت اُٹھانے کے لئے میں ہی اولیٰ ہوں، یہاں تک کہ اُس کے دروازہ پر پہنچے اور مشک کو زمین پر رکھ دیا اور وہاں سے چلے گئے اور بڑھیا خیمہ کے اندر گئی اور اپنی بیٹیوں سے کہا کہ مشک کو باہر سے اُٹھا لاؤ، اُنہوں نے کہا کہ اے مادر تو اُس مشک کو یہاں تک کیونکر لائی اُس نے کہا کہ ایک مرد شیریں گرفتار، خوبصورت، نیک کردار اور خوش خو مجھ پر مہربانی کر کے یہاں لایا ہے انہوں نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے، اُس نے کہا کہ وہ جاتا ہے وہ بیٹے بڑھیا کے حضرت کے پیچھے گئے اور اُنہوں نے حضرت کو پہچانا اور پاؤں پر گر پڑے اور حضرت کو اپنے خیمہ کے قریب لائے اور اپنی ماں سے کہا کہ اے مادر یہ جوان وہ ہے کہ تو شب و روز جس کی مشتاقِ دیدار تھی اور جس کی محبت میں دم مارتی تھی، یہ سن کر بڑھیا خیمہ سے باہر نکلی اور حضرت کے قدموں پر گر پڑی اور رونے لگی اور کہا کہ یا رسولؐ خدا بڑی گستاخی ہوئی کہ میں نے حضرت کو پہچانا نہ تھا، معاف فرمایئے۔ حضرت نے اُس کو تسلی دی اور اُس کے اور اُس کے بیٹوں کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ آہ! مومنین یہ مقام رونے اور خاک اُڑانے کا ہے کہ کہاں تھے رسولؐ خدا بروزِ عاشورہ میدانِ کربلا میں کہ جب خیام امام علیہ السلام میں شور العطش العطش بلند تھا اور فرزند آنجناب کا یکہ وتنہا نرغہ میں اعداء کے ہاتھوں پر اپنے فرزند شیر خوار کو لئے پانی مانگتا تھا اور کسی بے رحم کو ترس نہ آیا کہ ایک قطرہ پانی کا دے دے۔ ہائے کیا پیاس تھی جنابِ علیؑ اصغر کی، جان شیعوں کی قربان ہو جائے کہ جانور بھی چاہتے تھے کہ کسی طور سے پانی مل جائے۔ چنانچہ ''نظم لاحزان'' میں

ہے کہ امام حسینؑ کی خدمت میں کسی نے بطور ہدیہ ایک جوڑا کبوتروں کا پیش کیا، چونکہ حضرت سفر میں تھے تو محمل میں ایک خانہ بنوا کر اُن کو آپ نے پرورش کیا اور راہ میں اُنہوں نے بچے بھی دیئے تھے، جب حضرت وارد کربلا ہوئے اور لشکر یزید نے حضرت پر آب فرات بند کر دیا تو حضرت نے اپنی بہن جناب اُمِ کلثومؑ سے فرمایا کہ اے بہن ان کبوتروں کو چھوڑ دو کہ یہ ہمارے ساتھ کیوں ہلاک ہوتے ہیں اور اس گروہ غدار کو تو مجھ سے کام ہے، یہ جدھر چاہیں جائیں، جب جناب اُمِ کلثومؑ نے اُن کو کھول دیا، اب غور فرمایئے کہ وہ جانور کیا وفاداری کرتے ہیں، کہ سیدھے نہر فرات میں گئے، لیکن اپنی پیاس نہ بجھائی اور نر نے اپنے پروں کو پانی میں تر کیا اور کچھ پانی منقار میں لیا اور پھر جانبِ خیامِ امام اُڑ کر آیا ہر چند اُس کے بچے اپنے منہ کھول کر دوڑے مگر اُن کو پانی نہ دیا اور جھولے پر جنابِ علی اصغرؑ کے اپنے پروں کو جھاڑنے لگا اور دہن علی اصغرؑ کے پاس جا کر ہر چند اشارہ کیا کہ کسی طرح یہ بچہ اپنا منھ کھولے تو اُس کے حلق خشک میں یہ پانی ٹپکاؤں، مگر مومنین ابھی تو اُس بچہ کے حلق سے نوالہ بھی آشنا نہ ہوا تھا، یہ بچہ تو شیرِ مادر کا عادی تھا کیونکر اپنا منہ اُس کے اشارے پر کھولتا، آخر اُس نے زبان سے وہ پانی رخسار ہائے علی اصغرؑ پر گرا دیا اور پھر وہ نہر فرات پر گیا اور اسی طرح اپنے بال و پر تر کر کے اور منقار میں پانی بھر کر اُڑا، یکا یک عمر بے حیا کی نگاہ اُس پر پڑ گئی اور سمجھ گیا کہ یہ کبوتر دوستانِ اہلِ بیتؑ سے ہے اور پانی اپنی منقار میں لئے جاتا ہے، آواز دی کہ ارے کوئی ایسا بھی تیرانداز ہے کہ اُس کو نشانہ تیر بنا دے، یہ سن کر ایک حرام زادے نے ایک تیر اُس کے ایسا مارا کہ وہ کبوتر زمین پر گر پڑا جب اُس کی مادہ نے سوچا کہ وہ اب تک نہیں آیا اُس نے بھی نہر فرات کی طرف پرواز کیا، راستہ میں اپنے نر کو مرا ہوا پایا، بے تاب ہو کر اس کے خون میں لوٹنے لگی کہ کسی شقی نے اُس کے بھی تیر مار کر مجروح کر

دیا، آہ آہ جانور تو یہ پاس کرتے تھے اہل بیتؑ کا اور اُمت نے پانی سے بھی دریغ کیا۔ مقتل ابو مخنف میں ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا اے بہن میں تم کو علی اصغرؑ کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ بچہ ہے اور اُس کی عمر چھ مہینے یا آٹھ مہینے کی ہے، جنابِ زینبؑ نے کہا اے بھائی اس کو تین دن سے پانی نہیں ملا اس لئے ظالموں سے پانی طلب کیجئے تو حضرت اُس کو گود میں لے کر میدان میں تشریف لائے اور بعض مقاتل میں ہے کہ حضرت نے اُس کو اپنی آغوش میں لیا اور دامن عبا کا اُس پر سایہ کر کے ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھوں پر علی اصغرؑ کو اس قدر اُٹھایا کہ سفیدی زیرِ بغل کی نظر آنے لگی اور پکار کر فرمایا کہ اے گروہ غدار اگر تمہارے زعمِ ناقص میں حسینؑ گنہگار ہے تو یہ بچہ میرا ناقہ صالحؑ سے کم نہیں ہے اس نے تو تمہارا کوئی قصور نہیں کیا، اس کو پانی پلا دو کہ شدّتِ عطش سے جان بلب ہے، اتنے پانی میں دریا کچھ کم نہ ہوگا، مگر اُن نانجاروں نے کچھ جواب نہ دیا، حضرت ناامید ہو کر اُس بلندی سے اُترے اور مقابل جس طرف اعدا ہوئے اور عبائے مبارک کو رُخ علی اصغرؑ سے ہٹا دیا اور ہر ایک لعین کو اُس کی صورت دکھلائی اور پانی مانگا اور اسی طرح ایک طرف سے دکھاتے ہوئے دوسری طرف پہنچے، مگر کسی نے بالکل رحم نہ کیا، اُس وقت حضرت نے علی اصغرؑ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے بیٹا تم بھی اپنی سوکھی زبان ان بے رحموں کو دِکھلاؤ تا کہ پیش خدا کوئی حجت نہ رہے، راوی کہتا ہے کہ جب اُس معصوم نے اپنی سوکھی زبان اپنے خشک ہونٹوں پر پھیری تو کوئی سنگدل لشکر یزید میں ایسا نہ تھا کہ جو رو نہ دیا ہو، اور تمام فوج میں تلاطم پڑ گیا، عمر شقی نے اضطراب لشکر کا دیکھ کر حرملہ سے کہا کہ کیا دیکھتا ہے جلد اس بچے کا کام تمام کر، جواب میں حرملہ ملعون نے زمین و آسمان کو ہلا دیا، گود جناب ربابؑ کی خالی کر دی، اُسی وقت تو حضرت نے اپنے شیعوں کو یاد فرمایا تھا لیکن عجب

لمحات بے کسی سے یاد فرمایا ہے:

یعنی اے شیعو! میرے! کاش دیکھ لیتے تم روزِ عاشورہ مجھے کہ کیونکر میں نے اپنے طفلِ شیر خوار کے واسطے پانی مانگا لیکن کسی نے رحم نہ کیا، گویا مطلب حضرت کا یہ ہے کہ اے شیعو جب تم حال علی اصغرؑ سنو تو گریہ و بکا سے دریغ نہ کرو، آہ! مومنین کاش وہ اشقیا بھی جواب دیتے کہ ہم اسے پانی دیں گے تو دل حضرت کا صدمۂ علی اصغرؑ میں مجروح نہ ہوتا، شاید ایسا کم سن بچہ کسی جہاد میں تیر سے زخمی نہ ہوا ہوگا اگر غور فرمائیں تو یہ تیر شیعوں کے دلوں پر پڑا ہے۔ اب حضرات یہ تو خیال فرمائیے کہ تیر کھا کر علیؑ اصغر کتنے دیر زندہ رہے، اب کیا صاحبانِ اولاد اُس مضمون کے سننے کی تاب رکھتے ہیں۔ فَذَبَحَهُ مِنَ الْاُذُنِ اِلَى الْاُذُنِ کہ وہ تیرِ ستم ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر گیا۔ حضرت نے چلّو زیرِ زخم علی اصغرؑ رکھ دیا، وہ چلّو خون سے بھر گیا تو حضرت نے اُس کو جانب آسمان پھینکنا چاہا، آواز آئی کہ یا ابن رسولؐ اللہ اس خونِ ناحق کو اس طرح نہ پھینکنا، ورنہ کبھی ایک قطرہ پانی کا نہ برسے گا، پھر حضرت نے چاہا کہ زمین پر اُس خون کو گرا دیں، زمین نے استغاثہ کیا کہ اے فرزند رسولؐ اس خون کو مجھ پہ نہ گرانا ورنہ پھر کبھی ایک دانہ مجھ سے روئیدہ نہ ہوگا، حضرت تو فرزند رحمۃ اللعالمین وجگر گوشہ ختم المرسلین تھے کیا کرتے بہ مجبوری اُس خون کو اپنے چہرۂ مبارک پر مل لیا اور فرماتے تھے کہ میں اسی طرح اپنے جد بزرگوار و پدر عالی مقدار سے ملاقات کروں گا اور لاش علیؑ اصغر کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اے بیٹا:

انکار آسماں کو ہے، راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

اور ایک روایت میں تو عجیب مضمون جان سوز وارد ہوا ہے کہ جس وقت حلقِ علی

اصغرؑ پر تیر لگا ہے تو اُس وقت وہ بچہ تڑپ کر ہاتھوں پر سے اپنے باپ کے زمین پر گر پڑا، شاید اسی طرف امام عصر علیہ السلام نے زیارت ناحیہ مقدس میں اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی سلامِ خدا ہو اُس شہید راہ خدا پر کہ جو اپنے خون میں غلطاں ہوا، پس امام مظلوم نے چیخ کر فرمایا کہ ہائے اے فرزند اے نورِ نظر بہت شاق ہے تیرے باپ پر تجھ کو اس حال سے دیکھیں، راوی کہتا ہے کہ اُس وقت میں نے دیکھا کہ دفعۃً ایک معظّمہ اور تین لڑکیاں خیمہ سے روتی پیٹتی ہوئیں مقتل میں آئیں اور اُس ننھی سی لاش پر دیر تک تڑپ تڑپ کر رویا کیں، میں نے پوچھا کسی سے کہ یہ بی بی اور لڑکیاں کون ہیں، کسی نے کہا ارے تو نہیں جانتا یہ بہن ہیں جنابِ امام حسین علیہ السلام کی، جنابِ اُم کلثومؑ اور یہ سکینہؑ و فاطمہ و رقیہؑ دختران امام حسینؑ ہیں، جس طرح جناب زینبؑ کو علی اکبرؑ سے محبت تھی، اسی طرح سے جنابِ اُم کلثومؑ کو علی اصغرؑ سے محبت تھی، مقتل ابو مخنف میں ہے کہ امام حسینؑ جب اُس بچہ کو اُٹھا کر اہلِ حرم میں آئے کہ وہ بچہ خون میں سرخ تھا اور حضرت روتے جاتے تھے جب عورتوں نے حضرت کو روتے سنا تو سب اہلِ حرم خیمہ سے نکل آئے اور اُس بچہ کو حضرت کے سینہ پر مردہ دیکھا تو چیخ مار کر رونے لگیں، اُمِ کلثومؑ نے اُس بچہ کو لے کر اپنے سینہ سے لگا لیا اور اپنا گلا اُس کے گلے پر رکھ دیا اور رونے لگیں، پھر فرمایا کہ اے نانا رسولِ خدا اور اے بابا فریاد ہے دیکھئے کیا کیا مصائب بعد آپ کے دشمنوں کے ہاتھ سے ہم پر گزرے، مقام اندوہ ہے کہ یہ بچہ اپنے خون میں رنگین ہو گیا، مقامِ حسرت ہے حال پر اُس شیر خوار کے کہ جس کی دودھ بڑھائی تیرِ جفا سے ہوئی واحسرتاہ جس کی آنکھیں اور شکم تک زخمی ہو گیا۔ حضرات اگر غور فرمایئے تو یہ وہ مصیبت کبریٰ واقع ہوئی ہے کہ جس نے اہل بیت کے دلوں کو مجروح کر دیا ہے کہ جس کا اندمال ممکن نہیں، خاص کر جناب سیّد السّاجدینؑ کا تو یہ حال تھا کہ اس واقعہ جان

کاہ کو بھولے بھی نہیں۔ چنانچہ منہال سے جنابِ علی اصغرؑ کے قاتل حرملہ کو پوچھا نہ قاتلِ عباسؑ کا حال دریافت کیا اور نہ شمر کو پوچھا اور نہ خولی کو دریافت کیا فرمایا پہلے آپ نے یہی کہا کہ حرملہ بن کاہل بھی مختار کے ہاتھ آیا یا نہیں، میں نے عرض کیا کہ یا ابن رسولؐ اللہ وہ شقی کوفہ میں زندہ ہے، آہ مومنین حضرت نے ایک آہ سرد کھینچی اور دعا کی کہ خداوندا اُسے آگ کا مزہ چکھا، منہال کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں آیا اور مختار کی ملاقات کو گیا، تو مختار نے مجھ سے کہا کہ تم شریک حکومت نہ ہوئے میں نے کہا کہ میں مکہ میں تھا کہ ناگاہ ایک شخص نے آکر خوشخبری سنائی کہ حرملہ بھی گرفتار ہوا، جب حرملہ کو سامنے لائے تو مختار نے کہا لعنتِ خدا تجھ پر اور شکر بجالایا اور پھر جلاد کو بلایا اور اُس کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور پھر آگ منگوا کر اُس کو جلایا اور روایت ابومخنف میں ہے کہ جب مختار نے حرملہ کو دیکھا تو رو دیا اور کہا کہ اے ملعون کیا ظلم کیا تو نے کہ طفلِ شیرخوار کو تیر سے شہید کیا، اے شقی تو نہ جانتا تھا کہ یہ دلبر فرزندِ رسولؐ ہے، منہال کہتے ہیں کہ میں نے دو مرتبہ سبحان اللہ کہا، مختار نے پوچھا کہ اگرچہ تسبیح ہر وقت میں خوب ہے لیکن اس وقت تسبیح کا کیا باعث ہے، میں نے دعائے سیّد الساجدین کا ذکر کیا، مختار نے سجدۂ شکر کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور روزہ شکر یہ کا رکھا کہ مجھ سے دعائے امام زمان کا انجام ہوا۔

(زینت المجالس مطبوعہ ۱۸۹۸ء ص ۵۲۷ تا ۵۳۳)

حال قیامت وشہادت ودفن علی اصغرؑ معہ وجوہ:

یعنی ہر آنکھ قیامت کے دن ہول قیامت سے روتی ہوگی، لیکن وہ آنکھ کہ جو مصائب امام حسینؑ پر اس دنیا میں روئی ہے پس وہ آنکھ خوش و مسرور ہوگی اور اُس کو بشارت دی جائے گی، طرف نعمت ہائے جنت کے جس دن کہ انسان اپنے بھائی اور ماں اور باپ اور زوجہ اور اولاد سے بھاگے گا۔ مومنین روزِ قیامت عجب ہولناک روز

ہوگا کہ انسان جن اعزا و اقارب کو دل و جان سے دوست رکھتا تھا قیامت کے دن ہر ایک اپنے بیگانے سے بھاگے گا کہ ہر ایک اپنے حال میں مشغول ہوگا اور بسبب اپنی گرفتاری کے دوسروں کی طرف بالکل توجہ نہ ہوگی، چنانچہ زوجہ جنابِ رسولؐ خدا سے منقول ہے ایک روز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب برہنہ ننگے پا میدانِ حشر میں آئیں گے، میں نے عرض کیا کہ یا حضرت بعض لوگ بعض کو برہنہ دیکھیں گے اور ہر ایک کی نظر دوسرے کے ستر پر پڑے گی، کس قدر رسوائی کی بات ہے، فرمایا کہ سب آدمی اپنے اپنے حالٔ میں گرفتار ہوں گے، کسی کو دوسرے کے حال کی خبر نہ ہوگی یا اس واسطے اپنے بیگانوں سے بھاگیں گے کہ مثلاً بھائی اپنے حق کا طالب ہوگا، والدین پسر سے کہیں گے کہ تو نے ہمارے حقوق کو ادا کیوں نہ کیا، زوجہ کہے گی کہ تو نے کھانا حرام کا کیوں کھلایا اور میرے حقوق واجبہ کی رعایت کیوں نہ کی، غور فرمایئے کہ ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ مال دنیا جمع کر کے اپنے اہل وعیال کے واسطے جمع کرے اگر چہ بدغا و فریب جمع ہو، افسوس وہی اہل وعیال قیامت کے دن ہم سے مطالبہ کریں گے اور اولاد اپنے باپ سے کہے گی کہ تو نے ہم کو تعلیم و ہدایت کیوں نہ کی اور ابی بن کعب سے روایت ہے کہ وقت شروع ہونے قیامت کے آدمی بے خبر ہوں اور بازاروں میں سودا کرتے ہوئے پھریں ناگاہ دیکھیں کہ روشنی آفتاب کی دُور ہوگئی اور وہ یہ حال دیکھ کر حیران ہوں کہ آفتاب کو کیا حادثہ پہنچا ناگاہ ستارے گرنے لگیں اور اسی فکر میں ہوں کہ پہاڑ ملنے لگیں اور مثل غبار کے ہوا پر اُڑنے لگیں اور جن آدمیوں میں بھاگیں اور آدمی جنوں میں، پناہ لے جائیں اور جانور سب آپس میں مل جائیں اور جن آدمیوں سے کہیں کہ ہم جاتے ہیں اور اس حادثہ کی خبر لاتے ہیں، وہ جائیں اور دریا کو دیکھیں کہ آگ ہو کر چمکتے ہیں، اور شعلے مارتے ہیں اور اُس درمیان میں زمین و آسمان پھٹ

جائیں اور ایک ہوا پیدا ہو کہ سب کو ہلاک کرے اور منقول ہے کہ قیامت کے روز لوگ کو کھڑے رکھے جائیں گے اور وقت کھڑے ہونے کے اُن کے بدنوں سے اس قدر پسینہ جاری ہو کہ نصف کان تک پہنچے اور اُس پسینہ میں کھڑے رہیں اور اُس روز آفتاب آدمیوں کے سروں سے ایک میل اونچا ہوگا، راوی کہتا ہے کہ نہ معلوم میل سے مسافت زمین کی مراد ہے یا سلائی سرمہ کی مراد ہے۔ پس آفتاب اُن کے بدنوں کی رگوں کو پگھلائے اور بطریق پسینہ کے اُن کے بدنوں سے جاری ہوں اور یہ بقدر اعمال کے ہو کہ بعض کے ٹخنوں تک اور بعض کے مثل لگام دبر تک پہنچے، مومن کو ایسا ہو کہ جیسے موسم گرما میں روزہ رکھے اور وقت عصر حوض کے کنارے پر بیٹھ کر اپنے اوپر پانی ڈالے اور تمام خلائق اوّلین و آخرین عرصہ محشر میں جمع ہوں اور ہر پیغمبر ایک ایک منبر نور پر ہوگا اور گرد اُن کے اُن کی امتیں ہونگی اور کل حیوانات ایک جانب جمع ہوں گے۔ دوسری جانب صفیں گھوڑوں کی ہونگی، جن پر ظلم و جور ہوا ہے اور آگے اُن کے اسپِ سبط رسولؐ ہوگا، مگر کس طرح کہ تمام بدن پر تیر لگے ہوں، خون بہتا ہوا فریاد کرتا ہوا اسی طرح گھوڑا جناب علی اکبرؑ و جنابِ عباسؑ کا ہوگا کہ ناگاہ جناب خامس آلِ عبا مظلوم کربلا

غریب و بیکس و بے آشنا شہ کونین
شہید راہ خدا از جفا امام حسینؑ

تشریف لائیں گے، مگر عجب لکھی ہے آپ کے آقا کی تشریف آوری کہ تمام بدن میں تیروں سے مشبک ایک ہاتھ میں سر انور دوسرے ہاتھ میں شمر بد اختر، گود میں ایک بچہ شیر خوار با گلوئے مجروح ہوگا جونہی اہل محشر دیکھیں گے اس شدت سے روئیں گے کہ گویا تمام عرصہ محشر میں زلزلہ ہو جائے گا، آہ! مومنین خیال فرمائیں کہ کیا تیر پڑا ہوگا امام مظلوم کے دل پر جس کا اندمال قیامت تک بھی نہ ہوگا، اُس وقت تو حضرت

نے اپنے شیعوں کو یاد فرمایا ہے۔

''اے شیعو میرے کاش تم دیکھ لیتے بروز عاشورہ مجھے کہ کیونکر میں نے اپنے طفلِ شِیر خوار کے واسطے پانی مانگا، لیکن کسی نے ایک قطرہ نہ دیا، بلکہ شقاوت نے حرملہ حرامزادے کی تو زمین وآسمان کو ہلا دیا، امامؑ مظلوم روتے ہوئے لاش شیر خوار کو لے کر درِ خیمہ پر تشریف لائے اور بیرون خیمہ سے فرمایا کہ اے خواہرِ مغموم زینب علی اصغرؑ کو لو مومنین حضرت نے جنابِ زینبؑ کو کیوں پکارا، اس جگہ چند احتمال ہیں ایک یہ کہ شاید ظالموں نے حضرت کو مہلت نہ دی کہ حضرت لاش کو لے کر خیمہ میں جاتے، دوسرے یہ کہ شہادت علی اکبرؑ سے بصارت جاتی رہی تھی اور شہادت جنابِ عباسؑ نے کمرِ مظلوم کربلا کو توڑ دیا تھا، تو ایسے ضعیف و ناتواں ہو گئے تھے کہ لاش ششماہے کی بھی نہ اُٹھا سکے، اور طالبِ اعانت ہوئے، لیکن اس وقت کون تھا کہ جو اعانت کرتا، سوائے جنابِ زینبؑ کے اس وجہ سے جنابِ زینبؑ کو آواز دی کہ اے بہن تم آ کر میری اعانت کرو، تیسری وجہ شاید یہ ہو کہ حضرت کو مادرِ علی اصغرؑ سے شرم آئی کہ اُس کے فرزند کو حضرت پانی پلانے لے گئے تھے، اب اُس کی لاش کو کیونکر دیویں، اسی وجہ سے زینب کو آواز دی، چوتھی وجہ شاید یہ ہو کہ بازو پر وہی تیر حضرت کے لگا تھا کہ جس سے خون مثلِ پرنالہ کے جاری تھا، اس وجہ سے شاید لاش علی اصغرؑ کی سنبھل نہ سکی کہ ہاتھ کمزور ہو چکا تھا، آہ زینبؑ جونہی آئیں اور یہ حال اپنے بھائی کا دیکھا کہ ہونٹ تو حضرت کے خشک ہو گئے ہیں، ایک چیخ مار کر روئیں اور مرقد مطہر جنابِ رسولؐ کو خطاب کر کے بولیں۔

اے نانا آپ کو خبر بھی ہے کہ ان اشقیا نے کیا ظلم عظیم کیا، ہمارے مردوں میں سے کسی کو ایک جفا کاروں نے باقی نہیں رکھا، یہاں تک کہ بچہ شیر خوار کو بھی قتل کیا۔ جنابِ زینبؑ روتی ہوئیں لاش علی اصغرؑ گود میں لے کر خیمہ میں آئیں،، آہ! جوں ہی یہ حال مادرِ

علی اصغرؑ نے دیکھا کہ گلے سے خون بہتا ہے، لاش بے جان گود میں زینب کے ہے، ہونٹ سوکھے ہوئے، چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے، صاحبانِ اولاد غور فرمائیں کہ کیا حال ہوا ہوگا اُس ماں دل جلی کا۔ بروایت مصائب الابرار وانوار الشہادت کہ سپرد خاک کریں، اُس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی، حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور سبب گریہ پوچھا، اُس نے عرض کی کہ اے آقا ہمارے ایک روز حیدر کرّار ایک جنگ سے مظفر ومنصور دولت خانہ پر تشریف لائے تو جنابِ سیّدہؑ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اُس وقت وہ معظّمہ روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ اے ذوالفقار روز عاشورہ میرے حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا۔

میں نے دکھوں سے پالا ہے اس نورِ عین کو
تیرے حوالہ کرتی ہوں اپنے حسینؑ کو
امداد میں کمی نہ کبھی اس کے کیجیو
مشکل میں ساتھ تو میرے پیارے کا دیجیو

یا مولا مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ آپ آج کے روز مجھ سے بیلچہ کا کام لیں گے، آج مجھ سے قبر ششماہے کی کھودیں گے، میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روزِ قیامت فاطمہ زہراؑ کو کیا منہ کھاؤں گی، یہ سن کر حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا کہ اے ذوالفقار حسینؑ کو تو آج وعدہ طفلی ادا کرنا ہے اور اُمتِ گنہگار کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے، یہ فرما کر حضرت نے شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے فرزند مہ جبیں کو پیوند خاک کر دیا اور زمین کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ اے زمینِ کربلا آج میرا شیر خوار اپنی ماں کی گود سے جدا ہو کر تیری آغوش میں آیا ہے، قیامت تک میری امانت کی حفاظت کرنا، کیوں حضرات حکم ہے کہ جب میت کو سپردِ خاک کر

دیں تو اُس پر پانی چھڑکیں، امام مظلوم نے بھی پانی چھڑکا یا نہیں۔

پانی نہ تھا جو شاہ چھڑکتے مزار پر
آنسو ٹپک پڑے لحدِ شیر خوار پر

حضرات جناب سیّد الشہداؑ نے کسی شہید کی لاش کو دفن نہ کیا سوائے لاشِ علی اصغرؑ کے اس کی کیا وجہ ہے، اس میں چند احتمال ہیں، اوّل شاید یہ وجہ ہو کہ جب قافلہ اہلِ حرم قید ہو کر لاشہائے شہدا کی طرف سے ہو کر گزرے تو ایسا نہ ہو کہ جب لاش علی اصغرؑ کو اُس کی ماں دیکھے تو روح مفارقت کر جائے، دوسری وجہ یہ ہے کہ حجتِ خدا نے حجت تمام فرمائی کہ ان اشقیا نے ہم پر وہ ظلم و ستم کئے کہ ہمارے مُردوں کو بھی قبر میں آرام نہ کرنے دیا۔ تیسرے یہ کہ جب لاشہائے شہداء پامال ہوں تو اس بچہ شیر خوار کی ہیئت کیا وجود رکھتی ہے۔ اس قدر متحمل نہ ہوگی کہ جس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، صاحب الامر نے زیارت ناحیہ میں کہ اے جد بزرگوار تم کو گھوڑوں نے اپنے سموں سے روند ڈالا، چوتھی یہ کہ اگر علی اصغرؑ بھی مثل اور شہداء کے پڑے رہتے تو اعدائے دین اُس بچہ کا بھی سر بدن سے جدا کر کے نیزے پر بلند کرتے تو انتہا کی حقارت اسلام کی ہوتی اور اب حضرت نے اپنی طرف سے توہینِ اسلام گوارا نہ کی۔ پانچویں یہ کہ جب حضرت کو رحم آیا کہ ایسا نہ ہو کہ بسبب اس خون ناحق کے دنیا پر بلا نازل ہو یا زمین شق ہو جائے اور دریائے غضبِ الٰہی جوش میں آوے۔ چھٹے یہ کہ جنابِ رسولؐ خدا و علیؑ مرتضیٰ و فاطمہ زہراؑ جب مقتل میں تشریف لائیں تو اس بچہ شیر خوار کو اسی طرح پڑا ہوا دیکھیں تو اُن کی روح پر زیادہ صدمہ واقع نہ ہو۔ الاصل جب جناب رباب کو یہ معلوم ہوا کہ میرا شیر خوار بھی ہدف تیر ہوا اور جنابِ امام مظلومؑ نے اُسے مقتل میں دفن کر دیا تو حمید کہتا ہے اُس وقت وہ خاتون معظّمہ خیمہ عصمت سے اس بے تابی اور اضطراب سے نکلیں کہ ایک

گوشہ چادر کا سر مبارک پر تھا دوسرا سرا زمین پر بوسہ دیتا تھا اور جہاں بلندی نظر آتی تھی قبر علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے تئیں اُس پر گرا دیتی تھیں، اسی طرح حضرت ربابؑ ستر مقام پر گریں، یہاں تک کہ قبر علی اصغرؑ پر پہنچیں اور اُس بچہ کی ننھی تربت پر جو بَین جگر خراش آپ نے کیے یارا اُس کے بیان کا نہیں کہ سننے والوں کے دل پاش پاش ہوتے تھے، یہاں پر مرزا دبیرؔ نے عجیب حسرت کا شعر لکھا ہے:

چھاتی سے لگا رکھتی تیری لاش کو بیٹا
پر زندوں میں مردہ کا گزارہ نہیں اصغرؑ

پس جناب امام مظلومؑ حضرت ربابؑ کو نظروں سے نامحرموں کے بچا کر خیمہ عصمت میں لے گئے۔ (زینت المجالس مطبوعہ ۱۸۹۸ء ص ۵۲۳ تا ۵۳۸)

توضیحِ عزاء

﴿علامہ حسین بخش دہلوی﴾

راوی کہتا ہے کہ روزِ عاشور جب آفتاب بُرجِ امامت یعنی جناب امام حسین میدان کارزار میں بے مونس و یار رہ گئے اس وقت مظلوم نے حسرت بھری نگاہ سے دائیں طرف اور کبھی بائیں جانب دیکھا، شہداء کی لاشوں کے سوا کچھ نظر نہ آیا، دیکھا کہ وہ شیر گوسفند قربانی کی مانند زمین کربلا پر بے جان و مقتول جا بجا پڑے ہیں۔ با آواز بلند رو کر فرمانے لگے ہائے میرے قوتِ بازو عباسؑ اور ہائے قاسمؑ و علی اکبرؑ کوئی تم میں سے زندہ نہ رہا جو اس عالم غربت و بیکسی میں میری مدد کرتا۔ مقتلِ شاہ شہیداں میں منقول ہے کہ حضرت روتے ہوئے درِ خیمہ پر تشریف لائے اور با آواز بلند فرمایا۔ اے بہن زینب اے اُمّ کلثومؑ اے ربابؑ، اے سکینہؑ، حسینؑ کا آخری سلام تم اہل بیتؑ پر پہنچے اب

تم لوگوں سے حسینؑ رخصت ہوتا ہے اور میری یہ آخری وداع ہے۔ میرا اور تمہارا وعدہ گاہ روز قیامت ہے۔ اور میرا اسلام ہو اُن عورتوں پر کہ جن کی اولاد اور مرد میری نصرت میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ پس ہر ایک بی بی اور بچے سے اس طرح رخصت ہونے لگے جس طرح مرنے والا اپنی موت کے وقت اپنے عیال سے رخصت ہوتا ہے۔ اس وقت صدائے گریہ و بکاء سے خیمے میں ایک شور قیامت برپا تھا اور ہر طرف سے آواز الوداع والفراق بلند تھی۔ خاص کر جناب زینبؑ وہ جگر خراش بین کرتی تھیں کہ جس کے سننے سے دوست اور دشمن کے دل شق ہوتے تھے۔ غرض اس عالم گریہ میں جناب زینبؑ نے عرض کی اے بھائی جس وقت علی اصغرؑ نے آپ کی آوازِ استغاثہ سنی ہے ہمک کر اپنے آپ کو گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے چپ نہیں ہوتا یہ سن کر حضرت بہت روئے اور فرمایا اے بہن زینبؑ میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لاؤ کہ میں اسے ایک نظر دیکھ لوں اور وداع کر لوں جناب زینبؑ اس معصوم کو اٹھا لائیں حضرت نے دیکھا کہ اس طفل صغیر کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور پیاس کی شدّت سے اس کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں۔ حضرت نے علیؑ اصغر کو اپنی آغوش میں لے لیا اور دامن عبا سے چھپا کر ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور اپنے ہاتھوں پر رکھ کے اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور با آواز بلند فرمایا اے قوم یہ میرا طفل شیر خوار ناقہ صالح سے کم نہیں اور پیاس کی شدّت سے مر رہا ہے۔ مگر مومنین اُن سنگ دلوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب حضرت نا اُمید ہوئے اس بلندی سے اُترے اور صفوف لشکر کے سامنے آئے اور عبائے مبارک کو رخ علی اصغرؑ سے اٹھا لیا اور ایک ایک جفا کار کو اس شیر خوار کی صورت دکھلائی اور پانی طلب فرمایا، یہاں تک کہ آپ اسی طرح ایک طرف سے دکھلاتے ہوئے دوسری جانب اس لشکر کے پہنچے مگر کسی نے اس

شیرخوار کے حال زار پر رحم نہ کھایا اس وقت وہ حجت خدا علی اصغرؑ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کوئی حجت باقی نہ رہے۔ راوی کہتا ہے کہ جس وقت علی اصغرؑ نے اپنی سوکھی زبان خشک لبوں پر پھیری تو لشکر عمر سعد میں کوئی سنگدل ایسا نہ تھا کہ جس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو اور حال اصغرؑ پر رویا نہ ہو اور عمر سعد کی تمام فوج نے انحراف کا ارادہ کیا ہو پس اس شقی نے تلاطم واضطراب لشکر دیکھ کر حرملہ بن کاہل اسدی سے کہا تو کیا دیکھتا ہے جلد اس بچے کا کام تمام کر اس ظالم نے ایک زہر آلود تیر کمان میں جوڑ کر ایسا حلق اصغرؑ پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا باپ کے ہاتھوں تڑپ تڑپ کر جان بحق تسلیم ہوا کیوں صاحبو! یہ ظلم وستم سوائے امام حسینؑ کے کس نے دیکھا ہے پس حضرت نے زخم کے نیچے ہاتھ رکھا اور جب چلّو خون سے بھر گیا تو اسے آسمان کی طرف پھینکا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی خداوندا یہ سب رنج وآزار تیری راہ رضا میں آسان ہے۔ اور زار وقطار روئے اور فرمایا ہائے اصغرؑ ہائے پارۂ جگر اللہ تعالیٰ اس شقی پر لعنت اور عذاب نازل کرے کہ جس نے تیری پیاس پر رحم نہ کیا اور پانی کے بدلے تیرے سُوکھے حلق پر ایسا تیر مارا کہ تو دنیا سے پیاسا رخصت ہوا۔ پس حضرت روتے ہوئے دروازہ خیمہ پر آئے اور بیرون خیمہ سے فرمایا بہن زینبؑ علی اصغرؑ کو لے لو۔ آہ جناب زینبؑ درِ خیمہ پر آئیں اور اپنے بھائی کا یہ حال دیکھا کہ حضرت کے ہونٹ شدّت پیاس سے خشک ہو رہے ہیں اور بازو پر ایسا تیر ستم لگا ہے کہ اس سے پرنالے کی طرح خون جاری ہے اور ہاتھوں پر لاش علی اصغرؑ ہے اور علی اصغرؑ کے گلے اور کانوں سے خون بہہ رہا ہے۔ ایک چیخ مار کر روئیں اور مرقد رسولؐ کی طرف خطاب کر کے بولیں ہائے اے نانا رسولؐ خدا ہائے اے جناب محمد مصطفیٰ یہ تمہارا فرزند حسینؑ ہے کہ پیاس کی شدّت کی وجہ سے اس کے دونوں ہونٹ سوکھ گئے ہیں اور اس کے جسم پر ایسے کاری زخم لگے ہیں کہ ان سے خون بہہ رہا ہے اور

اس کے بھائی، بیٹے اور عزیز وانصار آنکھوں کے سامنے مارے گئے ہیں یہاں تک کہ یہ اسی کا شیر خوار بچہ تین دن کا پیاسا تیر ستم کھا کر اس کی گود میں تڑپ کر مر گیا ہے۔ ہائے اے نانا ظلم اعداء کی شکایت تم سے کرتی ہوں پس جنابِ زینبؑ روتی ہوئی لاشِ اصغرؑ کو حضرت کی گود سے لے کر خیمہ میں آئیں۔ اور جونہی یہ حال مادر علی اصغرؑ نے دیکھا کہ اصغرؑ کے گلے سے خون جاری ہے بے جان لاشہ حضرت زینبؑ کی گود میں ہے اس کی ننھی لاش کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں اس دل جلی کا عجب حال ہوا، چیخیں مار مار کر رونے لگیں اور تڑپ کر بے قراری میں کہتی تھیں ہائے اے میرے بچے، ہائے میرے پارۂ جگر اے میرے اصغرؑ اس شقی پر عذاب ہو کہ جس نے تجھ بے زبان پر بھی رحم نہ کھایا اور پیاسا قتل کیا اور پانی کا ایک قطرہ نہ دیا۔

پھر اس قدر روئیں کہ روتے روتے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑیں اور خیمہ اہلِ بیتؑ میں قیامت برپا تھی مصائب الابرار وانوار الشہادۃ کی روایت کے مطابق امام حسینؑ نہایت مشکل سے لاشِ علیؑ اصغر کو اہلِ بیتؑ سے لے کر مقتل میں لائے اور قصد کیا کہ ذوالفقار سے قبر کھود کر علی اصغرؑ کو سپردِ خاک کریں اس وقت ذوالفقار سے آواز گریہ بلند ہوئی حضرت ذوالفقار کی طرف متوجہ ہوئے اور رونے کی وجہ پوچھی اس نے عرض کی اے آقا ایک روز حیدر کرار ایک جنگ میں فتح حاصل کر کے گھر تشریف لائے تو جناب سیدہ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کیا اور اس وقت روتی جاتی تھیں اور فرماتی تھیں اے ذوالفقار روزِ عاشور میرے حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا اور اس کے سر سے مصیبت کو دفع کرنا یا حضرت مجھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ آپ آج کے روز مجھ سے یہ خدمت لیں گے کہ علی اصغرؑ کی قبر میری نوک سے کھودیں گے میں اپنی اس عاجزی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روزِ قیامت جناب سیّدۂ کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ یہ سن

کر حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے ذوالفقار حسینؑ کو آج کے روز وعدۂ طفلی ادا کرنا ہے اور رسولؐ مختار کی گناہگار اُمت کی شفاعت میری شہادت پر منحصر ہے۔

غرض حضرت نے اسی شمشیر سے قبر کھودی اور اپنے فرزند شیر خوار کو پیوند خاک کر دیا۔ الحاصل جب ربابؑ کو معلوم ہوا کہ طفل صغیر بھی تیر کا نشانہ بنا اور مکرمہ خیمہ عصمت سے اس بے تابی و اضطراب سے نکلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرے کو زمین بوسہ دے رہی تھی اور جہاں جہاں بلندی نظر آتی تھی قبرِ علی اصغرؑ سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرا دیتی تھیں اسی طرح حضرت ربابؑ ستر (۷۰) مقام پر گریں، یہاں تک کہ قبرِ علی اصغرؑ پر پہنچیں اور اس بچّے کی ننھی سی قبر پر جو جگر خراش بین کئے اس کے بیان کا یارا نہیں کہ سننے والوں کے دل شق ہوتے تھے۔ پس امام حسینؑ جناب ربابؑ کو نامحرموں کی نظر سے بچا کر خیمہ میں لے گئے۔

چنانچہ منقول ہے کہ جب جنابِ سید الشہداء استغاثہ کر رہے تھے ناگاہ اہلِ بیتؑ کی آواز گریہ آپ کے کانوں تک پہنچی، مضطرب ہو کر درِ خیمہ پر تشریف لائے اور پوچھا کیا کوئی حادثہ رونما ہوا ہے؟ اس قدر رونے کی وجہ کیا ہے! جناب زینبؑ نے عرض کی اے بھائی سب تو آپ پر فدا ہوئے اب علی اصغرؑ بھی چاہتے ہیں کہ آپ کی امداد کو میدان میں جائیں۔ جس وقت سے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے یہ کہہ کر اپنے آپ کو گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا اے بہن میرے فرزند شیر خوار کو میرے پاس لے آؤ میں اسے ایک نظر دیکھ لوں اور اس کو وداع کر لوں۔ جناب زینبؑ اس معصوم کو اٹھا لائیں حضرت نے اسے دیکھا کہ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور شدّت پیاس سے معصوم کے ہونٹ خشک ہو گئے ہیں پس حضرت نے اس معصوم کو اپنی آغوش میں لے لیا اور دامن عبا میں چھپا کر

میدان میں لائے اور ایک بلندی پر تشریف لے گئے اور ہاتھوں پر رکھ کر اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل نمایاں ہوئی اور با آواز بلند فرمایا کہ اے بے رحمو یہ میرا طفل شیر خوار ناقہ صالح سے کم نہیں اور پیاس کی شدّت سے مر رہا ہے اسے تھوڑا سا پانی دو اور قیامت کی پیاس سے ڈرو اگر تمہارے گمان میں حسینؑ گنہگار ہے تو یہ بچہ تو معصوم ہے اور تم سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے ظالموں اس پر تو رحم کرو ان سنگ دلوں نے کچھ جواب نہ دیا۔ جب حضرت مایوس ہوئے تو اس بلندی سے نیچے اترے اور دشمنوں کے سامنے آ کر۔ رخ علی اصغرؑ سے عبائے مبارک کو اٹھالیا، اس طرح ایک طرف سے دوسری جانب پہنچے مگر کسی ظالم نے اس طفل شیر خوار کے حال زار پر رحم نہ کھایا، اس وقت حجت خدا نے علی اصغرؑ سے فرمایا کہ اے فرزند تم بھی اپنی خشک زبان ظالموں کو دکھاؤ تا کہ خدا کے سامنے ان ملعونوں کے لئے کوئی حجت باقی نہ رہے۔

راوی کہتا ہے کہ جس وقت اس ننھے سے بچّے نے اپنے والدگرامی کا ارشاد سنا اپنی سوکھی زبان اپنے خشک لبوں پر پھیری تو عمر سعد کے لشکر میں کوئی سنگدل ایسا نہ تھا کہ اس شیر خوار کی یہ حالت دیکھ کر رویا نہ ہو اور اس کا جگر پانی نہ ہو گیا ہو یہاں تک کہ اس فوج نے عمر سعد سے انحراف کا ارادہ کر لیا پس اس شقی نے لشکر کا رخ بدلا ہوا دیکھ کر حرملہ بن کاہل اسدی سے کہا تو کھڑا ہوا کیا دیکھ رہا ہے جا اس بچے کا کام تمام کر۔ آہ آہ اس بے رحم ظالم نے ایک زہر کا بجھا ہوا تیر کمان میں جوڑ کر خشک حلقوم علی اصغرؑ پر ایسا مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا حضرت کی گود میں اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر راہی جنت ہوا۔

حضرت صاحب الزمان علیہ السّلام نے جو زیارت ناحیہ میں جناب سیّد الشہداء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے۔ ''اَلسَّلامُ عَلَی الْمُوسِّلِ بَدِ مَائِہٖ'' میرا اسلام ہو اس شہید راہ خدا پر جو اپنے خون میں غلطاں ہوا۔ عجب نہیں ہے کہ یہ فقرہ علی اصغرؑ کی طرف

اشارہ ہو، یعنی میرا اسلام اس طفل صغیر پر ہو جو اپنے خون میں لوٹ کر جان بحق تسلیم ہوا۔ چنانچہ اس کی وجہ بعض راویوں نے یہ بھی لکھی ہے کہ حرملہ لعین کے اس تیر کا صدمہ امام حسینؑ کے بازو کو پہنچا تھا کہ حضرت سے وہ ننھی لاش تھامی نہ گئی اور ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر گری اور علی اصغرؑ نے اپنے خون میں تڑپ تڑپ کر جان دی۔ مصائب الابرار اور انوار الشہادۃ کی روایت کے مطابق۔ حضرت روتے ہوئے خیمہ سے مقتل میں تشریف لائے اور قصد کیا کہ نوک ذوالفقار سے قبر کھود کر علی اصغرؑ کو دفن کریں اس وقت ذوالفقار سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے عرض کی اے آقا ایک روز جناب امیر المومنین علی علیہ السّلام ایک جنگ سے مظفر و منصور ہو کر دولت خانہ میں تشریف لائے تھے تو جناب سیّدہؑ نے مجھے خون آلودہ دیکھ کر صاف کرنا شروع کر دیا اور اس وقت وہ معظّمہ روتی جاتی تھیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ذوالفقار روز عاشور میرے حسینؑ کی نصرت میں کوتاہی نہ کرنا۔ حضرت مجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ آج کے دن آپ مجھ سے قبر علیؑ اصغر کھودنے کا کام لیں گے۔ اپنی بدنصیبی پر روتی ہوں اور خیال کرتی ہوں کہ روزِ قیامت جناب سیّدہؑ کو میں کیا جواب دوں گی اور کس طرح سے منہ دکھاؤں گی۔ ذوالفقار کی یہ تقریر سن کر حضرت بے اختیار رونے لگے اور فرمایا اے ذوالفقار حسینؑ کو آج بچپن کا وعدہ پورا کرنا ہے اور اپنے نانا کی اُمت گنہگار کو بخشوانا ہے یہ فرما کر حضرت نے اسی تلوار سے علی اصغرؑ کے لئے ننھی سی قبر کھودی اور اس برج میں امامت کے تارے کو پیوندِ خاک کر دیا الحاصل جب امام حسینؑ نے اس چاند سی صورت کو مقتل میں دفن کر دیا اور جناب رباب مادرِ علی اصغرؑ کو یہ معلوم ہوا کہ میرا طفل صغیر بھی تیر کا نشانہ بنا تو وہ خاتون معظّمہ خیمہ عصمت سے اس بیتابی و اضطراب سے باہر نکلیں کہ چادر کا ایک گوشہ سر پر تھا اور دوسرے سرے کو زمین بوسہ

دیتی تھی اور جہاں جہاں بلندی نظر آتی تھی اسے قبر علیؑ اصغر سمجھ کر اپنے آپ کو اس پر گرادیتی تھیں۔ اس طرح حضرت ربابؑ قبر علی اصغرؑ تک پہنچنے میں ستر مقام پر گریں۔ یہاں تک کہ قبرِ علی اصغرؑ پر پہنچیں اور اس شیر خوار کی قبر پر گر کر بے ہوش ہو گئیں جب اِفاقہ ہوا تو اس بچّے کی ننھی سی تربت سے لپٹ کر وہ جگر خراش بین کئے کہ سننے والوں کے دل شق ہوتے تھے۔ پس امام حسینؑ جناب ربابؑ کو نامحروں کی نظروں سے بچا کر خیمہ عصمت میں لے گئے۔ (توضیح عزاء صفحہ ۴۰۶ تا ۴۲۳)

نزہت المصائب (جلد چہارم)

﴿علامہ مرزا قاسم علی کربلائی﴾

مجلس نہم

چنانچہ منتخب اور مقتل ابو مخنف وغیرہ میں منقول ہے کہ جب روزِ عاشورہ درمیان امام حسینؑ اور عمر بن سعد کے لڑائی قرار پائی اور اصحاب و اقربا اُن حضرت کے جہاد کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہو چکے اور کوئی شخص بجز عورتوں اور چند بچوں کے باقی نہ رہا تو اُس وقت اُس جناب نے بہ نگاہ حسرت طرف لاشہائے شہدا کے بہتّر بزرگوار تھے ملاحظہ کیا دیکھا کہ وہ سب جان نثار خاک و خون میں آلودہ زخموں سے چور چور مثل گوسفندان قربانی کے ریگ گرم پر پڑے ہیں۔ پس اُن کی جدائی پر بشدّت روئے اور فریاد کرنے لگے ہائے کیا غربت و تنہائی اور کمی انصار کی ہے پس متوجہ خیموں کی طرف ہوئے تا کہ اہلِ بیتؑ سے رخصت ہوں۔ پس دروازۂ خیمہ پر کھڑے ہو کے آواز دی اے بہن میری زینبؑ و اُمِ کلثومؑ اور اے سکینہؑ اور اے ربابؑ تم سب کو سلامِ آخری میرا پہنچے کہ اب میں رخصت ہوتا ہوں اور تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ پس امام حسین علیہ السّلام متوجہ

ہوئے اپنی بہن جناب زینبؑ کی طرف اور فرمایا اے بہن اب میں آمادۂ شہادت ہو کے طرف لشکرِ اعدا کے جاتا ہوں پس اس طفل شیر خوار کو مجھے دو کہ بسبب پیاس کے اسے متغیر دیکھتا ہوں۔ یہ سن کر جناب زینبؑ بہت روئیں اور عرض کی اے بھائی فدا ہو جان میری آپ پر کیونکر حال اس بچہ کا متغیر نہ ہو تین شبانہ روز گزر چکے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا نہیں پیا ہے۔ یہ سن کر امام حسین علیہ السّلام روئے اور اُس شیر خوار کو لے کر آئے اپنے آگے قربوس زین پر بٹھایا اور بسبب کمال محبت کے حسرت سے صورت اُس کی دیکھتے تھے اور شفقت پدری سے پیار کرتے تھے اور تشنہ لبی پر اُس شیر خوار کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پس حضرت سامنے لشکر اعدا کے کھڑے ہوئے اور اُس بچّے کو ہاتھوں پر رکھ کر اس قدر بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل کی نمایاں تھی۔ آہ مومنین فدا ہو جان ہماری اُن لبہائے خشک پر جس نے فرمایا اے قوم وائے ہو تم پر تم نے بھائی اور فرزند اور شیعہ و انصار میرے آج سب قتل کیے اور مجھ کو یکہ و تنہا کر دیا اور اب یہ شیر خوار میرے ہاتھ پر باقی ہے یہ بھی تین شبانہ روز سے پیاسا ہے۔ پس اسے ایک پیاس بھر پانی پلا دو کہ یہ بچہ شدتِ تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے آہ حضرت ہنوز اُن کی طرف مخاطب تھے ایک لعین نے ایک تیر سہ پہلو زہر آلودہ مارا کہ وہ تیر ستم حلق نازنین پر علی اصغرؑ کے لگا اور ایک کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے نکل گیا۔ اور بروایتے وہ تیرِ جفا پہلوے شیر خوار اس زور سے آ کر لگا کہ ہاتھوں پر امام حسین علیہ السّلام کے اُلٹ گیا اُس وقت حضرت نے صیحہ کیا اور فرمایا کہ ہائے اے نورِ نظر افسوس ہے کہ تجھ سے شیر خوار کو تشنہ لب قتل کیا پس اُس شیر خوار نے بہ نگاہ یاس اپنے پدر مظلوم کے چہرہ کی طرف دیکھا اور تبسّم فرما کر رحلت کر گیا۔ پس امام حسین علیہ السّلام مفارقت پر علی اصغرؑ کی بہت روئے اور خون زخمِ گلو سے اُس شیر خوار کے چلّو بھر کے ہوا پر پھینکا اور

درگاہِ خدا میں عرض کیا بار الٰہا تو شاہد رہنا حال پر میرے اور ان اعدا کے کہ انھوں نے کیسے کیسے ظلم و ستم مجھ پر کیے ہیں یہاں تک کہ قتل کیا ان اشقیا نے اس طفل شیر خوار کو جو ہم صورت تھا تیرے رسولؐ کا پس اُس خون ناحق ریختہ سے ایک قطرہ زمین پر نہ گرا اور بروایتے وہ جناب مقتل سے طرف خیمہ کے تشریف لائے اور لاش اُس شیر خوار کی اُس کی مادرِ ستم رسیدہ کو دے دی اور فرمایا اے ربابؑ صبر کرو اس مصیبت عظمیٰ پر جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اس پروردگار کا جو خالقِ آسمان و زمین ہے اور یہ امر باعثِ رضائے خدا ہے اور یہ بچہ اب ایسا سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ پس وہ ستم رسیدہ اُس بچہ کو لے کر بوسے لینے لگیں اور خون منھ اور گلوے بریدہ سے پونچھتی تھیں اور روتی تھیں اور اپنے منھ اور رخساروں پر طمانچے مارتی تھیں اور منھ اپنا منھ پر اُس نورِ نظر کے رکھ کر یہ نوحہ جگر خراش کرتی تھیں ہائے اے پارۂ جگر اے نورِ نظر ہائے جان دل میرے افسوس ہے کہ کسی بے رحم نے تجھ سے شیر خوار پر رحم نہ کیا اور تشنہ لب تیر ستم سے نحر کیا آہ شاید اُس مظلومہ کی یہ غرض ہو کہ شتر کے بچہ کو بھی اس سن میں نحر نہیں کرتے ہیں نہ کہ تجھ سے شیر خوار کو اعدا نے نحر کیا پس وہ مظلومہ خون گلوے شیر خوار سے لے کر اپنے منھ پر ملتی تھیں اور بشدّت روتی تھیں۔ اور ابن نما کی روایت سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام نے حال اُس مظلومہ کا متغیر پایا تو اُس نورِ چشم کو آغوش سے اُن کی لے لیا اور قتل گاہ میں تشریف لائے اور لاش اُس بچہ کی شہدائے اہلِ بیتؑ میں رکھ دی اور بروایتے حضرت لاش اُس بچہ کی لے کر مقتل شہدا میں تشریف لائے اور گھوڑے سے اُتر کے نیام شمشیر سے ایک قبر کھودی اور خون گلوے اُس کے لے کر بدن پر اُس بچہ کے بجائے غسل کے ملا اور اُس پر نماز جنازہ پڑھ کے دفن کیا۔

(نزہت المصائب جلد اوّل صفحہ ۵۰۸ تا ۵۱۲)

مجلس یازدہم

چنانچہ لہوف وغیرہ میں منقول ہے کہ جب امام حسینؑ نے اپنے جوانانِ ہاشمی اور احباب کو خاک وخون آلودہ دیکھا تو بنفس نفیس عازمِ میدان ہوئے اور سامنے اعدا کے کھڑے ہوئے اور با آوازِ بلند بنا بر اتمام حجت کے فرمایا آیا ہے کوئی دور کرنے والا کہ اس آفت و بلا کو حرمِ رسولؐ خدا سے دور کرے آیا ہے کوئی خدا پرست کہ ہمارے بارے میں خوفِ خدا کرے آیا ہے کوئی فریاد رسی کرنے والا کہ خدا سے اُمید ثواب رکھتا ہو ہماری فریاد رسی کرنے میں آیا ہے کوئی اعانت کرنے والا کہ خدا سے اُمید ثواب رکھتا ہو ہماری اعانت کرنے میں۔ پس آوازِ بلند عورتوں کے رونے کی بلند ہوئی اُس وقت حضرت متوجہ ہوے طرف درِ خیمہ کے اور جنابِ زینبؑ سے فرمایا میرے فرزندِ صغیر کو مجھے دو تا کہ اُس کا دیدارِ آخری کروں۔ اور ایک روایت میں یوں منقول ہے کہ جناب زینبؑ اُس بچہ کو لے کر درِ خیمہ پر حضرت کے پاس آئیں اور عرض کیا اے بھائی یہ فرزند آپ کا ہے اور تین دن سے پانی اس کو ممکن نہیں ہوا پس آپ اس کے لیے ایک پیاس بھر پانی طلب کیجئے۔ پس امام حسینؑ نے اُس بچہ کو آغوش میں لیا اور طرف لشکر اعدا کے متوجہ ہو کر فرمایا اے قوم تم لوگوں نے میرے شیعہ اور جوانانِ اہلِ بیتؑ کو تشنہ لب قتل کیا اب یہ بچہ میرے ہاتھ پر پیاسا باقی رہا ہے پس اس کو ایک پیاس بھر پانی پلا دو کہ شدّتِ تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے آہ مومنین فدا ہو جان ہماری اُن لبہائے خشک پر جس نے با آوازِ بلند فرمایا اے قوم اسے ایک پیاس بھر پانی پلا دو کہ شدّتِ تشنگی سے ہلاک ہوتا ہے آہ حضرت ابھی اُن کی طرف مخاطب تھے اور اپنے فرزندِ شش ماہے کو پیار کرتے تھے ناگاہ حرملہ ملعون نے ایک تیر مارا کہ وہ تیر ستم اُس شیر خوار کے گلو پر اس زور سے آ کر لگا کہ وہ بچہ ہاتھوں پر حضرت کے اُلٹ گیا اور راہی جنت ہوا۔

(نزہت المصائب جلد اوّل صفحہ: ۵۲۱ تا ۵۲۲)

مجلس دوازدہم

کربلا میں اپنے فرزند صغیر کو تین دن کی بھوک پیاس اور شدّتِ گرما میں اپنی آغوش میں لے کر سامنے اشقیائے اُمت کے تشریف لائے اور اُس کے لیے پانی طلب کیا مگر افسوس عوض پانی کے ایک ملعون نے ایک تیر سہ پہلو زہر آلودہ مارا کہ وہ بچہ آغوش میں اُن حضرت کی شہید ہو گیا۔ چنانچہ مقتل ابومخنف اور لہوف وغیرہ میں منقول ہے کہ جب شاہزادہ علی اصغرؑ تیرِ ستم سے شہید ہوا تو امام حسین علیہ السّلام نے خون اُس فرزند کا اپنے ہاتھ میں لے کر ہوا پر پھینکا۔ اور بنا بر دوسری روایت کے حضرت نے جناب زینبؑ سے فرمایا اے بہن لو اس فرزند کو کہ یہ شہید ہوا ہے اور خون اُس کے حلق کا اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا جب چلّو بھر گیا تو حضرت نے وہ خون طرف آسمان کے پھینکا۔ بعد اس کے فرمایا اس یقین نے مجھ پر سہل و آسان کر دیا ہے ان مصائب کو جو مجھ پر گزرتے ہیں کہ یہ سب خدا دیکھتا ہے یعنی چونکہ خدا دیکھتا ہے اور یقین ہے کہ ان سب اُمور کی مجھے جزا دے اور میرے قاتلوں کو سزا دے۔

اور حضرت نے درگاہ خدا میں عرض کیا خداوندا اگر تو نے اپنی نصرت کو ہمارے واسطے حکم نہیں دیا ہے تو اُسی کے اجر میں ہمیں وہ جزا عطا فرما جو اس فتحیابی ظاہری سے ہمارے لیے بہتر ہو شاید مقصود یہ ہو کہ خداوندا میری خواہش سے اگر تو نے دار دنیا میں نصرت کو موقوف رکھا ہے تو اُس کے عوض میں جو چیز اُس سے بہتر ہو آخرت میں عطا کر اس لیے کہ بعض روایات سے ظاہر ہے کہ جناب باری نے اُن حضرت کو اختیار دیا تھا اگر چاہتے تو خدا نصرت و فتح عطا فرماتا مگر حضرت نے خود باشتیاق شہادت رضائے الٰہی کو اختیار کیا اور فتح و ظفر کو پسند نہیں کیا۔ الغرض امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ جو خون اُس بچّے کا میرے جد مظلوم نے طرف آسمان کے پھینکا اس میں سے ایک قطرہ

بھی زمین پر نہیں گرا شاید وجہ اس کی یہ ہو کہ اگر اُس خون ناحق ریختہ سے ایک قطرہ زمین پر گرتا تو زمین دھنس جاتی اور اہلِ زمین ہلاک ہو جاتے۔ چنانچہ اُس وقت حضرت نے درگاہ خدا میں عرض کیا خداوندا میں تجھے گواہ کرتا ہوں ان ملعونوں پر کہ انھوں نے اپنے نفسوں پر لازم کرلیا ہے کہ تیرے نبیؐ کی ذریّت سے کسی کو زندہ نہ چھوڑیں۔ بعد اس کے حضرت اُس شیر خوار کو اُس طرح مذبوح ومقتول لیے ہوئے خیمہ کی طرف تشریف لائے اور خون اُس بچّے کا سینۂ اطہر پر امام حسینؑ کے جاری تھا اور لاش اُس معصوم کی اپنی بہن جناب اُمِّ کلثومؑ کو دی اور اُس مظلومہ نے اُس لاش کو خیمہ میں رکھا حضرات تصوّر کیجیے کہ وہ لاش دیکھ کر اُس شیر خوار کی ماں اور بہنوں اور پھوپھیوں کا کیا حال ہوا ہو گا آہ اُس وقت شور رونے کا بلند ہوا۔ پس امام حسینؑ اس شیر خوار کی مصیبت پر بشدّت روئے۔

اے پروردگار میرے تو مجھے یکہ وتنہا نہ چھوڑ دیکھتا ہے تو ان کفار کو کہ کیسا ظلم وستم کیا اور حق سے انکار کرتے ہیں شاید مراد یہ ہو کہ تو میرا مددگار رہ اس لیے کہ تو دیکھتا ہے ان کفار کو کہ عمداً حق کا انکار کرتے ہیں۔ ان اشقیا نے ہمیں اپنے قابو میں ایسا کرلیا ہے کہ جس طرح کوئی شخص کسی کا مملوک ومحکوم ہوتا ہے اور اپنے افعال بد سے مسرور کرتے ہیں یزید شرابخوار کو لیکن بھائی میرا تنہا شہید ہو کر دنیا سے گزر گیا اور لاش اُس کی بخاک و خون آلودہ پڑی ہے کہ اعدا نے اُس کو میدان میں تنہا پا کر قتل کیا اور ایسی حالت میں کہ وہ اپنے اقربا سے دور تھا آہ یہ اشارہ حضرت عباسؑ کی طرف ہے کہ وہ جناب اپنے اقربا سے دور روز عاشورا نہر کے کنارہ پر شہید ہوئے الغرض حضرت نے لاش علیؑ اصغر کی خیمہ سے لا کر مقتل شہدائے اہلِ بیتؑ میں رکھ دی اور بروایتے اُس وقت حضرت گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے اور نیامِ شمشیر سے ایک قبر کھودی اور اُس فرزند کو بعوض غسل

کے اُس کا خون مل کر نمازِ جنازہ پڑھی اور دفن کیا آہ مومنین کیا حال ہوا ہوگا اُس وقت اُس مظلوم کا جب اُس نورِ نظر کو اپنے ہاتھ سے خاک میں چھپایا ہوگا عجیب نہیں کہ بجائے آب ریزی کے اُس قبر پر اشک ریزی فرمائی ہوگی۔

(نزہت المصائب جلد اوّل صفحہ:۵۲۶تا۵۲۹)

مجلس سیزدہم

اسی سبب سے ارواح مقدسہ ابنیا و اوصیا اور اولیا اور ملائکہ نے روزِ عاشورہ بوقت استغاثہ جناب سیّد الشہدا کے لبیک اجابت کہی اور ارادہ اُن حضرت کی نصرت کا کیا گویا اُس عہد و میثاق پر وفا کی اللہ اکبر کیا تاثیر تھی فریاد و استغاثۂ مظلوم کربلا غربت نینویٰ کی کہ ملا آقا دربندی علیہ الرحمہ بہ بیان بسیط بطور استنباط کے لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وقت استغاثہ جناب سیّد الشہدا کے شاہزادہ علی اصغرؑ شدّت تشنگی سے بیتاب گہوارہ میں تھے جس وقت کہ آواز استغاثہ اپنے پدر مظلوم کی سنی تو بیقرار ہو کر اپنے تئیں زمین پر گرادیا اور آواز گریہ بلند کی اور اہلِ حرم کو معلوم ہوا کہ یہ حالت اس شیر خوار کی بسبب سننے آواز استغاثہ کے ہوئی گویا بمنزلہ لبیّک لبیّک اور آمادگی نصرت اپنے پدر مظلوم کے کی ہے اور یہ امر بظہور آنا فرزند حجت خدا سے بعید نہیں ہے غرض کہ جب اُس شیر خوار نے اپنے تئیں گہوارے سے زمین پر گرادیا اور آواز گریہ بلند کی تو اُس وقت شور گریہ وبکا اہلِ حرم کے خیمہ سے بلند ہوا یہ سن کر جناب امام حسینؑ میدانِ قتال سے خیمہ کی طرف تشریف لائے اور درِ خیمہ سے آواز دی اور سبب اس قدر رونے کا جناب زینبؑ سے پوچھا اُس معظّمہ نے حال بیقراری علی اصغرؑ کا عرض کیا پس مظلوم کربلا کو ظاہر ہوا کہ وہ بچہ زبان حال سے راہ خدا میں طالبِ شہادت ہے اُس وقت کے حال میں لہوف وغیرہ میں یوں منقول ہے کہ جب امام حسینؑ نے روز عاشورا مقتل شہدا میں جوانانِ ہاشمی اور

اصحاب و اقربا کو دیکھا کہ ریگ گرم پر پڑے ہوئے زخموں سے چور چور خاک و خون میں آلودہ ہیں تو بہ حسرت اپنی تنہائی پر روئے اور بنفس نفیس متوجہ جہاد ہوئے اور بنا بر اتمام حجت کے فریاد کی۔

آیا ہے کوئی دفع کرنے والا اس آفت و بلا کو حرم رسولؐ خدا سے دور کرے آیا ہے کوئی خدا پرست کہ ہمارے بارے میں خوفِ خدا کرے آیا ہے کوئی فریادرس کہ اُمید ثواب خدا کی رکھتا ہو ہماری فریاد رسی کرنے میں آیا ہے کوئی اعانت کرنے والا کہ اُمید وار خدا سے ثواب اُخروی کا ہو ہماری اعانت کرنے میں آہ یہ آواز استغاثہ سن کر اہلِ حرم بیقرار ہو کر رونے لگے۔ اور امام حسینؑ آواز گریہ و بکا اُن کی سن کر دروازۂ خیمہ پر تشریف لائے اور جنابِ زینبؑ سے فرمایا اے بہن میرے فرزندِ صغیر کو مجھے دو کہ میں اُسے وداعِ آخری اور پیار کروں اور دوسری روایت میں یوں وارد ہے کہ اُن حضرت کو میدانِ قتال و جہاد سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ پھر دروازۂ خیمہ پر تشریف لاتے آہ جب حال علیؑ اصغر کا شدّتِ تشنگی سے متغیر ہوا تو جنابِ زینبؑ اُس شیر خوار کو ہاتھوں پر لے کر درِ خیمہ تک لائیں اور آواز دی اے بھائی یہ فرزند آپ کا ہے اور تین شبانہ روز گزرے ہیں کہ ایک قطرہ پانی کا اس کو نہیں ملا ہے اور شدّتِ تشنگی سے ہلاک ہوا چاہتا ہے آپ اس قوم بے حیا سے اس بچہ کے لیے تھوڑا سا پانی طلب کیجئے شاید یہ بچہ بچ جائے پس حضرت نے اپنے فرزند کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور سامنے اُن کے لائے اور با آوازِ بلند بنا بر اتمام حجّت کے فرمایا اے قوم تم نے میرے سب اقربا اور اصحاب اور شیعوں کو قتل کیا اب یہ شیر خوار میرے ہاتھ پر باقی ہے یہ بھی پیاس سے جان بلب ہے اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو افسوس ابھی حضرت اُن کی طرف مخاطب تھے ناگاہ حرملہ لعین نے ایک تیر سہ پہلو زہر آلودہ مارا کہ وہ تیر ستم گلوے خشک پر علی اصغرؑ کے لگا جس کے صدمے سے وہ

شیر خوار شہید ہوا اور درجۂ شہادت پر فائز ہوا پس حضرت اُس کی تشنہ لبی اور مصیبت پر روئے اور وہ لاش جنابِ زینبؑ کو دی اور اہلِ حرم اُس کی مظلومی اور تشنہ لبی پر بشدّت روئے اور علیؑ اصغر کو خون آلودہ اور مردہ دیکھ کر کہرام بپا ہوا آہ کیونکر کہرام نہ ہوتا کہاں تیر سہ پہلو اور کہاں نازک گلو چھ مہینے کے بچّے کا۔ (نزہت المصائب جلد اوّل صفحہ: ۵۳۲ تا ۵۳۴)

مجلس چہاردہم

آہ جب علی اصغرؑ کے قتل کا ذکر ہوتا ہے تو دل بیتاب ہو جاتا ہے کیونکہ عجیب مظلومی کی حالت میں روزِ عاشورا اپنے پدر مظلوم کے ہاتھوں پر تیر ستم سے ذبح کیا گیا حالانکہ کسی ملت میں ایسے شیر خوار کا قتل کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ اکسیر العبادات میں حمید بن مسلم ازدی سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں لشکر ابن زیاد میں بروزِ عاشورا موجود تھا پس دیکھا میں نے طرف اُس بچہ کے جو ہاتھوں پر امام حسینؑ کے شہید ا ہوا تھا۔ ناگاہ خیمہ سے ایک مخدومہ باہر نکل آئیں اور نور سے اُن کے آفتاب خجل و بے نور ہوتا تھا اور اُن کے پاؤں گوشۂ چادر میں اُلجھتے جاتے تھے اور وہ معظّمہ گر پڑتی تھیں اور کبھی کھڑی ہوتی تھیں اور کہتی تھیں ہائے فرزند ہائے مقتول ظلم و ستم ہائے اے جان و دل میرے ۔پس اُس معظّمہ کے بین پر بنی اُمیہ بھی باجود سنگدلی کے رونے لگے یہاں تک کہ وہ مخدومہ طفل مذبوں تک گئیں اور گر پڑیں اور دیر تک نوحہ وزاری میں مصروف رہیں پس اُن معظّمہ کے پیچھے کئی لڑکیاں مثل دُرہائے پریشان کے باہر نکلیں۔ اور امام حسین علیہ السلام اُس وقت لشکر کوفہ کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے پس اپنے پسِ پشت دیکھ کر اُن معظّمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُن کا پردہ کیا اور بہت سی نصیحت کی اور بہ تسلی و تشفی سمجھا کر خیمہ کی طرف پھیر دیا۔ حمید کہتا ہے جو لوگ گرد میرے تھے میں نے اُن سے پوچھا یہ

معظمہ کون ہے اُنھوں نے کہا یہ اُمِّ کلثومؑ ہیں اور یہ لڑکیاں فاطمہ صغریٰ اور سکینہؑ اور رقیہ اور زینبؑ ہیں یہ سن کر میں روتے روتے بے اختیار ہو گیا اور وہاں سے چلا گیا۔ اور شعبی نے روایت کی ہے کہ جب امام حسین علیہ السّلام اُس شیر خوار کو لے کر طرف خیمہ اہلِ حرم کے تشریف لے گئے تو اُس وقت وہ بچہ خون سے اپنے بدن کے سُرخ رنگ ہو رہا تھا اور امام حسینؑ روتے جاتے تھے پس جب اہلِ حرم نے آواز حضرت کے رونے کی سنی تو وہ ستم رسیدہ حضرت کی طرف آئیں دیکھا کہ وہ بچہ شیر خوار سینۂ اقدس پر ذبح کیا ہوا دنیا سے رحلت کر گیا ہے۔ جب اُن عورتوں نے اُس بچہ کو اس حال سے دیکھا تو آواز گریہ و نالہ بلند کی اور جناب اُمِّ کلثومؑ نے اُس شیر خوار کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور اپنا گلو اُس بچہ کے گلوے نازنین پر رکھ کر اس قدر روئیں کہ آنسو بہہ کر اُس بچہ پر گرتے تھے بعد اُس کے اُس مظلومہ نے صدا وامحمداہ وعلیاہ کی بلند کی اور فریاد کی کہ ہائے نانا رسولؐ خدا ہائے بابا علیؑ مرتضیٰ بعد آپ کے اعدا نے ہم پر کیا کیا ظلم و ستم کیے پس بین کرتی تھیں اور فرماتی تھیں۔ افسوس ہے اُس بچہ پر کہ جسم نازنین جس کا اُسی کے خون سے رنگین کیا گیا افسوس ہے اُس شیر خوار پر جس کا دودھ پیکانِ تیر سے ظالموں کے بڑھایا گیا اور حسرت ہے اُس مادرِ ستم رسیدہ پر جس کی آنکھیں اور دل و جگر اُس مصیبت میں مجروح ہو گئے پس حضرات ایسی بیکسی میں اُس شیر خوار کا تشنہ لب تیر ستم سے قتل ہونا عظیم ترین مصیبت ہے کہ جس کا اثر مُستمر ہے آہ جب اُس بچہ شش ماہے کا ذکر آتا ہے تو دل بیتاب ہو جاتا ہے کیونکہ دل صاحبِ اولاد کا نازک ہوتا ہے تصور کیجئے کہ اُس وقت مظلوم کربلا کے قلبِ اقدس پر کیا صدمہ ہوا ہوگا اور اُس شیر خوار کی ماں اور بہنوں اور پھوپھیوں پر روتے روتے کیا حالت گزری ہوگی۔ (نزہت المصائب جلد اوّل صفحہ: ۵۳۴ تا ۵۳۸)

مجلس ہفت دہم

راوی کہتا ہے یہ حال دیکھ کر اُس قوم نے کہا قسم بخدا اگر اس صاحبزادہ پر کوئی سانحہ گزرا تو ہم کو اندیشہ ہے اس کا کہ کہیں حضرت پر ایسا صدمہ شاید پہنچے کہ خوف ہلاکت کا ہو اللہ اکبر مومنین درد فرزند کا ایسا ہی ہوتا ہے خصوصاً عالم غربت و تنہائی میں جدائی اولاد کی بڑی مصیبت ہے خصوص وہ بچہ جس سے باپ کو اُنس ہو پس تصور کیجئے کہ مظلوم کربلا کے قلب اقدس پر کیا صدمہ گزرا ہوگا جدائی میں اپنے فرزند پارۂ جگر علی اصغرؑ کی جو ہاتھوں پر اُن حضرت کے روز عاشورا تیر ستم سے تشنہ لب شہید ہوا۔ چنانچہ مقتل ابو مخنف وغیرہ میں منقول ہے کہ جناب امام حسین علیہ السلّام متوجہ ہوئے طرف جنابِ اُمِّ کلثومؑ کے اور اس نے فرمایا اے بہن میں تم سے وصیت کرتا ہوں اپنے فرزند صغیر کے لیے اُس بچہ سے بخیر و نیکی پیش آنا کہ وہ بچہ کم سن ہے اور عمر اُس کی چھ مہینے کی ہے۔ اُس مخدّومہ نے عرض کیا اے بھائی اس بچہ پر تین روز گزرے ہیں کہ پانی نہیں پیا ہے پس آپ اس کے لیے تھوڑا سا پانی طلب کیجئے۔ حضرت نے فرمایا اُس کو میرے پاس لے آؤ اور حضرت اُس بچہ کو لے کر طرف قوم اعدا کے لے گئے اور فرمایا اے قوم تم لوگوں نے میرے بھائی اور بیٹے اور انصار کو قتل کیا اور اب سوا اس بچّے کے کوئی باقی نہ رہا یہ بھی شدّتِ تشنگی سے جان بلب ہے پس اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ آہ حضرت اُن کی طرف مخاطب تھے اسی اثنا میں ایک تیر سہ پہلو زہر آلودہ لشکر اعدا سے آیا پس اُس بچّے کو ایک کان سے دوسرے کان تک زخمی کر کے ذبح کیا۔ پس امام حسین علیہ السّلام خون کو اپنے چلّو میں لینے لگے اور ہوا میں پھینکا اور فرماتے تھے خداوندا میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں ان ملعونوں کے کردار پر ان اشقیا نے اپنے نفسوں پر لازم کر لیا ہے کہ ہرگز تیرے نبیؐ کی ذریّت سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں بعد اُس کے اُس بچہ مذبوں کو لے کر واپس آئے

اور خون اُس کا سینۂ اقدس پر امام حسین علیہ السّلام کے جاری تھا اور جناب اُمّ کلثومؑ کو دیا اُس ستم دیدہ نے لے کر خیمہ میں رکھا اور حضرت اُس بچے کے حال پر روئے۔
(نزہت المصائب جلد اوّل صفحہ: ۵۵۰ تا ۵۵۲)

بحور الغمہ

(علاّمہ محمد علی لکھنوی)

ناگاہ بیبیوں کے رونے کی آواز امام حسینؑ کے کانوں تک پہنچی۔ گھبرا کر خیمہ میں تشریف لائے اور جناب زینبؑ سے پوچھا: تم کیوں روتی ہو؟

جناب زینبؑ نے عرض کی: بھیّا! جس وقت سے علی اصغرؑ نے آپؑ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے، ہمک کر اپنے آپ کو گہوارہ سے گرا دیا ہے اور رونے سے خاموش نہیں ہوتا۔

یہ سن کر آپؑ رو دیئے اور فرمایا: ''اس شیر خوار کو میرے پاس لے آؤ کہ ایک نظر دیکھ لوں اور الوداع کر لوں''۔

حسبِ ارشاد جناب زینبؑ نے علیؑ اصغر کو لا کر امام حسین علیہ السّلام کی گود میں دے دیا۔ آپ نے دیکھا کہ علیؑ اصغر کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں اور پیاس کی شدّت سے لبِ نازنین نیلے ہو گئے ہیں۔ حضرتؑ اس کے خشک ہونٹوں کے بوسے لینے لگے اور اپنے آگے زین پر بٹھا لیا اور بکمالِ حسرت و یاس اس ماہ طلعت کی صورت دیکھنے لگے اور بے اختیار رونے لگے۔ پس آپؑ میدان میں صفوفِ لشکر کے سامنے کھڑے ہوئے اور چھوٹے سے بچّے کو اُٹھا کر اس قدر بلند کیا کہ زیرِ بغل سفیدی نمایاں ہوئی اور باآوازِ بلند فرمایا:

اَیَاسَاکِنِیْ شَامٍ وَیَا اَھْلَ کُوْفَۃٍ
فَھَلْ ھٰذَا اَوْصَی النَّبِیُّ الْمُکَرَّمُ

''اے اہل کوفہ وشام! آیا جنابِ رسولؐ خدا نے تم سے ایسی وصیت کی تھی کہ میری اولاد سے دغا اور عناد سے پیش آنا اور ان کو ظلم و ستم سے قتل کرنا؟''

یَمُوْتُ عِطَاشًا اَھْلُبَیْتِ مُحَمَّدٍ
وَیَشْرَبُ ھٰذَا الْمَاءَ تُرْکٌ وَدَیْلَمٌ

اے قومِ بدکردار! کیا قیامت ہے کہ تمہاری اجازت سے کفار تک جس قدر چاہیں پانی لے جائیں مگر میرا ایک شیر خوار بچّہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں لے سکتا اگر چہ میں خود بھی پیاس سے جاں بلب ہوں، اگر تمہارے خیال میں حسینؑ گنہگار ہے، پانی کا سزاوار نہیں، یہ تو بتاؤ کہ اس معصوم بچّے نے کیا قصور کیا ہے؟

اے ظالموں! روزِ قیامت کی پیاس سے ڈرو اور شیر خوار بچّے کو تھوڑا سا پانی دے دو کہ میرا یہ فرزند پیاس سے جاں بلب ہے۔

بہر کیف اس طرح کے کلمات حضرتؑ نے ان سنگدلوں سے فرمائے کہ اگر پتھر ہوتا تو پانی ہو جاتا مگر اس کے جواب میں حرملہ بن کاہل اسدی نے ایک ایسا تیر جنابِ علی اصغرؑ کے حلق پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا تڑپ تڑپ کر آغوشِ امام حسینؑ میں شہید ہو گیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے آسمان کی جانب سر بلند کر کے عرض کیا:

''اِلٰھِیْ وَسَیِّدِیْ ھٰذَا اَعَزُّ جَوَاھِرِ خَزَانَتِیْ وَاٰخِرُمَا بَقِیَ فِیْ سُفْطَتِیْ''

''اے مولا و آقا! میرا یہ عزیز ترین جواہر خزانہ ہے اور یہ دُرِ بے بہا آخر سلک شہداء سے تیرے اس بندے کے پاس امانت باقی تھا جو تیری راہ پر نثار ہوا''۔

اس کے بعد حضرتؑ نے علی اصغرؑ کے گلے کے نیچے ہاتھ رکھا۔

"فَتَحَ عَيْنَيْهِ فَتَبَسَّمَ فِيْ وَجْهِ اَبِيْهِ"

اس وقت جنابِ علی اصغرؑ نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرا کر اپنے والدِ بزرگوار کے جمالِ مبارک پر نظر کی اور راہیِ جنت ہو گئے۔

مومنین! جنابِ علی اصغرؑ کے تبسم کی وجہ کچھ سمجھے؟ قاعدہ ہے کہ تبسم تعجب کے وقت ہوتا ہے۔ پس جنابِ علیؑ اصغر کو یہ استعجاب ہوا کہ یہ ملاعین کیسے شقی القلب ہیں کہ مجھ شیر خوار تک کو بھی تیر مار کر شہید کیا۔

بہر کیف حضرتؑ کا چلّو جنابِ علی اصغرؑ کے خون سے بھر گیا۔ اسے آسمان کی جانب پھینکا۔

"فَلَمْ يَرْجِعْ قَطْرَةٌ مِنْهَا اِلَى الْغَبْرَاءِ"

خون کا کوئی قطرہ زمین پہ نہ گرا بلکہ ملائکہ اس خون کو آسمان کی جانب لے گئے۔

دوسری روایت میں یوں وارد ہوا ہے کہ جب حضرتؑ نے چاہا کہ اس خون کو آسمان کی جانب پھینکیں تو آواز آئی: اے حسینؑ! اگر اس لہو کو آسمان کی جانب پھینکو گے تو پھر کبھی بارانِ رحمت نازل نہ ہو گا۔

اس وقت حضرتؑ نے قصد کیا کہ زمین پر بہا دیں، زمین نے بھی یہی فریاد کی کہ یا حضرتؑ! اگر ایک قطرۂ خون بھی مجھ پر گرا تو قیامت تک زمین پر کوئی چیز پیدا نہ ہو گی۔

مومنین! مقامِ تصور ہے۔ اس وقت مظلومِ کربلا کو کیا تردد ہوا ہو گا کہ اس خون کو اب وہ کیا کریں! غرض مجبور ہو کر کچھ خون اپنے ریش مبارک پر ملا اور باقی خون علی اصغرؑ کے بدن پر مل دیا۔

"ثُمَّ رَجَعَ اِلَى الْخَيْمَةِ وَنَاوَلَهُ بِاُمِّهٖ"

اس کے بعد خیمہ میں تشریف لائے اور لاشِ علیؑ اصغر کو جنابِ ربابؑ کے سپرد کر

تمام کا تمام اُجڑ گیا۔ بچپن کے رفیقوں کا ساتھ چھوٹ گیا۔ گودیوں سے بچّے آنکھوں کے سامنے دم توڑ توڑ کر مر گئے۔ وہ بھائی جس کے بازوؤں کی قوت لشکر کی زینت تھی، ۲۹ برس بیٹوں کی طرح پالا تھا، شانے کٹوا کر دنیا سے سدھارا۔ وہ بھتیجا جو بھائی کی یادگار بھی تھا، اپنا داماد بھی تھا، دیکھتے ہی دیکھتے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہو گیا۔ وہ بچہ شیر خوار جس کو دنیا میں آئے ہوئے ایک سال بھی نہ گزرا تھا، چلنے بھی نہ پایا تھا، باپؑ کے ہاتھوں پر خیمہ سے قتل گاہ میں آیا۔ چھ ماہ کا کیا سن ہے! ابھی دُودھ بھی چھوٹنے نہ پایا تھا کہ تین دن پیاسا رہنے کے بعد آبِ تیر سے سیراب ہوا۔

چنانچہ کتاب منتخب وغیرہ میں منقول ہے کہ جب امامِ مظلوم کے سب عزیز و انصار درجہ شہادت پر فائز ہو چکے، اشقیاء نے اکیلا پا کر چاروں طرف سے ہجوم کیا۔ تلواریں کھینچ کھینچ کر، نیزے تان تان کر آگے بڑھے۔ آپؑ نے بھی اپنی جھکی ہوئی کمر کو سیدھا کیا۔ ہاتھ قبضہ پر رکھا، چاہا کہ مصروفِ جہاد ہوں لیکن خیمہ سے اس طرح ماتم کی آواز کانوں میں آئی جس طرح میت پر لوگ روتے ہیں۔ مضطربانہ قتل گاہ سے تشریف لائے۔ دیکھا کہ مادرِ علی اصغرؑ چھ ماہ کی جان ہاتھوں پر رکھے رو رہی ہیں اور وہ بے زبان چھوٹا سا دہن پیاس کی شدت سے کھولے ہوئے ہے۔ ضعف سے ننھا سا بچہ ڈھلا جاتا ہے۔ کملائے ہوئے چہرے پر مردنی چھائی ہے۔ اردگرد سب بیبیاں سروں اور سینوں کو پیٹ رہی ہیں۔ بے اختیار ہو کر آپؑ بھی رونے لگے اور جنابِ زینبؑ سے فرمایا:

''کیا کروں، کہاں سے پانی لاؤں، کیونکر پلاؤں؟ ایک تدبیر ذہن میں آتی ہے کہ اس بچہ کو لے کر مقتل میں جاؤں اور ظالموں کو دکھاؤں۔ شاید اس کی صورت دیکھ کر کسی بے رحم کو رحم آ جائے''۔

غرض جنابِ علیؑ اصغر کو گود میں لیا اور اس خیال سے کہ دھوپ میں پیاس کا صدمہ

زیادہ نہ ہو، عباء کے دامن سے اس پر سایہ کیا اور میدان میں تشریف لائے۔ لشکر کی طرف متوجہ ہو کر استغاثہ بلند کیا:

''اَمَامِنْ مُجِرٍ یُجِیْرُنَا اَمَامِنْ مُغِیْثٍ یُغِیْثُنَا''

آیا ان لاکھوں آدمیوں میں کوئی پناہ دینے والا ہے کہ عترتِ رسولؐ کو پناہ دے؟ آیا کوئی فریادرس ہے کہ اپنے نبیؐ کے نواسے کی فریاد کو پہنچے؟

''اَمَامِنْ اَحدٍ یَاْتِیْنَا بِشَرْبَۃٍ مِنْ الْمَآءِ لِھٰذا الطِّفْلِ فَاِنَّہٗ لَا یُطِیْقُ الظَّمَاءُ''

کیا اس مجمع میں کوئی صاحبِ اولاد نہیں؟ کسی کو خدا کا ڈر نہیں کہ اس جاں بلب بچے کو اس بہتے ہوئے دریا سے ایک گھونٹ پانی پلا دے؟ چھ مہینے کا بچہ پیاس سے مر رہا ہے۔

ہر چند جنابِ سیّد الشہداؑ نے فریادیں کیں مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ بعض منھ پھیر کر، بعض گردنیں جھکا کر رہ گئے۔ بعض رو دیئے۔

ایک بے رحم کا ایسا زہر آلود تیر آ کر لگا کہ نازک سے حلق سے پار ہو گیا اور وہ صاحبزادہؑ بابا کی گود میں ہچکی لے کر سردھو گیا۔

''فَبَکَی الْحُسَیْنُ وَرَمَی الرَّکْوَۃَ مِنْ یَدِہٖ''

اب صاحبانِ اولاد سے پوچھتا ہوں کہ جس کی گود میں یہ حادثہ گزرے، وہ کیا کرے؟ کیونکر دل پر قابو رکھے؟ بے اختیار دہاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کی:

''اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الشَّاھِدُ عَلَی الْقَوْمِ قَتَلُوْ اَشْبَہَ الْخَلْقِ بِنَبِیِّکَ رَسُوْلِ اللّٰہِ''

خداوندا! اس قوم نے میرے ایسے شبیہ کو مار ڈالا ہے جو صورت میں تیرے رسولؐ کے مشابہ تھا۔

پھر علی اصغرؑ کا لہو چلو میں لے کر آسمان کی طرف پھینکا۔ لکھا ہے کہ اس خونِ ناحق

کا کوئی قطرہ زمین پہ نہ گرا۔ اس کے بعد تلوار لے کر نوک سے ایک چھوٹی سی قبر بنائی اور اس میں ننھی سی لاش کو پیوندِ خاک کر دیا۔ دل کی بیتابی کا عجب حال تھا، کبھی زمین پر گر پڑتے تھے اور کبھی اُٹھ بیٹھتے تھے۔ کبھی جاں نثاروں کو یاد کر کے یہ اشعار پڑھتے تھے۔

"وَاللهِ مَالِی اَنِیْسٌ بَعْدَ فُرْقَتِکُمْ"

اِلَّا الْبُکَآءُ وَ قَرْعُ السِّنِ مِنْ نَدَمٍ

واللہ! اب تم لوگوں کے بعد سوائے افسوس کرنے اور اشکِ حسرت بہانے کے دوسرا کوئی نہیں، کوئی انیس اور رفیق باقی نہ رہا۔

وَلَاذَکَرْتُ الَّذِیْ اَیْدِیْ الزَّمَانِ لَکُمْ

اِلَّا جَرَتْ اَذْ مُعِیْ مَرْ جُوْ جَةً بِدَمِیْ

اور جب مجھے وہ مصائب یاد آتے ہیں جو زمانہ کے ہاتھ سے تمہیں پہنچے کہ یوں پیاس میں اس جور و ستم سے میرے سامنے مارے گئے تو بے اختیار لہو کے آنسو میری آنکھوں سے جاری ہوتے ہیں۔ (بحور الغمہ صفحہ: ۲۳۷ تا ۲۴۶)

ذکر المصائب

علامہ میرزا محمد ہادی لکھنویؒ

روایت نمبر ۲۰:

روایت میں ہے کہ جب امام علیہ السلام میدانِ کربلا میں اکیلے اور تنہا رہ گئے آپؑ نے حسرت بھری نگاہ سے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر فرمایا، آیا ہے کوئی ایسا فریاد رس کہ ہماری فریاد کو پہنچے، ماتم کی صدائیں بلند ہوئیں۔ امام علیہ السلام اپنے پردہ داروں اور بچوں کے رونے کی آواز سن کر درِ خیمہ پر تشریف لائے اور فرمایا میرے فرزند صغیر تشنہ

لب علی اصغرؑ کو میرے پاس لے آؤ تا کہ میں اسے وداع کروں، جب اس معصوم بچّے کو امام علیہ السلام کے پاس لایا گیا تو آپؑ نے اس بچّے کو اُٹھایا اپنے گلے سے لگایا اور اس کی پیشانی، چہرے اور خشک ہونٹوں کو چوما، کافی دیر تک امام علیہ السلام علی اصغرؑ کو چومتے رہے اور روتے بھی رہے اور مسلسل فرماتے جا رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم پر عذاب نازل فرمائے جو ہمارے دَرپے آزار ہے اس کے بعد امام حسین علیہ السلام علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر لیے میدان میں آئے، علی اصغرؑ اس وقت پیاس کی شدت کی وجہ سے بے ہوش تھے، حضرتؑ نے لشکر مخالف کو دکھا کر بآوازِ بلند فرمایا اے بے رحمو! اگر حسینؑ تمہارے زعمِ ناقص میں قصوروار ہے؟ ارے ظالمو! قیامت کی پیاس سے ڈرو اور اسے تھوڑا سا پانی دے دو کہ میرا یہ فرزند جاں بلب ہے امام علیہ السلام نے انتہائی افسردہ لہجے میں علی اصغرؑ کے لئے پانی مانگا، اگر یزیدیوں کی جگہ پر پتھر بھی ہوتا تو وہ بھی پانی پانی ہو جاتا، مگر افسوس کہ ان ظالموں نے امام علیہ السلام کے سوال کا جواب کس انداز سے دیا؟

ناگاہ حرملہ نے پانی کے بدلے میں ایک ایسا تیر جناب علی اصغرؑ کے خشک گلے پر مارا کہ وہ تین دن کا پیاسا تڑپ تڑپ کر اپنے بابا کی گود میں شہید ہو گیا۔ امام حسین علیہ السلام نے زخم کے نیچے ہاتھ رکھا اور جب چلو خون سے بھر گیا تو اسے آسمان کی طرف پھینک دیا اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔

بارِالٰہا یہ سب رنج و آزار تیری راہِ رضا میں آسان ہیں۔ امام علیہ السلام بیتاب ہو کر زار و قطار روئے اور فرمایا ہائے اصغرؑ ہائے میرے لال اس ظالم پر خدا کا عذاب نازل ہو جس نے تیری پیاس پر رحم نہ کھایا اور پانی کے بدلے میں تیرے سوکھے حلق پر ایسا تیر مارا کہ تو دنیا سے پیاسا چلا گیا۔ اے میرے پارۂ جگر! تیرے باپ پر تیری جدائی بہت دشوار ہے کہ تو یوں پیاسا میرے ہاتھوں پر مارا جائے۔

امام علیہ السلام روتے ہوئے درِ خیمے پر آئے اور خیمہ سے باہر کھڑے ہو کر فرمایا اے زینبؑ بہن! علی اصغرؑ کو لے لو یہاں پر دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ ظالموں نے امام علیہ السلام کو مہلت نہ دی کہ آپ علی اصغرؑ کی لاش خیمہ میں لے جاتے یا یہ کہ کریم امامؑ کو مادرِ اصغرؑ سے شرم آئی کہ وہ اس کے فرزند کو پانی پلانے لے گئے تھے، اب انہیں علی اصغرؑ کی لاش کس طرح دیں، اس لئے جنابِ زینبؑ کو آواز دے کر کہا کہ زینبؑ بہن اصغرؑ کو لے لو جنابِ زینبؑ جونہی آئیں اور اپنے بھائی کا یہ حال دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کے ہونٹ پیاس کی شدت کی وجہ سے خشک ہو چکے ہیں اور آپ کے بازو سے کافی خون بہہ رہا ہے اور آپ کے ہاتھوں پر علی اصغرؑ کی لاش ہے اور اصغرؑ کے گلے اور کانوں سے خون نکل رہا ہے۔ بی بی بلند آواز سے روئیں اور جنابِ رسولِ خدا کے روضۂ اقدس کی طرف خطاب کر کے بولیں ہائے نانا میں آپؐ سے ان ظالموں کے ظلم و ستم کی شکایت کرتی ہوں۔

جنابِ زینبؑ روتے ہوئے علی اصغرؑ کی لاش کو لے کر خیمہ میں آئیں آہ! جونہی یہ حال مادرِ اصغرؑ نے دیکھا کہ اصغرؑ کے گلے سے خون بہہ رہا ہے، بے جان زینبؑ کی گود میں ہے اور اس ننھی لاش کے سوکھے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی ہے، عجب حال ہوا اس دل جلی ماں کا، وہ بی بی چیخیں مار کر رونے لگی اور تڑپ تڑپ کر بے قراری میں کہتی تھیں اے میرے بچے اے میرے پارۂ جگر! ہائے میرے اصغرؑ عذاب ہو اس ظالم پر جس نے تجھ بے زبان پر بھی رحم نہ کھایا اور پیاسا قتل کیا اور پانی نہ دیا۔ پھر وہ بی بی اس قدر روئی کہ روتے روتے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی اور امام مظلوم اور سب اہل بیتؑ بے قرار ہو کر رونے لگے، امام علیہ السلام سب کو پکارتے تھے اور ان کو کوئی مددگار نظر نہ آتا تھا، تو امام علیہ السلام نے فرمایا اے زینبؑ! اے اُمِ کلثومؑ! اے سکینہؑ! الوداع

الوداع تم سب کو میرا اسلام آخر پہنچے۔ سکینہؑ نے جونہی اپنے بابا کی آواز کو سنا تو فوراً اپنے بابا سے لپٹ کر چیخیں مار کر رونے لگی اور یہ کہہ رہی تھی بابا آخر آپ نے موت ہی کو چن لیا ہے، کاش سکینہؑ آپ پر فدا ہوتی اور آپ کا یہ حال نہ دیکھتی۔ امام علیہ السلام اپنی بیٹی کی بے قراری اور مظلومیت دیکھ کر بہت روئے اور فرمایا سکینہؑ بیٹی وہ شخص کیوں نہ موت کو اختیار کرے کہ جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو، بیٹی میرے سب انصار و دوست مارے گئے اور بیٹے اور بھائی آنکھوں کے سامنے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے کوئی بھی تو زندہ نہ بچ سکا، اب موت کے سوا چارہ کیا ہے۔

(ذکر المصائب ص ۲۳۰ تا ص ۲۳۷)

روایت نمبر ۲۱:

حدیث میں ہے کہ جس وقت مومنین کرام کسی جگہ پر اکٹھے ہو کر حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں تو ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے مصافحہ کرتے ہیں۔

پس جب وہ مومن متفرق ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور دوسرے آسمانی فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ اس وقت ہمیں تم میں سے ایسی خوشبو آ رہی ہے کہ وہ ہم دوسرے فرشتوں میں نہیں سونگھتے۔

وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اس وقت ان لوگوں کے پاس تھے کہ جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ذکر میں مشغول تھے، پس یہ خوشبو ان کی خوشبو ہے؟ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں بھی وہاں پر لے چلو، جہاں ذکرِ اہل بیتؑ ہوتا ہے تو یہ فرشتے کہتے ہیں کہ اس وقت وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے ہیں۔

پھر وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں اس مکان ہی میں لے چلو کہ جہاں وہ لوگ یہ ذکر

کرتے ہیں۔

کتاب کنز الفوائد میں جناب ابوذر غفاری سے منقول ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کا ارشاد گرامی ہے:

''اے ابوذر! اللہ تعالیٰ نے ارکان عرش سے ہر رُکن پر ستر ہزار فرشتے مقرر کیے ہیں، وہاں پر وہ نہ عبادت کرتے ہیں اور نہ دعا بلکہ ان کا کام ہے موالیان علیؑ پر درود بھیجنا اور ان کے حق میں دعا کرنا، وہ فرشتے ہر وقت محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دشمنوں پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔

جنابِ عائشہ روایت کرتی ہیں کہ ایک روز میں نے جنابِ رسولؐ خدا کو دیکھا کہ آپ نے جنابِ امیرؑ کی گردن میں دونوں ہاتھ ڈالے ہیں اور پیار سے ان کا منہ چومتے ہیں اور رورو کر فرماتے ہیں اے مسجد میں تنہا شہید ہونے والے میرا باپ تجھ پر فدا ہو، یہ کہہ کر آپ روتے جاتے تھے اور علیؑ کے چہرے کا پسینہ پونچھتے تھے اور اپنے چہرے پر ملتے تھے۔

ایک اور روایت ہے کہ جنگِ خندق میں جس روز عمرو بن عبدِ وَد کے ہاتھ سے جنابِ امیرؑ کے سر پر زخم لگا، پس جنابِ رسولؐ خدا اپنے دستِ مبارک سے علیؑ کے زخم پر پٹی باندھتے اور روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے اس وقت میں کہاں ہوں گا جس وقت یہ ریش مبارک اس سرِ اطہر کے خون سے رنگین ہو جائے گی۔

روایت ہے کہ ایک دن حضرت علیؑ مرتضیٰ کہیں جا رہے تھے تو راستہ میں ایک مومنہ خاتون کو دیکھا کہ اس نے پانی کی بھری ہوئی مشک اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھی ہے اور بڑی مشکل سے چل رہی ہے۔ پس حضرت امیر علیہ السلام کو اس پر رحم آیا اس کے پاس جا کر فرمایا کہ یہ مشک مجھے دے دو کہ تم تھک گئی ہو، میں تجھے گھر تک پہنچا دیتا ہوں، اس

بڑھیا نے امام علیہ السلام کا نام تو سن رکھا تھا، لیکن آپ کو دیکھا ہوا نہیں تھا، اس لئے وہ آپ کی شکل وصورت کو نہ پہچانتی تھی، امام علیہ السلام اس بڑھیا کا مشکیزہ اپنے کندھوں پر اُٹھائے ہوئے چل پڑے، یہاں تک کہ وہ مشکیزہ بڑھیا کے گھر تک لے آئے، پھر آپ نے پوچھا کہ اے بڑھیا! تو کون ہے اور تیرا ذریعہ معاش کیا ہے؟ وہ بولی میرے شوہر کو علی ابن ابی طالبؑ نے جہاد پر بھیجا تھا وہ مارا گیا۔ میرے بچے یتیم ہو گئے ہیں میں محنت مزدوری کرتی ہوں۔ پانی بھر کر لوگوں کے گھروں تک پہنچاتی ہوں میں جو بھی کماتی ہوں وہ آکر اپنے یتیم بچوں پر خرچ کر دیتی ہوں، جناب امیر علیہ السلام نے اِس کا حال سنا تو آپ کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اپنے گھر تشریف لائے، امام علیہ السلام پریشانی اور دکھ کی وجہ سے رات بھر سو نہ سکے۔ جب صبح ہوئی تو آپ نے ایک چادر میں اس کے لئے اناج اور گوشت باندھا اور پشت مبارک پر رکھ کر بڑھیا کے گھر کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں آپ کو آپ کا ایک صحابی ملا، عرض کی مولا یہ سامان مجھے دیجئے کہ آپؑ کو جہاں بھی جانا ہے اسے میں پہنچا دیتا ہوں، جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آج دنیا میں تو میرا بوجھ اُٹھا لے گا کل قیامت کے روز میرا بوجھ کون اُٹھائے گا، یہ کہہ کر آپ اس مومنہ کے دروازے پر آئے اور آواز دی وہ بولی تو کون ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ میں وہی بندۂ خدا ہوں جو کل تیری مشک اُٹھا کر تیرے گھر لایا تھا۔ وہ کہنے لگی خدا تجھ سے راضی ہو اور تجھ پر رحم وکرم کرے اور میرے اور علیؑ کے درمیان انصاف کرے۔ یہ سن کر امام علیہ السلام چپ رہے۔ الغرض جب دروازہ کھلا حضرت اس کے گھر میں تشریف لائے اور آپ نے وہ اناج اس کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا میں ایک بندہ خدا ہوں چاہتا ہوں کہ کچھ کارِ ثواب کروں، اس نیت سے خدا کی رضا کے لئے تیری خدمت

کرنے آیا ہوں، پس یا تو بچوں کو بہلا اور میں کھانا تیار کرتا ہوں، یا تیرے بچوں کو میں بہلاتا ہوں اور تو کھانا پکا۔ وہ بولی کہ میں آٹا گوندھتی ہوں اور تو میرے بچوں کا خیال رکھ اور گوشت بھی پکاتا جا۔ حضرتؑ نے فرمایا ٹھیک ہے یہ دونوں کام میں کیئے دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ بچوں کو بہلانے لگے بلکہ جس کام میں خوش ہوتے تھے آپ وہی کرتے تھے اور لقمہ بنا کران کو کھلاتے تھے اوران کے سر پر دستِ شفقت پھیرتے اور رو رو کر فرماتے تھے اے یتیمو، اے میرے فرزندو علیؑ کو معاف کردو کہ اس نے تمہاری خبر نہ لی، پس جب وہ عورت آٹا گوندھ کر فارغ ہو چکی تو کہا: اے بندۂ خدا اُٹھو اور تنور کو جلد روشن کرو۔ امام علیہ السلام اُٹھے اور تنور میں آگ سلگائی اور جب تنور کا شعلہ بھڑکا وراس کی گرمی سے حضرت کو تکلیف پہنچی تو فرمانے لگے۔

یعنی اے علیؑ اس حرارت آتش کا مزہ چکھو یہ سزا اس شخص کی ہے کہ جو بیواؤں اور یتیموں کی خبر نہ لے اور وہ پریشان حال رہیں اوراس کے ساتھ آپ روتے تھے۔ ناگاہ محلے کی ایک عورت آئی اور حیران ہو کر اس ضعیفہ سے بولی کہ تو پہچانتی ہے کہ یہ کون ہیں اس نے کہا میں نہیں جانتی، لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ یہ متقی اور پرہیز گار اور نیک ترین شخص ہے، اس نے مجھ پر ترس کھایا اور میری مدد کی۔ وہ بولی کہ افسوس ہے تجھ پر کہ تو نے ان کا احترام نہ کیا، یہ تو امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ تو ان سے کام لے رہی ہے یہ تو برادرِ رسولؐ خدا، شوہر نامدار جناب فاطمہ زہراؑ ہیں، اے بے شعور یہ وہ شخص ہے کہ جس نے درِ خیبر اُکھاڑا ہے اور جنگِ اُحد میں ایسا لڑا کہ مَلک فلک پر لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار پکار رہے تھے۔ پس جب اس عورت نے سنا کہ یہ جنابِ امیر ہیں تو دوڑ کر پاؤں پر گر پڑی اور رو کر بولی ہائے مولا میں آپ سے شرمندہ ہوں اور مجھے ندامت ہوئی اپنے آپ پر اور افسوس کہ میں آپ سے غافل رہی، اے

امیر المومنینؑ اور آپ کی عزّت نہ کی، مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ آپ ہی ہمارے آقا و مولا ہیں، اس لاعلمی میں مجھ سے بے ادبی ہوگئی ہے کہ آپ سے گھر کا کام کاج کروایا۔ اس وقت امام علیہ السلام نے شرم سے سر جھکا لیا اور آہستہ سے فرمانے لگے۔ اے کنیزِ خدا تو کیوں شرمندہ ہو کر روتی ہے کہ میں خود تجھ سے شرمندہ ہوں کہ میں نے تیرے حق میں تقصیر کی اور تیری اور تیرے یتیم بچوں کی خبر نہ لی اور تو مصیبت میں تھی، تیرا شکوہ بجا ہے اب تو علیؑ کو دل سے بخش دے۔

سبحان اللہ جنابِ امیرؑ کی یتیم پروری کا تو یہ حال تھا اور افسوس اس زمانہ غدار پر کہ ایسے کریم کی اولاد سے کیا کیا سلوک کیا۔

فرزند حیدر کرارؑ نے ان ظالموں کا کیا قصور کیا تھا کہ وہ اس قدر آپؑ کو تکلیفیں دیتے۔ چنانچہ راوی لکھتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام جب اصغرؑ کو خیمہ سے لائے تو وہ معصوم شدت تشنگی سے بے ہوش تھا۔ امامؑ نے لشکر مخالف سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے بے رحمو! اگر حسینؑ تمہارے زعم ناقص میں قصوروار ہے تو یہ میرا معصوم وشیر خوار تو بے گناہ ہے تشنگی قیامت سے ڈرو، تھوڑا سا پانی اسے پلا دو کہ یہ جان بلب ہے۔ پس اس کے جواب میں ناگاہ حرملہ لعین نے اس معصوم کے خشک نازک گلے پر ایسا تیر مارا کہ وہ بچہ تڑپ تڑپ کر باپ کی گود میں شہید ہو گیا۔ واقعتاً ایسے مظالم کسی فردِ بشر پر نہیں ہوئے، جیسے فرزند زہراؑ پر ہوئے ہیں۔ آج تک میدانِ جنگ میں کسی کا بچہ جو چھ مہینے کا ہو اور پیاسا ہو شہید ہوا ہے؟ جنابِ امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ اصغرؑ کے زخم کے نیچے رکھا جب چلّو خون سے بھر جاتا تو آپؑ رو رو کر آسمان کی طرف پھینک دیتے تھے۔

پس اس خون سے ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرتا تھا، پھر امام علیہ السلام نے فرمایا خداوندا! یہ میرا فرزند اصغرؑ تیرے نزدیک ناقۂ صالحؑ سے کم نہیں ہے۔ بارِالہا اگر تو اس

وقت ہماری نصرت میں مصلحت نہیں سمجھتا تو ان مصائب کو ہماری آخرت کے ثواب اور ہماری بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنا، پھر امام علیہ السلام گھوڑے سے اُترے اور نوکِ شمشیر سے اپنے جگر گوشے کے لئے ایک قبر کھودی اور اسے سپرد خاک کیا۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

راوی کہتا ہے کہ امام علیہ السلام اپنے معصوم اصغرؑ کو دفن کر کے اس کی ننھی سی قبر پر کھڑے ہو کر کافی دیر تک روتے رہے اور بہت زیادہ روئے۔ آپ کے رونے کی آواز سن کر دشمن بھی رونے لگے۔

عبدالحمید کہتا ہے کہ امام علیہ السلام کی آواز گریہ خیموں یں پہنچی تو بیبیوں کو یقین ہو گیا کہ وہ شیر خوار بچہ شہید ہو گیا ہے، پس دفعۃً علی اصغرؑ کی ماں روتی ہوئی سر کے بال کھولے ہوئے خیمہ سے نکلیں اور یوں بین کرتی تھیں افسوس اے میرے اصغرؑ تیری ماں تجھ پر قربان ہو اس قوم جفا کار نے تجھے پانی کا ایک گھونٹ نہ دیا اور پانی پلانے کی بجائے تیرے حلق نازنین پر تیر ستم چلایا اور تو پیاسا مجھ سے رخصت ہو گیا، کاش تیری یہ دکھیا ماں مر جاتی اور تو زندہ رہتا، تیرے مرنے کے بعد میرے جینے کا کیا فائدہ! مجھے دکھ تو اس بات کا ہے کہ میں تجھے جی بھر کر دودھ بھی نہ پلا سکی۔ میرے پاس پانی کی ایک بوند بھی نہ تھی کہ تیرے خشک ہونٹوں کو تر کرتی۔ پھر قبر علی اصغرؑ پر آ کر اتنا روئیں کہ روتے روتے قبر پر گر پڑیں اور آنسوؤں سے ساری قبر تر ہو گئی۔ پھر جناب امام حسینؑ اس مظلوم اور دکھیا کو خیمے میں لے آئے اس وقت سکینہؑ ماں کی گود خالی دیکھ کر رونے لگیں اور بار بار اپنی ماں سے پوچھتی تھیں کہ اماں میرے بھیا اصغرؑ کو کیا کیا؟ یہ بار بار پوچھتی تھیں اور روتی تھیں اس حالت کو دیکھ کر ہر شخص رو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے ایک

قیامت برپا ہو چکی ہے۔ (ذکرِ المصائب ص ۲۳۹ تا ص ۲۴۵)

روایت نمبر ۲۲:

صواعق محرقہ میں احمد بن حنبل نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا: جو مجھے دوست رکھے گا اور میرے ان دونوں شہزادوں حسنؑ اور حسینؑ اور ان کے پدرِ بزرگوار اور ان کی والدۂ محترمہ کو تو وہ شخص میرے درجے میں میرے ساتھ ہوگا'' اور حدیث میں ہے کہ انبیاء سابق میں سے تین بہت گریہ کرنے والے نبی تھے، حضرت آدمؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ۔

پس جنابِ آدمؑ بہشت کے فراق میں بہت زیادہ روئے، یہاں تک کہ آپؑ کے دونوں رخساروں پر گڑھوں کے نشانات پیدا ہو گئے اور یعقوب علیہ السلام اپنے فرزند یوسف علیہ السلام کے فراق میں اتنا روئے کہ آپ کی آنکھوں کی روشنی جاتی رہی اور نابینا ہو گئے۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جس روز جنابِ یوسفؑ کے بھائی یوسف کو اپنے والد گرامی جنابِ یعقوبؑ سے جدا کر کے لے گئے؟ اس دن جنابِ یعقوبؑ ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اپنے بیٹے کے غم میں روتے رہے تھے۔ جنابِ یوسفؑ کی ایک بہن تھی جو کہ یوسفؑ سے بہت زیادہ پیار کرتی تھی وہ اپنے بابا کے پاس بیٹھی رہی۔ جب شام ہوئی تو اس وقت حضرتِ یعقوبؑ نے کہا بیٹی کیا وجہ ہے کہ اب تک یوسفؑ واپس نہیں آیا؟ میرے سینے میں آگ کے شعلے اُٹھ رہے ہیں اور میرے قلبِ مضطر کو بالکل چین نہیں آ رہا، خواہرِ یوسفؑ اپنے بابا کو تسلی دیتی تھی اور کہتی تھی کہ بابا صبر کرو میرے بھیا خیر و خیریت سے آ جائیں گے یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک بلند ٹیلے پر بیٹھ کر اپنے بیٹے کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک صحرا سے گرد نمودار

ہوئی، حضرت یعقوبؑ نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ یہ گرد کیسی ہے، خواہرِ یوسفؑ نے کہا کہ بابا لگتا ہے کہ یہ میرے بھائی آ رہے ہیں؟ پس جب وہ نزدیک پہنچے تو بی بی نے دیکھا یوسفؑ کا پیرہن خون سے رنگین ہے اور سب بھائی روتے چلے آ رہے ہیں، حضرت یعقوبؑ نے کہا بیٹی کہ رونے کی آوازیں کیوں بلند ہیں، دیکھو تو سہی میرا یوسفؑ کہاں ہے۔

وہ بولی بابا جان سب بھائی تو موجود ہیں لیکن مجھے بھائی یوسفؑ نظر نہیں آ رہا۔ یہ سن کر جنابِ یعقوبؑ نے ایک آہ سرد لی اور فرمایا کہ اپنے بھائیوں کو میرے پاس بلاؤ، چنانچہ خواہرِ یوسفؑ نے اُنہیں بلایا اور وہ روتے ہوئے آہ وفغاں بلند کرتے ہوئے اپنے والد گرامی حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے بابا جان یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا ہے، یہ سنتے ہی حضرت یعقوبؑ کو غش آ گیا اسی حالت میں جنابِ یعقوبؑ کو اُٹھا کر گھر میں لے آئے، خواہر یوسفؑ اپنے بابا کے سرہانے بیٹھ کر رو رہی تھیں کہ ان کے آنسو جنابِ یعقوبؑ کے چہرے پر گرے، آنکھیں کھول کر کہا بیٹی میں اس وقت کہاں ہوں؟ بی بی نے کہا بابا آپ اپنے گھر میں ہیں۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا کہ میرا یوسفؑ بھی ہے؟ بچی نے کہا یوسفؑ کو بھیڑیا لے گیا ہے یوسفؑ یہاں کہاں ہے یہ سن کر یعقوبؑ کو پھر غش آ گیا۔ القصہ حضرت یعقوبؑ فراقِ یوسفؑ میں اس قدر رویا کرتے تھے کہ فرشتوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: بارالٰہا! یعقوبؑ کو یوسف سے ملا دے یا اُنہیں صبر عطا فرما، یا ہمیں بھی اجازت عنایت فرمایا کہ ہم دنیا میں جا کر گریۂ یعقوبؑ میں شریک ہوں؟ غرض ہر صبح جنابِ یعقوبؑ کنعان کے صحراؤں میں چلے آتے اور یوسفؑ کو ڈھونڈتے رہتے تھے اور کہتے تھے اے میرے پیارے بیٹے، اے میری آنکھوں کے تارے، بیٹا یوسفؑ اُنہوں نے تجھے کس کنویں میں ڈال دیا ہے؟ آیا

تجھے کس تلوار سے قتل کیا آیا کس زمین میں تجھے دفن کیا، جناب یعقوبؑ نے خدا سے دعا کی کہ بارِ الٰہا میرے پاس عزرائیلؑ کو بھیج دے جب عزرائیل ان کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا اے ملک الموت! کیا تو نے میرے یوسفؑ کی روح قبض کی ہے؟ عزرائیلؑ نے کہا: نہیں، بلکہ وہ زندہ ہے مگر یہ نہ بتایا کہ وہ کہاں ہے، اس غم میں یعقوبؑ اتنے روئے کہ ان کی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔

اب سوچنے کی بات ہے کہ ایک بیٹے کی جدائی میں جناب یعقوبؑ کا یہ حال ہوا، حالانکہ آپ جانتے تھے کہ وہ زندہ ہے، لیکن قربان جایئے جناب امام حسینؑ پر کہ آنکھوں کے سامنے کیسے کیسے عزیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے ہوتے دیکھا، عباسؑ کے شانے قلم دیکھے، قاسمؑ کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے ٹکڑے ٹکڑے دیکھا، اصغرؑ کو تیر کھاتے دیکھا، ہم شکل پیغمبرؐ کو تیروں اور تلواروں سے زخمی ہو کر زمین پر تڑپتا دیکھا اور ان تمام مصائب پر آپؑ نے صبر کیا اور آپؑ نے کسی کے لئے بھی بددعا نہ کی۔ ادھر جناب یوسفؑ اپنے والد گرامی کے غم میں اس قدر روئے یہاں تک کہ تمام قیدی پریشان ہو گئے اور کہا اے یوسفؑ! آپ یا دن کو رویا کریں اور رات کو خاموش رہا کریں یا رات کو رویا کریں اور دن کو خاموش رہیں۔ یہ چند دنوں کی جدائی تھی یہ دونوں بزرگوار بہت زیادہ روئے حالانکہ ان دونوں کو اس بات کا علم تھا کہ وہ ایک دن آپس میں ضرور ملیں گے۔ مگر درحقیقت عزیزوں کی جدائی سخت ترین مصیبت ہے۔ پس مومنین غور و فکر کرو اور سوچو تو سہی کہ فاطمہ صغریٰ اور حسینؑ ابن علیؑ کی جدائی کیسی جدائی تھی اور یہ غم کس قدر بڑا تھا، یہ ایسی جدائی تھی کہ عمر بھر پھر ملاقات نہ ہو سکی، اس فراق اور جدائی کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ جس روز امام علیہ السلام نے سفر کیا وہ بی بی سخت مریض تھی اور سفر کرنے کے قابل نہ تھی۔ جب یہ کارواں عازم سفر ہوا تو بی بی اپنے بابا کے دامن سے لپٹ گئی اور کہنے لگی

بابا! آپ کے چلے جانے کے بعد مجھے کس طرح قرار آئے گا اور آپؑ سے جب گھر خالی نظر آئے گا اور اس میں میرا کوئی ہم نشین، انیس نظر نہ آئے گا بابا جان مجھے اپنے ساتھ لے چلیں میں آپ کے فراق پر صبر نہیں کرسکوں گی اور میں پھوپھیوں، بہنوں کی جدائی بھی برداشت نہ کرسکوں گی۔

خاص طور پر اپنے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کی جدائی پر بے حد غمگین ہوں، پھر جنابِ فاطمہؑ صغریٰ بہت زیادہ روئیں اور روتے روتے بے ہوش ہوگئیں۔ جب امام علیہ السلام نے صغریٰؑ کی یہ حالت دیکھی تو بے اختیار رونے لگے اور دنیا کے تمام غم والم امام علیہ السلام پر ٹوٹ پڑے اور آپؑ نے آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی اور کہا: اے بیٹی فاطمہؑ صغریٰ جب میں عراق میں پہنچوں گا اور مجھے ٹھہرنے کی صورت نظر آئی تو میں عباسؑ اور علی اکبرؑ کو تیرے لینے کے لئے بھیجوں گا، غرض حضرت امام حسینؑ روتے ہوئے فاطمہؑ کو چھوڑ کر سفرِ غربت کی طرف روانہ ہو گئے اور فاطمہؑ روتی ہوئی گھر میں آئیں۔

جب فاطمہؑ کو وہ گھر خالی نظر آیا اور ایک ایک کو یاد کر کے ماتم کیا اور روئیں کہ بے ہوش ہوگئیں۔ پس اس گھر میں مدینہ کی عورتیں جمع ہوئیں اور سبھی نے فاطمہؑ کو بہلایا اور تسلیاں دیں اور بی بی کو چپ کراتے ہوئے کہا کہ اے فاطمہؑ اس قدر پریشان نہ ہو کہ سب کے عزیز پردیس جاتے ہیں اور پھر لوٹ آتے ہیں، خدا سے دعا کرو کہ تمہارے مسافر صحیح وسالم تم سے ملیں۔ وہ عورتیں بی بی کو تسلی دے کر اپنے اپنے گھر کو چلی گئیں اور بیمار صغریٰؑ گھر میں اکیلی رہ گئیں۔ یہ بی بی ہر روز، ہر وقت اپنے عزیزوں کو یاد کر کے رویا کرتی تھیں، ایک دن آپؑ بہت زیادہ روئیں، کچھ دیر کے بعد صغریٰؑ کو بابا کا وعدہ یاد آیا کہ بابا نے تو مجھ سے کہا تھا کہ عراق پہنچ کر تیرے پاس عباسؑ و اکبرؑ کو بھیجوں گا اب تو

کافی دن گزر گئے۔ انہوں نے مجھے کیوں نہیں بلایا۔ خدا خیر کرے۔

بی بی نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے ایک خط لکھا وہ اشتیاق دیدار اور شکایت سے بھرا ہوا تھا اور اس کو بند کیا اور چادر اوڑھ کر کچھ کنیزوں کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ کے دروازے پر تشریف لے گئیں۔ ناگاہ ایک اعرابی ناقہ پر سوار نظر آیا کہ وہ تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔ پس کنیزانِ فاطمہؑ نے اس سے پوچھا کہ اے بھائی تو کہاں جا رہا ہے، وہ بولا میں عراق جا رہا ہوں، یہ سن کر بی بی نے کہا اے شخص کیا تو ہم پر ایک احسان کرسکتا ہے اور اس احسان کی جزا تجھے ہمارے جد بزرگوار جنابِ رسولؐ خدا دیں گے۔ وہ بولا فرمایئے وہ کام کیا ہے، بی بی نے کہا کہ یہ میرا خط میرے بابا حسینؑ تک پہنچا دے۔ اور اے عرب جب تو فرزند رسولؐ کی خدمت میں پہنچے تو میری طرف سے ان کے ہاتھ پاؤں چومنا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دینا۔ پس وہ عرب بولا میں خدا اور اس کے رسولؐ کی خوشنودی کی خاطر ضرور یہ خط آپ کے والد گرامی جنابِ امام حسینؑ تک پہنچا دوں گا، پس وہ بی بی سے خط لے کر روانہ ہو گیا اور جنابِ فاطمہ زہراؑ گھر میں واپس لوٹ آئیں اور انتظار کرنے لگیں کہ اب بھائی اور چچا مجھے لینے کے لئے آئیں گے، ادھر وہ عرب عراق میں پہنچا، مگر افسوس کہ وہ قاصد کربلا میں اس وقت پہنچا کہ وہ عاشور کا دن تھا اور علی اصغرؑ بھی شہید ہو چکا تھا۔ پس اس نے دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام ہزاروں دشمنوں کے نرغہ میں تن تنہا گھرے ہوئے ہیں، اور امام علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ افسوس میری تنہائی پر افسوس ہے، میری غربت پر افسوس ہے کہ اس وقت میرا کوئی معین و مددگار باقی نہیں رہا۔

آیا کوئی ایسا خدا ترس شخص نہیں ہے کہ ہم سے شر اعداء کو دُور کرے آیا کوئی ایسا نہیں ہے کہ فرزند رسولؐ کی مدد کرے۔

پس فرزند زہرا کو کوئی جواب نہیں دیتا تھا مگر جواب میں اس مظلوم امام کو تلواریں مارتے تھے اور نیزے لگاتے تھے اور سب یزیدی درپے قتل تھے، پس وہ اعرابی شخص امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی آقا! سلام آپ پر اے فرزندِ زہرا پھر وہ صغریٰ کی طرف سے امام علیہ السلام کے ہاتھ اور پاؤں چومنے لگا، امامؑ نے فرمایا اے بھائی تو کون ہے کہ اس بیکسی میں مجھ غریب و بے کس پر سلام کرتا ہے؟ وہ رو کر بولا اے مظلوم کربلا، اے فرزند زہرا! میں آپ کی بیٹی فاطمہ صغریٰ کا قاصد ہوں اور آپ کے نام اس دکھیا کا خط لایا ہوں، امام علیہ السلام نے اس کے حق میں دعا دی اور اس سے وہ خط لے لیا، امام عالی مقامؑ وہ خط لے کر خیام حسینی میں تشریف لے آئے اور بلند آواز سے پکار کر کہا اے زینبؑ، اے اُمِ کلثومؑ، اے سکینہؑ، اے رقیہؑ، اے شہر بانوؑ تم سب میرے پاس آؤ کہ میرے پاس ایک خط آیا ہے اور مجھ پر بہت بڑی مصیبت آن پڑی ہے، پس امام علیہ السلام کی درد بھری آواز سن کر سب بیبیاں دوڑ کر آئیں اور بولیں آقا ہم آپ کے مصائب کو تو جانتے ہیں کہ آپ تین دن کے بھوکے پیاسے ہیں اور آپ کے سب عزیز آپ کی آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہیں، مگر ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ خط کون سا ہے کہ جس نے آپ کو بہت زیادہ غمگین اور پریشان کر دیا ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خط تمہاری بیٹی فاطمہ صغریٰ کا ہے اس میں آپ لوگوں کے نام پیغام بھی ہے اور شکوہ اور ناراضگی بھی۔ پس امام علیہ السلام نے خط کو کھولا تو یہ مضمون لکھا ہوا تھا۔ کہ یہ خط ہے فاطمہؑ کا جو کہ امام حسینؑ کی بیٹی ہے اپنے بابا حسینؑ کے نام۔ میری طرف سے ہزاروں سلام فرزند رسولؐ کی خدمت میں قبول ہوں اور پھر میرا سلام پہنچے چچا جان جنابِ عباسؑ علمدار کو اور بی بی یہ خبر نہ تھی کہ عباسؑ شانے کٹوا کر

شہید ہو چکے ہیں۔ پھر میرا اسلام میرے بھائی علی اکبرؑ کو پہنچے ان کے بعد تمام بھائیوں اور بہنوں کو سلام، پھر میرا اسلام پہنچے میرے چھوٹے بھائی میری آنکھوں کی ٹھنڈک علی اصغرؑ کو، پس بابا جان آپ کو اور سب عزیزوں کو خدا کی قسم کہ میری طرف سے میرے چھوٹے بھائی علی اصغرؑ کے بوسے لینا اور پیار کرنا، بابا! آپ سب نے مجھے بھلا دیا ہے اور میرا یہی آپ سب سے شکوہ ہے آپ نے تو وعدہ فرمایا تھا کہ عراق پہنچ کر تمہیں لینے کے لئے جنابِ عباسؑ اور علی اکبرؑ کو بھیجیں گے۔

بابا جان! اب تو انتظار کرتے کرتے تھک چکی ہوں۔ آپ لوگوں سے ملنے کا اشتیاق روز بروز بڑھتا جا رہا ہے مجھے لینے کے لئے کوئی بھی نہیں آیا، پس اب میں مرنے والی ہوں اور آپ کے وعدے کی منتظر ہوں اور آپ پر سلام اور خدا کی رحمت سایہ فگن ہو، جب سب خط پڑھ چکے امام علیہ السلام کا غم اور پریشانی کی وجہ سے چہرے کا رنگ بدل گیا، کیونکہ صغریٰؑ نے جس جس کو سلام لکھا تھا وہ سب شہید ہو چکے تھے، لیکن فقط جنابِ زین العابدینؑ بیماری کی وجہ سے بچ گئے تھے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اے صغریٰؑ تمہاری خاطر مجھے نہایت عزیز ہے جس جس کو تو نے سلام لکھا ہے میں اُنہیں تیرا سلام پہنچاتا ہوں۔ پس امام علیہ السلام قتل گاہ کی طرف چل پڑے، امام علیہ السلام کی نظر سب سے پہلے حضرت عباسؑ کی لاش مبارک پر پڑی، امام علیہ السلام عباسؑ کی لاش کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا اے عباسؑ! اے میرے زورِ بازو! تمہاری بھتیجی فاطمہ صغریٰؑ نے تمہیں سلام لکھا ہے۔

اور بہت شکایت لکھی ہے کہ چچا جان آپ مجھے لینے کے لئے کیوں نہیں آئے؟

اے بھائی! اب تمہارا یہ حال ہے اور فاطمہ تمہارے انتظار میں ہے، پھر امام علیہ السلام اصغرؑ کی لاش پر آئے اور فرمایا اے نورِ چشم تمہاری بہن فاطمہؑ نے تمہیں سلام لکھا ہے او

رتمہارے دیدار کی مشتاق ہے۔

راوی کہتا ہے کہ علی اصغرؑ کی لاش پر امام علیہ السلام نے بہت زیادہ گریہ کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ جنابِ فاطمہؑ صغریٰ نے خط میں بار بار لکھا تھا کہ اگر چہ میں آپ سب کی جدائی کی وجہ سے پریشان ہوں لیکن اصغرؑ کی جدائی نے مجھے بہت زیادہ اداس کیا ہے۔اس کی ننھی سی تصویر ہر وقت میری آنکھوں میں پھرتی رہتی ہے۔ان باتوں کو یاد کر کے امام علیہ السلام کافی دیر تک لاشہ اصغرؑ پر روتے رہے اور آہیں بھر گریہ کرتے رہے، جنابِ صغریٰؑ کی وصیت امام علیہ السلام کو یاد آئی نہ انہوں نے لکھا تھا بابا جان میرے چھوٹے بھائی اصغرؑ کا میری طرف سے منہ چومنا۔امام علیہ السلام بے تاب ہو کر اصغرؑ کی لاش پر گر پڑے اور اس کے بار بار بوسے لیتے تھے اور اصغرؑ کے منہ کی خوشبو سونگھتے تھے اور رو رو کر فرماتے تھے اے میرے اصغرؑ ظالموں نے تیرے قتل سے میرے دل کو زخمی کر دیا ہے اور قریب ہے کہ تیرے بعد مجھے بھی قتل کر دیں۔

جب اہلِ حرم نے امام علیہ السلام کی بے تابی دیکھی تو آپ کو لاشہ اصغرؑ سے جدا کیا، پھر امام علیہ السلام لاشہ اکبرؑ پر آئے اور کھڑے ہو کر فرمانے لگے اے اکبرؑ تمہاری بہن نے تمہیں بہت بہت سلام لکھا ہے۔ پھر امام علیہ السلام اُٹھے اور لاشہ اصغرؑ کو اہلِ حرم کی گود سے لے کر مقتل کی طرف چل پڑے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام لاشہ اصغرؑ کو پیار کرتے ہوئے خیمہ میں لائے تھے۔اس وقت امام علیہ السلام کی صاحبزادیاں دوڑ کر آئیں اور عرض کرنے لگیں بابا جان تھوڑی دیر کے لئے رُک جائیں، ہم سب فاطمہ صغریٰؑ کی طرف سے اصغرؑ کو پیار کرلیں کہ صغریٰؑ نے خط میں اس کی تاکید کی تھی۔ پس امام علیہ السلام رک گئے، یہاں تک کہ سکینہؑ و رقیہؑ رو رو کر اصغرؑ کو پیار کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ ہائے اصغرؑ تو تو اس ظلم سے یہاں بھوکا پیاسا شہید ہوا ہے

اور وہاں صغریٰ تجھ سے ملنے کے لئے بے چین ہے، یہ سن کر امام علیہ السلام بڑی مشکل سے اصغرؑ کی ننھی سی لاش بہنوں سے لے کر قتل گاہ میں لے گئے اور دوسری لاشوں کے درمیان میں زمین پر سلا دیا۔ سوچنے کی بات ہے صغریٰؑ کو یہ انتظار تھا کہ میرا خط پہنچتے ہی چچا عباسؑ اور بھائی علی اکبرؑ مجھے لینے کے لئے آ رہے ہوں گے، لیکن اس وقت اس بی بی کے دل پر کیا گزری ہوگی جب قاصد یہ جواب لے کر مدینہ پہنچا ہوگا کہ اے فاطمہ صغریٰؑ تمہارے چچا عباسؑ اپنے بازو کٹوا کر فرات کے کنارے سو رہے ہیں اور تمہارا بھائی اکبرؑ مارا گیا ہے اور اصغرؑ تیرِ ستم کھا کر بھوکا پیاسا شہید ہوا ہے اور تمہارا بیمار بھائی سجادؑ طوق و زنجیر میں قید ہو کر پھوپھیوں کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہو گیا ہے، اندازہ کیجئے اس خبر کو سن کر بی بی کا کیا حال ہوگا، یہ جامہ صبر ائمہ طاہرین اور ان کی ذرّیت کو اللہ نے عطا فرمایا تھا ورنہ ایسے صبر کا ہر بشر کب متحمل ہو سکتا ہے۔ (ذکر المصائب: ۲۴۷ تا ص ۲۵۸)

خلاصۃ المصائب

﴿مولوی مرزا محمد ہادی لکھنوی﴾

ایسے کریم کی اولاد سے یوں برائی کی کہ وہ اُس کا فرزند کہ جو زبان رسولؐ مقبول چوس کر پلا ہو، روزِ عاشور زبان مبارک پیاس سے چبائے اور اپنے پسر شش ماہے کو گود میں لے کر ظالموں کو دکھا کر پانی مانگے اور نہ پائے۔ افسوس افسوس کیوں حضرات کیا قصور فرزند حیدرؑ کرار نے کیا تھا جو ظالم اس قدر رنج و ایذا دیتے تھے۔ چنانچہ راوی لکھتے ہے کہ جب اصغرؑ کو امام حسینؑ خیمے سے لائے تو وہ معصوم شدت تشنگی سے بیہوش تھا، لشکر مخالف سے خطاب کر کے فرمایا، اے بے رحمو، اگر حسینؑ تمہارے زعمِ ناقص میں گنہگار ہے تو یہ میرا معصوم شِیر خوار تو بے گناہ ہے، تشنگی قیامت سے ڈرو اور تھوڑا پانی

اسے تو پلا دو کہ یہ جان بلب ہے۔ بس اُس کے جواب میں ناگاہ ایسا حرملہ لعین نے اُس معصوم کے گلوے خشک و نازک پر تیر لگایا کہ وہ بچہ تڑپ تڑپ کر آغوش پدر میں مر گیا۔ اے حضرات ایسے ظلم کسی فرد بشر پر نہیں ہوئے جیسے فرزند زہراؑ پر گزرے، کس کا بچہ پیاسا جہاد میں چھ مہینے کا مارا گیا ہے، پس جنابِ امام حسینؑ دست مبارک اپنا زیرِ زخم اصغرؑ رکھتے تھے، جب چلّو خون سے بھر جاتا تھا رو رو کر جانب آسمان پھینک دیتے تھے۔ پس ایک قطرہ اُس خون سے زمین پر نہ گرتا تھا پھر حضرت نے فرمایا خداوند یہ فرزند میرا اصغرؑ تیرے نزدیک ناقۂ صالح سے کم نہ ہوا۔ خداوندا اگر اس وقت مصلحت نہیں جانتا نصرت میں ہماری، پس ان مصائب کو موجب زیادتی ثواب آخرت میرے لئے کر۔ پھر حضرت گھوڑے سے اُترے اور اپنے جگر گوشے کے لئے نوکِ شمشیر سے ایک قبر کھودی، یہ وقت مصیبت تھا، اُن حضرت پر کہ عوض کفن کے خون اُس کے جسمِ نازنین پر ملا اور ایک روایت میں ہے کہ ریگ صحرا اُس کے جسم شریف پر ملی اور دفن کیا۔ راوی کہتا ہے کہ دفن کر کے حضرت امام حسینؑ قبر پر کھڑے ہو کر بہت سا روئے اور ایسے نعرے مارے کہ لوگ لشکر عمر وسعد کے رونے لگے۔

عبدالحمید کہتا ہے کہ جب امام غریب کی آواز خیمہ حرم میں پہنچی تو یقین ہوا سب بیبیوں کو کہ وہ بچہ شیر خوار بھی شہید ہوا، پس دفعتہً مادرِ اصغرؑ خیمہ سے روتی ہوئی، گریبان چاک، بال سر کے کھولے ہوئے نکلی اور یوں بین کرتی تھیں کہ افسوس اے میرے اصغرؑ فدا ہو تجھ پر ماں تیری، تجھے بھی اس قوم جفا کار نے پانی نہ دیا اور پیاسا ہی قتل کیا، کاش کہ یہ ماں تیری تجھ پر فدا ہو جاتی اور تو جیتا رہتا۔ پھر قبر اصغرؑ پر آ کر اتنا روئیں کہ روتے روتے قبر پر گر پڑیں اور آنسوؤں سے ساری قبر تر ہو گئی، پھر جناب امام حسینؑ اُس مغموم و دل خستہ کو خیمہ میں لے آئے، اس وقت سکینہؑ ماں کی گود خالی دیکھ کر رونے لگی،

اور پوچھتی تھی کہ اے اماں میرے بھائی کو کیا کیا۔ یہ پوچھتی تھی اور روتی تھی، مشاہدہ اس حال سے ایک قیامت برپا تھی۔ (خلاصۃ المصائب مطبوعہ ۱۸۸۸ء ص ۱۳۵ تا ۱۳۷)

شہدائے آلِ ابو طالبؑ

(مولانا سیّد محسن نواب رضوی مجتہد العصر)

عبداللہ الرضیع

ان کی مادر گرامی جناب ربابؑ تھیں۔ جناب سکینہؑ کے حقیقی بھائی تھے۔ شہدائے کربلا میں سن کے لحاظ سے سب سے چھوٹے مگر آپ کی قربانی تمام قربانیوں میں عظیم تھی۔ اہلِ بیتؑ کی ڈیوڑھی کو چھوڑ کر نام و نہاد مسلمان کتنے سنگدل اور کتنے بے دین ہو گئے تھے۔ اس کے سمجھانے کے لئے اس شیر خوار کی شہادت بہت کافی ہے کسی مذہب اور ملّت میں معصوم بچوں پر ظلم روا نہیں سمجھا جاتا۔ اگر انسان صورت عراقی اور شامی درندوں کی شریعت میں اسے بھی ناجائز سمجھ لیا گیا۔ انھیں آلِ رسول اور آلِ ابی طالبؑ سے اتنی عداوت تھی کہ وہ ان میں سے کسی کو زندہ دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے، دنیائے حق و انصاف اس واقعہ پر جتنا بھی ماتم کرے کم ہے کہ امام حسینؑ چھ مہینے کے پھول سے بچے کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے اس لئے ایک جرعہ آب کا سوال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اے قوم اگر تم لوگ مجھ پر رحم نہیں کرتے ہو تو اس بچّے کی حالت پر رحم کرو۔ اور جواب میں پانی کے بجائے تیرِ ظلم چلایا جاتا ہے اور معصوم بچہ بوڑھے باپ کے ہاتھوں پر خون اگل اگل کر دم توڑتا ہے امامؑ اپنی اس حالت کی شکایت کس سے کرتے، اعزا اور انصار خاکِ گرم پر دم توڑ چکے تھے۔ آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا خدا ہمارے اور اس قوم کے مابین فیصلہ فرما جس نے ہم کو اس لئے بلایا تھا کہ ہماری مدد

کرے۔ اور اب ہمیں قتل کر رہے ہیں۔ فضا میں ایک آواز پیدا ہوئی۔ حسینؑ! اس بچے کو چھوڑ و جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے!

امام چاہتے ہیں ربابؑ کی امانت خیمہ کی طرف لے جائیں مگر کسی خیال کے ماتحت خیمہ کی طرف بڑھنے والے قدم پیچھے ہٹتے ہیں۔ پھر سوچ کر آگے بڑھتے ہیں۔ چند قدم بڑھ کر پھر پچھلے پیروں پلٹنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ نفسِ مطمئنہ کے لئے یہی تردّد کا عالم بڑی دیر تک رہا سات مرتبہ خیمہ کی طرف بڑھنا اور پیچھے ہٹنا۔ جو اس وقت کی امام کی حالت کی پوری تصویر کشی کر سکتا ہے۔

آخر میں تاریخ عالم میں اپنی نوعیت کا بالکل نیا واقعہ رونما ہوا یعنی بوڑھا باپ کربلا کی جلتی ہوئی خاک پر بیٹھ گیا۔ بچے کا خون اسی کے جسم نازنین پر مل دیا۔ تلوار کی نیام سے ایک چھوٹی قبر کھودی اور بچے کو دفن کیا۔ تمام انبیاء مرسلین اولیاء اور صالحین کی مقدس روحیں اور سماوات کے تمام ملائکہ، کائنات کا ذرہ ذرہ اس منظر کو انتہائی حیرت و استعجاب کے ساتھ دیکھ رہا ہوگا اور نفس مطمئن اپنے فرائض کو پورے استقلال اور ثبات قدم کے ساتھ انجا دے رہا ہوگا۔ رباب کے شیر خوار کی شہادت نے واقعہ کربلا کے زمین آسمان بدل دیئے۔ حسینؑ مظلوم کی مظلومیت اور یزیدی درندوں کی بے دینی اور بے رحمی کی کوئی مثال ایسی نہیں پیش کی جا سکتی جو اس واقعہ سے زیادہ ہو۔

دنیا جتنی آگے بڑھتی جائے گی اس قربانی کی قدر و قیمت اور بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ ایک وقت پورا عالم طفل شیر خوار کی بارگاہ عظمت میں سرِ نیاز خم کرتا ہوا نظر آئے گا۔

یہاں تک تو امام حسینؑ کے ان فرزندوں کا تذکرہ تھا جن کی شہادت کو بلا اتفاق تسلیم کیا گیا، مگر اس مقام پر اس اختلاف کی طرف بھی اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ طفل شیر خوار کا نام بعض نے عبداللہ لکھا ہے اور بعض نے علی اصغر بعض مورخین کا خیال ہے کہ

عبداللہ اور علی اصغر دونوں ایک ہی ہیں۔ اور کچھ کہتے ہیں کہ عبداللہ اور علی اصغرؑ دونوں ایک نہیں ہیں بلکہ دو صاحبزادے ہیں۔ اور دونوں واقعہ کربلا میں شہید ہوئے۔ طفل شیر خوار کے سلسلہ میں جو روایات وارد ہوئی ہیں ان میں واقعہ شہادت کی نوعیت کا اختلاف اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کے دو شیر خوار صاحبزادے شہید ہوئے ایک وہ جن کے لئے سوال آب کیا گیا اور دوسرے وہ جن کو امامؑ نے آغوش میں لے لیا تھا اور ان کو شہید کیا گیا۔ صاحب ناسخ التواریخ نے ان کمسن صاحبزادے کو جو خیمہ سے گھبرا کر نکل آئے تھے اور جن کے لئے روایات میں من آل الحسینؑ ملتا ہے، امام حسینؑ کا فرزند تحریر کیا ہے اور ان کا نام عبداللہ بن الحسین لکھا ہے مگر صاحب ابصار العین نے ان صاحبزادے کو محمد بن ابی سعید بن عقیل ظاہر کیا ہے۔

اور ان کی شہادت کا تذکرہ میں لکھا ہے کہ اہلِ سیر حمید بن مسلم سے ناقل ہیں کہ امام حسینؑ کے گھوڑے سے زمین پر تشریف لانے کے بعد ایک بچہ دہشت زدہ ہو کر خیمہ سے نکلا جو داہنے بائیں دیکھتا جاتا تھا، ایک گھوڑے سوار نے اس پر حملہ کیا اور اسے شہید کر ڈالا، حمید کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ یہ صاحبزادہ کون ہے، تو کہا گیا کہ یہ محمد بن ابی سعید ہیں۔ گھوڑے سوار کا نام دریافت پر معلوم ہوا کہ لقیط بن ایاس جُہنی ہے انھوں نے آلِ الحسینؑ میں سے ایک طفل صغیر کے نکلنے اور شہید ہونے کے واقعہ کو اور حمید بن مسلم کے بیان کئے ہوئے واقعہ کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ دونوں واقعے ملتے جلتے ہیں۔ مگر قاتل کے نام میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ آگے واضح کیا جائے گا۔

واقعہ کربلا میں اولاد امام حسینؑ کی شہادت کے تذکرہ میں صاحب تذکرہ خواص الامہ نے جو کچھ لکھا ہے اس کو دیکھنے سے بجائے کسی اطمینان کے تردد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ چند صفحوں کے اندر چند طرح کے خیالات ہیں۔ ایک جگہ شہدائے آلِ ابی طالب

کے ذکر میں صرف جناب علی اکبرؑ اور عبداللہ کی شہادت لکھتے ہیں۔ پھر آگے چل کر آل ابی طالب کی مجموعی تعداد گنواتے ہوئے ایسی ہی عبارت لکھتے ہیں جس سے پہلے خیال کی تائید نکلتی ہے کہ دو ہی فرزند امام حسینؑ مظلوم شہید ہوئے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ومن ولد الحسین اثنان علی وعبداللہ، اولادِ حسینؑ میں دو شہید ہوئے علی اور عبداللہ، مگر چند صفحے آگے بڑھ کر امام حسینؑ کی جملہ اولاد کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ علی اکبرؑ اپنے باپ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ عبداللہ بھی اپنے باپ کے ساتھ معرکہ کربلا میں شہید ہوئے۔ پھر لکھتے ہیں۔ ''محمد قتل مع ابیہ'' امام حسینؑ کے ایک صاحبزادے محمد بھی تھے۔ جو اپنے باپ کے ساتھ شہید ہوئے۔

صاحب فصول مہمہ نے امام کی اولاد مذکور میں کل چھ صاحبزادوں کے نام لکھے ہیں۔ جن میں تین کی کربلا میں شہادت کا تذکرہ کیا ہے۔ علی اکبرؑ، علی اصغرؑ، عبداللہ اور جعفر بن حسینؑ کے لئے لکھا ہے کہ وہ معرکہ کربلا سے پہلے ہی انتقال کر چکے تھے۔ ان کے خیال کی تائید بہت سے مورخین کے بیانات سے ہوتی ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ جعفر بن حسینؑ کا واقعہ کربلا کے پہلے ہی انتقال ایک مسلم بات ہے۔ اب ان کا ذکر کئے ہوئے ناموں میں دورہ جاتے ہیں۔ امام زین العابدین علیہ السّلام جو واقعہ کربلا کے بعد اسیر ہوئے اور پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے۔ دوسرے محمد بن حسین علیہ السّلام صاحب فصول مہمہ نے ان کے متعلق کچھ تحریر نہیں کیا کہ اپنی موت سے انتقال فرمایا یا شہید ہوئے صاحبِ تذکرہ خواص الامہ نے ان کی بھی شہادت کا ذکر کیا ہے، جسے ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔

جناب ابن شہر آشوب نے کتاب المناقب میں جو کچھ لکھا ہے اس میں خود اختلاف موجود ہے۔ ایک جگہ اولاد امام حسینؑ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

امام کے فرزند یہ ہیں۔ علی اکبرؑ شہید جن کی مادر گرامی برہ بنت عروہ بن مسعود تھیں اور علی جو امام زین العابدینؑ ہیں جو علی اوسط ہیں اور علی اصغرؑ ان دونوں یعنی علی اوسط و علی اصغرؑ کی مادر گرامی شہر بانو تھیں۔ اور ایک فرزند محمد تھے، ایک عبداللہ شہید ان دونوں کی ماں رباب بنت امراؤالقیس تھیں۔ اس عبارت میں صرف دو ناموں کے ساتھ لفظ شہید لکھا ہے۔

ایک جناب علی اکبرؑ کے ساتھ ایک جناب عبداللہ کے نام کے ساتھ لیکن جب تفصیلی شہادتوں کو ذکر کرتے ہیں تو جناب علی اکبرؑ کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ ان کا لاشہ در خیمہ کے پاس لائے اور پھر لکھتے ہیں کہ ان کی ماں شہر بانو مبہوت ہو کر رہ گئیں، لاش کو دیکھتی تھیں۔ مگر زبان سے کچھ نہیں کہتی تھیں۔ پہلے جناب علی اکبرؑ کی مادر گرامی کا نام برہ بنت عروہ بن مسعود ظاہر کیا ہے یہاں ماں کا نام شہر بانو لکھتے ہیں۔ پہلے امام زین العابدین اور علی اصغرؑ کے لئے لکھا ہے کہ ان کی ماں شہر بانو تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ جناب شہر بانو کو یہاں جناب علی اکبرؑ کی ماں اس لحاظ سے کہا ہے کہ وہ ان کی حقیقی ماں نہ سہی مگر ان کے والد گرامی کی زوجہ تو ضرور تھیں۔ اور ان کے پدری بھائیوں امام زین العابدینؑ اور جناب علی اصغرؑ کی حقیقی ماں تھیں۔ اس لئے ان کو جناب علی اکبرؑ کی ماں بھی لکھ دیا۔ لیکن اس میں دقت یہ پیدا ہوتی ہے کہ علماء محققین نے واقعہ کربلا میں جناب شہر بانو کے وجود کو تسلیم ہی نہیں کیا ہے اور ان کی وفات کے متعلق جو طرح طرح کے خیالات ظاہر کئے جاتے ہیں، انھیں بھی نہیں مانا ہے، بلکہ اس قول کو قوت دی ہے کہ ان کا واقعہ کربلا کے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ ممکن ہے یہاں نام میں کچھ الٹ پھیر ہو گیا ہو۔

مناقب کا جو نسخہ بمبئی میں چھپا ہے وہ ایک الجھن اور پیدا کرتا ہے وہ یہ کہ شہدائے بنی ہاشم کی نام بہ نام شہادت کے تذکرہ میں ایک جگہ جناب قاسم بن حسنؑ کی شہادت

کا ذکر کیا ہے۔ پھر اس کے ایک صفحہ کے بعد جناب عباس علیہ السلام کی شہادت کے بعد تحریر ہے۔ پھر قاسم بن حسینؑ میدان کی طرف نکل کر گئے جن کا یہ رجز بھی لکھا ہے۔

ان تنکرو فی فانا ابن حدیر

ضرغام آجام و لیث قسور ة

علی الاعادی مثل ریح صرصرة

اکید کم بالیف کیل اسندر ة

کہہ سکتے تھے کہ یہ لفظ قاسم بن حسینؑ نہیں بلکہ قاسم بن حسن ہے اور چھاپے کی غلطی سے بجائے حسنؑ کے حسینؑ ہو گیا مگر اس کو کیا کیا جائے کہ ایک صفحہ پہلے ہی جناب قاسم بن حسنؑ اور ان کے رجز اور شہادت کا تذکرہ فرما چکے ہیں۔ قاسم بن حسینؑ نام کے حضرت کے کسی صاحبزادے کا کہیں ذکر نہیں ملتا، خود جناب ابن شہر آشوب نے اولاد امام میں ان صاحبزادے کا ذکر کیا ہے۔

اور پھر لطف یہ ہے کہ اسی کے تین صفحے بعد جہاں شہداء آلِ ابی طالبؑ کی مجموعی تعداد یکجا کر کے لکھ رہے ہیں۔ وہاں بھی قاسم بن حسینؑ کا ذکر نہیں کرتے بلکہ وہاں پر ایک نئی الجھن پیدا ہو جاتی ہے۔

لکھتے ہیں کہ اکثر مورخین کہتے ہیں کہ جملہ شہیدائے آلِ ابی طالبؑ ستائیس نفر تھے نو بنی عقیل۔ مگر نام صرف آٹھ کے لکھے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں اور تین اولاد جعفر اور نو فرزندان امیر المومنینؑ جن کے نام لکھے ہیں چار فرزندانِ امام حسنؑ کے نام لکھے ہیں۔ یہ سب پچیس ہوئے۔ پھر تحریر فرماتے ہیں اور چھ فرزندان حسینؑ (جن میں اختلاف بھی ہے) اور نام گنوانے کے موقع پر بجائے چھ کے نو نام لکھتے ہیں۔ علی اکبرؑ، ابراہیم، عبداللہ، محمد حمزہ، علی، جعفر، عمر، زید، جناب عبداللہ کے لئے لکھتے ہیں کہ وہ باپ کے

آغوش میں شہید کیے گئے۔ کہہ سکتے تھے کہ لفظ ''ستہ'' نہیں بلکہ تسعتہ ہے، کیونکہ چھ نہیں بلکہ نو نام لکھے ہیں۔ مگر اس کو کیا کیا جائے کہ مجموعی تعداد جس کو انھوں نے ستائس ظاہر کیا ہے اور ان دونوں میں سے کسی کو ملا کر ٹھیک نہیں اترتی۔ پچیس جو پہلے لکھے جا چکے ان میں چھ ملائے۔ تو اکتیس ہوئے نو ملائے تو چونتیس، جن میں سے کوئی مجموعہ بھی کمزور ہو گیا کہ الدمعۃ الساکبہ کو اٹھا کر دیکھا تو اس میں بھی صاحب مناقب کی یہی عبارت بلا کسی تغّیر کے موجود پائی اور تعجب ہوا کہ انھوں نے بھی لفظ ''ستہ'' لکھ کر نام گنوانے کے موقع پر نو نام گنوائے ہیں۔ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا قصہ ہے۔ بحارالانوار دیکھئے تو اس میں بھی آپ کو مناقب کی یہی عبارت اسی طرح نظر آئے گی کہ ستہ (چھ) لکھ کر نو نام گنوائے گئے ہیں۔ صرف ایک صورت سمجھ میں آتی ہے کہ چھ کی شہادت ان کی نظر میں حتمی ہو مگر ان کے ناموں میں اختلاف ہو اور انھوں نے اس جگہ وہ سب نام لکھ دیے ہوں جو اقوال مختلفہ میں ان چھ شہیدوں کے ذکر کیے گئے ہوں۔ والعلم عند اللہ مگر ستائیس کی گنتی سے تعداد بڑھ جائے گی۔

صاحب ابصار العین نے امام حسین علیہ السّلام کے صرف دو فرزندوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ ایک جناب علی اکبرؑ دوسرے جناب عبداللہ بن حسین اور صاحب نفس المہموم نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور زیارتِ ناحیہ میں بھی یہی دو نام ذکر ہوئے ہیں۔

(کتاب شہدائے آلِ ابوطالبؑ صفحہ: ۲۷ تا ۳۴)

باب پنجم

شہزادہ علی اصغرؑ خطیبوں کی نظر میں

علاّمہ حافظ کفایت حسین

شہادتِ شہزادہ علی اصغرؑ

آج ملک میں جا بجا جھولے نکالے جا رہے ہیں۔ شبیہ جھولے کی نکالی جا رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ یاد کرلیں کہ کربلا میں ایک شیر خوار بچہ بھی تھا جس کا جھولا خالی ہوگیا تھا۔ امام حسین علیہ السّلام کے ان بچوں پر پانی بند ہوگیا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ساتویں تاریخ سے امام حسینؑ اور اُن کے قافلے پر پانی بند کردیا گیا تھا۔

آپؑ نے ساتویں کی شام، لوگوں سے کہا کہ بھائیو! چلے جاؤ، دیکھو اب مصیبتیں بڑھتی جا رہی ہے۔ اب پانی بند ہوگیا ہے۔ تم ان تکالیف کو برداشت نہ کرسکو گے۔ تمہارے ساتھ بال بچے ہیں۔ ان کو لے کر نکل جاؤ، کچھ لوگ نکل گئے۔

آٹھویں تاریخ آئی تو رات کو پھر آپؑ نے جمع کیا اور فرمایا: ہاں! اگر تم جاؤ گے تو یہ لوگ اور خوش ہو جائیں گے کہ تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ شبِ عاشور بھی کچھ لوگ نکلے ہیں جب امام حسینؑ نے خیمے میں چراغ گل کردیا ہے۔

جنابِ سکینہؑ سے روایت ہے کہ میں پھوپھی کی گود میں تھی اور میں یہ کہہ رہی تھی کہ پھوپھی جان! میں پیاس سے مر جاؤں گی تو میری پھوپھی جان کبھی اس خیمے میں لے جاتی تھیں، کبھی اُس خیمے میں جاتی تھیں تو اس وقت ہم ایک ایسے خیمے میں تھے کہ جہاں سے پدرِ بزرگوار کی آواز آرہی تھی۔ آپؑ لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ دیکھو! تمہیں یہ خیال ہوگا کہ میرے نانا تم سے ناراض ہو جائیں گے۔ میں نانا سے کہہ دوں گا کہ میں

نے خود بھیجا تھا۔ چنانچہ جنابِ سکینہؑ کہتی ہیں کہ اس تاریکی میں لوگ خیمے سے نکلنا شروع ہو گئے اور میں نے اپنی پھوپھی سے کہا کہ پھوپھی جان! کیا میرے بابا تنہا رہ جائیں گے تو گویا اس شب تک آپ نے رخصت کیا ہے۔ اس کے بعد بھر بھی عاشور کی شب چوراسی بیبیاں تھیں تو اتنے لوگ ساتھ تھے۔ پانی تو ساتویں محرم سے ختم ہو گیا تھا۔ جب نویں تاریخ آئی بچے العطش العطش کہتے ہوئے اِدھر اُدھر پھر رہے تھے۔ مگر مجھے حیرت ہے کہ میں نے جنابِ سکینہؑ کے متعلق دیکھا ہے کتابوں میں کہ کبھی کبھی دروازے پر آکر کہتی تھیں کہ بابا! پیاس نے مار ڈالا ہے۔ کبھی یہ آواز دیتی تھیں، چچا! میں پیاس سے مر جاؤں گی۔ مگر میں نے آج تک نہ دیکھا کہ کسی امام کے صحابی کے کسی بچے نے آواز دی ہو۔ دراصل اپنے بچوں کو مائیں چھوڑتی نہ تھیں کہ کسی خیمے پر جائیں یا کسی دروازے پر جائیں، کیوں، اس لئے کہ حسینؑ ان کی آواز سن لیں گے تو انھیں تکلیف ہوگی۔

ساتویں تاریخ جو فوجیں آئیں کچھ اور زیادہ تو انھوں نے یہ کام اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اِدھر سے اُدھر چلے گئے اور اُدھر سے اِدھر آگئے۔ زمین جو ہلنے لگی تو بیبیوں کے دل دہل گئے۔ اس فکر کی وجہ سے اور اس خوف کی وجہ سے علی اصغرؑ کی والدہؑ کا دودھ خشک ہو گیا۔ امتحان تھا نا! امتحان تھا کہ انتہائے مظلومیت بھی دیکھ لو اور انتہائے ظلم بھی دیکھ لو۔

بچہ گہوارہ میں پڑا ہوا ہے۔ ہونٹ خشک ہو چکے ہیں مگر رونے کی آواز نہیں۔ اٹھارہ دن کا تھا جب مدینہ سے روانہ ہوئے ہیں۔ آج چھ مہینے کا ہوا ہے۔ پیاس کی شدت سے آنکھوں میں حلقے پڑ چکے ہیں۔ ہونٹ خشک ہیں مگر بچہ روتا نہیں۔ کبھی پھوپھی کو دیکھ لیتا ہے، کبھی ماں قریب آتی ہے تو اس کو نگاہ بھر کر دیکھ لیتا ہے۔ بہنیں آتی ہیں تو ان کو دیکھتا ہے یعنی زبان نہیں کہ کہے کہ پیاسا ہوں اور روتا نہیں، اس لئے کہ غالباً خبر ہے

اسے کہ سب ہی پیاسے ہیں۔

امام حسین علیہ السّلام کے اصحاب جا رہے ہیں۔ عورتیں اپنے بیٹوں کو سنوار سنوار کر بھیج رہی ہیں کہ جاؤ! آج قربانی کا دن ہے۔ حسینؑ پر قربان ہو جاؤ۔ جنابِ رباب جن کا بچہ ہے یہ جس کا نام ہے علی اصغرؑ۔ کبھی بچے کی طرف دیکھ کر کچھ سوچتی ہیں اور کبھی گود میں لے کر اِدھر اُدھر ٹہلتی ہیں۔ جنابِ ربابؑ نے یہ بھی دیکھا ہے کہ جنابِ زینبؑ نے اپنے بچوں کو کس طرح میدان میں بھیجا اور اُن کی لاشیں آئیں۔ جنابِ رباب نے یہ بھی دیکھا کہ کس طرح سے قاسمؑ کی لاش خیمے میں آئی۔

یہ سب ہو چکا ہے۔ امام حسین علیہ السّلام علی اکبرؑ کی لاش لے آئے ہیں۔ حتیٰ کہ جنابِ عباس علیہ السّلام کی لاش کو دریا کے کنارے چھوڑ آئے ہیں اور اب کوئی نہ رہا۔ جب کوئی نہ رہا تو میدان میں آئے اور فرماتے ہیں: کوفے اور شام کے رہنے والو! میرا کوئی نہیں رہا۔ اب میں اتنا زخمی ہو چکا ہوں کہ زندہ نہ رہوں گا۔ ارے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ اِن لوگوں کے جو جوابات تھے، وہ آپؑ سے کیا عرض کروں! ایک مرتبہ یہ آواز دیتے ہیں اور اتمامِ حجت کر رہے ہیں۔ عاشور کے دن یہ آواز آپ نے دو تین مرتبہ دی ہے۔

''هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مُغِيْثٍ يُغِيْثُنَا''

''کوئی مددگار ہے جو اس وقت میری مدد کو آئے، کوئی فریاد رسی کرنے والا ہے جو اس وقت میری فریاد رسی کرے''۔

یہ آواز جو دی تو اُدھر سے تو کسی نے آواز نہ دی، کسی نے لبیک نہ کہا، البتہ خیموں کی طرف سے بیبیوں کے رونے اور شیون و فریاد کی آواز پہنچی۔ آپؑ اس طرح متوجہ ہوئے۔ جوں جوں خیمے کی جانب بڑھتے جاتے ہیں۔ بیبیوں کے گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوتی جاتی ہیں۔ آخر جلدی جلدی جنابِ زینبؑ کے خیمے پر پہنچے، آواز دی، بہن!

میں ابھی زندہ ہوں۔ ارے تمہارے رونے سے یہ لوگ خوش ہو رہے ہیں۔ تمہاری آوازیں بلند نہ ہوں جب تک میں زندہ ہوں۔ جنابِ زینبؑ نے بھائی کی آواز سنی تو ایک مرتبہ دروازے پر آکر کہتی ہیں: بھیّا! ذرا اندر تو آئیے۔ کیا قیامت ہوگئی۔ اندر گئے، فرمایا کیا ہے؟ عرض کرتی ہیں: بھیا! نہیں معلوم آپؑ کی اس فریاد میں کیا اثر تھا کہ علی اصغرؑ نے جھولے میں تڑپنا شروع کر دیا اور پھر اس کے بعد اتنا تڑپے کہ جھولے سے گر گئے۔ میں نے گود میں اٹھایا، قرار نہیں آتا۔ ماں گود میں لیتی ہے تو چپ نہیں ہوتے۔ بہنیں لیتی ہیں تو خاموش نہیں ہوتے۔ یہ حالت دیکھ کر بیبیوں میں کہرام برپا ہو گیا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ہاں بہن میں سمجھ گیا۔ ان کو تو میں لایا تھا اور سوچ سمجھ کر لایا تھا اچھا تو بہن! میں ایسا کرتا ہوں کہ ان کو لئے جاتا ہوں۔ پانی مانگوں گا۔ جنابِ علی اصغرؑ کی خاموش ماں، کبھی بچے کو دیکھتی ہیں، کبھی حسین کو دیکھتی ہیں۔ امام حسینؑ نے اپنی بہن سے فرمایا: علی اصغرؑ کو مجھے دے دو، میں لئے جا رہا ہوں۔ جب حسینؑ کے ہاتھوں پر آئے علی اصغرؑ اور آپؑ دروازے کی طرف چلے تو ابھی تک مادرِ علیؑ اصغر خاموش کھڑی تھیں۔ جب حسینؑ جانے لگے تو ایک مرتبہ تیزی سے بڑھیں اور سامنے آکر عرض کیا: میرے آقا! ذرا میرے بچے کو مجھے دے دیجئے۔ امام حسینؑ نے ماں کی گود میں دے دیا۔ بیبیاں یہ سمجھیں کہ پیار کرنے کیلئے شاید لے رہی ہیں۔ لیکن کیا کیا جنابِ ربابؑ نے! گود میں لیتے ہی اپنے خیمے کی طرف چلیں۔ اپنے خیمے میں داخل ہوئیں۔ وہاں پہنچ کر صندوق کھولا، اس میں سے علیؑ اصغر کا نیا کرتہ نکالا۔ جسم پر جو کرتہ تھا، اُسے اتارا، نیا کُرتہ پہنایا، آنکھوں میں سرمہ لگایا اور بالوں میں کنگھی کی۔ آخر میں آستین کچھ اوپر کی طرف اُلٹائی اور فرماتی ہیں: بیٹا جو خیمے سے گیا، واپس نہیں آیا۔ اب تم جا رہے

ہو، واپس نہیں آؤ گے۔ بیٹا اگر تیر لگ جائے تو رونا نہیں۔ اس کے بعد بچّے کو لا کر امام حسینؑ سے عرض کیا: آقا! یہ میرا تحفہ ہے، اس کو قبول کریں۔ یہ میری طرف سے قربانی ہے۔ امام حسینؑ آئے میدان میں۔ بچے کیلئے پانی مانگا، کسی نے نہ دیا۔ فرماتے ہیں: بیٹا! تم حسینؑ کے بیٹے ہو، میر روحانیت میں شریک ہو۔ بیٹا! میرے کہنے سے پانی نہیں دیتے۔ بیٹا! ذرا تم ہی مانگ لو، اِس بچّے نے کیا کیا؟ اپنی سوکھی زبان نکالی اور ہونٹوں کے اوپر پھیرنی شروع کردی۔

حالت یہ ہوئی کہ یزیدی فوج کے لوگ منھ پھیر کر رونے لگے۔ ابنِ سعد گھبرا گیا اور اُس نے حُرملہ سے کہا: حُرملہ جلدی کر اُس نے ایک تیر جوڑا۔ تمام کتابوں میں ہے کہ وہ تین بھال کا تھا۔ لوہے کی بھالیں، ننھا سا گلا، حسینؑ کے بازو سے گلا ملا ہوا ہے۔ ادھر سے تیر آیا۔ کیا عرض کروں! کیا ہوا؟ ایک مرتبہ بچہّ اُچھلا اور تیر حسینؑ کے بازو میں پیوست ہوگیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے تیر جو کھینچا   اولاد والو! تیر اصغرؑ کے گلے سے تیر کھینچا۔ علی اصغرؑ مسکرائے، مطلب یہ تھا، بابا ماں کو سلام کہہ دیجئے گا کہ تیرا بیٹا رویا نہیں ہے۔

علاّمہ رشید ترابی

اصغرؑ کو لحد میں رکھ کے کہتے تھے حسینؑ   آرام کرو بس یہی گھوارہ ہے

حمید ابنِ مسلم نے کچھ لکھا، کوفے کے لشکریوں نے کچھ لکھا، کوفے کے لشکریوں، قاتلوں نے کچھ بیان کیا، شام کے موٴرخین نے کچھ لکھا، مگر بہتر طریقہ پر اندازہ اُس وقت ہوا جب حضرتِ مختار ایک ایک قاتل کو پکڑتے جا رہے تھے اور پوچھتے جا رہے تھے کہ بتا تو نے کیا کیا؟ اُس وقت اندازہ ہوا کہ کیسے ظلم ہوئے۔ ایسے میں ایک خبر مشہور ہوئی کہ مختار بدلہ لے رہے ہیں۔ اصل میں بدلہ تو کوئی کیا لے گا، وہ ذکرِ موتور ہے،

وقت نہیں اس پر بحث کا، مگر ہاں، امامِ زمانہ علیہ السّلام کی خدمت میں، امامؑ نے فرمایا: کیا حال ہے، مختار کا؟

عرض کیا: مختار آپؑ کے پدرِ گرامی کے دشمنوں کو چُن چُن کر قتل کر رہے ہیں اور مختلف قاتلوں کے نام لئے۔ امامؑ نے پوچھا: کیا حرملہ گرفتار ہوا؟ اُس نے ہاتھوں کو جوڑ کر عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! کیا بات ہے کہ آپؑ نے اس قاتل کا خاص طور پر نام لیا؟ آپؑ نے علی اکبرؑ کے قاتل کا نام نہیں لیا، آپؑ نے جنابِ عباسؑ کے قاتل کا نام نہیں لیا، آپ نے پدرِ گرامی کے قاتل کا نام نہیں لیا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: ارے حُرملہ نے جو تیر چلایا، فقط وہ بچّے کے گلے کو نہیں، آلِ محمدؐ کے دلوں کو چیرتا ہوا گزر گیا۔

وہ واپس ہوا، کوفہ آیا اور دربار میں اُس دن پہنچا جس دن اعلان ہوا کہ حُرملہ آ گیا اُس نے کہا: ''اللہ اکبر''۔

مختار نے کہا: اللہ تو کبریائی ہی کیلئے مگر بتا یہ کونسا محلِ تکبیر ہے؟ اُس نے کہا: اے امیر! میں مدینے سے آ رہا ہوں، میرے امامؑ نے پوچھا تھا کہ کیا حُرملہ گرفتار نہیں ہوا؟ وہ آ گیا۔ یہ سننا تھا کہ مختار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ قاتل سامنے آیا، آپ نے پوچھا: حُرملہ! بتا تو نے کربلا میں کیا کیا؟ حُرملہ نے کہا: امیر! درگزر کر، جو سزا تجویز کرنی ہو، کر دے مگر تفصیل مت پوچھ۔ کہا نہیں بتا۔

اُس نے کہا: امیر! مجھے معاف کر، اس لئے کہ بہت بڑا ظلم ہوا ہے۔ مختار نے کہا: ہم سننا چاہتے ہیں۔ حُرملہ نے کہا: امیر! میرے ترکش میں سات تیر تھے، چار تیر نشانے پر نہ لگے۔ تین تیر نشانے پر لگے، پہلا تیر مشکِ سکینہؑ پر، دوسرا تیر حسینؑ ابنِ علیؑ کے سینہ پر جب حسینؑ پشت ذوالجناح پر جھول رہے تھے اور یہ کہہ کر حُرملہ نے سر کو جھکا لیا۔

مختار نے کہا: تیسرا تیر؟

مختار نے مزید اصرار کیا: کہا: امیر! حسینؑ چھوٹے سے بچّے کو لے آئے اور وہ بچّے کیلئے پانی مانگ رہے تھے۔ عمر بن سعد نے کہا: اُن کی زبان کو قطع کر دے۔ حُرملہ نے کہا: میں نے تیر مارا بچّے کو۔ مختار نے پوچھا: پھر کیا ہوا؟

کہا: امیر! بچہ باپ کے ہاتھو پر اُلٹ گیا۔

مولانا سیّد علی نقی لکھنوی

تو بس اربابِ عزا! آپ کی توجہ تو ہے مگر زیادہ عرض نہیں کرنا ہے، میں کہتا ہوں کہ حسینؑ نے کربلا میں، وقت جتنا سخت ہو اُتنا مؤثر ہتھیار لایا جاتا ہے، تو کربلا میں ظاہری نگاہوں میں، یہاں تک تو میں ارتقاء دکھا سکتا ہوں کہ شروع میں اصحاب گئے، بعد میں عزیز گئے پہلے عونؑ و محمدؑ چلے گئے، پہلے فرزندانِ عقیل چلے گئے، اس کے بعد بھتیجوں کی نوبت آئی عباسؑ بعد میں گئے، علی اکبرؑ روایتِ مشہور کی بناء پر بعد میں گئے۔ مگر یہاں تک میں ارتقاء دکھا سکا، میں کہتا ہوں کہ یہیں سے مقصدِ حسین علیہ السّلام سمجھئے کہ عباسؑ کے بھی بعد اور علی اکبرؑ کے بھی بعد یہ چھ مہینے کی جان، یہ ششماہہ مجاہد، تو جسے حسینؑ نے اپنا پیش خیمہ رکھا، یہ کیا ہے، یہ ہے، اس اصول کے مطابق کہ معرکہ جتنا سخت ہو جائے اتنا ہی مؤثر ہتھیار پیش کرو۔

جب تک علی اکبرؑ میدان میں آئے، دنیا کہہ سکتی تھی کہ تلوار لے کر میدان میں آئے، اگر جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے! جب تک عباسؑ آئے، کہہ سکتے تھے ارے تلوار نہ سہی، نیزہ تو ہاتھ میں سہی، مگر نیزہ لائے تھے، جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے، ارے قاسمؑ کم سن سہی مگر گئے تو وہ بھی تھے تلوار لے کر، مگر جب علی اصغرؑ آئے تو اب دشمن کی زبان بند

ہوگئی۔ حسین علیہ السّلام کی بے گناہی پر علی اصغرؑ کے خون نے مہر تصدیق ثبت کردی۔ اب یہ وہ ہستی ہے کہ حسینؑ تو دین کی زبان میں معصوم تھے اور یہ بچہ تمام دنیا کی زبان میں معصوم ہے، ہر مذہب وملت کی زبان میں معصوم ہے اور بس اربابِ عزا! ایک جملہ عرض کر کے اسی پر ختم کردوں گا کہ ہاتھوں پر بے شیر، تیر سہ شعبہ اور بچّے کی گردن اُدھر بچّے نے حسینؑ کے ہاتھوں پر دم توڑا اور مولاؑ نے گویا قیامت تک کے انسانوں کو پکار کر پوچھا کہ کیوں، بتاؤ، ایسوں کی بیعت کرلیتا؟ مقصد حسین علیہ السّلام میں روح پڑگئی، جان پیدا ہوگئی۔

امام حسینؑ کی فوج میں علی اصغرؑ سب سے چھوٹے تھے، اتنے کمسن کہ ان کی عمر میں برس کا لفظ نہیں انھیں چھ ماہ کا بچّہ کہا جاتا ہے۔ خود مصیبت اُٹھالینا اکثر آسان ہوتا ہے مگر کسی تڑپتی ہوئی ماں کو دیکھنا صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔ نہ جانے اصغرؑ کی ننھی سی لاش کو دیکھ کر ربابؑ کے دل پر کیا گزری ہوگی!

میں چند پہلو پیش کرتا ہوں۔ دونوں موازنے کے کہ بے شک اسماعیلؑ آئے میدانِ قربانی میں۔ کوئی روایت نہیں بتاتی کہ وہ بھوکے اور پیاسے ہوں لیکن کربلا کے میدان میں جو قربانیاں آئیں، وہ سب تین دن کے بھوکے پیاسے اور اہلِ عزا! قربانیِ اسماعیلؑ میں اسماعیلؑ یقیناً بچّے تھے، خالق نے دونوں پہلو نمایاں کیئے ہیں کہ اس نے اسماعیلؑ کی قربانی کی اہمیت ظاہر کرنے کیلیئے ذکر کیا تھا کہ بچہ دوڑ دھوپ کرنے کے قابل ہوگیا۔ اس میں دو رُخ ہیں کہ پورا جوان نہیں ہوا تھا، بچہ ہی تھا۔

ایک پہلو یہ کہ بچہ تھا، دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایسا بچہ تھا جو کام نہ آسکے بلکہ ایسا تھا جو ساتھ چل پھر سکتا تھا۔ دو رُخ ہیں، ایک عمر کی کمی کا بھی رُخ ہے، ایک عمر کی زیادتی کا بھی رُخ ہے، دو لفظوں میں دو مصیبتیں آپ کے سامنے تصویر کی شکل میں آجائیں گی کہ وہ دوڑ

دھوپ والی عمر کی بڑائی تھی، وہ ترقی کر کے علی اکبرؑ تک پہنچی اور جو کم سنی کا دردناک پہلو تھا، وہ ادھر ترقی کر کے علی اصغرؑ تک پہنچا۔ ارے وہ بچّے تھے تو چند برس کے تو تھے مگر یہاں جو سب سے کم سن تھا، اُس کی تو عمر کے حساب میں برس کا لفظ بھی نہیں آتا، وہ نام کا جزو ہے۔ ششماہہ، چھ مہینے کا بچّہ۔

اور بس اب ایک پہلو، اور وہ یہ ہے کہ خود مصیبت اٹھالینا اکثر آسان ہوتا ہے مگر کسی تڑپتی ہوئی ماں کو دیکھنا بڑا صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔ ہم نے ایسے لوگ دیکھے ہیں کہ جا کر کسی کو دفن کیا، نہیں روئے، دفن کر کے پلٹے نہیں روئے مگر جب گھر کے اندر آ کر کسی بلکتی ہوئی بچّی کو دیکھ لیا، کسی بیقرار بہن کو دیکھ لیا، کسی تڑپتی ہوئی ماں کو دیکھ لیا تو صبر کا بند ٹوٹ جاتا تھا۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السّلام بڑے جلیل المرتبہ، بے شک بڑے عظیم امتحان میں کامیاب ہوئے مگر جب بچّے کو لے گئے تو ماں کو نہیں بتایا کہ کہاں لے جا رہا ہوں بلکہ پیغمبرانہ صداقت کے ساتھ یہ جملہ کہا: ایک دوست کے کہنے سے لے جا رہا ہوں۔ بالکل صحیح ہے خلیل کا کہنا۔ جب چھری اور رسی مانگی تو پھر ذرا پریشان ہوئیں۔ جنابِ ہاجرہؑ نے کہا: چھری اور رسی کا کیا کیجئے گا؟ کہا: دوست کے ہاں جا رہا ہوں، شاید قربانی کی ضرورت پڑے؟ جنابِ ہاجرہؑ خاموش ہو گئیں۔ سمجھ نہیں سکیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ واپس ہوئے تو خیال کیا کہ اب تو فدیہ آ گیا، اب کیا کروں واقعہ بیان کر کے۔ کچھ ذکر نہیں کیا، دو چار دن کے بعد جناب ہاجرہؑ نے تبدیلی لباس کیلئے کُرتہ اُتارا تو گلے پر ایک خط نظر آیا، پوچھا: اے خلیلِ خدا! یہ میرے بچّے کے گلے پر خط کیسا ہے؟ اب ابراہیم علیہ السّلام کیا جواب دیتے؟ یہ خیال ہوا کہ اب چھپانے سے کیا فائدہ؟ بچّہ سامنے کھڑا ہوا مسکرا رہا ہے، قربانیِ اسماعیلؑ عید کا دل بن گئی۔ لہٰذا واقعہ بیان کر دیا۔ صاحبِ عقل بی بی نے زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر نفسیاتی اثر یہ

پڑا کہ اُس دن سے بیمار ہوئیں اور اسی بیماری میں دنیا سے رحلت کیا۔ یہ تصوّر کہ اگر فدیہ نہ آتا تو میرا بچّہ ذبح ہو گیا ہوتا۔ اب خبر لیجیے، ربابؑ کے دل کی خبر لیجیے، لیلیٰؑ کے دل کی، خدا کی قسم! جیسے وہ فخر اسماعیلؑ، ایسے یہ بیبیاں فخر ہاجرہؑ ہیں۔

جب جناب علی اکبرؑ شہید ہوئے تو امام حسینؑ کی ہمتِ قربانی ختم نہیں ہوئی۔ اس لیئے گہوارے سے ڈھونڈتے ہوئے آئے، اصغرؑ کو اٹھا کر کہا: ارے ظالمو! تمہارا ظلم ابھی ختم نہیں ہوا تو میرا صبر بھی ختم نہیں ہوا۔ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد تمہارا ظلم ختم ہو جائے گا۔

علی اصغرؑ جُزو ہے بولتے ہوئے قرآن کا باوجود بے زبانی کے وہ قرآنی فریضہ ادا کیا کہ دنیا حیران ہو کر رہ گئی۔ اِدھر تیر آتا ہے، اُدھر وہ مسکرا کر کہتے ہیں: اے یزید! تو ہار گیا اور میرے بابا قیامت تک کے لیئے فتحیاب ہو گئے ہیں۔

اربابِ عزا! یہ دیکھ لیجیے کہ امام حسین علیہ السّلام کی ہمت کا کیا ذکر، اُنؑ کے ہاتھوں میں رعشہ بھی نہیں ہے، یوں بعض وقت کہہ دیا جاتا ہے کہ مولاؑ نے بچّے کو کانپتے ہاتھوں پر بلند کیا مگر میں یہ کہتا ہوں کہ بر بنائے واقعہ دیکھیئے۔ کیا مولاؑ کے ہاتھ کانپ رہے تھے؟ یاد رکھیئے! نشانہ جتنا مختصر ہو، اُتنا ہی تیر کا خطا کرنا آسان ہوتا ہے۔ اگر قدم پیچھے ہٹتا تو تیر خطا کرتا، اگر ہاتھ کو جنبش ہوتی تو تیر خطا کرتا مگر نہ قدم پیچھے ہٹا، نہ ہاتھ کو جنبش ہوئی، تیر ٹھیک نشانے پر پڑا:

''فَانْقَلَبَ الصَّبِیُّ عَلٰی اَیْدِی الْاِمَامِ''

''بچہ امام علیہ السّلام کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا''۔

مگر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ زینبؑ کب تک پیاسی رہیں؟ اُمِّ کلثومؑ کب تک

پیاسی رہیں؟ اور اہلِ حرم کب تک پیاسے رہے؟ ایک روایت کبھی کبھی پڑھی جاتی ہے اور میں کیا کہوں کہ کتابوں میں کہیں نظر نہیں آتی، وہ زوجۂ حُر کا پانی لانا۔ ارے حُر اکیلا آیا تھا، اس کے ساتھ زوجہ کہاں تھی؟ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کیا اُن کے ظرفِ شرافت میں اتنی گنجائش تھی کہ وہ فتح مناتے وقت یہ تصور کرتے کہ ہم انھیں پانی بھیجیں؟ اہلِ عزا! جو پیاسوں کی طرف آگ بھیجیں، وہ بھلا پانی کیسے بھیجیں گے؟ میری سمجھ میں جو آیا ہے وہ یہ کہ پانی کبھی آیا ہو مگر گیارہویں محرّم کی رات کوئی ثبوت نہیں، بس اتنا ہے کہ عصر کے بعد وہ پہرہ جو فرات پر بیٹھا تھا وہ پہرہ ہٹ گیا، اس لئے کہ وہ شیر نہیں رہے جن کا ڈر تھا۔ اب فرات بہہ رہی ہے، جس پیاسے کا دل چاہے وہ پانی پی لے مگر میں آپ سے محبتِ حسینؑ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ فاقہ شکنی کے وقت جب آپ کے سامنے فاقہ شکنی کا سامان آتا ہے تو کیا واقعی آپ کا دل پانی پینے کو چاہتا ہے؟ بخدا! حکمِ شرعی کی پابندی ہے کہ کامل روزہ نہیں ہونا چاہئے، ورنہ پانی پینے کو کس محبِّ حسینؑ کا دل اس وقت چاہتا ہوگا؟

اب انصاف کیجئے کہ فرات بہہ رہی ہے مگر کیا لیلیٰ کا دل چاہا ہوگا کہ علی اکبرؑ کے بعد جا کے پانی پئیں؟ کیا اُمّ کلثومؑ کا دل چاہا ہوگا عباسؑ کے بعد کہ جا کے پانی پئیں؟ کیا بیوہ حسینؑ کا دل چاہا ہوگا کہ قاسمؑ کے بعد جا کے پانی پئیں؟ کیا زینبؑ کا دل حسینؑ کے بعد چاہا ہوگا کہ جا کر پانی پئیں؟ بظاہر تو بات انتہا تک پہنچ گئی مگر اہلِ عزا! میں کہتا ہوں کہ کیا علی اصغرؑ کے بعد سکینہؑ کا دل چاہا ہوگا کہ پانی پئیں؟ میرا تو تصوّر ہے کہ دریا بہہ رہا ہوگا، پیاسے منھ پھیرے بیٹھے ہوں گے کہ ہمیں اب اس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔

بخدا! میرے نزدیک کربلا کا ششماہہ بچّہ جو ہے، اُس کی شرکت نے پورے مجاہدین کربلا کیلئے بے خطا ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ جب تک عباسؑ آئے، دنیا

کہہ سکتی تھی کہ تلوار نہ سہی، نیزہ لے کر آئے تھے۔ اب جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے۔ علی اکبرؑ آئے تھے، دنیا کہتی کیونکر جنگ نہ کرتے، فاتحِ خیبر کے خاندان کا شیر تلوار لے کر آیا تو جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے؟ ارے قاسمؑ! کم سن بچہ سہی مگر تلوار لے کر گئے ہیں تو کہتے کہ بچہ سہی مگر شیروں کا شیر ہے۔ وہ بچہ بھی تو اسی خاندان کا ہے، جنگ نہ کرتے تو کیا کرتے، لیکن جب علی اصغرؑ آ گئے تو اب دنیا اپنے ظلم کی کوئی توجیہ نہیں کر سکتی۔

دنیا اپنے ظلم کی کوئی وجہ نہیں بیان کر سکتی۔ ارے یہ کونسی تلوار لے گئے ہیں؟ یہ کونسا نیزہ لے گئے ہیں؟ ان کے پاس بس ایک زبانِ بے زبانی ہے۔ ارے جب ان پر تیر ستم رہا ہوا تو پتہ چلا کہ جتنے تھے، سب بے گناہ تھے، جتنے تھے سب بے خطا تھے۔ جیسے حسنؑ و حسینؑ کی مباہلہ میں شرکت نے بتا دیا کہ جتنے مجاہدین ہیں، سب بے خطا ہیں۔

یہ ایسے ظالم ہیں کہ جب ایک بچے کو تیرِ ستم کا نشانہ بنا سکتے ہیں تو کسی اور پر یہ ظلم کریں تو ان سے کیا بعید ہے؟ اس بچّے کی شرکت نے فیصلہ کر دیا۔ میں کہتا ہوں کہ اس بچّے کی اہمیت کو محسوس کیجئے۔ شہزادے کی عمر کا نام جزو "ششماہہ" چھ مہینے شہزادے کی عمر ہے۔ محرّم میں شہادت ہو گئی تو چھ مہینے ہی تو ہوئے۔ کچھ سمجھ میں آیا، میری سمجھ میں تو یہی آیا کہ جیسے بعثتِ رسولؐ منتظر رہی ان علیؑ کے ایک عمر تک پہنچنے کی، ویسے ہی امام حسین علیہ السّلام کا اقدامِ عمل منتظر رہا اس علیؑ کے دنیا میں آنے کا۔ بس اِدھر علی اصغرؑ دنیا میں آئے۔ پتہ نہیں چلتا کہ کتنے دن کے تھے کہ مولاؑ نے سفرِ غربت اختیار کیا اور میں تو یہ کہوں گا کہ علی اصغرؑ کی زندگی کا ہر دن مولاؑ کے سفر کی ایک منزل ہے اور جب مولاؑ کا سفر اختتام تک پہنچا تو علی اصغرؑ کی عمر انتہا تک پہنچ گئی اور اب میں کہتا ہوں کہ ان کی عمر کی اب ایک نئی حد شروع ہو گئی۔ اب ایک جملہ ہے، ظاہر ہے کہ نہ کسی کو گھٹانا ہے، نہ کسی کو بڑھانا ہے، جو واقعاتی فرق ہے، وہ عرض کر رہا ہوں کہ کربلا کے دن تک ہمیں معلوم

ہے کہ ایک علی اکبرؑ اور ایک علی اصغرؑ تھا اور کربلا کے بعد جو علی اکبرؑ کی عمر ہے، وہی علی اصغرؑ کی عمر ہے۔

بس اہلِ عزا! ایک مزید اہمیت بر بنائے ترتیب کربلا کہ ترتیبِ کربلا یہ تھی کہ اصحاب سب سے پہلے چلے جائیں، عزیز بعد میں جائیں۔ عزیزوں میں بھی دور کے عزیز پہلے جائیں، علی اکبرؑ بعد تک رہیں۔ عباسؑ بعد تک رہیں۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جس سے شدّتِ وقت کا مقابلہ زیادہ کروانا ہے، اُسے بعد کیلئے رکھا ہے۔ بس بارگاہِ حسینی میں عرض کرنا ہے کہ عباسؑ کے بھی بعد علی اکبرؑ کے بھی بعد، یہ چھ مہینے کی جان، یہ شہزادہؑ علی اصغرؑ جسے مولاؑ نے اپنا پیش خیمہ رکھا۔ ان کے بعد بس خود مولاؑ میدان میں گئے ہیں۔ بس اس شہادت کی ایک خصوصیت پیش کرنا ہے۔ ہمیں تاریخِ کربلا میں تردّد کا کوئی وقت نہیں ملتا۔

غم اور ہے، رنج اور ہے، صدمہ اور ہے مگر جس کا نام تردّد ہے، ایک وقت بھی نہیں ملتا کہ جب کسی محل پر تردّد ہوا ہو مگر بس یہ ایک منزل ہے، تردّد کا کونسا محل ہے؟ تردّد اُس وقت ہوا ہے جب لائے تھے بچّے کو اور اب ہاتھوں پہ لاش ہے۔ آپ سب عملِ عاشور کے پابند ہوں گے۔ عملِ عاشور کی دو ترکیبیں ہیں: ایک میں تو سو مرتبہ صلوٰات اور سو مرتبہ لعن ہے، ایک دوسری ترکیب ہے کہ اس میں سات مرتبہ آگے بڑھتے ہیں اور سات مرتبہ پیچھے ہٹتے ہیں اور زبان پر ہوتا ہے۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

حدیث میں یہ ہے مگر علما نے کہا ہے کہ یہ شبیہ ہے عملِ حسینؑ کی اور یہی منزل ہے تردّد کی کہ جب علیؑ اصغر کو لائے ہیں تیر کھانے کے بعد تو مولاؑ چاہتے ہیں خیمے کے اندر جائیں مگر پھر خیال آتا ہے کہ ربابؑ سے کیا کہوں گا؟ علی اکبرؑ کیلئے کوئی تردّد نہیں ہوا

کیونکہ لیلیٰ جانتی تھیں کہ کہاں جا رہے ہیں۔ مگر جس ماں نے سمجھا ہو کہ پانی پلانے لے جا رہے ہیں۔ اب اس سے کیا کہیں؟ اب تردد ہے کہ کیا کہوں گا؟ تو جیسے ملتِ ابراہیمی میں یہ عدد بھی کچھ میراث بنا تھا کہ جتنی دفعہ ہاجرہؑ نے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی تھی، وہی سات مرتبہ مولاؑ خیمے کی طرف بڑھے اور پیچھے ہٹے۔ یہی ہدایت ہے عملِ عاشور کیلئے کہ سات مرتبہ آگے بڑھو اور سات مرتبہ پیچھے ہٹو۔ اسی طرح مولاؑ کبھی چاہتے ہیں کہ خیمے میں جائیں، جلالتِ حسینؑ مانع ہے مگر کیا کروں اُردو میں یہی لفظ ہے کہ چاہتے ہیں خیمے میں جائیں مگر جیسے ہمت نہیں ہوتی۔ بس جب سات مرتبہ آمد و رفت ہو چکی تو پھر یہی لفظ ملتا ہے کہ اب دل کو مضبوط کر کے خیمے کے اندر قدم رکھا اور کہا کچھ نہیں گیا، بس جس حال میں تھے علی اصغرؑ، ان کو ربابؑ کی گود میں دے دیا اور ربابؑ نے چہرہ پر نظر کی۔

خدا کی قسم! یہ وہ ہیں جنھوں نے اس خاندان میں بہو ہونے کی عزت رکھی ہے کہ ربابؑ نے معصوم کو گود میں لیا اور جو کیفیت میں صدیوں بعد محسوس کر رہا ہوں، ربابؑ نے بھی اُسے محسوس کر لیا کہ مولاؑ کی طرف سے عذر خواہی بھی ہے، کہتی ہیں:-

"یَا بُنَیَّ اَمِثْلُکَ یُنْحَرُ"

"کیوں بیٹے! کیا تمہارا ایسا بھی ذبح کیا جاتا ہے؟"

مرثیہ تو ہے ہی مگر میں کہتا ہوں کہ گویا کہہ رہی ہیں کہ مولاؑ! شرمندہ نہ ہو جایئے۔ ارے کوئی یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ نتیجہ ہو گا کہیں اس عمر کے بچوں کو تیر لگایا جاتا ہے؟

بس اہلِ عزا! آخری فرق میدانِ مباہلہ میں، سب سے چھوٹے حسینؑ تھے مگر وہ بھی چند برس کے تو تھے اور کربلا میں جو سب سے چھوٹا ہے، اُس کی عمر کے حساب میں تو برس کا لفظ ہی نہیں آتا۔ اُس کے نام کا تو ششماہہ جزو ہے۔ اس مجاہد کی ذرا اہمیت محسوس

کیجئے کہ سفرِ امام حسینؑ کی مدت کتنی؟ رجب میں چلے، محرّم میں شہید ہوئے تو چھ مہینے ہوتے ہیں اور علی اصغرؑ کے نام کا جزو ششماہہ، تو اب کچھ سمجھ میں آیا، میری تو سمجھ میں آیا کہ جیسے بعثتِ رسولؐ منتظر رہی، اُن علیؑ کے ایک عمر تک پہنچنے کی، ویسے حسینؑ کا اقدامِ عمل منتظر رہا ان علیؑ کے دنیا میں آنے کا۔ بس اِدھر علی اصغرؑ دنیا میں آئے اور مولا نے سفر اختیار کیا۔ بس ایک جملہ کہتا ہوں، یہ تو دنیا میں آئے تھے فقط جانے کیلئے، آخر میں مولاؑ کے ثباتِ عزم کے اظہار کیلئے ایک جملہ کہ جب بچّے کو ہاتھ پر لئے ہوئے ہیں تو جو ہوا وہ عرض نہیں کروں گا مگر یاد رکھیئے کہ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ کانپتے ہاتھوں پر علی اصغرؑ کو بلند کیا۔ میں کہتا ہوں کہ عمر کے تقاضے کے لحاظ سے حالانکہ مولاؑ کی عمر اتنی زیادہ بھی نہ تھی اور شدّتِ مصیبت کے اظہار کیلئے لفظ شاید موزوں ہو۔

مگر کیا واقعہ ہے کہ مولاؑ کے ہاتھ کانپ رہے تھے، میں کہتا ہوں کہ جتنا نشانہ مختصر ہو، اُتنا ہی خطا کرنا آسان ہے۔ اگر قدم پیچھے ہٹتا تو تیر خطا ہوتا۔ اگر ہاتھ جنبش ہوتی تو تیر خطا ہوتا مگر نہ قدم پیچھے ہٹا نہ ہاتھ جنبش ہوئی۔ لہٰذا ٹھیک نشانے پر پڑا:

"فَانْقَلَبَ الصَّبِیُّ عَلٰی یَدِ الْاِمَامِ"

علّامہ اظہر حسن زیدی

امام علیہ السلام نے شبِ عاشور یہ منظر بھی دیکھا کہ امام علیہ السلام کو ایک کونے سے رونے کی آواز آئی۔ امام حسینؑ نے کہا: یہ کون رو رہا ہے؟ جا کے دیکھتے کیا ہیں کہ چھ مہینے والے کے گہوارے پر سر رکھے ہوئے اُس کی ماں ربابؑ رو رہی ہے۔ امامؑ جا کے کھڑے ہوئے: ربابؑ! کیا بات ہے؟ کیا بچہ ختم ہو گیا؟ نہیں مولاؑ! ابھی زندہ ہے پھر رو کیوں رہی ہو ربابؑ؟ قبلہ! اپنی قسمت کو رو رہی ہوں۔ حضورؐ دیکھ رہے ہیں کہ

زینب عونؑ و محمدؑ کو تیار کر رہی ہیں، قاسمؑ کی ماں قاسمؑ کو تیار کر رہی ہیں، کل سب یہ قربانیاں پیش کریں گی اور آپؑ کی ماں فاطمہؑ کے دربار میں سرخرو ہو کر جائیں گی، میں بدنصیب ہوں، میرا بچہ اتنا چھوٹا ہے کہ میں اسے میدان میں نہیں بھیج سکتی۔

یہ سب قربانیوں والی سرخرو ہوں گی، میں شرمندہ ہوں۔ دوسری بات مجھے یہ رُلا رہی ہے کہ آپؑ ہی نے فرمایا تھا کہ آپ کی شہادت کے بعد ہمارے ہاتھ بندھ جائیں گے تو بچے کو سنبھالے گا کون؟ میں گھبرا رہی ہوں کہ یونہی تو تڑپ کر مر ہی جائے گا۔ کاش! یہ دو سال کا ہوتا تو اسے گھٹنوں چلا کر میدان میں لے جاتی میں بڑی مجبور ہوں۔

امام علیہ السّلام نے ربابؑ کی جو یہ گفتگو سنی تو فرمایا: ربابؑ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو، میں حسینؑ تجھ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کل تیرے اصغرؑ کو اکبرؑ سے نہ بڑھا دوں تو حسینؑ نہ کہنا۔ ذرا کل ہونے دے، دیکھنا تو سہی کل بنتا کیا ہے؟ اسے ایسا سیراب کروں گا کہ قیامت تک اس کی پیاس کی یاد میں کروڑوں سبیلیں لگ جائیں گی۔ یہ فرات کیا شے ہے؟ اتنی سبیلیں لگ جائیں گی کہ اگر ساری سبیلوں کے پانی اکٹھے ہو جائیں تو ہزار فرات بن جائیں گے اس کی یاد میں۔

بہر نوع یومِ عاشورا امام حسینؑ ربابؑ کے پاس آئے اور فرمانے لگے: ربابؑ! میں اصغرؑ کو لے جاؤں؟ ربابؑ خوش ہو گئیں۔ مولاؑ! بے شک لے جائیں، میں تو اسی انتظار میں تھی۔ ربابؑ نے بچہ امام حسین علیہ السّلام کی گود میں دے دیا۔ امام علیہ السّلام لے کر چلے، ابھی دس قدم چلے ہوں گے کہ ربابؑ سامنے آ گئیں۔ مولاؑ! ذرا بچے کو میری گود میں دے دو۔ کیوں ربابؑ! دل نہیں چاہتا بھیجنے کو؟ ربابؑ گھبرا گئیں نہیں قبلہ۔ تھوڑی دیر کیلئے چاہتی ہوں۔ ربابؑ نے بچے کو گود میں لیا، لے کر اپنے خیمے میں گئی اور امامؑ انتظار میں صحن میں کھڑے ہیں۔ بہن بھی ساتھ کھڑی ہیں۔ ربابؑ پانچ منٹ

کے بعد خیمے سے باہر آئیں تو بچّے کی شکل کیا تھا کہ نیا کرتہ پہنا دیا تھا، بال درست کر دیئے تھے، آنکھوں میں سرمہ لگا دیا تھا۔ کرتے کی آستینیں اُلٹ دی تھیں اور بچّے کی کمر ایک رومال سے باندھ دی تھی۔ ربابؑ اس شان سے لائیں اصغرؑ کو مولاؑ! اب لے جائیں میدان میں بچہ ہے تو کیا ہوا، ہے تو شیر کا پوتا میں اسے سپاہی بنا کے لائی ہوں۔ بیٹا علی اصغرؑ! جاؤ سپاہی بن کے۔ اب جو امام علیہ السّلام نے یہ منظر دیکھا تو امام حسینؑ جیسی ہستی کا دل بھر آیا، لے لیا گود میں اور میدان کی طرف چلنے لگے، ربابؑ پھر آ گئیں۔ کیوں ربابؑ! کچھ کہنا ہے؟

جی ہاں قبلہ! میں اپنے بچّے سے بات کرنا چاہتی ہوں۔ آواز دی: اصغرؑ بیٹا! بچّے نے آنکھ کھولی ماں کی طرف دیکھا اور ماں کہتی ہیں: اصغرؑ بیٹا! تم میدان میں جا رہے ہو، تم باپ کی گود میں ہو، مجھے پتہ ہے کہ تم چند لمحوں میں اپنی دادی کی گود میں پہنچ جاؤ گے۔ جا کے امّاں کو سلام کہنا اور اگر دادی یہ کہیں کہ ماں نے منہ دھلا کر نہیں بھیجا تو ماں کی شکایت نہ کرنا، بیٹا! کہہ دینا کہ امّاں کو پانی نصیب نہ ہوا اور دوسری بات یہ سن میرے لعل تمہارے دادا ساقی کوثر ہیں تم ساقی کوثر کے پوتے ہو، تمہارے دادا تمہیں گود میں لے کر کوثر پر جائیں گے اور ماں کی یہ بات یاد رکھنا کہ کوثر پر پہنچ کر بھی میرے آقا حسینؑ سے پہلے پانی نہ پینا اور ایک تیسری وصیت اور ہے اصغرؑ بیٹا! وہ بھی یاد رکھنا کہ مجھے پتہ ہے میدانِ جنگ میں تمہیں تیر لگے گا، تم تیر سے شہید ہو گے۔ میں یہیں دروازے پر کھڑی دیکھ رہی ہوں گی، جب تیر لگے تو رونا نہیں ہے۔ تمہاری چھ مہینے کی جان ہے، شاید رونا آ جائے۔ اصغرؑ بیٹا! رونا مت، دشمن کی فوجیں سامنے کھڑی ہیں، اگر تم تیر کھا کے روؤ گے تو دشمن یہ کہہ کر ہنسیں گے کہ حسینؑ کا بیٹا تو کبھی نہ روتا! یہ ربابؑ کے دودھ کی تاثیر ایسی ہے تیرے رونے سے تیری ماں کا دودھ بے

اثر ہوگا۔ میرے لعل ! میں تو جب جانوں جب تیرے گلے پر تیر لگے، اصغر ہنس دینا، جاؤ خدا حافظ اور امام حسین علیہ السّلام اصغرؑ کو لے کر میدان میں آ گئے۔ امام حسینؑ نے اصغرؑ کو ہاتھوں پر اٹھایا مسلمانو! اس بچّے کو ایک گھونٹ پانی دے دو۔ اصغرؑ بیٹا! میرے کہنے پر یہ پانی نہیں دیتے، تم خود ان سے پانی مانگ لو اور بچّے نے ہونٹوں پر زبان پھیرنا شروع کیا۔ اِدھر بچّے کی زبان ہونٹوں پر آئی۔ اُدھر پوری فوج منھ پھیر کر رونے لگی۔

اب جو عمر سعد نے فوج کا یہ نقشہ دیکھا تو اُس نے حُرملہ کو بلایا، حُرملہ! تو بڑا تیر انداز ہے، سارا معاملہ اُلٹ پلٹ ہو جائے گا۔ جلدی سے حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے، اس بچّے کو ختم کر دے۔

حُرملہ نے بچّے کی طرف دیکھا، اپنے بازوؤں کی طاقت کو دیکھا، عرب کا مانا ہوا تیر انداز، لوہے کا تیر جس کا وزن بچّے کے وزن سے زیادہ تھا، کمان میں تیر جوڑا ایک گھٹنا زمین پر رکھا، کمان کو پوری طرح کھینچا تیر چلانے کا ارادہ کیا، اُدھر اصغرؑ کی طرف اشارہ کر کے تیر چلانے کا ارادہ کیا، اُدھر ہاتھ تھرتھرائے اور تیر کمان سے گر گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد تیر لگایا، پھر کھینچا، چاہا کہ تیر پھینکے ہاتھ تھرتھرائے، تیر کمان سے گر گیا ہاتھ سے جب دو دفعہ یہی ہوا تو سنان ابن انس نامی ایک شخص پاس کھڑا تھا، وہ کہتا ہے: حُرملہ! تو بڑا بہادر تیر انداز تھا کیا اس بچّے سے ڈر گیا؟ تیر کیوں نہیں چلتا؟ تو حُرملہ جواب میں کہتا ہے: بچّے سے نہیں ڈر گیا جب میں چلّہ کمان چھوڑتا ہوں تو حسینؑ کے خیمے کا پردہ ہلنے لگتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بچّے کی ماں کھڑی ہے دروازے پر۔

میرا دل دہل جاتا ہے میرے ہاتھ سے تیر کمان چھوٹ جاتا ہے۔ اب کے جو تیسری مرتبہ اُس نے تیر جوڑا تو سنان نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا حُرملہ کے، اُس نے تیر

چلایا، ادھر تیر چلا، اُدھر سے ربابؑ نے ذرا پردہ ہٹا کے دیکھا، ربابؑ کو چونکہ اُس کے باپ نے بچپن میں مشق کروائی تھی تیر چلانے کی، وہ واقف تھی تیر کے انداز سے، تیر کو آتا دیکھ کر کہا: علی اصغرؑ بیٹا! ہوشیار اصغرؑ بیٹا! خبردار، تیر کا رُخ یہ ہے کہ اگر تم آرام سے لیٹے رہو گے باپ کی گود میں تو تیر تمہارے اُوپر سے ہو کر امام حسینؑ کو لگے گا۔ دیکھنا! اپنے بابا کو تیر نہ لگنے دینا میرے لعل! بس ماں کا یہ کہنا تھا کہ بچہ یا لیٹا تھا ہاتھ پر یا اُٹھ کے بیٹھ گیا۔ اُس کا اٹھنا تھا کہ تیر گلے میں لگا۔ اُدھر گلے میں تیر، ادھر بچے نے خیمے کی طرف ہنس کے دیکھا۔ مطلب یہ تھا کہ امّاں! دیکھ لے میں ہنس رہا ہوں امّاں! میں تیری بات کو پورا کر رہا ہوں اور پھر حسینؑ کی طرف بچے نے دیکھا حسینؑ کی طرف دیکھنے کا مطلب یہ تھا کہ بابا! بس یا کوئی اور حکم ہے میرے لیئے امام علیہ السلام نے اصغرؑ کو کلیجے سے لگایا، چاہا گلے سے تیر کھینچیں بچہ تڑپ گیا۔ پھر کھینچنا چاہا پھر بچہ تڑپ گیا۔ حسینؑ نے زمین پر لٹا دیا اصغرؑ کو بچے سے کہتے ہیں: تم شیر خدا کے پوتے ہو، عباسؑ جری کے بھیجتے ہو، اکبرؑ جیسے بہادر کے بھائی ہو، حسینؑ جیسے صابر کے بیٹے ہو، بیٹا! میں تیر کھینچنا چاہتا ہوں، تو جب جانوں کہ تم تڑپو نہیں۔ یہ جو کہا امامؑ نے تو بچہ بالکل خاموش ہو گیا۔ مگر اِدھر گلے سے تیر نکالا، اُدھر دم نکل گیا۔ امامؑ نے لاشہ کلیجے سے لگا لیا، اب گھر میں کیسے لے جائیں؟ ربابؑ کو کیا جا کر دکھائیں؟

مومنینؑ کرام! تلوار سے قبر کھودی، بچے کو دفن کیا۔ امام حسین علیہ السلام اپنے دامن کو جھاڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور سکینہؑ جو بچی کھڑی تھی، دروازے پر آ کر کہتی ہیں: امّاں علی اصغرؑ دم توڑ چکے ہیں۔ ماں کہتی ہیں: تم کیسے سمجھیں؟ کہا بابا جب گئے تھے تو ہاتھ سینے سے لگائے ہوئے تھے اور آئے ہیں تو ہاتھ کھلے ہیں۔

اور عزادارو! یہ میرے آخری فقرے ہیں کہ مولاؑ نے علی اصغرؑ کی قبر اس طرح بنائی

تھی کہ علی اکبرؑ کی لاش، ایک طرف قاسمؑ کی لاش اور بیچ میں اصغرؑ کی قبر اور جب گیارہ محرّم کو اسیرانِ آلِ محمدؑ روانہ ہوئے ہیں کربلا سے قید ہو کر اور مستورات اپنے وارثوں کی لاشوں سے گزری ہیں تو ربابؑ وہاں آ کے اُتریں، ربابؑ نے اصغرؑ کی قبر دیکھی اور کچھ نہ کہا، سوائے اس کے کہ ایک ہاتھ اکبرؑ کا اصغرؑ کی قبر پر رکھ دیا، ایک ہاتھ قاسمؑ کا اصغرؑ کی قبر پر رکھ دیا اور اتنا کہا: دیکھو! تم دونوں بڑے بھائی ہو، چھوٹے بھائی کا خیال رکھنا ڈراؤنا جنگل ہے کہیں ڈر نہ جائے۔ اصغرؑ گھبرا نہ جانا، باپ کی لاش بھی قریب ہے، بھائی بھی قریب ہے۔

بڑھی توقیر و عظمت اور بھی زہراؑ کے دلبر کی
سپردِ خاک فرما کر علی اصغرؑ کو جب اٹھے
(وزیر شیرازی)

علامہ نصیر الاجتہادی

یہ آج حسینؑ کا ذکر کیوں ہے؟ اس لیئے کہ حسینؑ دین چاہتے تھے، اقتدار نہیں چاہتے تھے، حکومت نہیں چاہتے تھے، دین چاہتے تھے اور اس لیئے آپ کو معلوم ہے کہ یزید تخت پر بیٹھ گیا، لیکن حسینؑ نے کچھ نہیں کہا۔ حسینؑ تو اس وقت بولے جب ولید نے بلا کر کہا کہ:

''بیعت کرو''

حسینؑ نے کہا:

''تم بیٹھے تھے، میں تمہیں کچھ نہیں کہہ رہا تھا اور جہاں بیٹھ گئے تم بیٹھے گئے، مگر یہ کیا کہ میں تمہاری بیعت کروں؟ میں بیعت نہیں کرتا۔''

اب حسینؑ کے پاس کوئی راستہ نہیں دوستو! لوگ کہتے ہیں کہ مدینے میں رہ جاتے.....

یہ طلباء اکثر سوال کرتے ہیں کہ مدینے میں رہ جاتے۔تو مدینے والے کی حالت ان کو معلوم ہے کہ تیسرے خلیفہ وہیں قتل ہوئے اور کسی مدینے والے نے مدد نہیں کی، لہٰذا وہ جانتے تھے کہ مدینے والوں میں کتنا دم اور خم ہے، لہٰذا وہ نکلے اور کہا:

''بہن تیار ہو جاؤ، کل سویرے ہم چلیں گے !تھوڑی دیر کے لیئے اگر اجازت ہو تو اہم اپنے بزرگوں سے مل آئیں۔''

اُدھر جناب زینبؑ تیاری میں لگیں، اِدھر حسینؑ نانا کے روضے پر !

السلام علیك یا جداه

''میں آپ کا حسینؑ ہوں آیا ہوں نانا دل نہیں چاہتا آپ کا مزار چھوڑ دوں مگر مجبور ہوں، بیعت نہیں کر سکتا۔''

پھر حسینؑ آگے بڑھے، بھائی کی قبر پر گئے۔کہا:

'بھیا! حسین شرمسار ہے، اب تمہارے مزار پر چراغ نہیں جلا سکتا، مجھے اجازت دو'

اس کے بعد کہاں گئے؟ (ہائے) چکی پیس پیس کر پالنے والی ماں

حسینؑ پہنچے:

السلام علیك یا اماه

''میری ماں! آپ پر سلام ہو، میں یہ نہیں کہتا کہ جیسے تم نے کفن سے ہاتھ نکالے تھے آج قبر سے ہاتھ نکالو، لیکن ماں میں تم سے جدا ہونے آیا ہوں، کوئی بات تو کرو؟''

آواز آئی:

''حسینؑ تو چل، میں بھی پیچھے پیچھے آ رہی ہوں۔''

اب ادھر تیاری مکمل ہوگئی اور صبح ہوگئی۔چالیس سواریاں تیار تھیں، محملیں تیار، چالیس محملیں تھیں جو تیار ہوگئیں۔سارے بنی ہاشم موجود ہیں۔اصحاب وانصار موجود

ہیں۔ایک راویہ لکھتی ہے کہ میں آئی مدینے کہ میں زینبؑ کبریٰ کی خدمت میں حاضری دوں تو اس وقت پہنچی جب قافلہ چل رہا تھا، تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت ڈیوڑھی سے نکلی جو سفید چادر اُوڑھے ہوئے ہے اور سر ہل رہا تھا اور اس کے ہاتھ پکڑے ہوئے چودہ سال کا جوان تھا۔میں نے کہا:

''یہ کون ہے؟''

کہا: ''حسنؑ کی بیوہ اُمّ فروہ ہے، یہ ان کا بیٹا قاسمؑ ہے''۔

پھر میں نے دیکھا کہ ایک بی بی چلی آرہی ہے چادر اوڑھے ہوئے، ان کے ساتھ ایک اٹھارہ سال کا جوان ہے۔میں نے کہا:

''یہ کون ہے؟''

کہا: ''یہ اُمّ لیلیٰ ہے اور یہ ان کا بیٹا علی اکبرؑ ہے۔''

پھر میں نے دیکھا کہ ایک بی بی چلی آرہی ہے، ان کی گود میں ایک اٹھارہ دن کا بچہ ہے۔ میں نے کہا:

''یہ کون ہے؟''

کہا: ''یہ ربابؑ ہے اور ان کا بیٹا علی اصغرؑ ہے۔''

تو راویہ کہتی ہے کہ تھوڑی دیر میں ایک ہلچل مچی، ایک ہلچل مچی، عباسؑ اُدھر دوڑے، علی اکبرؑ اُدھر دوڑے، حسینؑ اُدھر دوڑے

میں نے کہا: ''یہ کیا ہو رہا ہے؟''

کہا: ''اس وقت......''

راویہ کہتی ہے میں نے دیکھا عباسؑ، اُدھر دوڑے، علی اکبرؑ اُدھر دوڑے، حسینؑ کرسی سے اٹھے اور بڑھے میں نے کہا: ''یہ کون آرہا ہے؟''

کہا: ''یہ شہزادی عالم زینب کبریٰ تشریف لا رہی ہیں۔''

عباسؑ نے بڑھ کر بازو تھامے، علی اکبرؑ نے نعلین رکھیں، حسینؑ نے سہارا دیا۔ (میں نے ایسی بات تو نہیں پڑھی جو آپ رونے لگے میں نے تو مدینے سے جانا بیان کیا ہے۔ میں نے کربلا سے جانا بیان تو نہیں کیا!)

زینبؑ آ گئیں، پورا قافلہ چلا۔ (سلامت رہیں یہ قافلے والے سلامت رہیں، یہ چالیس محملیں سلامت رہیں) پورا قافلہ چلا اور جب چلا تو تھوڑی دیر میں ایک مرتبہ ادب سے آواز آئی:

''قافلے والو رک جاؤ''

حسینؑ نے مڑ کر دیکھا تو دیکھا کہ صغریٰ کنیزوں کا سہارا لیئے ہوئے (ایک طرف) دائیں طرف ایک کنیز، بائیں طرف ایک کنیز بازو پکڑے ہوئے، سنبھالے ہوئے لے کر آ رہی ہیں۔ جب دیکھا کہ بیٹی آ رہی ہے تو کہا:

''عباسؑ رُک جاؤ رُک جاؤ''

شاید بیٹی کچھ کہنا چاہتی ہے۔ بیٹی قریب آئی۔ حسینؑ نے بڑھ کر بانہیں پھیلا دیں۔ بیٹی سینے سے چمٹ گئی۔ حسینؑ نے سر کو چوما، کہا:

''بیٹی! ابھی تو ہم مل کے آئے ہیں۔''

کہا: ''بابا! گھر میں دل نہیں لگتا''

کہا: بابا! اجازت ہے کہ ایک مرتبہ اہلِ حرم سے اور مل لوں؟''

امام حسینؑ نے جناب عباسؑ سے کہا:

''عباسؑ بیٹی چاہتی ہے کہ ایک مرتبہ اور مل لے تو قناتیں لگا دو تا کہ میری بیٹی مل لے''

ایک مرتبہ قناتوں میں داخل ہوئے، سب سے پہلے جناب زینبؑ پر نظر گئی:

''پھوپھی جان! (پہلے سن لیجئے پھر روئیے) پھوپھی جان! مجھے تجربہ ہے کہ آپؑ کی بات باباؑ کبھی نہیں ٹالتے۔ کیا آپؑ اتنی سی بات بابا سے نہیں کہہ سکتیں کہ مجھے بھی ساتھ لے چلتے۔''

کہا: ''بیٹی میں نے کہا تھا، لیکن تیرے باباؑ نے کہا صغریٰ کا نام فہرست میں نہیں ہے۔''

اے حسینؑ تیری مظلومی کو سلام! تیری بے بسی پر سلام! تیری بے زبانی پر سلام! تو نے یہ تو کہا کہ فہرست میں نام نہیں، لیکن اصل وجہ نہیں بتائی اصل وجہ نہیں بتائی اصلی وجہ نہیں بتائی کہ صغریٰ بیٹی جب آپ تھوڑی دور چلتی ہیں، بغیر کنیزوں کے سہارے کے نہیں چلتیں۔ یہاں سے کربلا تک اگر کہیئے تو ہم اپنے کاندھوں پر آپ کو لے جائیں۔ مگر یہ بتایئے کہ پھر کربلا سے شام تک کون لے جائے گا؟ کربلا سے کوفے تک کون لے جائے گا؟

خیمے میں داخل ہوئیں، سب کو دیکھا، جناب اُمِّ کلثومؑ کے پاس آئیں، پھر جناب ربابؑ کو دیکھا، پھر دیکھا دور کھڑی ہوئی سکینہؑ ملی۔ آگے بڑھیں اور گلے میں بہن کے بہن نے بانہیں ڈال دیں اور کہا:

''سکینہؑ! تم بڑی خوش نصیب ہو، تم بڑی خوش نصیب ہو کہ باباؑ کے ساتھ جا رہی ہو، میں بڑی بدنصیب ہوں کہ باباؑ مجھے چھوڑے جا رہے ہیں''۔

پھر پلٹیں اور ربابؑ کی گود میں اصغرؑ نے صغریٰ کو دیکھا۔ صغریٰ نے ہاتھ بڑھایا، اصغرؑ ہُمک کر آیا اور صغریٰ نے کلیجے سے لگایا اور کہا:

''اہلِ حرم خدا حافظ! جایئے اب مجھے کوئی فکر نہیں، اصغرؑ میرے پاس رہے گا۔''

جناب زینبؑ آئیں، کہا:

''بیٹا! اصغرؑ کو دے دو۔''

کہا: ''پھوپھی جان! میں اصغرؑ کو نہیں دوں گی۔''

کہا: ''بیٹا تیرا باپ کہتا ہے کہ کربلا اصغرؑ کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، دے دے''۔

کہا: ''پھوپھی جان! میں نہیں دوں گی۔''

کہا: ''ایک شرط ہے، اصغرؑ خود کسی کی گود میں آجائے تو میں حوالے کردوں گی۔''

جناب زینبؑ نے ہاتھ بڑھایا:

''اصغرؑ گود میں آجا۔''

نہیں آیا اُمّ کلثومؑ آئیں، نہیں آیا رباب ماں تھیں، آئیں نہیں آیا سکینہؑ نے ہاتھ بڑھایا، نہیں آیا زینبؑ دوڑتی ہوئی گئیں حسینؑ کے پاس غضب ہوگیا، اصغر کسی کے پاس نہیں آتا اور حسینؑ چلے۔ صغریٰ نے حسینؑ کو آتے ہوئے دیکھا۔

کہا: ''بھیّا! اصغر! آج بہن کی محبت کی لاج رکھنا بہن کی محبت کی لاج رکھنا۔''

حسینؑ بڑھے، ہاتھ بڑھایا، اصغرؑ گود میں نہیں آیا اصغرؑ گود میں نہیں آیا، اصغر گود میں نہیں آیا حسینؑ نے آستینیں الٹیں اور آہستہ سے کان میں کہا:

''اصغرؑ! صغریٰ کے پاس رہو، مبارک ہو، لیکن جب حُرملہ کا تیر آئے گا تو گردن کس کی دوں گا؟''

یہ کہنا تھا کہ اصغرؑ حسینؑ کی گود میں چلے گئے اور صغریٰ نے کہا:

''بھیّا علی اصغرؑ بھیا علی اصغرؑ !(نصیر المجالس صفحہ: ۱۷۷ تا ۱۸۳)

مولانا سیّد ظلِ حسنین زیدی

علی ابنِ عاصم سے روایت ہے کہ جب وقت ظہور مہدی علیہ السلام ہوگا۔ تو

ذوالفقار خود بخود نیام سے نکلے گی۔ اور آواز آئے گی اے فرزندِ ابوتراب یہ وقت ظہور ہے اور علم کا پرچم خود کھلے گا آواز آئے گی کہ اے نائب رسولؐ یہ وقت خروج ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب ذوالفقار نیام سے نکلے گی فریاد کرے گی مولا میں نے دیکھا کہ حسینؑ یکہ وتنہا میدان کربلا میں کھڑے ہوئے استغاثہ کررہے ہیں۔ عزادارو امام حسینؑ کا نام بھی عجب نام ہے جب زبان پر آتا ہے۔ دل پر چوٹ لگتی ہے آنکھوں سے آنسو نکل جاتے ہیں۔ کبھی تصور ہوتا ہے کہ امام حسینؑ لاش قاسمؑ کے ٹکڑوں کو جمع کررہے ہیں۔ کبھی تصور ہوتا ہے کہ امام حسینؑ لاش علی اکبرؑ پر کھڑے ہیں فرماتے ہیں اے بیٹا علی اکبرؑ تمہارے مرنے سے بینائی جاتی رہی۔ اب تو حسینؑ کی آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہوا ہے کبھی یہ تصوّر ہوتا ہے کہ امام حسینؑ برابر کے بھائی کے لاشے پر کھڑے ہیں۔ فرماتے ہیں بھیّا عباسؑ تمہارے مرنے سے کمر ٹوٹ گئی بھیا فرات کے کنارے سورہے ہو۔ علی اصغرؑ پیاسا ہے۔ عزادارو امام حسینؑ نے بیکسی کے عالم میں استغاثہ بلند کیا فرمایا، ھل من ناصرٍ ینصُرنا، ھل من مغیثٍ یغثنا۔ کوئی ہے کہ جو اس بیکسی کے عالم میں میری مدد کرے۔ کوئی ہے جو اس عالم غربت میں حسینؑ کی مدد کرے یہ آواز استغاثہ خیمہ میں علی اصغرؑ کے کانوں میں پہنچی ششما ہے علی اصغرؑ نے جھولے سے خود کو گرادیا۔ بیبیوں میں شور بکا بلند ہوا۔ امام حسینؑ زخموں سے چور چور خیمے میں آئے دیکھا کہ ساری بیبیاں علی اصغرؑ کے جھولے کے گرد جمع ہیں اور علی اصغرؑ رو رہا ہے۔ امام حسینؑ نزدیک آئے اور فرمایا کہ اے بہن زینبؑ لاؤ علی اصغر کو ہمیں دے دو، میں اس کو مقتل میں لے جا کر اعدا سے پانی مانگوں شاید یہ قومِ جفا کار ایک جرعۂ آب دے دے ، جناب زینبؑ خاتون نے بچّے کو امام حسینؑ کی گود میں دیا میں نے خطیب آلِ محمدؐ مولانا زیدی صاحب قبلہ سے سنا ہے کہ علی اصغرؑ کی ماں جناب اُمّ رباب نے بچے کا شلوکا بدلا

اُلجھے ہوئے بال سلجھائے بچے کو پیار کیا اور فرماتی ہیں لو بیٹا علی اصغرؑ سدھارو خدا آپ کا حافظ و ناصر۔ بیٹا مقتل میں جا رہے ہو اگر تیر آئے تو حسینؑ کو بچانا۔ غرض کہ امام حسینؑ بچّے کو لے کر خیمے سے نکلے۔ اور اُمِّ رباب درِ خیمہ پر پس پردہ کھڑی ہوگئیں۔ امام حسینؑ نے فوج مخالف سے علی اصغرؑ کے لیئے پانی مانگا۔ فرماتے ہیں کہ تمہارے زعمِ ناقص میں اگر میں اس قابل نہیں کہ پانی پلاؤ تو اس بچّے نے کیا خطا کی ہے ایک چلّو پانی پلا دو۔ جب فوج مخالف نے یہ سنا تو آپس میں کہنے لگے کہ حسینؑ سچ کہہ رہے ہیں۔ اس شیر خوار کو پانی پلانا چاہیئے۔ فوج کا رنگ بگڑا جب عمر بن سعد نے یہ دیکھا کہ فوج کا رنگ بدل گیا ہے۔ خیال کیا کہ کہیں فوج حسین کا ساتھ نہ دینے لگے حُرملہ کو بلایا اور کہا اقطع کلام الحسین۔ ارے حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ عزادارو! حُرملہ نے ایک تیرِ سہ شعبہ کمان میں جوڑا۔ اور تیر علی اصغرؑ کی گردن کو توڑتا ہوا نکل گیا اور حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ نامعلوم امام حسینؑ نے کس طرح علی اصغرؑ کے گلے سے تیر نکالا ہوگا۔ علی اکبرؑ کے سینے سے برچھی کا پھل بھی نکالا تھا مگر نامعلوم حسینؑ نے اس وقت اپنی یا پسر کی آنکھیں بند کی تھیں مگر اب علی اکبرؑ نہیں جو جوان تھے، اب علی اصغرؑ ہیں جو پھول کی طرح کملائے ہوئے ہیں۔ تیر گلے میں اور حسینؑ کے بازو میں لگا ہوا ہے تیر نکالا اور خون کے چند قطرے چلو میں لیئے۔ چاہتے ہیں کہ آسمان کی طرف اس خون ناحق کو پھینکیں آواز آئی فرزند رسولؐ اس خونِ ناحق کا کوئی قطرہ آسمان کی طرف نہ پھینکنا ورنہ بارش نہ ہوگی۔ چاہتے ہیں کہ زمین کی طرف پھینکیں آواز آئی فرزندِ ابوتراب اس خون ناحق کا کوئی قطرہ اگر زمین پر گرا تو ایک دانہ بھی پیدا نہ ہوگا۔ امام حسینؑ نے وہ خون ناحق اپنے چہرے پر ملا۔

لاشۂ علی اصغرؑ کو لے کر خیمہ کی طرف بڑھے۔ لیکن کبھی پیچھے کی جانب قدم اٹھاتے

ہیں اور کبھی آگے کی جانب فرماتے ہیں۔

اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ راجِعُوْن رِضاً بقضائهِ وتسليماً لامره ۔ پھر ذوالفقار سے مقتل میں ایک ننھی سی قبر تیار کی علیؑ اصغر کو دفن کیا۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(یادگار مجلسیں صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۳)

﴿مولانا محمد اسماعیل دیوبندی﴾

کیا مسلمانوں نے اہلِ بیتؑ کے ساتھ تمسک کیا؟ اگر دنیا اہلِ بیتؑ کے ساتھ تمسک کرتی تو خامس آلِ عباء آج میدانِ کربلا میں اکیلے کھڑے ہو کر یہ کیوں فرماتے کہ: هل من ناصرٍ ينصُرنا : کوئی ہے جو مجھ غریب کی مدد کرے جب میرے مولا نے یہ استغاثہ بلند کیا تو نہرِ فرات سے ایک لاشہ تڑپا۔

کہا مولاؑ! میرے بازو نہیں ورنہ حاضر تھا۔ درِ خیمہ سے زینبؑ کی آواز آئی بھیا! مدد نہ مانگو زینبؑ کی چادر حاضر ہے۔ علی اصغرؑ جھولے میں تڑپا بابا! میں حاضر ہوں جب خیمے سے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں تو حسینؑ خیمے میں آئے کہا زینبؑ! کیا بات ہے۔ کہا بھیا! جب سے آپ نے استغاثہ کی آواز بلند کی ہے اصغر جھولے میں نہیں رہتے۔ امام نے فرمایا زینبؑ! لاؤ اصغرؑ کو مجھے دے دو۔ شاید نانا کی اُمت اصغر کو ایک گھونٹ پانی دے دے۔ حسینؑ نے علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر لیا، اُوپر عبا کا دامن ڈالا اور میدان میں آئے۔ لشکرِ یزید کے سامنے آ کر فرمایا، او مسلمانو! تمہاری نظر میں اگر خطا کار ہوں تو میں ہوں لیکن اس بچّے کا تو کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ تین دن کا پیاسا ہے، اس کی ماں کا دُودھ بھی خشک ہو چکا ہے اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ پسرِ سعد نے حُرملہ سے کہا

کیا دیکھ رہا ہے۔"اِقطع کلام الحسین"۔کہ حسینؑ کے کلام کو قطع کردے۔اس ملعون نے تین نوک والا تیر کمان میں ڈالا۔تیر چلانے کا ارادہ کیا تو تیر زمین پر گر پڑا۔دوسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔عمر سعد نے کہا حُرملہ! تو تو بڑا تیرانداز تھا تجھے کیا ہورہا ہے۔

میں قربان جاؤں حُرملہ نے کہا کہ جب میں تیر چلانے کا ارادہ کرتا ہوں تو درِ خیمہ پر ایک کالے برقعے والی بی بی آکر کہتی ہے۔ظالم! میری چھ مہینے کی کمائی برباد نہ کر۔

ظالم نے زہر آلودہ تیر چلایا جو علی اصغرؑ کی گردن سے ہوتا ہوا حسینؑ کے بازو میں جا لگا۔علی اصغرؑ کے خون کو حسینؑ نے ہاتھوں پر لیا۔زمین پر پھینکنے کا ارادہ کیا، زمین سے آواز آئی حسین اگر اس ناحق خون کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو قیامت تک کوئی چیز پیدا نہیں ہوگی۔آسمان کی طرف ارادہ کیا تو آواز آئی۔حسینؑ! قیامت تک بارش نہیں ہوگی حسینؑ رو کے کہتے ہیں۔

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانہ کہیں نہیں

لکھا ہے کہ آسمان کی طرف سے ایک بی بی کی آواز آئی حسینؑ! یہ خون مجھے دے دو میں اپنے بالوں پر ملوں گی اور قیامت کے دن بابا کو دکھاؤں گی کہ بابا! دیکھ تیری اُمت نے اصغرؑ کا کیا حال کیا ہے۔

پھر حسینؑ نے علی اصغرؑ کے لاشے کو اٹھایا ارادہ کیا کہ خیمے میں لے جاؤں پھر سوچا اگر ماں دیکھے گی تو مر جائیگی کئی مرتبہ خیمے کی طرف گئے پھر واپس ہوئے آخر۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
شبیرؑ اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(مجموعہ تقاریر مبلغِ اعظم صفحہ:۱۶۲ تا ۱۶۳)

﴿علامہ سید محمد باقر ''شاگرد شریف العلماء''﴾

شیر خوار کی شہادت

تذکرۂ سبط بن جوزی میں ہشام کلبی سے مروی ہے کہ جب حسینؑ نے دیکھا کہ لوگ میرے قتل پر آمادہ ہیں تو قرآن مجید کو کھول کر سر پر رکھا اور با آواز بلند صدا دی کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اور میں تمہارے رسولؐ کا فرزند ہوں۔ بتاؤ میرے خون کو کیوں حلال سمجھتے ہو؟ اتنے میں آپ نے شیر خوار بچّے کی گریہ کی آواز سنی جو پیاس سے رو رہا تھا پس اس کو ہاتھوں پر اٹھایا اور فرمایا۔ اے قوم اگر تم میرے اُوپر رحم نہیں کرتے تو اس شیر خوار بچّے پر تو رحم کرو۔ اس کا جواب کیا ملا؟ ایک ملعون نے تیرِ جفا سے بچّے کو باپ کی گود میں ہی شہید کر ڈالا۔ امام علیہ السّلام رو دیئے اور بارگاہِ خدا میں عرض کی۔ اے میرے پروردگار میرے اور اس قوم کے درمیان تو ہی فیصلہ کرنا جنھوں نے ہم کو دعوت دی اور ہماری نصرت سے دست بردار ہو کر ہمارے قتل کے درپے ہوئے۔ پس فضا سے ایک آواز آئی۔

دَعْهُ یَا حُسَیْن فَاِنَّ لَهٗ مُرْضِعاً فِی الْجَنَّةِ۔ اے حسینؑ اس کی دایہ جنت میں موجود ہے۔ (نفس المہموم صفحہ:۱۷۵)

ممکن ہے اس دایہ سے مراد یا تو حورِ جنّت ہو یا اس سے مراد خاتونِ جنّت ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ جنابِ زینبؑ سے فرمایا کہ مجھے اپنا شیر خوار فرزند دیجیے تا کہ میں اس کو وداع کر لوں لیکن جب دیکھا کہ پیاس سے اس کے لب خشک ہیں اور رو رہا ہے تو پانی طلب کرنے کی خاطر ہاتھوں پر اٹھا کر میدان میں تشریف لائے اور فرمایا تمہارے اُوپر ویل ہو اس شیر خوار کو تو پانی دے دو۔ دیکھتے نہیں ہو کہ بلا قصور پیاس سے

تڑپ رہا ہے۔

یَاقَوْمِ قَدْ قَتَلْتُمْ اَخِیْ وَاَوْلَادِیْ وَاَنصارِیْ مابقِی غیرھذا الطّفلِ فَاسْقُوْہُ شَرْبَۃِ مِّنَ الْمَاءِ

''اے قوم! تم نے میرے بھائی اولاد اور انصار کو شہید کر ڈالا ہے اور اب سوائے اس بچّے کے اور کوئی باقی نہیں رہا اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ اگر میرے اُوپر تم رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر تو رحم کرو''۔

لیکن کس زبان سے کہوں امام کے کلام کا ان سنگدلوں پر کیا اثر ہوا۔ بس ایک تیرِ ظلم گلوئے نازنین پر آیا کہ بچہ باپ کی گود میں ہمک ہمک کر ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

بے شک اس پانی کے بدلے میں حسینؑ کو چار پانی عطا ہوئے (۱) کوثر کہ حسینؑ پر رونے والے اس سے سیراب ہو کر مسرور ہوں گے (۲) آبِ حیات جس کو رونے والوں کی آنسو سے آمیزش کیا جاتا ہے۔ اور اس کی شیرینی میں اضافہ ہوتا ہے یہ بھی جنت میں رونے والوں کو نصیب ہوگا۔ (۳) مومنوں کے آنسو کا پانی کیونکہ حسین قتیل العبرہ ہیں۔ (۴) ہر سرد پانی کیونکہ جب بھی مومن سرد پانی پیتا ہے تو حسینؑ کی پیاس کو یاد کرتا ہے اور مستحب ہے کہ جب انسان سرد پانی پیئے تو حسینؑ پر صلوٰات اور اُن کے قاتلوں پر لعنت بھیجے۔ یہ کیوں نہ ہو، حالانکہ آپ کو دینِ خدا کی حفاظت کے بدلے میں پانی کے چار قسم کے حقوق سے محروم کیا گیا۔ پہلا حق تو وہی ہے جو عام انسان کو پانی کے استعمال کرنے کا حق حاصل ہے۔ دوسرا حق ذی روح ہونے کی حیثیت سے کیونکہ ہر ذی روح کی زندگی پانی پر منحصر ہے حتیٰ کہ اگر کوئی حیوان مملوک پیاس سے مر رہا ہو اور پانی کم ہو تو نماز کے لیئے تیمّم کیا جاتا ہے اور اس کو اس حق سے محروم نہیں کیا جاتا۔ تیسرا حق خصوصی اہلِ کوفہ پر تھا کہ آپ نے کئی مرتبہ ان کو پیاس سے جاں بلب ہونے کی

حالت میں سیراب فرمایا تھا اور چوتھا حق اس لیئے کہ دریائے فرات جناب فاطمہؑ کو خداوندکریم نے عطا فرمایا تھا۔ جبکہ ان کی شادی حضرت علیؑ سے ہوئی تھی۔ حضرت سید الشہدا کے چار اعضاء مبارکہ پر پیاس کی شدت ظاہر تھی (۱) ہونٹ بالکل خشک ہو چکے تھے (۲) جگر کباب ہو رہا تھا (۳) زبان مبارک پر آبلے پڑ گئے تھے (۴) چشم اطہر پر تاریکی چھا گئی تھی۔ (ملخص از خصائص حسینیہ)

جناب سکینہؑ خاتون جب بعد از شہادت باپ کی لاش پر پہنچیں تو فرماتی ہیں کہ گلوئے بریدہ سے آپ یہ فرما رہے تھے۔

"اے میرے شیعو جب تم سرد پانی پیو تو مجھے یاد کرنا، یا اگر تم کسی غربت زدہ یا شہید کا ذکر سنو تو مجھے یاد کر کے رونا میں وہ سبط ہوں کہ بغیر جرم کے انھوں نے مجھے قتل کیا ہے اور قتل کے بعد گھوڑوں کے سموں سے میری لاش کو پامال کیا ہے۔

ان پر ویل ہو کہ انھوں نے رسولؐ الثقلین کے دل کو زخمی کیا۔ کتنی زبردست مصیبت ہے جس نے عالم کے ارکان گرا دیئے۔ کاش یومِ عاشور تم سب مجھے دیکھتے ہوتے کہ میں کس طرح اپنے بچّے کے لیئے پانی مانگتا تھا اور وہ رحم نہ کرتے تھے اور اس کو آبِ شیریں کے بدلے میں ظلم کے تیر سے سیراب کیا تھا اے میرے شیعو! جتنا کر سکو ہر وقت ان پر لعنت بھیجو"!

حضرت سیّد الشہدا علیہ السّلام نے شیر خوار شہزادے کا خون چُلّو پر لیا کہ وہ پُر ہو گیا اور اسے آسمان کی طرف پھینک دیا کہ ایک قطرہ واپس زمین پر نہ پلٹا۔ (شاید وہ ملائکہ مقربین نے محفوظ کر لیا ہو کہ بروزِ محشر بطورِ شہادت اُسے پیش کیا جائے) احتجاج میں ہے کہ پس گھوڑے سے اترے اور خون آلود نازنین کو سپردِ خاک فرمایا۔ نوکِ تلوار سے قبر کھودی اور نمازِ جنازہ ادا کر کے اسے سپردِ خاک کیا اور تمام شہدا سے اس شہید کے

ساتھ یہ نرالا برتاؤ کیوں کیا۔ اس کے کئی وجوہ ہو سکتے ہیں (۱) شاید وجہ یہ ہو کہ اور کسی شہید کو دفن کرنے کا موقعہ نہ ملا ہو اور اس کے لیئے موقعہ مل گیا ہو۔ (۲) شاید اس لیئے کہ امام کو گوارا نہ تھا کہ اس نازنین کا سرِ نازک بدن سے جدا ہو کر نوکِ نیزہ پر سوار ہو (۳) ممکن ہے کہ تین روز تک ریگِ گرم پر اس نازنین کا رہنا گوارا نہ ہو (۴) گھوڑوں کے سموں کے نیچے پامال ہونا ناقابلِ برداشت ہو (۵) ممکن ہے شہزادہ کی خوردسالی اور بے دردی سے عالمِ پیاس میں تیر جفا کا نشانہ ہونا چونکہ حد سے زیادہ المناک اور روح فرسا تھا اس لیئے کہ ماں کو لاشِ معصوم کو دیکھنے کی زیادہ تابِ برداشت نہ تھی (۶) دوسری لاشوں کی طرح اس لاش کا دوبارہ لٹنا منظورِ خاطر نہ تھا۔ پس مستورات نے اپنے اپنے مقام پر بین کیئے اور خیمہ گاہ میں کہرام ماتم بپا ہوا۔ (مجالس المرضیہ صفحہ ۱۹۹ تا ۲۰۵)

عمدۃ العلما مولانا سیّد کلب حسین مجتہد

اسی دنیا میں ایسے گزرے ہیں جن کو دیکھ کر ظاہر ہوتا تھا کہ ان میں درندوں کی روحیں کام کر رہی ہیں، اور بعض انسان تو ایسے بھی گزرے ہیں جن کی سیرت جانوروں سے بھی بدتر تھی اور جن کے لیئے قرآن کا ارشاد تھا۔

"اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا"

وہ تو بالکل جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ جانوروں سے بھی بدتر اور اگر آپ ایسے حیوان نما انسانوں کو دیکھنا چاہتے ہوں تو ان کی سب سے بڑی تعداد کربلا کے میدان میں نظر آئے گی، کیا کوئی ان لوگوں کو انسان کہہ سکتا ہے جو نہ بچوں پر رحم کریں نہ بوڑھوں پر اور نہ عورتوں پر، کیا کوئی ان کو انسان کہہ سکتا ہے جو خدا کے صالح ترین بندوں کو بے جرم و خطا قتل کر دیں کیا کوئی ان لوگوں کو انسان کہہ سکتا ہے جو فقط سوال

آپ پر چھ ماہ کے بچّے کو باپ کی گود میں تیرِ ستم کا نشانہ بنادیں۔؟

آپ یاد رکھیں کوئی بھی انسان جس کے پہلو میں انسانی دل ہے قتلِ علیؑ اصغر کو انسانی فعل نہیں کہہ سکتا، سن چکے ہیں آپ اور ہزاروں بار واقعہ شہادتِ علیؑ اصغر کو اور آج پھر سنیئے مگر ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر اور یہ سمجھ کر کہ سیّدہؑ عالم اس مجلس میں تشریف فرما ہیں اور اپنے پوتے کا ذکر سن رہی ہے۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تمام انصار ختم ہو چکے اعزا بھی شہید ہو چکے، قاسمؑ، عباسؑ، علی اکبرؑ بھی دادِ شجاعت دے چکے تو اب حسینؑ خود لشکرِ عمر سعد کے سامنے آئے اور اتمامِ حجّت کے لیئے آوازِ استغاثہ بلند کی۔ ھل من ناصرٍ ینصرنَا" کیا کوئی ہے ہمارا مددگار جو آکر ہماری مدد کرے؟ حسینؑ کی آوازِ استغاثہ کا لشکر عمر سعد پر تو کیا اثر ہوتا مگر لاشہائے شہدا میں تلاطم پیدا ہو گیا کٹی ہوئی گردنوں سے آوازیں آنے لگیں۔

"لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ

ہم اب بھی حاضر ہیں مگر کیا کریں موت نے ہمیں مجبور کر دیا۔ عزادارو! ادھر تو لاشہائے شہدا میں تلاطم ہوا اور اُدھر خیمہ سے رونے کی آواز آئی حسینؑ پلٹ کر خیمہ میں آئے اور جناب زینبؑ سے ارشاد فرمایا بہن میں نے تم کو منع کیا تھا کہ میری زندگی میں نہ رونا کیا سبب ہے کہ تمہارے گریہ کی آواز بلند ہوئی؟ زینبؑ نے ارشاد فرمایا کہ بھیّا میں تو نہ روتی مگر آپ کی آوازِ استغاثہ کچھ ایسی دردناک تھی کہ علی اصغرؑ نے اپنے کو جھولے سے گرا دیا۔ حسینؑ فرماتے ہیں کہ لاؤ بہن علیؑ اصغر کو لاؤ شاید یہ اشقیا ترس کھا کر دو بوند پانی دے دیں۔

بہن نے بچہ کو بھائی کی گود میں دیا، ماں حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی رہی، حسینؑ بچّے کو عبا کے دامن سے چھپائے ہوئے خیمہ کے باہر تشریف لائے ادھر لشکرِ عمر

سعد میں اختلاف ہے کوئی کہتا ہے کہ حسینؑ تبرکات انبیاء لا رہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ قرآن لا رہے ہیں، اُدھر حسینؑ ایک بلندی پر تشریف لائے اور عبا کا دامن ہٹایا تو قرآن صامت تو نہ تھا مگر ہاں قرآن ناطق کا ایک چھوٹا سا سورہ ضرور تھا، امام حسینؑ نے بچّے کو دونوں ہاتھوں پر بلند کیا۔ کمھلایا ہوا بچہ باپ کے ہاتھوں پر کروٹیں بدل رہا ہے، حسینؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے گروہ جفا کار! اگر حسینؑ تمہارے نزدیک گنہگار ہے تو اس بچے نے تو کچھ قصور نہیں کیا، اس کو دو بوند پانی پلا دو کہ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔

جب اس کا کوئی جواب نہ ملا تو اب حسینؑ نے فرمایا کہ اچھا اگر تمہارا یہ خیال ہو کہ شاید میں اس بچے کے بہانے پانی پینا چاہتا ہوں تو لو میں اس بچّے کو اس جلتی زمین پر لٹائے دیتا ہوں تم خود آ کر اس کو پانی پلا دو، جب اس کا بھی کوئی جواب نہ ملا تو اب حسینؑ خود علیؑ اصغر کی طرف متوجہ ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ نورِ نظر تو بھی حجّت خدا کا فرزند ہے ذرا اپنی پیاس ان اشقیا پر ظاہر کر دے۔ عزادارو! بتاؤ علیؑ اصغر اپنی پیاس کس طرح ظاہر کریں۔

بچّے نے اپنی ڈھلی ہوئی گردن لشکر کی طرف پھیری اور خشک ہونٹوں پر سوکھی زبان پھرانا شروع کی، یہ وہ منظر تھا جس کو دیکھ کر دوست تو دوست دشمنوں کے بھی کلیجے پانی ہو گئے اور اولاد والے دل کو پکڑ کر بیٹھ گئے۔

اس مقام پر میں ایک بات عرض کر دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ جو شخص بھی حسینؑ کی نصرت کے لیئے میدان میں آیا وہ کسی نہ کسی اسلحہ سے مسلّح ہو کر ضرور آیا، کچھ نے تیروں سے دشمنوں کو دفع کیا، کچھ نے نیزوں سے اشقیا کے کلیجے برما دیئے اور کچھ نے تلواروں سے دشمنوں کی رگِ حیات منقطع کر دی، لیکن عزادارو! تم ہی بتاؤ کہ علیؑ اصغر کن اسلحوں

سے مسلح ہو کر آئے تھے۔

میرا خیال ہے کہ علی اصغرؑ دیکھ رہے تھے کہ میرے چچا عباسؑ نے نیزہ سے جنگ کی اور سیکڑوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا میرے بھائی علی اکبرؑ نے تلوار سے جہاد کیا اور بڑے بڑے پہلوانوں کو موت کا مزہ چکھا دیا، اس لیئے علیؑ اصغر بھی کچھ ہتھیاروں سے مسلح ہو کر نکلے، کیا عرض کروں کہ وہ کون سے ہتھیار تھے وہ چھوٹے چھوٹے ہونٹوں کی کمان تھی اور ننّھی سی زبان کا تیر تھا اور امام نے علی اصغرؑ سے فرمایا کہ نور نظر اپنی پیاس ان ظالموں پر ظاہر کر دو، اور ادھر اس بچے نے اپنے سوکھے ہونٹوں کی کمان پر خشک زبان کا تیر چلایا۔

عزادارو! یہ وہ تیر تھا جو ایک ساتھ تمام لشکر والوں کے کلیجوں کے پار ہو گیا اور اولاد والے کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ بیشک حسینؑ سچ تو کہتے ہیں اس بچّے نے کیا قصور کیا ہے اس کو پانی پلا دو۔

عمرِ سعد نے جو لشکر کی یہ بگڑتی ہوئی حالت دیکھی، رخ کیا حُرملہ کی طرف اور کہا۔ اِقْطَعْ كَلَامَ الْحُسَيْن حُرملہ کیا دیکھتا ہے حسینؑ کا کلام قطع کر دے، عزادارو! حسینؑ کا کلام قطع ہوتا ہے، حُرملہ نے تیر سہ شعبہ چلہ کمان میں جوڑا اور گردن علی اصغرؑ کی تا کی، ادھر حسینؑ محبت بھری نظروں سے علیؑ اصغر کو دیکھ رہے تھے کہ تیر گلے پر پڑا اور بچہ امام کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا اب حسینؑ کیا کریں؟ چلّو گلوئے علی اصغرؑ سے لگا دیا جب بھر گیا چاہا زمین کی طرف پھینکیں، آواز آئی حسینؑ اگر اس خون ناحق کا ایک قطرہ بھی مجھ پر گر گیا تو قیامت تک ایک دانہ بھی روئیدہ نہ ہوگا۔

حسینؑ نے چاہا آسمان کی طرف پھینکیں ندا آئی حسینؑ اگر اس خون ناحق کا ایک قطرہ بھی مجھ تک آیا تو تا قیامت پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہ گرے گا، آخر حسینؑ نے وہ

خون اپنے چہرے پر مل لیا اور فرمایا کہ میں اسی شان سے اپنے نانا رسالت مآب سے ملاقات کروں گا۔ اس کے بعد امام حسینؑ خیمہ کی طرف روانہ ہوئے خیمہ کے قریب آئے مگر ہمت نہ ہوئی کہ مادرِ علیؑ اصغر کو آواز دیں واپس ہوئے خیمہ سے پھر آگے بڑھے پھر ہمت نے ساتھ چھوڑا پھر واپس ہوئے آخر خیمہ کے در پر آ کر آواز دی، لے ربابؑ اپنے بچے کو لے جا، صاحب نہضۃ الحسینؑ کہتے ہیں کہ ربابؑ سے پہلے سکینہؑ دوڑ کر درِ خیمہ تک پہنچ گئیں اور پردہ اُٹھا کر آواز دی کہ کیوں بابا! آپ علیؑ اصغر کو پانی پلا لائے اور میں پیاسی ہی رہ گئی؟ امام نے عبا کا دامن ہٹایا سکینہؑ کی نظر لاش پر پڑی اور بچی چیخ مار کے بے ہوش ہوئی، اب ربابؑ بھی قریب آ چکی تھیں بچے کی لاش دیکھ کر دل شکستہ ماں، اور کیا کہتی صرف اتنا زبان پر جاری ہوا کہ:

کیوں؟ فرزند کیا تیری عمر کے بچے بھی ذبح کیئے جاتے ہیں گویا مطلب ربابؑ کا یہ تھا کہ تیری عمر کے تو جانور تک ذبح نہیں کیئے جاتے۔ مگر ہائے میرے لال تجھ پر کسی نے رحم نہ کیا۔ (مجالس الشیعہ صفحہ: ۲۱۱ تا ۲۱۷)

مولانا سیّد نجم الحسن صاحب نثار لکھنوی

کون حسینؑ؟ علیؑ و فاطمہؑ کے بیٹے۔ رسولؐ مقبول کے نواسے جن کے لیئے سرورِ کائنات ارشاد فرماتے تھے کہ حسینؑ میرا مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں جس نے حسینؑ کو رنج دیا اُس نے مجھ کو رنج دیا کیوں مسلمانو کیا کیا کربلا میں رسول مقبول کے اس ارشاد کی کچھ بھی قدر کی گئی حسینؑ کا مقابلہ کسی دوسری قوم سے نہ تھا بلکہ خود اپنے نانا کی اُمت والوں سے تھا۔ اُن سے مقابلہ تھا جن کو یہ دعویٰ بھی تھا کہ وہ رسولؐ کے کلمہ گو ہیں۔ اُن سے مقابلہ تھا جو یہ کہتے تھے کہ اُن کا ایمان خدائے برحق پر ہے اور وہ رسولؐ

کے سچے پیرو ہیں۔ آیئے اور ذرا یزید کے لشکر کا غور سے جائزہ لیجئے تو آپ کو بہت سے
حافظ قرآن نظر آئیں گے مگر کس طرح۔ اس طرح کہ گلے میں قرآن شریف حمائل ہے
لیکن جس رسولؐ سے یہ قرآن شریف ملا ہے اُسی رسولؐ کے اُس پیارے نواسے حسینؑ
سے جس کے لیئے آپ فرماتے تھے کہ اس کا معمولی سے معمولی رنج بھی میرے انتہائی
غم والم کا باعث ہے لڑنے کے لیئے کوئی اپنے نیزہ کی انی درست کر رہا ہے کوئی اپنی
تلوار کی باڑھ دیکھ رہا ہے کوئی اپنے ترکش کے تیر شمار کر رہا ہے اور کوئی اپنے خنجر کو اُلٹ
پلٹ کر دیکھ رہا ہے۔ مسلمانو! دل پھٹ جانے کو کافی ہے وہ وقت آخر کا واقعہ جب
حسینؑ کے تمام عزیز و انصار شہید ہو چکے ہیں اور حسینؑ بیکس و مظلوم خدا کی بارگاہ میں اپنا
آخری ہدیہ پیش کرنے کے لیے اپنے ننھے مسافر علیؑ اصغر کو گود میں لے کر نکلے ہیں
میدان میں آئے اور اُن نام نہاد مسلمانوں کے سامنے اُس شیر خوار بچے کو یہ کہہ کر پیش
کرتے ہیں کہ اگر تمہارے خیال میں حسینؑ خطا وار ہے تو دیکھو اس بچے سے تو کوئی
خطا سرزد نہیں ہوسکتی، اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے اس کو تھوڑا سا پانی دے دو
مگر جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حسینؑ اگر تمام دنیا پانی پانی ہو جائے تب بھی تم کو یا تمہارے
بچوں کو پانی نہ دیں گے۔ آپ نے محض اتمام حجّت کی غرض سے فرمایا کہ دیکھو اگر تمہارا
یہ خیال ہو کہ حسینؑ اس بچّے کے بہانے سے پانی مانگ کر خود پی لے گا تو میں اس کو اس
جلتی ہوئی زمین پر لٹائے دیتا ہوں آؤ اور اپنے ہاتھ سے اس کو ایک گھونٹ پلا دو۔ یہ
فرمایا اور بچّے کو اس جلتی زمین پر لٹا دیا۔ صاحبان اولاد! ذرا غور کرنا اور یہ سوچ کر غور کرنا
کہ اگر تمہارا بچہ کبھی معمولی گرمی سے بے چین ہو تو تمہارا کیا حال ہوتا ہے۔ کبھی بچّے کو
پنکھا جھلتے ہو کبھی اُس کے کپڑے بدلتے ہو، بادشاہ دین و دنیا کا فرزند۔ عرب کا تپتا ہوا
بن تین دن کی پیاس اور صرف چھ مہینے کی ننھی سی جان مگر واہ رے شیروں کے شیر گرمی

محسوس کرنا کیا بچہ کے تیور بھی نہیں بدلتے اور پھر یہی نہیں کیا کیا اُس ننھے مجاہد نے مسکرا کر ہونٹوں پر زبان پھیری بچہ کا یہ حربہ معمولی نہ تھا یہ وہ حربہ تھا جس نے زمانے کی کروٹ بدل دی انسان تو پھر انسان ہے جانوروں تک نے یہ اثر لیا کہ زمین پر گھوڑے ٹاپیں مارنے لگے فوج مخالف میں ایک سنسنی پھیل گئی مگر خدا لعنت کرے پسر سعد پر آواز دی اس ملعون نے کہ کہاں ہے حُرملہ قطع کر دے کلامِ حسینؑ کا۔ ادھر حسینؑ کے کان میں یہ آواز پہنچی سمجھے کہ بارگاہِ ایزدی میں اس ہدیہ کی قبولیت کا بھی وقت آ گیا دوڑ کر بچّے کو گود میں اٹھالیا۔ ہاں اولاد والو! ادھر حُرملہ ملعون کی کمان کے کڑکنے کی آواز آئی اُدھر بچہ باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا تو۔

مچھلی سا جو ہاتھوں پہ تڑپتا تھا وہ بے شیر — بے تاب تھے بچّے کو لیے حضرتِ شبیرؑ
جب خوں نہ ہوا بند گلے کا کسی تدبیر — چُلّو سے لگے پھینکنے سوئے فلک پیر
اُس خوں کو ملک لے گئے افلاک کے اوپر
لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

قطرہ اگر اُس خون کا گرتا بہ سرِ خاک — ہو جاتی گرفتارِ بلا اُمت سفاک
اللہ رے صبر پسر صاحبِ لولاک — شبیرؑ نے اُس غم میں گریباں نہ کیا چاک
فرماتے تھے راضی ہوں جو کچھ مجھ پہ تعب ہو
نازل مگر اُمت پہ نہ خالق کا غضب ہو

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا — دنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا
چلاّ کے عجب درد سے روئے شہ والا — نزدیک تھا ہو جائے کلیجہ تہ و بالا
غل تھا کہ اب اُمت کا نگہبان علی ہے
فریاد کو زہرا طرفِ عرش چلی ہے

شہ لاش کو ہاتھوں پر اٹھا کر یہ پکارے — اے بارِ خدا خلق سے اصغر بھی سدھارے
صد شکر کہ تو نے مرے سب کام سنوارے — کچھ اور نہ تھا پاس پئے نذر ہمارے
یہ ہے پسر صاحبِ معراج کا ہدیہ
مقبول ہو اس بندۂ محتاج کا ہدیہ
گردوں سے صدا آئی کہ اے فخر خلائق — رتبہ ہے ترا صبر میں ایوب سے فائق
تھا تیرے سوا کوئی نہ اس کام کے لائق — اُلفت ہے ہماری تجھے ہم تیرے ہیں شائق
باقی فقط اب مرحلۂ خنجر کیں ہے
اب وصل کا معشوق کے ہنگام قریں ہے
سن کر یہ صدا گردن تسلیم جھکائی — تلوار سے کھودی لحد اور لاش لٹائی
جب خاک میں وہ چاندسی تصور چھپائی — تعویذ پہ منھ رکھ دیا رقت بہت آئی
فرمایا کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغر
ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغر

(سراج النثر صفحہ: ۲۸ تا ۳۱)

علامہ محمد بشیر انصاری

حُر کے لشکر نے جب گھیرے میں لے لیا تھا حسینؑ کو تو آپ نے حُر سے پوچھا تھا کہ تم اپنے لشکر کو خود نماز پڑھاؤ گے۔ امامت تم خود کرو گے۔ اس نے کہا کہ نہیں میں تو آپ کے پیچھے نماز پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے امام مانتے ہو تم مجھے کیوں محاصرہ میں لے رہے ہو۔ آپ نے نماز سے پہلے حکم دیا کہ وہ اسی مشکیں جو منزل شراف سے پہلے اونٹوں پر پانی سے بھری لادی گئیں تھیں وہ اتارو عباسؑ پہلے ان کو پانی پلاؤ۔ دیکھو ان کے گھوڑوں کی کیا حالت ہے دیکھو ان کے سواروں کی کیا حالت ہے۔

یہ پانی کب کام آئے گا پلا دو عباس یہ پانی۔ اتار لو مشکیں۔ مشکیں اتار لی گئی۔ پانی پلایا جا رہا ہے۔ علیؑ اکبر سے کہا بیٹا تم بھی اپنے کاندھے پر مشک لے لو۔ اور تم بھی پلاؤ اور دیکھو گھوڑوں کے سامنے طشت رکھو جب تک تین مرتبہ گھوڑا خود اپنا منھ نہ اٹھالے طشت اس کے سامنے سے نہ اٹھانا۔ عباسؑ نے پانی پلایا۔ ہزار کا لشکر سب کو پانی پلایا۔ بالکل معمولی پانی رہ گیا اور وہ بھی بچوں میں تقسیم کر دیا۔ اگر ایک ہزار کے لشکر کو مع گھوڑوں کے حسینؑ پانی نہ پلاتے تو عاشور کے دن علی اصغرؑ کے لیئے مانگنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ سارا پانی پلایا۔ مگر علی اصغرؑ کے لیئے جب پانی مانگا تو یہ نہیں فرمایا کہ سامنے کھڑے تھے جنھوں نے پانی پیا تھا۔ عباسؑ نے پلایا کہ علی اکبرؑ نے حسینؑ نے یہ نہیں کہا کہ کل میں نے تمھیں پانی پلایا تھا۔ آج میرے بچّے کو پانی پلا دو یہ لفظ زبان پر نہیں آئے۔

کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ تم اپنے اعمالِ نیک کو جتا کر احسان ضائع نہ کرو۔ آپ نے فرمایا کہ میرا یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے وہ تپتی ہوئی زمین وہ آفتاب کی سخت تمازت اندر خیمہ کے وہ بچہ گھبرا گیا۔ تڑپنے لگا کل میں نے بتایا تھا کہ حسین لائے اور یہ کہا۔ ''یَا اَھلُ الکوفیتہ والشام ھذا عطشاں من ثلثة ایام۔''

ترجمہ: اے کوفیو شامیوں۔ یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے وہ پیاسی بھوکی ہے اس کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اگر تم اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو گے تو تمہارے دریا میں پانی کی کمی نہ ہو جائے گی۔ تمہارے گھوڑے اور اونٹ پی رہے ہیں ہم تو رسولؐ کی اولاد ہیں جن کا تم کلمہ پڑھتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ دھوکہ سے چاہتے ہو پانی کے لیئے بچے کا نام لیتے ہو تم خود پینا چاہتے ہو۔ فوراً آپ نے عبا ہٹالی۔ اور عبا اتار کر تہہ کر کے زمین پر بچھائی اور اصغر کو لٹا دیا۔ آپ دُور چلے گئے۔ فرمایا تم آپ پلا دو اس بچّے کو انھوں نے کہا کہ نہیں یہ بچہ آپ پانی مانگے گا تو پلائیں گے۔ آپ نے

فوراً بچہ کو اٹھایا۔ اور اصغرؑ سے کہا کہ تم حجّت خدا کے پسر ہو تم میں میری ماں فاطمہ کا دودھ کا اثر ہے تم میرے بابا علیؑ کے خون کے قطرے ہو۔ یوسف نبی کی گواہی کے لیئے امت کا ایک بچہ بولا تھا۔ تم آج بولو۔ کلام کرو۔ تم تو رسولؐ کی اولاد ہو۔ یہ کہہ کر توجہ یہ کہہ کر اٹھایا کس طرح اس بچہ کو سیدھے ہاتھ کمر سے پکڑا۔ یوں کمر سے پکڑ کر اٹھایا بچّے کی ٹانگیں لٹکی ہوئی۔ اور زبان ہونٹوں پر پھر رہی ہے۔ اسے دکھا رہے ہیں۔ اے ظالمو! یہ ہے میرا بچہ سنو کیا کہہ رہا ہے۔

میرا پیاسا بچہ میرا تین دن کا بھوکا پیاسا بچہ۔ علی اصغرؑ زبان پھیر کر بتا رہے ہیں کہ مَیں بھوکا پیاسا ہوں۔ ادھر حسینؑ بچہ کی حالت دکھا رہے ہیں۔ اُدھر ابن سعد نے حُرملہ سے کہا کہ حسینؑ کے کلام کو قطع کر اس نے تیر جوڑا۔ حسینؑ نے دیکھ لیا کہ تیر آ رہا ہے پانی مانگنے کے بدلے تیر آ رہا ہے۔ ارے ظالمو ایک بات کہہ دوں۔ ظالمو! اگر تم تیر نہ مارتے تو چند گھنٹے گزرنے پر یہ خود ہی مر جاتا۔ ہائے یہ حال تھا تیر جب چلا حسینؑ نے اس بچہ کو سینے سے لگا لیا اور کہا کہ بیٹا صبر کرنا۔ ناناؐ کی اُمت پانی دے رہی ہے۔ وہ تیر گلے پر لگا اور گلے سے لگ کر بازو میں چھدا۔ تڑپنے لگا بچہ تیر نکالا ہاتھوں پر لیا بچہ کو۔ باپ بیٹے کو لیئے ہوئے اور بیٹا تڑپ رہا ہے۔ پانی مانگا تھا۔ ارے کیا خطا کی تھی کافر سے بھی پانی مانگتے ہیں۔ دشمن بھی پانی پلاتے ہیں وہ بچہ تڑپنے لگا۔ آپ نے اس کو سینے سے لگایا۔ خون جو نکلا وہ ڈاڑھی پر ملا کیونکہ زمین نے بھی انکار کیا۔ کہ یہ خون ناحق مجھ پر نہ گرے۔ آسمان نے انکار کیا یہ قطرہ ادھر نہ آئے۔ تو آپ نے منہ پر ملا۔ تو ایک جملہ کہہ دوں، ہمارے استادِ محترم سید سبط حسن اعلی اللہ مقامہٗ اس موقع پر ایک جملہ کہا کرتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ اے مظلوم امام اے مولا۔ آپ تو امام تھے۔ آپ کو تو علمِ امامت تھا آپ تو جانتے تھے کہ لے جائیں گے تو پانی نہ ملے گا اور بچہ کو تیر لگے گا۔

بچہ شہید ہو جائے گا پھر آپ کیوں لے گئے؟ آپ کو تو امامت کے ذریعہ علم تھا پھر آپ کیوں لے گئے؟ تو مولا پھر کیا جواب دیں گے مولا فرمائیں گے کہ چھ مہینے کا بچہ دو طریقے سے پالا جاتا ہے۔ یا جھولے میں یا ماں کی گود میں تو ماں کے ہاتھوں میں رسیاں بندھ جائیں گی۔ جھولا جلا دیا جائے گا علی اصغر کو کون گود میں لے گا۔ ہائے علی اصغر ہائے علی صغرؑ (عظمتِ اہل بیت صفحہ: ۱۰۱ تا ۱۰۴)

علّامہ نصیر الاجتہادی

ہاں دوستو! میں جانتا ہوں کہ آپ کے جذبات کیا ہیں؟ آج بس یہ سمجھ لو کہ اس عاشور خانے سے، اس امام بارگاہ سے حسینؑ جا رہے ہیں۔ کل دسویں ہے اور آج نویں ہے۔

دوستو! چلیں تھوڑی دیر کے لیئے ذرا کربلا چلیں۔ دیکھیں تو کیا ہو رہا ہے؟ ہر روز میں کسی نہ کسی کو پرسہ دیتا ہوں کبھی قاسمؑ کا پرسہ اُمّ فروہؑ کو، کبھی اکبرؑ کا پرسہ اُمّ لیلیٰ کو، کبھی عباسؑ کا پرسہ زہراؑ کو اور آج مجھے ننّھے شہید کی بات کرنا ہے۔ اس کی پیدائش ہی شاید اس لیئے ہوئی تھی کہ کربلا کو مکمل کرے۔ کیا دیکھا اصغرؑ نے دنیا میں؟ آتے ہی تو سفر شروع ہو گیا۔ ساری عمر سفر میں بیتی۔ پھر کربلا میں کچھ دن ٹھہرا، پھر دنیا سے چلا گیا۔

روایت میں ہے کہ جب حسینؑ کے سارے ساتھی انصار، اعزا شہید ہو گئے تو آواز دی میدان کربلا میں۔ "هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا"

کیا کوئی میرا مددگار ہے؟ کوئی فریادرس ہے؟ تو خیمہ سے آواز بلند ہوئی رونے کی۔ امام حسینؑ تشریف لائے اور کہا زینبؑ! ابھی میں زندہ ہوں، کیوں رو رہی ہو؟ یہ گریہ کیسا؟ کہا بھیا جب سے آپ نے آواز استغاثہ بلند کی ہے، اصغر جھولے میں نہیں لیٹتے۔ بار بار اپنے کو گرا دیتے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ سر جھکایا اور کہا میں سمجھ گیا۔ اچھالا

اصغر کو میرے ہاتھ میں دے دو۔ اصغر کو حسینؑ اپنے ہاتھوں پر لیئے ہوئے ہیں، قباء کا دامن پڑا ہے۔ مجمع عام میں لاتے ہیں اور دنیا سمجھ رہی ہے کہ حسینؑ قرآن لا رہے ہیں۔ مگر جب حسینؑ نے قباء کا دامن ہٹایا تو سب نے دیکھا کہ ایک چھ مہینہ کا بچہ، جس کی آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں۔ رخسار ڈھلے ہوئے ہیں۔ ساری دنیا نے دیکھا۔ حسینؑ نے کہا لوگو! میں تم سے کچھ نہیں کہتا۔ یہ بچہ تین دن سے پیاسا ہے، اگر تھوڑا سا پانی اس کو دے دو۔ کوئی جواب نہیں ملا تو میرے آقا نے کہا کہ اگر تمہارا خیال ہے کہ اس بہانے میں پانی پی لوں گا تو اس کو میں زمین پر لٹائے دیتا ہوں، تم آ کر خود پانی پلا دو۔ کوئی جواب نہ ملا، تو پھر اصغرؑ سے کہا کہ اصغرؑ تم بھی تو حجت حق کے بیٹے ہو، تم کیوں نہیں سوال کرتے؟ ایک مرتبہ اصغرؑ نے منھ پھیرا اور اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ بس یہ دیکھنا تھا کہ فوجِ یزیدی میں انقلاب آ گیا۔ سارے سردار بگڑ گئے۔ عمر سعد پانی پلا دے۔ ایسا بہادر نہیں دیکھا ہوگا، جس نے فوج مخالف میں بغاوت پھیلا دی، سب بگڑ گئے۔ علی اصغرؑ کا معصوم چہرہ دیکھ کر۔ عمر سعد نے جب رنگ بدلتے ہوئے دیکھا تو حُرملہ سے کہا حُرملہ!

اور حُرملہ نے تیر سہ شعبہ جوڑا، چلایا، روایت میں ہے کہ تیر چلا اور اصغرؑ حسینؑ کے ہاتھوں پر پلٹ گئے۔ اصغرؑ مسکرائے۔ جانتے ہیں کیوں مسکرائے؟ اصغرؑ نے کہا اے حُرملہ! آج میری اور تیری جنگ نہ تھی، میں چھ مہینے کا تو چالیس سال کا، تو ہزاروں جنگوں میں شریک ہوا، تیرا تجربہ زیادہ، مگر تو اتنا بدحواس ہوا کہ تجھے یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ میرے مارنے کے لیئے چھوٹا تیر بھی کافی تھا، تو نے وہ تیر پھینکا جو گھوڑوں کے لیئے پھینکا جاتا ہے۔ اس سے اصغر پلٹ گئے۔ خون رس رہا ہے۔ حسینؑ نے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں لیا۔ آسمان کی طرف پھینکنا چاہا تو آواز آئی حسینؑ! پانی نہیں برسے گا، زمین

کی طرف پھینکنا چاہا تو آواز آئی دانہ نہیں اُگے گا۔ حسینؑ نے وہ خون اپنے چہرے پر مل لیا اور کہا اس طرح میں اپنے جد کے سامنے جاؤں گا اور پھر اصغرؑ کی لاش لے کر حسینؑ سوچ رہے ہیں۔ ہائے حسینؑ تیری بے کسی پر اس مجمع کا سلام۔ سوچتے ہیں جاؤں، ماں کو دکھاؤں، ماں کیا پوچھے گی؟ پھر پلٹتے ہیں، پھر جاتے ہیں، پھر آتے ہیں، کل آپ عمل عاشورہ کیجئے گا۔ آگے بڑھئے گا، پیچھے ہٹئے گا، یہ حسینؑ کے اس طرز عمل کی تقلید ہے کہ کبھی بڑھتے ہیں، کبھی ہٹتے ہیں، ایک مرتبہ حسینؑ صبر کی سل رکھ کر چلے، خیمے پر آواز دی رباب! آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی گھر پر آواز دیتا ہے تو بچوں کی عادت ہوتی ہے کہ پہلے وہ دوڑ کر جاتے ہیں۔ ادھر ربابؑ کو آواز دی، ادھر سکینہؑ دوڑتی ہوئی آئیں اور دیکھا کہ حسینؑ قباء میں اصغرؑ کو چھپائے ہوئے ہیں۔ کہا بابا میں سمجھ گئی۔ اصغرؑ کو پانی مل گیا۔ کیونکہ جب گئے تھے تو رو رہے تھے اب چپ ہیں۔ اتنے میں رباب آ گئیں۔ حسینؑ نے قبا کا دامن ہٹایا، ربابؑ نے دیکھا کہ اصغر نحر ہو گئے۔ (بس دو منٹ، بہت رو لیئے) حسینؑ اصغرؑ کو لے کر چلے۔ تپتی ہوئی زمین کھودی، اصغر کی لاش رکھی، زمین برابر کی، قبر بنائی، پانی نہ تھا تو آنسو بہائے اور اس کے بعد کہا خالق! حسینؑ کی آغوش میں کچھ نہیں ہے۔ اب خزانہ خالی ہے۔ اب میں ہوں۔ تھوڑی دیر میں میں اپنا سر تیرے حضور لاتا ہوں، حاضر ہوتا ہوں۔ حسینؑ اٹھے حاضری کے لیئے کہ ایک مرتبہ آواز آئی السلام علیک یابن رسول اللہ! حسینؑ نے پلٹ کر دیکھا تو دیکھا کہ ایک مسافر خاک آلودہ چلا آ رہا ہے۔ کہا ایسے موقع پر کیوں آیا ہے؟ جبکہ میرا یہ حال ہے؟ کہا مولاؑ! آیا نہیں ہوں بھیجا گیا ہوں۔ کہا کس نے بھیجا ہے؟ کہا انا برید الصغریٰ! میں صغریٰ کا قاصد ہوں، کہا کیا بات ہے؟ کہا آپ کی بیٹی نے خط دیا ہے۔ خط لیا حسینؑ نے۔ اس میں لکھا تھا، آپ کے پاس کبھی بیٹی کا خط آیا ہے؟ اس میں لکھا تھا۔ بابا! آپ پر ہزاروں سلام۔ بابا

آپ کا سایہ قیامت تک زندہ رہے۔ بابا! چچا عباسؑ کو سلام، چچا عباس سے کہیے گا کہ سکینہؑ کی محبت میں مجھے بھول گئے۔ بابا! میرے بھیا علی اکبرؑ کو سلام، میں نے سنا ہے کہ بھیا علی اکبرؑ کی شادی رچالی اور مجھے نہیں بلایا۔ حسینؑ نے خط پڑھا۔ قاصد نے کہا جواب دیجئے۔ کہا بھئی جواب تو لکھا تھا مگر ورق مقتل میں بکھر گئے۔ وہ سب ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔ یہی جا کر جواب دے دینا۔ کہا مولا میں جاؤں؟ کہا چلا جا۔ ابھی میری آواز استغاثہ بلند ہوگی اور آواز استغاثہ اگر بلند ہوگئی تو رکنا واجب ہو جائے گا اور میری بیٹی انتظار کر رہی ہے۔ جلدی چلا جا۔ کہا مولا میں جاتا ہوں مگر تھوڑی سی اجازت دیجئے کہا بتا۔ کہا جب میں چلنے لگا تو آپ کی بیٹی نے مجھے یہ خط دیا اور کہا اے شیخ! خط میرے بابا کو دینا اور پھر دائیں بائیں دیکھنا، ایک چھ مہینے کا بچہ آتا ہوا نظر آئے گا۔ اس کو اٹھا کر گود میں لینا۔ پیار کرنا، وہ میرا بھیا علی اصغرؑ ہوگا۔ تو آقا! اس لڑکے کو دے دیجئے۔ میں آپ کی بیٹی کی وصیت پوری کروں۔ کہا صغریٰ سے کہہ دینا کہ اب نہ اصغرؑ ہے نہ اکبرؑ ہے۔ خدا حافظ صغریٰ خدا حافظ

(مجالس الاجتہادی صفحہ:۱۳۴ تا ۱۳۷)

علاّمہ طاہر جرولی

ہندوستان میں بارہا ایسے واقعات دیکھنے میں آتے ہیں کہ مسلمان نہیں ہے، کلمہ گو نہیں ہے، مسلم دشمن بھی ہے مگر حسینؑ کا تعزیہ نظر آیا تو عقیدے سے سر جھکا دیا۔ کسی نے پوچھا تم کیسے جھک گئے یہ تعزیہ تو مسلمانوں کا ہے۔ نبیؐ کے نواسے کا ہے۔ کہا ٹھیک ہے مگر ہم جب سب سے مانگ کے مایوس ہوگئے اور ہم نے حسینؑ سے مانگا تو حسینؑ نے ہمیں دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سب سے زیادہ بات جس کی سنتا ہے وہ یہ ہیں۔ تو اپنا مذہب چھوڑ کے لوگ آجاتے ہیں۔ مہاراجہ گوالیار کا تعزیہ تاریخی تعزیہ

ہے۔ والئی ریاست گوالیار کہیں بھی رہے اس کو عشرے میں پہنچنا ہی ہے۔ کیوں حسینؑ کا تعزیہ اٹھا رہا ہے۔ حسینؑ کون ہے۔ حسینؑ مشیت پروردگار ہے۔ حسینؑ کی عزا کیا ہے ذریعہ حصول مشیت پروردگار۔ آیئے آج بھی کتنوں کو مرادیں ملتی ہیں۔ کوئی عزا کرتا ہے تو حسینؑ پر احسان نہیں ہے۔ حسینؑ کا احسان ہے کہ اسلام بچالیا ہے اور حضور جیسا کہ میں نے ہمیشہ عرض کیا کہ بائیس تیئس برس پہلے میں نے پہلا عشرہ کلکتہ میں پڑھا۔ وہاں جب جلوسِ عزا نکلتا ہے تو کثرت سے ہندو ذوالجناح کے قریب آتے ہیں۔ مسلمان پوچھے ذوالجناح کیا ہے اور ہندو آ کے ذوالجناح کے پیروں پر بہشتیوں سے پانی ڈلوائیں۔ ہماری طرف سے پانی ڈال دو سموں پر۔ پوچھو کہ پانی کیوں ڈلوایا۔ کہا امام بابا بڑے پیاسے تھے۔ اللہ اللہ امام بڑے پیاسے تھے۔ ہاں عزاداروں کوئی نذر لیئے آ رہا ہے، کوئی تبرک لیئے آ رہا ہے۔ کون تبلیغ کرنے گیا۔ کون انھیں سمجھانے گیا اور حضور کچھ عورتیں لٹیوں میں دودھ لے کے آتی ہیں اور دودھ لا کے گھوڑوں کے سموں پر ڈالتی ہیں اور جب وہ دودھ سموں سے زمین پر بہتا ہے تو اسے لے کے بچوں کے لگاتی ہیں، اپنے لگاتی ہیں۔ ان سے پوچھو یہ دودھ لا کے کیوں بہا دیا۔ کہا تمھیں نہیں معلوم امام بابا کے بچہ بھی تھا۔ ایک شیر خوار بھی تھا۔ ارے وہ شیر خوار پیاسا مر گیا۔ اللہ اللہ عزاداری کیا ہے۔ ذرا دنیا میں گھوم کے دیکھئے۔ ذرا دنیا میں پھر کے دیکھئے تو پتہ چلے کہ حسینؑ کی عزا کس طرح سے اسلام کے حقائق دلوں میں اتارتی ہے۔ پیاسا تھا، اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا تھا، اسے دودھ نہیں ملا، یہ بچہ پیاسا مار ڈالا گیا، کون ذاکر گیا کون عالم گیا۔ کس نے جا کے انھیں بتایا کہ واقعہ کربلا کیا ہے۔ جو سیرت رسولؐ نہیں جانتے وہ عاشور کے دن حسینؑ کی زندگی جانتے ہیں۔ پوچھا کس نے مار ڈالا۔ کیسے مار ڈالا۔ کہا نانا کا کلمہ پڑھنے والوں نے مار ڈالا۔ شرم سے گردن جھک جاتی ہے جب غیر ملت کے

لوگ کہتے ہیں کہ انھوں نے قتل کیا۔کون بچہ وہ شیر خوار جو مدینہ سے آنہیں رہا تھا جو بہن کی گود میں تھا جسے فاطمہ صغریٰ نے لے لیا اور کہا تھا علی اصغرؑ میرے پاس رہیں گے اس لیئے کہ میں تنہا مدینہ میں کیسے زندگی بسر کروں گی۔ حادثہ نہیں ہے علی اصغرؑ کی شہادت اتفاق نہیں ہے۔ حسینؑ نے مدینہ میں کان میں جھک کر کچھ کہا۔علی اصغرؑ نے بہن کی گود چھوڑ دی۔ باپ کی گود میں آ گئے۔ کیا پتہ کیا کہا۔شاید کہا ہو علی اصغرؑ تم تو پیدا ہی کربلا کے لیئے ہوئے ہو۔تمہاری زندگی کا آغاز مدینہ ہے، اختتام کربلا ہے۔ وہی علی اصغرؑ جھولے میں تڑپ رہے ہیں، وہی علی اصغرؑ پیاس سے بلک رہے ہیں اور جب کوئی نہ رہا۔

نہ لشکرے نہ سپاہے نہ کثرت الناسے

نہ قاسمے نہ علی اکبرؑے نہ عباسے

ایک مرتبہ حسینؑ میدان میں آئے۔آواز دی۔

"هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا" ہے کوئی جو میری مدد کرے" هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا" کوئی ہے جو میری مدد کو آئے۔لشکر شام وکوفہ حیران حسینؑ کسے پکار رہے ہیں۔ عباسؑ شانے کٹا چکے۔علی اکبر سینے پہ برچھی کھا چکے، قاسمؑ کا جنازہ پامال ہو چکا، عونؑ و محمدؑ کی میتیں خیمے میں جا چکیں کس کو پکار رہے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رونے کا شور بلند ہوا۔ حسینؑ مڑے۔ ذوالجناح کی باگیں موڑیں۔خیام پہ آئے۔ آواز دی اہلِ بیتِ رسالت رونے کا سبب۔ابھی میں زندہ ہوں۔فضہ آئیں آقا بہن بلا رہی ہیں۔ خیمے میں آیئے۔ حسینؑ ذوالجناح سے اترے، خیمہ گاہ میں گئے۔ بہن زینبؑ کیا ہے۔ کہا بھیا جو آپ نے آواز استغاثہ بلند کی تو علی اصغرؑ نے اپنے کو جھولے سے زمین پر گرا دیا۔ ہاں حضور آپ رو رہے ہیں۔آپ نہ روئیں گے تو کون روئے گا۔عشرے میں نہ روئیں گے تو کب روئیں گے۔ میں نہیں جانتا کہ مجلس کہاں پر تمام ہو گی لیکن اتنا سن لیجئے حسینؑ

نے آغوش میں لیا، عبا کا سایہ کیا، چلیے ایک بات کہوں ہر شہید جانے سے پہلے بیبیوں سے رخصت ہوا۔ علی اصغرؑ تو کسی سے رخصت بھی نہ ہو سکے۔ حسینؑ لے کے چلے آئے۔ پیادہ میدان کربلا میں پہنچے ایک بلندی پر گئے۔ کہا اے قومِ جفا کار اگر تیرے زعم ناقص میں، میں صحیح نہیں ہوں تو چھ مہینے کا بچہ تو کسی مذہب وملت میں خطا کار نہیں ہوتا اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔ کیا بات کہی ہے میر انیسؔ نے کہ۔

حسینؑ اور طلب آب اے معاذاللہ
تمام کرتے تھے حجت سوالِ آب نہ تھا

ایک مرتبہ کہا۔ اے شیرِ خدا کے پوتے! اے حجت خدا کے بیٹے اتمامِ حجت کر دو۔ لکھا ہے علی اصغرؑ نے ننھی سی سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری۔ ارے اس نے تو ذوالفقار سے زیادہ کام کیا۔ ایک مرتبہ ہلچل مچ گئی۔ آواز آئی حسینؑ سچ کہہ رہے ہو۔ ایک مرتبہ عمر سعد نے کہا ''این این حُرملہ'' حُرملہ کہاں ہے۔ حُرملہ آگے نکلا صفوں سے کہا اقطع کلام الحسین'، حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ تین بھال کا تیر چلّہ کمان میں جوڑا۔ دو جملے سن لیں آپ، حُرملہ کون۔ ایسا تیرانداز جس کا تیر طاقت میں لوہے کی چادر کو توڑ دیتا تھا۔ ایسا نشانہ کہ تیر سے تیر کا شکار کرتا تھا۔ وہ بلایا گیا۔ اس سے علی اصغرؑ کی جرات کا اندازہ کیجیے۔ حُرملہ آیا۔ تین بھال کا تیر چلہ کمان میں جوڑا۔ تیر چلا۔ داد دیجیے صبرِ حسینؑ کی۔ ہاتھوں پہ ششماہہ ہے سنسناتا ہوا تیر آ رہا ہے۔ حسینؑ جیسا صابر و شاکر میدانِ کربلا میں ہے۔ تیر آیا۔ گلے پہ لگا، کلا چھیدتا ہوا بازو میں پیوست ہو گیا۔ روایت کے فقرے ہیں کہ بچہ باپ کے ہاتھوں میں منقلب ہو گیا۔ حسینؑ حسینؑ۔ سنیں جو بھی دل رکھتا ہے ایک انسان کا وہ رو دیتا ہے۔ ایک مرتبہ بچہ باپ کے ہاتھوں پہ منقلب ہوا۔ حسینؑ نے دیکھا آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ بیٹھ گئے۔ ہاتھ بڑھایا،

تیر کھینچنا شروع کیا۔ ایک موقع میں نے کل عرض کیا تھا دوسرا موقع یہ تھا کہ جب انبیاء نے حسینؑ کو تیر نکالتے دیکھا تو انبیاء نے منہ موڑ لیا۔ ہم سے نہیں دیکھا جاتا۔ ارے ضعیف باپ چھ ماہ کے بچے کے حلقوم سے تیر نکالے

(ریاض المجالس صفحہ: ۱۲۶ تا ۱۳۰)

علاّمہ سید ابن حسن جارچوی

سکینہؑ اور علی اصغر کی ماں کے حالات پر نظر ڈالیئے اور سوچیے کہ ایک مصلح اخلاق اور کردار ساز کا قرب انسانوں کے قلوب واذہان میں کیا انقلاب پیدا کر سکتا ہے۔

کربلا کے میدان میں خاندانِ رسالت کے آئینہ میں ہم کو انسانی سیرت کے ایسے نمونے نظر آتے ہیں جس سے دنیا بہت کچھ حاصل کر سکتی ہے۔ چھ مہینے کی عمر دیکھئے اور علی اصغرؑ کا بہادرانہ رویہ دیکھیے، تیسرا دن ہے کہ حلق سے پانی نہیں اترا۔ ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے، کام ودہن کو تر کرنے کا اور کوئی ذریعہ بھی میسر نہیں۔

جھولے میں جھول رہے ہیں اور بھوک پیاس کی شدّت سے کروٹیں بدل رہے ہیں۔ جب میدان سے باپ کے استغاثہ کی آواز آئی تو اہلِ حرم نے دیکھا کہ بچّے کا اضطراب بڑھ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی غیبی طاقت ان کو حالات کی نزاکت سے خبردار کر رہی ہے۔ اور وہ اپنے باپ کی مدد کے لیئے بے تاب ہیں۔ اتنے میں درِ خیمہ پر حسینؑ کا گھوڑا آکر رکا اور آپ نے بلند آواز سے کہا:

يَا زَيْنَبَ وَاُمِّ كُلْثُوْمُ يَا سَكِيْنَه و رباب عَلَيْكُنَّ مِنّى السَّلَامُ

”زینبؑ، اُمِ کلثومؑ، سکینہؑ، اور ربابؑ ہم سلامِ رخصت کے لیئے آئے ہیں“

یہ آواز سنتے ہی اہلِ حرم بے چین ہو کر درِ خیمہ پر پہنچے اور امام حسین علیہ السّلام کو ساتھ لے کر اندر داخل ہوئے۔ جھولے کے قریب سے گزرے تو دیکھا شیر خوار کی

حالت خراب ہے۔ پیاس کے مارے زبان منھ سے باہر نکل آئی ہے۔ اگر کچھ دیر اور پانی نہ ملا۔تو تڑپ تڑپ کر دم نکل جائے گا۔امام عالی مقام نے مادرِ علی اصغرؑ سے کہا۔لاؤ اس نونہال کو ہمیں دے دو۔ہم اس کو میدان میں لے جائیں اور فوجِ مخالف سے پانی طلب کریں۔شاید کسی کو رحم آجائے'' مادرِ علی اصغر کو کیا عذر ہوسکتا تھا امام حسین علیہ السّلام نے علی اصغر کو گود میں لے کر عبا کے دامن میں چھپالیا۔تاکہ سورج کی تمازت اس غنچہ دہن کو کمھلا نہ دے۔سامنے نہر فرات موجیں مار رہی ہے۔کوفی سپاہ اس کے کنارے صف آرا ہے امام عالی مقام بچّے کو ہاتھوں پر اٹھاتے ہیں اور صفوں کی طرف رُخ کر کے کہتے ہیں۔یہ چھوٹا سا بچہ علی اصغرؑ ہے۔چھ مہینے کی جان تین روز سے پیاسی ہے۔اس مجمع میں کوئی صاحبِ اولاد ایسا ہے جو اپنے نبیؐ کے گھرانے کے اس گلِ تازہ پر رحم کھائے اور چند قطرے پانی پلا دے۔''

امام حسین علیہ السّلام کی یہ اپیل کسی دوسرے مجمع میں کی جاتی تو لوگ بے چین ہوجاتے مشکیں لے کر دوڑتے مگر یہ انسانوں کی نہیں شقی القلب درندوں کی بھیڑ بھاڑ تھی۔پھر بھی صفوں میں ایک برہمی پیدا ہوئی۔لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔''مانا کہ حسینؑ خطاوار ہیں'' انھوں نے بادشاہ وقت پر خروج کیا ہے۔مگر ننھے سے بچّے کا کیا قصور ہے۔ہم میں سے بہت سے آدمی اولاد والے ہیں ،اپنے اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر غور کرو کہ اولاد کی محبت کیا ہوتی ہے۔ہم سے تو نہ ہوسکے گا کہ ایسے معصوم پر ہاتھ اٹھائیں۔''

شمر نے دیکھا کہ فوج کے تیور بدل رہے ہیں اور امام حسین علیہ السّلام کا یہ بچہ تیر ترازو ہونے کو ہے۔تو اس نے جلدی سے حُرملہ کو پکارا، تو کہا کرتا تھا کہ میں بلا کا تیر انداز ہوں۔تیرا کمال کس دن کام آئے گا۔دیکھتا نہیں ہے، فوج اس چھوٹے سے بچّے کی

پیاس سے متاثر ہو چلی ہے۔ ایک تیر کمان پر چڑھا اور اس بچّے کو باپ کی آغوش میں موت کی نیند سلا دے''

ہاں اے عزادارانِ حسینؑ! حُرملہ جیسا مشّاق تیرانداز کماں اٹھا رہا ہے۔ لو وہ کمان سے ایک تیر چلا۔ اور زن زن کی آواز بتا رہی ہے کہ وہ صفوں کے درمیان کا فاصلہ طے کر کے امام حسینؑ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ غور سے دیکھئے۔ تیر معصوم بچّے کے گلے میں پیوست ہو گیا اور خون کا پرنالہ بہہ نکلا۔ اب ننھا سا کرتہ خون سے لال ہے۔ اور حسینؑ کبھی بچّے کو دیکھتے ہیں کبھی خیمہ کی جانب نظر ڈالتے ہیں۔ اب آیئے خود امام علی مقام کی زبان سے ان کی دردناک حالت کا مرثیہ سنیئے۔

''اے میرے شیعو! اور دوستو جب کبھی تم کو سرد و شیریں پانی میسر آجائے تو مجھے اور میری پیاس کو ضرور یاد کر لینا اور جب سنو کہ کوئی پردیسی مصیبت میں گرفتار ہوا اور بے جرم شہید کیا گیا ہو تو میری غربت اور شہادت پر ضرور دو آنسو بہا لینا۔''

''کاش روز عاشور تم سب موجود ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے اپنے ننھے سے بچّے کے لیئے کس طرح سوالِ آب کیا مگر ان ظالموں نے میرے حال پر رحم کرنے سے انکار کر دیا۔

''آہ پانی کے بدلے اس شیر خوار کو تیر کا نشانہ بنایا۔ پس یہ مصیبت وہ ہے کہ جس کے غم میں پہاڑ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہ گئے۔ (سید الشہداء نمبر ۱۳۷۹ھ ص ۹۳ تا ۹۵)

علاّمہ سید اکبر مہدی سلیم جرولی

جناب ابراہیمؑ نے اس دودھ پیتے بچّے کو آغوش حفظ الٰہی میں دے کر مراجعت کی سبحان اللہ کیا اطاعت گزار بندے تھے کہ نہ ابراہیمؑ نے سوال کیا اے میرے مالک یہ

وادی نا قابلِ زراعت اور یہ بے آب و گیاہ پہاڑ۔ اور یہ ننھی سی جان۔ زندگی کیونکر ہوگی۔ نبی خدا تھے۔ عارف باللہ تھے۔ جانتے تھے اس خدا کا بندہ ہے جو پتھر میں کیڑے کو رزق دیتا ہے۔ اسی کا فرزند ہے۔ جس کو نمرود کے خوف سے ماں نے غار کوہ میں ڈال دیا تھا۔ انگوٹھے سے چشمۂ شیر جاری ہوا۔ مبدأ فیاض خود ہی کوئی سبیل کرے گا چشمہ آب نہیں ہے نہ سہی چشمۂ قدرت تو ہے درخت کا سایہ نہیں ہے نہ سہی ظل لطف الٰہی تو ہے۔ اس طرف شوہر کی اطاعت گزار بی بی اس قدر مطیع ہے کہ جناب ابراہیمؑ سے یہ سوال نہیں کرتی کہ اس صحرا میں بچّے کا کون کفیل ہوگا۔

جناب ابراہیمؑ ایک مشک آب اور چند دانے رطب کے دے کر رخصت ہوئے جبرئیل سدرہ پر پہنچے اب ہاجرہ ہیں اور اُمّ القریٰ کی قسمت کا ستارہ بالطف ایزدی کی بے انتہا اُمیدیں۔ یا وہ شیر خوار اور مشک آب۔ کہ آزمائشوں کی چھیڑ چھاڑ شروع ہوئی۔ ایک عقرب پیدا ہوا اور اس نے مشک پر ڈنک مارا پانی بہہ گیا حجاز کی سخت دھوپ خشک ہوا۔ پتھریلی زمین خود بھی پیاسی ہوئی بچہ بھی پیاس سے نازک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا منھ سرخ ہو گیا لب پر خشکی آ گئی ماں اپنی پیاس بھول کر شیر دینا چاہتی ہے۔ مگر وہ بھی خشک ایک قطرہ نہیں جس سے بچّے کا حلق تر ہو کچھ تسکین کی صورت ہو بچّے کو گرم زمین پر لٹا کر پانی کی تلاش میں کوہِ صفا پر گئیں کوئی چشمہ نہ ملا کوہِ مروہ پر دوڑ کر پہنچیں وہاں بھی بجز مایوسی کوئی ذریعہ بہم نہ ہوا۔ پھر پلٹ کر پیارے بچّے پر نظر کی اتنی دیر میں حالت اور متغیر ہو گئی۔ نبضیں ڈوب چلیں۔ سانس رُک رُک کے چلنے لگی۔ ہچکیاں آنے لگیں آخر ماں کا دل تھا نہ تاب آئی بچّے کو گود میں لیا مگر اس کو قرار کہاں پھر زمین پر لٹا دیا مایوس ہو کر خود ایک تیر کے فاصلہ پر ہٹ آئیں کہ بچّے کو دم توڑتے نہ دیکھوں ممکن ہے محبت مادری سے خلاف رضا کوئی بات ہو جائے۔

دل چاہتا ہے۔ اس موقع پر آپ کے سامنے ایک اور بچّے کربلا کے بے شیر کی تصویر پیش کروں۔ کربلا کی پیاس یاد دلاؤں۔ مگر اس پیاسے بچّے کو اس شیر خوار سے کیا نسبت یہاں صرف دو گھڑی پانی کا چشمہ نہ پانے سے یہ حالت پہنچی تھی۔ افسوس ہے کربلا میں تین دن گزر چکے ہیں نہر کا پانی سامنے موجیں مار رہا ہے لوگ سامنے پی کر سیراب ہو رہے ہیں۔ گھوڑوں کو پانی پلایا جا رہا ہے۔ مگر صرف ایک مختصر جماعت ہے جو پانی سے محروم رکھی جاتی ہے۔ بچّے پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔ جب پانی ہی میسر نہیں تو زندگی کا کیا سہارا بڑے بڑے صحرا بے پانی کے خشک ہو جاتے ہیں دانہ تخم نہیں روئیدہ ہوتا فاطمہؑ کی کھیتی کیوں نہ پژمردہ ہو جائے! اگر تصور صادق سے دیکھئے تو واللہ پیش نظر ہو جائے کہ ایک شیر خوار بچہ گہوارے میں ہچکیاں لے رہا ہے غش پر غش آتے ہیں۔ ماں کلیجہ پکڑ کر رہ جاتی ہے۔ کبھی بہنیں گود میں لے کر تسکین دیتی ہیں۔ کبھی پھوپھیاں زبان چسا کر بچّے کے حلق میں نمی پہنچاتی ہیں۔ کبھی سینہ سے لگاتی ہیں۔ کبھی جھولا جھلاتی ہیں۔ مگر بچّے کو قرار نہیں آتا۔ نہ رونے کی قوت ہے کمزوری سے منکا ڈھلا جاتا ہے۔ پتلیاں پھری جاتی ہیں۔ بیبیاں پھر جھولے میں ڈال دیتی ہیں۔ ماں مایوس ہو کر ہر ایک کا منھ تکنے لگتی ہے سانسیں شمار کرتی ہے۔ کبھی دعا کرتی ہے خداوندا میرے بچّے کو تندرست رکھنا۔

زمین حجاز کا مہمان صرف قلت آب سے بیتاب ہو کر زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگتا ہے۔ ماں منھ پھیرے دور کھڑی ہے۔ ہاجرہؑ کے سامنے کوئی تیر انداز نہیں کہ بچہ زد پر آجائے اور تیر سہ پہلو کا نشانہ ہو۔

ہاجرہ کو نہ کسی دشمن کا خوف نہ کسی ایذا کا مقابلہ یہاں ہر وقت ایک تازہ مصیبت پیش ہے۔ صبح کو کسی کے بچنے کی اُمید نہیں ہر بی بی اپنے فرزند کو رات بھر کا مہمان سمجھتی

ہے۔ اور یہ یقین کرنے پر مجبور ہے کہ صبح کو میری کمائی خاک میں مل جائے گی مگر ایک ششماہے بچہ کی ماں کو کیا خیال ہوسکتا ہے کہ میرا پر ارمان بچہ صبح کو تیر سہ پہلو سے مقابلہ کرے گا۔ یہاں پیاس کی بے چینی سے رات کٹنے کی اُمید نہیں صبح ہونا مشکل ہے۔ یہ ندامت اس ماں کیلئے اور بھی باعث اندوہ وملال ہے کہ میں فرزند فاطمہؑ پر نثار کرنے کیلئے کوئی تحفہ نہیں رکھتی صبح کو سب بیبیاں اپنے لاڈلوں کو شاہ پر نثار کریں گی۔ میں محجوبہ ہوؤں گی مگر مشیت ایزدی کہتی ہے تمہارا ہدیہ ہماری بارگاہ میں سب سے زیادہ باوقار ہوگا چنانچہ یہ شرف کسی شہید کیلئے آپ نے نہ سنا ہوگا کہ خود لسانِ قدرت اسکی مقبولیت کی بشارت دے۔

چنانچہ ابن جوزی روایت کرتے ہیں۔ جب امام مظلوم کا ششماہہ فرزند حُرملہ کے تیر سے گھائل ہو کر اپنی جان نثار کر چکا۔ خون بھرے ہوئے کرتے میں حضرت نے لاش ہاتھوں پر بلند کی اور عرض کی خداوندا یہ شیر خوار بچہ میرا ناقہ صالح سے مرتبہ میں کم نہ تھا غیب سے آواز آئی۔

اے حسینؑ بشارت ہو تم کو اس شیر خوار کیلئے جنت میں مرضعہ ہے۔

مگر اے صاحبان اولاد! ننھے مجاہد کی قدر کرنے والو! یہ تو سن لو کہ جنت میں یہ خدمت کس کے متعلق ہے اور کون بحکم خدا اس فریضہ کو انجام دیتا ہے۔

حدیث معتبر میں ہے کہ جب کسی مومن کا بچہ مر جاتا ہے جناب سیّدہ خاتون جنت اس کی پرورش کرتی ہیں مگر جب یہ شیر خوار تیر کھا کر خون میں نہایا دادی کی گود میں پہنچا ہوگا تو کیا حالت ہوئی ہوگی ہاجرہؑ تو اپنے فرزند کی مصیبت نہ دیکھ سکیں۔ ربابؑ کے دل سے پوچھئے کیا گزری، درخیمہ پر دیکھ رہی ہیں کہ باپ کی گود میں بچّے کی لاش ہے اللہ رے صبر اور تو کچھ نہ کہا مگر اتنا منھ سے نکل گیا۔ اے بیٹا کیا تیرے جیسے بچّے بھی نحر

ہوتے ہیں حضرات نحر کا مصداق وہ حیوان ہوتا ہے جس کی گردن چھد کر ذبح ہو جائے جناب ربابؑ کے اس جملہ سے علی اصغرؑ کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی ہائے اس تیر نے بچّے کو ذبح کر ڈالا۔ (مفتاح البیان صفحہ: ۹۰ تا ۹۴)

علاّمہ سیّد صفدر حسین نجفی

شہادت شہزادہ علیؑ اصغر

میدان مباہلہ میں رسولؐ اللہ ایک بچّے کو گود میں اٹھا کر لے گئے وہ بچہ اتنا کم سن نہیں تھا جتنے کم سن بچّے کو حسینؑ میدانِ کربلا میں اٹھا کر لائے تھے۔ وہ بچہ پیاسا نہیں تھا لیکن اس بچہ کی تو ماں کا دودھ بھی خشک ہو چکا تھا۔ وہ بچہ صحیح وسالم میدان مباہلہ سے پلٹ آیا لیکن آپ سنیں گے کہ کربلا والا بچہ کیسے واپس آیا۔ ہم اس کا خلاصہ مختلف روایات سے نقل کرتے ہیں۔ کہ امام حسینؑ کے جب تمام یاور وانصار شہید ہو گئے تو آپ درخیام پر تشریف لائے اور جناب زینبؑ سے فرمایا ذرا میرے بیٹے علی اصغرؑ کو تو میرے پاس لاؤ تا کہ اُسے وداع کرلوں۔ آپ نے بچّے کو ہاتھوں پر اٹھایا اُس کے بوسے لیئے سبط ابن جوزی لکھتا ہے کہ حسینؑ اس بچّے کو لے کر میدان میں آئے اور فرمایا: اے قوم اگر تم کو مجھ پر رحم نہیں آتا تو کم از کم اس بچے پر رحم کرو۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کی بیکسی لشکر سے نہ دیکھی گئی۔ پورے لشکر نے منھ پھیر لیا۔ عمر سعد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اُسے ڈر ہوا کہ کہیں بچّے کی بیکسی لشکر کو منحرف نہ کر دے۔ حُرملہ بن کاہل اسدی کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کیا دیکھ رہا ہے۔ اقطع کلام الحسینؑ۔ حسینؑ کے کلام کو قطع کر۔ اس نے اپنا تیر چلّے پر چڑھایا۔ عزادارو! جب کوئی تیرانداز تیر مارتا ہے تو دو حالت سے خالی نہیں یا اس کا تیر کمان کمزور ہوتا ہے اور نشانہ قوی ہوتا ہے۔ یا نشانہ کمزور اور تیر کمان

مضبوط پہلی صورت میں تیر کا کوئی اثر نہیں ہوتا لیکن اگر نشانہ کمزور ہو تو تیر کے لگنے سے وہ اُلٹ جاتا ہے۔ اب آپ غور کریں کہ بلا کے میدان میں تیر مارنے والا ایک مشہور تیر انداز ہے جس کی کلائیاں مضبوط ہیں جس کا تیر کمان کسا ہوا ہے اور اُس کا نشانہ ایک چھ ماہ کا بچہ ہے جو تین دن کی پیاس کی وجہ سے کمزور ہو چکا ہے۔ اس تیر نے کیا اثر کیا ہوگا! روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیر نے چھری کا کام کیا۔ کیوں عموماً تیر جب لگتا ہے تو وہ نشانہ میں سوراخ کر دیتا ہے۔ لیکن روایات بتاتی ہیں کہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر دیا۔ دوسرا یہ کہ بچہ امام کی طرف اُلٹ گیا۔ خون بہنے لگا حسینؑ نے وہ خون اپنے چہرے پر مل لیا۔ کتاب احتجاج میں ہے کہ امام گھوڑے سے اُترے۔ تلوار کے نیام سے قبر کھودی اور بچّے کو اس میں دفن کر دیا کبھی آپ نے سوچا کہ حسینؑ نے کسی شہید کی لاش کو دفن نہیں کیا۔ کیا وجہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شاید وجہ یہ ہو کہ حسینؑ جانتے تھے کہ میری شہادت کے بعد لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔ یہ ننھی جان گھوڑوں کے ٹاپوں کی تاب نہ لا سکے گی۔ (عرفان المجالس صفحہ: ۱۳۰ تا ۱۳۲)

مولانا سیّد غلام عسکری

کربلا کے دردناک دنوں میں سب سے زیادہ دردناک دن عاشور کا دن ہے اور عاشور کے دن سب سے زیادہ سخت وقت عصرِ عاشور ہے۔ کیا کہا میں نے؟ مصیبت کا دن تو پورا دن تھا، ہائے کیسی مصیبت کبھی حبیب کی میت آرہی ہے کبھی ابوثمامہ کا جنازہ آرہا ہے۔ کبھی جون جانے کے لیئے قسمیں رکھا رہے ہیں۔ کبھی غلام ترکی، سیّد سجاد کے پیروں پر سر رکھتا ہے۔ اے مولا مجھے بھی اجازت دے دو۔ کبھی عباسؑ جارہے ہیں۔ کبھی اکبرؑ جارہے ہیں۔ شہادت علی اکبرؑ کل پڑھی تھی آج جی چاہتا ہے ایک دو جملے

اپنے ننھے مجاہد کیلئے بھی کہوں۔ وہ اصغر کہ جب حسینؑ کل مدینے سے چلنے لگے تھے اور چھوٹی ہوئی بہن دوبارہ ملنے آئی تھی۔ اس وقت چند دن کے تھے اصغرؑ۔ صغراؑ نے کہا تھا اصغرؑ کو دے دو۔ کلیجے سے لگالوں ماں نے دے دیا۔ بہن نے بھائی کو سینے سے لگایا۔ اللہ جانے سینے کے اندر بہن کا دل کیسے دھڑک رہا تھا کہ ننھے اصغرؑ نے وہ دھڑکن سن لی۔ اور کہا میری بیمار بہن تم اتنی بے چین ہو تو میں نہ جاؤں گا۔ قافلہ چلنے کے لیئے تیار ہوا۔ ماں نے گود پھیلائی۔ اصغر آجاؤ۔ اصغر نے گردن موڑ لی۔ ربابؑ نے کہا بہن زینب آیئے ایک ایک نے بلایا۔ اصغر نہیں آئے آخر میں خود حسینؑ آئے اور پتہ نہیں اصغرؑ کے کان میں کیا کہا کہ اصغرؑ نے بہن کا چہرہ دیکھا۔ اچھا بہن خدا حافظ۔ بابا مجھے آواز دے رہے ہیں۔ اے بہن جاؤ، بابا کی بے گناہی کیلئے میری گواہی کی ضرورت ہے۔ اصغرؑ چلے آئے۔ مگر جب علی اکبرؑ کے بعد حسینؑ نے کہا ''هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا تو بیبیاں رونے لگیں۔ حسینؑ پلٹ کے آئے پوچھا کیوں روتی ہو۔ میں تو زندہ ہوں۔ جناب زینبؑ نے کہا۔ بھیّا تم نے جب کہا کوئی میرا مددگار ہے کوئی نہ تھا جو جاتا مگر جیسے تم نے دوبارہ کہا۔ ہے کوئی مددگار، تو اصغر جھولے سے نکل پڑے حسینؑ نے کہا لاؤ میرے بچّے کو لاؤ باپ کے ہاتھوں پر اصغرؑ خاموش خاموش آنکھوں سے کہہ رہے تھے۔ بھیّا اکبرؑ کے بعد بابا آپ مجھے بھول گئے اگر میری ضرورت نہ تھی تو مجھے بہن کے پاس چھوڑ دیا ہوتا۔ بابا مجھے لے چلو میدان میں۔ میں تلوار لے کر لڑ نہیں سکتا لیکن بابا جب تک تیرا اصغرؑ زندہ ہے تب تک اگر حُرملہ تیر پھینکے گا تو تیرے بازو پر لگنے نہ دوں گا۔ بابا اپنے گلے پر روک لوں گا۔ اصغر شہید ہوئے اصغر دفن ہو چکے۔ (دس مجلسیں صفحہ: ۲۹۰ تا ۲۹۲)

مولانا حکیم سیّد غلام حیدر کرار

پھر خیمے سے ایک شیر خوار بچّے کو ہاتھوں پر لے آئے۔ منتظم نے اس شخص کو آگاہ کیا کہ جب امام حسینؑ بچّے کے لیئے پانی مانگیں تو اُس وقت تو تیر چلاّ دینا۔ وہ اپنی تیر کمان سنبھال کر ہوشیار ہو گیا۔ امام حسینؑ فوج کے سامنے آئے اور کہا۔ اے میرے نانا کا کلمہ پڑھنے والو! میں تم سے اپنے لیئے کچھ نہیں مانگتا۔ یہ بچہ بے قصور ہے۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ پیاس سے اس کی جان پر آبنی ہے۔ اگر تمہیں کچھ خوفِ خدا ہے تو اس بچّے کے منہ میں چند قطرے پانی کے ڈال دو۔

امام حسینؑ کا یہ کلام سُن کر وہ شخص رونے لگا اور تیر کمان پھینک دیا۔ کہنے لگا مجھ سے اس بچّے کے تیر نہیں مارا جا سکتا۔ ہائے! وہ کون ظالم تھا جس نے اس بچّے کے تیر مارا تھا۔ اللہ! اللہ! غیر مسلموں پر تو امام حسینؑ کے مصائب کا یہ اثر ہو اور مسلمان ان کا حال سننا بھی گوارا نہ کریں۔

تمام تاریخ داں اس بات پر متفق ہیں کہ جب امام حسینؑ کے سب عزیز و اقارب شہید ہو چکے اور آپ یکہ و تنہا رہ گئے تو میدان میں آ کر ایک بلند مقام پر کھڑے ہوئے اور استغاثہ بلند کیا "هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا هَلْ مِنْ مُغِيثٍ يُغِيثُنَا" ہے کوئی جو میری مدد کے لیئے آئے۔ ہے کوئی جو میری امداد کو پہنچے۔ خدا مصیبت کے وقت کسی کو تنہائی نہ دے۔ امام حسینؑ بے یار و مددگار ہیں۔ ہر طرف تلواریں چمک رہی ہیں۔ نیزے بلند ہیں۔ خون کے پیاسے تیر کمان لیئے بیٹھے ہیں۔ جیسے امام حسینؑ کا استغاثہ بلند ہوا۔ میدانِ کربلا میں شہیدوں کی لاشیں تڑپنے لگیں۔ بعض کا بیان ہے کہ اُٹھ اٹھ کر گرنے لگیں۔

خیمے میں کہرام برپا ہو گیا اور بیبیوں میں رونے کا شور اس قدر بلند ہوا کہ گمان ہوتا تھا شاید کوئی مر گیا ہے۔ امام خیمے کی طرف دوڑے۔ درِ خیمہ پر جنابِ فضہ پریشان ملیں۔ کہنے لگیں۔ مولا! میں آپ کو ہی بلانے چلی تھی۔ علی اصغرؑ کی حالت غیر ہے۔ امام گھبرائے ہوئے خیمے میں داخل ہوئے۔ دیکھا کہ علی اصغرؑ کی ماں بچّے کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں۔ بی بی نے رو کر کہا۔ یا امام؟ جب سے علی اصغرؑ نے استغاثہ سنا ہے بے قراری سے رو رہے ہیں۔ کسی طرح نہیں چپ ہوتے اور اپنے آپ کو بار بار جھولے سے گرا دیتے ہیں۔ دودھ سے بھی منہ پھیر لیا ہے۔

امام نے فرمایا۔ لاؤ! میرے علیؑ اصغر کو مجھے دے دو، میں اسے پانی پلانے کے لیئے لے جاتا ہوں۔ جنابِ علی اصغرؑ کی والدہ نے بچّے کو امام کی گود میں دے دیا۔ امام حسینؑ نے دیکھا کہ بچّے کی آنکھیں پتھرائی ہوئی ہیں۔ پھول سا چہرہ کملایا ہوا ہے۔ ہونٹ خشک ہیں۔ زبان پر کانٹے جمے ہوئے ہیں۔ رنگ پیلا پڑ گیا ہے۔ رو کر فرمایا۔ آہ! میرے علیؑ اصغر کو بھی اجل لینے آ گئی ہے۔

جب امام حسینؑ بچّے کو لے کر میدان کی طرف چلنے لگے تو سب بیبیوں نے ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر روتے ہوئے کہا۔ اللہ نگہبان۔ اللہ نگہبان صبح سے دیکھ رہی تھیں کہ جو بھی میدان کی طرف جاتا ہے زندہ واپس نہیں آتا۔ جنابِ بانوؑ کی آواز آئی۔ مولاؑ! میرے بچّے کی ایک دفعہ صورت اور دکھا دیجئے۔ امام حسینؑ پلٹ آئے۔ عبا کا دامن بچّے کے اوپر سے ہٹایا۔ ماں نے بچّے کی صورت دیکھی جھک کر منہ چوم لیا۔ پیار کرنے لگیں۔ امامؑ نے کہا۔ بس بانوؑ! صبر سے کام لو۔ ماں نے بڑی مشکل سے گریہ ضبط کرتے ہوئے کہا! اچھا میرے علی اصغرؑ! خدا حافظ۔ خدا حافظ۔

حضرت علی اصغرؑ نے ذرا دیر کے لیئے آنکھیں کھولیں۔ اشارے سے ماں

پھوپھیوں کو سلام کیا۔ امام حسینؑ میدان کی طرف روانہ ہوئے۔ دھوپ بڑی سخت تھی۔ حضرت نے اپنی عبا کا دامن بچّے پر ڈال دیا۔ جب اشقیا نے دیکھا تو فوج میں غل پڑ گیا کہ امام حسینؑ قرآن لا رہے ہیں اور شاید صلح کرنا چاہتے ہیں۔

امام حسینؑ فوج کے سامنے آئے۔ عبا کا دامن اُٹھایا۔ لوگوں نے دیکھا قرآن ناطق کا ایک ورق ہاتھوں پر ہے۔ امام نے انصاف طلب لہجے میں فرمایا۔ اے لوگو! تم نے ہمیں مہمان بلایا تھا۔ یہ علی اصغرؑ بھی تمہارا مہمان ہے۔ اب اگر تمہاری نظروں میں میں خطاوار ہوں تو اس بچّے کا کیا قصور ہے؟ تین دن سے خیموں میں پانی نہیں ہے۔ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ پیاس سے بچہ جاں بلب ہے۔ چند لمحوں کا مہمان ہے۔ اگر سمجھو تو اس کو جام بھر کر نہ دو، صرف ایک چلّو پانی ہی دے دو کہ اس کے ہونٹ تر ہو جائیں۔

مگر کسی نے جواب نہ دیا اور آپ ہی سرگوشیاں کرنے لگے بعض فوجیوں کی تو یہ حالت ہوئی کہ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ کچھ سپاہی ابنِ سعد کے پاس بھی گئے اور سفارش کی کہ ہم سے یہ حال نہیں دیکھا جاتا۔ حسینؑ کے بچّے کو تھوڑا سا پانی دینے کی اجازت دے دے۔

ادھر جب امام حسینؑ نے دیکھا کہ کوئی پانی نہیں دیتا تو جناب علیؑ اصغر کو جلتی ریت پر لٹا دیا۔ خود پیچھے ہٹ گئے اور کہا کہ اے لوگو! اگر تمہیں یہ گمان ہو کہ میں بہانے سے خود پانی پی لوں گا تو لو میں نے بچّے کو زمین پر لٹا دیا۔ تم خود اس کے منہ میں پانی ڈال دو۔ اس پر بھی کسی نے پانی نہ دیا تو حضرت نے گھبرا کر علی اصغر کو گود میں اُٹھا لیا کہ ریت تپ رہی تھی۔ رو کر بچّے سے فرمایا۔ بیٹا! تم حجتِ خدا کے پسر ہو۔ اپنی زبان ہونٹوں پر پھرا کر حجت تمام کر دو۔ آہ! بچّے نے خشک زبان ہونٹوں سے باہر نکالی۔ امام نے علیؑ

اصغرکو ہاتھوں پر اُٹھا کر ادھر اُدھر رخ کر کے ہر طرف کی فوج کو دکھانا شروع کیا۔ ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ ساری فوج میں ہل چل مچ گئی۔ لوگ منہ پھیر پھیر کر اور چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ کچھ لوگوں نے ابنِ سعد کے گھوڑے کو آ کر گھیر لیا اور بگڑ کر کہا۔ ''ہم سے یہ حال نہیں دیکھا جاتا''

ابنِ سعد گھبرا گیا۔ شمر نزدیک کھڑا تھا اس سے کہنے لگا۔ شمر! یزید کا ہمیں رحم کرنے کا حکم نہیں ہے۔ تم نے علی اکبرؑ کو قتل کروا دیا۔ اب یہ لوگ علی اصغرؑ کے قتل سے کیوں منہ پھیر رہے ہیں۔ کیا یہ علی اکبرؑ سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ شمر نے اس کے جواب میں ابنِ سعد کے کان میں کچھ کہا۔ لوگوں نے دیکھا کہ ابنِ سعد ہٹ گیا اور حُرملہ کے پاس جانے لگا۔

حُرملہ سات ہزار تیر اندازوں کا افسر تھا۔ جو شخص اپنے تیر کو لوہے کی ایک چادر سے پار کر دیتا تھا۔ وہ ایک ہزار تیر اندازوں پر افسر مقرر کیا جاتا تھا۔ جو دو چادریں توڑ دیتا تھا وہ دو ہزار پر سردار بنتا۔ حُرملہ کا تیر لوہے کی سات چادروں سے پار ہو جاتا تھا۔ اس لیئے اسے سات ہزار تیر اندازوں پر افسر بنایا گیا تھا۔ اس کے نشانے کا پھیر ایک سو آٹھ انچ یعنی تین گز تھا۔

ابنِ سعد نے حُرملہ کو حکم کے لہجے میں کہا: اقطع کلام الحسین۔ اے حُرملہ ساری فوج انکاری ہو گئی کیا تو بھی یہ کام نہ کر سکے گا۔ ارے جلدی کر اور امام حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ حُرملہ نے فوراً اپنے ترکش سے ایک مضبوط تیر تین بھال کا چھانٹا اور اس کمان کے چلّے میں جوڑ کر حضرتِ علی اصغر کی طرف پھینکا۔ شست لگائی ہاتھ کانپ گئے۔ اور تیر پر شست باندھی پھر ہاتھ کانپ کر تیر گر پڑا۔ تیسری مرتبہ بڑا سخت دل کر کے حضرت علی اصغرؑ کی طرف تیر پھینکا۔ ہائے۔ فَانْقَلَبَ الصَّبِیّ عَلیٰ یَدَّ ع الْاِمَامُ۔

پس امام کے ہاتھوں پر بچہ پلٹ گیا۔ منقلب ہو گیا۔

خدا بخشے علاّمہ حافظ کفایت حسین قبلہ مرحوم کا بیان ہے کہ تیر حضرت علیؑ اصغر کو بھال پر اُٹھا کر امام کے ہاتھوں سے لے چلا مگر بچہ پلٹنے ہی پایا تھا کہ آپ نے گرفت کر لی۔ جناب علیؑ اصغر کا گلا چھد گیا اور بچہ خون میں نہا گیا۔ تیر تین بھال کا تھا اور بھالیں اتنی بڑی تھیں کہ جناب علیؑ اصغر کے ایک کان سے دوسرے کان تک پار ہو گئیں۔ حضرت علیؑ اصغر شہید ہو گئے۔

اگر حضرت علیؑ اصغر شہید نہ ہوتے تو دشمن یہ کہہ سکتے تھے کہ امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں نے ہم سے جنگ کی۔ اگر وہ تلوار نہ اُٹھاتے تو ہم بھی انھیں قتل نہ کرتے لیکن چھ مہینے کے بچّے کا میدان سے زندہ واپس نہ آنا بتاتا ہے کہ ایک طرف مظلوم تھے اور دوسری طرف ظالموں کا گروہ تھا۔

اے ظالمو! امام نے تم سے صرف پانی ہی تو مانگا تھا۔ تم پانی نہ دیتے اور منع کر دیتے بچّے کے تیر تو نہ مارا ہوتا۔ ہائے پانی کا جواب تیر سے دیا گیا۔ امام حسینؑ نے دیکھا کہ بچّے کے گلے سے خون بہہ رہا ہے۔ گھبرا کر خون چُلّو میں لینے لگے۔ جب چُلّو بھر گیا تو چاہا کہ یہ خون زمین و آسمان کی طرف پھینک دوں۔

مگر زمین و آسمان نے اپنے اوپر پھینکنے سے انکار کر دیا۔ امامؑ نے سوچا کہ یہ خون عبا میں جذب کر لوں مگر خیال آیا کہ یہ لباس تو لٹنے والا ہے۔ آخر وہ خون اپنی ڈاڑھی اور چہرے پر مل لیا اور رو کر ارشاد فرمایا کہ اسی حال سے اپنے پروردگار کے حضور پیش ہوں گا۔ اسی حال سے کوفہ و شام میں سر کی تشہیر ہو گی تا کہ میری بے گناہی اور دشمنوں کا ظلم خود بخود ظاہر ہوتا رہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ امام حسینؑ بچّے کی لاش لے کر خیموں میں گئے لیکن بعض روایات یہ ہیں کہ امام حسینؑ بچّے کی لاش کو لے کر خیمے کی طرف

چلے۔ سات قدم بڑھتے تھے پھر سات قدم پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ اسی طرح امام سات مرتبہ آگے بڑھے اور سات مرتبہ پیچھے کو ہٹے۔ خیال آتا تھا کہ لاش کو خیمے میں لے جاؤں، پھر سوچتے کہ زمین آسمان برداشت نہ کر سکے تو اس کی ماں کیسے برداشت کرے گی۔ اس لیئے پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ ہائے! امام جیسا صابر اس وقت یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ کیا کروں۔

جب سات دفعہ اسی طرح ہو چکا تو امام نے میت کو جلتی ریت پر رکھ دیا اور ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودنے لگے۔ اس موقع پر ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ کیا اشقیا نے امام کو قبر کھودنے کی مہلت دے دی تھی اور جنگ بند کر دی تھی۔ نہیں معلوم امامؑ نے کس حال میں جناب اصغر کی قبر کھودی ہوگی۔ تیر آرہے ہوں گے۔ خیموں کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ کوئی بی بی تو باہر نہیں نکل آئی ہے۔ کبھی بچّے کی لاش کی طرف دیکھتے ہوں گے کہ کہیں اشقیا اسے اُٹھا کر نہ لے جائیں۔ ہائے! امام حسینؑ پر کیا گزر گئی اُس وقت ایک حسرت بھرا جملہ فرمایا۔

اے میرے شیعو! کاش تم کربلا میں ہوتے اور مجھے دیکھتے کہ میں نے علی اصغرؑ کے لیئے کس طرح پانی کا سوال کیا اور کس طرح اسے ننھی سی قبر میں دفن کیا۔ دفن کرنے کے بعد پانی تو تھا نہیں جو قبر پر چھڑکتے۔ امام اتنا روئے کہ قبر آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

(ذخیرۃ المجالس صفحہ: ۱۰۵ تا ۱۱۰)

مولانا محمد سیّد قائم مہدی

کربلا کا واقعہ حق و باطل کے درمیان ایسے دوٹوک فیصلے کا نام ہے جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف الگ کر دیا گیا۔

ایک طرف سیر و سیراب یزیدیت ساٹھ، ستر ہزار درندوں کی شکل میں تھی تو دوسری

طرف ایک بھوکے پیاسے مسافر کی مظلومیت سمٹ کر علیؑ اصغر کی صورت میں سامنے آئی تھی۔

ہائے یہ چھ مہینے کا بے زبان بچہ جو سن میں سب سے چھوٹا تھا مگر سینہ میں دل رکھتا تھا۔ اگر کربلا میں قاسمؑ وعونؑ ومحمدؑ، عباسؑ وعلی اکبرؑ تین دن کے بھوکے پیاسے تھے تو ساتھ میں یہ بچہ جو ابھی گھٹنیوں بھی نہ چل سکتا تھا امام مظلوم کی ہر مصیبت میں برابر سے شریک تھا۔

منقول ہے کہ جب مقتل میں ایک ایک کر کے سارے ساتھی شہید ہو گئے تو مولا خود میدان میں آئے۔ اپنی تنہائی پر دل بے چین ہوا۔ آواز دی ہے کوئی جو میری نصرت کو آئے۔ ادھر یہ آواز استغاثہ بلند ہونا تھی کہ خیام میں بیبیوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مولا گھبرائے ہوئے خیمہ میں تشریف لائے اور کہا خیر تو ہے کیا پیاس سے کوئی بچہ تلف ہو گیا ہے۔ جناب زینب آگے بڑھیں، کہا بھیا! ابھی پیاسا علی اصغرؑ آنکھیں بند کیئے ہوئے پڑا تھا جونہی آپ نے آواز استغاثہ بلند کی۔ اس نے خود کو ہمک کر جھولے سے گرا دیا۔ باپ نے بڑھ کر دل کے ٹکڑے کو ہاتھوں پر اٹھا لیا دیکھا تو چہرہ اترا ہوا ہونٹ سوکھ گئے ہیں۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے ہیں۔ کہا بیٹا چلو تمہیں پانی پلانے کے لیئے دشمنوں کے سامنے لے چلوں شاید وہ اپنی آنکھوں سے یہ حالت دیکھ کر رحم کھا جائیں اور پانی پلا دیں یہ کہہ کر نڈھال بچہ پر عبا کا سایہ کیا اور میدان میں آکر ایک بلندی پر کھڑے ہو گئے۔ اب جو عبا سرکائی تو ایک بیکس کے ہاتھوں پر ایک چھ ماہ کا بچہ دکھائی پڑا۔ ضعف سے آنکھیں بند، زبان سوکھ کر تالو سے چپکی ہوئی تھی اور سوکھے ہونٹوں پر پپڑی جمی ہوئی تھی، مولا نے علی اصغرؑ کا چہرہ فوجِ دشمن کی طرف کر کے فرمایا۔ اے سپاہ کوفہ وشام اگر تمہاری نظروں میں حسینؑ خطا کار ہے تو اس ننھے سے بچے نے

تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ اسے اگر ایک گھونٹ پانی کا مل جائے تو شاید زندہ بچ جائے۔ اس کے بعد مولاؑ نے بچّے کی طرف نظر کی کہا اے میرے لال ذرا ان سنگ دلوں پر حجت تمام کر دو۔ اِدھر باپ کے دہن سے یہ جملہ نکلا اور ششماہے نے شدّت پیاس سے تالو میں چپکی ہوئی زبان حلق سے باہر نکالی۔ یہ منظر دیکھتے ہی اولاد والوں نے کلیجہ پکڑ لیا اور جابجا سسکیوں کی آوازیں بھی اُبھرنے لگیں۔ اپنی فوج کا بگڑتا ہوا رنگ دیکھ کر پسر سعد نے للکارا اے حُرملہ کھڑا کیا دیکھ رہا ہے جلد حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔

بس پھر کیا تھا، قیامت آ گئی۔ زہر میں بجھا ہوا تین دھار کا تیر سنسناتا ہوا بازوئے حسینؑ کو توڑتا ہوا حلقوم علی اصغر کو چھید دیا۔ تیر کے لگتے ہی زخم سے خون کا فوارہ چھوٹا۔ ننھی جان، تین دن کی پیاس، علی اصغرؑ میں تھا ہی کیا وہیں باپ کے ہاتھوں پر اُلٹ گئے بوڑھا، تھکا اور پیاسا باپ اپنے ہاتھوں پر خون میں نہائی ہوئی میت لے کر خیمہ کی طرف چلا۔ در خیمہ پر پہنچ کر قدم رک گئے۔ ہائے گئے تھے تو ہاتھوں پر زندہ بیٹا تھا۔ پلٹے ہیں تو خون میں ڈوبی ہوئی لاش لائے ہیں۔ ربابؑ یہ غم کیسے برداشت کر سکے گی۔ غرض سات بار درِ خیمہ پر گئے اور پھر پلٹے۔

بس ایک دفعہ سکینہ کی نظر پڑ گئی۔ دوڑیں۔ بابا میرے بھیّا کو پانی پلا لائے ارے میں پیاسی رہ گئی۔ حسینؑ نے دھیرے سے دامن ہٹایا۔ سکینہؑ کے آنکھوں کے سامنے علی اصغرؑ کی میت تھی۔ بہن ایک چیخ مار کر زمین پر گر پڑی۔ خیمہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ رباب آگے بڑھیں اپنے لال کا چھدا ہوا گلا دیکھا۔ بس ایک فقرہ کہا۔ اور بے ہوش ہو گئیں اے میرے بچّے کیا تیرے جیسے بے زبان بھی نحر کئے جاتے ہیں۔

مولاؑ نے سب کو کلمات صبر تعلیم دیئے۔ جب دل ٹھہرا علیؑ اصغر کی لاش لیئے

روتے ہوئے صحرا میں آئے۔ تلوار سے چھوٹی سی تربت بنائی۔ آخری بار آنکھوں کے نور کو دیر تک دیکھتے رہے۔ دل بھر آیا آواز دی یا علیؑ مدد! مدد ہوئی اور بچہ زیر زمین دفن ہوگیا۔ حسینؑ دامن جھاڑ کر اٹھے۔ اب جو چلے تو جب تک ننھی سی قبر نظر آتی رہی مڑ مڑ کر دیکھتے رہے۔ جب آنکھوں سے اوجھل ہوگئی اور اپنے خالی ہاتھوں پر نظر گئی کلیجے میں درد اٹھا اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

(ذکرِ مظلوم صفحہ:۱۰۶ تا ۱۰۸)

مولانا سیّد ریاض الحسن

شان صبرِ اہل بیتؑ حسینؑ پر ختم ہوگئی کہ ابھی جوان فرزند آنکھوں کے سامنے دم توڑ چکا ہے اور امام فرماتے ہیں لاؤ اصغرؑ کو مجھ کو دو ماں یہ نہیں کہتی کہ مولا آج جو جاتا ہے وہ زندہ پلٹ کر نہیں آتا بلکہ گہوارے سے باپ کی گود میں دے دیا گویا مطلب یہ ہے کہ آقا اگر اس کا بھی نام مختصر شہادت میں لکھا ہے تو یہ چھوٹا سا ہدیہ بھی موجود ہے۔

بس آج میں اس شاہزادے کی حالت عرض کرتا ہوں اس مجمع میں انشاءاللہ صاحبان اولاد بھی ہوں گے بھلا دل پر ہاتھ رکھ کے کہیں کہ جس وقت بچّے کسی تکلیف کے سبب سے روتے ہیں تو پھر کیا گزرتی ہے۔ بھئی کل عاشورہ کا دن ہے جن جن کے چھوٹے چھوٹے شیر خوار بچّے ہیں وہ ضرور خیال کر کے دیکھ لیں کہ مائیں کچھ نہ سہی تو کم سے کم عاشور کے دن دو تین گھنٹے تک تو بچوں کو ضرور دودھ نہیں دیتیں یہ کیوں آپ کچھ جانتے ہیں آخر کیوں بچوں کو دودھ نہیں دیتیں وجہ یہ ہے کہ ماؤں کا دل چاہتا ہے کہ اگر ہم بھی میدان کربلا میں ہوتے تو اپنے بچوں کو حسینؑ کے بچوں پر سے نثار کر دیتے مگر یہ تو قسمت کہ اس دن نہ تھے آخر علیؑ اصغر بھی پیاس سے گہوارے میں تڑپ رہے تھے

ہمارے بچے اپنے شہزادے کا ساتھ دیں ''اجرکم علی اللہ'' لوشیعو حسینؑ رخصت آخر کو خیمے میں تشریف لائے اُدھر در خیمہ پر سناٹا ہے نہ جانثاروں کی آوازیں ہیں نہ شیران ہاشمی کے نعرے ہیں اشقیا چاروں طرف سے سمٹ کر خیموں کے قریب آ جاتے ہیں یہاں دولت سرا میں بال کھولے سیدانیاں چہروں پر خاک ملے ہوئے امام کے گرد حلقہ کیئے ہوئے مظلوم آقا بیچ میں تشریف فرما ہیں بہن نے مسند بچھادی ہے سامنے کھڑی ہوئی حسرت بھری نگاہ سے صورت دیکھ رہی ہیں ایک مرتبہ امام نے سر اٹھا کر فرمایا بہن اسیری کے لائق کپڑے پہنو اس کے بعد امام نے اپنے لیئے بھی کپڑے طلب کیئے جنابِ زینب گئیں پوشاک لے کر حاضر ہوئیں آپ نے غور سے ملاحظہ فرمایا کہا بہن یہ تو تنگ ہے ذرا اس سے ڈھیلی پوشاک ہو جناب زینبؑ نے وہ کپڑے اٹھا لیئے دوسرے کپڑے لے کر حاضر ہوئیں امام نے دیکھا پسند فرمایا جگہ جگہ سے چاک کیا۔ یہ کیوں اس واسطے کہ غیرت دار آقا کو گوارہ نہ تھا کہ لاش جلتی زمین پر برہنہ رہے مگر وہ کپڑے بھی اشقیا نے نہ چھوڑے غرض کہ امام سب سے رخصت ہوئے بیمار کربلا کو اپنا وصی اور جانشین کیا چاہتے تھے کہ چلیں (اتنے میں علی اصغرؑ کے رونے کی آواز کان میں آئی فرمایا بہن علی اصغر کو لاؤ اس سے بھی رخصت ہولوں جناب زینب گئیں علیؑ اصغر کو لاکر امام کی گود میں دے دیا بلایا تو تھا حضرت نے رخصت کرنے کو علیؑ اصغر کی حالت دیکھ کر تاب نہ رہی کلیجے سے لگایا اپنی عبا کا سایہ کیئے ہوئے چلے ہیں مگر دھوپ کے خیال سے عبا کا سایہ کیے ہوئے ایک بلندی پر تشرف لے گئے اور پر لشکر عمر سعد میں اختلاف ہوا کوئی کہتا ہے امام حسینؑ کوئی بزرگ شے لائے ہیں، کوئی کہتا ہے قرآن ہے مگر یہاں امام نے عبا کا دامن ہٹایا پھول کی طرح مرجھائے ہوئے بچے کو ہاتھوں پر بلند کیا گویا مراد حضرت کی یہ تھی کہ خداوندا حسینؑ کے خزانے میں اس ایک ہدیہ کے سوا

اب کچھ نہیں ہے مگر یہ بھی تیری درگاہ میں نذر ہے اس کے بعد حضرت متوجہ ہوئے لشکر کی طرف فرمایا اے اہلِ کوفہ وشام اگر حسین تمہارے نزدیک گنہگار ہے تو اس بچّے نے کیا قصور کیا ہے اس کو تھوڑا سا پانی پلادو کہ دودھ تک اس کی ماں کا خشک ہو گیا اولا دوالو دشمن کا لشکر تھا مگر دل والے کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گئے کسی نے کہا ہاں واقعی حسینؑ سچ کہتے ہیں اس بچہ نے تو کچھ قصور نہیں کیا ہے عمر سعد نے جو لشکر کی یہ حالت دیکھی متوجہ ہوا حُرملہ کی طرف دیکھا اور کہا کیا دیکھتا ہے کلامِ حسینؑ کو قطع کردے اس شقی نے ایک تیر سہ شعبہ چلۂ کمان میں جوڑا معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ شقی گُھٹنے ٹیک کر صفوں میں بیٹھ گیا امام کی نظر نہ پڑے نہیں تو شاید بچّے کو کلیجے سے لگانے کی کوشش کریں تو شیعوں تیر چلّے سے چلا ہے آپ میں کوئی ہے جو بچّے کے گلے پر اپنا گلا رکھ دے ہائے کون تھا جو اس وقت کہتا کہ او شقی ارے کیا غضب کرتا ہے۔ یہ تیر علی اصغرؑ کے گلے پر نہیں بلکہ سیدہ کے کلیجے پر پڑے گا تیر گلے پر پڑا بچہ امام کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا جناب بحر العلوم مولانا سید علّن صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہٗ عجیب نکتہ ارشاد فرما گئے ہیں کہ تیر تو بچے کی گردن پر پڑا مگر اس کی کیا وجہ ہے کہ روایت میں ہے۔ تیر نے ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر ڈالا وجہ اس کی یہ تھی کہ تین بھال کا تیر اور بچہ کا ننھا گلا اتنی جگہ کہاں تھی کہ تینوں بھال گلے پر پڑتے اس سب سے ایک بھال گلے پر پڑا اور ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کر دیا۔ تیسرا بھال حسینؑ کے بازو کو زخمی کر گیا۔ اجرکم علی اللہ!

یہاں پر روایتیں مختلف ہیں بعض میں تو یہ ہے کہ امام بچّے کو اسی طرح ہاتھوں پر لیئے درِخیمہ پر تشریف لائے اور پکار کر آواز دی کہ علی اصغرؑ کو لیجاؤ۔ اب یہ ایسے سیراب ہوئے ہیں کہ کبھی پیاسے نہ ہوں گے ماں کو جو نظر آئے دل بے چین ہو گیا اور تو کچھ نہ کہا مگر حسرت بھری نگاہ سے دیکھا اور فرمایا۔ کیوں بیٹا تیرے سن کے بچے نحر کیئے جاتے

ہیں اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ایک گڑھا نوک شمشیر سے بصورت قبر کھودا اور بچے کو دفن کر دیا بعد دفن قبر پر پانی چھڑکنا مستحب ہے امام پانی کہاں سے لاتے رخسارہ قبر پر رکھ کر اس قدر روئے کہ قبر آنسوؤں سے تر ہوگئی کچھ سمجھے آپ نے علیؑ اصغر کو کیوں دفن کیا وجہ یہ تھی کہ امام کے دل نے گوارہ نہ کیا کہ پھول سی لاش تین دن تک جلتی زمین پر پڑی رہے اور ممکن ہے کہ یہ وجہ بھی ہو کہ آقا کو بعلم امامت معلوم تھا کہ میرے بعد شہیدوں کے سر نوک نیزہ پر بلند کیئے جائیں گے۔ دل نے گوارہ نہ کیا کہ ننھا سا سر بھی نوکِ نیزہ پر بلند کیا جائے۔ (جواہر المصائب صفحہ:۸۳ تا ۸۷)

مولانا سیّد سیادت حسین نقوی

الغرض حسینؑ سب سے رخصت ہو کر بیبیوں اور بچوں کو تسلی دے کر رن میں اعدا کے مقابل آ کر فصیح و بلیغ خطبہ ادا فرماتے ہیں بار بار حجت ختم فرماتے ہیں کہ اب بھی میرے قتل سے باز آؤ۔ "ھَلْ مِنْ نَاصِرٍ یَنْصُرُنَا کہ کوئی ناصر ہے جو میری آ کر مدد کرے۔

اِس استغاثہ کی آواز خیامِ حسینؑ میں پہنچی ششماہے علی اصغرؑ اس آواز استغاثہ کو سن کر اپنے کو جھولے سے گرا دیتا ہے۔ چنانچہ فضہ یہ دیکھ کر درِ خیمہ پر آتی ہیں اور اپنے شہزادے کو پکارتی ہیں۔ میرے شہزادے جلد خیمہ میں آؤ۔ علی اصغرؑ نے جب سے آپ کے استغاثہ کی آواز سنی ہے اپنے کو جھولے سے گرا دیا ہے۔

اگرچہ علیؑ اصغر اپنی ماں کے دودھ سے پہلے ہی ناامید ہو گئے تھے کیونکہ ظالموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں کے خوف نے اُمِّ رباب مادرِ علیؑ اصغر کا دودھ خشک کر دیا تھا۔ مارے پیاس کے زبان نکالے دیتے تھے۔

خامس آلِ عبا اپنی ماں کی کنیز فضہ کی یہ بات سن کر داخلِ خیمہ محترم ہوئے۔ بچّے کی یہ حالت دیکھی فرمایا۔

رباب اس کا شلوکہ بدل دو اس کو مجاہد بنا دو آراستہ کردو میں ان کورن میں لیئے جاتا ہوں، شاید ظالموں کو اس بچہ پر رحم آجائے اور پانی پلا دیں، کیونکہ وہ بھی اولاد والے ہیں، ان کی حالت دیکھ کر ترس آجائے گا۔

الغرض اُمّ رباب حکمِ امام بجالائیں جب علیؑ اکبر کو آراستہ کر چکیں اور اُن کو باپ کی گودی میں دیا حسینؑ نے لیا اور عبا کے دامن سے بچہ کو ڈھانک لیا تا کہ ایسا نہ ہو کہ پھول سا بچہ گرمی میں کملا جائے جب آپ اس چھوٹے مجاہد کو اس شان سے مقابل اعدا لائے تو یزیدی فوج کو یہ خیال ہوا کہ حسینؑ اب چھوٹے قرآن جس کو حمائل کہتے ہیں۔ عبا میں چھپا کر لائے ہیں تا کہ اس کے ذریعہ دونوں میں فیصلہ ہو اور مسلمانوں کا خون نہ بہے۔

اس فوج میں سترہ سو عالم وحافظِ قرآن موجود تھے۔ حسینؑ کی یہ ہیئت دیکھ کر فوجِ یزید میں ایک انسانی لہر دوڑی، کان کھڑے ہوئے چونکہ دلوں میں کہا حسینؑ نواسہ رسولؐ بے قصور ہے۔ ظالم اسی خیال میں تھے کہ حسینؑ عبا کا پردہ اس چھوٹے قرآنِ ناطق کے چہرے سے ہٹاتے ہیں، اب تو فوجِ یزید میں عجیب تلاطم مچ گیا فرزندِ رسولؐ نے اس چھوٹے کربلائی مجاہد سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

بیٹا کہو پیاس سے نڈھال ہو لیکن تم میری جان بلکہ اسلام کی جان ہو۔ اپنی ننھی تلوار نیامِ دہن سے نکالو میرے نانا کا اسلام بچالو۔ آخر اہلِ بیتؑ کے گھرانے کا یہ بچہ تھا باپ کے کلمات تھے رگ رگ میں خونِ ہاشمی دوڑ گیا۔ باپ کا حکم تھا بجا آوری حکم کی ضروری تھی۔ وہ ننھی تلوار زبان دہن سے نکلی۔ حسینؑ نے فوج کے ایک سرے سے گھوم

کر دوسرے سرے تک اس ننھی تلوار کی چمک دکھائی اس کے زخم اتنے گہرے بیٹھے کہ دیکھنے کی تاب نہ لا سکے۔ منہ پھیر پھیر کر رونے لگے۔

اصغر کلیجہ تھام کے روتی ہے فوجِ شام
تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

حسینؑ نے ظالموں سے کہا یہ بچہ تو میرا ناقۂ صالح سے کم نہیں ارے اقوامِ عالم سے پوچھو کہ بچّے بے قصور اور قابلِ رحم ہوتے ہیں فرات کا تھوڑا سا پانی لا کر اسے پلا دو، میری دعا لو اگر تم کو یہ خیال ہو کہ بچہ کے بہانے سے حسینؑ پانی پی لے گا تو اس بچہ کو میں اس جلتی ریتی پر لٹائے دیتا ہوں تم خود آ کر اس کو پانی سے سیراب کر جاؤ۔

عجیب تلاطم فوجِ یزید میں تھا اور چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں کچھ پانی پلانے کے لیئے آمادہ ہوئے۔

میرے ششماہے مجاہد ایسے ہی سپاہی ہونے چاہئیں جو غنیم کی فوج کا رنگ بدل دیں اور اپنا بنا لیں۔

ہے کوئی آج دنیا میں ایسا مجاہد، دکھائیں دنیا والے عمر سعد بھی ان ہی پسیجنے والوں میں تھا کہ شیطان آیا اور اُس ملعون کو ایک دم چونکایا اور کہا تو کس خیال میں محو ہے۔ اُس کا یہ کہنا تھا کہ تصویر کا رُخ بدل گیا وہ فوج کو للکار کر پکارا۔ خبردار ہوشیار ان کے کہنے میں نہ آنا۔

حُرملہ بن کاہل اسدی بڑھا اور سہ پہلو تیر اُس نے کمان میں جوڑا عمر سعد نے کہا۔

اِقْطَعْ کَلامَ الْحُسَیْنِ حُرملہ نے حسینؑ کے کلام کو سہ پہلو تیر سے قطع کیا اور علی اصغرؑ کے گلوئے نازنین سے وہ تیر پار ہو کر بازوئے امام پر لگا اور بچہ تیر کھا کر راہیِ جنت ہوا حسینؑ نے تیر کھینچ کر نکالا خون کا فوّارہ گردنِ اصغر سے جاری ہوا آپ نے چلّو

بھرا اور چاہا کہ زمین پر پھینکیں صدا آئی مولا اس خونِ ناحق کو میرے اُوپر نہ پھینکئے گا۔ اگر ایک قطرہ بھی اس خونِ ناحق کا میرے اُوپر گرا تو قیامت تک ایک دانہ مجھ سے نہ اُگے گا پھر حسینؑ نے آسمان کی طرف اس خون کو پھینکنا چاہا۔ آواز آئی مولا میرے طرف یہ خونِ ناحق نہ آئے ورنہ تا قیامت پانی کا ایک قطرہ زمین پر نہ آئے گا۔

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغر تمہارے خون کا ٹھکانا کہیں نہیں

میرے آقا لاش علیؑ اصغر خیمہ کی طرف لے کر چلے پھر رن کی طرف پھرے اور فرماتے جاتے تھے۔ بیٹا میں تمہاری ماں کو کیا جواب دوں گا میں تو تم کو پانی پلانے کے وعدہ سے لایا تھا۔ تمہاری دودھ بڑھائی تو پیکانِ تیر سے ہوئی یہ فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ سات مرتبہ خیمہ اور رن کی طرف آئے اور گئے اور ہر بار فرمایا۔

رضاً بقضاءِ ہٖ وَتَسلِماً لامرِہٖ

غرض کہ بچہ کی لاش خیمہ میں لائے۔ ربابؑ نے دیکھا ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئیں۔ جب ہوش میں آئیں فرمایا بیٹا علی اصغر آؤ میری چھاتی سے لگ جاؤ تمہاری محبت کے جوش میں دودھ چھاتیوں میں اُترا ہوا ہے۔ بیٹا میں تم کو کب سے پکار رہی ہوں، کیسی غفلت کی نیند سو رہے ہو میری گود خالی کر گئے۔ دادی کے گھر گئے راتوں کو تمہارے خیال میں تارے گنوں گی سایہ میں نہ بیٹھوں گی۔

اہلِ حرم نے ربابؑ کے اس بین پر واعلی اصغرا وا فریاداہ کی صدا بلند کی حسینؑ لاش رن میں لائے اور ذوالفقار سے قبر علیؑ اصغر کھودی۔ ذوالفقار نے بھی فریاد کی۔

آقا میں تو آپ کے دشمنوں کا سر اُتارنے والی تھی۔ آج مجھ سے معصوم بچہ کی قبر کا کام کیوں لیا گیا۔ میں روزِ محشر معصومہؑ عالم کو کیا جواب دوں گی جب وہ مجھ سے پوچھیں

گی اے ذوالفقار تو دیکھتی رہی اور میرا اصغر پیکانِ تیر کا نشانہ بنا اور تو نے قبر کھودی۔

اس کے بعد حسینؑ نے بچہ کی لاش دفنائی پانی نہ تھا جو قبر پر چھڑکتے، آنسوؤں سے قبر کو تر کیا اور نشان قبر برابر کر دیا ایسا نہ ہو کہ بچہ کی لاش گھوڑوں کے سموں سے پامال ہو جائے یا دشمنانِ دین میرے جھنڈولے بالوں والے کا سر میرے سر کی طرح نوکِ نیزہ پر نصب کریں۔ (احسن المجالس صفحہ: ۱۲۸ تا ۱۳۳)

علامہ محمد حسین ممتاز الافاضل لکھنوی

مجالسِ امام حسینؑ

جناب علی اصغرؑ کی شہادت

میدان میں تو امامِ مظلومؑ صدائے استغاثہ کر رہے تھے، ادھر خیام میں مستورات کی صدائے ماتم بلند ہوئی۔ شبیرؑ کی تنہائی اور غربت بہنوں سے دیکھی نہ گئی، کہرامِ ماتم برپا ہو گیا۔ امام مظلوم خیمے میں تسلی دینے کے لئے آئے۔ یہ تسلی کہاں تک خاموش کر سکتی جن کا بھرا گھر ایک دن میں اجڑ گیا ہو، جن کے سامنے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں کی لاشیں پڑی ہوں وہ گریہ کس طرح ضبط کر سکتیں تھیں۔ بہر حال امام مظلوم تسلی دے رہے تھے کہ اس اثناء میں کم سن شیر خوار چھ ماہ کے علی اصغرؑ کے رونے کی آواز مظلوم کربلا کے کانوں میں پڑی جو شدتِ پیاس سے ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ ماں دودھ پلانے سے معذور تھی۔ باپ پانی پلانے سے مجبور، معصوم بچہ بار بار زبان باہر نکالتا تھا۔ اس دردناک منظر نے اہلِ بیتؑ کو اور زیادہ مغموم کر دیا۔ امام مظلوم نے جناب زینبؑ سے فرمایا۔ بہن میرے صغیر بیٹے دلگیر کو لا دو تا کہ میں اس سے وداع

کرلوں۔ جناب زینبؑ نے پیاسے معصوم کو حسینؑ کے ہاتھوں میں دے کر کہا: بھیّا! اصغرؑ بہت پیاسا ہے کئی دن سے پانی نہیں پیا ماں دودھ پلانے سے معذور ہے۔ اس واسطے کچھ پانی کا انتظام کرلو۔ اپنی زندگی میں اِسے پانی پلادو، بھائی! تمہارے بعد کون پانی پلائے گا۔

اس خیال سے کہ معصوم بچہ ہے کسی مذہب وملّت میں بچہ قصوروار نہیں سمجھا جاتا۔ فوجِ اشقیاء میں بھی صاحبِ اولاد ہیں۔ شاید کسی کو ترس آجائے۔ امامِ مظلومؑ نے بچے کو ہاتھوں پر لیا۔ لیکن سارے دن کا معمول بیبیوں کو معصوم کی موت کا تصور دلا رہا تھا کس دل اور کس جگر سے معصوم کلی کو سوئے میدان روانہ کیا ہوگا۔

دستور ہے کہ بچہ جب ماں سے جدا ہوتا ہے۔ روتا ہے اور روتی ہوئی آنکھوں سے ماں کی طرف بار بار دیکھتا ہے ماں نے خشک ہونٹوں اور مرجھائی ہوئی صورت کو چوما۔

جُھک جُھک کے جو فرزند کا منہ پاس سے دیکھا
ماں کو علی اصغر نے عجب یاس سے دیکھا

حسینؑ نے صغیر کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ دیکھا معصوم بچہ زبان کو منہ میں پیاس کی وجہ سے چبا رہا ہے۔

چھائی ہوئی زردی تھی جو دلبند کے منہ پر
شبیرؑ نے منہ رکھ دیا فرزند کے منہ پر

فرزندِ رسول اپنے ننھے فرزند کو لے کر میدان میں آئے کس لئے آئے۔ اُمتِ جد سے پانی مانگنے کے لئے۔ آہ! ساقیٔ کوثر کا فرزند کریم بن کریم۔ حر کی فوج کو صحرائے بے آب میں پانی سے سیراب کرنیوالے آج بوند پانی کے لئے کمینوں سے سوال کرتے ہیں، حضرات یہ مرحلہ بھی بہت دشوار اور جگر گداز ہوتا ہے جب کوئی کریم سائل

بن کر لئیم (کمینے) کے پاس آئے۔بقراط سے کسی نے پوچھا: موت سے کوئی چیز زیادہ تلخ بھی ہے؟ اس نے کہا ''ہاں !ایک کریم کا لئیم کے پاس سوال کرنا'' فرزندِ رسولؐ سے بڑھ کر اس زمانے میں کون کریم تھا اور ان اشقیاء سے بڑھ کر کون لئیم تھا۔امام مظلوم کریم بن کریم علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اٹھا کے اُمت جد کے سامنے آئے اور ان لفظوں سے سوالِ آب کیا:

اوگرا تم نے میرے انصار و اہل بیتؑ کو تو قتل کر دیا۔اب ہمارے گھرانے میں یہی صغیر بچہ رہ گیا ہے۔میرے گھر کا تم نے خاتمہ کر دیا۔اب اس معصوم بچے پر تمہیں رحم نہیں آتا۔دیکھو تو سہی یہ بے گناہ اور بے قصور بچہ کس طرح شدّت پیاس سے جل رہا ہے۔تمہیں ترس نہیں آتا۔اس شیر خوار کو تو پانی پلا دو۔اس کے بعد مولا نے معصوم چہرے سے چادر کا دامن ہٹایا۔منہ فوج اشقیاء کی طرف کیا۔اور ساتھ ہی جنابِ اصغرؑ سے فرمایا ''بیٹا تو حجت خدا کا فرزند ہے۔حجت تمام کر معصوم بچے نے سوکھی زبان ہونٹوں پر پھیری، یہ ایسا دردناک منظر اور رقت خیز حالت تھی کہ سنگدل بھی یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ واقعی بچہ تو بے قصور ہے اگر اسے پانی پلا دیا جائے تو کیا جرم ہے فوجِ اشقیاء میں ہمہمہ پیدا ہو گیا۔بعض ظالم تو منہ پھیر کر رونے لگ گئے بعض صاحبِ اولاد شقیوں کے دل بھر آئے آنکھوں سے دیکھا نہ گیا غرض یہ کہ فوج ابنِ سعد کی کیفیت بدل گئی۔اور حسینؑ کے ننھے اصغرؑ نے فوج یزید میں ایک ایسا تاثر پیدا کر دیا کہ سنگدل بھی آنسو بہائے بغیر نہ رہ سکے۔اس واقعہ کو جناب میر انیسؒ مرحوم نے منظوم بیان کیا ہے۔

کی آہ کسی نے کوئی منہ پھیر کے رویا — دامن کسی جلّاد نے اشکوں سے بھگویا
ہر شخص کے اِک تیر لگا قلب پہ گویا — بولا کوئی ایمان بھی گیا دین بھی کھویا

یوں پھول کوئی دھوپ سے مرجھا نہیں جاتا

بچّے کا یہ عالم ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

پسرِ سعد نے فوج کی بدلی ہوئی حالت دیکھی تو فوراً حرملہ کو پکار کر کہا "اِقْطَعْ کَلَامَ الْحُسَیْن" حسینؑ کی بات ختم کر یعنی اس بچّے کا کام تمام کردے۔ واضح رہے کہ یہ حرملہ بن کاہل ملعون کوفہ کا مشہور تیرانداز اور ماہر نشانہ باز تھا۔ تیراندازوں کا افسر تھا۔ اسی شقی وخبیث نے جناب عباسؑ کو بے آس کیا تھا۔ اسی ملعون کی تیر بارانی سے غازی کا بدن چھلنی ہوا تھا۔ اور اسی کے تیر سے غازی کی مشک چھد گئی تھی اور پانی خاک پر بہہ گیا تھا اس زمانے میں اتنے بڑے اور نوکدار تیر ہوتے تھے کہ ایک تیر سے بھی جوان آدمی کا کام تمام ہوسکتا تھا۔ اور بعض اس قسم کے تیر تھے جن کی تین نوکیں ہوتی تھیں۔ کوفہ کے اسلحہ سازوں نے کچھ ایسے ہتھیار خاص طور پر تیار کئے تھے۔ زہراؑ کا گھر برباد کرنے کے لئے نیزوں اور تیروں کی نوکیں تیز کردی تھیں۔ کیونکہ جتنا ہتھیار تیز اور مضبوط ہوتا اسی قدر قیمت زیادہ ملتی تھی۔

اس ملعون نے وہ تیر کمان میں رکھا جس کی لمبائی جناب اصغرؑ کے قد سے زیادہ تھی کہا جاتا ہے کہ اس شقی کا ہاتھ بھی کانپا۔

حرمل نے کئی بار کماں کھینچ کے رکھدی
دیکھا کبھی اصغرؑ کو کبھی تیر کو دیکھا

ابنِ سعد کے حکم سے اس کمینے نے دل کو سخت کیا اور وہ تیر چڑھایا جس کی تین نوکیں تھیں کیونکہ ابنِ سعد کی طرف سے حکم تھا کہ بچہ زندہ واپس نہ جائے۔ معصوم بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پر تھا۔ منھ قومِ اشقیاء کی طرف تھا کہ یہ تیر معصوم کی گردن میں پیوست ہوگیا چونکہ تیر وزنی تھا، اس واسطے ایسا دھچکہ لگا کہ صغیر کا رُخ باپ کے ہاتھوں پر بدل گیا۔ بچہ باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہوگیا۔ بعض روایات میں ہے کہ تیر ایک کان میں لگا اور

نوک دوسرے کان سے پار نکل گئی خون کا فوارہ باہر نکلا اور ربابؑ کا لال باپ کے ہاتھوں پر تڑپ کر ماں کی آغوش برباد کر گیا۔ دستور ہے کہ ماں کا دل ہمیشہ چھوٹے بچے سے بہلتا ہے کم سن بچیاں گود والے بچوں سے بہت مانوس ہوتی ہیں۔ پردیس میں ربابؑ کی آنکھوں کا جو تارا اور دل کا سہارا تھا وہ ٹوٹ گیا اور جناب سکینہؑ کا بہلا وا جاتا رہا حسینؑ کے خزانے میں یہ آخری لال تھا جسے بارگاہِ ایزدی میں پیش کر دیا۔

حسینؑ کے دل پر کیا گزری ہوگی جب کہ کریم کے سوال کا اس طرح جواب دیا گیا۔

عزادارو! حسینؑ کو لاش اٹھانے میں تو کوئی دشواری پیش نہ آئی ہوگی۔ کیونکہ چھ ماہ کا صغیر تھا لیکن ایک دشواری ضرور پیش آئی۔ جو جوانوں کی لاش اٹھانے سے کم نہ تھی۔ ہائے ہائے کس دل سے مولا نے معصوم کی گردن اور کانوں سے تیروں کی نوکیں نکالی ہوں گی۔ جوان بدن سے ٹوٹا ہوا نیزہ نکالنا اتنا دشوار نہیں جتنا کہ معصوم بدن سے تیر کی نوک دشوار ہے۔

مولائے مظلوم نے جب تیر نکالا تو خون کی دھار نکلی جو مولا نے ہاتھوں پر لے لی منہ آسمان کی طرف کر کے کہا: خدایا! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر، ان نابکاروں نے مدد کے لئے بلایا تھا۔ مگر میرا ابھرا گھر آج برباد کر دیا۔ خدایا، میرے پاس یہ آخری قربانی تھی جسے تیرے حضور پیش کر دیا ہے۔

باقی لاشیں تو امام مظلوم خیمے میں لے گئے۔ لیکن کسی مصلحت سے اس شیر خوار کی لاش شہدائے بنی ہاشم کی لاشوں میں نہ رکھی۔ تلوار سے ایک چھوٹی سی قبر کھودی اور اس معصوم میت پر تنہا نماز جنازہ پڑھی۔

عزادارو! وہ شخص کس قدر غریب و بے کس شمار کیا جاتا ہے جس کے ساتھ دفن کرنے کے لئے قبرستان میں کوئی نہ جائے۔ یہ جس کے عزیز پر نمازِ جنازہ پڑھنے والے کم ہوں۔

حضرات! یہ نرالا شہید تھا جس کی معصوم اور ننھی میت پر امام مظلوم نے نمازِ جنازہ پڑھی، پڑھائی نہیں۔ پڑھائی جب ہوتی جب پیچھے کوئی پڑھنے والا ہوتا۔ نمازی مولا کے تمام رخصت ہو گئے تھے، تنہا امام باقی تھا۔ اور تنہا مولا نے ربابؑ کے اس معصوم تارے کو قبر کے سپرد کر دیا۔ مٹی برابر کی۔ قبر بنائی اور دامن جھاڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے، بارِالہٰا! اب میرا گھر خالی ہو گیا ہے میرے پاس مَردوں میں کوئی قربانی باقی نہیں رہی۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیر اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(مجالسِ امام حسینؑ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۰۷)

مولانا سیّد شاکر حسین نقوی سرسوی

مفتاح المجالس

شبِ عاشور اور علی اصغرؑ

وہ روایت جس کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے استاد معظم ''مثیر الاحزان'' میں بیان کرتے ہیں۔ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ نویں تاریخ محرم کو پیاس کی اتنی زیادتی ہو گئی تھی کہ پیاس نے ہلاکت کی نوبت پہنچا دی تھی۔ پانی بالکل نہ تھا یہاں تک کہ مشکیں تک خشک ہو گئی تھیں میں پیاس سے بے تاب تھی اور میرے ساتھ اور بچوں کی بھی یہی حالت تھی میں اپنی پھوپھی زینبؑ کے خیمہ میں گئی کہ ان کو اپنی پیاس کی خبر دوں شاید انھوں نے ہمارے واسطے کچھ تھوڑا سا پانی اٹھا رکھا ہو۔ خدا کسی کو وہ منظر نہ دکھلائے جو جناب سکینہؑ نے دیکھا خیمہ میں پہنچ کر کھڑی رہ گئیں اور اپنی پیاس کا اظہار نہ کر سکیں کیونکہ جناب زینبؑ کی آغوش میں جناب علی اصغرؑ تھے۔ جو ماہیٔ بے آب کی طرح

تڑپ رہے تھے۔ جناب زینبؑ کی یہ حالت تھی کہ کبھی آپ کھڑی ہو جاتی تھیں اور کبھی بیٹھ جاتی تھیں۔ فرما رہی تھیں بیٹا! تیری پھوپھی پر یہ حالت سخت ناگوار ہے کہ جس پانی کے واسطے تو رو رہا ہے وہ تجھ کو نہ پلا سکے۔ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ جب میں نے یہ آواز سنی تو اپنا رونا بھول گئی۔ پھوپھی نے پوچھا سکینہؑ رو رہی ہے میں نے عرض کی جی ہاں میں ہی ہوں۔ میں نے اُن سے اپنی پیاس کا اس لیے اظہار نہ کیا کہ ان کو اور صدمہ ہوگا۔ میں نے کہا پھوپھی امّاں! اگر آپ کسی کو انصار کے خیموں میں بھیجتیں تو شاید کچھ پانی مل جاتا یہ سن کر جناب زینبؑ اُٹھیں گود میں علیؑ اصغر کو لے کر روانہ ہوئیں اور عزیزوں کے خیموں میں پانی تلاش کیا پانی کا کہیں پتہ نہ چلا وہاں سے پلٹیں تو اور پیاسے بچے ہمراہ ہو گئے۔ اب جناب زینبؑ کے دل سے پوچھئے کہ کیا گزری آغوش میں علیؑ اصغر کا پیاس کی وجہ سے تڑپنا اور گرد بچوں کے رونے کی آوازیں پانی پانی جناب زینبؑ بے تاب ہو کر ذرّیتِ حسنؑ کے خیمہ میں بیٹھ گئیں کسی کو انصار کے خیموں میں بھیجا کہ ممکن ہے کچھ پانی مل جائے۔ مگر وہاں بھی کہیں پانی نہ ملا۔ اس کے بعد اپنے خیمہ میں پلٹ آئیں۔ اس وقت قریب بیس بچے جناب زینبؑ کو گھیرے ہوئے تھے۔ ارباب انصاف سے پوچھتا ہوں جبکہ نویں کی شب میں پیاس کی یہ کیفیت تھی تو روزِ عاشورہ کو ان کی پیاس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے صابر گزر گئے مگر تاریخ عالم کربلا کے بچوں کے صبر کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے کیونکہ جب تک امام حسینؑ زندہ رہے اس وقت تو یہ بچے برابر کہتے رہے۔ ”العطش العطش“ لیکن ادھر جبرئیلؑ کی صدا سنی تو آوازوں کا انداز بدل گیا۔ اب کوئی جناب زینبؑ کے پاس نہیں جاتا کہ پانی پلا دیجئے اب تو کوئی کہہ رہا ہے۔ کوئی کہتا ہے وااکبراہ کوئی کہہ رہا ہے وا قاساہ کوئی کہتا ہے واحسیناہ کوئی کہتا ہے واعباساہ۔ جانتے تھے کہ پانی پلانے والے ختم ہو گئے

ہیں ایک بیمار باقی ہے تو وہ اس قابل نہیں میں نے کسی تاریخ یا مقتل میں نہیں پڑھا کہ کوئی بچّہ چوتھے امام کے پاس پیاس کی شکایت لے کر گیا ہو بس خدا ہی جانے شام ہوتے ہوتے پیاس کس حالت پہ پہنچ گئی ہوگی۔ (مفتاح المجالس صفحہ: ۶۷ تا ۶۹)

(علاّمہ سید محمد مہدی)

لوائح الاحزان

بیان شہادت علی اصغرؑ

بادشاہ اسماعیل صفوی کے حکم سے جب حضرت حُر کی قبر کھودی گئی تو بادشاہ نے دیکھا کہ حضرت حُر کے سر پر جنابِ سیدہؑ کے ہاتھ کا رومال بندھا ہے، بادشاہ نے یہ خیال کر کے کہ یہ امام حسینؑ کا رومال ہے تبرکاً چاہا کہ اُس کو لے لیں جب کھولا خون کا فوارہ جاری ہوا ہر چند دوسری تدبیریں کیں مگر خون بند نہ ہوا۔ یہاں تک کہ خون سے ساری قبر بھر گئی۔ اُس وقت پھر اُس رومال کو باندھ دیا۔ فوراً خون بند ہو گیا۔ بادشاہ کو پھر اُس رومال کے لینے کی طمع ہوئی اور کھول لیا پھر خون جاری ہوا۔ جب پھر باندھ دیا گیا تو خون بند ہوا تو اُس وقت شاہ نے اُن کو قبر میں پوشیدہ کر دیا۔ اُن کا روضہ بنوا دیا اور خادم مقرر کر دیا گیا۔ مگر مومنین! نہ معلوم کیا مصلحت تھی کہ جب علی اصغرؑ کے گلے سے خون جاری ہوا تو اس وقت امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کے گلے پر رومال نہیں باندھا بلکہ خون چُلّو میں لے کر آسمان کی طرف پھینک دیا اور باقی معصوم کے بدن پر مل دیا۔ غالباً اس لئے مل دیا کہ شریعت کا حکم ہے کہ شہید کا لباس نہ اُتارو اُسی لباس خون آلود میں دفن کرو۔ شہید کو غسل نہ دو تا کہ جو خون اس کے بدن میں لگا ہے دُھل نہ جائے۔ شہید کو کفن کی ضرورت نہیں اُسی لباس خون آلود میں جو اُس کے بدن میں ہے دفن کر دو تا کہ قیامت میں اسی حالت سے خدا کے سامنے جائے علی اصغرؑ کے گلے کا خون تو امام

حسینؑ نے چلّو میں لے کر آسمان کی طرف پھینک دیا تھا اور باقی بدن اس کا زخمی نہ تھا خون آلودنہ تھا اس سبب سے حضرت نے تمام جسمِ علی اصغرؑ میں خون مل دیا تا کہ ہم گنہگار وں کے واسطے زیادہ ذریعہ شفاعت کا ہو۔

نمرود کا تیر پھینکنا

جب نمرود نے آسمان کی طرف تیر پھینکا ہے تو خدا نے مچھلی کو اس کا نشانہ بنادیا مچھلی نے کہا بارالہٰا! میرا کیا قصور تھا جو نشانہ تیر ہوگئی۔ارشاد ہوا کہ ہم نے اس کے عوض میں سب مچھلیوں سے ذبح کی تکلیف کو اٹھالیا علی اصغرؑ بھی بے قصور نشانہ تیر ہوئے۔اُس کے عوض میں خدا سب شیعوں کے عذابِ جہنم کو دفع کر دیگا۔

پہنچنا علی اصغرؑ کا جناب فاطمہؑ کے پاس

ایک حدیث میں ہے کہ جب کسی مومن کا شیر خوار بچہ مرجاتا ہے تو جناب فاطمہؑ اس کی پرورش کرتی ہیں۔جب قیامت ہوگی تو اس کے باپ کو تحفہ دیں گی۔کیوں مومنین! جب علی اصغرؑ اپنی دادی کے پاس پہنچے ہوں گے اور جناب فاطمہؑ نے اپنے پوتے کو دیکھا ہوگا کہ گلا چھدا ہوا ہے سارے بدن پر خون لگا ہوا ہے۔زخمِ تیر سے اتنا بڑا سوراخ ہے کہ جیسے کسی نے اس کو ذبح کر دیا ہے تو اُن معصومہ کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔

(لوائج الاحزان جلد دوم صفحہ: ۱۷۷تا۱۷۸)

علاّمہ سید محمد مہدی

لوائج الاحزان

لاشِ علیؑ اصغر کو دفن کر دینے کی وجہیں

مومنین سب کی لاشیں تو حضرت قتل گاہ سے خیمے میں اُٹھا لائے مگر علی اصغرؑ کی لاش

خیمہ گاہ کو نہ لائے اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ جناب امام حسینؑ علیؑ اصغر کو رباب ؑ سے یہ فرما کر لائے تھے کہ تمہارے فرزند کو پانی پلا کے لے آتا ہوں۔ اب حضرت کو غیرت معلوم ہوئی کہ ابھی تو پانی پلانے لایا تھا اور ابھی اُس کی لاش لے جا کے اُس کی ماں کو دُوں۔ اب یہ پوچھیے کہ جناب امام حسینؑ نے کسی اور کی لاش دفن نہ کی پھر علی اصغرؑ کی لاش کیوں دفن کردی۔ اس کی کئی وجہیں معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت کو خیال ہوا کہ اور لوگ جو مارے گئے وہ میدانِ جہاد میں مخالفین سے لڑے تھے یہ بچہ تو کسی سے لڑنے نہ آیا تھا۔ محض بے قصور ذبح کیا گیا ہے۔ اگر اس کی لاش زمین پر زیر آسمان پڑی رہے گی تو عجب نہیں کہ ملائکہ میں اضطراب پیدا ہو اور اُس کی وجہ سے دریائے غضبِ الٰہی جوش میں آجائے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ زمینِ کربلا شدّت سے گرم ہو رہی تھی۔ حضرت کو گوارا نہ ہوا کہ ننھی سی لاش کو جو مثل پھول کے نازک تھی اُس جلتی زمین پر شدتِ آفتاب میں رکھ دیں۔ تیسرے شاید جنابِ امام حسینؑ نے خیال کیا ہو کہ جب بعد شہادت ہمارے اہلِ بیتؑ لٹ کر مقتل میں آئیں گے تو اس لاش کو دیکھ کر نہایت بیقرار ہوں گے۔ خصوصاً مادرِ علی اصغرؑ اپنے بچّے کی لاش دیکھ کر عجب نہیں سر و سینہ پیٹتے پیٹتے ہلاک ہو جائیں، چوتھی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ اگر حضرت دفن نہ کرتے تو اشقیاء اُس بچے کا بھی سر کاٹ کر نوک نیزہ پر چڑھاتے۔ اس خیال سے بھی حضرت نے دفن کر دیا۔ پانچویں وجہ یہ بھی سن لیجیے اور اسی پر مجلس ختم ہے۔ عجب وجہ عرض کرتا ہوں۔ یقین ہے کہ آپ کو تاب نہ رہے گی۔ وہ یہ ہے کہ حضرت کو خوب معلوم تھا کہ بعد شہادت کے ملاعین لاشہائے شہداء پر گھوڑے دوڑائیں گے۔ اگر اس بچّے کی لاش زمین پر پڑی رہی تو یہ کیونکر متحمل ہو سکے گا۔ اس پامالی میں ننّھی سی لاش ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔ غالباً ان ہی وجوہ سے حضرت نے سپردِ خاک فرما دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(لواعج الاحزان جلد اوّل صفحہ: ۱۹۷ء)

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

حرملہ کو مختار کے سامنے لایا گیا کہا تجھے قتل کریں گے ہاتھ پیر کاٹیں گے، آگ میں تجھے ڈال دیں گے، تیرے جسم کے اعضاء آگ میں جلائے جائیں گے، لیکن ہم قتل نہیں کریں گے، جب تک تو یہ نہ بتادے کہ تو نے کربلا میں کیا کیا، حرملا نے کہا، امیر قتل کرنا ہے تو قتل کر دے اب ہم سے یہ نہ پوچھ کہ ہم نے کربلا میں کیا کیا۔ رونے لگا حرملہ کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے کہ امیر بس قتل کر دے ہاتھ پیر نہ کاٹ اور یہ نہ پوچھ کہ ہم نے کربلا میں کیا کیا۔ امیر مختار تازیانہ لے کر اُٹھے کہا ظالم جابر تجھ کو بتانا پڑے گا کہ تو نے کربلا میں کیا کیا۔ یہ پورا دربار سننے بیٹھا ہے۔ یہ حسینؑ کی مجلس تھی ذکر علی اصغرؑ تھا۔ قاتلوں سے بھی مختار نے مظالم کا اقرار کروایا ہے۔ کرو ذکر حسینؑ کبھی کبھی قاتل کو بھی ذکرِ مظالم کرنا پڑا تاریخ میں ہے، مختار نے کہا سنا کیا ہوا۔ حرملہ نے کہا امیر جب ہم گھر سے چلے تو ہم نے ترکش میں چھ تیر رکھے چھیوں تیر تین بھال کے تھے ہم نے چونکہ ہم گھوڑے کا شکار کرتے تھے، گائے کا شکار کرتے تھے راستے میں اس لئے بڑے تیروں کی ضرورت ہوتی تھی، بڑے جانوروں کے لئے ایسے تیر استعمال ہوتے تھے، جانور بھاگنے نہ پائے اس لئے ہم تیروں کو زہر میں بجھا لیتے تھے، سارے تیر زہر میں بجھے ہوئے تھے اور میری کمان بڑی تھی جو دو ٹانگ کی تھی، ہمارا تیر جس پر گرے تو ایسا لگے کہ دو من وزن اُس پر گر گیا اور ہمارے نشانے نے کبھی خطا نہیں کی۔ ہم عرب میں بہت اچھے تیر انداز مشہور تھے ہم چلے تو حکم یزید تھا کہ کربلا پہنچو لیکن راستے میں ہم شکار کھیلتے ہوئے چلے ہمیں شکار نظر آیا ہم نے تین تیر شکار پر پھینکے لیکن شکار نہ گرا تیر ضائع گئے میں نے اس کو بدشگونی سمجھا اس لئے میں نے تین تیر محفوظ کر لئے پھر میں نے شکار نہیں کھیلا تین تیر لے کر میں کربلا آیا اور تین مقامات تھے جہاں مجھے بلایا گیا،

کہا بتا کب کب تو نے تیر پھینکا، کہا امیر! بچوں میں شور تھا ہم پیاسے ہیں، العطش العطش ہم نے دیکھا کہ ایک ننھی سی بچی نے اپنے چچا کو مشک دی چھوٹے چھوٹے بچوں نے چچا کو رخصت کیا بچوں میں شور تھا کہ ہمیں پانی پلایئے عباسؑ چلے کہہ کر چلے کہ ہم فرات پر جاتے ہیں پانی لائیں گے پیاسے بچے انتظار میں تھے عباسؑ نے فرات سے مشک بھری مشک سینے پر رکھ کر عباسؑ گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تو عمر سعد نے مجھے کہا حرملہ پانی نہ جائے خیمے میں اگر پانی چلا گیا تو عباسؑ پھر بہت بہادری سے لڑیں گے حسینؑ پھر لڑیں گے تو ہم میں سے ایک نہ بچے گا۔ پانی نہ جائے خیمے میں پانی نہ جائے ہم نے نشانہ لیا عباسؑ کی مشک کا نشانہ اور جب ہم نے تیر چلایا تو مشکِ سکینہؑ میں تیر پیوست ہوا پانی بہہ گیا ادھر پانی بہا اُدھر عباسؑ کا لہو بہا کہا دوسرا تیر کب پھینکا کہا امیر دوسرا تیر نہ پوچھو تمہیں تیسرا تیر بتا دوں کہا اچھا چل تیسرا تیر بتا دے کہا یہ آخری تیر جو میری کمان میں تھا حسینؑ بہت بہادری سے لڑ رہے تھے حملہ کرتے جاتے تھے لشکر کو بھگاتے جاتے، عمر سعد نے کہا حرملہ کچھ ایسا کر کہ حسینؑ گھوڑے سے گر جائیں، میں نے کمان میں تیر لیا اور حسینؑ کی پیشانی پہ لگا، ہو گئی تقریر صرف دو جملے مختار آگے بڑھے اور کہا وہ دوسرا تیر جس کا ذکر نہیں کرنا چاہتا وہ سنا رونے لگا ہاتھ جوڑے کہا امیر نہیں بتا سکتا مختار نے خنجر لیا بازو کاٹے، کہا بتا تجھے بتانا پڑے گا پورا دربار رو رہا تھا فریاد تھی قیامت تھی حرملہ گھبرایا کہا امیر حسینؑ ایک بچے کو لے کر بلندی پر آئے چادر ہٹائی کہا میرا بچہ پیاسا ہے تھوڑا سا پانی پلا دو اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے تین دن کا پیاسا ہے، بس عمر سعد نے کہا اقطع کلام الحسینؑ بس میں گھوڑے کی پیٹھ پر سے اُترا، بیٹھا ایک زانو زمین پر رکھا دوسرا اُٹھایا کمان میں تیر جوڑا تیر چلا کہا کیا ہوا کہا بچہ حسینؑ کے ہاتھوں پر پلٹ گیا۔ حسینؑ نے چلو میں لہو لیا

(عشرۂ مجالس "اقوامِ عالم اور عزاداریٔ حسینؑ" ... لاہور ۱۹۹۷ء)

باب ششم

شہزادہ علی اصغرؑ دانشوروں کی نظر میں

حضرت ربابؑ

نام ونسب:

آپ کا اِسم گرامی رَباب تھا، آپ کے والد قبیلۂ قضاعہ کے سردار تھے، اِن کا نام و نسب یہ ہے۔ امراء القیس بن عدی بن جابر بن کعب بن علی بن برہ بن ثعلبہ بن عمران بن الحاف بن قضاعہ یہ پہلے عیسائی تھے، خلافت ثانیہ کے دَور میں اسلام قبول کیا۔

جناب ربابؑ کی والدہ کا نام ''ھند'' تھا جو ربیع بن مسعود بن مروان بن حصین بن کعب بن علیم بن کلیب کی بیٹی تھیں۔

امام حسینؑ سے نکاح:

آپ سے امام حسینؑ کا نکاح جناب شہر بانُو کے بعد کوفہ میں ہوا۔ شرر صاحب نے اس عقد کا بھی عہد خلیفۂ ثانی میں ہونا ظاہر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جب امرا القیس نے عہدِ خلیفہ ثانی میں مدینہ آ کر اسلام قبول کیا اور قبیلہ اقضاعہ کے سردار بنائے گئے اور باہر نکلنے لگے تو ''الغرض امراء القیس پلٹ کے چلے تھے اور ہنوز خلیفہ ثانی کی صحبت سے باہر نہیں نکلے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰؑ اپنے دونوں صاحبزادوں حسن اور حسینؑ کو لئے ہوئے اُٹھے اور بڑھ کے اس نو مسلم شہسوار عرب کا دامن پکڑ لیا اور کہا چچا، میں علی بن ابی طالبؑ رسولؐ اللہ کا چچا زاد بھائی اور داماد ہوں اور یہ میرے دونوں بیٹے ہیں جو پیغمبر کی بیٹی کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم تینوں آرزومند ہیں کہ ہمیں اپنی دامادی میں قبول کیجئے۔ امراؤالقیس نے یہ درخواست سنتے ہی قبول کی اور کہا اے علیؑ میں اپنی بیٹی محیاۃ تمہارے عقد میں دیتا ہوں اور اے حسن اپنی بیٹی سلمٰی

تمہارے عقد میں اور اے حسینؑ میری بیٹی ربابؑ تمہارے لئے ہے۔ الغرض اسی صحبت میں یہ تینوں عقد ہوئے اور خلیفہ ثانی کے عہد میں رباب کو خاندان نبوت کی بہو بننے کی عزت حاصل ہوئی۔

یہ روایت کئی وجوہ سے محل نظر اور نا قابل اعتماد ہے:-

(۱) سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اس پوری داستان میں کہیں پر یہ نہیں بتایا جاتا کہ حضرت علی علیہ السلام کو بغیر سابق تعارف کے اور بغیر کسی گفتگو کے یہ کیونکر معلوم ہو گیا کہ امراء القیس کی تین بیٹیاں ہیں اور تینوں قابل عقد ہیں؟ یہی خلا اس روایت میں ایسا رہ گیا ہے جو گڑھنے والے کے کاسہ سر کے خلا کی غمازی کر رہا ہے۔

(۲) دوسری وجہ جو فخر الحکماء مولانا سید علی اظہر صاحب قبلہ طاب ثراہ کے افادات سے ہے وہ انہیں کے الفاظ میں یہ ہے:

"مگر قرینہ سے یہ روایت بھی غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ عقد اس زمانہ میں ہوا ہوتا تو حضرت سکینہؑ کی ولادت اسی قریب زمانہ میں ہوتی کیونکہ طرفین میں کوئی صغیر السن نہ تھا۔ حالانکہ اولاد امام حسین میں بجز امام زین العابدینؑ کوئی ایسا نہیں ہے جس نے زمانۂ جناب امیرؑ کو دیکھا ہو چہ جائے کہ خلیفہ دوم وسوم کے زمانہ میں کسی کی ولادت ہوئی ہو جس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ عقد متاخرانہ زمانہ میں ہوا کیونکہ موت خلیفہ دوم ۲۳ھ ہجری میں ہے اور معرکہ کربلا ۶۱ھ میں، تو پھر کس عقل سے کوئی قبول کر سکتا ہے کہ اتنی مدت (۳۷ برس) یوں ہی گزر جائے اور حضرت سکینہؑ آخر عمر میں پیدا ہوں۔ لہٰذا یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ عقد متاخر زمانہ میں ہوا۔ (جواب شر ص ۱۳۲)

(۳) اس پر متزاد رواج خاندان والا سوال ہے جسے جناب شہر بانوؑ کے واقعات کے سلسلے میں لکھ چکا ہوں۔

حقیقت صرف یہ ہے کہ جناب امراء القیس کے دل میں اس کی بڑی تمنا تھی کہ میری لڑکیاں خاندانِ رسالت ہی میں بیاہی جائیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنی بڑی صاحبزادی محیاۃ کا عقد امیر المومنینؑ سے کیا تھا۔ مناقب ابن شہر آشوب وغیرہ میں ازواج امیر المومنین کے نام کے سلسلہ محیاۃ بنت امراء القیس کا نام بھی ملتا ہے اور یہ تذکرہ بھی ہے کہ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئی تھی جو کمسنی ہی میں وفات پا گئیں اور مناقب ہی میں قوۃ القلوب کے حوالے سے یہ مرقوم ہے کہ امیر المومنینؑ کی وفات کے وقت آپ کی ازواج میں سے چار بیویاں زندہ تھیں۔

(۱) امامہ بنت ابی العاص (۲) اسماء بنت عمیس (۳) لیلیٰ التیمہ (۴) اُم البنینؑ۔

اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ محیاۃ بنت امراء القیس کا انتقال امیر المومنین کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔

اسی طرح اُنہوں نے اپنی چھوٹی صاحبزادی رباب کا عقد امام حسن علیہ السلام سے کیا۔ اب رہا یہ امر کہ ان کی کوئی صاحبزادی سلمیٰ تھیں اور ان کا عقد امام حسین علیہ السلام سے ہوا تو اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ امام حسین علیہ السلام کی ازواج میں کہیں سلمیٰ کا نام نہیں ملتا۔

مختصر یہ کہ امراء القیس کا دور خلافت ثانیہ میں اسلام لانا بھی قطعی ہے۔ ان کی دو بیٹیوں کا امیر المومنین اور امام حسین علیہ السلام کے عقد میں آنا بھی مسلّم ہے، لیکن ان سب واقعات کو خلط ملط کر کے اس سے ایک داستان مرتب کر لینا اور یہ کہہ دینا کہ یہ سب باتیں اُسی دن رونما ہوئیں جس دن وہ اسلام لائے یہ محض شرر صاحب اور ان کے ہم مذاق داستان سراوں کی بلند پروازی ہے۔ حقیقت سے اس کو کوئی علاقہ نہیں ہے۔

جناب شہر بانوؑ کے بعد کوفہ میں جنابِ ربابؑ سے عقد ہونے کا قرینہ یہی ہے کہ

امام زین العابدین علیہ السلام جو جناب شہر بانوؑ کے بطن سے تھے۔ امام حسینؑ کی سب سے بڑی اولاد تھے اور انہیں کی ولادت کے بعد جناب شہر بانوؑ کا انتقال ہو گیا، ایسی صورت میں یہی سمجھا جا سکتا ہے کہ دوسری ازواج (جن کی اولاد امام زین العابدینؑ سے بہت چھوٹی تھی) بعد میں امام کے حبالۂ عقد میں آئی ہوں گی۔

اولاد:-

آپ کے بطن سے دو اولادیں ہوئیں۔

اوّل سکینہ: آپ کا نام ''آمنہ'' اور بروایتِ ''امیمہ'' تھا لیکن فرطِ محبت کی وجہ سے والدین نے سکینہؑ (باعث سکون) پکارنا شروع کر دیا اور اب یہ اصل نام سے زیادہ شہرت پا گیا۔ واقعہ کربلا میں جناب سکینہؑ بہت کمسن تھیں عموماً تین چار برس آپ کی عمر بتائی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے ۵۶ھ یا ۵۷ھ میں آپ کی ولادت ہوئی ہوگی۔

دوم عبداللہ الرضیع۔ یہی وہ ششماہہ فرزند تھا جو علی اصغرؑ کے نام سے مشہور ہے اور جن کے خون ناحق نے حسینؑ کی مظلومی کی تصویر میں ایسا شوخ اور پائیدار رنگ بھر دیا ہے جو ابدالآباد تک قائم رہے گا، یہ واضح رہے کہ یہ بچہ ۱۰ محرم کو چھ مہینے کا تھا۔ اس لحاظ سے اس کی ولادت مدینہ سے روانگی کے چند ہی روز قبل ماہ رجب سنہ ۶۰ھ کی کسی تاریخ میں ہوئی ہوگی۔

صاحب ناسخ التواریخ عبداللہ اور علی اصغرؑ کو دو سمجھتے ہیں اور عبداللہ کو واقعہ کربلا میں اتنا بڑا سمجھتے ہیں کہ وہ بعدِ شہادتِ جناب علی اکبرؑ خیمہ سے لرزاں و ترساں باہر نکل پڑے اور ہانی بن بعیث نے ان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔

یہ موصوف کا تسامح ہے کیونکہ حضرت علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد جو چھ بچے باہر آئے تھے اور شہید ہو گئے تھے ان کے نام شیخ مفید اور ابن نما رحمۃ اللہ علیہما نے لکھے

ہیں اور ان میں ایک بچہ عبداللہ نامی بھی ہے مگر وہ عبداللہ بن حسینؑ نہیں ہے بلکہ عبداللہ بن مسلم بن عقیلؑ ہے غالباً نام کی مشابہت نے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔

جناب ربابؑ کی منزلت :-

اہلِ بیتؑ میں اور خود امام حسین علیہ السلام کی نظر میں آپ کی قدر و منزلت بہت تھی بعض کتابوں میں یہ اشعار بھی امام کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔

لعمرك انني لا حب دارا

فكون بها سكينة والرباب

احبهما وابذل جل مالي

وليس لعاتب عندي عتاب

ترجمہ :- تیری جان کی قسم! میں اس گھر کو دوست رکھتا ہوں جس میں سکینہؑ اور ربابؑ ہوں اور ان کے لئے اپنا سارا مال صرف کر سکتا ہوں اور مجھے کسی کی ملامت کی پروانہیں ہے۔

ابوالفرج اصفہانی صاحب آغانی نے ان اشعار کے متعلق ایک واقعہ بھی لکھا ہے۔ بدقسمتی سے مجھے شاعرانہ ذوق بھی ہے اور میں اپنے ذوق کی بنا پر یہ تسلیم کر لینے سے معذور ہوں، یہاں "لعمرک" سے واقعتاً کوئی مخصوص فرد مخاطب کی گئی ہے اور لیس لعاتب عندی عتاب کہہ کر اسی فرد کے عتاب اور ملامت سے بے پروائی کا اظہار کیا گیا ہے۔ عربی ادب ہی نہیں بلکہ ہر زبان میں شعراء اس قسم کا تخاطب استعمال کرتے ہیں جن کا کوئی معین مخاطب نہیں ہوتا، ہم دم، ہم رانہ، ساتھی، دوست اور اسی قسم کے الفاظ ہیں جو آزادی کے ساتھ اشعار میں استعمال کئے جاتے ہیں اور اگر ان الفاظ کی موجودگی سے کوئی یہ ثابت کرنا چاہے کہ شاعر کے کسی دوست نے اس کی ملامت کی

اور اِس نے اس کے جواب میں یہ اشعار کہے ہیں تو اس سے کہنے والے کے ذوق کا ماتم کرنا پڑے گا، اس مفروضہ کو ابو الفرج اصفہانی نے اپنے سلسلہ سند سے ''ملاک بن اعین'' سے نقل کیا ہے جو سنی تھا اور ''مجہول'' تھا چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی لسان المیزان (جلد پنجم ص ۳) میں اس کی مجہولیت کی تصدیق کرتے ہیں اور خود ابو الفرج اصفہانی جو ناقل آخر ہے اس کے معایب و مثالب اس سے بہت زیادہ ہیں کہ حیطہ تحریر میں لائے جائیں یہاں صرف علامہ ابن حجر عسقلانی کا بیان نقل کر دینا کافی ہے۔ علامہ موصوف لسان المیزان میں تحریر فرماتے ہیں۔

کان ابو الفرج الا اصفحانی اکذب الناس کان یشتری شیئا کثیرا من صحف ثم یکون راو ایتکلها منها۔

ابو الفرج اصفہانی اکذب الناس (سب سے زیادہ جھوٹا) تھا اس کا قاعدہ تھا کہ بہت سے اوراق و رسائل خرید لیتا تھا اور انہیں کی مندرجات پر اپنی روایتیں تیار کر لیتا تھا۔

خود ابو الفرج اصفہانی اس کتاب آغانی کی لغویتیں اور اس سے پیدا ہونے والی رسوائیوں سے بخوبی آگاہ تھا۔ چنانچہ وآغانی کے دیباچہ میں لکھتا ہے۔

فتکلفت ذلك علی کراهیة ان ابو ثرعنی فی هذا المعنی ما یبقی علی الایام مخلد اوالی علی تطاولها منسوبا (دیباچہ آغانی)

میں نے اس کام کو اُٹھایا حالانکہ مجھے مکروہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے قلم سے اس موضوع پر ایسی کتاب لکھی جائے جو دور ایام کے ساتھ باقی رہے اور میری طرف منسوب کی جائے۔

مگر افسوس کہ بنی امیہ کی خوشامد اور طمع زر نے اس سے ایسی لغو، لا طائل اور فضولیات سے لبریز کتاب لکھوا ہی دی۔

اب جو روایت آغانی جیسی لغو اور مہمل کتاب میں ہو اس کا راوی اوّل مجہول اور ناقل آخر اکذب الناس لہو ولعب کا دلدادہ اور شجر ملعونہ کا ایک فرد ہو اس کی وثاقت کو معرض بحث میں لانا ہی بیکار ہے مگر ضرورۃً اس پر اتنی تنقید کرنی پڑی۔

دوسرے متعلق واقعات:۔

جنابِ ربابؑ کی زندگی حسرت وآلام کا مرقع تھی، عاشور کے روز پہلے علی اصغرؑ کا داغ دل پر اُٹھایا اس کے بعد امام کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اب سکینہؑ باعث تسکین تھیں۔ اس بچی نے بھی زندانِ شام میں ساتھ چھوڑ دیا اور باپ کی خدمت میں پہنچ گئی۔ مدینہ واپس آ کر جناب ربابؑ دن رات گریہ وزاری میں مشغول رہا کرتی تھیں اور یہ مرثیہ پڑھ پڑھ کر فرزند رسول کو یاد کیا کرتی تھیں۔

ان الذی کان نورا یستفاء بہ

بکر بلاء قتیل غیر مدفون

سبط النبی جزاك الله صالحته

عناد حنبت خسران الموازین

قد کنت لی جبلا صعیا الو زبہ

و کنت تصبحنا بالرحم والدین

من لیتامی و من السائلین و من

یغبی و بادی الیہ کل مسکین

واللّٰہ لا بتغی صھرا الصھر کم

حتی اعیب من الرھل والطین

ترجمہ:۔ (۱) افسوس کہ وہ نور مجسم جس سے ہدایت حاصل کی جاتی تھی، کربلا میں

بے گور و کفن مقتول پڑا رہا۔

(۲) اے سبط رسولؐ! خدا آپ کو ہماری جانب سے جزائے خیر عطا کرے اور آپ کو نقصان میزان محفوظ رکھے۔

(۳) آپ میرے لئے ایک کوہِ بلند تھے جس سے مجھے پناہ ملتی تھی اور آپ ہم لوگوں کے ساتھ رحم اور دینداری کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔

(۴) آپ کے بعد کون ہے جو یتیموں اور سائلوں سے ہمدردی کرے اور فقراء و مساکین اب کس کے پاس جائیں۔

(۵) خدا کی قسم! آپ کے رشتہ کے بعد اب میں دوسرا رشتہ پسند نہیں کر سکتی۔ یہاں تک کہ خاک میں چھپا دی جاؤں۔

ابن اثیرؒ ہمیں بتاتا ہے کہ جنابِ ربابؑ جب تک زندہ رہیں کبھی کسی چھت کے سایہ میں نہیں بیٹھیں بلکہ گرمی ہو یا سردی ہمیشہ زیر آسمان بیٹھی خون کے آنسو روتی رہیں۔

لوگوں نے جناب ربابؑ کے پاس عقد ثانی کے لئے پیغام بھجوایا تھا۔ مگر آپ نے جیسا کہ آپ کے اشعار سے ظاہر ہوتا ہے حسینؑ کے بعد کسی کے گھر جانا پسند نہیں کیا اور اسی عالم کرب و اضطراب میں زندگی کے دن پورے کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ مدینہ آنے کے سال بھر بعد ہی آپ نے دارِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ (مولانا سیّد سعید اختر رضوی ۔سرفراز لکھنو، جون ۱۹۵۸ء متاعِ رباب نمبر)

جناب عبداللہؑ شیرخوار

رفتہ رفتہ ۶۰ ھ میں خلافت رسوائی اور ذلت کے ایسے عمیق غار میں گر گئی جس کے بعد پستی اور ذلت کا کوئی درجہ ہی نہ تھا، معاویہ کا چہیتا اور بدکردار بیٹا یزید، اسلام کے

مقدس رسولؐ کا نائب بنا دیا گیا، پہلے تو معاویہ کی زندگی میں مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت کی کمک اور تائید پر ولی عہد بنتا ہے اور پھر اپنے باپ کے بعد اسلام کا مطلق العنان فرمانروا تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ سوائے چند گنے چنے اشخاص کے بیعت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا اور یہ سب اس وقت ہوا جب مسلمانوں کی مردم شماری لاکھوں تک پہنچی ہوئی تھی اور بکثرت مسلمان ایسے بھی موجود تھے جنہوں نے رسولؐ خدا کی زیارت وصحبت کا مرتبہ بھی حاصل کیا تھا اور بقول مؤرخ ابن خلدون ''صحابہ کی اکثریت یزید کے ساتھ تھی اور اس کے خلاف اقدام کو جائز نہیں سمجھتی تھی۔''

جو کچھ ہوا خدائی منشاء کے بالکل برعکس تھا، اَمرِ اُمت کے جو اصلی وارث تھے انہیں محروم رکھا گیا اور بجائے نصِ خدا اور رسولؐ کے اجماع، استخلاف، شوریٰ اور قہر وغلبہ سے بننے لگے مسلمانوں کا یہ طریقہ کتنا خطرناک اور کس قدر نکمّا تھا، یہ بات پردہ ہی میں رہ جاتی اگر خدا کی جانب سے امام حسینؑ مامور نہ ہوتے کہ یزید کی بیعت سے انکار کے بعد جتنی سختیاں درپیش ہوں ان کا مظلومانہ مقابلہ کیا جائے تاکہ خلافت یزید اور اس کے مبادی ومقدمات اور مسلمانوں کا طریقہ کار سب کچھ اپنے اصلی روپ میں دنیا کی نگاہوں کے سامنے آ جاوے۔

امام علیہ السلام کا اس سلسلہ میں ہر اقدام الٰہی سیاست کا آئینہ دار تھا، طے شدہ لائحہ عمل کے تحت آپ نے سب کچھ کیا۔ اُنہیں یہ بھی حکم ہوا کہ وہ اپنے اہل وعیال اور اطفال کو بھی اپنے ساتھ عراق لے جائیں۔

مدینہ سے قافلہ روانہ ہوتا ہے جناب ربابؑ کی آغوش میں ایک نازک بدن شیر خوار بھی ہے۔ ۲۸ رجب ۶۰ ھ کو سفر شروع ہوتا ہے۔ ربابؑ کا نورِ نظر کربلا پہنچ کر چھ ماہ کا ہو گا لہٰذا بوقت سفر اس کی عمر دو ڈھائی ہفتہ سے کسی طرح زیادہ نہیں ہے۔ ہو

سکتا تھا کہ امام بچے اور اس کی ماں کو وطن چھوڑ جاتے، مگر نہیں آپ نے ایسا نہیں کیا۔ راستہ کی گرمی سفر کی مشقتیں سب ایک طرف اور امام کا عزم محکم ایک طرف کہ وہ عیال واطفال کو بھی اپنے ہمراہ لے جائیں گے، بچے کی پوری عمر سفر میں گزرتی ہے ولادت کے بعد دوڈھائی ہفتہ وطن میں قیام اور صرف آٹھ دن کربلا میں قیام اس کے بعد سفر آخرت۔

کربلا کے واقعہ میں امام کو عبداللہ رضیع کی ضرورت تھی۔ اس لئے باوجود انتہائی کمسنی کے امامؑ نے اپنے ساتھ ہی رکھا۔ کربلا کے واقعہ سے اگر تین دن کی پیاس، شہادت شیر خوار، اسیریٔ حرم کو علیحدہ کر لیا جائے تو پھر واقعہ کی وہ تاثیر باقی نہیں رہ جاتی جتنی ان سب کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

کسی قانون میں بچوں پر بیداد روا نہیں ہے اور پھر ایسا کہ کمسن بچہ جو نہ ابھی زبان سے بولتا ہو، نہ پیروں سے چل سکتا ہو، پھر وہ بچہ کسی معمولی انسان کا بچہ بھی نہ تھا فرزندِ رسولؐ امام حسینؑ کا نورِ نظر یعنی رسولِؐ اسلام کا پوتا تھا اور حسینؑ کے مقابلہ پر آنے والے اُنہیں رسولؐ کا کلمہ پڑھنے والے تھے اور ان کا حاکم اپنے کو اُنہیں رسولؐ کا نائب بتلاتا ہے، اس استبدادی حکومت کا سنگ بنیاد نہ رکھا گیا ہوتا کہ رسولؐ کی اکلوتی بیٹی پر ظلم کے پہاڑ توڑ کر اس کے شکم میں حضرت محسنؑ کو شہید کر ڈالا جاتا تو ہرگز ہرگز ۶۱ھ میں یہ روزِ بد نہ دیکھنا پڑتا کہ رسولؐ کا فرزند اپنے چھ ماہ کے فرزند کو اپنے ہاتھوں پر اتنا بلند کرتا ہے کہ زیرِ بغل سفیدی نمایاں ہو جاتی ہے۔ اور پھر وہ مسلمانوں کے مجمع سے خطاب کرتا ہے کہ اگر تم کو مجھ پر رحم نہیں آتا تو اس کمسن بچے پر تو رحم کرو اسے ذرا سا پانی پلا دو اور جواب میں بجائے رحم کے سہ شعبہ تیر سے بچے کو شہید کر دیا جاتا ہے دیکھنے میں تو سب سے چھوٹی قربانی تھی مگر اپنے دور رس نتائج کے لحاظ سے بڑی عظیم

تھی، کربلا کے واقعہ میں شاید ہی کوئی اتنا بھیانک اور حیرت انگیز واقعہ ہوگا جتنا یہ واقعہ ہے۔امام مامور تھے خدائی مصالح کا تقاضا تھا کہ خلافت کے نام نہاد دعویدار کی ذہنیت اہل دنیا کے سامنے بے نقاب ہو جائے دیکھنے میں علیؑ اصغر شہید ہو رہے تھے اور حرملہ کا تیر ان کے گلوئے مبارک کو زخمی کر رہا تھا مگر واقعہ یہ تھا کہ بے شیر نے وہی تیر پلٹا دیا جو خلافتِ باطلہ کے دل پر جا کر لگا، بانیانِ خلافت کی روحیں تھرّا گئیں اور اُن کی آن میں ان کی تمام کوششیں دم توڑنے لگیں۔ تیر لگنے کے بعد بے شیر اپنے باپ کو دیکھ کر مسکرایا بھی تھا، اپنی اس مسکراہٹ میں علی اصغرؑ نہ معلوم کیا کچھ کہہ گئے یہ مسکراہٹ باپ کی کامیابی پر مبارک باد تھی جس میں ظلم و جور کی طاقتوں کا استہزا بھی سمو دیا گیا تھا، علی اصغرؑ کا تبسّم حق کی فتح کا اعلان تھا، دنیائے انسانیت کی ہمدردیاں حسینؑ کے ساتھ ہو گئیں اور یزید اور اس کا لشکر ملامت و نفرین کا ہدف بن گیا۔ کسی مسلمان کو ایسی اسلامی حکومت سے کیا توقع ہو سکتی ہے جو رسولؐ کے پوتے کو ایک گھونٹ پانی نہ پلا سکے بلکہ سوالِ آب کے جواب میں تیر مار دے۔ علی اصغرؑ اپنی مسکراہٹ میں یہ بھی کہہ گئے کہ مسلمانو! ذرا غور کر لینا عوام کے درد دکھ اور ان کے روٹی کپڑے کا انتظام وہ جابر حکومت کیا کر سکتی ہے؟ جس کے یہاں مجھ ایسے کمسن بچے پر رحم کرنے کی گنجائش نہ ہو اور پھر میں وہ ہوں جس کے دادا رسولؐ خدا کے نام پر یہ لوگ لاکھوں انسانوں پر حکومت کر رہے ہیں۔

علی اصغرؑ کی شہادت سے ہمیں بہت کچھ ملا۔

ہمیں معلوم ہو گیا کہ امامؑ کسی جارحانہ مقصد کے لئے وطن چھوڑ کر نہیں نکلے تھے کیونکہ ایسے مواقع پر کوئی اپنے اہل و عیال اور اپنے اطفال کو ہمراہ نہیں لے جایا کرتا، ہم سمجھ گئے کہ یزید اور اس کی حکومت کس تنگ نظری اور کم ظرفی کے درجہ پر پہنچی ہوئی

تھی اور یہ کہ وہ اصول جن کی بنا پر اسے خلافت ملی ہے کتنے نکمّے ہیں۔ ہمیں معلوم ہو گیا کہ امامؑ اور ان کے بچے پیاس کی کتنی اذیتیں اُٹھا رہے تھے کہ چھ مہینے کے بچے کو ہاتھوں پر بلند کر کے سوال آب کرتے ہیں اگر پانی ہوتا تو اس بچّے کو ضرور سیراب کیا جاتا۔ رونے اور رُلانے کے مقصد میں بھی یہ شہادت کس قدر معین ثابت ہوئی، جو بہر حال ایک بہترین مقصد اور خدا و رسولؐ اور ائمہ طاہرین کی جانب سے اس کی بہت تاکید کی گئی ہے۔

امام علیہ السلام نے بالخصوص اس واقعہ کی جانب اپنے شیعوں کی توجہ اس طرح موڑی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لیتکم فی یوم عاشورا جمیعا تنظرونی

کیف استسقی لِطفلی نا بوا اَن یرحمونی

میرے شیعو! کاش تم سب عاشور کے دن مجھے دیکھتے کہ کس طرح اپنے بچے کے لئے پانی مانگ رہا ہوں لیکن اُنہوں نے مجھ پر رحم کرنے سے انکار کر دیا۔

امام نے کسی اور واقعہ کا ذکر نہیں فرمایا، اس شعر سے پہلے شعر میں اپنے شیعوں سے یہ فرمائش کی ہے کہ جب ٹھنڈا پانی پینا تو مجھ کو یاد کر لینا اور جب کسی پردیسی یا شہید کا حال سننا تو میرے حال پر نوحہ کرنا اور پھر اس کے بعد اپنے طفلِ شیر خوار کے واقعہ کی طرف متوجہ کیا ہے اور تمنا کا اظہار کیا ہے کہ کاش تم لوگ مجھے اس وقت دیکھتے۔

یہی وہ مصیبت ہے جس کے بعد امامؑ نے فرمایا تھا "**حقون کا بی انه بعین اللّٰه**" یہ تمام مصائب میرے لئے اس لئے سہل ہو گئے ہیں کہ انہیں خدا دیکھ رہا ہے، اور بارگاہ الٰہی میں یہ بھی عرض کیا تھا، پروردگار میرا بچہ ناقہ صالح سے تو کمتر نہ ہوگا؟

اور بقول صاحب تذکرۃ خواص الامہ، اس وقت جب کہ بوڑھا باپ اپنے بچے کو

ہاتھوں پر لئے تھا اور اس کے گلے پر حرملہ کا تیر پیوست تھا فضا سے ایک آواز آئی حسینؑ اب اس بچے کو اپنے سے جدا کردو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے۔

اور یہی وہ مصیبت ہے جس کو امام مظلوم نے بھی مصیبت کا درجہ دیا کیونکہ آپ تو اس خانوادہ سے تھے جس نے فلسفۂ مصائب ہی کو نئے روپ میں پیش کیا تھا، مصیبت کو مصیبت سمجھنا اور اس پر صبر کرنا اور ہے مگر آل محمدؑ مصائب کو نعمت سمجھ کر ہمیشہ اس پر شکر کرتے رہے اور یہی شیوہ امام مظلوم کا بھی رہا آخر وقت تک آپ کی زبان مبارک پر اپنے پروردگار کا شکر ہی رہا اور شیعوں میں نماز کے بعد جو سجدہ شکر مستحب ہے جس میں پیشانی کے بعد یکے بعد دیگرے دونوں رخساروں کو خاک پر رکھا جاتا ہے اور آخر میں پھر پیشانی رکھی جاتی ہے اور زبان پر کلمات شکر پروردگار ہوتے ہیں، یہ دراصل امام علیہ السلام کے آخری وقت کے آخری سجدہ کی حکایت اور یادگار ہے، مگر اس کے باوجود امام نے اس طفل شیر خوار کی شہادت کو مصیبت سمجھا صبر کا شاہد یہ ہے کہ آپ نے اس موقع پر کئی بار اپنی زبان مبارک پر کلمہ انا للہ وان الیہ راجعون جاری فرمایا تھا اور یہ نص کلام مجید یہ کلمہ مصیبت ہی کے وقت جاری کیا جاتا ہے۔

امامؑ نے بچے کے گلے کے نیچے چلو لگا دیا تھا چلو خون ناحق سے پُر ہو گیا آپ نے وہ خون آسمان کی طرف اُچھال دیا گویا بارگاہِ الٰہی میں بطور ہدیہ کے پیش کر دیا، امام محمد باقر علیہ السلام کی جانب سے نقل کیا جاتا ہے، آپ فرماتے تھے، اِس خون کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف پلٹ کے نہیں آیا۔

بعض مورخین کے بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ امامؑ اس بچے کو شہادت کے بعد در خیمہ پر لے گئے اور ماں کی گود میں دے کر کہنے لگے اے رباب آزمائش پر صبر کرو اور پروردگار آسمان و زمین کا شکر بجا لاؤ کیونکہ یہ بچہ اب کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ یہاں کی

کیا حالت ہونا چاہیے، کس کے قلم میں اتنی طاقت ہے جو اس کی تصویر کشی کر سکے اتنا معلوم ہوا کہ ماں نے اپنے نازنین کو جو خون میں نہایا ہوا تھا اپنی گود میں لے لیا اور بے اختیار اس کو پیار کرنے لگی اور اس کے چہرہ اور گردن کا خون پونچھتی جاتی تھی او رکہہ رہی تھی "و ابنی امثلك یـخر" ہائے بیٹا کیا خبر تھی تیرا ایسا (کمسن نازنین) بھی ذبح کر دیا جائے گا؟

یہ بھی معلوم ہوا کہ بنی ہاشم کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں اس کے گرد جمع ہو کر بین کرنے لگیں "ہائے افسوس! اس شیر خوار کی حالت پر جس کی دودھ بڑھائی دشمن کے تیر سے ہوئی۔"

امامؑ نے تلوار کے نیام سے ایک ننھی سی لحد کھودی اور بچے کا باقی خون بچے ہی کے جسم پر مل دیا اور اسے خود اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیا اور یوں حسینؑ بندگی کے اس عظیم امتحان میں کامیاب ہوئے جس میں کامیابی خلیل خدا کے مقدر میں بھی نہ تھی اور جس کیلئے ازل ہی سے حسینؑ اور صرف حسینؑ کا انتخاب کر لیا گیا تھا۔

انبیاء و مرسلین کی روحیں حسینؑ کے گرد حلقہ بنائے کھڑی ہوں گی۔ ملائکہ کی صفیں با ادب حاضر ہوں گی۔

رب سموات وارض مباہات فرما رہا ہوگا جب ایک نفس مطمئن اپنے پورے اطمینان کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے اپنے ننھے سے چاند کو خاک میں چھپا رہا ہوگا۔

سرکار سید الشہدا آپ کو عظیم کامیابی مبارک۔ ظاہر میں تو آپ نے اپنے معصوم بچے کی قبر بنائی۔ لیکن واقعہ یہ تھا کہ حضورؑ نے اس کے پس منظر میں باطل اور باطل پرستوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ در گور کر دیا۔ اب دنیا کی کوئی طاقت اسے اتنا نہیں ابھار سکتی کہ وہ حق کو فنا کرنے کا نام لے سکے۔

آپ کے واقعہ شہادت کی یاد رہتی دنیا تک تازہ رہے گی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ آپ کے لاڈلے بے شیر کی قربانی کا ذکر بھی باقی رہے گا۔ اس کو سن کر دنیا آپ کی بے گناہی آپ کے عزم و استقلال، آپ کے حیرت انگیز ثبات قدم کا کلمہ پڑھے گی اور آپ کے فریق مخالف کی درندگی اور بہمیت پر انگشت بدنداں رہے گی۔

جناب علی اکبر علیہ السلام کے لئے تو یہ بات بہت مشہور ہوگئی ہے کہ شبیہ پیغمبرؐ تھے مگر یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ ربابؑ کا ششماہہ بھی بالکل اسی طرح جناب رسولؐ خدا سے مشابہ تھے جیسے اس کا بڑا بھائی مشابہ تھا، چنانچہ بہت سی کتابوں میں آپ کو امام علیہ السلام کے یہ کلمات ملیں گے جو آپ نے شہادت بے شیر کے وقت بارگاہ الٰہی میں پیش کئے تھے۔

"اللّٰھم انت الشاھد علی قوم تلوا اشبھہ الخلق نبیك وجیبك و رسولك"

خدایا تو اس قوم کے خلاف گواہ ہے جس نے اس بچے کو قتل کیا جو تیرے نبیؐ، تیرے حبیب اور تیرے رسولؐ سے سب سے زیادہ مشابہ تھا یہی لفظ "اشبہ الخلق بہ رسولک" جناب علیؑ اکبر کے لئے فرمایا تھا اور پھر اسی کو جناب علی اصغرؑ کے لئے دہرایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ جناب اُمِ لیلیٰؑ کا جوان اور ربابؑ کا بے شیر یہ دونوں ہم صورت تھے اور دونوں کے دونوں جناب پیغمبرؐ خدا کی شبیہ تھے۔

(مولانا محسن نواب ... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء متاعِ رباب نمبر)

حضرت علی اصغر کا تبسّم:

بنی نوع انسان کے ایثار و قربانی کی تاریخ میں کربلا کا یہ ننھا مجاہد ایک ایسا باب ہے جو اسی کے نام سے شروع ہوتا ہے اور اسی کے نام پر ختم ہو جاتا ہے، چھ مہینے کی مختصر

مدت لیکن کارنامے کی وہ وسعتیں کہ پہنائی عالم سما جائے! کہنے کو بچّے کی شہادت لیکن ایسا اہم واقعہ جس نے داستان کربلا کو رنگین سے رنگین تر بنا دیا۔ حقیقت امر تو یہ ہے کہ اگر علی اصغرؑ کی شہادت نہ ہوئی ہوتی تو حسینؑ کی قربانی کی اہمیت میں اچھی خاصی کمی نظر آتی، یا یوں کہئے کہ اس شہادت نے ایک عدیم المثال قربانی میں بھی چار چاند لگا کے اس کی منزلت کو اور اونچا کر دیا'' بہر حال شہادت علی اصغرؑ ایک ایسی ٹھوس حقیقت ہے جس پر عظمت و شرافت اور انسانیت کی بنیادیں استوار ہوئی ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں اس سن کا شاید کوئی ایسا بچہ نکلے جس نے اپنی خاموش کارگزاریوں سے انسانیت کو اتنا بلند کیا ہو جتنا علی اصغرؑ کربلا میں جان دیکر اونچا کر گئے۔

تاریخی واقعات میں تاویلات کی بڑی گنجائش ہے لیکن ہم اُن تمام حالات کو حرف بہ حرف صحیح مان بھی لیں جو موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور دوسرے جلیل القدر پیغمبروں کے عہد طفولیت سے متعلق بیان کئے جاتے ہیں تب بھی انصاف پسندی علی اصغرؑ کی منزلت کو ان سب سے زیادہ بلند دیکھے گی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلاں شیر خوار بچے نے اپنی ماں کی عصمت پر گواہی دی، فلاں نے اپنی بہن کے ٹوٹے ہوئے دل کو تسکین دی، فلاں شیر خوار بچہ دریا میں بہتے ہوئے صندوق کے اندر اپنی ماں کے دل کی دھڑکنوں کو سہارا دیتا رہا، لیکن ان تمام روایات میں انسانی ارادوں کے استحکام تفکر و تعقل کی گہرائیوں اور صبر و سکون کے ساتھ تشکر و امتنان کے امتزاج کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی، یہ سارے کمالات اس بچہ میں نظر آتے ہیں جو کربلا کے مجاہدین کی صفوں میں اپنے باپ کے ہاتھوں پر نبرد آزما ہوا تھا۔

یہ بات بھی سوچنے اور سمجھنے کی ہے کہ علی اصغرؑ کے مقابلہ میں جن دوسرے شیر خوار بچوں کے واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں وہ ساری مثالیں پیغمبروں کے صفوف سے ملتی

ہیں۔ پیغمبر پیدائش ہی کے وقت سے مافوق البشر ہوتا تھا، اس کی خلقت ہی اس لئے ہوئی تھی کہ وہ کیا بات کا اظہار کر کے بندوں کی ہدایت کرے، لیکن علیؑ اصغرؑ نہ پیغمبر تھے اور نہ امام ایسی صورت میں علی اصغرؑ کا کارنامہ پیغمبروں کے معجزات کے مقابلے میں جو تائید غیبی کے سہارے ظاہر ہوئے، بہت بلند نظر آتا ہے، تاریخ کا مطالعہ اگر دقیق نظروں سے کیا جائے اور واقعات پر سنجیدگی کے ساتھ تبصرہ کیا ہو تو یہ کہہ دینے میں باک نہ ہوگا کہ ہمارے دودھ پیتے بچے نے انسانیت کی جو خدمت کی ہے اس کی مثال بڑے بڑے پیغمبروں کے جوانوں کے کارناموں میں بھی نظر نہیں آتی۔

حسینؑ کا ایسا ہیرو نہ صرف نباض فطرت اور عالم شناس تھا بلکہ اس نے کافی غور و خوض کے بعد اپنے مقصد کی تکمیل کا پروگرام بنایا تھا اور اس پروگرام میں علی اصغرؑ ایک مخصوص اور اہم جگہ کے مالک تھے۔ یہی وجہ تھی کہ پروگرام بنتے وقت اگر علیؑ اصغر معرض وجود میں نہیں آئے تھے تو حسینؑ کو اپنے پروگرام کے عملی جامہ پہنانے میں اس وقت تک انتظار کرنا پڑا جب تک کہ علیؑ اصغر پیدا نہیں ہو لئے کون نہیں جانتا کہ دعوت نامے ایک مدت سے آ رہے تھے لیکن حسینؑ نے سفر اس وقت تک شروع نہیں کیا جب تک علیؑ اصغر پیدا نہیں ہو لئے، جوان لڑکی بیمار سہی لیکن پھر بھی ایک نو مولود کے مقابلہ میں صعوبات سفر برداشت ہی کر لیتی مگر حسینؑ نے اس کو وطن میں چھوڑا اور ایک نوزائیدہ بچے کو عصمت و شرافت میں ملفوف کر کے مصیبتوں کے سمندر کی لہروں پر بہا دیا۔

بچہ پیدائشی منصب شناس تھا، اس نے بھی خندہ پیشانی کے ساتھ اس فریضہ کو قبول کر لیا جو ایک سمجھدار باپ نے اس کے لئے مخصوص کر رکھا تھا، مدینہ سے کربلا تک سینکڑوں ایسے مقامات آئے جہاں بے پناہ زحمتوں کا سامنا کرنا پڑا، لحظہ بہ لحظہ سختیاں

آ آ کے حسینؑ اوران کے ساتھیوں کے قدم چوم رہی تھیں ۔ بہت سی ہلاکت کی منزلیں بھی درپیش ہوئیں لیکن تاریخ ہمیں کوئی ایک ایسا واقعہ نہیں بتاتی جہاں علی اصغرؑ کا مزاج برہم ہوا ہو یا اس نومولود کی صحت پر کوئی خراب اثر پڑا ہو۔ ناہموار فضاؤں اور نامطبوع آب وہوا میں بھی اس نونہال کی اسی طرح نشو ونما ہوتی رہی جو عام طور سے مناسب و موافق ماحول میں ہوتی ہے، موسیٰؑ کی زندگی برقرار رکھنے کے لئے فرعون کی زوجہ وسیلہ بنی تھی لیکن مدینہ سے کربلا تک علی اصغرؑ کی جان اور صحت کی نگرانی کس نے کی اس کو یا حسینؑ جانتے تھے یا خود علی اصغرؑ۔ ایک روشن دماغ مفکر بھی ان حالات کو سوچ کر چکرا جاتا ہے اور زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتا۔

چھ مہینہ کی زندگی میں کربلا کے آٹھ دن جو آخری وقفہ تھے کیسے گزرے ! ان واقعات پر کوئی تاریخ تفصیل سے روشنی نہیں ڈالتی ، لیکن ایک بات اتنی واضح اور اٹل ہے کہ اس کو مان لینا ہی پڑتا ہے، وہ یہ کہ علی اصغرؑ نے بھی قافلہ والوں کا پوری طرح ساتھ دیا۔ ان پر پانی بند ہوا تو یہ بھی پیاسے رہے، ان پر بھوک کی مصیبت ڈالی گئی تو ان کی ماں کا بھی دودھ خشک ہو گیا، اسی کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ جس صبر وسکون کے ساتھ بوڑھوں اور جوانوں نے بھوک اور پیاس کے دکھ جھیل لئے اسی طرح علیؑ اصغر نے بھی تمام تکالیف کا ہنسی خوشی خیر مقدم کیا اور پورے سکون قلب کے ساتھ اس گھڑی کے منتظر رہے جب حسینؑ کو ان سے کام لینا ناگزیر ہو جائے گا۔

وہ وقت آیا اور آ کر رہا، عصر سے کچھ پہلے حسینؑ نے آوازِ استغاثہ بلند کی اس لئے کہ مرنے سے قبل جاں نثاروں کو یاد کر لینا شرافت و انسانیت کا تقاضا تھا۔ جب حبیب ابن مظاہر، مسلم ابن عوسجہ، زہیر ابن قین، سے لے کر قاسمؑ ابن حسن، عباسؑ ابن علیؑ اکبر سب ہی کی تصویریں یکے بعد دیگرے آنکھوں کے آگے پھر گئیں اسی کے

ساتھ ساتھ یہ احساس بھی اُجاگر ہوا کہ یہ لوگ ایسے نہ تھے کہ حسینؑ اُنہیں پکاریں اور وہ جواب نہ دیں۔ ہاں ہاں! موت نے اُنہیں مجبور کر دیا تھا، لیکن حسینؑ بھی ان سے بہت جلد ملحق اور ملاقی ہونے والے تھے۔ زخموں سے چور انسان اس لمبے سفر کے لئے جو ایک اہم ترین مقصد کے حصول کے لئے دَرپیش تھا سہارے کی ضرورت تھی، کوئی جوان باقی نہ رہا تھا تو ایک چھ ماہ کی جان ہی کو ساتھ لے لیا۔

علیؑ اصغر کی شہادت کس طرح واقع ہوئی موّرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ حسینؑ اپنی آغوش میں اس بچہ کو میدان جنگ میں لائے اور اس کے لئے پانی مانگا، دشمنوں نے اس ششماہے کی پیاس بجائے پانی کے آب سوفار سے بجھائی اور وہ بچہ اپنے باپ کے ہاتھوں پر شہید ہو گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آوازِ استغاثہ جب خیمہ میں پہنچی تو ایک کہرام برپا ہو گیا، حسینؑ دَرِ خیمہ پر گئے اور مخدراتِ عصمت و طہارت کو تلقینِ صبر فرمائی، ثابت قدم بہن نے عرض کی کہ ہماری گریہ و زاری اس وجہ سے تھی کہ آپ کی آواز استغاثہ سُن کر علی اصغرؑ نے اپنے کو گہوارے سے نیچے گرا دیا ہے۔ حسینؑ نے بچے کو منگا کر گود میں لے لیا اس کے دہان گلو کو بوسہ دے رہے تھے کہ تیر آ کر لگا اور بچہ شہید ہو گیا۔

دونوں روایتوں کو جتنا زیادہ سے زیادہ اختصار کے ساتھ بیان کیا جا سکتا تھا بیان کر دیا، ان دونوں روایتوں میں کون روایت صحیح ہے اس کا فیصلہ ان لوگوں کو کرنا چاہئے جو اس کے اہل ہیں، البتہ دو واقعات ان دونوں روایتوں میں مشترک ہیں اور وہی کربلا کی خونی داستان کو رنگین سے رنگین تر بناتے ہیں ایک یہ کہ علی اصغرؑ کی شہادت باپ کے ہاتھوں پر واقع ہوئی دوسرے یہ کی علی اصغرؑ نے ہنس ہنس کے دنیا کو خیر باد کہا۔ تمام موّرخین اس بات پر متفق ہیں کہ ''بچہ متبسم ہوا اور مر گیا۔''

حیرت ہے کہ زخمی بچہ کو باپ کے ہاتھوں پر کیسے نیند آ گئی؟ اس قلب مطمئن کی مدح کی جائے جس نے طوفان زندگی کو باپ کے ہاتھوں پر سکون موت کے حوالے کر دیا یا ان ہاتھوں کے کعبۂ عصمت کو سجدہ کیا جائے جو نہ کانپے اور جنھوں نے بچّے کی تڑپ کو اس طرح سکون میں بدل دیا کہ وہ پلٹ کے زمین پر نہیں گرا اور مسکراتے ہوئے اپنے مخصوص فریضہ کو ادا کر گیا جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔

علیؑ اصغر کا مسکرانا حقیقتاً ایک دنیا تھی جو سمٹ کر بچے کے ہونٹوں پر آ گئی تھی، یہ مسکرانا نہ تھا بلکہ ایک ایسا مرہم جس نے حسینؑ کے زخم ہائے دل کو خنکی بخشی، ایک ایسا پیامِ امن تھا جس نے متزلزل دنیا کو طلاطم اور برہمی سے بچالیا، ایک ایسا حربہ تھا جس نے استبداد کے قلعے میں رخنے ڈال دیئے اور ایک ایسا نظام تھا جس نے دنیا والوں کے لئے نئی قدریں نئے سانچوں میں ڈھال دیں۔ انسانوں کا وہی خون جو کل پانی سے زیادہ سستا تھا آج شاہان اولوالعزم کی جبروت وسطوت و دولت کے مقابلہ میں بھی گراں ہے اور بہت گراں۔ علی اصغرؑ کے خونِ ناحق کے چند قطرے ان کے خاموش تبسم میں جذب ہو کر آج صحن عالم میں ایک ایسا درخشاں چراغ ہیں جس کی روشنی میں انسان ارتقاء کی منازل طے کرتے ہوئے پستیوں کو بلندیوں میں بدل رہا ہے۔ ہاں ہاں حسینؑ تمہاری ہر قربانی اپنی جگہ پر ایک ایسا منضبط ادارہ تھی جس سے ہر صاحبِ بصیرت آج بھی سبق لے رہا ہے اور ہمیشہ لیتا رہے گا۔

(مرزا جعفر حسین ... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء متاعِ رباب نمبر)

شہادت علی اصغرؑ کی اہمیت:

بصیرت رکھنے والوں کے لئے تاریخ عبرت کے بہت سے سامان فراہم کرتی ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اُس کا اثر محدود ہوتا ہے اور کبھی واقعات کی نوعیت عالمگیر صورت

اختیار کر لیتی ہے۔ تاریخ بظاہر تو چند واقعات کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے لیکن ان میں ربط اور ترتیب، علت اور معلول کا رشتہ اصولوں کی آویزش اس کی تخصیص میں عمومیت پیدا کرتی ہے۔ جو شخص تاریخ کو اس نظر سے پڑھتا ہے وہی اس میں وہ نقوش تلاش کر سکتا ہے جن سے تاثرات کا لازوال خزانہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔

واقعۂ کربلا بھی اسی طرح دیکھے جانے کی چیز ہے جنہوں نے اسے محض قبیلوں کی آویزش کی شکل میں دیکھا ہے وہ اس کی آفاقیت کا راز نہیں پا سکتے، جو لوگ اسے ایک مذہبی جنگ سمجھتے ہیں وہ اس کے اندر چھپے ہوئے انسانی اُصولوں کی اس کش مکش کو نہیں دیکھ سکتے، جس سے عالم انسانی کو اُس وقت تک مفر نہیں جب تک خیر اور شر کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔ واقعۂ کربلا کی آفاقیت کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس کے جس پہلو یا جس چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو پیش نظر رکھا جائے ایسے ہی اصول برآمد ہوتے ہیں جو حق اور باطل، اخلاق اور بداخلاقی، نیکی اور بدی کو ایک دوسرے کے مقابل لا کھڑے کرتے ہیں۔

ان لوگوں کے علاوہ جنہوں نے اس کے ہر پہلو سے سبق اور عبرت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، دوسرے لوگ اس بات کو نظر انداز کر جائیں گے کہ عاشور کے دن جو بہتر جانیں امام حسینؑ کی طرف سے قربانی میں پیش کی گئیں کس طرح ان میں سے ہر ایک اُس کل کا جز ہونے کی حیثیت سے اصولوں کی اسی کشمکش کا خاکہ پیش کرتی ہیں، جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ امام حسینؑ کی طرف سے مرنے والوں یا مارے جانے والوں میں ایک چھ ماہ کا بچہ علی اصغرؑ بھی تھا۔ امام کا سب سے چھوٹا بچہ ہونے کی حیثیت سے وہ بھی رسولؐ اسلام کا گوشت اور پوست تھا۔ وہ تھا تو صرف چھ مہینے کا لیکن اس میں زندگی کی وہ ساری توانائی موجود تھی جو حق و باطل کی آویزش میں اپنے

گروہ کی مکمل نمائندگی کر سکے نجم آفندی کی زبان میں ''عالمِ اصغر'' میں ''عالمِ اکبر'' نہاں تھا اس لئے اگر واقعہٴ کربلا کے تمام اساسی اور اخلاقی پہلوؤں کو پیشِ نظر رکھ کر اس سب سے چھوٹے شہید کی عظیم الشان شہادت پر غور کیا جائے تو اس سے بھی وہی نتائج برآمد ہوں گے جو مجموعی طور پر واقعہ کربلا سے ہوئے۔ فرق اتنا کیفیت میں نہیں کمیت میں ہوگا۔ جز اور کل کی نوعیت میں ہوگا، یہی حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کی عظمت ہے کہ وہ بھی انہیں حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہے جن کی طرف اپنے قدم سے قربانی کی جانب جانے والوں کی عبرت انگیز شہادت کرتی ہے۔

امام حسینؑ اور ان کے ساتھی درحقیقت کربلا کے میدان میں تاریخ اسلام کی اس منزل کی نشان دہی کر رہے تھے۔ جہاں اصولوں کے اصل خدوخال واضح ہوتے ہیں، جہاں اخلاق اور بداخلاقی، اسلامی اور غیر اسلامی کردار کے درمیان خط فاصل کھنچتا ہے جہاں فریبِ نظر حقیقتوں میں تبدیل ہوتا ہے۔ واقعہ کربلا نہ ہوتا تو حسینی اور یزیدی نقاطِ نظر کا فرق واضح نہ ہوتا۔ اندھیرا روشنی سے لپٹا رہتا اور بہت سے لوگ انہیں ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکتے۔ امام حسینؑ کے بچوں اور ساتھیوں پر جو مظالم ہوئے وہ اس پردے میں چھپ جاتا کہ ''جنگ میں سب کچھ جائز ہے'' لیکن کیا اب بھی کسی شخص میں یہ جرأت ہے کہ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کو جنگی کارناموں کا ایک جزو قرار دے کر یزید کے حلیفوں کی حمایت کر سکے!

گھر بھر کے ساتھ ایک چھ مہینے کے پیاسے اور تین دن کے پیاسے بچے کا تصور کیجئے، اُس کی نڈھال گردن اور بند آنکھوں کو دیکھئے، ماں باپ، بہن اور پھوپھی کی پریشانی اور سراسیمگی پر نگاہ ڈالئے اور بتایئے کہ عام حالات میں انسانی فریضہ کیا تھا۔ امام حسینؑ کا فرض یہ تھا کہ وہ اس بچے کی جان بچانے کے لئے پانی حاصل کرنے کی

آخری کوشش کریں۔ اس کی حالت رحم اور یقین سے خالی یزیدی فوجوں کو دکھائیں اور اگر وہ اسے بھی اپنے ظلم کا نشانہ بنانے پر تلے ہوں تو یہ سوچ کر اس قربانی سے بھی دریغ نہ کریں کہ اس کا خون بھی ان کے مقاصد کو تاب ناک بنانے میں معین ہوگا۔

امام حسینؑ کے دل و دماغ میں راہ پانا تو ممکن نہیں اور کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ یقینی طور پر بتا سکے کہ امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر میدان جنگ میں لانا کیوں پسند کیا۔ لیکن انسانی ذہن آثار و قرائن، سیاق و سباق، شخصیت اور کردار سے نتائج نکال سکتا ہے اور اپنی پہنچ کے مطابق علت و معمول کی کڑیاں ملا سکتا ہے تو یقیناً اندازہ ہوگا کہ امام کا یہ فعل محض اضطراری نہ تھا بلکہ یزیدی اخلاق کو ایک ایسی آزمائش میں مبتلا کرنے کی تدبیر تھی جس کے دونوں پہلوؤں میں امام حسینؑ کی جیت تھی۔ اگر یزیدی فوجوں نے اس بچہ کو پانی پلا دیا ہوتا اور اس کی زندگی کے تحفظ کے ذمہ دار بن جاتے تو گویا وہ اُس اسلامی اخلاق یا انسانی اخلاق سے متاثر ہونے اور اس کے سامنے سر جھکانے کا ثبوت دیتے۔ امام حسینؑ جس کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دینے پر آمادہ تھے۔ ایسی حالت میں امام حسینؑ کے مقصد کی فتح ہوتی اور کسی نہ کسی حد تک ضمیروں میں وہ خلش پیدا ہوتی جو فوج کے کچھ ہی لوگوں کو سہی یزیدی کردار سے دُور کرتی۔ لیکن یہ صورت پیش نہیں آئی۔ بلکہ ہوا یہ کہ بچے کے لئے پانی مانگنے، اُس کی بے گناہی کی جانب متوجہ کرنے اور انسانیت کو بیدار کرنے کی سعی کرنے کا جواب اس طرح دیا گیا کہ ایک مشہور تیر انداز نے اپنے تیر سہ شعبہ سے اس ننھی سی جان کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ باپ کا دل ضرور تڑپا ہوگا لیکن جن ہاتھوں پر علی اصغرؑ تھے ان میں لرزش نہیں ہوئی۔ یہ بھی حسینؑ کی فتح تھی کہ یزیدی ظلم ہمیشہ کے لئے بے نقاب ہو گیا کوئی قوم چھ مہینے کے بچے کی پیاس آب تیر سے بجھا کر قیامت تک اپنے

اصولوں اور خیالوں پر فخر نہیں کر سکتی۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت نے یہ بات ثابت کر دی کہ یہ محض امام حسینؑ سے بیعت لینے کے لئے لڑائی نہ تھی بلکہ ان لوگوں کو نیست و نابود کر دینے کی سازش تھی جو کسی وقت بھی یزیدی اصولوں کے خلاف سر اُٹھا سکتے تھے۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ کے بڑھ کر بغاوت کرنے کے خوف سے ہر نوزائیدہ کو قتل کروا دیا تھا۔ یہاں بھی وہی منطق کام کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اسی شہادت نے مصنوعی اسلام کا سر ہمیشہ کے لئے نیچا کر دیا۔ اس نے بد اخلاقی، ظلم و جور اور حُسن اخلاق، رحم و کرم کے درمیان ایسی دیوار کھڑی کر دی کہ اب کبھی کسی قسم کی غلط فہمی کا امکان نہیں ہو سکتا۔

۶۱ھ میں ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم نہیں تھے۔ لیکن انسان اُس وقت بھی جنگ کے مقابلہ میں امن کو اور موت کے مقابلہ میں زندگی کو ترجیح دیتے تھے۔ امام حسینؑ نے امن و صلح کی ساری کوششیں کر لی تھیں جنہیں دشمنوں نے کامیاب نہ ہونے دیا، علی اصغرؑ کا ہاتھوں پر لے کر جانا امن کی آخری کوشش تھی، یزیدی افواج نے اُسے بھی ناکام بنا دیا۔ لیکن ہوا کیا؟ ہوا یہی کہ امام حسینؑ جن حقائق کو نمایاں کرنا چاہتے تھے وہ نمایاں ہو کر رہے اور ایک ننھی سی گردن کے تازہ اور سُرخ خون نے تاریخ کے صفحات پر ایک ایسی داستان لکھ دی جو ہمیشہ انسانوں کو درسِ عبرت دیتی رہے گی۔

(سیّد احتشام حسین ... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء متاعِ رباب نمبر)

کربلا کا ننھا شہید:

کس قدر قیامت خیز تھی وہ ساعت جب فاطمہؑ کے لختِ جگر نے ہاتھ بڑھائے اور شہر بانوؑ نے اپنے کلیجے کا ٹکڑا جس کا منکا ڈھل چکا تھا، جس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں، جس کے ہاتھ پاؤں صرف سانسوں کی گود میں تھے یہ کہہ کر شوہر کو دیا "ابن علیؑ اپنا

معصوم خدا کے سپرد کرتی ہوں۔ ہوا گرم سے لُو کے تھپیڑے میرے بچے کو جھلسا نہ دیں عبا اوڑھا لیجئے اور کلیجے سے لگا لیجئے ڈرتی ہوں کہ کہیں پانی سے پہلے ہی میرا چاند گہنا نہ جائے۔ ہوا کے گرم جھونکے اس پھول کو کملا نہ دیں۔ ابن رسولؐ اللہ دعا کیجئے کہ عمر سعد کا پتھر دل پگھل جائے اور وہ میرے میاں کو چند قطرے پانی کے دے دے۔ آپ بسم اللہ کیجئے ایک عمر وسعد نہیں تو نہ سہی۔ اس کے لشکر میں بہت سے صاحبِ اولاد ایسے ہوں گے جن کی گودیں بھری پڑی ہوں گی، جو بچوں کے باپ ہوں گے۔ میرا بچہ ان کو اپنے بچے کی یاد دلائے گا، ان کے دل تڑپ اُٹھیں گے اور وہ رو رو کر میرے اصغرؑ کو پانی پلائیں گے۔ جلدی کیجئے میں نے غلطی کی کہ اس قدر دیر میں خیال آیا۔ ہاں ابنِ رسولؐ اللہ میں بھول گئی۔ عمر وسعد بھی تو بچوں والا ہے اس کو عداوت آپ سے ہے۔ میرے اصغرؑ نے اس کا کیا بگاڑا؟ اس سے کہیئے کہ میرا بچہ بیعت کو نہیں سمجھتا۔ پیاس نے اِس کا ننھا کلیجہ بھون دیا۔ اِس کو دِکھا دیجئے کہ دو دن میں اس کا چہرہ اتر گیا، زبان خشک ہوگئی، ہونٹوں پر پھپھڑیاں بندھ گئیں۔ اس سے کہئے کہ اس کا دادا علیؑ اور اس کی دادی فاطمہؑ کی مقدس روحیں پوتے کی پیاس پر بلبلا رہی ہیں۔ پانی ہم کو نہ دے، ہمارے خیمے میں نہ آنے دے، اپنے ہاتھ سے زیادہ نہیں، ایک گھونٹ چند قطرے اس کے حلق میں ٹپکا دے، اس کی کیفیت سنا کر میری امانت عمر وسعد تک پہنچا دیجئے اور میرا بچہ یہ کہہ کر اس کی گود میں دے دیجئے کہ شہر بانوؑ کی امانت تجھ کو دیتا ہوں تو مسلمان ہے اور یہ امانت اس باپ کا بچہ ہے جس کے نانا پر تیرے باپ دادا ایمان لائے اور جس کا تو کلمہ پڑھ رہا ہے۔

دنیا میں اس واقعہ پر آسمان اس منظر پر اور زمین اس کیفیت پر جب بھی اور اب بھی روئی اور روئے گی، امام حسینؑ نے بچہ کو لے کر چلنے کا قصد کیا تو دوسرا قدم ایک سر

پر پڑا جوردا میں لپٹا ہوا امام کے پاؤں پر رکھا تھا۔ سر اُٹھایا تو دیکھا کہ جان جانی بہن زینب بنت علیؑ کی پاؤں پڑی ہے بیتاب ہو کر فرمایا۔

زینب مجھے اس کا علم نہ تھا کہ میری وجہ سے تجھ پر اور تیرے پیاروں پر یہ مصیبت آئے گی اور تیری ماں حسینؑ کو اس لئے پال رہی ہے کہ اس کی وجہ سے زینب اور اس کو یہ وقت دیکھنا پڑے گا۔ قیامت کے روز تیری ماں اور باپ دونوں میری بے گناہی کی گواہی دیں گے جب خیال آتا ہے کہ تیرے بچے تین دن تک پانی کے ایک ایک قطرے کو ترستے ہوئے رخصت ہوئے تو کلیجہ کٹ جاتا ہے۔ ان کے پھول سے چہرے کملا گئے اور چاندی صورتیں سنولا گئیں مگر کیا کرتا۔ مجبور ولاچار تھا۔

زینب کی چیخ سے خیمہ گونج اُٹھا اور پھر قدموں پر گریں اور کہا، قربان جاویں اس صورت کے جو ماں اور باپ دونوں کی صورتیں یاد دلا رہی ہیں بھیا کیا کہہ رہے ہو۔ زینب کا دل خود ہی زخمی ہے۔ اس کے زخم پر نمک نہ چھڑ کو عونؑ اور محمدؑ اصغرؑ پر قربان کئے زینب اور اس کا تمام گھر اس صورت میں نثار، خوش نصیب ہوں کہ زندگی کی آخری گھڑیاں ان قدموں سے گزریں اور موقع ملا کہ ماں کے دودھ کا اثر عمر وسعد کو دکھا دوں اور جفا کاروں کو بتا دوں کہ خاندان رسالت کی عورتیں کس بے جگری سے میدان میں آتی ہیں اور ماں باپ کی امانت پر اپنے بچے قربان کر دیتی ہیں۔ حسین کربلا کے میدان میں زینبؑ سے زیادہ خوش نصیب کوئی نہیں جس کو ماں سے سرخرو ہونے کا موقع ملا۔ بھیا میں کچھ اور عرض کرتی ہوں۔ شہر بانو ناتجربہ کار ہے اور اس کو عرب کا حال معلوم نہیں۔ بنو امیہ اور بنو فاطمہ کے تعلقات کی اس کو کیا خبر۔ سیدھی سادھی بیگم ان کھڑ پچیوں کا حال کیا جانے۔ یہ کیا سمجھے کہ عمر وسعد آل رسولؐ کے بچہ بچہ کا دشمن ہے خون کا پیاسا ہے۔ بھیا میرا دل دھڑک رہا ہے، ہاتھ پاؤں میں

سنسنیاں آ رہی ہیں۔ للہ حسینؑ میرے بچہ کو دشمنوں میں نہ لے جاؤ، بلائیں لوں اس چاند سے مکھڑے کی، مجھے ڈر ہے کہیں ظالم اس کو نقصان نہ پہنچائیں۔ دل کو اتنی دیر سے سنبھال رہی ہوں اور کہتی ہوں لاکھ سنگ دل ہوں، مگر اولاد والے ہیں معصوم پر ہاتھ نہ اُٹھے گا لیکن دل نہیں مانتا اور یہی ڈر لگتا ہے کہ اس کی جان لے کے بے ایمان کوئی گل نہ کھلائیں۔ میری پیاری پیاری بھاوج خدا تیری مامتا ٹھنڈی رکھے اور اصغر کی ہزاری عمر ہو۔ مگر ہائے کیا کروں دل نہیں مانتا اتنا کہہ کر بی بی زینب بچے کے چاروں طرف پھریں اور کہا ''جانتی ہوں موت سر پر آ گئی مگر اس کی آئی مجھ کو آئے، ہائے میں زندہ رہوں اور اصغر ظالموں کے پھندے میں پھنسے، میرے بچے موجود ہوں اور شہر بانو کی گود خالی ہو۔ بی بی تمہاری ضد ہے بھیج دو بھیا میرا بچہ میری گود میں دو اس کو رخصت کروں۔ بی بی زینب نے پڑھ پڑھ کر بچے پر پھونکا اور اس کے ننھے ننھے ہاتھ پاؤں سر آنکھوں سے لگائے اور رو رو کر کہا اچھا لے جایئے۔ دنیا کے پردے پر اور حیات انسانی کی تاریخ میں اس سے پہلے ہی نہیں اس کے بعد بھی وہ قیامت خیز گھڑی نہ آئی کہ وہ شخص یا گروہ جو کھانے اور پانی سے پوری طرح سیراب ہو رہا ہے اس شخص کے خلاف جس کے نانا کا کلمہ پڑھ رہا ہو اتنا کٹر اور پتھر ہو جائے کہ عورتوں اور بچوں پر ظلم توڑے، اور تیوری پر بل نہ آئے بچہ کو گود میں دیکھ کر عمر و سعد نے قہقہہ لگایا اور لوگوں سے کہا حسینؑ کوئی مشکیزہ لا رہے ہیں پانی بھر دو مگر مزا جب ہے کہ پانی کے ساتھ ہی مشک اور حسینؑ پانی کو ترستا ہوا دنیا سے اُٹھے۔ دیکھو پورا انتظام کرو ایک قطرہ پانی کا حلق میں نہ پہنچے۔

جس وقت ہوا آگ کے شعلوں میں نہا رہی تھی، جب کربلا کا میدان زمین و آسمان سے انگارے اُگل رہا تھا اس وقت صبر و رضا کا ایک مجسم نمونہ عمر و سعد کے

سامنے اس گھوڑے پر سوار کھڑا تھا جس کی زبان پیاس کے مارے باہر نکل آئی تھی اور حسرت و یاس سے مڑ مڑ کر اپنے سوار کے قدموں پر آنکھیں مل رہا تھا۔ رسولؐ عربی کا کلمہ پڑھنے والے مسلمان آئین قدرت کا تماشا دیکھیں، روئیں، چلائیں، چیخیں اور پیٹیں اس گھوڑے کا سوار وہ سوار ہے جو ان کے مولا اور آقا کے کندھوں پر سوار ہوا۔ یہ دھوپ میں جلنے اور جھلسنے والا انسان بنتِ رسولؐ کا دودھ پی کر اور علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ہاتھوں میں کھیل کر جوان ہوا ہے۔ یہ زبان جو آج خشک ہے اور جس میں کانٹے پڑ چکے ہیں اس کو خاتم النبیینؐ نے بوسے دیئے ہیں انسانیت رو رہی ہے۔ عقیدت سر پٹک رہی ہے اور مروت منہ پیٹتی ہے جب دیکھتی ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ نے عبا کا دامن اُٹھایا اور معصوم اصغرؑ کا پسینہ پونچھ کر فرمایا۔

حاشا اور کلا عمرو سعد تین روز کیا اگر تین مہینے اسی طرح گزر جاتے پانی اور دانہ اُڑ کر منہ میں نہ جاتا آگ اس جسم کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی اور گرمی کے شرارے جسدِ خاکی کو پھونک دیتے مگر تیری طرف رُخ نہ کرتا اور تجھ سے بات نہ کرتا لیکن جس نام کا کفش بردار ہوں جس کی لگن دل کو لگی ہوئی ہے جو جان اور ایمان ہے اس کی بشریت پر تھی ان شاہد ہے اس لئے عمرو سعد مامتا کے درد سے مجبور اور تجھ کو انسان نہیں صاحبِ اولاد سمجھ کر شہر بانوؑ نے اس معصوم کو تیرے پاس بھیجا ہے۔ دیکھ اس کی زبان ہونٹوں سے باہر آ گئی۔ اس کی آنکھیں بند ہیں اور اس کا حلق خشک ہے۔ دنیا کا عیش اور زندگی کی بہار تجھ کو اور تیرے ساتھ یزید اور ابن زیاد کو مبارک ہو۔ مگر میرے کلیجے کا ٹکڑا اس دنیا میں تھوڑی دیر کا مہمان ہے۔ دیکھ عمرو سعد دیکھ اس کی سانس کی کی کیفیت ہو رہی ہے۔ مجھ کو نہیں اصغرؑ کو اس کی معصومیت دیکھ کر زیادہ نہیں پانی کے چند قطرے پلا دے۔ تاریخ تیرے اس عمل پر فخر کرے گی۔ اس کا پھول سا چہرہ اور یہ

نازک جسم لو کے تھپیڑوں کو برداشت نہیں کر سکتا جلدی کر اور اپنے ہاتھ سے میرے معصوم کے حلق میں پانی کے دو قطرے ٹپکا دے۔

اور دیکھ ان ہونٹوں کو جو خشک ہیں ان کی زبان سوکھ گئی اور اس کی صورت مرجھا رہی ہے۔ آگے بڑھ کر انسان اور انسانیت کو بٹا نہ لگا۔ شہر بانو اور بنت علیؑ خیمے کے دروازے پر کھڑی جھانک رہی ہیں کہ تو اس پیغام کا کیا جواب دیتا ہے۔ دونوں کی دونوں نے کلیجے کا ٹکڑا اس حالت میں کہ ان سے ہمیشہ کو جدا ہوتا ہے۔ تیرے پاس بھیج دیا۔ یزیدی لشکر کی بیس ہزار آنکھوں میں ایک آنکھ بھی سرمہ انسانیت سے مزین نہ نکلی۔ ان کے قلب کی سیاہی چہروں تک پہنچ چکی تھی۔ انسان نہیں جانور اور جانور نہیں پتھر تھے کہ دودھ کو ترستے اور پانی کو پھڑکتے معصوم کی اس کیفیت کا ماری ماں کے پیام اور باپ کی التجا کا استقبال قہقہوں سے کیا۔ کیسا نازک وقت ہے کہ اس ہولناک میدان میں آفتابِ آتش بار کے سائے میں کھڑا ہونے والا انسان اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد عمر وسعد کی طرف اس توقع سے دیکھتا ہے کہ انسانیت کے قدم آگے بڑھا کر محبت کے ہاتھوں سے میرے معصوم کو گود میں لے گا۔ مگر میدان کربلا عمر وسعد کے حکم سے گونجتا ہے "حسینؑ کا بچہ زندہ نہ جانے پائے"

ہوا لرز رہی تھی اور پہاڑ تھرا رہے تھے۔ جب امام حسینؑ نے یہ الفاظ سن کر اپنے چاند کو دامن سے چھپانے کی کوشش کی عبا ہاتھ میں تھی اور کلیجہ دھڑ دھڑ کر رہا تھا کہ ابن کاہل حرملہ کا تیر معصوم گلے کو چھیدتا ہوا امام کے بازو میں دھنسا۔

قیامت کی مصیبت اس سے زیادہ نہ ہوگی کہ معصوم نے جس کے حلق میں آر پار تیر گھسا ہوا ہے جو باپ کی گود کو اپنے خون سے شرابور کر رہا ہے آنکھ کھولی اور باپ کو سوکھی زبان دکھا کر ہمیشہ کے واسطے بند کر لی۔ چکر آیا پاؤں کانپ گئے جس وقت علی

اصغر نے باپ کی گود میں آخری سسکی لی۔ حسینؑ ابن علیؑ کا مہمان دم توڑ چکا تھا۔ بچے کو زمین پر لٹا کر اپنے ہاتھ سے تیر نکالا اور بچہ کو سینہ سے لگا کر خیمے کا رُخ کیا دونوں نند بھاوجیں دروازے پر کھڑی تھیں۔ امام حسینؑ کو لہولہان دیکھ کر دل ہوا ہو گیا۔ زینب چکرا کر گریں اور شہر بانوؑ یہ کہہ کر آگے بڑھیں۔ ہائے کیا ہوا۔

امام حسینؑ نے بچہ کی لاش بیوی کی گود میں دی اور زینب کو اُٹھا کر کہا۔ لے بہن تیرا لعل حوضِ کوثر کے قطروں سے سیراب ہو گیا۔ خیمے میں کہرام مچ گیا، بی بی زینب نے حضرت شہر بانوؑ سے کہا، بھاوج چھ مہینے کی کمائی کربلا کے میدان میں لٹا دی، میرے بچے کو میرے مہمان کو تم نے بھوکا پیاسا گھر سے نکالا۔ شہر بانوؑ اس کی خدمت تم کو وبال ہو گئی۔ ہائے کس پیار سے ہمک کر میری گود میں آیا اور کیسی حسرت سے آخری نظر مجھ پر ڈالی۔ ارے نہیں شہر بانوؑ نہیں اس کو نکالنے والی، اس کو مارنے والی پھوپھی میں ہوں۔ بھابھی کی گود میں میں نے دیا۔ پانی پینے میں نے بھیجا۔ ارے خدا کے لئے بتاؤ میرے قصور کی کیا سزا ہے۔ اماں اور نانا کو حشر میں کیا منہ دکھاؤں گی۔ جب وہ کہیں گے کہ اصغرؑ کو شہادت کے واسطے تو نے بھیجا لاؤ میرے بچے کو میری گود میں دو شہر بانوؑ لاؤ، اپنے بچے کی قمیص بدلوں یہ خون میں لتھڑی قمیص مجھے دو اس پر قربان ہوں اس کو سر پر رکھوں، اس کو آنکھوں سے لگاؤں، زین العابدینؑ، لو بھائی کے سہرے کا ارمان تھا، اصغر دولہا بنا۔ اس کی برات چڑھ رہی ہے۔ اس دولہا کو گود میں لے کر دلہن بیاہنے جاؤ۔ بھائی کے ہاتھ کانپیں گے۔ مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے کس دل سے اصغرؑ کو قبر میں رکھیں گے۔ اے کربلا تیری گود میں آج میری گود کا کھیلنے والا آتا ہے جو میرے سینے پر لوٹتا تھا جو ہمیشہ شہر بانوؑ کے ہاتھوں میں سوتا تھا وہ آج تیری گود میں سوئے گا۔

بھابھی میرے مہمان کی صورت ایک دفعہ اور دیکھ لو یہ صورت آنکھ سے اوجھل ہوتی ہے اور اصغرؑ ہمیشہ ہمیشہ کو جاتے ہیں۔ بیٹا پھوپھی کا قصور معاف کر دینا، دادا، دادی سے میری شکایت نہ کرنا کہ پیاسے گھر سے نکالا تم چلو میں بھی آتی ہوں۔ رات کو اگر دشمنوں نے فرصت دی تو قبر پر آ کر لیٹوں گی۔ چمٹوں گی، لپٹاؤں گی، آج تک میری اور شہر بانوؑ کی گود تھی اب دادا دادی کے پاس جاؤ خدا حافظ ونگہبان ہے۔

کس دل سے امام عالی مقام نے علی اصغرؑ کو دفن کیا، اس کا اندازہ آسان نہیں ہے قصد کیا کہ سیدھے میدان جنگ میں پہنچ کر اصغرؑ کے خون کا بدلہ لیں مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ ناموس رسولؐ خدا کے سپرد کروں اور یہ دم جو باقی رہے ہیں آخری مرتبہ ان کو اور دیکھ لوں، خیمہ میں داخل ہوئے تو خون ابھی بازو سے بہہ رہا تھا۔ کپڑے خونم خون تھے۔ بیوی اور بہن کو معصوم اصغرؑ کے صدمہ سے ابھی تک یہ خبر بھی نہ تھی کہ بچہ کے ساتھ باپ کے بازو سے بھی فوارہ چھوٹ رہا ہے۔ سب سے پہلے بی بی زینب کی نظر امام حسینؑ کے خون پر پڑی۔ ہائے بھائی کہہ کر لپٹ گئیں اور بدحواسی سے چیخ کر کہا۔ ارے جلدی پانی لاؤ، زخم دھوؤں پھر خیال آیا تو کہا ارے بھول گئی، پانی کہاں پانی تو آلِ رسولؐ پر یزید کے حکم سے بند ہوئے تین روز گزر گئے۔ سر سے رِدا اُتاری اور بھائی کا بھاز و کھول کر کہا۔ قیامت کے روز اسی طرح نانا جان کے حضور میں عرض کروں گی کہ آپ کی اُمت نے میرا سر ننگا کیا۔ (ماخوذ از سیّدہ کا لال)

(علامہ راشد الخیری ...سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء متاعِ رباب نمبر)

حضرت علی اصغرؑ کا جہاد:

برٹرینڈ رسل نے صحیح لکھا ہے کہ جنگ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) انسان کی فطرت کے ساتھ جنگ۔

(۲) انسان کی انسان کے ساتھ جنگ۔

(۳) انسان کی اپنے نفس کے ساتھ جنگ۔

انسان کی فطرت کے ساتھ جنگ کے معنی ہیں اُن مصائب سے بچنے کی کوشش کرنا جو فطرت کے علم سے ناواقفیت کی بناء پر پیدا ہوتے ہیں۔ اس جنگ کے معنی کسبِ علم کے ہیں۔ فطرت پر فتح حاصل کرنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ انسان قوانینِ فطرت کو بدل سکتا ہے یہ اُس کے حدودِ اختیار سے باہر ہے صرف اُن کو سمجھ کر اُن سے فائدہ اُٹھانا اُس کے لئے ممکن ہے۔ یہ جنگ ہمیشہ سے جاری ہے اور اس میں ایک حد تک انسان کو کامیابی بھی نصیب ہوئی ہے۔

انسان کی انسان کے ساتھ جنگ وہ ہے جسے بعض فلاسفہ تنازع البقاء سے تعبیر کرتے ہیں۔ اِس میں شک نہیں کہ انسان کی انسان کے ساتھ جنگ کا سبب نفسانیت ہے نوعِ انسانی مختلف ملکوں، نسلوں، قوموں اور جماعتوں میں تقسیم ہوگئی ہے اور اس کا مفاد مشترک نہیں رہ سکا ہے اس لئے ان میں تصادم ہوتا رہتا ہے۔

رسل کے نزدیک انسان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کے خلاف نبرد آزما ہوتا ہے۔ اس جنگ میں فتح پانا ہی اُس کے ارتقاء کی آخری منزل ہے اور اُس کا خیال ہے کہ انسان اب اُس منزل پر پہنچ چکا ہے۔ جب ابنائے نوع کے ساتھ جنگ اُس کے لئے مفید ثابت نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اب جنگ کے معنی پوری نسلِ انسانی کی تباہی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں۔ اب اگر فلاح و بہودی کی خواہش ہے تو وہ صرف اسی طرح پوری ہوسکتی ہے کہ بنی نوعِ انسان باہمی اشتراکِ عمل سے کام لے اور ''جیو اور جینے دو'' کے اُصول پر عمل پیرا ہو جائے۔ رسل کا خیال ہے کہ اب انسانی ارتقاء کے اُس آخری دَور کا آغاز ہو رہا ہے جب اُس کو اپنے نفس

کے خلاف جہاد کرنا ہے اور اسی پر اُس کی ترقی بلکہ وجود کا انحصار ہے۔

ایک زمانہ وہ تھا جب انسان غلامی کی زندگی بسر کر رہا تھا لیکن غلامی کی لعنت ختم ہو گئی، پھر آزادی کا دور آیا اور اپنے ساتھ بہت سی نعمتیں اور مسرتیں لایا لیکن آزادی کے ساتھ قومی اور ملکی تفریق کی لعنت پانی ہوئی اور اس کے نتیجہ میں خوفناک عظیم جنگوں سے دنیا کو دوچار ہونا پڑا۔ اب جو دَور آ رہا ہے وہ باہمی اشتراکِ عمل کا دَور ہے۔

واقعہ کربلا جس زمانہ میں رونما ہوا وہ غلامی کا دَور تھا۔ انسان انسان کے ساتھ جنگ آزما تھا۔ شہنشاہیت فرعونیت کے تخت پر متمکن تھی۔ ''نفسانیتوں اور خواہشات کی پیروی مذہبی عوام کا مقصدِ حیات تھا۔ ایسے زمانہ میں جب کہ آزادی کے نام سے بھی لوگ واقف نہ تھے۔ نوعِ انسانی کی وحدت کا تصوّر اُس دَور کے انسان کی دماغی سطح سے بہت بلند تھا۔ اسلامی تعلیم کی روح سے لوگ ابھی تک ناواقف تھے۔ پیغمبرِ اسلام نے اُنہیں انسانیت کا جو درس دیا تھا۔ اُسے مسخ کرنے کی کوششیں مسلسل جاری تھیں اور ان میں دشمنانِ اسلام کو بہت نمایاں کامیابی حاصل ہو چکی تھی۔ حکومتِ الٰہیہ کا تصور جس کی بنیاد ''خلقِ خدا'' کی فلاح پر ہے ذہنوں سے مٹ چکا تھا۔ اس کے بجائے ایسے عقائد گڑھ لئے گئے تھے جن سے ملوکیت کے مظالم کی پردہ پوشی کی جا سکے۔ بلکہ ان کے لئے شرعی جواز پیدا ہو سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے عدلِ الٰہی کا انکار کیا گیا عقیدۂ جبر کی ترویج کی گئی۔ اولوالامر کی اطاعت کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا تھا اس سے مراد سلاطین لے لئے گئے اور اس طرح حاکمِ وقت کے اقوال وافعال کو معیارِ حق قرار دیا گیا۔ امام حسینؑ نے اس کی مخالفت کی جس کے نتیجہ میں واقعہ کربلا رونما ہوا۔

رسل نے جنگ کی جتنی قسمیں کی ہیں واقعہ کربلا میں سے کسی قسم کے ماتحت نہیں

آتا اس لئے کہ اُس نے جو قسمیں کی ہیں وہ نوعِ انسانی کے مدارجِ ارتقاء کے لحاظ سے ہیں اور واقعہ کربلا اپنی نوعیت کے اعتبار سے تمام جنگوں سے مختلف ہے۔ بظاہر وہ بھی انسان اور انسان کے درمیان جنگ کے ماتحت آتا ہے اور بنی امیہ نے کوشش بھی یہی کی کہ اسے دو شہزادوں کی جنگ سے تعبیر کیا جائے لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور آج ہر شخص جانتا ہے کہ یہ دو نظریوں کی جنگ تھی۔

چونکہ یہ نظریہ کی جنگ تھی اس لئے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امام حسینؑ فاتح تھے باوجود اس کے کہ مادی طور پر شکست اُنہیں کو ہوئی اور یزید مفتوح ہے اس لئے کہ وہ اپنے نظریہ کو اُن سے نہ منوا سکا اور نہ دنیا نے اُس کے اصول کو حق تسلیم کیا۔

امام حسینؑ نے کربلا میں جو جنگ کی اُس کے بہت سے پہلو ہیں اور جب تک وہ سب پہلو پیش نظر نہ رکھے جائیں کوئی صحیح نتیجہ نکالنا ممکن نہیں ہے۔

(۱) کربلا کی جنگ میں امام حسینؑ کے دشمنوں کے جنگ کے محرکات وہی خواہشات تھے جو ساری دُنیا کی جنگ کا سبب ہوتے ہیں لیکن ایک فرق یہ ہے کہ عام طور پر سلاطین ملک و مال کے لئے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔ یزید کی جنگ کا مقصد اس کے علاوہ ایک یہ بھی تھا کہ وہ رسولؐ کے نواسے سے اپنے کو صحیح خلیفہ رسولؐ تسلیم کرالے تاکہ اُس کے اقوال و افعال کو مذہبی سند حاصل ہو جائے اس بنیادی مقصد میں وہ ناکام رہا اس لئے اُسے شکست ہوئی اور امام حسینؑ کو فتح!

(۲) امام حسینؑ کی جنگ دفاعی جنگ تھی لیکن اگر وہ محض دفاعی جنگ ہوتی تو دفاع میں ناکامی کے معنی یہ ہوتے کہ اُنہیں شکست ہوگئی اسی لئے امام حسینؑ نے جان کے تحفظ سے زیادہ اس اَمر پر زور دیا کہ وہ اپنے نظریۂ حیات کو دنیا کے سامنے پیش کر دیں اور یزیدی پروپیگنڈا اُسے مٹا نہ سکے۔ اس مقصد میں اُنہیں کامیابی ہوئی۔ اُموی

فلسفۂ حیات کا پول کھل گیا اور امام حسینؑ کا فلسفہ دنیا کے سامنے آ گیا۔اس اعتبار سے امام حسینؑ کو فتح ہوئی اور یزید کو شکست۔

(۳) امام حسینؑ کے لئے یزید سے جنگ کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ وہ اپنے نفس سے جہاد کر کے اُسے حق کے راستے پر برقرار رکھ سکیں اور شخصی منفعت پر نوعی مفاد کو مقدم قرار دے سکیں۔ یہ انسانیت کی وہ بلند ترین منزل ہے جس کا آغاز رسل کے نزدیک اب ۱۳ سو برس کے بعد ہو رہا ہے۔ اس جنگ میں آج سے تیرا سو برس پہلے امام حسینؑ نے فتح حاصل کی اور ایسی فتح حاصل کی کہ ساری دنیا نفسِ مطمئن کے نجاتِ قدم پر انگشت بدنداں ہے۔

لیکن امام حسینؑ کی جنگ کا مقصد جب تک واضح طور پر نظروں کے سامنے نہ ہو اُن کی فتح کا مکمل تصور قائم نہیں کیا جا سکتا۔ امام حسینؑ کا مقصدِ شہادت یہ بھی تھا کہ وہ باطل کے سامنے سر نہ جھکائیں لیکن صرف یہی مقصد نہیں تھا۔ امام حسینؑ کا مقصد شہادت یہ بھی تھا کہ یزیدیت اور آمریت سے دنیا کو محفوظ رکھا جائے۔ لیکن صرف یہی مقصد نہیں تھا۔ امام حسینؑ کا مقصدِ شہادت یہ بھی تھا کہ انسانیت کے اعلیٰ اُصول کی تبلیغ ہو۔ نوعِ انسانی کو ''خلقِ خدا'' کی اصطلاح سے تعبیر کر کے وہ چاہتے تھے کہ انسان پوری نوع کو ایک وحدت تسلیم کر لے اور شخصی مفاد کو نوعی مفاد سے وابستہ کر دے اور یہی وہ اعلیٰ ترین نصب العینِ حیات ہو سکتا ہے، جسے نوعِ انسانی اختیار کرے۔ چنانچہ رسل جو اس دَور کا ایک اہم فلسفی ہے اس سے زیادہ بلند مقصدِ حیات معین نہیں کر سکا۔ لیکن صرف انسانیت کے اعلیٰ اُصول کی تبلیغ ہی امام حسینؑ کا مقصد ان اُمور میں سے کسی ایک میں محدود کر دیا جائے۔ اُن کی شہادت کا اعلیٰ ترین نصب العین حقیقت میں صرف اصولِ انسانیت کی تبلیغ نہیں بلکہ یہ تھا کہ اُن پر عملدرآمد ہو یا

یزیدیّت دنیا سے فنا ہو اور انسانیت عملی طور پر حکمراں، افراد نفسانیت اور ذاتی خواہشات کو قومی مفاد پر قومیں اپنے مفاد کو نوع کے مفاد پر قربان کردیں۔

اس نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ کربلا میں امام حسینؑ کی شہادت سے جنگ کی ابتداء ہوتی ہے۔ کربلا کی جنگ ختم نہیں ہوئی۔ وہ جاری ہے اور اُس وقت ختم ہوگی جب دنیا حسینی فلسفہ پر عمل کرنے لگے گی اور اس لحاظ سے حسینؑ کی فتح بھی ابھی جزوی ہے۔ اس جنگ میں رہنمائی کا کام جو ایک سپہ سالار کے ذمہ ہونا چاہئے اُسے امام حسینؑ نے خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دے دیا اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم اُس کے احکام کے مطابق عمل کریں اور اُس فتح کی تکمیل کریں جس کا کربلا میں آغاز ہوتا ہے۔

شہادت سے قبل جب امام حسینؑ کربلا میں بے یار و مددگار رہ گئے تو اُنہوں نے صدائے استغاثہ بلند کی۔ یہ صدائے استغاثہ نہ تھی، نوعِ انسانی کو اُس کا فرض یاد دلایا جارہا تھا، اُسے دعوتِ عمل دی جارہی تھی۔ وہ حقیقتاً صدائے استغاثہ نہ تھی، امامت کا فرض تھا جسے زندگی کی دشوار ترین منزل میں انجام دیا جارہا تھا اُس صدائے استغاثہ کا خطاب کس سے تھا کیا محض اُن اعزا و اقارب اور اُن وفادار اصحاب سے تھا جن کی لاشیں ریگ زارِ کربلا میں پڑی ہوئی تھیں یا اُن اشقیا سے امداد کی توقع تھی جن کے نیزے حسین کے جسم کو چھلنی کردینے کے لئے بے تاب تھے، نہیں نہیں! حسینؑ کا خطاب اُس زمانہ تیں محدود نہ تھا! اگر اُسی زمانہ تک محدود ہوتا تو آج ہم اُن کی آواز نہ سُن سکتے، لیکن حسینؑ کی آواز آج بھی گونج رہی ہے اور حق کی نصرت کے لئے ہمیں بلا رہی ہے۔ حسینؑ کا خطاب ہر زمانہ کے انسان سے تھا اور حسینؑ ہماری صدائے لبیک سننے کے منتظر ہیں۔

حسینؑ کی آواز پر کس طرح لبیک کہنا چاہئے اس کے لئے نمونۂ عمل ایک صغیر سن بچہ نے پیش کر دیا۔ اگر ہم میں احساس ہے تو ہم اُس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔

جب حسینؑ نے صدائے استغاثہ بلند کی تو ایک بچہ جھولے میں بے تاب ہو گیا۔ اگر وہ چل سکتا ہوتا تو ضرور حسینؑ کی نصرت کے لئے میدانِ عمل میں اُتر آتا۔ لیکن وہ کیونکر حسینؑ کی نصرت کے لئے بڑھتا وہ تو ابھی گھٹنوں بھی نہ چل سکتا تھا۔ مگر نصرت حسینؑ کا جذبہ وہ تھا کہ اُس نے اپنے کو جھولے سے گرا دیا۔ اگر وہ بول سکتا ہوتا تو ضرور لبیک یا ابنِ رسولؐ اللہ کی آواز دیتا لیکن کیا کرتا وہ تو ابھی بے زبان ششماہہ تھا۔ ہاں اپنی بے زبانی کی گھٹن کا اظہار اُس نے یوں کیا کہ وہ رونے لگا۔ علی اصغرؑ کے جذبۂ نصرت کی شدت ملاحظہ فرمایئے کہ حسینؑ کو اس کا علم ہو گیا۔ وہ علی اصغرؑ کے مقصد کو سمجھ گئے۔ فرض کا تقاضا تھا کہ علی اصغرؑ اپنے بھائی علی اکبرؑ کے نقشِ قدم پر چلیں اور معیارِ عمل قائم کریں۔ لیکن وہ مجبور تھے بغیر امام حسینؑ کی امانت کے وہ اپنا فرض انجام نہیں دے سکتا تھے اور امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کی مدد کی اب تک امام حسینؑ حق کی نصرت کے لئے آواز دے رہے تھے، علی اصغرؑ نے اپنے کو پیش کر دیا۔ اب صورت مختلف ہو گئی، اب علی اصغرؑ حق کے لئے جہاد کرنے جا رہے تھے اور اپنی مدد کے لئے آواز دے رہے تھے، اب امام حسینؑ کا فرض تھا کہ وہ علی اصغرؑ کی نصرت کے لئے بڑھیں۔ امام حسینؑ نصرت کے لئے بڑھے، علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور میدانِ شہادت کی طرف لے چلے وہ حسین کے قدم نہیں تھے جو بچہ کو میدانِ جنگ کی طرف لئے جا رہے تھے وہ علی اصغرؑ کے قدم تھے جو منزلِ عمل کی طرف بڑھ رہے تھے! میدانِ جنگ میں پہنچ کر بھی امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کی نیابت کی۔ علی اصغرؑ دشمن سے پانی طلب نہ کر سکتے تھے۔ امام حسینؑ نے اُن کی طرف سے اشقیا سے پانی کی درخواست کی۔ پانی کا

طلب کرنا محض پیاس بجھانے کے لئے نہ تھا۔ کاش علی اصغرؑ کی پیاس بجھ جاتی۔ اگر وہ بجھ جاتی تو انسانیت کی روح کی پیاس بجھ جاتی۔ لیکن علی اصغرؑ کی پیاس نہ بجھ سکی اور انسانیت کے قلب میں آج بھی شعلے بھڑک رہے ہیں! علی اصغرؑ پانی نہیں طلب کر رہے تھے، دشمن سے اُس جذبہ رُحم کے اظہار کے خواہش مند تھے جس کے بغیر انسان انسان نہیں بن سکتا۔ وہ دشمن کو اُس جنگ کی دعوت دے رہے تھے جو انسان اپنے نفس کے خلاف کرتا ہے اور چاہتے تھے کہ وہ اُس میں کامیاب ہو کر انسانیت کی منزل پر پہنچ جائے۔ اور یقیناً اُس کو اس میں کامیابی ہوئی۔ کم از کم اس قسم کی نفسیاتی جنگ کی ابتداء ہر فرد کے یہاں ضرور ہو گی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ابن سعد حرملہ سے یہ کیوں کہتا کہ کلامِ حسینؑ قطع کر دے۔ جب حسینؑ علی اصغرؑ کی طرف سے دعوتِ حق دے کر اپنا فرض پورا کر چکے تو علی اصغرؑ نے اپنے کلام کا آغاز کیا۔ کلامِ حسینؑ تو دعوتِ حق کی تمہید تھا اور بخدا علی اصغرؑ نے زبان بے زبانی سے جس مفہوم کو ادا کر دیا اُسے حسینؑ بھی ادا نہ کر سکتے تھے۔ معلوم ہے علی اصغرؑ نے کیا کیا؟ خشک ہونٹوں پر ننھی سی زبان پھیر دی۔ کیا دنیا کا کوئی خطیب اپنی کسی تقریر کے ذریعہ وہ تاثر پیدا کر سکتا تھا جو بے زبان نے زبان کی ایک خفیف سی جنبش سے پیدا کر دیا۔ وہ تاثر ایسا تھا کہ دشمن کی صفوں میں برہمی پیدا ہو گئی کربلا کی جنگ کا تقابل تاریخ کی کسی جنگ سے کس طرح کیا جائے۔ ایک طرف کس طرح کے ہتھیار استعمال کئے جا رہے تھے دوسری طرف کس طرح کے حربوں سے کام لیا جا رہا تھا۔ امام حسینؑ معصوم تھے۔ لیکن یہ صرف ہمارا عقیدہ ہے۔ امام حسینؑ کے دشمن کہہ سکتے تھے کہ امام حسینؑ قصوروار تھے۔ اُنہوں نے خلیفہ وقت کے خلاف بغاوت کی تھی۔ آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس شبہ کا اظہار کر سکتی تھیں کہ ممکن ہے امام حسینؑ کا بھی کچھ قصور ہو۔ لیکن علی اصغرؑ نے حسینؑ کی حقانیت اور دشمن کی

بربریت کا ثبوت پیش کر دیا۔ ایک ایسا ثبوت جس کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی نہیں کہہ سکتا۔ بچہ ہر انسان کے نزدیک معصوم اور بے گناہ ہے۔ علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کی بے گناہی کا ایک ایسا ثبوت پیش کر دیا جو حسینؑ کی نصرت کرنے والوں اور خود امام حسینؑ کی دسترس سے باہر تھا۔ علی اصغرؑ معصومیت اور بے گناہی کی تصویر تھے اور اُن کی معصومیت اور بے گناہی نے امام حسینؑ کے سارے جہاد کو اپنی آغوشِ عاطفت میں چھپا لیا۔ اس کے برخلاف دشمن نے علی اصغرؑ کے ساتھ جو برتاؤ کیا اُس نے اُن کی فطرت کو بے نقاب کر دیا۔ قریب تھا کہ دشمن کی حیوانیت پر انسانیت غالب آ جائے، قریب تھا کہ حق باطل کو مغلوب کر لے، ابن سعد نے حرملہ سے کہا کہ کلام حسینؑ کو قطع کر دے اور حرملہ نے کلامِ حسینؑ کو قطع کر دیا۔ امام حسینؑ علی اصغرؑ کی نصرت کا فرض انجام دے چکے تھے۔ اب علی اصغرؑ میدانِ عمل میں تنہا تھے۔ امتحان کی منزل اُنہیں تنہا سر کرنا تھی۔ تیر سہ پہلو گلے کے پار ہوا اور علی اصغرؑ مسکرائے ۔ امام حسینؑ ساکت و صامت کھڑے ہوئے تھے اور علی اصغرؑ کے چہرے پر تبسم تھا۔ امام حسینؑ صبر کی منزل پر آ گئے تھے اور علی اصغرؑ شکر کی منزل طے کر رہے تھے۔ یہ تبسم علی اصغرؑ، ہی سے مخصوص ہے۔ امام حسینؑ اگر اس موقع پر مسکراتے تو یہ رحم دلی اور محبت پدری کے خلاف امر ہوتا۔ اگر وہ مسکرا دیتے تو یقیناً شہادتِ حسین پر خوشی منانے کا جواز پیدا ہو جاتا۔ جس کے لئے ایک طبقہ کی طرف سے مختلف قسم کے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ علی اصغرؑ چونکہ خود محل امتحان میں تھے اس لئے وہ مسکرا دیئے۔ وہ ظالموں کی شقاوت پر نہیں مسکرا رہے تھے، اُن کا تبسم وہ فاتحانہ تبسم تھا جو انسان کو اپنے نفس سے جنگ میں فتح حاصل کر کے چہرہ پر آتا ہے۔ علی اصغرؑ نے امام حسینؑ کو شہید ہوتے نہیں دیکھا لیکن حسینؑ کی شہادت کا مقصد حاصل ہوتے ہوئے اُنہوں نے دیکھ لیا۔

وہ اس لئے مسکرا رہے تھے کہ اُنہوں نے اُس وقت حسینؑ کی نصرت کی، جب اُن کی نصرت کرنے والا کوئی باقی نہ رہا تھا، حسینؑ اپنی نصرت کے لئے ہرگز آواز نہیں دے رہے تھے۔ وہ حق کی حمایت کے لئے روحِ انسانیت کو آواز دے رہے تھے اور علی اصغرؑ نے دیکھ لیا کہ حق کی نصرت کا فرض اُنہوں نے کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ اس کے بعد علی اصغرؑ خاموش ہو گئے لیکن ہمارے کانوں میں جب امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ گونجتی ہے تو اس کے ساتھ ایک بے زبان کی صدائے لبیک بھی گونج جاتی ہے، علی اصغرؑ کی صدائے لبیک صرف صدائے لبیک ہی نہیں صدائے استغاثہ بھی ہے ''کون ہے جو حق کی حمایت کرے؟'' اگر ہم علی اصغرؑ کی صدائے استغاثہ کو سنیں اور لبیک کہیں تو یقیناً ہمیں کامیابی ہوگی۔ علی اصغرؑ کا تبسم گواہ ہے کہ ہم ضرور اُس فتح کی تکمیل کر سکتے ہیں جس کا کربلا میں آغاز ہوا تھا اور جس کی تکمیل ہی امام حسینؑ کی شہادت کا عظیم ترین نصب العین ہے۔ (شہید صفی پوری.... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاعِ رباب نمبر)

فوجِ حسینی کا ننھا سپاہی:

کم نہ زیادہ پورے تیرہ سو سترہ برس ہوئے کہ نہرِ سویز نہیں بلکہ نہرِ فرات کے کنارے ایک جنگ عظیم اور ایک روحانی انقلاب برپا ہوا۔ یہ جنگ ہر لحاظ سے اپنی آپ مثال تھی۔ تاریخِ عالم کی ورق گردانی کر ڈالئے مگر تلاشِ بسیار کے بعد بھی نہ فقط دنیائے اسلام بلکہ از آغاز تا انجام اس روحانی انقلاب کی مثال ملنا ناممکن نظر آئے گا۔ یہی وہ واقعہ ہے جس سے بنی نوعِ انسان انسانی تکمیل کے واسطے ہر قسم کی نصیحت اور سبق حاصل کر سکتا ہے۔ اس جنگ میں ایک جانب راستی و صداقت، عدل و انصاف، صبر و رضا، تحمل و استقلال، حریت و روحانیت انسانیت و مروت اور جذبہ تحفظِ اسلام، تو دوسری جانب ظلم و ستم، حرص و طمع مکاری و دغا بازی یعنی ایک طرف تو

مختصرسی فوجِ حسینی جس کی ہر ہر فرد حفاظت وحمایتِ اسلام اور حریت وانسانیت کے لئے سر بکف اور دوسری جانب یزید پلید کی ٹڈی دل فوج جس کا ہر ہر سپاہی دنیاوی اغراض اور حرص وطمع کے لئے نظامِ عالم کو درہم برہم کرنے ،عوام الناس کے حقوق کو پامال کرنے اور نام وناموسِ اسلام کو صفحہ روزگار سے مٹانے کے لئے تیار۔

حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں کسی واقعہ نے قلوبِ انسانی پر ایسا اثر مرتب نہیں کیا جیسا کہ اس سانحہ عظیم نے انسانی دل و دماغ کو متحرک ومتاثر کیا ہے۔ اس المیہ عظیم کو آج اگرچہ پورے تیرہ سوسترہ برس گزر چکے ہیں۔ مگر قلوبِ انسانی میں آج بھی اس کی غیر فانی تحریک اور وہی لازوال اثر موجود ہے گویا کہ یہ واقعہ کل ہی رونما ہوا ہے۔

زمانہ کے ظالم اور طاقتور ہاتھوں نے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کا تختہ اُلٹ دیا ہی اور مشہور واہم واقعات کو صفحاتِ تاریخ سے حرف غلط کی طرح مٹادیا ہے۔ مگر یہی ظالم اور طاقتور ہاتھ اس انقلاب عظیم کی عظمت واہمیت کو کم نہ کرسکے۔ مخالف اور غرض مند افراد نے اس شہادتِ عظمی کی عظمت کو کم کرنے اور اس کی اہمیت کو حق بیں نظروں سے چھپانے کے لئے ہاتھوں میں قلم اُٹھائے ہوں گے اور اس روحانی انقلاب کو ملک گیری کی جنگ ثابت کرنے کی ناکام کوشش اور سعی کی ہوگی۔ مگر اُن کے بڑھتے ہوئے ہاتھ رُک گئے ہوں گے، اُن کے چلتے ہوئے قلم ٹھوکریں کھانے لگے ہوں گے اور ان کی عقلیں ہچکولے کھانے لگی ہوں گی جب کہ وہ تفسیر ذبح عظیم کے ان دو شاہکاروں تک پہنچے ہوں گے جہاں سے ششماہے کی شہادت اور اسیری اہلِ حرم کے دو باب کا آغاز ہوتا ہے۔

اگر فہم عمومی سے کام لیا جائے اور انصاف پسندی اور حق بیں نظروں سے دیکھا

جائے تو ماننا پڑے گا کہ ملک گیری یا دنیاوی جنگ میں شیر خوار بچوں اور اہل حرم کو میدانِ قتال میں ساتھ نہیں لے جاتے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ دنیاوی جنگ میں فریقین اپنی فوجوں کی تعداد بڑھاتے ہیں اور مخالف کیمپ میں بغاوت پھیلانے کی سازش کرتے ہیں۔ مگر حسینی جنگ مادی جنگ نہیں تھی، حسینؑ تو میدانِ کربلا میں اسلام کو بچانے، حق و صداقت، قربانی و ایثار، صبر و رضا اور مکارم اخلاق کے بہترین سبق پڑھانے آئے تھے۔ غرض مند اور تنگ نظر دنیا کو صاف صاف بتانا چاہتے تھے کہ روحانی انقلاب اور حمایت و حفاظتِ اسلام کے لئے تمام ممکن مظالم برداشت کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ شیر خوار بچوں کڑیل جوان بیٹوں اور اہلِ حرم کو بھی دشمن کے لئے پناہ ظلم و ستم اور بے عزتی و بے حرمتی کا نشانہ بنتے دیکھا جاتا ہے۔ یہ آسان بات ہے کہ حق اور سچائی کے لئے اپنی جان دے دی جائے مگر یہ مشکل ہے کہ ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ میں چند گنے چنے ساتھیوں اور رشتے داروں کو لے کر اُن کا مقابلہ کیا جائے اور یکے بعد دیگرے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دوستوں، رشتہ داروں اور جگر پاروں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھیں۔ (مسٹر کھیر) یہ معجزہ روحانی جنگ ہی میں رونما ہوسکتا ہے اور اس اعتبار سے یہ روحانی جنگ روحانی انقلاب اور یہ لازوال روحانی فتح تاریخِ انسانی میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

حسینؑ نے یزید کے مظالم کے مقابلہ میں گندی اور پست دنیاوی سیاست سے کام نہیں لیا۔ آپ نے ہر ہر منزل اور ہر قدم پر اپنے مقصد اور نیک اقدام کا صاف لفظوں میں اظہار کر دیا اور ذیل کے فصیح و بلیغ خطبہ سے تو امام کے اقدام کی غرض و غایت بالکل ہی صاف ہو جاتی ہے۔ یہ خطبہ امام نے میدان کربلا میں اپنے تمام اعزا و اقارب اور اصحاب و انصار کو جمع کر کے فرمایا تھا۔ کیا اس خطبہ پر نظر ڈالنے کے بعد

بھی کوئی انصاف پسند انسان اور حق بیں نظر اس انقلابِ عظیم کو روحانی انقلاب کہے بغیر رہ سکتی ہے؟

(خطبہ) اے میرے پالنے والے! میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے ہم کو منصبِ نبوت و امامت سے مکرم کیا اور کلامِ ربانی کے رموز و غوامض بتلائے۔ ارکانِ دین تعلیم فرمائے اور ہم کو گوشِ حق نیوش، دیدہ بینا، دل دانا عنایت فرمایا۔ خداوندتو ہم کو جماعتِ شاکرین سے قرار دے۔"

ایھا الناس! میں نے اپنے اصحاب جیسے اصحاب اور اپنے اعزا جیسے کسی کے عزیز نہیں دیکھے۔ تم لوگوں کو خداوند عالم اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔ میرے خیالات ابھی تک اہلِ کوفہ و شام کی طرف سے اچھے تھے۔ میں سمجھ رہا تھا کہ وہ راہِ اطاعت اختیار کر لیں گے۔ لیکن اب مجھ کو ان کے تیور بدلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں میں اس بناء پر تم سے اپنا عہد و پیمان اُٹھائے لیتا ہوں اور تم لوگوں کو اپنی اطاعت اور بیعت کے بارے سے بالکل سبکدوش کئے دیتا ہوں اور بطیبِ خاطر تم کو اجازت دیتا ہوں کہ تمہارا جس طرف جی چاہے چلے جاؤ۔ رات کا وقت ہے، اطراف عالم پر تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ اپنی اپنی سواریاں درست کرلو اور اس وقت کو غنیمت، سمجھو۔"

کیپٹن ایل ایچ بنلٹ لکھتے ہیں کہ

"امام نے اسی پر اکتفاء نہیں کی بلکہ بعدِ ختم تقریر آپ نے وہ کام کیا جس کی مثال تاریخِ عالم میں ملنا ناممکن ہے اور جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو انسانی فطرت اور کمزوریوں کا کس قدر احساس تھا اور کس درجہ آپ سخی اور رقیق القلب تھے اور جذبہ ایثار کس حد تک آپ میں موجود تھا آپ نے حکم فرمایا کہ خیمے کے چراغ گل کر دیئے جائیں۔"

انصاف پسند حضرات ذرا غور کریں کہ حسینؑ کس عنوان سے اور کیسے نازک وقت میں اپنے مختصر جانثاروں کی تعداد کو بھی بجائے بڑھانے کے کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ دشمن کے کیمپ میں ففتھ کالم چھوڑنے اور فوج میں بغاوت پھیلانے کی کوشش نہیں کرتے۔

''فوج میں گنے گنائے جاں باز ہیں غنیم کی سپاہ قطار در قطار سلسلۂ کوہ کی طرح کھڑی ہے ساتھ کافی رسد نہیں، یہاں تک کہ پانی بھی نہیں۔ ایک ایک کر کے لوگ شہید ہوتے جا رہے ہیں لیکن پست ہمتی کا نام نہیں، کہیں شکست کی بددلی نہیں، بچہ بچہ شوقِ شہادت سے بے تاب ہے کیا معمولی دنیاوی جنگوں میں یہ معجزہ کہیں رونما ہوتا ہے۔ ایک ہی پسپائی میں ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں اور متواتر دو تین لڑائیوں میں شکست ہوتے ہی صلح کی شرطیں طے ہونے لگتی ہیں۔ یا ہزیمت خوردہ فوج راہِ فرار اختیار کرتی ہے۔ مگر یہاں پر ایک پسپائی پر تازہ جوش اور تازہ ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا کسی دنیاوی جنگ میں بشاشت اور شجاعت کے ایسے معجزے ظہور میں آ سکتے ہیں؟ غیر ممکن۔ ہر ایک جوان میدانِ جنگ میں جانے کے لئے مضطرب ہے، حضرت امام حسینؑ سے منتیں کرتا ہے۔ بوڑھا ہے تو اپنی جواں دلی کا یقین دلاتا ہے، بچہ ہے تو اپنی جواں ہمتی کا دم بھرتا ہے، صرف اس لئے کہ اذنِ شہادت حاصل کرے۔ فتح کا وہاں کوئی امکان نہیں۔ مٹھی بھر آدمی اس فوجِ قاہرہ کے مقابلہ میں کیا کر سکتے تھے۔ مگر ان کا جذبۂ جانبازی اعداد کی پروا نہیں کرتا کیوں کہ وہ حمایتِ حق میں شہید ہو جاتا ہے۔ حیاتِ جاوید سمجھتے ہیں۔'' (منشی پریم چند)

حسینؑ کے یہاں ہتھیار ڈالنے، راہِ فرار اختیار کرنے یا شرائطِ صلح پیش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہ تو موت کو ذلت پر ترجیح دے کر گھر بار لٹا کر اہلِ حرم کو اسیر

کرا کے شیر خوار بچوں کو شہید کرا کے ایک روحانی انقلاب پیدا کر گئے۔ اُصولِ مذہب اور انسانیت کی لاج رکھ لی اور آنے والی نسلوں کے لئے میدانِ کرب و بلا کو اُسوہ حسنہ کی درسگاہ بنا گئے۔

مدعا لیش سلطنت بودے اگر
خود نہ کر دے با چنیں ساماں سفر

(علامہ اقبال)

ننھا مجاہد جب کہ خیامِ امام میں پانی کا قحط تھا، جبکہ تمام عزیز و اقارب نا قابلِ برداشت پیاس سے بے تاب تھے اور جب کہ قحطِ آب کی وجہ سے حسینی بچوں کی آنکھوں کے آنسو تک خشک ہو گئے تھے، ماؤں کا دودھ بھی خشک ہو گیا تھا تو شہید جور و جفا اور قتیل العبرۃ امام خیمہ میں تشریف لے گئے اور حضرت ربابؑ سے متاعِ ربابؑ یعنی چھ ماہ کے معصوم بچّے جناب علی اصغرؑ کو جن کی زبان تک پیاس کی شدت سے خشک ہو گئی تھی گود میں لے کر دشمن کی طرف روانہ ہوئے۔ ظاہر ہے کہ یہ ششماہہ ننھا سپاہی کسی طرح بھی جنگ یا تشدّد کے قابل نہ تھا۔ دنیا کے تمام قوانین اور جہانِ نا پائیدار کے تمام مذاہب کی رو سے یہ معصوم تین روز کا بھوکا پیاسا قابلِ رحم تھا۔ مگر افسوس کہ فوجِ یزیدی کے حیوان صفت انسانوں نے اس بے گناہ بچّے کو بھی ایک قطرہ پانی کا نہیں دیا۔ امام نے فوجِ یزیدی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے لوگو! اگر تمہارے خیالِ باطل میں قصوروار ہوں تو اس معصوم بچّے نے کیا قصور کیا ہے؟ دیکھو یہ شدتِ تشنگی اور گرمی سے ہلاکت کے قریب ہے یہ تو بے زبان بچہ ہے جو جرم کے قابل بھی نہیں۔ خدا کے لئے اس کو چند قطرے پانی کے دے دو کہ اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے۔ شاید اس کی جان بچ جائے اگر تم کو شبہہ ہو کہ میں خود اس طرح سے پانی پی لوں گا تو لو دیکھو میں اس گلدستہ کو تپتی ہوئی زمین پر

رکھ دیتا ہوں تم خود دو قطرے پانی اس کے منہ میں ڈال دو۔" یہ کہہ کر امام نے اس ننھی سی جان کو جلتی ریت پر لٹا دیا۔

یہ حالت دیکھ کر فوجِ یزیدی میں کھلبلی پڑ گئی۔ امام کے جگر خراش اور دلسوز کلمات اور درد ناک منظر نے تھوڑی سی دیر کے لئے سنگدلوں کے دلوں کو بھی موم کر دیا اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ سچ تو ہے اس معصوم بچّے نے کیا گناہ کیا ہے؟ یہ تو اپنے پیروں چل بھی نہیں سکتا۔ پانی کی ممانعت تو بڑوں کے لئے ہو سکتی ہے۔ اس بچّے کو پانی دے دینا چاہیے۔

کیا بچّے کو پانی دے دیا گیا؟ نہیں ہرگز نہیں! پھر کیا ہوا؟ فوج یزیدی کے کچھ افراد نے خیال کیا کہ پیاس کی شدّت کی وجہ سے حسینؑ کے مصائب اب ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ چکے ہیں۔ اگر کچھ عرصہ تک اور پانی بند رکھا گیا تو حسینؑ ضرور بیعتِ یزید کر لیں گے اور ابنِ سعد کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں فوج میں بغاوت نہ ہو جائے اُس نے حرملہ کو حکم دیا کہ کلامِ حسینؑ کو قطع کر دے۔ حرملہ نے ابن سعد کے مقصد و اشارہ کو پا لیا اور فوراً ایک تیر سہ پہلو سے جو زہر آلود بھی تھا، گلوئے معصوم کو چھید دیا۔ حسینؑ نے بے گناہ ننھے سپاہی کو گود میں اُٹھا لیا اور پاک و پاکیزہ خون کو چلو میں لیا اوپر دیکھا اور معصوم وطیب و طاہر کو یہ کہتے ہوئے آسمان کی طرف پھینک دیا کہ "خداوندا! گواہ رہنا کہ میرا یہ بچہ ناقۂ صالح سے کسی طرح کم نہ تھا۔ مسلمانو! نہیں بلکہ دنیا کے ہر مذہب و ملت کے انسانو! ذرا غور کرو اور انصاف سے بتاؤ کہ اس فعل سے اس درندہ صفت انسانوں کی حیوانیت کی کوئی حد مقرر کی جا سکتی ہے؟ فوجِ یزیدی کے ان شرمناک افعال نے حسینؑ کے دل کو توڑ دیا۔ اب امامؑ ان ظالموں کی اصلاح سے مایوس ہو گئے۔ حسینؑ نے اپنی اس مایوسی کو معصوم بچّے کی شہادت سے بھی زیادہ محسوس کیا۔

مسلمانو! خدا کے لئے بتاؤ کہ دنیا کا کوئی مذہب دنیا کا کوئی قانونِ اخلاقی یا مذہبی معصوم بچوں پر پانی بند کر کے بے رحمی سے ہلاک کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ سلوک تو کافروں کے بچوں کے ساتھ بھی روا نہیں رکھا جا سکتا یہ سلوک تو کوئی انسان حیوان کے ساتھ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

بہر حال اب امامؑ خیمہ کی جانب واپس ہوئے۔ایک معصوم بچی امامؑ کو دیکھ کر آپ کی طرف دوڑی اور دریافت کیا کہ بابا جان کیا میرے ننھے سے بھائی کے لئے دشمنوں نے پانی دے دیا؟ امامؑ نے چشمِ آلود ہو کر فرمایا "پارۂ جگر سکینہؑ! لو یہ ہے تمہارا بھائی! دشمنوں نے اس معصوم کو بھی نہیں چھوڑا اور شہید کر دیا" امامؑ نے اپنی تلوار سے ننھی سی قبر کھودی اور معصوم و شیر خوار ننھے سپاہی کو ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سلا دیا اور ساتھ ہی ساتھ اصلاحِ اُمت کی تمام امیدوں کو بھی وہیں دفن کر دیا۔

امامؑ نے ہر طرح سے فوجِ یزیدی کے مظالم اخلاق سوز اور دین و مذہب کے خلاف افعال و اعمال کو دنیا پر ظاہر کرنے کی کوشش کی اور اپنے اس مقصد میں ہر طرح کامیاب ہوئے کون نہیں جانتا کہ عورتوں اور بچوں کے قتل کی فقط اسلام ہی نے ممانعت نہیں کی بلکہ اُس وقت کے عرب معاشرہ میں بھی یہ فعل بڑا جُرم تصوّر کیا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے کچھ فوج کو کسی مقام پر روانہ فرمایا اس فوج نے دوران جنگ کچھ عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالا پیغمبرِ اسلامؐ نے ان لوگوں کو سخت سزا دی۔ ان لوگوں نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ "اے پیغمبرؐ خدا وہ تو غیر مسلموں کے بچے تھے۔" سرکارِ رسالت نے فرمایا "میں نے تو تم کو غیر مسلموں کے بچوں کو بھی قتل کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ ایک مرتبہ جب خالد بن ولید نے کچھ بچوں کو قتل کر دیا تو پیغمبرؐ خدا نے بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ بلند کئے اور دعا کی کہ "اے

خدا میں خالد کے اس فعل سے علیحدگی اور بے تعلقی کا اظہار کرتا ہوں۔'' بعد میں آپ نے حضرت علیؑ کو روانہ فرمایا کہ وہ ان لوگوں کی تسلی و تشفی کریں اور ہمدردی کا سلوک کریں اس واقعہ کے بعد پھر کبھی مسلمانوں نے کسی موقع پر بچوں کو قتل نہیں کیا۔ ہاں معاویہ نے ضرور مسلمانوں کے کچھ بچوں کو اپنے گورنر بُسر بن ارطاط سے یثرب اور یمن میں قتل کرا دیا۔ جو بچے ان مقامات پر قتل کیے گئے اُن میں عبید اللہ بن عباس کے بچے بھی تھے۔ بعد میں اولادِ ابوسفیان نے انہیں واقعات کو میدانِ کربلا میں دہرایا۔ یزید بن معاویہ کے حکم سے کربلا کے بے آب و گیاہ میدان میں خانوادۂ رسالت کے ننھے ننھے معصوم بچوں کو تین شبانہ روز بھوکا پیاسا رکھ کر بے رحمی و بے دردی سے شہید کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یوں تو جناب سید الشہداء کا ہر اقدام ایک بہترین کارنامہ تھا لیکن شیر خوار بچّے کی شہادت حقیقتاً ایک محیر العقول حسینی شاہکار ہے۔ اس امر میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس شیر خوار بچّے کو راہِ خدا میں قربان کر کے حسینؑ نے اپنی قربانی کو موثر ترین بنا لیا۔ دنیائے انسانیت کو حیرت میں ڈال دیا اور اپنے پیارے نانا کے پیارے مذہب کو مٹنے سے ہمیشہ کے لئے بچا لیا۔

نسلِ انسانی رہتی دنیا تک اس عنوان کو بھلا نہیں سکتی اور نہ تاریخِ عالم اس سلسلہ میں کوئی مثال پیش کر سکتی ہے کہ جس عنوان سے فوجِ حسینی کے اس ننھے سپاہی نے اپنے آپ کو حساسیت و اعانت اسلام میں قربانی کے لئے پیش کیا۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ ننھا سپاہی تین شبانہ روز سے بھوکا اور پیاسا تھا۔ ماں کا دودھ خشک ہو چکا تھا۔ شبیہ پیغمبرؐ جنابِ علی اکبرؑ اور قمر بنی ہاشم حضرت عباسؑ جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ یہ ننھا سپاہی امامِ مظلومؑ کی بے کسی و بے یاری کو دیکھ کر تاب نہ لا سکا اور جھولے ہی میں شوقِ

شہادت کا اظہار کر دیا تاکہ اپنی مختصر سی فوج کے راس و رئیس یعنی امامِ وقتؑ سے اجازت حاصل کر کے حمایتِ حق میں شوقِ شہادت پورا کرے۔ امام اجازت دیتے ہیں اور یہ ننھا سپاہی خوش ہو جاتا ہے۔ امامؑ نے اجازت تو دے دی۔ مگر اب پریشان ہیں کہ میدانِ جنگ تک اصغر کس طرح جائیں گے۔ فوجِ حسینی اگرچہ بہترین ڈسپلن کی مالک تھی مگر میکنائزڈ نہیں تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ ننھا سپاہی نہ تو آرمرڈ کار میں گیا ہوگا اور نہ ہیوی ٹینک پر۔ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ پیدل جا نہیں سکتا تھا۔ خدا معلوم پھر اصغرؑ کس سواری پر گئے ہوں گے ہاں سنتا ہوں کہ امامؑ نے اپنے ہاتھوں کو اِس ننھے سپاہی کی سواری کے لئے پیش کر دیا اور امامؑ اپنے ننھے سپاہی کو میدانِ جنگ کی طرف لے چلے۔

حسینؑ اپنے اس ننھے سپاہی کو رن کی طرف لے تو چلے مگر راستہ میں اس تصوّر نے پریشان ضرور کیا ہوگا کہ ننھا سپاہی نہتا ہے، کوئی ہتھیار پاس نہیں۔ فوجِ مخالف کا مقابلہ کس طرح کرے گا؟ مگر مجھے یقین ہے کہ ننھے سپاہی نے امامِ وقت کی پریشانی محسوس کر کے اپنی ننھی سی خشک زبان دکھا کر حسینؑ کی پریشانی کو دور کیا ہوگا۔ کیا دنیا ایسا نرالا سپاہی اور ایسا نرالا ہتھیار پیش کر سکتی ہے۔ یہ تھا فوجِ حسینی کا خفیہ ہتھیار۔

فوجِ حسینی کا یہ ننھا سپاہی میدانِ جنگ میں دشمن کے مقابل پہنچتا ہے اور درندہ صفت فوجِ مخالف سے بزبان بے زبانی سوالِ آب کرتا ہے تاکہ حجت تمام ہو، ننھے سپاہی کو دیکھ کر فوجِ مخالف نے خیال کیا ہوگا کہ شاید حسینؑ اب آخری وقت میں مصحفِ الٰہی کو فیصلہ کے لئے ہاتھوں پر رکھ کر لاتے ہیں۔ ہاں یہ دھوکا ان بے رحموں کو ضرور ہوا ہوگا۔ آغوشِ امامؑ میں اگرچہ مصحفِ الٰہی نہ تھا مگر مصحف ناطق کا پوتا ضرور تھا۔ بہر حال ننھے سپاہی کو دیکھ کر اور صرف سوالِ آب سُن کر فوجِ یزیدی میں بے چینی پھیل

گئی اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ سچ تو ہے اس معصوم بے زبان نے ہمارا کیا بگاڑا ہے؟ وہ اپنے پیروں تو یہاں تک آیا نہیں، اسے پانی پلا دینا چاہیے۔ سردارِ فوج یہ حالت دیکھ کر اور گفتگوئے باہمی سن کر ششماہہ کی پیاس بجھانے کے لئے تیار ہو گیا۔ پیاس کس طرح بجھائی گئی یہ نہ معلوم کیجئے مگر ہاں طریقہ کچھ ایسا ہی تھا کہ عالمِ تہذیب و تمدن نے آج تک کسی بے زبان اور معصوم کی پیاس اس عنوان سے بجھتے نہیں دیکھی ہوگی۔ حرملہ بن کاہل نے تیر سہ پہلو جو زہر آلود بھی تھا چلّے میں لگایا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟

حلقِ اصغرؑ بازوئے شہ، سینۂ زہراؑ چھیدا

رن کہاں، جنت کہاں، اللہ رے پلہ تیر کا

عالمِ انسانیت سے عموماً اور جمہورِ اسلام سے خصوصاً انصاف کے نام پر میرا سوال ہے کہ اے مہذب دنیا کے رہنے والو! اے اسلام کے دعویدارو! آخر اس بے شیر ششماہے اور ننھے بے زبان کو کس جرم میں تیرِ سہ پہلو کا نشانہ بنایا گیا؟

صاحبِ اولاد اپنے اپنے دلوں پر ہاتھ رکھ کر بتائیں، مائیں اپنے اپنے گود کے پالوں کو یاد کر کے جواب دیں کہ اگر اُن کا بے زبان بچہ شدتِ تشنگی سے رو رہا ہو تو اُن کے دلوں پر کیا گزرے گی۔ کیا پیاس آبِ خنجر سے بجھائی جائے گی، نہیں ہرگز نہیں، اچھا تو اب مادرِ علی اصغرؑ سے پوچھو کہ آپ نے کون سے صبر و تحمل سے کام لیا۔ کون سا پتھر کلیجہ پر رکھا جب کہ ششماہے فرزند نے جس کا ابھی دودھ بھی نہیں چھوٹا تھا۔ تین شبانہ روز کی بھوک اور پیاس کے بعد ننھی سی خشک زبان نکال کر سوال آب کیا ہوگا۔ دودھ خشک ہو چکا تھا اور پانی کا ملنا ناممکن ہاں اے انسانیت کے دعویدارو! بتلاؤ کہ اس سے بڑھ کر علی اصغرؑ کے لئے اور کیا مصیبت ہو سکتی تھی۔ قربان اے مادرِ علی اصغرؑ آپ کے صبر و تحمل کے قربان! آپ کے صبر اور معصوم کی قربانی نے حسینی قربانی کو اور

مؤثر بنا دیا۔ اے ننھے سپاہی تیرے قربان تو نے حق وصداقت کی قربان گاہ پر اپنے طیب وطاہر خون کی نذر دے کر دینِ محمدی کو خلعتِ دوام بخش دیا۔

آخر میں صرف مسلمانوں سے سوال ہے کیوں مسلمانو! کیا ھل جزاء الاحسان الا الاحسان کی یہی تفسیر ہے کیا رحمت عالم، مصلح اعظم، اور محسنِ انسانیت کے احسانات کا یہی بدلہ ہوسکتا تھا، مسلمانو! یہ سوال تم سے میں نہیں کر رہا ہوں۔ یہ سوال تم سے ایک غیر مسلم اور غیر کلمہ گو کر رہا ہے اور ان الفاظ میں:

" Tell me friends what shall you say, On the awful judgement day, When Mohammed Asks you where, Are those trusted to your care?

Dearer than a thousands lives? Bound by many a fastening chain,Some in dungeons dark remain, ON Kerbala's barri'en strand others lie, a reaking band.Torn with wounds own stained with mud,Weltering in their own hearts blood,When before the Judgment seat,Your the Holy Prophet Meet, He shall ask if thus your show, The gratitude you gustly owe, For all the benefits bestowed,By whom those Bounty freely flow'd

(W.B. Jailor)

دوستو! بتاؤ خوفناک قیامت کے دن تم کیا جواب دو گے جب کہ محمدؐ تم سے سوال کریں گے کہ کہاں ہیں وہ صاحبانِ قرابت جن کی مودت میں نے تم پر فرض کر دی تھی؟ جن میں سے ہر فرد کی جان مجھے ہزاروں جانوں سے زیادہ عزیز تھی۔ (یہی نا) بعض کو بھاری زنجیروں سے جکڑ کر تاریک قید خانوں میں اسیر رکھا اور کچھ

کرب و بلا کے بے آب و گیا صحرا میں زخموں سے چور خاک و دھول میں اَٹے ہوئے اپنے دل کے خون میں لتھڑے پڑے ہیں۔

جب تختِ عدالت کے رو برو حضرت رسولِ مقبولؐ سے تمہارا سامنا ہوگا تو وہ استفسار کریں گے کہ کیا اس شخص کے احسانات کا طریقہ، اظہارِ شکر گزری یہی ہے جس نے تم کو تمام نعمات بخشیں اور جس کا چشمہ فیض نہایت آزادی سے جاری رہا۔ (ڈبلو۔ سی ٹیلر)

کیوں عرش زمیں پر گر نہ پڑا کیوں گلشنِ ہستی جل نہ گیا
بے شیر تو پیاسا اُٹھ جائے، بہتا ہوا دریا رہ جائے

(مسعود کشمیری رامپور.... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء.. متاعِ رباب نمبر)

حضرت علی اصغرؑ "فاتحِ کربلا":

حضرت علی اصغرؑ اور جنابِ سکینہؑ کو متاعِ ربابؑ سب جانتے اور سمجھتے ہیں اور ٹھیک سمجھتے ہیں اس لئے کہ "**المالُ والبنون زینة الحیٰوة الدنیا**" قولِ الٰہی ہے یہ بھی قسامِ ازل کی پُر عدل تقسیم تھی کہ ایک کو صنفِ مذکور میں اور دوسرے کو صنفِ اناث میں سے متاعِ ربابؑ قرار دیا۔ یا شاید اُسے ہمارے دونوں صنف کے بچوں کے لئے ان دونوں کو اُسوۂ حسنہ قرار دینا مقصود تھا۔ کربلا میں متاعِ رسالت جہاں لُٹی متاعِ ربابؑ بھی لٹ گئی۔ "لٹ گئی" کہوں یا راہِ خدا کی "اُمت ودیعت" ہوگئی کہوں اس لئے کہ انہیں دو بچوں سے "ربابؑ" کا نام چلتا رہے گا اور بچوں کی آرزو ماں کو صرف اسی لئے ہوتی ہے کہ اُس کے نام لیواؤں کا نام باقی رہے۔ شاید اس غم نصیب کوکھ جلی ماں کو یہ تسکین ہو کہ یہ دونوں بچے آماجگاہِ ستم تو بنے مگر ستم زدوں کے زخمہائے دل کا مرہم بھی بن گئے رہتی دنیا تک جب کسی ماں کی گود خالی ہوگی تو علیؑ اصغرؑ جیسے شیر خوار

کی یاد اُس کے غم کی شدّت کو کم کردے گی اور جب غربت میں کوئی بچی سپرد خاک ہوگی تو سکینہؑ کی زندانِ شام کی موت اُس کے درد کو مدھم کردے گی۔

یہ تو انسانیت کے زاویہ نظر سے ربابؑ اور اُن کے بچوں کی موت کا تذکرہ تھا۔ ذرا اس کے اخلاقی پہلو پر بھی نظر ڈالیئے۔ ایک نے فوجِ شام میں تہلکہ ڈال دیا دوسرے نے یزید جیسے شقی القلب کے دل کو گداز کردیا۔ ایک نے بے زبانی کے باوجود وہ "کلام" کیا کہ عمر سعد سے "اقطع کلام الحسینؑ" کا حکم صادر کرایا اور دوسرے نے زندانِ شام میں وہ دَرد بھری فریاد کی کہ یزید کا خواب وخور حرام ہوگیا۔ حتیٰ کہ اُس کی بے کسی کی موت اُسرائے حسینؑ کی خلاصی کا باعث ہوئی۔ ان دونوں کی موت اُمت کی حیاتِ ابدی ہے۔ اس لئے کہ دونوں نے اپنی جانیں اچھے مقصد کے لئے دیں۔ ایک نے باپ کی نصرت راہِ حق میں کی اور دوسرے نے ان کو یزیدی ظلم وتشدد سے چھڑا کر ظلم وتشدد کی بیخ کنی کی۔ دونوں کا کام تبلیغ حق تھا۔ ایک نے شام وعراق، عرب و حجاز کے اژدہام کثیر میں وہ اعلان بے گناہی کیا کہ دشمنوں سے بھی اپنی بے گناہی کا اعتراف کرالیا اور دوسرے نے بھرے دربار میں جو نمائندگی کے لحاظ سے کربلا کے میدان سے کم نہ تھا اپنے روحانی تصرفات کا وہ معجزہ دکھایا جو باپ بیٹی کی محبت کا افسانہ بن گیا۔ ممکن ہے کہ بعض مادہ پرست اس کو حقیقت سے دور سمجھیں مگر جب ہم واقعات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسی مثالیں ہمیں تاریخی سوانح میں ملتی ہیں۔

انگلستان میں ملکہ میری کے عہد میں جب عیسائی جماعتوں میں مذہبی عصبیت مردم کشی اور جاں ستانی تک پہنچ چکی تھی اور پروٹسٹنٹ عقیدہ کے مشاہیر قتل کیے جارہے تھے تو ایک شخص ٹامس مور نامی برسرِ دار کھینچا گیا اور اُس کا سر نیزہ پر چڑھا کر دریائے ٹیمس کے مشہور ویسٹ منسٹر برج پر سے مع فوجی جلوس کے گزارا گیا۔ سر راہ کسی

کیتھولک کو تماشائی ہو کر کھڑے رہنے کی اجازت نہ تھی ۔ اس کی لڑکی مارگریٹ پل کے نیچے ایک کشتی میں بیٹھی ہوئی اپنے باپ کے دیدار کا آخری نظارہ کرنے کے لئے اس جلوس کی منتظر تھی ۔ جب ٹامس مور کا سر نیزہ پر نصب ویسٹ منسٹر برج پر پہنچا تو اس چہیتی بیٹی نے بڑی بے چینی سے پکارا میرے باپ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میری گود میں آ جاؤ۔ گولڈن ڈیڈس مطبوعہ میکمیلنس لندن میں لکھا ہے کہ جو لوگ نیزہ لئے تھے۔ اُن کے ہاتھ کپکپائے اور سر کو حرکت ہوئی اور وہ مارگریٹ کی گود میں جا گرا اور اُس نے اُس کا بوس و کنار شروع کر دیا۔ سارا مجمع اس محیر العقل واقعہ کو دیکھ کر اس طرف ٹوٹ پڑا اور بالآخر کسی طرح وہ سر پھر دستیاب کیا گیا۔ کیا دربارِ یزید میں یزید کی اس فرمائش پر کہ ''سکینہؑ تم اگر بابا کی پیاری ہو تو سرِ حسینؑ کو اپنے پاس بلا لو'' ایسا ہی واقعہ نہیں ہوا کہ سرِ حسینؑ کو حرکت ہوئی اور وہ سکینہؑ کی گود میں جا پہنچا۔ قوت ارادی اور قوت جذب اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز واقعہ رونما کر سکتی ہے۔ کیا اس باپ بیٹی کے ملاپ نے سارے درباریوں میں ایک تفحص کی لہر نہ دوڑا دی ہوگی کہ کٹا ہوا سر جو تن سے جدا تھا کس قوت روحانی کے تحت متحرک ہوا اور ایک فاسق اور ظالم کے چیلنج کو قبول کر کے اُس کو دربار عام میں ذلیل و خوار کیا۔ کیا یزید کے خلاف نفرت و انتقام کی رو اسی وقت سے درباریوں میں نہیں دوڑی اور کیا اس واقعہ کا یہ ردِ عمل نہ تھا کہ یزید ... بہت متاثر ہوا اور اسی وقت سے اہل بیتؑ حسینی کے رہائی پر آمادہ ہو گیا۔

جناب علی اصغرؑ کا عنوانِ شہادت تو ایسا ہے کہ اس شیر خوار کو ''فاتح کربلا'' کہنا حق بجانب ہے۔ ''کربلا کی جنگ دو بادشاہوں کی جنگ ملک گیری تھی'' یہ بہتان مسترد نہ ہوتا اگر حضرت علی اصغرؑ باپ کے ہاتھوں پر کھلے میدان میں شہید نہ ہوتے۔ کون باپ چھ ماہ کے بچے کو ہاتھ میں لے کر بے زبان معصوم سے استغاثہ العطش سوکھے

ہونٹوں پر زبان پھیر کر بلند کرائے گا! یہ تو تب ہی ہوسکتا تھا کہ اُس کا مقصد محض یہ رہا ہو کہ دُنیا دیکھ لے اور سمجھ لے کہ میرا مقصد لڑائی نہیں ہے محض اعلان بے گناہی ہے۔ ''بای ذنب قتلت'' کا نوحہ بلند کرانا تھا۔ فوجِ اشقیاء سے اس کا اعتراف کرانا تھا کہ بے گناہ بے زبان۔ بے آب شیر خوار بھی ناوک ظلم کا کا نشانہ بنائے جا رہے ہیں۔ اس بچے نے باپ کی حق پرستی اور معصومیت ثابت کر دی اور حسینؑ مظلوم کے سر سے یہ غلط الزام ہمیشہ کے لئے اُٹھالیا کہ جنگِ کربلا مادی جنگ تھی۔ یا جنگ بھی تھی! شہادتِ علی اصغرؑ واقعہ کربلا کا وہ زرّیں کارنامہ ہے جس نے باطل کے سیاہ داغ کو اور زیادہ نمایاں کر دیا جو ہمیشہ کے لئے یزید کے لئے کلنگ کا ٹیکہ ہے۔

چھڑائے سے نہ چھوٹے گا ارے ظالم نہ بن لڑکا
شہیدانِ وفا کا خوں کیا دھبہ ہے کیچڑ کا

انسانیت کے دامن کا داغ چھڑائے نہیں چھوٹتا۔ تاریخِ عالم ہمیشہ حق و باطل کے امتیاز کے لئے علی اصغرؑ کی معصومیّت اور یزید کی بہیمیت کو اپنے دامن میں محفوظ رکھے گی۔ یزید سمجھتا تھا کہ ظالم کا بول بالا ہے۔ علی اصغرؑ کی گردن کا تیر پکارتا ہے کہ حق کا بول بالا ہے۔ اس ننھے مجاہد کا جہاد بالعمل نرالا تھا۔ سوکھے ہونٹوں سے پیاس کا مظاہرہ اور مسکراتے لبوں سے موت کا خیر مقدم ربابؑ کے لئے یہ آخری پیار تھا کہ اچھی ماں کے بچے اچھے مقصد کے لئے ہنستے کھیلتے جان دیتے ہیں اور بعد کی نسل کو یہ سبق دے جاتے ہیں۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

(مولوی سیّد کلب عباس... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء... متاعِ رباب نمبر)

دفنِ حضرت علی اصغرؑ کے وجوہ:

روزِ عاشورہ جب امام حسینؑ کے جملہ اصحاب، انصار اور اعزاء میدانِ کارزار میں باری باری جا کر جام شہادت سیراب ہو چکے اور وہ وقت آ گیا کہ

نہ لشکرے نہ سپاہے نہ کثرت الناسے
نہ قاسمے ، نہ علی اکبرے نہ عباسے

تو بیکس و مظلوم امامؑ نے اتمام حجت کے لئے آوازِ استغاثہ بلند کی اور فرمایا کہ ھل من ناصر ینصرنا، ناگاہ خیمۂ عصمت وطہارت سے آواز بلند ہوئی حضرت مضطرب ہو کر میدان قتال سے حرم سرا میں تشریف لائے۔ معلوم ہوا کہ شش ماہے فرزند علی اصغرؑ نے استغاثہ سنتے ہی اپنے کو گہوارہ سے گرا دیا۔ امامِ مظلوم ننھے مہمان کو لے کر میدان کارزار میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے قومِ جفا کار اگر تمہارے زعم باطم میں میں گنہگار ہوں تو اس شیر خوار نے کیا خطا کی ہے؟ اسے ایک جرعۂ آب دے دو۔ اگر یہ خیال ہو کہ اس بہانے سے میں خود پینا چاہتا ہوں تو میں اس کو فرش خاک پر لٹائے دیتا ہوں، تم میں سے کوئی آ کر تھوڑا پانی اس کو پلا دے۔ پھر آپ عمر ابن سعد سے مخاطب ہو کے فرماتے ہیں۔

نالاں ہے تجھ سے روحِ رسولؐ فلک سپاس — اتنا بھی دل نہ سخت کر اے نا خدا شناس
موجود ہیں صراحیاں پانی کی تیرے پاس — اک گھونٹ دے اسے کہ ہے سولہ پہر کی پیاس

بچے پہ ظلم صاحب ایماں سے دور ہے
چھوٹے سے مہمان کی خاطر ضرور ہے

لکھا ہے کہ اہل فوج نے ارشاد امام کا کوئی جواب نہ دیا لیکن لشکر شام میں ایک تہلکہ پڑ گیا اشقیاء کی یہ حالت ہو گئی کہ

کی آہ کسی نے کوئی منہ پھیر کے رویا   دامن کسی جلاد نے اشکوں سے بھگویا
ہر شخص کے اِک تیر لگا قلب پہ گویا   بولا کوئی ایماں بھی گیا دین بھی کھویا

یوں پھول کوئی دھوپ میں مرجھا نہیں جاتا
بچے کا یہ عالم ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

جب عمر ابن سعد ملعون نے فوج کی یہ حالت مشاہدہ کی تو حرملہ کو حکم دیا۔ اقطع کلام الحسین، یعنی حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے، حرملہ نے تیر سہ پہلو سے کلام امام کو منقطع کیا۔ شیر خوار باپ کے ہاتھوں پر تڑپ کر رہ گیا۔ امامؑ نے ذوالفقار سے ننھی سی قبر کھودی علی اصغرؑ کو سپرد خاک کیا۔

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ دوپہر میں گھر کا گھر صاف ہو گیا۔ طفلی کے رفیق و انصار شہید ہو گئے، گود کے پلے بچے اُمت پر قربان ہوئے۔ قمر بنی ہاشم ابوالفضل العباس نے اپنی جان نثار کی۔ حسن سبز قبا کی یادگار پائمالِ سمِ اسپاں ہوئی۔ اٹھارہ برس کی کمائی خاک میں مل گئی۔ علی اکبرؑ نے دار فانی سے کوچ کیا لیکن حضرت نے کسی کے دفن کا اہتمام نہ فرمایا۔ آخر وہ کون سے اسباب تھے جن کی بنا پر امام نے شیر خوار مجاہد کو سپردِ خاک کیا۔ پہلی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ اموات کا دفن کرنا فریضۂ انسانی ہے اور بجائے عبادت ہے اس لئے امامؑ نے بچہ کی قبر بنائی آلام و مصائب کے ہجوم میں کسی اور شہید کو دفن کرنے کا موقع کہاں تھا۔ ننھی سی قبر بنا سکے۔ دوسری وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ممکن ہے امام کو یہ خیال ہوا ہو کہ اور افراد میدانِ قتال میں دشمنان اسلام سے جہاد کر کے شہید ہوئے لیکن یہ بچہ تو کسی سے جنگ کو بھی نہ آیا تھا۔ بے قصور آب تیر سے سیراب کیا گیا۔ تیسری وجہ شاید یہ ہو کہ ارضِ کربلا گرمی کی شدت سے تپ رہی تھی، امام کو گوارا نہ ہوا کہ اس گل اندام کو جلتی ریت پر چھوڑ دیں۔ چوتھی وجہ شاید یہ ہو

کہ امامؑ کو خیال ہوا ہو کہ میری شہادت کے بعد جب اہلِ بیتؑ لوٹے جانے کے بعد اسیر کر کے اس طرف سے لے جائے جائیں گے تو لاش علی اصغرؑ کو دیکھ کر بے چین ہوں گے۔ خصوصاً مادرِ علی اصغرؑ اپنے ششماہے فرزند کو خاک و خون میں غلطان جلتی ریت پر پڑا دیکھ کر عجیب نہیں کہ فرطِ غم سے ہلاک ہو جائے۔ پانچویں وجہ شاید یہ ہو کہ امامؑ کو یقین تھا کہ ملاعنہ شہداء کی لاشوں کو پامال کریں گے۔ اگر یہ لاش زمین پر ہوگی تو بوجہ پامالی کے ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

(خورشید حیدر جائسی. سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء .متاعِ رباب نمبر)

غنچہ دہن علی اصغرؑ:

حضرت علی اصغرؑ وہ غنچہ ناشگفتہ تھے، جو کربلا کی سخت دھوپ میں تیر کھا کر مسکرائے، اِدھر یہ غنچہ کھلا اُدھر مرجھا گیا اور وہ بچہ جاتے جاتے سبق دے گیا کہ دنیا بس اتنی ہی ہے۔

قول و عمل کی ہم آہنگی اور زہر آلود آلہ حرب سے شہادتِ رسولؐ اور ان کے گھرانے کا مسلمہ تاریخی شعار ہے۔ حضرت علی اصغرؑ کا سن چھ مہینہ کا۔ اس کا تبسم، ان کا قول شہادت ان کا عمل سوچیے تو کس طرح اور کب یہ عملیہ سچا اترتا ہے۔

حضرت علی اصغرؑ کے متعلق اس سے مختصر اور پر درد اور ہمیشہ یاد رکھنے والی بات نہ سننے میں آئی جو یادش بخیر خطیب اعظم مولانا سید سبط حسن اعلی اللہ مقامہٗ ایک مجلس میں فرما گئے، جس کو سن کو لوگ اپنے اپنے گھر روتے گئے اور وہ بات یہ تھی کہ اگر علی اصغرؑ شہید نہ ہو جاتے تو اسیران اہل بیتؑ کے ہاتھ رسن بستہ ہونے کی حالت میں یہ بچہ کیسے ہاتھ میں لیا جاتا۔

سچ تو یہ ہے کہ واقعہ کربلا میں شہادتِ علی اصغرؑ کو جو بے نظیر اہمیت حاصل ہے وہ یہ ہے کہ اس سے تاریخ کربلا میں ایک نئی روح پیدا ہو گئی۔ اس معصوم اور بے زبان

بچے کی شہادت کی وجہ سے کوئی جواب دنیا کے پاس نہیں رہ گیا اب جتنا جی چاہے کربلا کی جنگ پر سوچ سوچ کر اعتراض کیا جائے مگر دنیا کے تمام مورخ اور مصنف مزاج مل کر پوچھتے ہیں کہ علی اصغرؑ کو جب خُلقِ عظیم سکھانے والے رسولؐ کے حقیقی نواسے امام حسینؑ نے کھلے میدان میں ہاتھوں پر بلند کر کے بچے کی تشنگی اور بے گناہی کا تاریخی ورق دنیا کے سامنے پیش کر دیا تو پھر اس کو تیر سے کیوں شہید کیا؟

آج دنیا کے مورّخ خصوصاً یورپ کے ممالک کے صاحبِ رائے اور حقیقت شناس مورخ متفق ہیں کہ حضرت امام حسینؑ اپنے زمانے کے سب سے بڑے ماہر سیاست تھے۔

حضرت علی اصغرؑ کے پانی کی حجت تمام کرنے کے لئے جھولا خالی کر کے میدان میں لانے سے اتنے سیاسی، مذہبی اور اخلاقی سبق امام حسینؑ اور حضرت علی اصغرؑ صفحہ عالم پر چھوڑ گئے کہ قیامت تک کتابیں صرف اس ایک واقعہ پر لکھی جائیں ہزاروں صحیفے اور نمبر نکالے جائیں، مگر رازِ شہادت حل نہ ہوگا اور بیان قاصر رہ جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ مشت بعد از جنگ جب دشمن کچھ عرصے کے بعد چونکہ تو یہ پیوند کہیئے یا بعد ازفو تاریخ کے پھٹے پرانے دامن میں یوں لگایا جانے لگا کہ خیمہ تک ایک تیر آ جانے سے بچے کی شہادت ہوگئی۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

(شیخ ممتاز حسین جونپوری ..سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء... متاعِ رباب نمبر)

تیر و کمان پر تاریخی و علمی نظر:

حرملہ بن کاہل اسدی کا زہر آلود تیر

تیر اندازی دنیا کی تمام قوموں کا پرانا حربہ اور عہدِ قدیم کی بندوق ہے جس میں

بڑے بڑے کمالات دکھائی دیتے ہیں اور شریف ورذیل سب اس کی تعلیم لازمی سمجھتے ہیں یہی وہ حربہ ہے جس سے رام چندر جی اور ان کے بھائی لچھمن جی نے راون اور اس کے ایسے کوہ پیکر حریفوں کو مار کے گرادیا۔ اگرچہ بندوق کی ایجاد نے اس کا زور کم کردیا تھا مگر پھر بھی سپہ گری کا اعلیٰ جوہر تھا۔ تیراندازی کی کمانیں اتنی کڑی رکھی جاتی تھیں کہ ان کا چلہ کھینچنا ہر ایک کے لئے آسان نہ تھا بلکہ جس کی کمان جتنی کڑی ہوتی اسی قدر زیادہ اس کا تیر دور جاتا اور کاری ہوتا۔ عربوں نے اپنی فتوحات کے زمانہ میں تیراندازی کے ایسے ایسے کمالات دکھائے جو حیرت انگیز ہیں۔ اُم ابان نامی دس پانچ ہی روز کی بیاہی ایک عربیہ دلہن نے فتح دمشق کے موقع پر اپنے مقتول دولہا کے انتقال میں ایسے زبردست تیر برسائے کہ پہلے تیر نے دشمنوں کے علمبردار کو مار کے گرادیا اور دوسرا دشمن کے بہادر سردار ٹامس کی آنکھ میں اس طرح پیوست ہوا کہ آخر کان سے کاٹ کے آنکھ ہی میں چھوڑ دیا گیا۔ (گزشتہ لکھنو صفحہ ۱۳۵ عبدالحلیم شرر لکھنوی)

انسانی خونریزی کے علاوہ بابِ ماضی سے یہ بھی ثابت ہے کہ کمان کا ذکر شادی بیاہ کے موقع پر بھی آیا ہے اور قوس نے دو مختلف خاندان کے مرد وعورت کا رشتہ جوڑنے میں مدد پہنچائی ہے۔ چنانچہ رامائن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ سیتا جی کے باپ نے ان کو بَر تجویز کرنے کا اختیار دے رکھا تھا۔ باپ کو بزرگوں سے ایک کمان ملی تھی جو بہت بھاری اور کڑی تھی، سیتا جی نے کہا کہ جو کوئی اس کمان کو جھکا دے وہی میرا بَر ہوگا۔ راجاؤں کے پرے آئے مگر کسی سے کمان نہ جھکی ایک ایک کر کے سب نے زور لگایا بعض سے تو اُٹھ بھی نہ سکی۔ جب رام کی باری آئی تو انہوں نے اُسے آسانی کے ساتھ موڑ دیا اور اتنا موڑا کہ اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سیتا نے فوراً پھول مالا اُن کے گلے میں ڈال دیا۔ منشی غلام سرور لاہوری نے اپنے لغت میں لکھا ہے کہ اسد الحکما کہ

شیب نامہ میں لکھتا ہے کہ تیر و کمان ایجاد دختر شاہ کرنک زابلی کی ہے مگر اس وقت تیر میں پر نہ تھے۔ پر تیروں میں منوچہر نے لگائے ہیں۔ استدلال میں یہ شعر پیش کیا ہے۔

شنیدم کہ دانش پژدہاں درست
کہ تیر و کمان او نہاد از نخست
ولیکن بذیر براں تیر پیش
منوچہر شہ ساخت ہنگام خویش

(جامع اللغات ص ۳۹۵)

اسد الحکما کی رائے صحیح نہیں معلوم ہوتی قوس کا لفظ ماہرینِ علم الافلاک کی زبان پر اس وقت سے ہے جب آسمان کے برج نامزد ہوئے چنانچہ برجِ قوس سورج کی نویں منزل کو کہتے ہیں اور کلامِ عرب میں خمیدہ پشت آدمی کو ''الشیخ صارا قوس'' بوڑھا کمان ہو گیا'' کہتے ہیں اس وقت سے جبکہ عربی زبان جاری ہوئی

(معجم الطالب جرجس ہمام شویری)

قبائلِ عرب میں جب اختلاف ہوتا تھا اور معاہدہ کی قرار داد منظور ہوتی تھی تو دونوں متحاربہ اپنی اپنی جگہ سے صلح کے لئے حرکت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہ جاتا تھا۔ شبِ معراج کی حکایت میں قوسین کی لفظ اسی قدیم رسم کی بناء پر استعمال ہوئی ہے۔ قرآن سے یہ بھی ثابت ہے کہ عہد یونس نبی میں تیروں کے ذریعہ قرعہ ڈالا گیا اور احادیث میں یہ صراحت ہے کہ پہلا قرعہ تیروں سے مریم بنتِ عمران نے اور پھر عبد المطلب نے اختلاف کے محل پر ڈالا۔ سیرت نبوی میں یہ بھی ہے سا ہم رسول اللہ قریشانی بناء انست، رسولؐ عربی نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر قرعہ ڈالا اس کے بعد اسلام میں تیر و کمان کا استعمال مختلف مواقع پر ہے۔

(۱)ازابی عبداللّٰہ منقولست کہ فرمودا ذا کانوا سبعة یوم الجمعة فالیصلوا فی جماعة والیلبس لیردو العمامہ و یسر کا علی قوس و عصی و الیقعلہ قعدہ کابین الخبطین

جب سات شخص جمعہ کے دن جمع ہوں تو نماز جمعہ پڑھیں اور امام جماعت عمامہ اور رداء کاندھے پر ڈالے اور کمان یا عصا پر تکیہ کر کے خطبہ پڑھے۔ یہ عبارت کتب فقہ میں موجود ہے۔

(۲) خنثی شکل کی تقسیمِ میراث میں تیروں کے ذریعہ قرعہ ڈالا جاتا ہے۔

(دیکھو روضۃ الاحکام)

جس شخص کو سفر میں آبِ وضو دستیاب نہ ہو وہ تیر پھینک کر پانی تلاش کرے۔ چنانچہ علامہ کہتے ہیں۔

و یحب الطلب علوة سهم فی الخرنة وسهمین فی السهیله من جوابنه الاربع (تبصرة المتعلمین)

ریگستان اور پتھریلی زمین میں ایک تیر اور دو تیروں تک پانی ڈھونڈھے ہر چہار سمت پانی نہ ملنے پر تیمّم کا محل ہے۔ اتنے استعمالات تیر و کمان کے دیکھ کر اسلام کی رحمدلی ثابت ہوتی ہے کہ تیر کو دشمن کے لئے استعمال کرنے میں خواہ وہ کافر یا مشرک ہی کیوں نہ ہو کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پیغمبرؐ کی حدیث میں اس بات کی رغبت دلائی ہے کہ اپنے بچوں کو تیر لگانا اور پیرنا سکھاؤ۔ (حلیۃ المتقین) اور خاندان رسالت کی ہر فرد تیراندازی میں کامل تھی۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی پیرانہ سالی میں تیراندازی اور تیر پر تیر لگانا آپ کی سیرت میں موجود ہے۔ (اُردو داں طبقہ بھی جانتا ہے دیکھو مآثر باقریہ) دہرانے کی ضرورت نہیں ہے ہم فنونِ مشرقیہ سے اس قدر دور ہو گئے ہیں کہ

تیراندازی کا صرف نام جانتے ہیں اور اصطلاحات سے بے خبر ہیں اور قریب ہے کہ یہ فن فنا ہو جائے۔ بندوق کا نشانہ صحیح ہونا تیراندازی کی مشق کے بعد کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تیر و کمان پر نظام الدین بن مولوی امیر علی نے سیر حاصل بحث کی ہے جس کا اقتباس مطالعہ کی وسعت کے لئے ضروری ہے۔

تیراندازوں کی اصطلاح میں پانچ سیر کی وزن کو ٹانک کہتے ہیں پس جو کمان ایسی ہو کہ اس کی شصت میں اگر پانچ سیر وزن باندھ دیں اور وہ اس قدر خمیدہ ہو کہ جس قدر شصت کو کان کی لو تک کھینچنے میں خمیدہ ہونا چاہئے تو اس کمان کو ایک ٹانک کی کمان کہتے ہیں اور کمان عموماً ایک ٹانک سے کم اور پانچ ٹانک سے زیادہ نہیں ہوتی اور ایک سے پانچ تک اسی پر قیاس کرنا چاہئے کہ ۲۵ سیر وزن ہوتا ہے یعنی اگر ۲۵ سیر وزن لے کر کمان کی شصت میں باندھیں تو اس قدر خم نہ ہو جس قدر شصت کو کھینچ کر نرمہ گوش تک لانے میں کمان خم کی جاتی ہے۔ (عقل و شعور صفحہ ۴۴۹ مطبوعہ ۱۸۹۶ء)

ہندوستان کے عجائب خانوں میں سالار جنگ میوزیم بمبئی کے آثارِ قدیمہ میں بعض کمانیں عہدِ قدیم کی موجود ہیں اور میں نے اپنی کتاب شہزادہ علی اصغرؑ کی تالیف کے وقت بچشم خود دیکھیں اُن کی مہیب صورت تیرانداز کی بے رحمی اور ان کی بربریت بعض پرانی تصویروں سے بھی واضح ہوتی ہے کہ تیرانداز کڑی کمانوں کو بسا اوقات پیروں کی طاقت سے زمین پر بیٹھ کر جھکاتا ہے اور تیر اس کے چاروں ہاتھ پیروں کی طاقت سے کمان سے رہا ہوتا ہے۔ بقول عروج

تیر چلّے سے ملا کڑی کماں ناوک چلا
اس طرف شاہ بچہ کو چھپاتے ہی رہے

واقعہ کربلا صحیح معنوں میں ہم تک نہیں پہنچا اور ناقل تو ختم ہو گئے یا ان کی زبانوں پر

پہرا تھا جو بتا سکتے تھے ان سے پوچھنے والے آزاد نہ تھے۔ حکیم مولوی مرزا علی نافذ جو عہدِ شاہی کے آخری ادیب تھے، نظم کے ساتھ نثر پر بھی قابو تھا اہلِ قلم نے ان کو افاضل اور تلامذہ ملاذ العلماء رحمہ اللہ میں شمار کیا ہے۔ ممدوح کی تصانیف کسی کسی لائبریری میں نظر آتے ہیں۔ موصوف کا بیان تھا کہ حرملہ اپنے وقت میں چالیس پہلوانوں کے مقابل سمجھا جاتا تھا۔ اور اس کی کمان دوٹا نک کی تھی۔

بے شیر کی دل دوز شہادت پر راویوں کے جو مختلف بیانات ہیں ابومخنف کا یہ کہنا کہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح کیا۔ اس عصر کی سب سے مستند کتاب نفس المہموم فی مصیبۃ المظلوم طبع نجف اشرف سے واضح ہوا کہ تیر لبہائے خشک پر پڑا (فوقع فی شفتیۃ) اور حضرت اُمِ کلثومؑ کا اپنے نوحہ میں یہ آخری بنیہ مصرح ''والحسرتا و علیٰ قربحۃ الجفن والاحشاء'' آنکھیں اور امعا (شکم) مجروح ہوئے اسی طرح قاتل کے نام کے ساتھ حصین بن متیم (نفس المہموم) کا تیر بھی صفحہ قرطاس پر آتا ہے اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوتا ہے کہ تیروں کی بوچھاڑ تھی اور جرم حرملہ تک محدود نہیں ہے پسرِ سعد بھی شریک ہے جس نے کہا اطع نزاع القوم'' جلد لشکر کی بے چینی کو ختم کر دے صاحب نہضہ کی اس تحریر کا لازمی نتیجہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ علی اصغرؑ کی حالت دیکھ کر بچر گیا تھا اور مظلوم کا ساتھ دینے پر تیار تھا اور عمر سعد نے اصولِ جنگ کی مکر آمیز گفتگو کی جو اس کے ہمنوا فوجی سمجھے اور ظلم وستم کا وہ مظاہرہ ہوا جو چشمِ فلک نے نہ دیکھا۔ شہزادہ کے نام نامی والدین عمر کیفیت شہادت دفن، اہل حرم کا کہرام، سکینہؑ کی بے چینی، قاتل کا انجام، ائمہ طاہرین کے تاثرات، قبر کی جگہ پر امام محمد باقرؑ کی رائے، ماں کی سوگواری، بکثرت عنوانات ہیں جن کو تاریخ شہزادہ علی اصغرؑ میں بیان کیا ہے یہ کتاب اس خادمِ دین نے ۱۹۳۹ء میں پیش کی تھی۔ اس مقالہ میں

جو کچھ عرض کیا ہے اس کے علاوہ ہے۔

(مولانا سید آغا مہدی لکھنوی۔ سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء۔ متاعِ رباب نمبر)

شہادتِ اصغرؑ دراصل شہادتِ اکبر ہے:

کربلا کا تصور آتے ہی دل کی دنیا بدل جاتی ہے کبھی کبھی تو اس کی معمولی رفتار میں گھٹن سی محسوس ہونے لگتی ہے۔ عقل کو بھی حیرت ہوتی ہے کہ اتنا عظیم اور دور رس نتائج کا حامل یہ فقید المثال کارنامہ اس نظم و ضبط کے ساتھ ایک دن کے صرف چند گھنٹوں میں کیسے وقوع پذیر ہو گیا اور اپنے پیچھے قیامت تک کے لئے شرافت و انسانیت کے لازوال جواہر پارے بکھیر گیا۔ اب حُسن و اخلاق کے جس مراقع کا تصور کیجئے گا اس کی جیتی جاگتی تصویر آپ کو اس واقعہ میں ضرور مل جائے گی۔ کمالات انسانی کے جس جزو کی تلاش کیجئے گا اُسے آپ ضرور انہیں لمحات دار و گیر میں موجود پائیں گے آخر یہ کیا ہے؟ نظریات و تصورات برسوں میں بنتے اور بگڑتے ہیں اور تعلیمات و تعمیرات کے لئے صدیاں درکار ہوتی ہیں۔ مگر یہ تو اقدام و عمل اور درس و تدریس کا وہ کامیاب قدم تھا جو کربلا میں اُٹھا اور اُٹھ کر قائم ہو گیا اور اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ساری گردشیں اسی ایک محور کے گرد نثار ہو رہی ہیں۔ یہ ہر شے کا جو ہر اُس کے ضد کی موجودگی میں زیادہ درخشندہ ہو کر سامنے آتا ہے۔ جیسے تاریک راتوں میں ستاروں کی روشنی زیادہ چمکدار ہو جاتی ہے۔ سانحہ کربلا اس اعتبار سے بھی کامیاب ترین تاریخی واقعہ ہے۔ جہاں انسانیت کے مقابلہ میں حیوانیت، اخلاق و مروّت کے مقابلہ میں درندگی و وحشت اور نرمی و رافت کے مقابلہ میں سختی و قساوت اپنی پوری توانائی کے ساتھ رونما ہو رہی تھی۔ باطل طاقتیں ایسے وحشیانہ حوصلہ اور بہیمانہ ولولہ کے ساتھ کربلا سے پہلے اور نہ کربلا کے بعد کبھی حق کے خلاف متحد ہو سکیں

اور نہ یقیناً اب ہوں گی۔ اسی وجہ سے اس واقعہ کی تازگی وقت کے گزرنے پر بڑھتی ہی جاتی ہے۔ زمانہ کا بڑھاپا واقعہ کربلا کے شباب کا سامان مہیا کر رہا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر دَور میں خوابیدہ افکار و آرا کے اندر خود بخود ایک نئی کروٹ پیدا ہوتی رہی ہے جس کے نمود نے کثیر تاریخی مواد چھوڑا ہے اسی واقعہ کربلا کا یہ ایک دوسرا اعجازی پہلو ہے۔ جہاں ٹھہر کر سوچنے اور سمجھنے کو جی چاہتا ہے لیکن جو خصوصیت مجھے خاص طور پر اس شہادت عظمیٰ کی سب سے زیادہ متاخر بناتی ہے وہ اُن لکھو کھا مصائب و موانع کے ہنگام میں اُن مٹھی بھر سرفروشانِ حق کے اندر اعتدالِ عمل کا صحیح توازن ہے۔ پورا واقعہ دیکھ جایئے ایسا محسوس ہوگا کہ حادثات پر ایک قسم کا دبدبہ مظلومی پر ایک قسم کی شوکت اور بے بسی اور ایک قسم کا وقار چھایا ہوا ہے۔ وہاں اصنافِ انسانی کے فرق کے علاوہ عمروں اور قوتوں کا بھی بڑا فرق ملتا ہے مگر جب انجامِ عمل کے اعتبار سے دیکھئے تو ہر پیر و جوان ہر زن و مرد، ہر آزاد و غلام حتیٰ کہ چھوٹے چھوٹے بچے بلکہ شیر خوار تک آنے والے مصائب کا استقبال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہر ایک خیال میں موقف کی نزاکت اور اپنے اپنے عمل کی اہمیت کا بڑا متوازن تصوّر موجود تھا۔ ایسا تو ہوا کہ کسی نے نیزوں کے پھل کھائے، کسی نے آبِ شمشیر کا ذائقہ چکھا، کسی کی تواضع گرزِ گراں بار سے کی گئی تو کسی کی دودھ بڑھائی تیر سہ شعبہ سے ہوئی، مگر نشانۂ ظلم بنتے وقت جس طمانیت قلب اور سکونِ عمل کا مظاہرہ ہر ایک سے ہوا وہی دوسرے اور تیسرے سے اور وہی سب سے ہوا یہ ہے کربلا کی وہ معتدل ہوائے عمل جس نے مفکرینِ عالم کو متاثر و متحیر کر رکھا ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ جوانمردی کے مقابلہ میں کسی کم سن بلکہ شیر خوار بچے کی موت نتائج و اثر کے اعتبار سے کم سمجھی جاتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ "این ماتم سخت است" کہ گویند جوان

مرداً! مگر یہ فرق واقعی اس وقت ہوتا ہے جب اسباب وعلل اور نتائج و اثرات کے اعتبار سے بھی ان میں فرق محسوس کیا جا سکے لیکن جب اعتدالِ عمل کا یہ عالم ہو کہ خود امام و ماموم، اور قائد ومحکوم کا عمل ایک ہی منزل پر نظر آ رہا ہو تو پھر اب کسی اور کے فرق عمل کا کیا تصویر کیا جائے۔ اس حقیقت کا اعتراف یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ شہادت اصغرؑ دراصل شہادت اکبر ہے۔

میں سوچتا تھا کہ اس معصوم شہزادے پر جس کی داستانِ حیات صرف چھ ماہ کی مدت میں ختم ہو جاتی ہے مگر مجھے علامہ ڈاکٹر جونپوری مدظلہ کے ایک فقرہ سے شہادت معصوم کا ایک وسیع باب نظر آ گیا۔ جو موصوف نے بر سبیل تذکرہ مجھ سے فرمایا کہ ''علی اصغرؑ کربلا میں چھ ماہ کے تھے مگر اب تو ان کی عمر تقریباً چودہ سو سال کی ہو رہی ہے۔'' سچ ہے اس قربانی نے اس طویل عرصہ میں ملکوں اور قوموں کو کس طرح متاثر کیا ہے۔ کہاں کہاں شہادتِ صغیر کی معصوم کرنوں نے نور افشانی کی ہے، کن کن دماغوں میں انقلاب کی رَو دوڑائی ہے۔ کس کس سے واقعۂ کربلا کی عظمت اور کاروانِ حسینی کی طہارت و بے گناہی کا کلمہ پڑھوایا ہے۔ یہ ایک اتنا وسیع باب ہے جس کے لئے ہزاروں صفحات کی ضرورت ہوگی۔

بطور خاکہ صرف عنوانات پر اکتفا کرتا ہوں۔ اربابِ نظر اگر محنت و جانفشانی سے قلم اُٹھائیں تو حقائق ومعلومات سے پُر ایک علمی خزانہ دستیاب ہو سکتا ہے۔ خدا ہمیں توفیقِ کرامت فرمائے۔

''شہادت علی اصغر اپنوں کی نظر میں، غیروں کی نظر میں''

مؤرخین کی نظر میں، مفکّرین کی نظر میں، سیاست داں کی نظر میں، محدّثین و مُزّرین کی نظر میں، ادیب و شاعر کی نظر میں، شہادت علی اصغرؑ نے واقعہ کربلا پر کیا

اثرات ڈالے، اس وقت کی اموری سیاست کو کتنا متاثر بنایا، ہر دور میں انسانیت اس واقعہ سے کتنا اثر لیتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

شہادت علی اصغرؑ کا مراسمِ عزاداری میں خصوصی حصہ اور اس کے مظاہرات! مردوں، عورتوں اور بچوں پر ان مظاہرات کے الگ الگ اثرات!

تاریخِ انسانی میں دنیا کے کم سن بچوں کے کارنامے اور ان سے شہادت بے شیر کا تقابل، قرآن مجید نیز دیگر مذہبی کتابوں میں بچوں کے تذکرے اور ان کے کارنامے۔ وغیرہ

یہ ایک اجمالی خاکہ ہے جو بس یوں ہی قلم برداشتہ سپردِ نگاہ ہے۔ اس کی باقاعدہ ترتیب و تدوین ابواب کے ساتھ کی جائے اور بالغ نظر اہل قلم مواد فراہم کریں تو یقیناً ایک مفید اور کارآمد قلمی کوشش کامیاب بن سکتی ہے۔

زیر نظر تحریری مضمون میں مجھے مظاہراتِ غم اور جلوسِ محرم میں علی اصغرؑ کے جھولے کی حیثیت پر روشنی ڈالنا ہے۔ جب جلوسِ محرم برآمد ہوتے ہیں تو اکثر ناواقف دنیا اب بھی بڑی حیرت و استعجاب کے ساتھ پوچھتی ہے کہ یہ کیا ہے اور یہ کیا ہے؟ لیکن زیادہ تر لوگ ناواقف ہی رہ جاتے ہیں۔ مظاہرینِ جلوس اپنے جوش وخروش میں کچھ ایسے گم رہتے ہیں کہ اُنہیں حقیقتِ عزاداری کی اصل غرض و غایت، فراموش ہو جاتی ہے۔ غم واندوہ کا پر شکوہ سماں دعوتِ عام بن کر خود فراموش دنیا کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور انسان کا فطری جھکاؤ اُسے مظلوم کی طرف موڑتا ہے۔ مگر بس وہیں پر ہم خود سو جاتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ جس وقت جھولے کا کوئی جلوس نکلتا ہے تو ہر ایک متاثر نظر آتا ہے۔ دوسرے اقوام کے لوگ خصوصاً عورتیں بڑے تعلق اور توجہ سے دیکھتی رہتی ہیں۔ غالباً یہ چیز ان کی فطرت کے باطنی تقاضوں سے بہت قریب ہو

جاتی ہے۔ جھولے کے اندر شبیہ سے متصل ایک تیر کا منظر اُف بڑا اذیت کوش ہوتا ہے۔

الہ آباد میں جھولے کا جلوس شیعوں کے یہاں علیحدہ نہیں اُٹھتا بلکہ چہلم کے روز جو جلوسِ عزا نواب احمد جان خاں مرحوم کے یہاں سے برآمد ہوتا ہے۔ اس میں منجملہ اور شبیہوں کے یہ بھی ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ سے شبِ عاشور منجانب انجمنِ مظلومیہ رانی منڈی میں جھولے کا ایک مختصر جلوس نکلتا ہے جو اس محلّہ میں ایک مکان سے اُٹھ کر بس تھوڑی دُور جا کر ختم ہو جاتا ہے۔ بعض عزاخانوں میں مخصوص مجلسوں کے بعد بھی جھولے کی شبیہ برآمد ہوتی ہے۔ محلّہ چک پر ڈپٹی سید زاہد حسین مرحوم کے عزاخانہ کی مجلس الہ آباد کی عزاداری میں ہمیشہ سے بڑا امتیاز رکھتی ہیں۔ اس عشرہ کی نویں مجلس میں جھولا اُٹھتا ہے۔ خدا غریقِ رحمت کرے حکیم سید مرتضیٰ حسین صاحب کو جن کے دَورِ خوانندگی میں اس عشرہ کو بڑی خصوصیت حاصل رہی ہے۔ اور ۸۔۹ محرم کی مجلسیں تو ایسی یادگار ہوتی تھیں کہ جن کا بس تصوّر باقی رہ گیا ہے۔ آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند! یہ مجلسیں اب بھی امتیاز رکھتی ہیں۔ مگر اسی تناسب سے آلہ آباد کی پوری عزاداری پر انحطاط کے آثار چھا گئے ہیں۔ اب نہ وہ انہماک رہا اور نہ وہ عزم و اہتمام، خلوص رخصت ہو گیا اور ہمتوں میں پستی آ گئی۔ بس ''میگذرد'' کے اصول پر ہر جگہ خانہ پری ہو جاتی ہے۔ اُس دور میں ان مجالس میں ہر مذہب و ملت کے صدہا لوگ شریک ہوتے تھے۔ ختم مجلس پر جھولے کی شبیہ برآمد ہوتی تھی، سینکڑوں مومنین سینہ کوبی و ماتم میں گھنٹوں مشغول رہتے تھے۔ ہر آنکھ پرنم نظر آتی تھی۔ غش ہونے والوں کی تعداد کافی ہوتی تھی جنہیں میت کی طرح سے عزاخانہ کے باہر صحن میں لایا جاتا تھا تاکہ فی الجملہ ہوا مل سکے۔ عجیب غم واندوہ کا سماں رہتا تھا۔ ہر شخص اپنے روز مرہ کے کاموں کو بھولا رہتا تھا۔ بس غمِ حسینؑ کی ایک فضا دل ودماغ پر چھائی رہتی تھی۔

محلّہ دریا آباد میں جو شہر سے کچھ دوری پر واقع ہے اور اب شہر کی توسیع کی بدولت اسی کا ایک حصہ ہو گیا ہے۔ کسی زمانہ میں بڑے جوش و ولولے کے ساتھ مراسم عزا انجام پاتے تھے۔ ہزار ہا روپئے کے اوقات اس مقصد کے لئے تھے اور بس اب یہاں بھی صرف خانہ پری رہ گئی ہے۔ جھولے کا کوئی خصوصی جلوس یہاں بھی نہیں اُٹھتا البتہ نواب آغا علی خاں مرحوم کے عزا خانہ میں جو اوقاف کی جانب سے مجلسیں ہوتی ہیں نویں محرم کو بعد مجلس جھولے کی شبیہ برآمد ہوتی ہے۔

آج سے تقریباً بیس پچیس سال پہلے الٰہ آباد میں شب عاشور جھولے کا ایک بڑا امتیازی جلوس اور ''علی اصغرؑ کا جھولا'' کے نام سے بڑے تزک و احتشام اور بڑی گرما گرمی و انتظام سے نکلا کرتا تھا اس کے بانی حاجی عبدالغفور صاحب بگلر فروٹ مرچنٹ الٰہ آباد ہوتے تھے۔ جلوس کے آگے آگے حاجی صاحب معہ اپنے رفقاء کے ہاتھ میں بگل لئے ہوئے چلتے تھے اور انہیں کے بگل کی آواز پر جلوس آگے بڑھتا تھا۔ یہ جلوس بعد نماز عشاء محلّہ بہادر گنج سے اُٹھتا تھا اور گرانڈ ٹرنک روڈ پر گزرتا ہوا کوتوالی کے سامنے سے ٹھیڑی بازار میں داخل ہو کر محلّہ سبزی منڈی کے سہ راہے پر ختم ہوتا تھا۔ کئی فرلانگ تک دو رویہ گیس کے ہنڈے سینکڑوں کی تعداد میں ہوتے تھے جس کے بیچ میں پورا مجمع رہتا تھا۔ گدکا پھری اور بانک نبوٹ کے اکھاڑے جلوس کے آگے رہتے تھے جو اپنے اپنے فنی کمالات کے مظاہروں میں مسابقت کی کوششیں کرتے تھے۔ ان کے پیچھے شہر کی سب ماتمی انجمنیں مدعو ہوتی تھیں۔ جو زنجیری ماتم سے مجمع کی توجہات و نظر کا مرکز بنی رہتی تھیں۔ انجمنوں کے بعد جھولے کی شبیہ ایک بلند ٹھاٹھر پر رکھی جاتی تھی جو دور سے دکھائی دیتی تھی۔ ہزار ہا لوگ کاندھا دینے کا شرف حاصل کرنے کے لئے والہانہ طور پر بڑھتے تھے اور بڑی مشکل سے جھولے

تک پہنچ سکتے تھے۔ ہر طرف سے عقیدت مند اور منت گزار پھولوں اور گجروں کی بارش کرتے رہتے تھے۔ اِلہ آباد کی عزاداری میں اس جلوس کا بھی ایک مقام تھا۔ بلا تفریقِ مذہب لوگ اس کے لئے چندے دیتے تھے اور پہلی محرم سے اس کا انتظار کیا جاتا تھا مگر افسوس کہ اتنا دلدوز پر اثر اور کامیاب جلوس حالات زمانہ کا شکار ہو گیا اور اب کافی عرصہ سے بند ہے۔ معلوم نہیں حاجی صاحب کیوں پھر اسے زندہ نہیں کرتے! (مولوی رضی الدین حیدر سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء متاعِ رباب نمبر)

علی اصغرؑ اُمّت کی نادانی پر ہنس دیئے:

تمام دنیا کے بچے دو ہی طریقے اپنے ضروریات و احساسات کے اظہار کے رکھتے ہیں یا رونا یا چہرے کے تغیّر سے تکلیف سے بچے کا رونا فطری ہے۔ اگر روئے گا نہیں تو کم از کم چہرہ ضرور متغیّر ہو گا۔ اب میں اس فطرت اور نظام کے ساتھ علی اصغرؑ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ بانو کا حسین بچہ اور سید الشہدا کا چھ مہینہ کا لعل بے بہا بھوک کی شدّت میں کیا کرتا ہے۔ صبر کیسا صبر میں رونے کی آواز نہیں آتی۔ پیاس کی تکلیف اب حد سے گزری ہوئی ہے۔ مگر اظہار کیسا۔ یعنی رونا کیسا، چہرہ بحال ہے ماں کا دودھ خشک ہے۔ مگر وہ عاجز نہیں کرتا۔ اہلِ بیتؑ رونے پیٹنے میں مبتلا ہیں اور وہ تنہا ایک جھولے میں پڑا ہے آخر وقت باپ آتے ہیں۔ بیبیوں کے اصرار سے اتمامِ حجت کے لئے حسینؑ عبا کے نیچے چھپا کے لے جاتے ہیں۔ ایک بلندی تک جا کر بچے کو ہاتھوں پر بلند کر کے پانی کا سوال کرتے ہیں بہتّر ہزار مسلمان ہاتھوں پر بچہ دیکھتے ہیں اور ظالموں کے دلوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ابھی تک باپ مشغول طلب آب ہیں مگر بچہ خاموش ہے۔ اب حسینؑ کا حکم ہوتا ہے پیارے بچے تو اپنی پیاس ان لوگوں پر ظاہر کر تو شاید بے رحموں کو رحم آ جائے اب بچوں کے فطرت کے خلاف نادان نہیں، دانا

شہزادہ باپ کے ہاتھوں پر کروٹ لے کر رُخ کرتا ہے فوج کی طرف اور کیسے کہے بس ہنسی سے زبان خشک ہونٹوں پر پھیرتا ہے۔ دیر تک یہی عالم رہتا ہے۔ اب فوج میں آخر اولاد والے بھی تھے۔ بچے کو اس طرح دیکھ کر مضطرب ہوتے ہیں۔ عمر ابن سعد کا حکم اقطع کلام الحسین۔ حرملہ عرب کا پہلوان نامی تیرانداز قوت دار بازو تین بھال کا تیر کڑی کمان کھینچ کر جو مارتا ہے تو بچّے کے گلے اور حسینؑ کے بازو میں بیٹھ جاتا ہے۔ بس اسی چیز پر میں فخر سے کہتا ہوں کہ اس ایک معصوم نے فطرت بدل دی۔ گلے کی سی نازک جگہ ایک نیزہ کی نوک سینہ میں اُتر کر اونٹ کو گرادیتی ہے۔ ایک نوالہ گلے میں پھنسنے سے انسان بے قابو ہو جاتا ہے، کسی معمولی ٹکڑے کے گلے میں اٹکنے سے انسان بے حال ہو کر آنکھیں نکال دیتا ہے۔

مگر چھ مہینے کا بچہ اتنا بڑا زخم کھا کے ہنسے۔ گلے میں تیر اُتر جانے کے بعد نہ تڑپتا ہے نہ بلکتا ہے نہ مضطرب ہوتا ہے نہ چہرہ کو متغیّر ہونے دیتا ہے، بلکہ رونے کے عوض تیر کھا کر ہنس کے باپ کو دیکھتا ہے۔ یہی چیز ہے کہ دنیا کی تاریخ جس کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہنسے کیوں اُمت کی نادانی پر یا باپ کا دل سنبھالنے کے لئے کہ میری تکلیف کے احساس سے شکستہ دل زیادہ متاثر نہ ہونے پائے۔ اِدھر بچے کا یہ اپنی نظیر آپ ہے کام، اُدھر حسینؑ کا استقلال اور کمال، تیر اچانک پڑا۔ بچہ کسی گرفت میں نہ تھا، تیر اس طرح پڑا کہ اس کے زد میں بچہ ہاتھوں پر اُلٹ گیا۔ مگر حسینؑ نے زمین پر گرنے نہ دیا کہ زخم پھٹ جائے گا۔ اب خدا ہی جانے کہ کیسے روکا اور اس پیوست تیر کو ایک ہاتھ سے کیسے کھینچا، اور جلد سے تیر اور پیوست تیر کے نکالنے میں اصغرؑ پر کیا اثر پڑا اور کچھ ہو میرا دعویٰ ہے کہ بچہ رویا نہیں اور ہنستا ہی جنت چلا گیا۔ اِدھر اک آواز **یا حسین فان له مرضعه عندی** اور کسی کی شہادت میں کوئی

آواز نہ آئی۔فدیہ قبول، پرورش کا وعدہ، یہ سب انتظام باپ کا دل سنبھالنے کے لئے تھا۔ادھر مظلوم نے قبر کھودی، چاند سا بچہ قبر میں رکھا اور خود شہید ہو گئے، اب بچے کا کون پوچھنے والا تھا جی نہیں، اب دنیا متغیر ہے۔آفتاب گہن میں ہے کیوں ماہِ امامت ڈوب گیا، فرات کا پانی اُچھل رہا تھا، کیوں مہمان پیاسے مر گئے۔زمین کو زلزلہ ہے، کیوں اصغرؑ کو جھولے میں جھولنے کی عادت ہے۔اب کون جھلائے، قبر گہوارہ بنی، زمین نے ہل ہل کے گہوارہ جنبانی کی کہ حسینؑ کا پیارا بچہ اور بانو کا پیارا لاڈلا زہرا کا زخمی پوتا ابوترابؑ کا خاک میں ملا ہے۔یہ درِ بے بہا قبر میں تو آرام سے سوئے۔

(مولانا سیّد سبط محمد ہادی سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء...متاعِ رباب نمبر)

آہ! اصغرؑ معصوم:

کربلا کے خوفناک اور چٹیل میدان میں عاشور کے دن عجیب وغریب بیکسی برس رہی تھی، نالہ وشیون کی صدائیں بلند تھیں، فضا غمگین تھی، کائنات رو رہی تھی ! آہ اصغرؑ معصوم۔

امامِؑ مظلوم کے تمام عزیز وانصار، رفیق ومددگار باری باری قتل گاہ میں آچکے تھے، اپنے جوہر دکھا چکے تھے اور جام شہادت سے سیراب ہو چکے تھے کوئی باقی نہ رہا، حضرتِ عابدِؑ بیمار اور حضرتِ اصغرؑ معصوم اور مولا حسینؑ کے سوا

مولا یکہ وتنہا میدانِ قتال میں کھڑے شہیدانِ راہِ خدا کی لاشوں کو دیکھ دیکھ کر آنسو گرا رہے تھے، اشقیاء بے دین نے امام مظلوم کو تنہا پا کر ہر جانب سے گھیر لیا۔تلواریں علم کر کے نیزے تان کر مولاؑ کی طرف بڑھے، پتھر بھی برس رہے تھے، اس وقت مولا نے ان بے دینوں سے اتمامِ حجّت چاہا اور استغاثہ فرمایا، عجیب یاس انگیز لہجہ تھا، فرشتوں سے نہ رہا گیا، جانوروں میں ہلچل پڑ گئی اور دریا کا پانی بلیّوں اُچھلنے لگا،

مچھلیاں سطح آب پر آ گئیں اور یہ آواز چھوٹے اصغرؑ تک بھی پہنچی۔ بیمار کے بستر تک آئی۔ بیمار بھی بستر سے اُٹھا ضعف ونقاہت کو لئے ہوئے پھوپھی نے روکا پھر معصوم اصغرؑ نے اپنے تئیں جھولے سے گرا دیا۔ خیمۂ مطہر سے آوازِ گریہ وزاری بلند ہوئی۔ حضرت مضطرب و پریشان ہوئے اور میدان سے حرم سرا کی طرف چلے جُوں جُوں قریب ہوتے جاتے تھے گریہ وزاری بڑھتی جاتی اور داخلِ حرم سرا ہوئے۔ کیا دیکھا چھ ماہ کا مجاہد فرزند پیاس کی شدّت سے اپنا چھوٹا سا دہن کھولے ہوئے کمہلائی صورت پر آثار مرگ چھائے ہوئے ہیں ضعف سے منکا ڈھل چکا ہے۔ امامِ مظلوم یہ غم انگیز مرقع نہ دیکھ سکے بے حد مغموم ہوئے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور چھ ماہ کے شہزادے کو ہاتھ پر اُٹھا لیا۔ گلے سے لگائے ہوئے میدان کی طرف چلے ماں بے تاب ہوئی اور کیوں نہ ہوتی۔ صبح سے دیکھ رہی تھی جو بھی میدان میں جاتا زندہ واپس نہ آتا۔

مولاؑ اصغرؑ کو لئے ہوئے میدانِ جنگ میں پہنچے، بے دینوں نے جانا قرآن لے کر آئے۔ صلح چاہتے ہیں، حسینؑ خوش ہوئے کہ باطل فتح یاب ہو جائے گا اور جب سب نے دیکھا کہ ایک ننھا سا بچہ ہاتھوں پر ہے بے انتہا متعجّب ہوئے۔ قرآن نہ تھا۔ یہ قرآن ناطق تھا، مولاؑ بلند آواز سے کہہ رہے تھے اے اولاد والو اس جاں بلب شیر خوار کو اس بہتے اور لہراتے ہوئے دریا کا تھوڑا سا پانی پلا دو۔

اور پھر معصوم کی جانب متوجہ ہوئے۔

تم بھی تو ذرا اپنی پیاس کا اظہار کر دو۔ معصوم نے ہونٹوں پر ننھی سی زبان پھیری۔ پھر مولاؑ مخاطب ہوئے، اگر تمہیں اس کا ڈر ہے کہ میں اس بچے کے ذریعے اپنے لئے پانی مانگتا ہوں تو یہ لو، اس شیر خوار کو خاک پر لٹائے دیتا ہوں، تم میں سے کوئی آ کر اس بچہ کو تھوڑا سا پانی پلا جائے۔

ہم بھی اولاد والے ہیں، صاحب دل ہیں، اب ہم سے تیرِ ظلم دیکھا نہیں جاتا۔

عمر ابن سعد ملعون فوج کی یہ حالت دیکھ رہا تھا۔ حرملہ اس کے قریب کھڑا تھا وہ بولا حرملہ تو نے بڑے بڑے معرکے فتح کیے ہیں۔ کیا دیکھتا ہے حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے۔ ایک زہر آلود تیر اس نے کمان سے چھوڑا اور پھر آسمان و زمین کو زلزلہ آ گیا، دنیا تیرہ و تار ہو گئی۔ مولاؑ ننھی سی لاش ہاتھوں پر لئے ہوئے خالق سے کچھ کہنے لگے تلوار سے قبر بنائی۔ قرآنِ ناطق کے اس پارہ کو خاک میں پنہا کر دیا، جو جوان ہو کر حیدر ہوتا جس طرح شبیہِ پیغمبر علی اکبرؑ تھے۔

''اے میرے معصوم و مظلوم مجاہد تیری تشنگی پر انسان تو انسان قدرت کا ذرّہ ذرّہ اب تک رو رہا ہے۔''

بچے جوان بوڑھے سب ہی روتے ہیں۔ لاکھوں مائیں اپنے بچوں کا غم بھول جاتی ہیں اور تیرے غم کو یاد کرتی ہیں، اے میرے مظلوم و معصوم مجاہد ان دکھی خالی گود والی ماؤں کا سلام تم پر، اُن گود بھری ماؤں کا سلام تم پر، ان شیر خواروں کا سلام تم پر جو تمہاری یاد میں روتے ہیں۔ ہمارے چھوٹے بھائیوں کا سلام۔ ہم نوجوانوں کا سلام، ہمارے ماں باپ کا سلام، ہماری ملّت کا سلام تم پر، تمہارے ماں باپ اور جد پر تمہارے بھائیوں پر، تمہارے چچا پر لاکھوں درود و سلام۔ آہ! اصغرؑ معصوم!

اے معرکۂ قوت اسلام کے جوہر
ننھے سے مجاہد علی اصغرؑ، علی اصغرؑ

(جناب سید حامد حسین ازموئی.... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء متاعِ رباب نمبر)

شہادتِ جنابِ علی اصغرؑ:

سیاسی نقطۂ نظر سے بھی ضروری و مفید مقصد تھی

سیاست بمعنی مصلحت و حکمت اور حکمت و مصلحت بھی مقصدِ واحدہ کے حصول میں معاون و مفید ہو من حیث المجموع ہر عہد، ہر ملک اور ہر قوم میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی ہے۔ سیاست بمعنی معتبرہ بمقتضائے فطرت حسبِ استعداد جملہ افرادِ بشر میں پائی جاتی ہے اور یہ وہ صفت ہے جو بنی نوع آدمؑ کے لئے طرۂ امتیاز ہے۔ وسعتِ عملِ سیاست جملہ افعالِ انسانیہ پر محیط ہے۔ انسان فہیم کا کوئی عمل خالی از حکمت نہیں ہوتا۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ انسان کا ہر عمل سیاست بدوش ہے۔ عملِ انسانی عہدِ ماضی میں بھی مصلحت و حکمت کے ماتحت ہوتا تھا اور دورِ حاضر میں بھی سیاست ہی انسان کا اعلیٰ جوہر ہے۔ غیر سیاسی انسان جسدِ بے روح، گلِ بے خوشبو، گوہرِ بے آب، تیغِ بے جوہر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

لفظِ سیاست وہ وسیع المعنی لفظ تھی جس کے دائرہ تصرّف میں جملہ حکم و مصالح عالم امکان تھے لیکن آج کے دَور میں دائرہ مفہومِ سیاست محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اب تو عزت خاص میں سیاست اس علم کا نام ہے جو سلطنت اور افراد سے متعلق ہو اور صرف عرف عام میں تو سیاست نام ہے حیلہ و وفا اور مکر و فریب کا اس لئے ہماری موجودہ اصطلاح میں سب سے بڑا سیاست دان وہی ہے جو سب سے زیادہ عیّار و مکّار ہو۔ سب سے بڑا مدبّر وہی ہے جو مکر و فریب اور دغا بازی میں ماہر ہو سب سے بڑا سیاسی قائد وہی ہے جو جعل سازی و فریب دہی میں یدِ طولیٰ رکھتا ہو۔

ہمارے زعم ناقص میں لفظِ سیاست کے معنی ہی چونکہ مکر و فریب اور جعل سازی دھوکہ بازی کے ہیں اور ہمارے اسلاف ان نقائص و عیوب سے مبرّا تھے۔ اسی لئے ہم میں سے اکثر نافہم معنی مروّجہ کے پیشِ نظر بلا تامّل یہ فرما دیتے ہیں کہ ہمارے آباو اجداد سیاست سے نابلد تھے۔ ہاں اگر سیاست انہیں امور کا نام ہے تو یقیناً ہمارے

اسلاف اس سیاست سے نابلد و ناواقف تھے لیکن اگر سیاست مصلحت و حکمت کا نام ہے تو پھر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے اسلاف سیاستدانی میں ہم سے بالاتر تھے۔ ہمارے تعجب کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ اسلاف پر عدم استبصارِ سیاست کا الزام عائد کرنے میں ہمارے مسلمان اقوامِ عالم کے پیشتر و ہیں ہیں۔ دنیا کے جملہ افراد ہماری طرح سیاستِ مکر و فریب کا شکار ہیں لیکن ہم نے کبھی یہ نہیں سُنا کہ کسی فرقہ نے اپنے اسلاف کے خلاف سیاست نہ جاننے کا الزام عائد کیا ہو۔ لیکن ہمارے مسلمانوں کی تو سیاست ہی جدا ہے ان کے نزدیک اسلاف سیاست جانتے ہی نہ تھے۔

شیوخ اسلام ہی سے ایک گروہ ایسے اشخاص کا پیدا ہو گیا تھا جو بانیٔ اسلام ہی کے افعال میں سیاست کے فقدان کا قائل تھا، یہ کیوں؟ غالباً اسی لئے کہ سیاست مکرو فریب جعل سازی اور دغا بازی فطرتِ ثانیہ بن چکی تھی اور پیغمبران عیوب سے مبّرا تھا لہٰذا اس گروہ کو پیغمبر کے افعال میں سیاست کا فقدان نظر آتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ گروہ بڑھتا رہا اور ترقی پاتا رہا رسالت مآبؐ کے بعد جنابِ امیرؑ سیاست کی عدم واقفیت کے تیروں کا نشانہ بنائے گئے اُن کے بعد امام حسن سریر آئے مسند وصایت ہوئے وہ بھی مورد اعتراضات بنائے گئے اور آخر میں حضرت امام حسینؑ پر تو اہداف و تہدیف کا خاتمہ ہی کر دیا گیا مگر یہ کیوں؟ میرے خیال میں سچ فرمایا ہے جناب پنڈت دیاس دیو صاحب مصرا بار ایٹ لانے۔

''اکثر لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ حسین سیاست نہیں جانتے تھے، ہاں جسے ہم سیاست جانتے ہیں اسے آپ واقعی نہ جانتے تھے، ہماری سیاست یہ ہے کہ مکر کیا جائے، فریب دیا جائے اور دھوکہ بازی سے کام لیا جائے۔ مگر امام عالی مقام ان تمام

برائیوں اور اس قسم کی سیاست کو برا جانتے تھے۔ مگر حق بین کے لئے امام حسینؑ زبردست سیاستداں تھے وہ اپنے مقصد میں ہر مقام پر کامیاب ہوتے رہے آپ کی سیاست کیا تھی یہی تھی کہ حق و باطل میں ہمیشہ کے لئے فرق ہو جائے۔ باطل کے سامنے نہ سر جھکا ہے نہ جھکے، اس کے برعکس یزید کی سیاست کیا تھی یہی کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں تاکہ حرام کاری مکر و فریب زنا کاری وعیاشی حلال اور عین مذہب ہو جائے۔"

میرے خیال میں حسینؑ کا کوئی عمل خالی از حکم و مصلحت و سیاست نہ تھا جس نے مدینہ چھوڑا۔ یہ حسینؑ کی بڑی دور اندیشی تھی۔ مکہ آئے ایام حج میں عازم سفر ہوئے یہ بے پایاں فراست تھی۔ میدانِ کربلا میں پہنچے یہ بھی عین دانائی تھی۔ یزید کی بیعت نہ کی یہ بھی بیدار مغزی کی دلیل تھی۔ صرف چند نفوس کو ہمراہ لیا یہ بھی روشن دماغی تھی۔ عورتوں اور بچوں کو ساتھ لیا یہ بھی زبردست سیاست تھی۔

مجھے اس مقام پر حسینؑ کی ان تمام سیاستوں پر روشنی ڈالنا مقصود نہیں ہے اس لئے کہ موضوع بسیط ہے اور دامنِ قرطاس محدود۔ میں صرف اس امر پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ صغیر السن بچوں کا ساتھ لے جانا سیاستِ احسن تھا یا نہیں میرا تو یہ خیال ہے اور صحیح خیال ہے کہ حسینؑ کی یہ سیاست درحقیقت سیاستِ الٰہیہ و سیاستِ نبویہ کی مظہر تھی۔ یاد رکھئے گا اگر آپ نے حسینؑ کو سیاست سے نابلد سمجھا تو بات دور تک جائے گی۔ حضور سرورِ کائنات اسی دن کے لئے غالباً فرما گئے تھے **حسینٌ مِنّی وانا من الحسین** پس اگر آپ نے حسینؑ کو سیاست سے نابلد سمجھا تو اس کے معنی یہ ہونگے کہ معاذ اللہ جنابِ رسالت مآبؐ بھی علم سیاست سے نابلد تھے اور یہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوگی۔ بلکہ دامن الٰہ پر بھی عدم واقفیتِ سیاست کا دھبہ نظر آنے

لگے گا۔ اس لئے اللہ و رسولؐ کی اگر ذرا بھی وقعت آپ کے دل میں جاگزین ہے تو حسینؑ پر ہرگز وار نہ کیجئے گا ورنہ بات خدا تک پہنچے گی اور پھر انجام معلوم ہے۔ دامنِ ایمان ہاتھ سے چھوٹ جائے گا بلکہ دامنِ اسلام بھی ہاتھ میں نہ رہے گا۔

میں نے یہ کیا لکھ دیا کہ حسینی عمل سیاستِ الٰہیہ و سیاستِ نبویہ کا مظہر ہے کیا یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے؟ اگر ایسا ہے تو دعویٰ بے دلیل قبول خرد نہیں۔ نہیں نہیں میرا یہ لکھنا دعویٰ مع الدلیل ہے۔ خداوند عالم خود متعدد مواقع پر صغیر السن بچوں کو اعلائے کلمہ حق کے لئے میدان میں لا چکا ہے۔ قرآن پر گر آپ کا عقیدہ ہے تو ملاحظہ فرمایئے واقعہ جناب مریمؑ، حضرت مریمؑ بعد ولادتِ جناب عیسیٰؑ جب اپنے قبیلہ میں مع فرزند واپس ہوئیں تو اہلِ قبیلہ نے انگشت نمائی شروع کی۔ ضرورت ہوئی اور اشد ضرورت کہ ان کے اقوال باطلہ کی تردید کی جائے۔ قدرت چاہتی تو حضرت مریمؑ ہی سے کہلوا دیتی کہ عیسیٰؑ کی مثال حضرت آدمؑ کو خلق فرما دیا یوں ہی اس میں یہ قدرت بھی ہے کہ بن باپ کے توسل کے مولود کو پیدا کر دے اور اگر یہ ڈر تھا کہ اہلِ قبیلہ اس دلیلِ قاطعہ کو قابلِ اعتنا نہ سمجھیں گے تو انہیں میں سے چند اشخاص ہی کو سہی مان لینے کی توفیق عطا کر دیتا یا یہ نہیں تو غیب سے آواز پیدا کر دیتا کہ مریمؑ معصوم ہیں۔ یہ بھی نہ کرتا تو حضرت مریمؑ کو مباہلہ کا حکم دے دیتا خود تصفیہ ہو جاتا مگر نہیں وحی کر دی کہ مریم تم خاموش رہو بچے کی طرف اشارہ کر دو وہ خود انہیں قائل کر دے گا۔ مریمؑ نے مولود کی طرف اشارہ کیا اہلِ قبیلہ کو تعجب ہوا کہ شیر خوار بچہ بھی کہیں کلام کر سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے ماں کا اشارہ پا کر فرما دیا اِنِّیْ عَبْدُاللّٰہِ ۝ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا

معترضین دم بخود کیوں؟

اس لئے شیر خوار بچہ کا بولنا مستبعد تھا اور بغیر پدر کے توسّل کے مولود کا وجود میں آنا

بھی خلافِ فطرتِ ظاہری تھا۔ غالباً یہی مصلحتِ قدرت بھی تھی کہ بچہ سے کلام کرا کے قدرت دکھا دوں زبانِ اعتراض خود گنگ ہو جائے گی اور ہوا بھی یہی افرادِ قبیلہ کو ایمان لانا پڑا کہ قدرت جب اس امر پر قادر ہے کہ شیر خوار بچہ کو متکلم بنا دے تو یقیناً وہ اس امر پر بھی قادر ہے کہ بغیر توسّلِ پدر بچہ بھی پیدا کر دے۔ دیکھا آپ نے جنابِ مریمؑ کے لئے کتنا سخت وقت تھا مگر یہ مشکل بوساطتِ طفلِ شیر خوار دفع ہوئی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ دودھ پیتے بچّے کا میدانِ ضرورت میں پیش کرنا مرعوب طبع باری تھا اور بہت بڑا سیاسی حربہ تھا جس کی کامیابی کا سکہ آج تک قلوب عالم پر باقی ہے۔

جنابِ یوسفؑ پر جب ملزمہ عائد کیا گیا اور یوسفؑ نے ادعائے بے گناہی فرمایا تو ان سے بھی دعویٰ کے ثبوت میں دلیل مانگی گئی جناب یوسفؑ متردّد، ملک پرایا، کوئی اپنا نہ شناسا شاہد کسے بنائیں؟ حکم جناب احدیت ہوا، یوسفؑ گہوارہ میں پڑے ہوئے بچّے کو شاہد کیوں نہیں قرار دیتے۔ حضرت یوسفؑ نے اشارہ کیا۔ بچّے نے گہوارہ سے یوسفؑ کی پاکدامنی کی شہادت دی اور ایسی مدلّل شہادت کہ عزیزِ مصر کو بھی بے چون و چرا ماننا پڑا۔

جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ضرورت داعی ہوئی اور نصاریٰ بنی نجران نے بسلسلۂ ولادت حضرت عیسیٰؑ میں باوجود حجت واضح مظاہرہ کیا تو جناب احدیت نے آیت اتار دی

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنفُسَنَا وَاَنفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَل لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ" (سورۂ آلِ عمران آیت ۶۱)

اب ہم سے نہ پوچھئے مؤرخین سے دریافت کیجئے سب مؤرخین متفق ہیں کہ جنابِ

رسولِ مقبول صرف علیؑ فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ کو میدانِ مباہلہ میں لے گئے چاہئے تو یہ تھا کہ بڑے بڑے سور ماؤں اور قوی ہیکلوں کو لے جاتے یا تمام اہلِ عرب کو ہمراہ لے جاتے تو کثرتِ تعداد سے مدِ مقابل پر رعب بھی غالب ہوتا۔ یہ محض ایک عورت اور دو بچوں کے لے جانے سے کیا فائدہ۔ مگر فائدہ ظاہر ہوا اور پیغمبر فائز المرام ہوئے مقصدِ مباہلہ حاصل ہوا پس معلوم ہوا کہ مباہلہ کی کامیابی میں اس ایک عورت اور بچوں کا حصہ تھا ورنہ اگر ضرورت نہ ہوتی تو پیغمبر تنہا چلے جاتے، خداوند عالم اُنہیں تنہا جانے کا حکم دے دیتا مگر نہیں بموجب حکم خدا پیغمبرؐ عورت اور بچوں کو ساتھ لے گئے اور لطف یہ کہ ایسے بچّے کو ہمراہ لیا جو خود چل بھی نہیں سکتا تھا۔ آغوش میں لے لیا معلوم ہوا کہ آغوش کے بچّے کا میدان میں لانا سیاستِ الٰہیہ و نبویہ ضروری تھا۔

پس حسینؑ اگر چھ مہینے کے بچے کو میدان میں لائے تو اس میں کیا اعتراض ہے۔ جو عمل خدا اور رسولؐ کے لئے قابلِ اعتراض نہ ہوا وہ حسینؑ کے لئے کیوں قابلِ تعریض ہے۔ معلوم ہوا کہ بچّے کو میدان میں لے جانا عین سیاس تھا اور یہ وہ سیاست تھی جو مرغوب طبع باری میں اور طبع نبوی تھی، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حسین بچّے کو لے کیوں گئے اور بچّے کو میدان میں لے جانے میں کیا فوائد مضمر تھے۔

حسینؑ جانتے تھے کہ میرے بعد مجھ پر کیا کیا اعتراضات و ایرادات وارد کئے جائیں گے۔ انہوں نے شاید اپنا شش ماہہ فرزند اسی لئے ساتھ لیا تھا کہ اس کی موجودگی تمام باتوں کا مکمل و مبرہن جواب تھی۔ حسینؑ کو معلوم تھا کہ میرے بعد مجھ پر ملک گیری کا الزام عائد کیا جائے گا حسینؑ نے علی اصغرؑ کو ساتھ لیا تا کہ دنیا کا کوئی ذی فہم و منصف مزاج اس ملزمہ پر کان نہ دھرے۔ دنیا کی تاریخ شاہد ہے کہ کوئی شخص جو جذبہ ملک گیری کے ماتحت گھر سے چلا ہوا اپنے ہمراہ اپنے چھوٹے بچوں حتیٰ کہ طفلِ

شیر خوار کو میدانِ جنگ میں ساتھ لے گیا ہو مگر ہو حسینؑ اپنے ہمراہ علی اصغرؑ کو بھی لائے، پس معلوم ہوا کہ حسینؑ کا مطمحِ نظر معاذ اللہ ملک گیری کا نہ تھا ورنہ اگر اس جذبہ کے ماتحت آتے تو علی اصغرؑ کو ساتھ نہ لاتے۔ علی اصغرؑ کا ساتھ لانا خود بتاتا ہے کہ حسینؑ مطمحِ نظر ملک گیری نہ تھا یہ وہ خیال ہے جو اکثر مؤرخین ذی فہم و منصف مزاج کے اذہان میں آ چکا ہے۔

حسینؑ جانتے تھے کہ مجھ پر جارحانہ اقدام کا الزام عائد کیا جائے گا اس لئے حسینؑ نے چھوٹے بچوں اور خصوصاً علی اصغرؑ شیر خوار کو ساتھ لیا تا کہ دنیا یہ سمجھ لے کہ حسینؑ کا مقصد اگر جنگ ہوتا تو اپنے ساتھ جوانوں پر مشتملِ لشکر کثیر لاتے جو میدانِ جنگ میں کام آتے، ششماہے بچّے کا ساتھ لانا بتاتا ہے کہ حسینؑ کا مقصد جنگ نہ تھا حسینؑ باطل شکنی کے لئے آرہے تھے، مگر دفاعی حیثیت سے اُنہیں مجبوراً جنگ کرنی پڑی، حسینؑ جانتے تھے کہ میرے بعد کہہ دیا جائے گا کہ واقعہ کربلا دو خاندانی شاہزادوں کا باہمی تنازعہ تھا۔ حسینؑ نے علی اصغرؑ کو ہمراہ لیا تا کہ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد دنیا پر یہ ظاہر ہو جائے کہ اگر یہ خانگی جنگ ہوتی تو ششماہہ بچّے کو نذرِ پیکان نہ کیا جاتا اور واقعہ یہ ہے کہ شہادتِ علی اصغرؑ ہی نے آج دنیا کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دیا ہے کہ واقعۂ کربلا درحقیقت حق و باطل کے درمیان محاربہ تھا، حسینؑ نے احیاءِ حق کے لئے شہادتِ علی اصغرؑ منظور فرمائی۔

حسینؑ واقف تھے کہ ہماری پیاس پر پردہ ڈالا جائے گا اس لئے علی اصغرؑ کو ساتھ لا کر اور میدانِ جنگ میں علی اصغرؑ کی تشنگی دکھا کر اپنی پیاس کے واقعہ کو نقش کالحجر کر دیا۔ جو مؤرخ واقعۂ شہادتِ علی اصغرؑ لکھتا ہے وہ یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ علی اصغرؑ سوالِ آب کی خاطر ہدفِ پیکان ہوئے پس معلوم ہوا کہ خیامِ حسینؑ میں پانی نایاب تھا۔

حسینؑ جانتے تھے کہ ممکن ہے یہ کہہ دیا جائے کہ حسینؑ نے اقدام جنگ کیا جس کے نتیجہ میں مقتولین کے ورثا نے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ شہادتِ علی اصغرؑ نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا کہ اگر بالفرض محال معاذ اللہ حسینؑ نے اقدامِ جنگ کیا تھا تو علی اصغرؑ جو ابھی شیر خوار تھے اُنہوں نے کسی کا کیا بگاڑا تھا اُنہیں کیوں شہید کیا گیا معلوم ہوا کہ حسینؑ نے اقدامِ جنگ ہر گز نہ فرمایا تھا بلکہ دفاعی حیثیت سے مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔

حسینؑ کو معلوم تھا کہ علی اصغرؑ کی شہادت کتنی دقیع و پُر اثر ہوگی اس لئے حسینؑ نے اُنہیں ساتھ لیا۔ حسینؑ کا یہ مطمحِ نظر صحیح اور بالکل صحیح تھا واقعی جو اثر شہادتِ علی اصغرؑ کے وقت پیدا ہوا وہ میرے خیال میں نہ شہدائے ماقبل کی شہادت کے وقت پیدا ہوا اور نہ خود شہادتِ حسینؑ کے موقع پر، حبیب ابنِ مظاہرؑ نے میدانِ قتال میں مواعظ کے دریا بہائے اور نہ تیغ بے دریغ ہوئے مگر دشمنوں کے دل پر کوئی اثر مرتب نہ ہوا۔ زہیرؑ ابن قیس نے حقِ رفاقت ادا کیا مگر اشقیا متاثر نہ ہوئے مسلم بن عوسجہؑ اپنے خون میں نہائے مگر ظالموں پر کوئی اثر نہ ہوا، بریرؑ درجہ شہادت پر فائز ہوئے مگر جبینِ ظلم پر شکن نہ آئی۔ جنابِ قاسمؑ مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے مگر ظلم و جور کی پیشانی پر بل نہ آیا۔ حضرت علی اکبرؑ شبیہ پیغمبر جنت کو سدھارے مگر ظالمین کو تاسف نہ ہو۔ جناب عباسؑ عازمِ خلد ہوئے مگر ظالموں کے دستِ تظلّم میں رعشہ نہ پیدا ہوا، خود حسینؑ نے موعظت پر کمر باندھی مگر ماتقول ابن فاطمہؑ کے سوا کوئی کلمہ زبان اشقیا پر نہ آیا۔ وقت شہادت حسینؑ عالم کا ذرّہ ذرّہ منقلب ہوا، مگر اشقیا متاثر نہ ہوئے بس شہادت علی اصغرؑ ہی میں یہ اہمیت نظر آتی ہے کہ دشمنوں کے دل ہل گئے اور آنکھوں میں اشک آ گئے، حسینؑ بچہ کو دامنِ عبا کے سائے میں لائے اور سوال آب فرمایا مگر اشقیا پر کوئی اثر نہیں

ہاں جب علی اصغرؑ کو اتمام حجت کے لئے حکم دیا اور ششماہہ نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری تو جمیع اشقیا منہ پھیر پھیر کر رونے لگے اور ہر ایک یہ کہنے لگا کہ حسینؑ سچ کہتے ہیں بچّے کا کوئی قصور نہیں اسے سیراب کر دیا جائے، معلوم ہوا کہ شہادتِ علی اصغرؑ وہ زبردست سیاسی حربہ تھا جس نے دشمن کے دل کو بھی ہلا دیا۔

حسینؑ نے شہادتِ علی اصغرؑ قبول فرما کر ابراہیم علیہ السلام سے منزلت زیادہ حاصل کر لی اور فخرِ ابراہیمؑ قرار پائے غالباً یہ بھی مقصود خاطر تھا کہ دنیا ہوائے صبر کے جھونکے دیکھ لے حسین علی اصغرؑ کو میدان میں شاید اس لئے بھی لائے ہوں گے کہ دنیا سمجھ لے کہ حق کس طرف ہے۔ جس کی آغوش میں ششماہہ بچہ ہو وہی حق پر ہے اس لئے کہ بچہ ہوتا ہے معصوم جو غیر معصوم کا شاہد نہیں ہو سکتا۔ حسینؑ نے اپنی عصمت و بے گناہی اسی بچہ کے وسیلہ سے دنیا پر ثابت کر دی۔ حسینؑ نے یزیدیوں کی عاقبت کا خاکہ بھی علی اصغرؑ کی شہادت کی بدولت پیش کر دیا۔ حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے متعلق ممکن ہے یہ کہہ دیا جاتا کہ معاذ اللہ انہوں نے خروج کیا تھا اسی لئے کشتنی قرار پائے۔ مگر یہ بچہ تھا تو یہ نصِ حدیثِ رسول فطرتِ اسلام کا پابند تھا اور ابھی مکلّف نہ ہوا تھا پھر گردن زدنی کیوں قرار پایا یہیں سے یزید کی خلافت بھی مسترد ہو گئی اور معلوم ہو گیا کہ یزید باطل پرستی پر مصر تھا۔

حسینؑ نے یزید اور یزیدیوں کی شقاوت کا بھی پردہ چاک کر دیا۔ اگر علی اصغرؑ شہید نہ ہوتے تو یہ ممکن تھا کہ بعض مظالم سے انکار کر دیا جاتا مگر شہادتِ علی اصغرؑ نے یہ بتا دیا کہ ان ظالمین کے دل میں بے زبان بچّے کے لئے بھی رحم نہ تھا اور اسے تیر سہ شعبہ سے شہید کر ڈالا تو ان سے بعید نہیں کہ جو جو مظالم اُنہوں نے نہ کر ڈالے ہوں میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ مقصدِ شہادتِ حسینؑ بھی فوت ہو جاتا اگر شہادتِ علی اصغرؑ نہ واقع ہوتی

حسینؑ نے شہادت علی اصغرؑ سے اپنی حقانیت کا ثبوت دیا۔ اگر حق حسینؑ کی طرف نہ ہوتا تو ششماہہ بچّے کو میدان میں نہ لاتے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ شہادتِ علی اصغرؑ سیاسی حیثیت سے بھی ضروری و مفید تھی۔

(سیّد باقر رضا۔۔۔ سرفراز لکھنؤ ۱۹۵۸ء۔۔۔ متاعِ ربابؑ نمبر)

حضرت علی اصغرؑ

بے زباں اُٹھے جہاں سے بے زباں پیدا ہوئے

بعض کوتاہ اندیش جن کو عقل و خرد سے بہت کم بہرہ نصیب ہوا ہے، اکثر نہایت بے باکی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت امام حسینؑ نے علی اصغرؑ کو شہادت کے لئے پیش کر کے ایک مصلحت کے خلاف اور دُور اندیشی کے منافی اقدام کیا۔ اگر حضرت چاہتے تو ایک معصوم کی جان جس کو لڑائی سے کوئی دُور کا واسطہ اور علاقہ بھی نہیں تھا، ہلاکت کے ورطہ میں پڑ جانے سے بچ جاتی جو لوگ اس قسم کے انداز و فکر کے مالک ہیں حقیقت میں وہ قرآنی علوم اور اس کے معارف سے ناواقف اور سنتِ الٰہی کے قیام اور اجرا کی مصلحتوں سے بے گانہ ہیں۔

ان فدائیان حق کی رجزوں کو دیکھئے تو معلوم ہو کہ ان حق شناسوں کے دل ایمان سے کس قدر لبریز تھے اور وہ کس طرح حق کو آشکارا کر کے اور باطل کا پردہ چاک کر کے دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ سرفروشوں کی اس متحدہ جماعت کو ایک مرکز پر جمع کر دینا بذاتِ خود امام حسینؑ کی حکمتِ عملی کا ایک بڑا کارنامہ ہے۔ مگر آپ کے الہامی تدبّر کا سب سے بڑا شاہ کار آپ کا حضرت علی اصغرؑ کو میدان میں لانا تھا۔ آپ کے ہمراہیوں میں جتنے ایسے تھے کہ میدان میں جا سکیں اور تلوار اُٹھا سکیں وہ سب شہید ہو چکے تھے۔ اگر حضرت امام حسینؑ حضرت علی اصغرؑ کو لائے بغیر شہید ہو جاتے تو لڑائی کا خاتمہ تو بہر حال ہو ہی جاتا مگر اس کا خاتمہ دنیا کی نظر میں سیاسی جنگ کی صورت ہی

میں ہوتا۔ کون کہتا کہ وہ حق و باطل کی جنگ تھی اور کون سمجھتا کہ بدر و اُحد کا بدلہ لینے کے لئے نہیں برپا کی گئی تھی۔ کس کے ذہن میں یہ بات اترتی کہ یزید نے اپنا قول **اقتضیت من الرسول دیونی** پورا کرنے کے لئے اس جنگ کو نہیں چھیڑا تھا۔ ''دو شہزادوں کی لڑائی'' جو آج دو چار سر پھروں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے اگر حضرت علی اصغرؑ شہید نہ ہوتے تو کل تمام دنیا کی زبانوں پر ہوتا امام حسینؑ نے دنیا کو بتا دیا کہ جس جنگ میں ایک ششماہہ معصوم بھی محض اس لئے شہید کر دیا جائے کہ وہ پانی مانگ رہا تھا وہ جنگ کس طرح ایک سیاسی جنگ ہو سکتی ہے۔ حضرت جانتے تھے کہ ان کے بدنہاد دشمن ان کے کسی عزیز کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کریں گے مگر اتمام حجت بھی کرنا ضروری تھا کہا جا سکتا ہے کہ امام محمد باقرؑ بھی تو موجود تھے ان کو کیوں نہیں پیش کیا گیا۔ امام محمد باقرؑ اس سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی تھے جن کے بقا کی قیامت تک کے لئے ضمانت ہو چکی تھی۔ امام حسینؑ اِس کو دیدہ و دانستہ نہیں توڑ سکتے تھے۔ لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوتا تب بھی امام حسینؑ جیسا عالم رموز نفسیات انسانی امام محمد باقرؑ کو حضرت علی اصغرؑ کے ہوتے ہوئے میدان میں کبھی نہ لاتا، یہ انسانی نفسیات کے مسلمات میں سے ہے کہ جب رحم کا سوال ہوتا ہے تو نگاہ سب سے چھوٹے ہی پر پڑتی ہے۔ حضرت علی اصغرؑ سب سے چھوٹے تھے اس لئے اُنہیں کو پیش کیا گیا کہ وہ سب سے زیادہ مستحق رحم تھے، کسی ایسے معصوم کے حق میں ایک معمولی سی رعایت سے بھی پہلو تہی کرنا دنیا میں سب سے بڑی شقاوت بے رحمی اور بربریّت ہے۔

یہ صحیح ہے کہ امام حسینؑ کے قدموں پر جن مجاہدین نے احقاقِ حق کے لئے اپنی جانیں فدا کیں وہ سب ہی آسمانی شہادت کے مہر و ماہ تھے۔ مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جس مقصد کے لئے امام حسینؑ نے اس ابتلائے عظیم کو

برداشت کیا اس کا تکملہ حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا تھا، اگر حضرت علی اصغرؑ شہید نہ ہوتے تو امام حسینؑ کے مشن کو وہ کامیابی وہ قبولِ عام حاصل نہ ہوتا جو آج ہے۔ یہ حضرت علی اصغرؑ ہی کا خون تھا جس نے اس معرکہ میں حقانیت کے رنگ کو اور گہرا بنا دیا۔ اگر انصار حسینؑ نے باطل کے مقابلہ میں حق کو سر بلند کیا تو حضرت علی اصغرؑ نے یزیدیت کے مقابلہ میں حسینیت کو بقائے دوام بخشا اور اس نہج سے کہا جا سکتا ہے کہ امام حسینؑ کے انصار میں اگرچہ حضرت علی اصغرؑ سب سے چھوٹے تھے اور سب کے بعد شہید ہونے والے تھے مگر اپنی شہادت کے اثر اور نفوذ کے لحاظ سے سر آمد و سر دفتر شہدا تھے۔

(سید امیر حیدر رضوی سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء، متاعِ رباب نمبر)

کربلا میں شیر خوار مجاہد کی شہادت کا وزن:

یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اگر حسینِؑ مظلوم کی شہادت مدینہ منورہ یا مکہ معظّمہ میں خاموش طریقہ پر ہو جاتی تو آج مخالفینِ اہل بیتؑ مجرمین کے افعال و ارتکاب جرم پر اسی طرح پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے جس طرح اس کے قبل دشمنان قاتلانِ علیؑ و حسنؑ کو بری کرنے میں تاریخی واقعات کی تاویلات کر کے حق کا خون کرنے میں کوئی پس و پیش نہیں کرتے۔ اس لئے حسینِؑ مظلوم نے حق و صداقت کی حمایت میں کربلا کے کھلے ہوئے میدان اور تپتی ہوئی سرزمین پر ظلم کا جواب مظلومی سے دیتے ہوئے اپنی اور اپنے اقرباء و انصار کی جانیں قربان کر کے اور طرح طرح کے مصائب برداشت کر کے بنی نوعِ انسان کو واضح طور پر یہ سمجھنے کا موقع دیا کہ کون ظالم اور کون مظلوم اور کون سانحۂ کربلا کا ذمہ دار ہے۔ سانحۂ کربلا میں راسخ العقیدہ باہمت خواتین نے نصرتِ فرزند رسولؐ میں اپنے نونہالان آرزو کو جس ولولہ اور عزمِ راسخ کے ساتھ میدانِ جنگ میں بھیجا

ہے اس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے یہ ایک طرف کا ولولہ و استقلال تھا اور دوسری طرف یزیدی فوج کے مظالم و بے رحمی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ یہاں تک کہ چھ ماہ کا معصوم بچہ علی اصغرؑ بھی تیر سہ شعبہ کا نشانہ بن کر مسکراتا ہوا مظلوم باپ کے ہاتھوں پر منقلب ہو گیا۔

کربلا میں حسینی فوج اگرچہ بہت کم افراد پر مشتمل تھی اور یہ وہ افراد تھے جنہوں نے حق و صداقت کی حمایت میں بے کسی اور مظلومی کے باوجود شجاعانہ طریقہ پر اپنی جانیں قربان کیں لیکن پھر بھی مخالفین نے نظریہ ایجاد کرنے میں تامل نہیں کیا تھا کہ یہ دو شہزادوں کی جنگ تھی۔ ایک کو فتح اور دوسرے کو شکست ہوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ جنگ فرزندِ رسول الثقلین اور پسر معاویہ کے درمیان تھی۔ فرزند رسول حق و صداقت آزادی ضمیر اور اصولِ دینِ اسلام کی حمایت میں اور پسر معاویہ بیعت کا باطل مطالبہ کر کے ظالمانہ وسفاکانہ تشدد کا حامی تھا ایک طرف صرف ۷۲ حق شناس اور دوسری طرف فوجِ قہار، ایک طرف عدم تشدد، مظلومی، رواداری اور شرافت نفسی اور دوسری طرف تشددِ ظلم و بہیمیت، باوجود اس کے کہنے والے یہ کہنے سے باز نہیں آئے کہ فرزند رسولؐ حسین علیہ السلام کے یہ اقدامات ملک گیری کے لئے تھے، لیکن دنیا کی تاریخ یہ بتانے سے قاصر ہے کہ کسی ملکی جنگ میں کوئی فریق اپنی فوجی طاقت کو بڑھانے کے بجائے کم کرنا ہی مصلحت سمجھتا ہو اور نہ تاریخ یہ بتا سکتی ہے کہ کسی سیاسی جنگ میں کوئی ششماہہ بھی ہو اور وہ انتہائی شقاوتِ قلبی سے تیروں کا نشانہ بنا کر تشنہ لب ہلاک کیا گیا ہو۔ حسینِؑ مظلوم نے تو اتمام حجت کے لئے یہ بھی فرمایا کہ اے فوج اشقیاء اگر تمہارے زعمِ ناقص میں حسینؑ گنہگار ہے تو اس معصوم بچہ نے کیا قصور کیا ہے؟ یہ بچہ شدتِ عطش سے ہلاک ہو رہا ہے اس کو ایک جرعہ آب سے سیراب کر دو مگر امام علیہ السلام کا یہ کلام

تیر سہ شعبہ کے ذریعہ قطعہ کر دیا گیا۔ ماں کا دل باپ سے زیادہ نرم ہوتا ہے۔ جنابِ رباب کو اپنے نونہال آرزو سے اپنی آغوش خالی ہونے پر جو صدمہ ہوا ہوگا اس کا اندازہ کرنا آسان نہیں ہے۔ اس سانحۂ جانکا یعنی شہادتِ علی اصغرؑ نے تاریخِ کربلا کے لکھنے والوں اور پڑھنے والوں کو یہ رائے قائم کرنے کا موقع دیا کہ یزید ابن معاویہ اور یزیدی فوج کو خاندانِ رسالت سے ایسی ہی عداوت تھی کہ اس کے ظلم وستم سے ایک شش ماہہ بھی محفوظ نہ رہ سکا اور خواہ سانحۂ کربلا کے سلسلہ میں مخالفین اہلِ بیتؑ علیہم السلام اور خاص کر حسینؑ مظلوم کی شخصیت وعظمت کو نہ سمجھنے والے تنگ نظر افراد تاجدارِ کربلا علمبر دارِ حرمت، محسنِ انسانیت حسینؑ مظلوم کے قدامات پر دیدہ و دانستہ کچھ بھی اعتراض کریں لیکن جب وہ تاریخ کے صفحات میں حالاتِ شہادت حضرت علی اصغرؑ پر نظر ڈالیں گے تو اس وقت ان کو صفحات تاریخ حضرت علی اصغرؑ کے خونِ ناحق سے رنگین نظر آئیں گے اور فطرتِ انسانی یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کرے گی کہ سانحہ کربلا میں حضرت علی اصغرؑ کی شہادتِ عظمٰی رہنمائے دو جہاں محسنِ انسانیت، معلم روحانیت فاتحِ کربلا شہیدِ اعظم حسینؑ مظلوم کی حق پرستی، صداقت حقانیت، محاذ حسینی کی نیک نیتی اور سردارِ جوانانِ اہلِ جنت حسینؑ مظلوم کی بے گناہی اور پاک مقصد کی بین اور نا قابلِ انکار دلیل ہے۔ اس معرکہ حق و باطل میں ششماہہ علی اصغرؑ کی قربانی دشمن تک کو یہ غور کرنے کی دعوت دیتی ہے کہ فرزند رسول الثقلین حسینؑ مظلوم حق پر تھے اور حسینؑ مظلوم کی جنگ دفاعی تھی اور یزیدی فوج کے تمام اقدامات باطل اور ان کا رویہ جارحانہ وسفا کانہ تھا۔ اگر محضر نامہ میں مایۂ ناز حسینی اور صدف رباب کے گوہر بے بہا شش ماہہ علی اصغرؑ کے نام نامی نہ ہوتا تو تاریخِ کربلا اتنی وزنی نہ ہوتی۔ جو اس وقت ہے۔ شہادت علی اصغرؑ نے اپنی اہمیت وخصوصیات کے لحاظ سے جنگِ کربلا کو

حسینؑ مظلوم کی سیاست نے ۱۱ھ سے ۶۱ھ تک کی تمام مخالف کاروائیوں اور نقشوں کی دھجیاں اُڑا دیں۔ کربلا میں حسینی اقدامات نے یہ واضح کر دیا کہ خلافتِ الٰہیہ اور بادشاہت میں کیا فرق ہے اور یزید کا مطالبۂ بیعت بالکل باطل تھا اور اسلام کا حقیقی نمائندہ اور جانشینِ پیغمبرؐ اسلام حسینؑ مظلوم کسی حالت میں بھی یزید پلید کی بیعت نہیں کرسکتا تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حسینؑ مظلوم نے دم آخر تک یزی د کے مطالبۂ بیعت کو قبول نہیں کیا اور یہی حسینؑ ابن علیؑ کی فتح ہے۔ اگر ثانی زہرا جناب زینب صلوات اللہ علیہا اپنی فہم بالشان میں حسینؑ مظلوم کی عدیم النظیر قربانی یعنی شہادت ششماہہ علی اصغرؑ اتنی اہم ہے کہ ان کے خون کا متحمل نہ آسمان ہوسکا اور نہ زمین سانحۂ کربلا میں شہادتِ حضرت علی اصغرؑ کی اہمیت سے انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ وہ غیر معمولی اور اہم سانحہ ہے جس نے حسینؑ مظلوم کی صداقت اور فتح مقصد پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ یہ ہے جنگِ کربلا میں شیرِ خدا اور مجاہد کی شہادت کا وزن۔

(زہرا پروین عابدی سرفراز لکھنو، جون ۱۹۵۸ء متاعِ رباب نمبر)

معصوم بچہ

انسان نے بہت دَور دیکھے، وہ وحشت کے دَور سے گزرا۔ ایک متمدن اور الہامی دَور کو آزمایا اور آج وہ مادیت کے دَور سے گزر رہا ہے جس میں روحانیت کو ذیلی حیثیت حاصل ہے۔

لیکن انسان جس وقت وحشت کے دَور سے گزر رہا تھا اس وقت بڑوں کے ساتھ ساتھ بچے بھی ظلم کا نشانہ تھے اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ چنانچہ طفل کشی کی

انسانیت سوز اور ظالمانہ رسم کی بنیاد حضرت موسیٰؑ کے پیدا ہونے سے پہلے فرعون کے ہاتھوں قائم ہوئی تھی۔ اس منکر الٰہ حکمران کو اس کے ایک خواب کی تعبیر بتاتے ہوئے نجومیوں نے بتلایا کہ بنی اسرائیل کی نسل سے ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو سلطنت کو برباد کر دے گا۔ چنانچہ اس نے پوری کوشش کی کہ کوئی بچہ اس کی مملکت میں پیدا نہ ہونے پائے۔ اگر اتفاقاً کوئی بچہ پیدا ہو جاتا تو بے دردی سے ذبح کر دیا جاتا تھا۔ قرآن میں بنی اسرائیل کے بے شمار بچوں کے قتل کا افسوس ناک واقعہ اس طرح موجود ہے۔

واذآ انجیناکم من آل فرعون یسومونکم سوء لعذاب یذبحون ابنائکم و یستحیون نسائکم۔

''جب ہم نے تمہیں قومِ فرعون سے چھڑایا جو بڑے بڑے دکھ دے کر ستاتے تھے تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے تھے اور تمہاری عورتوں کو اپنی خدمت کے لئے زندہ رہنے دیتے تھے۔''

فرعون نے جس تشدد اور استبداد کی بنیاد رکھی تھی زمانہ جاہلیت کے عربوں نے اس کو اور بلند کیا اور اس سے ناجائز فائدہ اُٹھایا اور دختر کشی کی رسم جاری کی اور بعثت رسولؐ کے قبل عرب میں عام رواج تھا کہ لڑکی زندہ نہ رہنے دی جائے۔ چنانچہ لڑکی پیدا ہوتے ہی دفن کر دی جاتی تھی، قرآن میں اسی انسانیت سوز رسم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

واذا لمؤدۃ سئلت بایٔ ذنب قتلت

''جس وقت زندہ در گور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی۔''

شیخ ابو علی طبرسی متوفی ۵۴۸ھ تفسیر آیہ کریمہ میں لکھتے ہیں کہ:

"جب ولادت کا زمانہ آجاتا تھا تو عورت ایک گڑھا کھود کر کنارے پر بٹھا دی جاتی تھی۔ اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اس کو گڑھے میں پھینک دیتے تھے اور اگر لڑکا ہوا تو اس کو رہنے دیتے تھے۔

اسلام کے بعد بھی اندیشہ تھا کہ کہیں نومسلم عورتیں اب بھی وہی بیمانہ حرکت نہ کریں چنانچہ سورۂ ممتحنہ میں ارشاد باری ہوا ہے کہ:

ایھا النبی اذا جاء ك المومنٰت یبایعنك علی اِن لا یشر کن باللّٰہ شیئًا ولا یسرقن ولا یرنین ولا یقتلن اولادھن ولا تین بھتان۔

"اے نبیؐ جب آپ کے پاس ایماندار عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ خدا کا کسی کو شریک نہ بنائیں گی نہ چوری کریں گی اور نہ گناہ کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں گی تو آپ ان سے بیعت لے لیجئے۔ قرآن مجید کے احکام چونکہ وقت اور زمانے کی قیود سے آزاد ہیں لہٰذا انہیں زمانہ جاہلیت تک ہی محدود نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ لیکن "اموی دور" میں جہاں اور تمام اسلامی احکام کو بھلا دیا گیا وہاں یہ حکم کیسے یاد رکھا جاسکتا تھا چاروں طرف اموی قہر وغضب کی بجلیاں کوندھ رہی تھیں۔ شریعت کے حکم کی مخالفت کی جارہی تھی۔ واقعۂ کربلا اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ علی اصغرؑ کی شہادت اسی دور وحشت کی یادگار ہے بلکہ بچوں کا قتل جائز وعام تھا۔

معصوم علی اصغرؑ

علی اصغرؑ امام حسینؑ کے چھوٹے فرزند تھے آپ کا لقب عبداللہ بھی تھا۔ اسی بنا پر امام حسینؑ کی کنیت ابوعبداللہ قرار پائی۔ آپ کی ولادت ۶/ ذیقعدہ ۵۹ھ میں مدینہ میں ہوئی۔

آپ جنابِ ربابؑ بنت امر القیس کے بطن سے تھے۔ جناب ربابؑ میں خاندانی عزت اور ذاتی شرافت کے علاوہ اطاعت اور وفا کا وہ خاص جوہر تھا جس کی وجہ سے امام حسینؑ کی نظر میں اُنہوں نے نمایاں مقام حاصل کیا۔ اس کے ثبوت میں یہ اشعار امام کی طرف نسبت دیئے جاتے ہیں۔

لعمرك انبني لاحب دارا
نكون بها سكينة والرباب
اجهما و ابذجلّ مالي
و ليس بعاتب عند عتاب

"قسم ہے کہ میں اس گھر کو محبوب رکھتا ہوں جس میں سکینہؑ اور رباب کا قیام ہو میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں اور اپنے مال کے بڑے حصہ کو صرف کرنے کے لئے تیار ہوں اور میں اس بارے میں کسی شکوہ و نارضامندی کی پرواہ نہیں کرتا۔"

علامہ ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ ھ لکھتے ہیں کہ علی اصغرؑ جناب شہر بانو کے بطن سے تھے، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے، حضرت شہر بانوؑ کا امام زین العابدینؑ کے دوران ولادت ہی میں انتقال کر جانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ واقعۂ کربلا میں موجود نہ تھیں اور مادرِ علی اصغرؑ کا روز عاشورہ میدان کربلا میں ہونا اپنی جگہ مسلّم ہے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ علی اصغرؑ کی جناب ربابؑ والدہ اور جناب سکینہؑ حقیقی بہن تھیں اور وہ کربلا میں موجود تھیں۔ ذیل میں اس کے متعلق چند ثبوت پیش کئے جاتے ہیں۔ مثلاً

محقق طریحی متوفی ۱۰۸۵ھ فرماتے ہیں کہ

"ربابؑ امراء القیس کی بیٹی امام حسینؑ کی بیویوں میں ایک بیوی ہیں جو عاشور کے واقعہ میں موجود تھیں ان سے سکینہؑ پیدا ہوئیں اور جنابِ ربابؑ بعدِ شہادتِ حسینؑ جب

قید سے چھوٹ کر مدینہ آئیں تو قریش کے ممتاز لوگوں نے اُنہیں شادی کا پیام دیا مگر اُنہوں نے انکار کیا اور فرمایا کہ ''پیغمبرؐ خدا کے بعد اب میرا کوئی خسر نہیں بن سکتا۔''

سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ:

''جناب ربابؑ نے شہادتِ امامؑ کے ایک سال بعد رنج وغم میں انتقال فرمایا۔''

علامہ شیخ محمد بن طاہر سہاولی مرحوم اپنی کتاب ابصالعین فی انصار الحسینؑ میں لکھتے ہیں کہ:

''روزِ عاشور شہید اس طرح قتل کئے گئے کہ ان کی مائیں درِ خیمہ سے اولاد کو ذبح ہوتے دیکھ رہی تھیں منجملہ ان کے عبداللہ بن حسینؑ میں ان کی ماں رباب درِ خیمہ پر کھڑی ہوئی بچے کی طرف حسرت سے دیکھ رہی تھیں۔

بہر حال محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جناب علی اصغرؑ شہید ہوئے اگرچہ اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ بچوں کی جان کے تحفظ کی ہدایات فرمائی تھیں اور قرآن میں ان کے متعلق مخصوص حکم ہے۔ چنانچہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی متوفی ۹۱۱ھ تفسیر دُرِ منثور میں ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔

''انہوں نے کہا کہ پیغمبرؐ خدا کے دور کی کسی لڑائی میں ایک عورت کشتوں میں پائی گئی۔ آنحضرتؐ کو جب اس کی خبر ہوئی تو فوج اسلام کو منع کیا کہ عورتوں اور بچوں پر کوئی تلوار نہ اُٹھائے۔''

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

و قاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعدوا انّ اللّٰہ لا یحبّ معتدین۔

(ترجمہ) ''یعنی جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی خدا کی راہ میں ان سے لڑو اور زیادتی

نہ کرو خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔"

رسولؐ اللہ نے مسلمانوں کو سختی سے ہدایت فرمائی تھی کہ اُمت کے مسلمہ کو چاہئے کہ وہ بچوں کا خون بہانے سے گریز کریں۔ چنانچہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب ہم کسی جنگ میں بھیجے جاتے تھے تو رسولؐ کی خاص ہدایت ہوتی تھی:

انطلقوا بسم اللّٰہ و فی سبیل اللّٰہ تقاتلونَ اعداء اللّٰہ لا تقتلوا شیحافنا نیا ولا طفلا صغیراً ولا امراہ ولا تغلوا.

(ترجمہ) "خدا کا نام لے کر اس کی راہ میں آگے بڑھو اور خدا کے دشمنوں کو قتل کرو لیکن کسی معذور بڈھے کو قتل نہ کرنا اور صنفِ نازک اور چھوٹے بچوں پر بھی ہاتھ نہ اُٹھے۔ جہاد میں حد سے بڑھنا نہیں چاہیے۔ (تفسیر مع التنزیل جلد۲ ص ۲۸)

مگر کربلا کے وحشیوں نے اِس کا لحاظ بھی نہیں کیا، کیا کوئی شخص یہ نہیں سمجھتا تھا او رنہ کسی کو یہ توقع تھی کہ معصوم بچہ بھی میدانِ جنگ میں قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ روز عاشور جب حسینؑ کے تمام ساتھی شہید ہو چکے اور کوئی باقی نہیں رہا تو اُنہوں نے اپنے نوجوانوں اور دوستوں کو مقتل میں شہید پڑے ہوئے دیکھا تو یوں صدائے استغاثہ بلند کی۔

"ہے کوئی جو میری مدد کو آئے۔"

یہ مختصر استغاثہ برابر نقل ہوتا آیا ہے اس وقت خیمہ سے صدائے بکا بلند ہوئی۔ حضرت خیمہ میں تشریف لائے اور بچے سے بھی رخصت ہونا چاہا اس وقت اس کی پیاس سے ابتر حالت دیکھی تو بہن کی گود سے لے کر میدان میں لائے لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید قرآن لا رہے ہیں۔ لیکن آپ نے لشکر کی صفوں کے نزدیک آ کر بچے کو ہاتھ پر لے کر سب کو دیکھا اور اس وقت جو کچھ فرمایا وہ اتفاقِ رائے کے ساتھ

برابر معتبر کتابوں میں نقل ہوتا آیا ہے۔ مثلاً ابو مخنف سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ

''اے قوم! تو نے میرے بھائی اور اولاد اور سب مددگار قتل کیے اب اس بچّے کے سوا کوئی باقی نہیں ہے یہ بھی پیاس کی شدّت سے جاں بلب ہے۔ تم خود اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو۔''

سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اے قوم اگر تو مجھ پر رحم نہیں کھاتی تو اس بچّے پر رحم کھا۔''

سپہر کاشانی ناسخ التواریخ میں لکھتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ

''اے ابوسفیان کے دوستو! اگر مجھ کو گناہ گار سمجھتے ہو تو اس بچّے نے تو تمہارا کوئی گناہ نہیں کیا اس کو پانی پلا دو کہ اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔

بظاہر امام حسینؑ کے اس کہنے سے فوج میں تلاطم پیدا ہو گیا اور لوگ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ اس موقع پر حسینؑ کو جواب دینا ضرری ہے۔ ابن زیاد نے پانی بند کرنے کا حکم مردوں اور عورتوں کے لئے دیا ہے نہ کہ بچوں کے لئے بچّے کو تو کوئی بھی مجرم قرار نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ کافر کے بچے بھی گناہ گار نہیں سمجھے جاتے۔ اس وقت ابن سعد ڈرا کہ کہیں فوج میں انتشار نہ پھیل جائے اور فوراً حرملہ سے کہا کہ اس انتشار کو ختم کرنے کے لئے اس بچہ ہی کو ختم کر دو۔ چنانچہ حرملہ بن کاہل اسدی نے ایک تیر پھینکا جس نے حسینؑ کی ہی گود میں بچہ کو ختم کر دیا۔

بچہ کے قاتل کے بارے میں اختلاف ہے لیکن معتبر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ علی اصغرؑ کا قاتل حرملہ تھا۔ اس کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ طبری نے عقبہ بن بشیر اسدی کی روایت لکھی ہے۔

''مجھ سے امام محمد باقرؑ نے ایک بار فرمایا کہ تمہارے قبیلہ بنی اسد پر بھی ہمارا ایک خون ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ حضرت پھر میرا اس میں کیا قصور ہے؟ بتلایئے کہ وہ خون کیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا کہ میرے جدِ مظلوم کے پاس ایک کم عمر بچہ گود میں تھا اس وقت تمہارے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر لگایا جو بچّے کے گلے پر پڑا اور وہ ذبح ہو گیا۔''

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ قاتل عبہ بن بشر غنوی ہے جیسا کہ بحار الانوار مجلسی جلد دہم کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے لیکن امام باقرؑ سے زیادہ کوئی معتبر قول نہیں جو ثابت کرتا ہے کہ قاتل ''بنی اسد'' سے متعلق تھا اور اس قبیلہ میں حرملہ کے سوا کسی اور کے لئے کربلا کے واقعہ میں کوئی قول نہیں ہے لہٰذا یہی قاتل معین ہوا۔

تیر آ کر لگا امامؑ نے اسے نکالا اور مؤرخ ابن اثیر جردی المتوفی ۶۳۱ھ کے مؤلف تاریخ کامل کے قول کے مطابق۔

''امام نے خونِ اصغرؑ لے کر زمین پر پھینکا۔''

شیخ مفید علیہ الرحمہ کتاب الارشاد میں لکھتے ہیں کہ:

''حسینؑ نے بچے کے خون کو ہاتھ میں لیا۔ جب چلو بھر گیا تو زمین پر پھینکا۔ ابن طاؤس نے آسمان کی طرف پھینکنے کا ذکر کیا ہے لیکن امام باقرؑ سے منقول ہے کہ

''خونِ اصغرؑ کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہیں پایا۔''

علی اصغرؑ کی نظر اس عظیم قربانی کے بعد علامہ ابن شہر آشوب شیخ مفید مؤرخ ابو جریر طبری علامہ باقر مجلسی اور سپہر کاشانی باتفاق لکھتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ:

''بارالٰہا! یہ میرا بچہ تیری سرکار میں ناقۂ صالح سے کم رُتبہ نہیں ہے۔ اے خدا اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے حق میں بہتر

قرار دینا۔"

ابو مخنف کا بیان ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ:

"اے خدا تو گواہ رہنا اس قوم پر کہ انہوں نے قسم کھالی ہے کہ تیرے نبیؐ کی ذریت میں کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" (مقتلِ ابو مخنف)

علامہ ابن طاؤس صاحب "لہوف" کا ارشاد ہے کہ حضرت نے فرمایا:

"یہ سب مصائب میری نظر میں آسان ہیں جن سے مجھ سے سامنا ہوا ہے اس لئے کہ خدا ناظر ہے (یعنی میں خدا کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ رکھتا ہوں۔)"

اس موقع پر حسینؑ نے وہ صبر دکھایا ہے کہ کوئی اور ہوتا تو ہوش و حواس کھو بیٹھتا۔ دماغ مفلوج ہو جاتا لیکن امام حسینؑ کے لئے یہ مصیبت ہلکی تھی وجہ یہ تھی کہ خدا کا جمال و کمال سامنے تھے اور جس طرح حاکم اعلیٰ کے سامنے جاتے ہیں اس وقت اگر کوئی تکلیف ہوتی بھی ہے تو اظہارِ تکلیف نہیں کرتے۔ اُسی طرح کچھ حسینؑ کی تکلیف تکلیف نہیں معلوم ہوئی یہ مصیبت ان کے لئے کچھ نہیں تھی وہ حاضر و ناظر خدا کے قائل تھے۔"

اس کے بعد امام بچے کو لے کر خیمہ میں آئے اور اُسے جناب کلثومؑ کو دے دیا۔ اس وقت ان کی بے چینی کا اندازہ مقتل الحسین ابو اسحاق اسفرائنی سے ہوتا ہے جس میں آپ کے چند بہت غمگین اشعار ملتے ہیں۔ مثلاً

لھف قلبی علی الصغیر الطامی

فمتہ السھام قبل العظام

(ترجمہ) "یعنی میرا دل اس پیاسے اور خرد سال پر بڑا افسوس کر رہا ہے جس کو دودھ چھوڑنے سے پہلے ہی تیروں نے شہید کر دیا۔"

فرغروہ بدمہ وھو طفلی

لھف قلبی علیہ فی کل عاز

(ترجمہ) ''اس کو خون کی کُلیاں کرادیں حالانکہ وہ بچہ ہے میرا دل ہمیشہ اس پر افسوس کرتا رہے گا''

احر قوا قلب والدیہ علیہ

وامو ہ نبعبلۃ الانتقام

(ترجمہ) ''اس کے ماں باپ کا دل اس غم میں جلا دیا اور انتقام لینے کے لئے اس کے تیر مارا''

حاکم بیننا الالہ جمیعا

ولدی المشر عندہ فصل الحقام

(ترجمہ) ''ہم سب کا فیصلہ اللہ کرے گا اور قیامت کے روز اس کے سامنے اس جھگڑے کا فیصلہ ہوگا''

اس کے بعد امام حسینؑ نے بچہ کو اپنے ہاتھوں پر لیا اور امام محمد باقرؑ کے قول کے مطابق:

''پھر امام نے خیمہ کے قریب نیام شمشیر سے ایک گڑھا بصورت قبر کھود کر بچّے کو خون آلود لباس میں دفن کر دیا''

کمیت اور اہمیت

بعض چیزیں باعتبار کمیت یعنی وزن مقدار و عدد کم ہوتی ہیں۔ لیکن قیمت و اثر دونوں کے اعتبار سے اہم تر ہوتی ہیں۔ جس طرح ایٹم کے ایک ذرہ کا مقابلہ خاک

کے لاکھوں من کے ڈھیر سے نہیں کیا جا سکتا اور وہ طاقت و برتریت کے اعتبار سے
اس سے افضل ہے اس کا مقابلہ کسی میدان میں بھی اس سے نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح
علی اصغرؑ چھوٹے تھے، کم عمر تھے، کمزور تھے، لیکن اس ایک بچہ کی شہادت کا مقابلہ دنیا
کی عظیم و بزرگ تر ہستیاں نہیں کر سکتیں۔ انسانیت کی قربانگاہ پر ہزاروں انسانوں کو
قربان ہوتا دیکھا۔ دنیا نے کچھ دن ان کو یاد رکھا پھر وہ تاریخ کے ابواب بن کر رہ
گئے۔ خود کربلا واقعہ ہی میں ہمیں ان شہیدوں کے کردار نظر آتے ہیں جنہوں نے
بہادری ہمت، صبر و شجاعت کے بہت بڑے ثبوت دیئے جنہوں نے اسلامی اقدار کی
اعلیٰ مثالیں پیش کیں سیرت و کردار کے وہ گہرے نقوش دلوں پر چھوڑے جن کا آج
تک جواب نہیں مل سکا۔ پھر بھی امام حسینؑ کے متعلق بعض بے بصیرت و ناحق شناس
لوگوں نے کہا (معاذ اللہ) یہ ان کی سیاسی کمزوری تھی جن کی وجہ سے اُنہوں نے
حکومت سے ٹکر لی یا اُنہوں نے حصول حکومت کے لئے اپنی طاقت کا غلط اندازہ کیا او
رختم ہو گئے لیکن یہ بچہ تو ناسمجھ اور ان اتہامات سے بری تھا۔ پھر کیوں قتل کیا گیا؟

چنانچہ واقعہ علی اصغرؑ نے دنیا کو ایک طرف تو یہ دکھا دیا کہ انسانی صبر، ضبط اور تحمل کی
کمال معراج یہ ہے جو حسینؑ نے دکھائی اور دوسری طرف یہ دکھایا کہ یہ جماعت
انسانیت سے کتنی دُور تھی اسے انسانیت شرافت اور غیرت انسانی سے دور کا علاقہ نہیں
تھا۔ یہ وہ شہادت ہے جس کی بدولت دنیا کے ہر مذہب کا انسان اعتراف کرنے پر
مجبور ہے کہ یہ دور وحشت تھا۔ ضمیر گر چکے تھے، اسلام کے پیغام کو بھلایا جا چکا تھا،
انسان اپنی اعلیٰ قدریں کھو چکا تھا۔ یہ مظالم کی آخری حد ہے جس کو کربلا میں توڑ کر
انسان اس سے بھی آگے بڑھ گیا۔

حسینؑ نے بچّے کو دفن بھی کیا اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ کہیں کہ حسینؑ اگر

شہیدوں کو دفن کر دیتے تو حمیتِ اسلام کا تقاضا یہ نہیں تھا کہ ہم قبریں کھودتے یا مدفون کو بے گھر کرتے۔ حسینؑ نے خود ہی اُنہیں دفن نہیں کیا۔ چنانچہ امام حسینؑ نے اپنے سب سے چھوٹے بچہ ہی کو بطور مثال دفن کر کے دکھا دیا کہ کس طرح اُنہوں نے اُسے قبر سے کھود کر نکالا اور اس کا سر کاٹ کر نیزہ پر بلند کیا۔ دنیا نے اس سے زیادہ جگر سوز مظالم اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے کہ اس معصوم بچہ کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کیا جائے کہ جو بے قصور ہو۔ علی اصغرؑ کا واقعہ عالمی اثرات قائم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اگر علی اصغرؑ نہ ہوتے تو اتنا وحشت ناک مظاہرہ بھی نہ ہوتا۔ اس طرح اس واقعہ نے دو کردار اُبھارے۔ ایک ''اموی کردار'' جو دورِ وحشت کی یادگار تھا اور ایک حسینی کردار جس کی صحت، صداقت اور بلندیٔ معیار خود شہادت علی اصغرؑ نے اپنی قربانی سے قائم کیا۔

صبر آج تک ان حدود سے آگے نہیں بڑھ سکا اور تشدد اس سے آگے دامن نہ پھیلا سکا۔ ایک نگاہ تھی جو بیک وقت حسینیت اور یزیدیت دونوں کا مشاہدہ کر رہی تھی کردار تھے جو اُبھر رہے تھے، اصول تھے جو مرتب کئے جا رہے تھے، نظم ترتیب پا رہا تھا، حق نمایاں ہو رہا تھا، ایک مقصود تھا جو آنے والا تھا اور اس سب کی تربیت گاہ معصوم علی اصغرؑ کا گہوارہ تھا۔ (رضیہ جعفری۔ سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء متاع رباب نمبر)

شہادتِ شیر خوار کا پس منظر:

ساتویں صدی عیسوی میں یزید بن معاویہ دنیا کا عظیم الشان بادشاہ تھا۔ کیونکہ اس کی سلطنت اس زمانہ میں سب سے بڑی اور وسیع تھی۔ یہ بحر اوقیانوس سے دریائے سندھ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس میں مراکش الجزائر، تیونس، طرابلس، صحارا، مصر، حجاز، یمن، عرب، فلسطین، شام، عراق، ایران، بلوچستان، صوبہ سندھ وغیرہ شامل تھے۔

مختصر یہ کہ جس اقتدار اور تفوق کا خواب اُمیہ دیکھا کرتا تھا اس سے ہزار گنا زیادہ سر بلند اس کے سکڑ پوتے یزید کو حاصل ہو گئی۔ یہ کیسے؟ اور کیونکر؟ ان سوالات کا اجمالی جواب آپ میرے رسالوں یعنی محمدی سیاست اور اموی سیاست میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہاں پر نہایت اختصار سے حسب ذیل چند نکات پیش کرتا ہوں۔

عرب ایسے بے آب و گیاہ ریگستان میں انسان فطری مجبوریوں سے یعنی جغرافیائی ماحول کے قہری اثرات سے خود غرض ہو جاتا ہے۔ اس لئے فیاضی ایسے ماحول میں ایک عنقا صفت ہو جاتی ہے۔ یہ صفت عربی قبائل میں بنی ہاشم میں پائی جاتی تھی۔ اس خاندان کا بچہ بچہ ہر وقت ایثار اور قربانی پر آمادہ رہتا تھا۔ اس لئے یہ خاندان عرب بھر میں معزز اور ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ برخلاف اس خاندان کے امیہ خود پرست، خود غرض اور اقتدار پسند تھا۔ اس لئے لوگ اس سے نفرت کرتے تھے، یہ جبر تشدد اور غلبہ سے اپنا اقتدار اور سرداری قائم کرنا چاہتا تھا اس لئے اس کی کوئی عزت نہ کرتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت ہاشمؑ حج کے موقع پر حاجیوں کے لئے پانی کا انتظام کرتے تھے، کھانے کا انتظام کرتے تھے، شوربے میں بھگو کر روٹیاں کھلاتے تھے، اسی وجہ سے آپ کو ہاشم کہنے لگے تھے۔ امیہ کو حضرت ہاشمؑ کی یہ ہر دل عزیزی اس قدر کھلی کہ اس نے آپ کو حسب و نسب میں مقابلہ کا چیلنج دے دیا۔ کاہن خزاعی حکم قرار کیا گیا جس نے یہ فیصلہ سنایا۔

''ماہِ تاباں، ستارۂ روشن ابر باراں اور فضا میں پرواز کناں پرندوں کی قسم کہ ہاشمؑ اُمیہ سے جملہ خوبیوں میں بڑھ چڑھ گیا ہے۔ اوّل و آخر کی فضیلت ہاشمؑ ہی کے لئے ہے۔''

شرط کے بموجب اپنی ہار پر اُمیہ کو پچاس اونٹنیاں حضرت ہاشمؑ کو دینا پڑیں۔ آپ

نے اسی وقت ان اونٹیوں کو ذبح کر دیا اور ان کا گوشت سارے مکہ والوں پر تقسیم کر دیا۔ اسی طرح آنحضرت کے والد حضرت عبداللہ کی ولادت کے موقع پر ایک سو اونٹیوں کو ذبح کیا گیا۔ جن کا گوشت مکہ کی کل آبادی سے کھایا نہ گیا شکاری پرندوں اور جانوروں کی بھی اس گوشت سے تین دن تک شکم سیری ہوئی۔

بنی ہاشمؑ کی ان فیاضیوں اور خدمتِ خلق سے جس قدر عظمت بڑھتی گئی۔ خودغرض ظالم بنی امیہ کے دلوں میں آتشِ حسد اور تیز ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ جب دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر آپ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو امیہ کا پوتا ابوسفیان یہ کہتا ہوا اس مجمع سے نکل گیا کہ ''محمدؐ اسلام کے ذریعہ بنی ہاشم کا عروج چاہتے ہیں۔''

اعلان نبوت تک اہلِ مکہ آنحضرتؐ کا احترام کرتے تھے اور بزرگی مانتے تھے اس وقت سے ابوسفیان کو بُت پرستوں کو اپنا ہم خیال بنانے کا زرّیں موقع مل گیا۔ چنانچہ تمام بُت پرست، شرابی، زانی، ظالم لوگ آنحضرتؐ سے تبلیغ اسلام کی بنا پر مخالف ہونے لگے۔ ابوسفیان نے اُس مخالف اسلام گروہ کی حمایت شروع کر دی۔ اور چند ہی دنوں میں کفارہ مکہ کا مسلّم الثبوت قائد بن گیا۔ لیجئے اس وقت سے بنی امیہ کا اقتدار مخالف اسلام سے بڑھنا شروع ہو گیا۔ وہ لوگ جو اعلان نبوت سے پہلے آنحضرتؐ کا احترام کرتے تھے اب آپ کی اہانت کرنے لگے۔ اس پر طرّہ یہ ہوا کہ جس وقت آنحضرتؐ نے یہ اعلان فرمایا کہ تم میں بزرگ ترین اور افضل النسل وہ ہے جو ایمان رکھتا ہو۔ ایمان ہی بزرگی اور افضلیت کی کسوٹی ہے۔ دولت سرمایہ، اعلی نسبی، قوت، اقتدار، وغیرہ سے انسان کی افضلیت بزرگی، سرداری قائم نہیں ہوتی۔ بزرگی اور برتری کا معیار صرف اور صرف ایمان ہے اور چونکہ بنی امیہ مجموعہ رذائل تھے اس لئے ان پر یہ فرض ہو گیا کہ جو بھی ہو ایمان بزرگی کا معیار قائم نہ ہونے

پائے۔ کیونکہ وہ بزرگی سرداری اور اقتدار بغیر رذائل کو ترک کیے ہوئے چاہتے تھے جس طرح شیکسپیئر نے جولیس سیزر کے ڈرامے میں بروٹس کے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔

ہم کو جولیس سیزر کی ذات سے کوئی مخاصمت نہیں ہے بلکہ اس کے نظریات سے اختلاف ہے اور چونکہ ان نظریات کو اس کی شخصیت سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے اس لئے جولیس سیزر کو قتل کرنا لازمی ہو گیا۔"

اسی طرح تبلیغِ اسلام کے سلسلے کو ختم کرنے کے لئے کفار مکہ نے آنحضرتؐ کو ختم کرنا ضروری سمجھا۔ اس لئے آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے آپ کا خیر مقدم صرف اس وجہ سے کیا کہ وہ بنی امیہ کی طرح برے خصائل نہ تھے اور ان کو سرداری کا خبط بھی نہ تھا۔ اُنہوں نے اسلام کی تعلیم میں خوبیاں دیکھیں اس لئے اسلام قبول کر لیا۔ جب اِس کی خبر ابوسفیان کو ملی کہ جس اسلام کو مکہ سے بھگایا تھا اس نے مدینہ میں جڑ پکڑ لی ہے تو کفار قریش کو بتوں کے نام پر اور کفر کو خطرہ میں دکھا کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا۔ چلئے ایک قہار فوج ابوسفیان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئی۔ مختصر یہ کہ دشمن خدا ابوسفیان نے تین مرتبہ فوجیں جمع کیں اور اسلام کی تاراجی کی غرض سے مدینہ پر حملہ کیا۔ بدر، اُحد اور خندق کی تینوں تاریخی جنگیں ہوئیں ان تینوں جنگوں میں حضرت علیؑ کی تلوار سے مکہ کے نامی سورما اور بنی امیہ کے نامور پہلوان قتل ہوئے۔ آنحضرتؐ کی جان تبلیغ اسلام کے لئے محفوظ رہی پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو ابوسفیان اور دیگر بنی اُمیہ نے محض جان کی حفاظت کی غرض سے لب پر کلمہ جاری کر دیا۔ لیکن دل میں انتقامی آگ کے شعلے خرمن اسلام کو سوختہ کرنے کا موقع ڈھونڈتے رہے۔ یہ موقع آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مل گیا۔ جب حضرت ابوبکر خلیفہ بن بیٹھے تو آپ کے خلیفہ ہونے پر دس روز

کے اندر پورا عرب مرتد ہو گیا۔ (معراج الذہب جلد ۵ ص ۱۰۱) یعنی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ اس کی اطلاع جب ابوسفیان کو ملی تو سوکھی کھیتی میں بارش ہو گئی۔ اس نے سوچا کہ دعوت ذوالعشیرہ میں میرے سامنے پھر جنگِ خندق میں اور سب سے آخر میں غدیرخم کے موقع پر آنحضرت صلعم کی خلافت کا اعلان کر چکے ہیں اسی لئے سارا عرب ابوبکر سے مخالف ہو گیا ہے اور زکوٰۃ دینا بند کر دی ہے چلو اس وقت چل کر حضرت علیؑ سے مل جائیں۔ عزت اور اقتدار حاصل کرنے کا یہ بہترین موقع ہاتھ آ گیا۔ یہ سوچ کر ابوسفیان فوراً مکہ سے مدینہ حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔

''ہاتھ بڑھایئے۔ میں آپ کی بیعت کروں۔ آپ اپنے حق خلافت کے لئے اُٹھ کھڑے ہو جیئے۔ میں آپ کی مدد کے لئے مدینہ کو فوجوں سے بھر دوں گا۔''

حضرت علیؑ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا:

''اے ابوسفیان تم مسلمانوں کے دوست کب سے بنے ہو؟''

حضرت علیؑ کا جواب سن کر ابوسفیان ابوبکر کے پاس گیا ان کو اپنی خلافت برقرار رکھنے کے لئے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں سے زبردستی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے فوجوں کی ضرورت تھی۔ جسے ابوسفیان حاضر کرنے کا وعدہ کر رہا تھا۔ یہ خود بدر، اُحد اور خندق کی جنگوں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے کہ تین مرتبہ ابوسفیان نے آنحضرتؐ کو قتل کرنے کے لئے مکہ سے قہار فوجیں لے کر مدینہ پر چڑھائی کی۔ اس لئے یہ اب بھی مدینہ کو فوجوں سے چھلکا دے سکتا ہے۔ اور یہ میری خوش قسمتی ہے کہ ابوسفیان رسول خدا کا جانی دشمن میرا دوست ہو گیا ہے۔ حضرت ابوبکر نے خدا کا شکر ادا فرما کر ابوسفیان کی ہمدردیاں قبول فرمائیں۔ چلیئے ابوسفیان حضرت ابوبکر کا ملٹری سیکرٹری بن گیا۔ مدینہ میں فوجیں آنے لگیں زکوٰۃ وصول کرنے کی غرض سے

مسلمانوں کا قتل عام خلیفہ وقت نے جاری رکھا۔

جب حضرت عمر نے مشہور بنی امیہ خالد بن ولید پر مالک بن نویرہ کے قتل اور ان کی بیوی کے ساتھ زنا کے جرم میں حد جاری کرنے کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اسے نہ سنگسار کروں گا، نہ سزائے موت دوں گا اور نہ معزول ہی کروں گا کیونکہ میں اس تلوار کو ابھی نیام میں نہیں کر سکتا جن کو خدا نے میرے مخالفین پر کھینچ دیا ہے۔ (تاریخ ابن خلقان جلد اص ۱۷۲، تاریخ روضۃ المناظر جلد اص ۱۱۵ ابو الفداء جلد اص ۱۵۸، تاریخ کامل جلد اص ۱۲۶، تاریخ طبری جلد ۳ص ۲۴۱ اوغیرہ)

چلئے خالد کی تلوار اس دن سے اسلام کی تلوار مشہور ہو گئی اور خالد کو دربارِ خلافت سے ''سیف اللہ'' کا خطاب بھی مل گیا۔ لیجئے آنحضرتؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی یعنی چالیس ہی دن کے اندر اسلام بنی امیہ کے ہاتھوں میں کھلونا بن گیا۔ یعنی خالد بن ولید وہ تھا جس نے جنگ اُحد میں درّہ کے نگہبان حضرت عبداللہ کو شہید کیا اور پھر میدان میں اپنی فوج لے کر گھس آیا اور آنحضرت کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ خالد کی اس جرأت کو دیکھ کر کفار کی بھاگی ہوئی فوج پھر پلٹ پڑی۔ آنحضرتؐ کی جان خطرہ میں تھی کہ حضرت علیؑ پہنچ گئے اور کفر کو قتل کرنا جو شروع کیا تو خالد بھاگ نکلا۔ آج اس منافق کو حضرت ابوبکر اس کارنامہ پر کہ اس نے مالک بن نویرہ ایسے سچے مسلمان کو قتل کر دیا اور اُسی رات اس کی حسینہ بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ اس کی کھوپڑی کا چولھا بنوا کر کھانا پکوایا۔ سیف اللہ کا خطاب عطا کیا۔

چلئے اسلام کی تاریخ بس اب کشتِ خون مار کھسوٹ قتل وغارت تسخیر ممالک کے کارناموں کے راستوں پر چل پڑی۔ عرب مالدار ہوتے گئے ملک فتح ہوتے گئے۔ بنی امیہ ان فتح کردہ ملکوں پر گورنر مقرر ہوتے گئے۔ بنی امیہ برسر اقتدار آ گئے۔

حضرت ابوبکر کو مرتے وقت اس کا احساس ہوا تو رو رو کر عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا کہ ''قریش کی ہر فرد سرداری چاہتی ہے۔'' اسی افسوس میں انتقال کیا۔ ان کے بعد حضرت عمر خلیفہ ہوئے۔ بنی امیہ کو مالِ غنیمت اور تسخیر ممالک کی چاٹ پڑ ہی چکی تھی اور حضرت عمر خالد کی بہادری کی حالت خود اپنے آنکھوں سے مختلف جنگوں میں دیکھ چکے تھے اس لئے ان کے ڈانٹنے ڈپٹنے کی مطلق پرواہ نہ کی ہمسایہ ملکوں کو لوٹنے اور تسخیر کرنے کا کام بڑے جوش وخروش سے جاری رہا یہاں تک کہ ابوسفیان کا بیٹا شام کا گورنر مقرر ہو گیا جس نے ایسی شان پیدا کی کہ خود حضرت عمر اُسے اسلام کا کسریٰ کہنے لگے، شام کا دورہ کرتے وقت حضرت عمر نے معاویہ کی شان پر اعتراض کیا تو اس نے جواب دیا۔

''شاہِ روم کے جاسوسوں کو اسلام کی شان وشوکت دکھانا چاہتا ہوں۔''

حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ مرد دانا اور ایک چالاک عقل مند آدمی کا فریب ہے۔ معاویہ نے کہا کہ آپ جو فرمایئے اس پر عمل کروں۔ حضرت عمر نے کہا کیا خوب حالت تو یہ ہے کہ بقصد اعتراض جس امر میں میں تم سے بات کرنا شروع کرتا ہوں تم مجھ سے ایسا بتا دیتے ہو کہ پھر میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کہوں اور کیا کروں۔''

(طبری جلد ۶ ص ۱۸۸)

جس قدر حضرت عمر کا زمانہ بڑھتا جاتا تھا بنی امیہ کی بے چینی بے صبری بڑھتی جاتی تھی۔ وہ منصبِ خلافت پر اپنے ہی خاندان کا آدمی دیکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں نے ان کے خاتمے کے لئے ایک آہن گر کو تیار کیا۔ حضرت عمر نے ایک چکی اس آہن گر سے بنوائی تھی۔ ان حضرت فیروز نے اس چکی میں ایک چھری اس طرح چھپا کر رکھی کہ یوں ہی خلیفہ نے اس کی آزمائش کے لئے کھونٹا پکڑا اور جنبش دینے

کے لئے جھک کر زور لگایا وہ چھری آپ کے پیٹ کو چاک کر گئی۔ پیٹ کٹ گیا۔ آنتیں نکل پڑیں۔

ان کے انتقال کے بعد حضرت علیؑ کے سامنے یہ شرط رکھی کہ آپ کو سیرت شیخین پر عمل کرنا ہوگا۔ یعنی یہ کہ چپکے مسند خلافت پر بیٹھے رہیے گا اور جو اُودھم ہم دنیا میں قتل و غارت کا مچائیں اس سے کوئی تعرض نہ کریئے گا۔ آپ نے یہ شرط منظور نہ کی اس لئے خلیفہ نہ بنائے گئے۔

حضرت عثمان نے اسے منظور کیا اور خلیفہ بنا دیئے گئے اس طرح خلافت بنی امیہ کے خاندان میں آ گئی اس وقت بزرگِ خاندان ابوسفیان نے عثمان کو یہ نصیحت دی۔

''تیم اور عدی کے بعد خلافت تجھ کو مل گئی ہے۔ اس کو گیند کی طرح گردش دے اور بنی امیہ کو اس کی میخیں بنا اور یہ صرف ملک ہی میں جنت و نار کو نہیں جانتا یہ صرف خیالی باتیں ہیں۔''

عثمان نے بموجب نصیحت ابوسفیان عمل شروع کیا۔ حضرت عمر کے مقرر کردہ تجربہ کار گورنروں کو معزول کر کے اپنے ہی خاندان کے اقتدار پسندوں کو ان کے مقام پر گورنر مقرر کیا۔ متعدد بار بیت المال کو اپنے ہی خاندان والوں پر تقسیم کیا۔ اس لئے عام طور سے ان کے خلاف بغاوت شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں یہ قتل کئے گئے۔ اب چونکہ جمہورِ اسلام کو ایک عادل خلیفہ کی ضرورت تھی اس لئے سب نے مل کر حضرت علیؑ کو خلیفہ منتخب کیا۔ اس سے وہ لوگ برہم ہو گئے جو قتل عثمان کے بعد خلیفہ بننا چاہتے تھے۔ ان سب نے انتقامِ خونِ عثمان کا بہانہ تراش کر کے شورش شروع کر دی چونکہ ہر ایک کا مقصد خلافت حاصل کرنا تھا اس لئے جنگِ صفین اور جنگِ جمل میں حضرت علیؑ کے مقابلہ پر آنے والے متحد ہو کر نہ لڑے۔ حضرت علیؑ کا زمانہ شورشوں کو

دبانے میں صرف ہو گیا۔ یہاں تک کہ آپ کو مسجدِ کوفہ میں حالتِ نماز میں زخمی کیا گیا۔

شام جیسے زرخیز ملک کی گورنری ملتے ہی معاویہ نے فوجی طاقت بڑھانا شروع کر دی تھی۔ دمشق کی اس وقت وہی منزلت تھی جو آج کل نیویارک لندن کی ہے۔ یہ دمشق اس وقت دنیا کا اہم ترین مرکزِ تجارت تھا۔ ان وجوہ سے معاویہ کے خزانے میں اس قدر روپیہ ہو گیا کہ اس نے ایک لاکھ تنخواہ دار شامی فوج تیار کر لی۔ لالچی اصحابِ رسولؐ بھی اس کے دسترخوان کی مکھیاں بن گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مدینہ نام کا صدر مقام رہ گیا اسلام کا اصلی دارالخلافہ دمشق ہو گیا جنگِ صفین وغیرہ میں جن لوگوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا وہ لوجہ اللہ تھا۔ مگر تنخواہ دار فوج تو ہر وقت ہر مہم پر آسانی سے بھیجی جا سکتی تھی اس لئے جو قوت اور اقتدار اس وقت معاویہ کو حاصل تھا وہ کسی کو نہیں تھا۔ آنحضرتؐ نے صلح حدیبیہ کفارِ قریش سے صرف اس غرض سے کی تھی کہ جنگ موقوف ہو جائے اور جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ان کی جان و مال محفوظ ہو جائے۔ انہیں بنیادوں پر حضرت امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی۔ نفساء اس صلح کا یہ تھا کہ اگر حضرات شیخین کی ناعاقبت اندیشی سے بنی اُمیہ برسرِ اقتدار آ گئے ہیں تو ان کو حکومت میں چھوڑ دیا جائے اور اسلام کو محفوظ کر لیا جائے۔ چنانچہ صلح حسن کے شرائط بھی صلح حدیبیہ کی طرح سچے مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت تھی۔

معاویہ قہار سلطنت قائم کر کے مر گیا۔ یزید اس کے بعد خلیفہ ہو گیا۔ اس وقت تک آثار اسلام شعائر اسلام مٹ چکے تھے، کہنے کو تو اس وقت اسلام کی ایک قہار سلطنت تھی جس کا تذکرہ میں تمہید میں کر چکا ہوں اور جس کی تعمیر کا میں نے نہایت ہی مختصر خاکہ پیش کیا ہے۔ یہ اسلامی سلطنت تھی یا نہ تھی اس کا فیصلہ آپ خود کریں۔ اس سلطنت کی ایک معمولی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے حدود میں بہتر ہزار شہروں کے

منبروں سے حضرت علیؑ پر تبرہ کیا جاتا تھا۔ حضرت علیؑ پر تبرہ کرنے والے اور ان کے سامعین میں سے ایک بھی سنی نہیں ہوسکتا کیونکہ کوئی سنی مسلمان کسی قیمت یا مجبوری کی حالت میں بھی حضرت علیؑ پر تبرہ سننا برداشت نہیں کرسکتا۔ اسلام اس حد تک مسخ ہو چکا تھا اور اسے ہمیشہ کے لئے فنا کرنے کی غرض سے یزید نے اپنی خلافت پر نواسہ رسولؐ کی مہر تصدیق ثبت کرانے کے لئے بیعت حاصل کرنا چاہی۔

اب وقت اسلام کی موت وزیست کا آ گیا۔ فرزندِ رسولؐ حضرت امام حسینؑ نے اسے محسوس کرلیا۔ فوراً نانا کے روضہ پر جا کر عرض کیا۔

''نانا جان میں آپ کے روضہ کو نہایت مجبوری سے چھوڑ رہا ہوں، مجبوری یہ ہے کہ اگر میں یزید پلید کی بیعت کرتا ہوں تو آپ کا دینِ اسلام ہمیشہ کے لئے ختم ہوتا ہے اور اگر میں بیعت سے انکار کرتا ہوں تو قتل کیا جاتا ہوں۔ مجھے آپ کے روضہ سے جدا ہونا ضرور شاق ہے مگر آپ کے دین کی حفاظت کے لئے مرنا بھی ضروری ہے۔''

اس نام نہاد قہار اسلامی سلطنت کے ہر گوشہ میں حضرت علیؑ پر شب وستم کیا جا رہا ہے۔ حضرت علیؑ کو لوگ یہ جانتے تھے کہ وہ فاطمہؑ کے باپ تھے اور فاطمہ رسولؐ کی بیوی تھیں یا یہ کہ (معاذ اللہ) زمانہ فتن کا ڈاکو تھا جو لوگ حضرت علیؑ سے معرفت رکھتے تھے اِن کو زہر اور خنجر سے پہلے صاف کیا جا چکا تھا۔ اب جو بات علاوہ مدینہ والوں کے سب کو یقینی طور سے معلوم تھی وہ یہ کہ یزید ہی رسولؐ خدا کا سچا وارث اور حقیقی جا نشین ہے۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا رسولؐ کے اہل بیتؑ میں سے نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ بعض شہروں میں یزید کو خدا مانا جاتا تھا اور اس کی پوجا کی جاتی تھی یزید کی پرستش کرنے والے شہر موصل کے قریب شیخان میں تیس ہزار آدمی اس وقت بھی موجود

ہیں۔ رسولِ خدا کی اُمت سب گمراہ ہوگئی تھی۔

اب اصلاح کی ضرورت تھی، جس کے لئے ایک ایسی ایٹمی طاقت کی ضرورت تھی جو رسولِ مقبول کی گمراہ اُمت کو ایسے زور سے جھنجھوڑ دے کہ نفاق کی گھنگھور گھٹائیں کافور ہوجائیں اور اسلام کا آفتاب پھر درخشاں ہوجائے اصلاح ذہنیت کا بس ایک ہی طریقہ تھا۔

انتہائی مظلومیت سے فرزندِ رسول کی شہادت:

یہی عہد کر کے تو حضرت امام حسینؑ نانا کی قبر سے رخصت ہوئے تھے اور جب کربلا کے ریگستان میں پہنچے تو ایک طرف خالص ایمان تھا اور دوسری طرف خالص نفاق جس میں اگر ایک دو کرنیں نور کی تھیں بھی تو صبح عاشور جس وقت عمر ابن سعد نے اپنے کاندھے پر سے کمان اتار کر تیر چلہ کمان میں جوڑ کر کہا۔

''گواہ رہنا یہ میرا تیر سب سے پہلے حسینؑ کو شہید کرنے کے لئے چلتا ہے۔''

تو حضرتِ حرؑ نے بڑھ کر اس سے پوچھا کہ فرزند رسول سے صلح نہیں ہوسکتی؟ کیا تم لوگ ان کا خون ناحق بہا کر دم لو گے؟ عمر سعد نے جواب دیا کہ اے حرؑ کیا کریں تیرے امیر کا یہی حکم ہے۔'' حضرت حرؑ نے کبھی فاتح اور قہار فوج کو چھوڑ کر کوئی سپاہی قتل ہونے کے لئے بہتر نفوس کی فوج میں شامل نہیں ہوا ہے جس میں جوانوں سے زیادہ ضعیف العمر بڈھے اور صغیر السن بچے تھے اور یہ بہتر کی تعداد بھی اس وقت پوری ہوتی ہے جب حضرت علی اصغرؑ کا جھولا بھی اس میں شامل کرلیا جائے۔

بے شک حضرتِ حرؑ کی شہادت فوج منافق کے لئے ایک پہلا تازیانہ عبرت اور بیداری تھا۔ یزیدی ٹڈی دل فوج کے سپاہی گلوں میں قرآن آویزاں کئے ہوئے اور

نعرہائے تکبیر کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے ارض کربلا پر کسی خارجی سے جہاد کرنے کی غرض سے آئے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت کرنے لگے کہ آخر یہ راز کیا ہے؟ خود ہمارے قہار فوج کا ایک نامور سردار جاہ و منصب اور زندگی پر لات مار کر مرنے پر تیار کیوں ہو گیا؟ کیا اس نے ایک رجز میں پڑھا؟ کیوں اپنے فرزند کو شہید کرایا؟ اور کیوں خود شہید ہوا؟ یہ تین دن کا بھوکا پیاسا کون ہے جس کے لئے حرؒ جیسے بہادر نے اپنی جان قربان کر دی؟

ان خیالات کا سلسلہ فوجِ یزید میں حضرت حرؒ کی شہادت سے شروع ہو گیا۔ جسے ہر مجاہد نے اپنے رجز سے زیادہ واضح کیا اور فوجِ یزید کو معلوم ہوتا گیا کہ وہ نواسہ رسولؐ کے مقابلہ میں ہے۔

پھر فوج یزید یہ سوچنے لگی کہ یہ گنتی کے آدمی ہمارے ٹڈی دل فوج کا مقابلہ کیوں کر رہے ہیں، یہ اپنی جانیں یکے بعد دیگرے کیوں دیئے چلے جا رہے ہیں؟ یہ کون بزرگ ہے جس کے لئے یہ سب جانیں دے رہے ہیں؟ یہ بزرگ یزید کی بیعت سے انکار کیوں کئے جا رہا ہے۔ یہ ضد کیسی؟

اِدھر یزیدی فوج کو حضرت امام حسینؑ کے اصحاب و انصار و اعزا کی قربانیوں پر حیرت ہو رہی تھی اِدھر مظلوم کربلا انکارِ بیعت کے بعد طے کر چکے تھے کہ کیا کرنا ہے۔ چنانچہ شب عاشور جب حضرت قاسمؑ نے آپ سے دریافت کیا ہے کہ کیا میرا نام بھی شہداء کی فہرست میں ہے تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں بیٹا تیرا نام بھی اور تیرے چھوٹے بھائی حضرت علی اصغرؑ کا نام بھی ہے۔

روزِ عاشور زوالِ عصر کا وقت قریب ہے۔ اس وقت کا منظر ایک انگریز مورخ میجر اسیارن ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

''حسینؑ کی حالت اُس وقت ایک سبز باغ کے اس درخت کی مانند تھی جس کے سب ساتھی کٹے ہوئے زمین پر پڑے ہوں اور وہ اکیلا گرم ہواؤں کے جھونکے کھا رہا ہو''

حسینِؑ مظلوم ریگستانِ کربلا میں یکہ وتنہا آوازِ استغاثہ بلند فرما رہے ہیں۔

''اے میرے شیروا ے میرے بہادرو! میں یکہ وتنہا رہ گیا ہوں میری مدد کرو۔ میں تم کو پکارتا ہوں اور تم جواب تک نہیں دیتے۔''

حسینؑ کے استغاثہ پر خیام حرم سے گریہ وبکا کی آوازیں بلند ہوئیں جب قریب خیام پہنچے تو معلوم ہوا کہ حسینؑ کے استغاثہ کی صدا سن کر جوشِ شہادت میں ننھے مجاہد نے اپنے آپ کو جھولے سے نیچے گرا دیا ہے۔ شیر خوار بھی سمجھ گیا کہ اب نانا کی اُمت کو راہِ راست پر لانے کے لئے میری قربانی کا وقت آ گیا ہے۔ اس لئے وہ جھولے میں مچلا اور نیچے گر گیا۔

فوجِ یزید پر ایٹم بم:

جوہری بہترین اور بیش قیمت نگینوں کو سب سے آخر میں پیش کرتا ہے۔ تجربہ کار مقرر یا مقالہ نگار خاتمہ کلام پر نہایت مختصر الفاظ میں وہ چیز پیش کرتا ہے جسے سننے یا پڑھنے والا ہمیشہ یاد رکھے۔ مظلومِ کربلا نے بھی ایسا ہی کیا۔

ایٹم بم صرف ایک انڈے کے برابر ہوتا ہے، لیکن اس چھوٹی سی چیز میں بے پناہ انقلابی طاقت ہوتی ہے۔ مظلوم کربلا دامن کا سایہ کر کے شیر خوار کو بلندی کی طرف لے چلے۔ شامی سپاہی جو جنگ صفین میں نیزوں پر قرآن بلند کر کے اپنی جانیں بچا چکے تھے وہ سمجھے کہ حسینؑ قرآن لا رہے ہیں۔

آپ نے ایک بلندی پر آ کر حضرت علی اصغرؑ کو اپنے ہاتھوں پر بلند فرما کر فوجِ

یزید سے کہا:

یہ بچہ تین دن سے بھوکا پیاسا ہے۔ پیاس کی وجہ سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ اس کی حالت غیر ہوگئی ہے اس کو تھوڑا سا پانی پلا دو۔ تم اگر یہ سمجھتے ہو کہ میں اس کے بہانے سے خود پانی پی لوں گا تو لو میں اسے اس جلتی ریت پر لٹائے دیتا ہوں تم خود آ ؤ اور اسے تھوڑا سا پانی پلا دو۔

یہ کلمات سن کر فوجِ یزید میں ہل چل مچ گئی۔ شامی اور کوفی سب ہی کہنے لگے کہ حسینؑ سچ تو کہتے ہیں آخر اس معصوم بچے نے کیا قصور کیا ہے۔ اسے پانی کیوں نہیں دیا جاتا۔ کچھ اپنی بے بسی پر رونے لگے، کچھ نے پانی لانے کا ارادہ کیا۔ کچھ پانی لے کر بڑھے کہ جو بھی ہو ہم اس بچے کو ضرور پانی پلائیں گے۔

فوج کی یہ حالت دیکھ کر عمر ابن سعد پریشان ہو گیا۔ اسنے حرملہ کو حکم دیا "حسینؑ کے کلام کو قطع کر دے"، حکم پاتے ہی حرملہ نے اپنے ترکش سے ایک تین بھال کا زہر آلود تیر نکالا اور دوش پر سے کمان اتاری تیر کو چلہ کمان میں جوڑ کر نشانہ کو تا کا کہ اُس کا ہاتھ تھرآ گیا اور تیر زمین پر گر گیا۔ پھر اس نے سنبھل کر زمین پر سے گرے ہوئے تیر کو اُٹھا کر چلہ کمان میں جوڑا جب تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا تو کسی نے حرملہ سے بڑھ کر کہا کہ میں تو تجھے بڑا تیر انداز سمجھتا تھا یہ تیری کیا حالت ہے۔ کیا ہاتھ میں رعشہ ہوا ہے؟

حرملہ نے کہا کہ کیا کہوں کیا دیکھ رہا ہوں؟

لوگوں نے پوچھا۔ آخر دیکھ کیا رہا ہے؟

حرملہ نے جواب دیا رسولؐ اللہ کا گلا بچے کے گلو سے ملا ہوا ہے۔ یہ دیکھ رہا ہوں۔

چوتھی بار تیر چلا، علی اصغرؑ کا ننھا سا گلا چھید کر حسینؑ کے بازو میں در آیا۔ بچہ نواسۂ رسولؐ کے ہاتھوں میں شہید ہو گیا۔

حرملہ کے تیر نے کیا صرف حضرت علی اصغرؑ کے گلے اور حسینؑ کے بازو کو گھائل کیا؟ نہیں صرف یہی نہیں بلکہ کچھ اور وہ کیا؟

یہ سیاستِ حسینی تھی کہ حرملہ کے تین بھال کے زہر آلو تیر نفاق کا گلا چیرتا ہوا یزید کی جعلی خلافت میں دائمی طور پر پیوست ہو گیا۔ خود یزید کی فوج کے ہر سپاہی کے دماغ میں یزید کے ظلم کی قابل نفریں تصویر ایسی گہری کھد گئی کہ جو کبھی لوح حافظہ سے مٹائی نہیں جا سکتی۔ اس ننھے مجاہد کی شہادت نے نفاق کے قلعہ کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ایٹم بم کا کام کیا۔

عادل دنیا قیامت تک پوچھتی رہے گی اگر فرزندِ رسولؐ نے یزید ایسے فاسق اور فاجر کی بیعت سے انکار کیا تھا تو پیاسے شیر خوار کا گلوئے نازنین زہر آلود تیر کا نشانہ کیوں بنایا گیا؟ کیا یہی اسلام ہے؟ کیا رسولؐ خدا کے انتقال کے بعد جہاد کے نام سے ایسی دولتِ مشترکہ اسلامیہ قائم کی تھی کہ جس میں رسولؐ کے پیارے نواسہ یعنی سردارِ جوانانِ جنت کے ششماہے شیر خوار کی پیاس تین بھال کے زہر آلود تیر سے بجھانا لازمی ہو۔ یہ کس قسم کا اسلام تھا جو بعدِ رسولؐ دنیا میں پھیلایا گیا۔

(سیّد اکبر علی۔ سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء۔ متاعِ رباب نمبر)

پانی کی قیمت:

گہرے کنوئیں، بہتے دریا، چمکتی نہریں اور گرتے ہوئے آبشار عام ہیں۔ انسان، حیوان، چرند، پرند، جس کا جی چاہے پانی پئے اور پلائے۔ ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی، پارسی ہو یا یہودی، کرۂ ارض کے ہر ذی روح کے لئے پانی کی نعمت بغیر کسی خصوصیت کے موجود ہے۔ دریا مِلک ہوتے ہیں لیکن اس کا پانی مِلک نہیں

ہوتا۔ پیاسے پر پانی بند کر دینے کا کسی مذہب کسی حکومت اور کسی قانون کو حق نہیں ہے۔ نہ ایک گلاس پانی اُٹھتی ہوئی موجوں کو بڑھا سکتا ہے۔ نہ ایک جام سے دریا کی روانی کم ہوسکتی ہے۔

تاریخِ دنیا کی ہر گرانی میں پانی سستا رہا۔ ہر کال میں پانی بغیر قیمت فروخت ہوا، جن مقامات پر پانی نایاب ہوتا ہے۔ وہاں بھی پانی کی قیمت کہہ کر دام لیتے ہوئے دنیا شرم کرتی ہے۔ ہندو کی پیاس مسلمان اور مسلمان کی پیاس ہندو نہیں دیکھ سکتا، غربت اور مفلسی روپیہ مانگنے میں انسانیت کا ہاتھ روک دیتی ہے۔ تیسرے فاقہ کے بعد بھی روٹی طلب کرنے میں انسانیت کو حجاب آ جاتا ہے۔ لیکن پیاس کا بھڑکا ہوا شعلہ اور سوکھا ہوا حلق، ہر انسان کو پانی پلانے پر مجبور کر دیتا ہے۔ نہ قدرت نے پانی نایاب کیا ہے نہ فطرت نے مہنگا خریدا ہے۔ غیر ضروری ایسا کہ زمین سے کئی گناہ زیادہ اور ضروری اتنا کہ ہر ذی حیات کی حیات کے لئے لازم، غرض کہ پانی وجودِ عالم کی بنیاد ہے اور شاید حشر کا پیش خیمہ بھی ہو جائے۔

چل انسان چل! تیرہ سو سال پہلے تجھے جنگل میں لے چلیں، جہاں ''پانی'' انسانی جانوں کی قیمت پر فروخت ہو رہا ہے۔ جانیں جا رہی ہیں لیکن پھر بھی پانی نہیں ملتا، آفتاب کی گہری شعاعیں ذرّوں کو توڑ کر انسانی جسموں تک گرمی پہنچا رہی ہیں، صبر کا رحم اُڑ رہا ہے، سچائی کے قدم گڑے ہوئے ہیں۔ ۷۲ نگاہیں ۲۷ ہزار سے ٹکرا رہی ہیں۔ ہمت کی صف آراستہ ہے۔ عزم کے علم کھلے ہیں، ثبات قلب فولاد کو موم کر رہا ہے، آفتاب جھک رہا ہے، کمر ٹوٹ رہی ہے، مظلوم کا سر کٹ جانے پر آمادہ ہے۔ مگر ظلم واستبداد کے سامنے جھک جانے پر تیار نہیں ہے۔

لڑائی تو چاند کی دسویں کو ہوگی مگر پانی ساتویں تاریخ سے بند کر دیا گیا ہے، دریا

اگر چہ ڈبڈائی ہوئی آنکھ کی طرح چمک رہا ہے اور سطح آب سانپ کے پیٹ کی طرح جگمگا رہا ہے، لیکن پیاسوں کو ایک قطرۂ آب نہیں مل سکتا، واہ رے انصاف! خدا کی عام نعمت پر حیوانیت کا خاص قبضہ؟ بوڑھوں اور جوانوں کے ساتھ عورتوں اور بچوں پر بھی پانی بند؟ ممکن ہے ہزاروں فوجوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ پانی تو صرف ۷۲ سپاہیوں پر بند تھا؟ لیکن چھ ماہ کے بچے نے اس خیال کو دماغ میں آنے سے پہلے ہی ختم کر دیا۔

آفتاب تھرتھراتے ہوئے دل کی طرح بیٹھ رہا ہے۔ آباد ڈیوڑھی پر لُو کے جھونکے بربادی کا اعلان کر رہے ہیں۔ وہ دیکھو انسانیت کی حدِ نظر پر! سناٹے بھرتے ہوئے تیروں میں، کوندتی ہوئی تلواروں کی بجلیوں میں، جھنجھناتی ہوئی برچھیوں میں، تڑپتے ہوئے خنجروں اور لچکتے ہوئے نیزوں میں، ضعیف غریب اور مظلوم باپ اپنے چھ ماہ کے پیاسے بچے کو فطرت کے ہاتھوں سے سنبھالے، انسانیت کے کلیجے سے لگائے امید کے راستہ پر قدم بڑھا رہا ہے۔

انسانو سنو! میرا بچہ پیاسا ہے۔ اس کے ہونٹ خشک ہیں ننھی سی سوکھی زبان سوکھے ہوئے پھول کی پتی کی طرح ہلکی سانس کے سہارے جنبش کر رہی ہے، اس کی ماں کا دودھ تین دن کی بھوک اور پیاس سے خشک ہو چکا ہے جنگ تو مجھ سے ہے، بھلا اس شیر خوار بچے نے کیا کیا؟ اور اگر تم یہ سمجھو کہ باپ اپنے بچے کے نام سے پانی طلب کر رہا ہے اور خود پینا چاہتا ہے تو آؤ، اس بچہ کو اپنے ہاتھ سے پانی پلا جاؤ۔

ہوا کا تیز جھونکا سطح سمندر کی بالائی موجوں کو جنبش دیتا ہوا نکل گیا، ایک روشن ستارہ چبھتے ہوئے کانٹوں تک اپنے نور کی شعاعیں پہنچا کر ڈوب گیا۔ تقریر کے الفاظ زبان سے دلوں میں اترتے چلے گئے نگاہیں جھینپیں، انسانیت شرمائی، اخلاق نے

ٹھوکے دیئے، فطرت نے آمادہ کیا۔ بلکہ بعض نے تو دبی زبان سے یہ کہہ دیا کہ ''بات تو بالکل ٹھیک ہے بچہ سے اور جنگ سے یا غرض؟

مگر نہیں دریا کی روانی ظلم کے پہاڑوں سے ٹکرا کر بیٹھ گئی، ارادہ کو استبداد نے کچل دیا۔ حیوانیت نے انسانیت کو دبا دیا فوج کے سردار نے قطع کلام کا حکم دے دیا اور ایک انسانیت کا باغی حیوان کاندھے سے کمان تار کر آگے بڑھا اور اب جو تین بھال کے تیر کو گھسیٹ کر چھوڑ دیا تو انسانی تصورات کانپ گئے، سینوں میں دل اُلٹ پلٹ ہو گئے فطرت کے ہاتھ پاؤں تھرتھرا گئے ظلم ظلم اور تاریخ کا انوکھا ظلم، دنیا کا اکیلا ظلم بنی نوع انسان میں اپنی نوعیت کا پہلا ظلم؟ پانی کے سوال پر تین بھال کا تیر؟ بچے کا نازک حلق، اُبلتا ہوا خون! بے چارگی کا وقت، ناامیدی کی موت، ہمت کا ہنگام، صداقت کی آزمائش، عبرت کا مُرقع، انسانیت دانتوں میں انگلی دبائے دیکھ رہی ہے اور بچہ اپنے باپ کی گود میں ہچکیاں لے لے کر خون اُگل رہا ہے۔ بچہ مر گیا مگر پانی کی قیمت ادا نہ ہوئی یہ کربلا کا جنگل تھا محرم کی دسویں تاریخ تھی۔ یزید کی ٹڈی دل فوجوں کا تاریخی ظلم تھا۔ امام حسینؑ کی تقریر تھی، پسر سعد کا حکم تھا۔ حرملہ کا تیر تھا اور چھ ماہ کے علی اصغرؑ کو دردناک شہادت کا منظر، دنیا قیامت تک تاریخ کے ورق اُلٹتی رہے گی، مگر نہ کربلا ایسی جنگ مل سکتی ہے۔ نہ حسینؑ جیسا بہادر اور صبر کرنے والا۔ (فضل لکھنوی ...سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء ،متاعِ رباب نمبر)

فہرست شہدائے کربلا میں شیر خوار کی جگہ:

کسی مجموعہ کے عقلی امکان پر غور کرنے کے لئے خواہ وہ مجموعہ قانون فطرت کا ہو کسی مشین کا ہو یا واقعات کا ہو۔ یہ ضروری ہے کہ اس کے کل اجزاء کی ترکیب باہمی

تناسب اور اضافہ اہمیت پر بحیثیت مجموعی بحث کی جائے اور ہر چیز کی اہمیت کو خواہ وہ جز چھوٹے سے چھوٹا کیوں نہ ہو کل کی نسبت سے دیکھا جاوے دوسرے الفاظ میں مشین کے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے پرزے اور واقعات کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کڑیوں کو انفرادی حیثیت سے نہ دیکھنا چاہئے۔ اُن کو اس اضافی اہمیت کے ساتھ دیکھنا چاہئے جو ان کو کل سے حاصل ہے۔ بغیر اس کے حقیقت حال معلوم نہیں ہوسکتی۔ ممکن ہے ایک باریک سے باریک پرزہ یا معمولی سے معمولی کڑی اس اہمیت کے لحاظ سے جو اس کو کل سے حاصل ہے بڑے بڑے پرزوں یا بڑی بڑی زنجیروں کے برابر ہو یا ممکن ہے زائد ہو۔

کارگاہ قوت جس کو نیچر یا فطرت کہتے ہیں خالق کے بنائے ایک مخصوص اور محدود قانون کے تابع ہے۔ اس مجموعہ کی ہر چیز اپنے مقام پر مخصوص اہمیت رکھتی ہے جو کل کی بقا کے لئے ضروری ہے آفتاب بھی اپنا فرض ادا کرتا ہے اور وہ باریک جھلملاتا ہوا ستارہ بھی جس کی روشنی کا ہم تک پہنچنا دشوار ہے۔ ہاتھی اپنے مقام پر بزرگ ہو مگر چیونٹی بھی اپنے مقام پر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اگر خداوند عالم نے قرآن پاک میں ایک سورہ الفیل کہنا مناسب سمجھا تو چیونٹی کی اہمیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے دوسرے سورہ کو النمل کر دیا۔ اپنی جسمانی ترکیب کو ملاحظہ فرمائیے۔ ہاتھ اپنی جگہ پر ضروری ہے، پیر اپنی جگہ پر ناگزیر، دو آنکھیں ضروری، کان ضروری، سر ضروری، مگر کل جسم کی حرکت کا انحصار گوشت کے ایک چھوٹے سے لوتھڑے کی پیہم حرکت جس کو دل کہتے ہیں کل بزرگ اعضا اپنی اپنی جگہ پر لیکن اگر دل خاموش ہو جائے تو جسم بیکار، دنیا ہیچ، پیمانہ حیات لبریز اب نہ ہاتھ اپنا کام کرتا ہے نہ پیر اپنا کام۔

واقعات کے مجموعہ کی بھی یہی حالت ہے بادی النظر میں کسی واقعہ کی کوئی کڑی

نہایت ہی باریک معلوم ہو مگر حقیقتاً اس واقعہ کے امکان کے لئے ناگزیر ہے۔ واقعہ کربلا نام ہے ان واقعات کے مجموعہ کا جن کی کڑیوں کا سلسلہ قصیؑ کے عہد تک پہنچتا ہے اور یہ سلسلہ مختلف اقسام اور گوناگوں نوعیت کی کڑیوں کا رہینِ منت ہے ان کڑیوں کا سلسلہ کچھ ایسا مسلسل ہے کہ جب تک سب کو بحیثیت مجموعی نہ دیکھا جائے۔ واقعہ کربلا کا سمجھنا دشوار ہے نہ کہ اس پر تنقیدی نظر ڈالی جاوے، رسولؐ اللہ کے ایک ایک ارشاد اور ایک ایک عمل کو فرداً فرداً دیکھنا ہوگا حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کے عمل پر خائر نظر ڈالی جائے امام حسینؑ کے ہر ارشاد اور ہر فعل کو سمجھنا چاہیئے۔ اس وقت یہ امید کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے کہ واقعہ سمجھ میں آجائے۔ اس وقت واقعہ شہادت علی اصغرؑ سے بحث کرنا ہے۔

امام حسینؑ اس اہم کام کی انجام دہی کے لئے جس کے لئے رسولؐ اللہ نے ان کو کمسنی ہی سے منتخب کرلیا تھا چھ برس کے سن سے تیار ہو رہے تھے، تہیہ اور عمل میں تقریباً چوّن سال کا فاصلہ ہے۔ اتنی طویل مدت میں عواقب اور جوانب پر اچھی طرح غور کرلیا ہوگا اور ایک ایسا لائحہ عمل درست کرلیا ہوگا جس میں کسی خامی کا امکان ناممکن ہوگا لہٰذا حسینؑ کے ہر فعل کو سوچی اور سمجھی ہوئی صورت کے تحت میں سمجھنا ہوگا۔

۱۷ رجب ۶۰ھ کو حسینؑ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ ابن عباس، محمد حنیفہ موجود ہیں مگر تعجب ہے کہ نہ تو حسینؑ ان لوگوں کو ساتھ چلنے کا کہتے ہیں نہ وہ لوگ خود ہی ساتھ ہوتے ہیں حسین کسی سوچے اور سمجھے ہوئے اصول کے تحت میں خود فہرست مرتب کرتے ہیں۔ ایک دخترِ علیل کو گھر میں چھوڑتے ہیں جنابِ اُم لبنینؑ بھی مدینہ ہی میں رہ جاتی ہیں کیا یہ ممکن نہ تھا کہ جنابِ ربابؑ بھی حضرت علی اصغرؑ کی کمسنی کا لحاظ کرتے ہوئے مدینہ ہی میں چھوڑ دی جائیں؟ اگر جناب ربابؑ کا ساتھ رہنا ناگزیر تھا تو پھر

عرب کے دستور کے موافق حضرت علی اصغرؑ کو مدینہ میں کسی دائی کی نگرانی میں چھوڑا جا سکتا تھا۔ مگر حسینؑ کا اصرار ہے کہ ربابؑ بھی ہوں اور حضرت علی اصغرؑ بھی ہوں۔

شہدائے کربلا کی فہرست تو روزِ ازل ہی سے بنی ہوئی تھی مگر یہ مختصر سی فوج بیک دفعہ مرتب ہوئی۔ راستہ میں فہرست پوری ہوتی رہی کہیں سے زہیر قینؑ ساتھ ہو گئے جو مقام وہب کے لئے مقرر تھا۔ وہاں وہ شریک فوج ہوئے حبیب ابن مظاہر اور مسلمؑ ابن عوسجہؑ خط لکھ کر بلائے گئے۔ عقل حیران ہے کہ نہ معلوم کس اصول کو مدنظر رکھ کر حسینؑ نے اپنے بہتر جانثاروں کی فہرست مرتّب کی ایک طرف تو اپنی بیعت اُٹھا کے جو ساتھ ہیں ان کو چلے جانے کی ترغیب دے رہے ہیں اور دوسری طرف جو موجود نہیں ہیں ان کو دعوت دے رہے ہیں جنگِ کربلا حق کے لئے جنگ تھی اس میں ان لوگوں کی ضرورت نہ تھی، جن میں وحشیانہ جرأت ہو اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جو حق بین تھے۔ اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جن کو امام رجل الفقیہ سے مخاطب کر سکتے تھے اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جو قمر بنی ہاشم کے مصداق ہو سکتے۔ اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جو شبیہ پیغمبرؐ ہو سکتے۔ اس میں ان لوگوں کی ضرورت تھی جن کے نزدیک حق پر موت شہد سے زیادہ شیریں ہو سکتی تھی۔ ان لوگوں کی ضرورت تھی جو گہوارہ میں رہنے کے سن میں بھی استغاثہ امام کی اہمیت سمجھ سکتے تھے اور استغاثہ کا عملی جواب دے سکتے تھے۔ ان لوگوں کی ضرورت تھی جن کی خوشی اور تمنا اس میں مضمر تھی کہ وہ نصرت حسینؑ میں اپنی اور اولاد کو خاک وخون میں آغشتہ دیکھیں۔ ان لوگوں کی ضرورت تھی جو باوجودِ تپ ضعف و ناتوانی محض رضائے الٰہی کے لئے آہنی طوق وزنجیر پہن سکتے تھے ان عورتوں کی ضرورت تھی جو بقائے دین کی خاطر بے مقنع و چادر ناقوں پر سوار ہو سکتی ہوں۔ بہرنوع یہ حق بین مجاہد وعدہ گاہ پر پہنچے

صبح عاشور اُفقِ مشرق میں نمودار ہوئی ہونے والے واقعات سے متاثر آفتاب کانپتا ہوا نکلا اور دنیا کو ایک زرد چادر میں لپیٹ لیا۔ آبِ فرات نے معصوم بچوں کی صدائے العطش سُن کر سر دھننا شروع کیا۔ ایک طرف معرفت آموز مجاہدین نے جان دینے کی ٹھہرائی اور دوسری طرف ''انسان نما حیوان'' نے سیم وزر کی لالچ اور ملک رے کی ہوس میں اپنے حربوں کو پتھر چٹانا شروع کر دیئے۔ ابھی روزانہ کے مشرقی مسافر نے اپنی مقررہ مسافت کے ایک قلیل جزو کو تمام کیا تھا کہ تیروں کی بارش شروع ہوئی۔ حسینؑ کے جانثار ایک ایک کر کے نکلے۔ بھوکے تھے اور پیاسے تھے اور حق جو اُن کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا تھا ان کے ارادوں میں استقامت، آزمائشوں میں صبر اور دلوں میں ہمت کی تلقین کر رہا تھا، اے مجاہدین اسلام تم شہید ہوئے مگر وفا کا نام روشن کر گئے، تمہاری لاش پامال کی گئی مگر تم استقامت بالصبر کا سبق دے گئے تمہاری گردنیں تمہارے جسموں سے علیحدہ کر دی گئیں، مگر تمہاری کٹی ہوئی رگوں کی خون افشا تکبیروں سے حق کی آواز آج تک صحنِ عالم میں گونج رہی ہے۔ آج اغیار تک کی محفلوں میں تمہاری شجاعت کا ذکر ہو رہا ہے تمہاری ہمت کی تعریف ہو رہی ہے اور تمہارے صبر کا مرثیہ پڑھا جا رہا ہے۔

عصر کے وقت تک حسینؑ اپنی کل بضاعت لٹا چکے۔ حسینؑ کے خزانہ میں اور لازوال خزانہ میں ایک دُرِ بے بہا رہ گیا تھا جس کو حسینؑ نے مصلحتاً آخیر وقت کے لئے رکھا تھا۔ جب حسینؑ اس تاجر کی طرح جس کی کل پونجی ختم ہو چکی ہو خیمے میں پہنچے اور اپنے مدینے سے لائے ہوئے خزانہ میں کسی انمول گوہر کی تلاش کرنے لگے۔ حسینؑ کو گہوارہ میں ایک لعل نظر آیا۔ نایابی آب نے اس لعل کو پژمُردہ ضرور کر دیا تھا مگر آب صداقت پوری طور سے ضَو دے رہا تھا۔ آنکھیں حلقوں میں تھیں اور ارغوانی لب

کبود ہو چکے تھے۔ نازک جسم سرد ہو رہا تھا مگر حق بیں بچہ شوقِ شہادت کے انتظار میں کروٹیں لے رہا تھا۔

حسینؑ نے اپنے شیر خوار بچہ کے ولولوں اور امنگوں کو محسوس کیا۔ بچہ کو ہاتھ پر اُٹھایا عبا سے سایہ کیا اور مقتل کی جانب لے چلے۔ فرزند ساقی کوثر اور سوال آب!! اور کس سے؟ دشمنوں سے نہیں نہیں۔ سوال آب ایک اِتمامِ حجت تھی، حسینؑ نے اپنے قوت دل کو ہاتھوں پر بلند کیا۔ پانی مانگا، نہیں ملا بچہ کی طرف مخاطب ہوئے بیٹا تم بھی تبلیغ کر لو۔ کمسن بچہ نے اپنی خشک زبان کو ہونٹوں پر پھیرا کر اپنی بے زبانی کا ثبوت دیا۔ اس گردش زبان میں ایک تاریخ ہے تفسیر ہے۔ بسط ہے اجمال ہے۔ مطلب یہ تھا کہ زبان گویا نہیں ہے۔ مگر زبان بے زبانی ہی ہلتی سہی میں آج تبلیغ کے لئے آیا ہوں اگر میری زبان نہیں سن سکتے تو عمل کو دیکھو۔ اگر حق پر نہ ہوتا تو آج تمہارے پاس کیوں اس طرح آتا۔ اس تبلیغ اور معصومانہ انداز کا اثر یہ ہوا کہ دشمن بھی منہ پھیر کر رونے لگے۔

حسینؑ کے نزدیک یہ قربانی اہم تھی، دشمنوں نے بھی اس کو بہت زیادہ اہم سمجھا۔ ایک ششماہہ بچہ جس کی حالت حد درجہ نازک اور سقیم ہو رہی تھی اس کی شہادت کے لئے کس حربہ کی ضرورت نہ تھی وہ خود بخود شہید ہو جاتا مگر عجیب اہتمام ہوا۔ ایک مشہور تیر انداز معین کیا گیا۔ تیر سہ شعبہ رہا کیا گیا۔ بچہ کی گردن مجروح ہوئی مگر اس بچہ کے تحمل کی بھی یہ حالت کہ بچہ منقلب ہوا باپ کے چہرے کو دیکھا اور اپنی قربانی کی قبولیت کی وجہ سے مسکرا دیا۔

شہادتِ علی اصغرؑ واقعہ کربلا کی ایک مختصر مگر نہایت ہی اہم اور معنی خیز کڑی ہے اگر اور واقعات تاریخ سے محو بھی کر دیئے جائیں تو صرف شہادتِ علی اصغرؑ بنی امیہ کی

شقاوتِ قلبی ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ غالباً واقعہ کربلا پہلا واقعہ ہوا جس میں فہرستِ شہدائے کربلا میں ایک ششماہہ بچہ بھی شامل ہے۔

کربلا کے معرکہ کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ مابین روحانی اور جسمانی طاقت کی ایک جنگ تھی۔ اک طرف وہ کل حربے استعمال ہو رہے تھے جو انسان کی حیوانی فطرت نے ایجاد کیے تھے اور دوسری طرف وہ کل صورتیں عمل میں لائی جارہی تھیں جو انسان کی صفات ملکوتی ایجاد کر سکتی تھی۔ ایک طرف مادّی قوت کا مظاہرہ تھا اور دوسری طرف روحانی طاقت کا مظاہرہ، ایک طرف مجسّم حیوانیت تھی اور دوسری طرف مجسّم انسانیت ایک طرف انسان کو اپنی مادیت پر ناز تھا اور دوسری طرف انسان کو اپنی روحانی قوت کا تفاخر، اس نقطۂ خیال سے شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام کو سمجھنا ہوگا اور اس وقت اس بچے کی شہادت کی حقیقت معلوم ہوگی حسینؑ نے اپنی انتہائی روحانی قوت کا مظاہرہ اس بچہ کو پیش کر کے کیا۔ اس بچہ کی شہادتِ مسکت ہے، ان لوگوں میں جو واقعۂ شہادت میں سیاسی پہلو کو تلاش کرتے ہیں اور اگر اس پر بھی حقیقت واضح نہ ہوئی تو بس یہی کہنا پڑے گا خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ○ (سورۂ البقرۃ آیت ۷)

(سید علی خاں . . . سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء. متاعِ رباب نمبر)

رازِ شہادتِ معصومؑ:

خداوندِ عالم اپنے کلامِ پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ○ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ○ (سورۂ البقرۃ آیت ۱۵۵، ۱۵۶)

کہ ہم آزمائیں گے کہ تم کو خوف سے بھوک سے اور نقصان مال اور نفسوں اور پھلوں کے نقصان سے اور تم پر مصیبت وارد کریں گے۔ جو مصیبت کا حق ہے اور خوشخبری دیدو اے رسول ان صبر کرنے والوں کو جو مصیبت کے وقت کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں کہ ان پر خدا کی رحمت ہے اور وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

کلام باری تعالیٰ عبث نہیں ہوسکتا یہ اِس کی شان سے بعید ہے کہ وہ کوئی بات کہے اور اس کا کوئی مقصد و محل نہ ہو۔ آیہ مذکورہ کا بھی مرکز و مقصود کوئی نہ کوئی ذات ضرور ہے۔ تاریخ کے اوراق پلٹ جایئے واقعات عالم پر نظر دوڑایئے مظلوم بہت ملیں گے۔ امتحاناتِ صبر بھی مختلف عنوان سے لئے گئے۔ مگر ایسا جامع و مانع مظلوم کہ جس پر یہ سب واردات گزری ہوں اور عنانِ صبر و اطمینان ہاتھ سے نہ چھوٹی ہو سوائے حسینؑ مظلوم کے کوئی نہ ملے گا۔

حضرت اُمِ سلمہ فرماتی ہیں کہ جنابِ رسولؐ خدا میرے گھر میں تشریف لائے۔ ان کے بعد حسن و حسینؑ بھی آ گئے۔ حضرت نے ایک کو داہنے زانوں پر اور دوسرے کو بائیں زانوں پر بٹھالیا اور بوسے لیتے جاتے تھے اور پیار کرتے تھے کہ اتنے میں جبریل امین نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہؐ آپ حسن و حسینؑ کو بہت دوست رکھتے ہیں اور خدا نے یہ امر معین فرمایا ہے چاہئے کہ آپ اس پر صبر کریں اور وہ یہ کہ آپؐ کے فرزند حسن زہر دغا سے شہید کئے جائیں گے اور دوسرے فرزند حسینؑ تیغِ جفا سے ذبح کئے جائیں گے۔ یا رسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ ہر نبی کی دعا کو قبول کرتا ہے آپ چاہیں تو دعا کریں کہ خداوند عالم ان دونوں کو ان بلاؤں سے نجات دے اور یہ بچ جائیں اور اگر آپ گوارا فرمائیں تو یہ دونوں شہید ہوں اور انؑ کی شہادت اُمت گناہگار کے لئے قیامت کے دن سبب نجات اور ذخیرہ شفاعت ہو۔ جناب رسالت

مآبؐ نے فرمایا۔ اے جبریل میں حکمِ خداوندِ عالم پر راضی ہوں۔ میں راضی ہوں اسی میں جس میں تری رضا ہے، میں تیری رضا پسند کرتا ہوں۔ اُمت گناہگار کے لئے میری دعا ذخیرۂ رحمت ہو شفاعت ہو اور میرے فرزندوں کے بارے میں جو اس کی مشیّت ہو۔ جاری ہو جاوے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون گویا صبر فرمایا۔

اس طرح جنگ موتہ کے بعد لشکرِ اسلام کی واپسی پر جناب رسالت مآبؐ کو شہادتِ جعفر طیارؓ کی خبر ہوئی تو آپ بے اختیار رو دیئے اور اتنے میں جنابِ امیر تشریف لائے اور بدریافت جواب پایا، اے علیؑ صبر کرو۔ خدا تمہارے بھائی جعفرؓ کی مصیبت میں تمہیں اجر عطا فرمائے۔ یہ سن کر جنابِ امیر المومنینؑ نے فرمایا **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون** اس کے بعد بہت روئے۔ ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ سنتِ نبویؐ وسیرت آئمہ کے یہ منافی نہیں رہی اور نہ گریہ منافی صبر ہے بلکہ دکھے ہوئے دل کی تڑپ ہے جو عین مقتضائے فطرت ہے۔

مگر ایک موقع اور ہے کہ جہاں **اناللّٰہ و انا الیہ راجعون** کہا گیا اور وہ موقع ایک تاریخی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور اس موقع پر جملہ امتحانات لئے گئے جن کا تذکرہ آئینہ عنوان میں ہے اور مصیبت شدید نازل کی گئی کہ جس سے زیادہ کوئی مصیبت نہیں ہوسکی۔ حسینؑ مظلوم کا امتحان خوف سے بھی لیا گیا۔ حرمت حرم وحفاظت خیام ہر وقت مدِ نظر رہی اور اسی پیش بینی کی بنا پر خندق کھدوا کر آگ روشن کرائی گئی پیاس کا یہ عالم تھا کہ علی اکبرؑ نے جب میدانِ جنگ سے واپس آ کر پیاس کی شکایت کی اور پانی طلب کیا تو امامؑ نے ان کے منہ میں اپنی زبان دے دی۔ جو وہ خشک چمڑے سے زیادہ خشک تھی۔ پھلوں کے نقصان سے حسب صراحت حضرت علی اکبرؑ کی شہادت مراد ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ششماہہ علی اصغرؑ کی شہادت کی کیوں

ضرورت باقی رہی مگر آیۃ کا اگلا ٹکڑا بتلاتا ہے کہ ابھی مصیبت کی درجہ امتحان تک تکمیل نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اس مصیبت کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے مزید قربانی اور فدیہ زاہد کی ضرورت تھی تاکہ مصیبت پر پوری پوری رضا مندی اور انتہائی صبر کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ وہ جانثار اُف نہ کرے اور مشیت ایزدی پر پوری پوری رضا مندی اور انتہائی صبر کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ وہ وقت آیا سب یاروانصار کام آچکے عباسؑ دلاور کمر توڑ گئے اور دریا کی ریتی کو بسایا علی اکبرؑ کے جگر سے برچھی کی انی پار ہو چکی، نتیجہ میں بصارت زائل ہوگئی۔ بیکس باپ بیٹے کی لاش کو ڈھونڈ رہا ہے اور قدم قدم پر ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ قاسم گل پیرہن بھی پامال سم اسپاں ہو چکے۔ حبیب ابن مظاہرؑ زہیر قینؑ، مسلم عوسجہؑ، جیسے رفیقانِ جاں نثار ایک ایک کر کے اپنی جانیں فدا کر چکے۔ حسینؑ اور میدانِ جنگ یکہ وتنہا **ھل من ناصر ینصرنا** کی صدا بلند کی جا رہی ہے۔ فرض شناس شیر خوار اس میثاق سے باخبر معلوم ہوتا ہے۔ جو شہادت کے بارے میں لیا جا چکا ہے۔ لہٰذا یہ کیسے گوارا ہوتا کہ وہ میثاق پورا نہ ہوتا۔ لہٰذا صدائے استغاثہ سن کر جھولے میں بے تاب ہو جاتے ہیں بے زبان میں بولنے کی قدرت نہیں ہے لہٰذا اعضا و جوارح کی جرأت سے بہ زبانِ حال لبیک کہا جاتا ہے جھولے میں تڑپ رہے ہیں کرب و بے چینی کی حالت میں بظاہر پیاس کی شدت کی حالت کرب پیدا کر دیتی ہے اور یہ بہ باطنِ جوشِ آخرت و شہادت کے پیرایہ میں لبیّک کہلوا رہا ہے۔ اہلِ حرم نے یہ حالت دیکھ کر امامؑ کو اطلاع کی۔ امام آئے گود میں لیا، تمازت آفتاب سے بچانے کے لئے سفید چادر سے ڈھانپ لیا۔ اس شان سے لئے ہوئے لشکر اعدا کی طرف بڑھے۔ اِدھر دشمنوں نے سمجھا کہ نعوذ باللہ حسینؑ عاجز آ کر قرآن کو ہاتھوں پر لئے ہوئے پناہ مانگنے آ رہے ہیں۔ یہ قرآن صامت نہ تھا قرآن ناطق

کا پارۂ جگر تھا۔ امامؑ فوج کے قریب آئے، چہرے سے کپڑا ہٹایا اور دشمنوں سے خطاب فرمایا۔ اے لوگو! اگر میں خطاوار ہوں تو یہ معصوم بچہ تو خطاوار نہیں ہے۔ گھٹنوں نہیں چل سکتا۔ چہ جائے کہ میدان جنگ میں جہاد سیف و سنان کے لئے جا سکے۔ اگر اس کو ایک گھونٹ پانی پلا دو تو اس کی زندگی بچ جائے گی اس سے تو یہ بھی اندیشہ نہیں ہوسکتا کہ پانی پی کر تازہ دم ہو جائے اور جہاد بالسیف کر سکے۔ اس معصوم نے اپنی زبان ہونٹوں پر پھرا کر زبان حال سے کلام امام کی تائید کی۔ یہ عالم دیکھ کر فوج ملاعین میں ایک تلاطم کی سی کیفیت برپا ہو گئی اور یہ حالت دیکھ کر عمر سعد نے حرملہ ملعون سے کہا کہ امامؑ کا کلام قطع کر دے۔ تعمیلاً اس نے تیر سہ شعبہ کمان سے رہا کیا۔ گلوئے نازک اور بازوئے شبیرؑ ترازو ہو گئے۔ دودھ کی بوندیں ہونٹوں پر آ گئیں اور مسکراہٹ کھیلنے لگی گویا مقصد حاصل ہوا اور اس خوشی میں منصب پورا ہوا۔ لبوں پر مسکراہٹ تھی ایک طرف کلامِ الٰہی کی تصدیق ہو گئی اور دوسری طرف میثاق طفلی سے عہدہ برا ہوئے۔ امامؑ نے تیر کھینچا اور خون چلو میں لے کر فرمایا۔

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

امامؑ کا معمول اس وقت تک یہی تھا کہ لاشیں خیام میں پہنچا دیتے تھے۔ البتہ حضرت عباسؑ کی لاش کو نہیں لا سکے تھے۔ اب اصغرؑ کی میّت خیام کی طرف لے کر چلے۔ مگر ایک تکلیف دہ خیال مانع ہوا کہ ربابؑ کیا کہیں گی۔ واپس ہوئے سات مرتبہ آگے بڑھے اور پیچھے ہٹے۔ اور کلمۂ استرجاع یعنی **اِنّا للّٰہ وَ اِنّا الیہ راجعون رضاً بقضاعہٖ و تسلیماً لِامرہٖ** زبان پر جاری تھا۔ اسی طرح امتحان کا آخری مرحلہ بھی طے ہوا۔ نقش پہلے ہی مہیّائے شہادت تھا۔ امامؑ امتحان میں پاس

ہوئے اور سند خوز د فلاح کے مستحق قرار پائے ماحصل کلام یہ ہے کہ اصغرؑ معصوم کی شہادت نے تکمیل مصیبت عظمیٰ سرانجام دی اور اس سے زیادہ مصیبت ممکن نہ تھی اس انتہائی مصیبت پر بھی امامؑ نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا اور راضی برضا رہے اور اصغر معصومؑ نے بھی پوری فرض شناسی کا ثبوت دیا اور ظاہر کر دیا کہ امام حجّت برحق ہے اور اگر امامؑ نصرت کے لئے طلب کریں تو ہر صاحب ہوش کا فرض ہے کہ سمعنا و طاعتا کہتا ہوا شریک جہاد ہو ہر سننے والے پر شرکت اور اعانت فرض ہو جاتی ہے۔ مانا کہ نا بالغ سے جہاد ساقط ہے مگر ہر کلیہ کے لئے استثنیٰ بھی ہے جس کو امامؑ ہی سمجھ سکتا ہے۔ اسی بنا پر امامؑ نے انتخاب بھی کیا اور رخصت بھی کیا۔ حقیقت ہے کہ صغریٰؑ تیری شہادت نے عالم مظلومیت میں تہلکہ مچا دیا اور تیری شہادت بجائے خود ایک تبلیغ کا دفتر ہے جس نے ظلم کے پرخچے اُڑا دیئے اور مظلومیت کا سکّہ بٹھا دیا۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر تیری شہادت نہ ہوتی تو مرتبہ شہادتِ حسینی کی تکمیل نہ ہوتی۔ تیری شہادت کا راز معراج شہادت حسینی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

(سیّد محمد امیر ۔ سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء متاعِ رباب نمبر)

انسانی ہدایت کا ایک جھلملاتا چراغ:

جوان بچے آنکھوں کے سامنے خون میں تڑپ چکے، لیلیٰ کا حسینؑ گیسوؤں والا، جناب ثانی زہراؑ کا ناز پروردہ خاک و خون میں لوٹ چکا، اُمِ فروہؑ کا قاسمؑ سا شہزادہ پامال ہو چکا، جناب زینبؑ کے پیارے آنکھوں کے تارے ناز پروردہ عونؑ و محمدؑ اپنے ماموں جان پر قربان ہو چکے، مگر یہ سب مردان مجاہد میدان میں آ کر، تلوار چلا کر اور دارِ شجاعت دے کر دُنیا سے سدھارے، مگر ایک ننھا مجاہد جس کے ہاتھوں میں ابھی

ایک چھوٹی سی چھری بھی اُٹھانے کی سکت نہیں، چھ مہینے کی جان ہے، وہ بھی تین روز سے بے آب و شیر ہے، وہ پھول سا بچہ کملایا ہوا گہوارے میں پڑا ہے۔ اللہ اللہ شوقِ شہادت دیکھو، جذبہ جاں نثاری ملاحظہ کرو، مدینہ میں صغرا سی بہن کی گود کو چھوڑا، کربلا کی تپتی زمین پر آیا، گہوارہ میں بھی آرام سے نہ رہ سکا، استغاثہ امامؑ کا سننا تھا کہ شوق شہادت سے اپنے کو گہوارے سے زمین پر گرا دیا، زبان نہیں ہے مگر عمل سے جذبۂ جانثاری کا اس طرح اظہار۔

جہاد فی سبیل اللہ میں اصغرؑ کو چھوٹا نہ سمجھو:

کربلا کی تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ حسینؑ اور حسینؑ کے ساتھی، خواہ اس میں چھوٹا ہو کہ بڑا، خواہ بوڑھا ہو کہ ادھیڑ حبیبؓ ابن مظاہر سے لے کر جناب قاسمؑ عونؑ و محمدؑ تک سب کے سب یکساں طور پر جاں بازی فداکاری میں بے مثال تھے۔ بالخصوص حسینؑ کے اقربا شجاعت و ظہور میں تو اپنا نظیر ہی نہ رکھتے تھے، غرض کہ ان میں کا ہر ایک عزم و استقلال کا ایک پہاڑ تھا، حمایت و حفاظتِ اسلام کا ایک ہمالے تھا، یہ تمام صفات علی ابن ابی طالبؑ کے عقیلؑ و جعفرؑ کے ورثہ سے ان کو ملی تھیں، یہ وہ مستحکم و استوار ایمان کے منارے تھے کہ شام و کوفے کا ٹڈی دل لشکر بھی جگہ سے ہلا نہ سکا ان لاکھوں دشمنوں کا زبردست طوفان ان کے قدموں کو اکھاڑ نہ سکا۔ ظلم و جور کے ریلے پر ریلے آئے مگر ان کو اپنی جگہ سے ہٹا نہ سکے۔

یہ وہ مجاہدینِ اسلام تھے جن میں پہاڑوں کی جیسی استقامت، ہمالے جیسی شہامت، سمندروں جیسا جوش، فولاد جیسا استحکام تھا۔ آفتاب کی جیسی حرارت مہتاب کی مانند لطافت تھی۔ یہ لوگ بیک وقت میدانِ جنگ میں مردانِ مجاہد، حریت خواہوں

میں داعیٔ انقلاب، محرابِ عبادت میں عابدانِ شب زندہ دار، ممبروں پر خطیب بھی ادیبا
ئیں اُدیب بھی، مدبر بھی، مفکر بھی حافظ قرآن بھی، قاری قرآن بھی، علم بھی، عمل بھی،
سیاست سے واقف بھی، صدق وصفا کے امین بھی، سراپا مومن بھی ایمان پرور بھی،
آدمیت کی جان بھی انسانیت کی روح رواں بھی، گویا ان میں کا ہر ایک پیکر علم وعمل
تھا۔ خلق ومروّت، شجاعت وصولت، ایثار ونفس، شرم وحیا سرفروشی، نفس کشی میں اپنا
آپ جواب تھا، کربلا کی تپتی ہوئی زمین پر چند ساعتوں میں دشمنوں کے گھٹا ٹوپ
بادلوں میں بجلی کی طرح کوند کوند کر جوہر دکھا گئے اور ساری دنیا کو قیامت تک کے لئے
عزم وعمل کا سبق دیتے گئے گو وہ آج نہیں رہے مگر اِس زمین کے طول وعرض کے
گوشہ گوشہ میں اپنے غم کی یاد تازہ کرتے گئے۔ ہم کو بتلاؤ اور سچ سچ بتلاؤ اور تاریخِ
اسلام بلکہ تاریخِ عالم کا جائزہ لے کر بتلاؤ کہ کربلا کے سوا اور کوئی واقعہ بھی از آدمؑ تا
ایندم ایسا رونما ہوا جو ہر انسانی شعبۂ زندگی کا درس دے سکے اس شان واولوالعزمی سے
عزم وعمل کی تلقین کر سکے، غور تو کرو ہے کوئی ایسا واقعہ جس کے ذکر میں روحانی لذت
ایمانی حلاوت، جس کی یاد میں انسانی کردار کی وجاہت اخلاق کی تازگی، حلم ومروت
کی پرورش ایثار ونفس کشی کی جھلک نظر آ رہی ہو، سب سے بڑھ کر ان کے ذکر واذکار
میں ایمان تازہ ہوتا ہے۔ رسالت اور امامت کی اہمیت روشن ہوتی ہے توحید کے
حقائق نمایاں ہوتے ہیں، اسلام کے کارنامے سامنے آتے ہیں۔ حق وصداقت آئینہ
ہوتی ہے۔ کفر وضلالت کا پول کھلتا ہے۔ انسان میں عملی جوش پیدا ہوتا ہے ایمان
استوار ہوتا ہے اب آیئے ذرا اس ننھے بچہ کو بھی دیکھتے چلیں، جو نظرِ ظاہر میں بے شک
وہ ایک بچہ ہے۔ اس کا عزم واستقلال اس سن میں بڑے بڑے جواں مردوں سے
بلند تر ہے، اس کا شوقِ شہادت بڑے بڑے سرفروشوں میں ایک امتیازی خصوصیت

رکھتا ہے، تاریخ ہم کو بتلاتی ہے کہ میدان کربلا میں کسی شہید کے بارے میں کوئی غیر معمولی ارکانِ عالم میں تغیر نہیں پیدا ہوا۔ اماؑم کی شہادت یا اس معصومؑ کی شہادت کے بعد تین غیر معمولی حالات رونام ہوئے، ایک تو خود امامؑ سے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ امام اس بچہ کی شہادت کے بعد اس معصوم کی نعش کو گلے سے لگائے متر وسات مرتبہ خیّام کی جانب بڑھے ہیں۔ پھر یہ کہتے واپس ہوئے ہیں۔ **انا للّٰہ و انا الیہ راجعون رضا بقضائه و تسلیم لا مره**

اس دردناک اور روح فرسا عالم کو دیکھ کر عالم بالا کے ارکان میں تزلزل پیدا ہوتا ہے، ندائے غیب آئی اے حسینؑ تمہارے صبر کی انتہا ہوگئی۔ اب اس بچہ کو سپرد خاک کر دو ورنہ خدا جانے کیا ہو جائے۔ دوسری صورت اسی موقع کی یہ ہے کہ صاحب اسرار شہادۃ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہی وہ وقت تھا کہ سورج بھی گہنا گیا تھا، ملائکہ میں اک شورِ تلاطم برپا تھا۔ ارکانِ عالم میں ایک ہیجان تھا، قریب تھا کہ قبل از وقت **اذا السماء انفقت** کا ہنگامہ برپا ہو جائے۔

تیسرا امرِ عظیم یہ تھا کہ جب امامؑ نے اس معصوم کے گلوئے نازک سے تیر ستم نکالا ہے تو اس کے ننھے سے گلے سے لہو جاری ہوا ہے ایک چلو لیا اور اس کو آسمان کی جانب پھینکا ہے ایک قطرہ واپس نہ آیا، خدا معلوم اس کو علیؑ نے اپنے چہرۂ مبارک پر مل لیا، یا جناب فاطمہ زہراؑ نے اپنے چہرے پر ملا، یا خود جنابِ رسولِ خداؐ نے ملا۔ دوسرا چلو خود امامؑ نے اپنے چہرۂ اقدس پر مل لیا، اپنے چہرۂ اقدس پر خونِ اصغرؑ کے ملنے نے ہم کو بتایا کہ یقیناً مذکورہ بزرگوں سے کسی نہ کسی ایک نے ضرور خون ناحق کو اپنے چہرہ پر ملا ہے۔ جس کی تاسی میں خود امامؑ نے اپنے چہرہ پر بھی مل لیا۔

دیکھا آپ نے اس چھوٹے شہزادے کی شہادت پر کیا کیا حالات رونما ہوئے،

اسی لئے میں عرض کرتا ہوں کہ اسے چھوٹا نہ کہیے یہ شہید اپنے تمام شہدا میں ایک امتیازی خصوصیت رکھتا ہے۔

امامؑ کے جہاں بڑے سے بڑے جگمگاتے ہوئے چراغ اس استبداد وظلم کی تیز و تند آندھی میں گل ہو رہے تھے وہیں یہ چھوٹا سا دیپک بھی اپنی آخری تابانی دکھلاتا ہوا خاموش ہوتا ہے اس کی ظاہری روشنی تو ظاہر بیں نگاہوں سے ضرور اوجھل ہوگی مگر اس کے ہمت واستقلال عزم وثبات کی تیز وتند کرنیں آج عالم کے قلوب میں جلوہ گر ہیں جس کی ایک ایک کرن ایک ایک شعاحق کے ڈھونڈنے والوں کے لئے شمع راہ بنی ہوئی ہے۔

اس کی آخری جھلملاتی ہوئی روشنی نے دنیا کی آنکھیں کھولدیں اورحق و باطل صدق وکذب، ایمان وکفر محبت وشقاوت کی راہوں کو دکھلا دیا اور بتلا دیا کہ دیکھو یہ حق ہے، یہ باطل، یہ سچ ہے یہ جھوٹ، یہ ایمان ہے، یہ کفر یہ محبت ہے، یہ شقاوت اما شاکر او ما کفورا۔ (سیّد شفیع حیدر ضیا... سرفراز لکھنؤ، جون ۱۹۵۸ء متاعِ رباب نمبر)

شہادت علی اصغرؑ واہلِ بیتؑ کی تاراجی وتباہی:

علی اصغرؑ کی شہادت کا واقعہ اس عظیم الشان واقعہ کا جزو ہے جب حسینؑ اپنے خاندان کے چند رفیقوں کے ساتھ کربلا کے ریگستان میں نہر فرات کے کنارے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے اور یزید اموی کی فوجوں نے ان کو اپنے حلقہ میں لے کر پانی بند کر دیا تھا اور تیسرے روز گنتی کے ان بہادروں اور یزید کی فوجوں میں جنگ ہوئی حسینی مجاہدین میں بوڑھے بچے جوان ایک ایک کر کے دادِ شجاعت دیتے ہوئے عزت کی موت مرتے گئے لیکن ان میں سے ہر ایک نے وہ زبردست جنگ کی اور

دشمن کی فوج کا ڈٹ کر مقابلہ کیا کہ ہر ایک جان باز کا کارنامۂ شجاعت ہمیشہ یادگار رہے گا۔

غنیم کی تعداد کی کثرت کا کوئی علاج نہ تھا، آخری موقع پر حسینؑ نے یہ تہیہ کیا کہ اپنے شیر خوار فرزند علی اصغرؑ کو دشمن کی فوجوں کے سامنے پیش کریں اور اُس کی جان بچانے کے لئے دشمن سے تھوڑا پانی طلب کریں۔ اس سوال کا جواب ایک ایسے قاتل تیر سے دیا گیا جس نے اس ننھی سی جان کے گلے کو چھید دیا اور بچہ اپنے مظلوم باپ کی آغوش میں تڑپ کر ختم ہو گیا۔

زوالِ آفتاب کے بعد جب کہ سائے دراز ہونے لگے یہ عجیب جنگ ختم ہو گئی۔ با عزت باپ کا باعزت فرزند حسینؑ بن علیؑ خود بھی عزت کی موت سے ہمکنار ہوا اور دشمن کو قابل نفرین فتح حاصل ہوئی۔ لاوارث خواتین اور صغیر سن بچے قید کر لئے گئے اور ان کی تمام مملوکات لوٹی کھسوٹی گئیں حتیٰ کہ باعزت خواتین کے سروں کی چادریں تک بھی چھین لی گئیں اور ادنیٰ سے چیز یعنی بھیڑ کی کھال جو حسینؑ کے ایک نوجوان فرزند علی زین العابدینؑ کا بسترِ علالت تھی۔ دشمنوں کی دست بُرد سے محفوظ نہ رہی۔ بچوں کے گوشوارے اس بے دردی کے ساتھ کھینچے گئے کہ بچوں کے کانوں سے خون بہنے لگا۔ اس تمام ظلم و ستم کے بعد حسینؑ اور ان کے رفقا کے خیموں کو آگ لگا دی گئی۔

اس عظیم سانحہ کے تیسرے روز ان قابل نفرت فاتحوں نے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کرنے کے بعد کوفہ کی طرف کوچ کیا تاکہ ان باعزت قیدیوں کو کوفہ کے گورنر عبیداللہ کے سامنے پیش کیا جائے قیدی اونٹوں کی برہنہ پشت پر بٹھائے گئے جو پلٹ پلٹ کر اپنے عزیز ترین رشتہ داروں، وارثوں، بھائیوں اور بیٹوں کی خون آلودہ لاشوں کو مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے جن کو وہ گرم ریتی پر چھوڑے جا رہے تھے۔ یتیم

بچوں کے نالہ وفریاد سے دل ہلے جاتے تھے اور آسمان کانپتا معلوم ہوتا تھا۔ کوفہ میں گورنر کے سامنے حاضری دینے کے بعد یہ قافلہ دمشق کے لئے روانہ کیا گیا تا کہ شہداء کے کٹے ہوئے سروں کو امیر شام یزید کے حضور میں پیش کیا جائے اس پورے سفر میں حسینؑ کی بہن زینب اپنے شہید بھائی کے قائمقام کی حیثیت سے ان قیدیوں کی سرداری کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ یہ باعزت خاتون علیؑ کی دختر تھیں جنہوں نے بازارِ کوفہ میں پشت ناقہ سے تماشائیوں کے مجمع کو سناتے ہوئے، دارالامارہ میں گورنر کو خطاب کرتے ہوئے اور دمشق کے شاہی محل میں خود خلیفہ کو مخاطب کر کے نہایت زبردست اور یادگار تقریریں کیں۔ ظالموں نے کمسن بچوں تک کو معاف نہیں کیا۔ اُن کو اسی طرح رسیوں میں باندھا گیا تھا کہ اُن کے گلے اُن کی ماؤں اور پھوپھیوں کے بازوؤں سے بندھے تھے اور مخصوص علیؑ بن حسینؑ زین العابدینؑ کو باوجود اُن کی سخت علالت کے سر سے پیر تک لوہے میں جکڑا گیا تھا۔

کربلا کی ان بے مثال ہستیوں نے اعلیٰ اصول کے لئے اپنی اپنی اولاد اپنے اقربا اور ساتھیوں کی جانوں کو قربانی کے لئے پیش کرنے میں کچھ تامل نہیں کیا اور اس لئے اگر تمام مشرقی ممالک کربلا کے سانحہ پر آج تک آنسو بہاتے ہیں تو ذرا بھی تعجب کی بات نہیں ہے۔

جس شخص کے دل میں احساس کا تھوڑا سا مادہ بھی ہو وہ اس شریفانہ اور پاکیزہ اقدام سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کربلا کا نام سنتے ہی جہاں حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں کی اعلیٰ شجاعت اور بے نظیر قربانی کی یاد تازہ ہوتی ہے وہاں معصوم بچوں کی پانی پانی کی چیخ و پکار اور باعزت خواتین کی نالہ وفریاد کی صدائیں بھی کانوں میں گونج اُٹھتی ہیں۔

کربلا کا ریتلا میدان تاریخ اسلام کی تاریک ترین ساعتوں کو یاد دلاتا ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ تاریک گھڑیاں بلند ترین اخلاق و کردار کی عظیم الشان بنیاد بن گئی ہیں۔ کربلا کے ہیرو اپنی اعلیٰ شجاعت اپنے پاکیزہ اصول اپنے غیر متزلزل عقیدے اور اپنی عظیم الشان مثال کے ذریعہ سے انسانی قلب و دماغ میں بلند ترین جذبۂ شرافت کو حرکت دیتے رہیں گے اور اقوام عالم کی تاریخ میں ہمیشہ منفرد مقام پر نظر آئیں گے۔ (الیگزینڈر گنل کتاب ''معصوموں کا ستارہ'' کے مقدمہ کا اقتباس)

مولانا سیّد اسد علی

شیر خوار مجاہد

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار میں اس شیر خوار کی شہادت کے واقعۂ ہائلہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ حسینؑ کے اقارب درجہ شہادت پر فائز ہو چکے، صرف حضورؑ اور مخدراتِ عصمت وطہارت باقی رہ گئے تو آپ نے با آواز بلند فرمایا کہ کیا کوئی حرمِ رسولؐ سے مصائب کو دور کرنے والا رہ گیا ہے، کیا کوئی خوفِ خدا کرنے والا باقی ہے، کیا کوئی فریاد رس ہے جو رضائے خدا کے لئے ہماری فریاد رسی کرے۔

اس کا اثر یہ ہوا کہ عورتوں نے فریاد شروع کی، حضرت سُن کر خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میرے بیٹے علی کو لاؤ تا کہ اُس کو وداع کرلوں اہل حرم نے لا کر اس جاں بلب شہزادے کو پیش کیا۔ امامؑ نے نونہال کو پیار کرنا شروع کیا، فرماتے جاتے تھے۔ ''یہ قوم خدا کے عذاب کی مستحق ہے کہ اس نے اپنے کردار سے تیرے جد جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دشمن بنا لیا۔ شیر خوار گود میں تھا کہ حرملہ بن کاہل اسدی نے اس کو اپنے تیر ظلم کا نشانہ بنایا اور وہ معصوم امامؑ کی گود میں ذبح ہو گیا۔ آپ نے حلق کے نیچے چلو لگا دیا جب وہ بھر گیا تو آسمان کی جانب روانہ کر دیا اور ارشاد فرمایا کہ ان تمام مصائب کی منزلوں سے گزرنا میرے لئے آسان ہے۔ خدا ان حالات کا شاہد ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو خون امامؑ نے آسمان کی طرف بھیجا تھا اس میں سے ایک قطرہ بھی زمین کی

جانب واپس نہیں آیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ''بارِالٰہ میرا یہ ہدیہ ناقہ صالح سے کم نہ ہوگا'' پروردگار اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح ظاہری عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے بہتر قرار دینا اوران ظالموں سے ہمارا بدلہ لینا۔''

علامہ مجلسی نے دوسری روایت یہ لکھی ہے کہ بعض کتابوں میں یہ ہے کہ امام نے جب اپنے بہتر ساتھیوں کو میدانِ جنگ میں شہادت کی نیند سوتے دیکھا تو خیمہ اہلِ حرم کی طرف رُخ کیا اور فرمایا اے سکینہؑ، اے زینب، اے اُمِ کلثومؑ، تم سب کو میرا آخری سلام پہنچے تو جناب سکینہؑ نے عرض کیا بابا کیا بالکل مرنے کو تیار ہو گئے، بے کس نے جواب میں فرمایا کہ جس کا کوئی مددگار نہ رہ گیا ہو وہ غریب کیونکر مرنے پر کمر بستہ نہ ہو، اس جواب کے بعد سکینہؑ نے فرمایا اچھا ہم لوگوں کو ہمارے جدؐ کے حرم تک پہنچا دیجئے، حضرتؑ نے پیاری صاحبزادی کو جواب دیا کہ بیٹا یہ کہاں ممکن، اس جواب پر حرم میں فریاد کا شور بلند ہوا۔ حسینؑ نے سب کو خاموش کیا اور کہا کہ عبداللہ کو لاؤ تا کہ اس شیر خوار کو رخصت کرلوں، وہ بچہ لا کر دیا گیا ابھی وہ گود ہی میں تھا کہ تیر آ کر لگا جس نے اس معصوم کو ذبح کر دیا۔

علامہ مجلسی اس کے بعد تیسری روایت اسی دردناک واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں جس میں سلسلہ روایت حمید بن مسلم تک پہنچتا ہے کہ اُس نے بیان کیا کہ امامؑ نے اپنے فرزند کو طلب کیا اور گود میں بٹھایا تو عقبہ بن بشر نے اس معصوم کو تیر مارا جس سے وہ ذبح ہو گیا۔

علامہ مجلسی چوتھی روایت بیان فرماتے ہیں جس کے راوی محمد بن الحسین الاشناتی ہیں ان کا سلسلہ کسی اس شخص تک پہنچتا ہے جو موقع پر موجود تھا، اُس میں یہ ہے کہ امامؑ کے ساتھ ان کا ایک کم سن بچہ تھا، اس میں بچہ کو طلب کرنے، گود میں لینے، وداع

کرنے، بوسہ دینے کا ذکر نہیں ہے تو ایک تیر آیا جو حلقوم پر پڑا۔ حضرت نے زخم سے خون لے لے کر آسمان کی طرف پھینکنا شروع کیا جس میں سے کچھ بھی واپس نہیں ہوا اس وقت امامؑ نے فرمایا کہ یہ ہدیہ بچہ ناقہ صالح سے کم رُتبہ نہ ہوگا۔

پانچویں روایت علامہ مجلسی نے ''احتجاج'' سے نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ جب حضرت تنہا رہ گئے بس امام زین العابدین علیہ السلام تھے اور شیر خوار فرزند جس کا نام عبداللہ تھا، تو حضورؑ نے بچہ کو وداع کرنے کی غرض سے گود میں لیا، اچانک تیر آیا اور حلقوم پر پڑا جس نے اس معصومؑ کا کام تمام کر دیا۔

اس روایت میں یہ اضافہ ہے کہ امامؑ رہوار سے اُترے اور بچے کے لئے تلوار کے غلاف سے قبر کھودی اور اس کو خون میں اغشتہ کر کے دفن کر دیا اور اس کے بعد جھپٹ کر کھڑے ہو گئے اور اشعار پڑھتے ہوئے قتال کے لئے بڑھ گئے۔ فرماتے ہیں یہ قوم کفر ہی کی طرف مائل ہے اور خدائے دو جہاں کے ثواب سے روگرداں ہے۔ اسی قوم نے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو قتل کیا، اس کے بعد امام حسن کو جو ماں باپ دونوں کی طرف سے کریم و نجیب تھے۔ دیرینہ حسد و نفاق نے آج ان کو مجھ سے جنگ کرنے کے لئے یہاں جمع کر دیا۔'' کس قدر یہ قوم کمینی ہے جس نے اہل حرمین کے لئے لشکر تیار کر دیا۔ اس کے بعد ملحدوں کو خوش کرنے کے لئے میری نسل کے درپے ہو گئے۔ کافر نسل عبیداللہ کے لئے میرا خون بہانے کو تیار ہیں، خدا سے نہیں ڈرتے۔ پسر سعد نے میری طرف تیرِ جنگ رہا کیا جس کے بعد سارے لشکر نے تیروں کا مینہ برسا دیا، حالانکہ میں نے کوئی خطا نہیں کی تھی، جس کی جزا مجھ کو دی گئی۔ میرا قصور اتنا تھا کہ اشرف مخلوق نبیؐ و علیؑ کا فرزند ہوں۔ میرے باپ مردوں میں منتخب اور میری ماں عورتوں میں۔ عالم میں کس کے جدؐ میرے جدؐ کے ایسے ہیں

اور کس کے باپ میرے باپ جیسے ہیں۔ فاطمہؑ زہرا میری مادر گرامی ہیں اور میرا باپ علیؑ وہ ہے جس نے بدر و حنین میں کفر کی کمر چُور کر ڈالی۔ جو اُس کم سنی کے دَور میں ایک خدا کی پرستش کرتا تھا۔ جب قریش پتھر کے بتوں کو معبود بنائے ہوئے تھے۔ جب لات و عزیٰ کی پرستش ہوتی تھی تو علیؑ قبلہ رُخ نماز پڑھتے تھے۔ میرا باپ آفتاب ہے، میری ماں ماہتاب ہے اور میں ان کے درمیان کا روشن ستارہ ہوں۔ جس کے اُحد کے کارناموں کے گھاؤ ابھی کلیجوں میں باقی ہیں۔ احزاب اور فتح مکہ کی ناکامیاں دلوں پر نقش ہیں۔ نبیؐ و علیؑ کی عزت کے ساتھ خبیث اُمت نے کیا برتاؤ کیا۔ اس کے بعد اس قوم یزیدی کے سامنے تلوار کھینچے ہوئے زندگی سے الوداع مرنے کے لئے عزم کیے ہوئے رُک کر فرمایا۔ میں نسل ہاشم کی پاکیزہ ہستی ''علیؑ'' کا لال ہوں اور یہ فخر بہت ہے کسی فخر کے موقع پر۔ میرے جد بزرگوار خدا کے رسولؐ اشرف الخلق ہیں اور ہم مخلوق کے لئے خدا کے روشن چراغ ہیں۔ میری والدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ ہیں اور میرے چچا ''ذوالجناحین'' جعفر ہیں۔ قرآن ہمارے فضائل کے بیان میں اُترا اور ہم ہی وہ ہیں جن کے ذکر خیر سے خلق کو راہِ راست ملی۔ سارے عالم کے لئے ہمارے ہی دامن میں امن ہے۔ حوضِ کوثر کے مالک ہم ہی ہیں، دوستوں کو سیراب کریں گے کسی میں اس کے انکار کا دم نہیں ہے۔ ہمارا اتباع کرنے والے بہترین انسان ہیں اور ہم سے نفاق رکھنے والے بروز قیامت گھاٹے میں رہیں گے۔

اِس روایت سے جو کہ احتجاج سے نقل کی گئی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تیر لگنے کے وقت امام ذوالجناح پر سوار تھے اور پشتِ رہوار پر ہی معصوم شیر خوار کو وداع فرما رہے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ اور علی اصغرؑ ایک ہی بچے کا نام ہے جو امام حسینؑ کے بیٹے جناب اُمِ رباب کے بطن سے تھے۔ ان روایات میں فوج اشقیا

کے مقابل جانے اور پانی مانگنے کا تذکرہ نہیں ہے۔

مناقب میں علامہ ابن شہر آشوب نے شہدائے اہل بیت کی فہرست میں اولاد امام حسینؑ کے ذیل میں پہلے علی اصغرؑ کا نام درج کیا ہے اور اس کے بعد عبداللہ کو لکھا ہے کہ وہ آغوش پدر میں ذبح ہوئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی اصغرؑ عبداللہ کے علاوہ امامؑ کے کوئی فرزند تھے لیکن ان دونوں ناموں کے ذیل میں جو واقعہ لکھا ہے وہ تقریباً ایک ہی ہے۔ جناب علی اصغرؑ کی شہادت بیان فرماتے ہیں کہ جناب علی اکبرؑ کے بعد امامؑ بالکل تنہا رہ گئے، آپ کی گود میں اُس وقت علی اصغرؑ تھے، اس بچہ کو ایک تیر مارا گیا جو حلقوم پر پڑا۔ امامؑ اس کے خون کو گلے سے لے لے کر آسمان کی طرف پھینکتے اور فرماتے تھے۔ خداوندا یہ تیرے نزدیک بچہ ناقہ صالح سے کم نہ قرار پائے۔

عبداللہ کی شہادت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ کو آپ کی گود میں ذبح کیا گیا۔ امام حسین علیہ السلام کے فرزند جناب ربابؑ کے بطن سے تھے۔

صاحب ناسخ التواریخ نے البتہ اس مقام پر جو تحریر فرمایا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دو نام دو شاہزادوں کے ہیں وہ عبداللہ کی شہادت کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ معتبر کتابوں میں ہے کہ جب علی اکبرؑ کی شہادت کے بعد ایک بچہ خیمہ سے برآمد ہوا جو اس ہولناک منظر سے سراسیمہ و پریشان تھا۔ جس میں لرزہ تھا جس کی وجہ سے کان کے آویزے لرزاں تھے، خیمہ سے باہر نکل کر خوفزدہ کھڑا تھا اور داہنے ہاتھ دیکھ رہا تھا کہ ہانی بن بعیث نے اُس پر حملہ کیا اور گرا دیا۔ علمائے حدیث نے اس کا نام درج نہیں کیا۔ میں نے چھان بین کر کے پتہ لگایا کہ اس کا نام عبداللہ بن الحسینؑ ہے۔ اس کے بعد جناب علی اصغرؑ کی شہادت کا حال یہ لکھتے ہیں۔ ''علی اصغرؑ'' جو کہ چھ مہینے سے زیادہ عمر کے نہ تھے، بھوک و پیاس کی تکلیف سے رو رہے تھے کیونکہ ان کی

مادر گرامی کا پیاس کی شدّت کی وجہ سے دودھ خشک ہو چکا تھا۔ امامؑ نے فرمایا میرے بیٹے علیؑ کو میرے سپرد کرو تا کہ اس کو رخصت کرلوں۔ یہ فرما کر گہوارے سے لے کر پیار کیا اور فرمایا کہ خدا کا عذاب ہے اس قوم کے لئے جب اے میرے فرزند تیرے جدِ امجد اس قوم سے مواخذہ کریں گے۔ یہ فرما کر اس معصومؑ کو لئے تشریف لائے اور دشمنوں کے مقابل کھڑے ہوئے گویا کہ فرمارہے تھے کہ پروردگار میرے خزانۂ ایثار میں اس موتی کے بعد کوئی موتی نہیں ہے، چاہتا ہوں کہ اس کو بھی تیری بارگاہ میں پیش کردوں، اس کے بعد کوفیوں کو خطاب کر کے فرمایا، اے آلِ ابوسفیان کے پیرو مجھ کو اگر خطاوار سمجھتے ہو تو اس معصوم کو تو قصوروار نہیں کہہ سکتے اس کو پانی پلا دو کہ پانی کی نایابی سے اس کی ماں کا دودھ خشک ہو گیا ہے، کسی سے جواب نہ بن پڑا، حرملہ بن کاہل اسدی نے بچے کی طرف تیر مارا جو کہ حلق پر آ کر پڑا اور توڑ کر نکل گیا، خون فوارہ کی طرح نکلنے لگا۔ امامؑ نے چلو لگا دیا اور جب بھر جاتا تو آسمان کی طرف پھینک دیتے تھے۔ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اس خون کا ایک قطرہ بھی زمین کی طرف واپس نہیں آیا۔ امام نے فرمایا "ان مصائب کی میرے استقبال و ثبات کے سامنے کیا حقیقت ہے، خدا میری قربانی کا شاہد ہے" اس کے بعد فرمایا "بارِ الٰہا یہ ہدیہ مصلحت نہیں ہے کہ ظاہری کامیابی ہم کو حاصل ہو تو نتیجہ کے لحاظ سے ہم ہی کو کامیاب فرما۔

ابنِ جوزی کی روایت کی بنا پر اس وقت ہاتف غیبی کی آواز آئی "حسینؑ اس کو رکھ دو ہم نے جنت میں اس کے لئے دودھ پلانے والی مقرر کر دی ہے۔

صاحب عوالم کی روایت کی بنا پر امامِ مظلوم نے معصوم کے جسم کو خون سے آغشتہ کیا۔

شرح شافیہ میں ہے کہ گھوڑے سے اُترے، نماز پڑھی، تلوار کے غلاف سے قبر

کھودی اور دفن کر دیا۔

صاحب ناسخ نے پہلا واقعہ جو جناب عبداللہ کی شہادت کے متعلق بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے یہ فرزند سن رضاعت سے آگے بڑھ چکے تھے اور یہ نصوص و تصریحات کے خلاف ہے۔ روایات میں جو کچھ ہے شیر خوار عبداللہ بن الحسینؑ کے متعلق ہے کیونکہ جناب علی اکبرؑ کے علاوہ اور جو فرزند امام مظلومؑ کا شہید ہوا ہے وہ شیر خوار تھا۔

دوسری روایت جو جناب علی اصغرؑ کی شہادت کے متعلق لکھی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ تیر کا نشانہ بننے کے وقت امامؑ شیر خوار کو لئے گھوڑے پر تھے۔

جناب علی اصغرؑ کے قاتل کے نام میں بھی اختلاف نظر آتا ہے۔ طبری نے عقبہ بن بشیر اسدی کی روایت لکھی ہے کہ مجھ سے امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک بار فرمایا کہ تمہارے قبیلہ بنی اسد پر بھی ہمارا ایک خون ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا ''حضور پھر میرا اس میں کیا قصور ہے، بتلائیے تو وہ خون کیا ہے، امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے جدِ مظلوم کے پاس آپ کا کم سن بچہ گود میں تھا اس وقت تمہارے قبیلہ بنی اسد کے ایک شخص نے تیر لگایا جو بچے کے گلے پر پڑا اور وہ بچہ ذبح ہو گیا۔ حسینؑ نے اُس کا خون اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا جب دونوں چلو خون سے سرشار ہو گئے تو آپ نے اُس کو زمین پر بہا دیا پھر فرمایا ''پروردگار اگر تیری مصلحت آج ہمیں فتح عطا کرنے کی نہیں ہے تو اس کا نتیجہ ہمارے لئے بہتر قرار دینا اور ان ظالموں سے ہمارا بدلہ لینا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل بنی اسد کا کوئی شخص تھا۔

''ابصار العین'' میں فاضل ساوی نے طبری کی روایت اتنی ترمیم کے ساتھ درج

کی ہے کہ حضرتؑ نے بچہ کا خون آسمان کی طرف پھینکا۔ امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت ہے کہ اس کا ایک قطرہ بھی واپس نہیں ہوا۔ پھر حضرت نے خیمہ کے قریب ہی تلوار کے نیام سے ایک گڑھا قبر کی طرح کا کھودا اور بچہ کو خون بھرے لباس ہی میں اس گڑھے میں دفن کر دیا۔

جناب سید ابن طاؤس کی روایت میں کچھ ترمیم اور ہے وہ فرماتے ہیں کہ امامؑ نے بچہ کو اپنی بہن جنابِ زینب کے ہاتھ سے لیا اور پیار کرنے کو جھکے تھے کہ ایک تیر آیا جس سے اس کا گلا چھد گیا۔ آپ نے بچہ کو جناب صدیقہ کے ہاتھ میں دیا اور کہا ذرا اسے لیئے رہو پھر آپ نے تلوار کے نیام سے گڑھا کھودا اور دفن کر دیا۔

ابو مخنف لوط بن یحیٰی اور علامہ شیخ محمد ساوی کا خیال ہے کہ ''کاہل'' کی لفظ جو مشہور ہے درست نہیں ہے۔ ''کاہن'' نون کے ساتھ ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قاتل عتبہ بن بشر غنوی ہے جیسا کہ بحار کی ایک روایت سے پتہ چلتا ہے لیکن امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ثابت کرتا ہے کہ قاتل قبیلہ بنی اسد کا ہے اور اس قبیلہ میں حرملہ کے سوا کسی اور کے لیئے کوئی قول نہیں ہے لہٰذا یہی قائل معین ہوا۔ زیارت شہداء میں بھی عبداللہ رضیع پر سلام ہے اور قاتل حرملہ بن کاہل اسدی ہے۔ یہاں کتابت کی اشتباہ کی وجہ سے ''کاہن'' کا ''کاہل'' ہو گیا ہوگا۔

علامہ سید محسن شامی ''اعیان الشیعہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ نے آواز استغاثہ بلند کی۔ جس کو سُن کر خیمہ سے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت خیمہ کے دروازے پر تشریف لائے اور جناب زینب سے فرمایا کہ میرے چھوٹے بچے کو میرے پاس لاؤ کہ میں رُخصت کر لوں۔ جناب زینب نے آپ کے فرزند عبداللہ کو جس کی ماں اُمِ رباب بنت امراء القیس تھیں لا کر دیا۔ حضرتؑ نے بچہ کو لیا اور اپنی گود

میں بٹھلایا اور چاہا کہ پیار کریں مگر حرملہ بن کاہل اسدی نے ایک تیر لگایا جو بچہ کی گردن پر پڑا اور اسے ذبح کر دیا۔ حضرتؑ نے زینب سے فرمایا کہ لو اس کو۔ پھر آپ نے اُس کا خون دونوں ہاتھوں میں لیا جب چلو خون سے بھر گئے تو آسمان کی طرف پھینک دیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ زمین پر بہا دیا۔ پھر آپ نے بچہ کی لاش کو اُٹھا کر اس جگہ رکھ دیا جہاں دوسرے شہداء کی لاشیں تھیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے تلوار کے نیام سے ایک گڑھا کھودا اور بچہ کو اس کے خون میں آغشتہ کر کے اس میں دفن کر دیا۔

شیر خوار کی شہادت کا وزن واثر

جنگ کا اصول یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ابتداء میں معمولی حربے استعمال کئے جاتے ہیں اور جتنا معرکہ سخت ہوتا جاتا ہے سخت اور سخت تر ہتھیاروں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام مدینہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ کیوں؟ دنیا کو یہ دکھلا دینے کے لئے کہ فریق مخالف کو جو بیعت کا طلب گار ہے اسلام وانسانیت سے دُور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ اس کے لئے امامؑ کا زبانی اعلان کافی نہیں ہے۔ کیونکہ کمالات اور نقائص دونوں عام انسانوں کے نزدیک یقین کی حد پر اسی وقت پہنچے ہیں جب ان کے عملی نمونے نگاہوں کے سامنے آ جائیں۔ انبیاؑ کا امتحانی دَور سے گزرنا یا ان کو قدرت کی طرف سے معجزات کا دیا جانا اِس غرض سے تھا کہ خدا کا بھی صرف اعلان انسانوں کے نزدیک یقین کی حد پر اسی وقت پہنچے ہیں جب ان کے عملی نمونے نگاہوں کے سامنے آ جائیں۔ انبیاؑ کا امتحانی دَور سے گزرنا یا ان کو قدرت کی طرف سے معجزات کا دیا جانا اس غرض سے تھا کہ خدا کا بھی صرف اعلان انسانوں کے یقین

کے لئے کافی نہیں تھا۔ پھر یہ کہ کمالات ہوں یا نقائص شدت اور ضعف کے لا محدود درجات کے ساتھ پائے جا سکتے ہیں تو بغیر عمل کے سامنے آئے ہوئے کسی صادق کی خبر دینے سے اس کو کامل مان لیا جائے یا کسی مستند انسان کے اعلان کی بناء پر کسی فرد یا جماعت کو ناقص اور خبیث تسلیم کر لیا جائے۔ لیکن کامل کا کمال کس حد تک ہے اور ناقص میں پستی کس درجے کی ہے۔ اس کا فیصلہ بہر حال محتاج ہے کہ عمل سامنے آئے اور عمل اس وقت ہوگا جب عمل کرنے والے کے پاس تمام وہ آلات موجود ہوں جن کے عمل کی تکمیل کے لئے ضرورت ہے۔ رسولؐ نے باطل کے مقابلہ میں مباہلے کے لئے جاتے وقت اس کا پورا انتظام کیا تھا۔ کائنات کی سطح پر پاکیزہ ترین عورت ساتھ لے گئے اور بچوں میں کوئی شیر خوار بچہ خانۂ رسولؐ میں نہ تھا، لیکن چھوٹے سے چھوٹے بچوں کو ساتھ لیا۔ حسینؑ کو گود میں لے کر مباہلہ کے میدان میں تشریف لے گئے گویا خاص کر حسینؑ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ تم کو بھی اپنا شیر خوار گود میں لے جا کر پیش کرنا ہوگا اور جس طرح میں نے تمام جنگوں کے بعد یہ مرحلہ سر کیا تم کو بھی ساری جنگ کے بعد اپنے شیر خوار کے ذریعہ سے باطل کو شکست دینا کامیاب بنائے گا۔ یہی وجہ تھی کہ حسینؑ کو روکنے والوں نے نہایت اصرار کے ساتھ عورتوں، بچوں کو ساتھ لے جانے سے روکا، لیکن آپ نے جواب میں فرمایا کہ ان کا قید ہونا ضروری ہے۔

بے شک اگر امام حسینؑ بیعت سے انکار کرنے کے بعد مدینہ ہی میں یا کہیں اور جا کر قربانی کے میدان میں صرف اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتے تو اُس کو وہ اہمیت اور نتیجہ خیزی حاصل نہ ہوتی جو اس صورت میں حاصل ہوئی۔ اس صورت میں حسینؑ کی قربانی اپنی جان کی قربانی ہوتی تو پھر وہ کسی ایسے شہید کی قربانی سے بڑھی ہوئی نہیں سمجھی جا سکتی تھی جس نے کبھی بھی میدانِ جہاد میں اپنے نفس کی قربانی پیش کی ہو۔

حسینؑ کی قربانی بقول نصاریٰ مسیح یا سقراط کی قربانی کی طرح ہو کر رہ جاتی، ایسے باپ کے بیٹے کے لئے یہ کوئی مشکل بات نہ تھی جو کہتا ہو کہ مجھ کو کوئی پروا نہیں اس کی کہ موت مجھ پر آ پڑے یا میں موت پر جا پڑوں۔''

میں موت سے اس سے بھی زیادہ مانوس ہوں جتنا بچہ اپنی ماں کے پستان سے مانوس ہے'' جو کہتا ہو'' کہ جسم جب مرنے کے لئے بنے ہی ہیں تو تلوار سے قتل ہو جانا خدا کی راہ میں افضل ہے'' جس کے بچے کہتے ہوں'' ہم جب حق پر ہیں تو موت کی کیا پروا'' موت شہد سے شیریں تر ہے'' حسینؑ کے لئے یہ کیا بڑی بات ہوتی جب ملک کے ہر بہادر کا اصولِ زندگی تھا دمِ شمشیر کے نیچے دم نکلنا مایہ ناز ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس قربانی کو لازوال تشخص، لامحدود اثر اور لافانی زندگی اس بات نے دے دی کہ انہوں نے اپنے وابستگان کو راہ حق میں اپنے ہاتھ سے نثار کیا۔

انسان کو اپنی زندگی کتنی ہی عزیز ہو لیکن اولاد سے زیادہ عزیز نہیں ہوتی اس کے لئے اپنی موت کتنی ہی دشوار ہو لیکن جوان فرزند اور شیر خوار نونہال کی موت سے زیادہ دشوار نہیں ہوگی حسینؑ کا کمال یہ نہیں ہے کہ انہوں نے وقت آنے پر بلند ترین مقصد کے لئے اپنی جان کی قربانی پیش کر دی، بلکہ ان کا بلند ترین کارنامہ یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی جان سے زیادہ عزیز قربانیاں خود پیش کیں اور برابر پیش کرتے رہے جب تک کہ اُن کا دامن خالی نہیں ہو گیا۔

اب اگر حسینؑ صرف تنہا چلے آتے اور عزیزوں کو نہ لاتے تو دنیا کہتی کہ بے شک حسینؑ نے صبر و استقلال کا کارنامہ پیش کیا، مظالم کے مقابل ضبط و تحمل سے کام لیا لیکن اپنے ساتھ اگر عزیزوں کو قربان کرنا پڑتا تو شاید اس کا تحمل نہ کر سکتے۔ امام نے عزیزوں کو ساتھ لیا اور اپنے بعد نہیں بلکہ اپنے ہاتھوں سے سب کو قربان کیا۔ اگر اولاد

کو نہ لے جاتے تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ یہ منزل درحقیقت نہایت سخت ہوتی ہے۔ عزیزوں کو قربان کر دیا اگر اولاد کو قربان کرنا پڑتا تو شاید ضبط کا پیمانہ چھلک جاتا۔ حسینؑ اولاد کو بھی لے گئے اور عزیزوں میں سب سے پہلے اسی کو پیش کیا۔ عالم حسینؑ کے ذوق قربانی کے بلندی کا مطالعہ کر رہا ہے۔شہید انسانیت کی انسانیت کی معراج کائنات کے پیش نظر ہے وہ ایک نگاہ سے ایک ہی وقت میں حسینیت کی بلندی اور یزیدیت کی پستی دونوں کا مشاہدہ کر رہی ہے، یہاں تک کہ حسینؑ زینب سے ششماہے مجاہد کو لے کر برآمد ہوتے ہیں، آخری پیار کر کے خدا کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، تیر آتا ہے،نونہال کی رگِ گردن ٹوٹتی ہے، حسینؑ کے ضبط وتحمل کے کمال کی معراج بشر کی حدِ نظر سے باہر ہو جاتی ہے ظلم ومصائب کے آخری نقطہ تک اہلِ عالم کی نگاہ پہنچ گئی ،مگر حسین کی معراج ضبط واستقلال تک پہنچنے سے قبل ہی وہ سپر انداختہ ہوگئی، ظالم کے ظلم کی انتہا ہوگئی، حسینؑ کے غیر محدود صبر وضبط کی حد نہیں معلوم ہوسکی۔

جنگ کا وہ اصول کہ شروع میں معمولی حربے استعمال کیے جاتے ہیں اور جتنا جتنا معرکہ سخت ہو جاتا ہے۔ زیادہ سنگین اور پُر اثر اسلحے استعمال کیے جاتے ہیں، اس کی بنا پر بظاہر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس اصول کی بنا پر واقعہ یوں ہونا چاہیے تھا کہ پہلے علیؑ اصغر قربان کیے جاتے، پھر علی اکبرؑ اور عباسؑ کیونکہ ظاہری حیثیت سے علیؑ اکبر وعباسؑ سنگین اسلحے ہیں، لیکن امامؑ ایسا نہیں کرتے کیونکہ ان کو ظاہری فتح نہیں حاصل کرنا ہے ان کو وہ فتح حاصل کرنی ہے جس کی نمائش میں اُلٹنا ہے اور پھر اُس جگہ پر خود متمکن ہونا نہیں ہے، وہ اس تخت پر بیٹھ کر کیا کریں گے جس پر یزید سا نااہل تک بیٹھ چکا ہو، ان کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو دکھلا دیں کہ جس کے ساتھ ہم سے اتحادِ عمل اور تعاون کے لئے کہا جاتا ہے وہ اور اس کی جماعت انسانیت سے اتنی دُور ہے کہ اس کے کردار کو دیکھنے

کے بعد ہر مذہب وملت کا انسان انگشت بدنداں ہو جائے اور گواہی دے کہ مخالف جماعت کو انسانیت سے کوئی علاقہ نہیں۔

اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے صرف امامؑ کا قتل ہو جانا اور جوانوں کا قتل ہونا یہاں تک کہ جوان فرزند کا ناکافی ہے اس کے لئے تو دودھ پینے والے مجاہد کی ضرورت ہے تاکہ بھولا ہوا دماغ اور بھٹکتی نظر بھی توجہ کے پہلے ہی لمحہ میں دیکھ لے کہ اس جماعت کو انسانیت سے سروکار نہ تھا اس لئے امامؑ نے اس ہربے کو سب سے آخر میں استعمال کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حسینؑ خدا کے خلیفہ تھے روئے زمین پر، رحمۃ اللعالمینؐ کے جانشین تھے، عالم میں، لہٰذا ان کا طریق کار وہی ہوگا جو خدا اور اس کے رسولؐ کا جانشین ہونے کی حیثیت سے اپنے عفوو رحمت کا دامن وسیع رکھتے ہیں۔ حرؑ کو معاف کر دیا اس وقت جبکہ اس کے کیے ہوئے کا نتیجہ حسینؑ کے سامنے سخت ترین صورت میں تھا، اس اقدام میں نہ ٹھٹکے، نہ ہچکچائے، نہ انکار کیا، نہ کوئی کلمۂ ملامت زبان سے نکلا، بس یہ دیکھا کہ سمجھ گیا اور عقل کے فیصلہ پر ضمیر کی ہدایت کے مطابق عمل کرنے کو آ گیا تو حسینؑ کا مقصد حاصل ہو گیا۔ ان کے دل حسینؑ کی طرف سے دشمنی سے بھرے ہیں نگاہیں قہر سے سرخ ہیں مگر حسینؑ کی نگاہ ان کے لئے آبِ رحمت سے پُرنم ہے اور دل کا پیمانہ لطف و کرم سے سرشار ہے، وہ عذاب ابدی اور منت دنیوی کی زنجیریں پہننے کو تیار ہیں مگر حسینؑ پھندے کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھائے دیتے ہیں، آپ بتلائیں کہ اس کی کونسی تدبیر حسینؑ سے چھٹ رہی، لیکن جب وہ کسی طرح اپنے حُسنِ اختیار سے صلح وامان کے دائرے میں نہیں آتے تو خدا اور رسولؐ کیا کریں اور ان کے جانشین حسینؑ کیا کریں پھر بھی کیا کہنا تیرا اے حسینؑ، اے دشمنوں کے چارہ ساز تو

نے آخری صورت بدرجہ مجبوری یہ اختیار کی کہ قربانی کی ترتیب یوں رکھی کہ وہ درندے کم سے کم سزا کے مستحق بنیں۔ اگرچہ وہ بھی اتنی شدید ہے کہ عقل جس کے تصور سے قاصر ہے لیکن نسبتاً کم ہو پہلے انصار کو جو خاندانِ رسالتؐ سے متعلق نہ تھے، ان کو شہادت کا موقع دیا کہ اس حد تک پہنچ کر شاید آنکھیں کھلیں، شاہراہ حسینیت کی طرف آنا چاہیں، پیام صلح قبول کرلیں تو اب بھی بے سود نہ ہوگا۔ اگر خاندانِ رسالتؐ کو شہید کرچکا ہے اس کے بعد توبہ کرتا ہے تو کرم و مرحمت کا موقع ہے بہ نسبت اس کے کہ شیر خوار کے خون سے ہاتھ رنگین کرلیتا کہ جس کی عظمت یہ ہے کہ بقول امام محمد باقر علیہ السلام اس کا ایک قطرہ بھی امامؑ مظلوم کے آسمان کی طرف پھینکنے کے بعد زمین کی طرف واپس نہیں ہوا۔ لیکن افسوس کہ تشدد کا ہاتھ اس تیر کے بعد بھی رُکا نہیں اور حسینؑ کا خون بہا کر مافوق الادراک لعنت وعذاب کا مستحق بن کر رہا۔

جناب مہتاب جعفر رضا:

کربلا کا ننھا شہید
اور اُس کی شہادت کے دائمی اثرات

امام حسینؑ نے ۶۸۰ء مطابق ۶۱ھ میں کربلا کے میدان میں جو حیرت انگیز جنگ کی اس میں متعدد قربانیاں پیش فرمائیں۔ میں اس مضمون میں امام کی پیش کردہ ایک ایسی قربانی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو امام اور ان کے کردار عمل کی ایک فیصلہ کن کسوٹی ہے جس کے بعد دنیا کا کوئی فرقہ نہ تو امام کو غیر اسلامی شعار پر مان سکتا ہے اور نہ امام کے مدِ مقابل جماعت کو کسی پہلو سے بھی اسلام کا آئینہ دار تسلیم کر سکتا ہے۔ منافقین کی جماعت کو جو پیغمبر اسلام کے زمانے سے دنیا کو برابر دھوکہ دیتی رہی تھی۔ حسینؑ نے اخلاق کے شکنجہ میں اس طرح کس دیا تھا کہ دنیا کے سامنے حقیقی اور غیر حقیقی اسلام کے امتیازات اور انسانی اخلاقیات کے عکس واضح طور پر اُبھر کر سامنے آجائیں۔ امام عالی مقام کی اس لڑائی میں ایک ننھے شیر خوار مجاہد کی قربانی میری دانست میں امامؑ کی اس جہادِ اکبرؑ کی ایک اہم کڑی ہے اور اس معصوم بچہ کی شہادت کے بعد ہر شخص خواہ کسی ملت کا ہو امام حسینؑ کے موقف کی تائید کرنے کے لئے مجبور ہے اور ساتھ ہی اس جماعت سے نفرت کرنے کے لئے بھی مجبور ہے جس کا نام خواہ مسلمان ہو مگر جس

کے طور وطریقے حسینی مسلک سے نہ ملتے ہوں۔

شِیر خوار علی اصغرؑ:

یومِ عاشورا امام حسینؑ کے ایک صغیر السن بچہ کو تیر کا نشانہ بنا کر شہید کیا گیا امام کے اس صاحبزادے کا نام بالعموم علی اصغرؑ بتایا جاتا ہے اور میرے نزدیک یہی درست ہے ویسے ان کا نام کچھ روایتوں میں عبداللہ رضیع بھی ہے، نام کی بحث میں پڑنا ہی عبث ہے اس لئے کہ امام کی اولاد تمام اعزا کی محبتوں کا مرکز تھی۔ یہ ممکن ہے کہ پھوپھی نے ایک نام رکھا ہو، ماں نے دوسرا نام رکھا ہو یا کسی دوسری نوعیت سے ایک ہی بچہ کے دو نام رکھے گئے ہوں۔ بہر حال یہ طے ہے کہ امام کے ایک ہی شِیر خوار صاحبزادہ تھا جو حرملہ بن کاہن اسدی کے تیر شقاوت سے شہید ہوا۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کے سلسلہ میں کچھ روائتوں کا اختلاف ہے اور اس قسم کے اختلاف کا ہونا واقعۂ کربلا کے مخصوص حالات و ماحول کے تحت غیر فطری نہیں ہے۔ کربلا کا واقعہ جن حالات میں ظہور پذیر ہوا اور اس کی تاریخ جس ماحول میں مرتب ہوئی وہ آلِ محمدؐ کے لئے سراسر ناگفتہ بہ تھا۔ اس لئے صحیح روایتوں کا حاصل ہونا ممکن ہی نہ تھا۔ دبے لفظوں میں چھپے اشاروں میں حق گو جو کچھ جستہ جستہ بیان کر سکے اسے تاریخ نے کچھ نہ کچھ اپنے دامن میں لے لیا ہے۔ ایسی صورت میں یہ فطری تھا کہ واقعات بے ترتیبی سے بیان ہوں اور زاویوں کے مختلف حالات کے تحت ان کے بیانات کی تفصیلات میں کچھ معمولی اختلاف پیدا ہو جائے۔ نہ صرف اس ننھے شہید کی شہادت کے بارے میں بلکہ یہ بات ہمیں پورے واقعۂ کربلا میں نظر آتی ہے کہ تفصیلات کے تضاد یا اختلاف کو نظر انداز کر کے واقعات کے بنیادی اجزا کو مرتب

کرنا اور حقائق کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا چونکہ کربلا کی تاریخ کسی عام واقعہ کی تاریخ کی طرح نہیں بنی ہے۔ اس لئے اس کا مطالعہ بھی ایک مخصوص انداز میں کرنا ہوگا۔ یہ تمہید میں نے اس لئے بیان کی تاکہ میں کہہ سکوں کہ ننھے شہید کی شہادت کے واقعے میں معمولی تفصیلات کے اختلاف کو آپ نظر انداز کریں اور اس سے شہادت کے وزن میں کسی قسم کی کمی میرے نزدیک نہیں آتی بلکہ راویوں کے اس قسم کے جستہ جستہ اور غیر مربوط بیانات دو باتوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ واقعات کے بیان کی آزادی کئی پشتوں اور نسلوں تک نہ دی گئی اور اس سے کربلا کے واقعے کی تفصیلات میں اختلاف کا ہونا بالکل فطری ہے۔

حالات کی اس شدّت کے تحت شہادتِ عظمیٰ کا وزن اور بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے دوسرے یہ کہ مشترکہ حقائق جو زیادہ تر راویوں کے بیانات میں آتے ہیں وہ بہر حال ظہور پذیر یقیناً ہوئے تھے۔

ننھے شہید کے ''نام'' کی بابت روایوں کے بیانات میں اختلافات ہیں جس کا تذکرہ اوپر آچکا ہے۔ بہت معمولی اختلاف ان کے قاتل کے نام میں بھی ہے بعض کتب میں حرملہ ''بن کاہل'' اور بعض میں حرملہ ''بن کاہن'' ہے اس قدر معمولی اختلاف نقل روایت میں غلطی کا نتیجہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور اصل راوی کی کم فہمی کا نتیجہ بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ حکومتِ وقت کی طرف سے راویوں کو دھمکا کر یہ اختلاف کرادیا گیا ہو۔ بہرکیف اس کی وجہ سے شہادت کے اصل واقعے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بعض روایتوں میں بعد شہادت بچے کو دفن کئے جانے کا ذکر ہے۔ بعض میں نہیں ہے۔ ایسے حالات میں ہمیں اوپر بیان کئے گئے اصول کے تحت دفن کئے جانے کا واقعہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ راویوں کو صداقت کے اظہار میں جو مشکلات تھیں ان کے تحت

یہ بالکل فطری تھا کہ کچھ بیان کریں اور کچھ چھپا جائیں۔ بالخصوص چونکہ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ دفن نہیں کیا لہٰذا وہ روایت صحیح ماننا پڑے گی جس میں دفن کرنا بیان ہے۔ میں واقعہ کربلا کے سلسلہ میں روایت کی صداقت دیکھنے اور پرکھنے کے عام اصولوں کو علیحدہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

کیونکہ کربلا کی تاریخ انوکھی داستان ہے اور اس کے ماسبق وما بعد غیر معمولی ناسازگار حالات موجود رہے۔

شہید کی عمر میں بھی اختلاف کیا گیا ہے۔ مگر یہ بہرحال ہر راوی نے کہا ہے کہ بچہ شیر خوار تھا اور شدت عطش سے بے حال تھا۔

شہادت کے وزن کو بڑھانے کے لئے بس اتنا تسلیم کیا جانا ہی کافی ہے کہ بچہ شیر خوار تھا اور بے شیر تھا۔ خواہ شیر خوار کی عمر چھ ماہ ہو یا ایک دن۔ کچھ کتب نے سخت غلطی کی ہے اور عبداللہ ابن حسنؑ کی شہادت کو عبداللہ رضیع بن حسینؑ کی شہادت سے مخلوط کر دیا ہے۔ اول الذکر چلتے پھرتے تھے اور امام کے زانو پر انھوں نے دم توڑا تھا وہ ایک جدا شہادت ہے۔

اس طرح روایتوں میں جزوی اعتبار سے چند اختلافات ہیں، مگر تمام تر مستند راویوں نے بنیادی طور پر امام کے شیر خوار بچے کا بے خطا مارا جانا ضرور لکھا ہے اور باوجود حکومتِ وقت کی آہنی بندشوں کے روایتوں میں تضاد نہیں بلکہ صرف اختلاف ہی ہوسکتا ہے۔ متذکرہ حالات و ماحول کے پیشِ نظر ایسا اختلاف قابلِ اعتنا ہے اور اس دور میں واقعہ کربلا کے ہمہ گیر اور آفاقی اثرات پر غور کرتے وقت روایتوں کے ایسے اختلافات کو نظر انداز کیا جانا لازمی ہے۔

واقعہ شہادت:

اس بحث کے بعد میں حضرت علی اصغرؑ ابنِ حسینؑ کے واقعہ شہادت کو یکجا اور مربوط کر کے ان لفظوں میں بیان کرتا ہوں۔ یہ تمام روایتوں کے مطابق بیان ہے۔ اور کسی سے اس میں تضاد نہیں ہے۔

۱۰ محرم کو جب امام کے تمام اعوان و انصار اور اعزا شہید ہو چکے تب آپ نے آوازِ استغاثہ بلند کی اور اپنی نصرت کے لئے ایک عام دعوت دی۔ یہ ایک قسم کی حجّت تمام کرنا تھی ان اشقیا پر جو کسی وقت میں اپنی لاعلمی اور عدم دعوت کا حق عذر لے سکتے تھے۔ اس پر خیمے کی مخدّرات میں شورِ گریہ بلند ہوا۔ امام قریب گئے تو معلوم ہوا کہ اگر اس گریہ کا سبب بے شیر علی اصغرؑ کی حالتِ زار ہے۔ علی اصغرؑ شیر خوار تھے اور ان کی والدۂ محترمہ جناب ربابؑ کا دودھ شدت عطش سے خشک ہو چکا تھا۔ خیمہ میں پانی تک نہ تھا جس سے بے شیر علی اصغرؑ کی پیاس میں کچھ کمی کر دی جاتی۔ امام نے بچّے کی جب یہ حالت دیکھی تو ماں اور پھوپھی سے بچے کو لیا اور درندہ صفت لشکر کے سامنے پانی مانگنے کے لئے لے گئے تا کہ اُن کی درندگی کا ایک عملی نمونہ دکھا کر شرمندہ کرنے کی ایک مزید کوشش کی جا سکے۔ دشمن کو پھر ایک مرتبہ علمی تنبیہ کرنے کے لئے امام طلبِ آب کرنے آئے تھے۔ اور اس صورت سے کہ اپنے لئے پانی نہیں مانگا بلکہ صرف یہ خواہش ظاہر کی کہ اس بچے کے حلق کو تر کر دیا جائے۔ امام کے اس سوال پر بغیر کسی وقفے کے عمر سعد کے حکم پر قبیلۂ بنی اسد کے مشہور تیر انداز حرملہ نے فوجی تنظیم کے تحت ایک سنگین تیر سہ شعبہ سے علی اصغرؑ کے گلے کو نشانہ بنایا، وہ تیر جو پہلے سے زہر میں بجھایا گیا تھا۔ اس سے وہ بچہ نحر ہو گیا۔ امام نے افسوس کیا۔ خون کو چلو میں

بھرا، آسمان کی طرف پھینکا، اور اس طرح کہ اس کا ایک قطرہ زمین پر واپس نہ ہوا۔ خون بھرے ہاتھوں کو چہرۂ اقدس پر مل لیا اور فرمایا۔ ''اسی طرح نانا سے روزِ قیامت ان کی امت کا شکوہ کروں گا''۔ اغلب یہ ہے کہ تیر جس وقت لگا۔ تب امام بچے کو اس طرح محفوظ کرنے کی کوشش کر رہے تھے گویا بچے کو پیار کر رہے ہوں۔ اسی فعل کو کچھ راویوں نے بیان کیا کہ عبا سے چھپا رہے تھے اور کچھ نے اسے پیار کرنے سے تعبیر کیا۔ بہر کیف اصل واقعے سے اس اختلافِ روایت کا کوئی تضاد نہیں پیدا ہوتا۔ یہ ایک ضمنی حقیقت ہے۔ امام کا بچہ جب شہید ہو گیا تب آپ نے اُمت کا شکوہ کیا اور اپنے بچے کو ناقۂ صالح سے افضل بتایا کیونکہ یہ بے خطا مارا گیا تھا۔ امام بچے کی لاش کو درِ خیمہ پر لائے۔ کسی راوی نے امام کو اس حالت میں بھی دیکھا کہ خیمہ پر کھڑے ہیں گود میں بے شیر ہے جس کا چھدا ہوا گلا ہے اور خون جاری ہے۔ اس سے راوی نے اندازہ کیا کہ اسی مقام پر بچے کے تیر لگا ہے اور خیمہ کے پاس ہی شہادت ہوئی ہے۔ امام علیہ السلام نے تلوار کے غلاف سے ایک چھوٹی سی قبر تیار کی اور اس میں لاش کو دفن کر دیا۔ میرا تصور ہے امامؑ نے بے شیر کی قبر پر فخر و غم کے آنسوؤں کا چھڑکاؤ بھی کیا ہوگا۔ اس طرح کربلا کے ننھے شہید کی شہادت کا واقعہ ظہور میں آیا۔

دو بنیادی باتیں:

راویوں میں کتنا ہی اختلاف ہو دو حقائق بہر حال ہر شخص کے بیان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ یہ بچہ شہید ہوا بے خطا اللہ کی راہ میں مارا گیا اور اس کے قتل سے یزیدی ظلم و سفاکی ثابت ہوئی اور اسلام کے بنیادی اصول کو تقویت ملی جس کی پیروی اور جس کی تعلیم حسینؑ مظلوم کر رہے تھے۔ دوئم یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ یہ بچہ

صغیر السّن تھا۔ شہید کی کم عمری اور شیر خواری سے اس کی بے گناہی اور کسی ممکن سیاسی تگ و دو یا جاہ طلبی کی کوشش سے بے تعلقی کا اظہار ہوتا ہے۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ شہادت پر تبصرے سے قبل میرے ناظرین ان دو بنیادی باتوں کو ذہن نشین کر لیں جن سے کسی راوی کو اختلاف نہیں ہے۔ ان دونوں حقائق کی علی اصغرؑ کی شہادت میں کیا اہمیت ہے یہ بات میرے تبصرے میں تفصیل سے آئے گی۔

اِس بے نظیر شہادت پر تبصرہ:

علی اصغرؑ کا قتل ایک شہادت عظیم: ننھے شیر خوار کے قتل کا واقعہ میں نے تمام روایتوں سے اخذ کر کے اوپر مختصراً بیان کیا ہے۔ اب غور کرنا ہے کہ آیا اس کو شہادت کا رتبہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ جب کبھی روحِ انسانی جسم سے جدا ہوتی ہے تو وہ تین نوعیّتوں سے ہو سکتی ہے۔ اوّل ہلاکت، دوئم وفات یا عمومی موت اور تیسرے شہادت۔ ان تینوں قسم کی اموات کا مفصل بیان مولانا سید علی نقی صاحب کے تصنیف کردہ رسالہ ''امامیہ مشن نمبر ۱۶۵) موسومہ ''ہلاکت و شہادت'' میں موجود ہے اور میرے خیال میں یہ رسالہ اس موضوع پر بہت ہی واضح، جامع اور مدلل حیثیت رکھتا ہے، مختصراً۔ یہاں پر میں مولانا موصوف کے بیان کا خلاصہ لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ ہلاکت وہ موت ہے جبکہ انسان اپنے کو انسان سے پست شے مثلاً، دولت، جمادات، جمالِ فانی، جاہ طلبی یا ملک گیری کے لئے فنا کرے۔ وفات یا عمومی موت وہ ہے جو اپنے ارادہ سے نہ ہو، بلکہ قدرتاً، مجبوراً انسان کو مرنا پڑے۔ شہادت وہ موت ہے جبکہ انسان کی فنا ارادتاً اپنے سے بلند و برتر قادرِ مطلق کی خاطر یعنی اس کے اصولوں کی خاطر ہو اور وہ اللہ کی راہ میں مارا جائے۔ ایسی موت فنا فی البقا کے مترادف ہے۔

چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ کے سوا کوئی بھی اس سے برتر نہیں ہے اس لئے شہادت کا مفہوم انسان کی موت کے سلسلہ میں علاوہ اس کے کچھ نہیں کہ وہ اللہ کی راہ میں قربان ہو جائے اور بجز اللہ کے کسی کے لئے اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اسلام نے اس طرح خالق کی راہ میں مرنے والے کا اونچا مرتبہ رکھا ہے اور بہت جزا مقرر فرمائی ہے۔ عمومی موت یا وفات پانے والے کو موت کے لئے نہ سزا ہے نہ جزاء بلکہ اس کے دیگر اعمال کے مطابق اس کو بدلہ ملے گا۔ لیکن پست چیزوں کے لئے جان دینے پر وہ اللہ کی امانت میں خیانت کا مستوجب قرار پائے گا اور ہلاکت میں مبتلا ہونے کی بنا پر اس کے لئے الٰہی قانون میں سزا رکھی گئی ہے۔ شہید کے لاشے اور اس کے جسم سے نکلے ہوئے خون کو طاہر بتایا گیا ہے اور اس کی مادی زندگی ختم ہونے کے بعد حیات جاوید کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

شہید کے لفظی معنی گواہی دینے والے کے ہیں۔ اس کے متوازی انگریزی لفظ Martyr کے بھی انگریزی زبان میں یہی معنی قرار دیئے گئے ہیں۔ مذہبیات کی کتابوں میں شہید کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی وحدانیت یا اس کے رسولؐ کی بتائی ہوئی کتابوں کی گواہی استقلال کے ساتھ دیتا ہے اپنی جان قربان کر دیتا ہے وہ شہید کہلایا جاتا ہے۔ گواہی کا مفہوم یہاں پر بھی ہے مگر وہ الٰہیات اور قربانی کے مفہوم کے ساتھ منسلک ہے۔ صرف برے آدمیوں کے ہاتھوں قتل ہو جانا کافی نہیں بلکہ اللہ یا اس کے نمائندہ کی مرضی کے مطابق حق پر علی الاعلان جان دے۔

گویا شہادت الی الحق کے لئے مندرجہ ذیل امور ہونا چاہئیں:۔

(۱) جان کا جانا، (۲) اللہ کی راہ میں علی الاعلان جان فنا ہو۔ (۳) اللہ کی مرضی یعنی نبی یا امام کے حکم سے الٰہی مقصد کے لئے مقتول اپنی جان پیش کرے۔

رسولؐ یا امام کے حکم کی ضرورت اس لئے ہے کہ امام کی غیر معمولی بصیرت ہی فیصلہ کر سکتی ہے کہ فلاں شخص کی موت مقصدِ الٰہی کے لئے فلاں وقت پر مفید ہوگی یا نہیں۔ صرف شہید ہونے والے کا اعلانِ حق ہی کافی نہیں، بلکہ اسلامی شہادت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی موت حقیقتاً الٰہی مقصد کی خاطر ہو اور اس مقصد کی ترقی میں معین و مفید ثابت بھی ہو۔ لہٰذا مقصد الٰہی کی بنیادی شرط کے ساتھ ہی حکم نبی یا امام کی ضمنی شرط بھی شیعہ اصول میں عائد کر دی گئی ہے۔

مندرجہ بالا بحث کے بعد اس نتیجہ تک پہنچنے میں کوئی دقّت نہیں ہوگی کہ حضرت علی اصغرؑ کا قتل ایک عظیم شہادت کا درجہ رکھتا ہے اور اس نتیجہ تک پہنچنے کے لئے ہمیں دو باتیں ابتداً طے کرنا پڑیں گی۔ اوّل یہ کہ بچّے کی گردن پر تیر کا لگنا اضطراری یا اتفاقیہ عمل نہیں تھا اور دوسرے یہ کہ تیر کا مارا جانا حسینی مسلک اور دینِ حق کے خلاف ایک سوچی سمجھی تدبیر اور فوجی تنظیم کے تحت تھا۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ علی اصغرؑ کے گلے پر تیر کا لگنا اتفاقی امر نہیں تھا بلکہ سوچی سمجھی تدبیر کے تحت تھا۔ قاتل نے رات کے اندھیرے میں یا مدہوشی میں یا غیر ارادی طور پر تیر کا نشانہ نہیں لگایا تھا۔ اگر دور فاصلہ پر گرنے والے بم کے گولے کے کسی ٹکڑے سے بچے کی موت واقع ہوتی تب اس توجیہ کی گنجائش تھی کہ موت کو اتفاقی سانحہ مان لیا جاتا۔ لیکن یہاں تیر جیسی مہلک چیز حرملہ جیسے ماہر تیر انداز کی کمان سے چھوٹ کر چھ مہینے کے بچے کی نازک پتلی گردن پر آ کر لگتی ہے، اور یہ تب ہی ہو سکتا تھا جب کہ ارادتاً تیر کو صرف گردن کے لئے کمان سے رہا کیا گیا ہو انصارِ حسینی کی تعداد ختم ہو چکی تھی، اس لئے یہ تصور بھی بعید از قیاس ہے کہ حرملہ کا نشانہ کسی دوسرے مجاہد کی طرف تھا اور قریب ہی میں امام کی گود میں بچّہ رہا ہوگا اور نشانہ اس کے گلے پر

اتفاق سے لگ گیا ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ تیر کا مقصد امام کے قلب یا گلے کو زخمی کرنا تھا۔ تب بھی بعید از امکان ہے۔ اس لئے کہ جب تک امام کی گود میں بچہ تھا اس وقت تک امام سے براہ راست نبرد آزمائی اصول جنگ اور معیار جنگ کے منافی تھی۔ جس زمانہ میں جنگ کربلا لڑی گئی، اس زمانے میں قاعدہ یہ تھا کہ میدان میں آکر پہلے پہلوان رجز پڑھتے تھے، ایک دوسرے کو دعوت جنگ دیتے تھے اور تب آگاہ کر کے حملہ کرتے تھے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہوگا کہ کربلا میں یہ اصول اس وقت تک ترک کیا جا چکا تھا کیونکہ تاریخ بتاتی ہے کہ شروع سے اس وقت تک یہ معرکہ اسی طور پر لڑا جا رہا تھا۔ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد بھی جب امام حسینؑ سے باقاعدہ اس لشکر نے جنگ کی تب رجز خوانی اور باہمی گفتگو کے بعد جنگ ہوئی تھی۔ کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ صرف یہی ایک درمیانی تیر بچے کے اچانک بِلا ارادہ آلگا ہو۔ تاریخ نے اس لمحے پر کوئی اشتعال انگیز ماحول بھی نہیں دکھایا ہے جس سے یہ شبہ ہو سکے کہ یہ تیر امام کی ذات پر اضطراری طریقے پر رہا کیا گیا تھا جو اتفاق سے معصوم بے شیر کے گلے پر لگ گیا۔ ان تمام ممکن توجیہات کی ردّ کے بعد اب اس تیر کے چلنے کی نفسیاتی وجہ اور بنیاد صرف یہی باقی رہ جاتی ہے کہ تیر کو علی اصغرؑ کے لئے رہا کیا گیا۔ بلکہ بالکل صحیح طور پر یہ کہنا پڑے گا کہ بچے کی گردن کو جان بوجھ کر نشانہ بنایا گیا۔

غور کرنے پر یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ بچے کو کسی مدبرانہ تحریک و تنظیم کے تحت قتل کیا گیا تھا اس لئے کہ حرملہ جیسا ذمہ دار سپاہی اضطراری طور پر از خود ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اتنی چھوٹی گردن پر اتنا بھاری تیر (اور وہ بھی زہر آلود) چلانا کسی فوجی مصلحت اور تدبیر کے تحت ہی تھا۔ روایت میں ہے کہ بچے کی حالت زار دیکھ کر ابنِ سعد منہ پھیر کر رونے لگا اور حرملہ اسدی کو حکم دیا کہ امام کا کلام قطعہ کر دے۔ حرملہ کے

پاس بھاری سہ شعبہ تیر پہلے سے موجود تھا۔ اس نے وہ تیر ابنِ سعد کے الفاظ زبان سے نکلتے ہی بچّے کی گردن پر مار دیا۔ یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ بچہ کا قتل ایک پہلے سے سوچی سمجھی تدبیر اور منصوبے کے تحت تھا۔ جہاں صرف اشاروں ہی پر مجوزہ کام کا تکملہ ہو جاتا تھا۔

حرملہ عرب کا مشہور تیر انداز تھا۔ یقیناً افسرِ اعلیٰ نے اس کو اپنے ہمراہ اور قریب ہی بھاری تیر کمان کے ساتھ اس لئے رکھا تھا کہ کسی نازک موقع پر اس کو فوجی منصوبے میں استعمال کیا جا سکے۔ یہ سخت ترین فوجی حربہ عظیم ترین موقع کے لئے محفوظ کیا گیا تھا۔ تیر سہ شعبہ اس لئے محفوظ کیا گیا تھا تاکہ جب معرکہ فاصلہ پر ہو، عجلت چاہتا ہو اور ایک ہی تیر کو کارآمد ہونا ہو تب اس کو استعمال کیا جائے۔ یہ عمر سعد کو پہلے سے یقین نہ تھا کہ یہ نازک موقع ایک ننھی سی نڈھال گردن کی وجہ سے پیدا ہو جائے گا اور اس نازک گردن کو گراں بار تیر کا نشانہ بنا کر عمر سعد کی فوجی تدابیر تاریخ میں ہمیشہ کے لئے رسوا ہو جائیں گی۔ یقیناً علی اصغرؑ کی قابلِ رحم حالت نے فوجی تنظیم میں کوئی غیر معمولی تزلزل پیدا کر دیا تھا۔ اس طرح ابنِ سعد کو اپنا وہ سخت ترین فوجی حربہ استعمال کرنا پڑا۔ گو کہ علی اصغرؑ کے قتل کے لئے اس سے کم درجے کا معمولی تیر بھی کافی ہوتا۔ مگر چونکہ حرملہ کے پاس ایسے سنگین ماحول سے نپٹنے کے لئے ایسے ہی بھاری بھرکم تیر محفوظ کئے گئے تھے۔ اس لئے انھیں میں سے ایک تیر استعمال کیا گیا۔ ابنِ سعد اتنا موقع نہیں دینا چاہتا تھا کہ کسی دوسرے معمولی تیر انداز کو بلایا جائے اور اس کو حکم دیا جائے۔ موقعے پر ایک لمحہ کی تاخیر بھی یزیدی فوج میں غیر معمولی انقلاب پیدا کر سکتی تھی اور نہ معلوم ان میں سے کتنوں کے دل ہمدردی کرنے پر آمادہ ہو سکتے تھے اور بہت ممکن تھا کہ تاخیر میں عمر سعد کو اس کی فوج مجبور کر دیتی کہ وہ امام کے مطالبہ آب کو منظور کر لے

اور اس طرح امام کی کامیابی کا ایک پہلو پیدا ہو جاتا۔

اب دو باتیں طے ہو گئیں۔ اوّل تو یہ کہ معصوم بچّے کو اضطراری یا اتفاقیہ طور پر تیر کا نشانہ بننا نہیں پڑا۔ دوسرے یہ کہ علی اصغرؑ کا قتل ایک تدبیر اور فوجی تنظیم کے تحت تھا اور تنظیم کا تقاضا یہ تھا کہ امام حسینؑ کے انسانیت آمیز موقف و مسلک کو معاذ اللہ غلط اور یزید کو برحق تسلیم کرایا جائے۔

واقعات سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ امامؑ کی طرف سے علی اصغرؑ کو میدان میں لے جانا بھی ایک موقف کی تائید میں تھا۔ یعنی یہ کہ پانی پینا انسانی حق ہے، حسینؑ کا مطالبہٴ امن وسکون کسی جاہ طلبی کے لئے نہیں ہے اور یہ کہ یزیدی مظالم صرف یزید کی حُبِّ جاہ واقتدار اور اسلام واولادِ رسولؐ سے بغض کی بنا پر ہیں امام ایسی معصوم ہستی کی قربانی پیش کر رہے تھے جس پر دشمن کی طرف سے کوئی الزام واعتراض وارد ہی نہیں ہوسکتا تھا اور گویا اس قربانی کو پیش کر کے طلبِ آب کرنا یزیدیوں کے دعوے کے بطلان کی کسوٹی تھی۔ امام نے اپنے اس عمل سے گویا اعلان کیا تھا کہ اگر ان مظالم کی بنیاد کوئی اصولی اختلاف ہے تو اپنے دعوے کو صحیح قرار دینے کے لئے اس معصوم بچّے کو پانی پلا دو اور اس پر مظالم روا نہ رکھو اس لئے کہ تمہارے ہی قول کے مطابق مجرم وہ ہے جو حسینؑ کے ساتھ مادی قوت استعمال کرتے ہوئے یزید کی خلافت میں مخل ہونے کی اہلیت رکھتا ہو۔

اصولاً شہادتِ حق کے لئے ضروری ہے کہ مقتول کی جان اللہ کے دین کی تائید و گواہی میں جائے۔ اس کی وضاحت پیچھے کی سطور میں آچکی ہیں۔ اوپر کی بحث کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ علی اصغرؑ کو میدانِ عمل میں ایک تحریک وموقف کی تائید کے لئے پیش کیا گیا تھا اور دشمن کا ردِ عمل بھی اسی تحریک وموقف کے خلاف ایک تنظیم کے

تحت ظاہر ہوا تھا۔ ان حالات میں جو قتل ہوا وہ قتل شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔

جیسا اوپر بیان ہوا ہے دینی اصطلاح اور اسلامی نظریہ سے شہادت کے لئے مقتول کی زبان سے اعلان گواہی ہونا اہم نہیں ہے۔ بالخصوص جب حکم امام کی شرط لگی ہوئی ہے۔ تب تو اعلان گواہی کے سلسلہ میں مجاہد کی تمام تر ضابطے کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔ مجاہد کا فرض صرف امام کے سامنے اپنی جان سپرد کر دینے تک محدود ہے۔ اگر امام نے اپنی مرضی ظاہر کر دی اور حکم دے دیا تو مقتول کا دشمن کے سامنے اعلان کرنا یا نہ کرنا مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ چونکہ کربلا میں امام حسینؑ کو غیر معمولی صورتِ حال کا سامنا تھا۔ اور آپ کو اخلاقی اصولوں کو اُجاگر کرنے کی خاطر ہر کوشش اختیار کرنا تھی اس لئے آپ نے ایسے مجاہدین کو بھی اذنِ جہاد دینا ضروری سمجھا جو گو کہ اپنی بے زبانی کی وجہ سے اعلان و گواہی نہیں کر سکتے تھے لیکن جن کا حق کی راہ میں قتل ہونا کسی بھی اعتبار سے امام کے نزدیک ضروری تھا۔ چونکہ ہمارے نظریہ کے مطابق جہاد میں حق کی گواہی و اعلان حق کی طرف سے مشترکہ طور پر تنہا امامِ وقت ہی نمائندہ کی حیثیت سے کرتا ہے اس لئے ہر شہید کی طرف سے اس کا اعلان ہونا لازمی نہیں بشرطیکہ یہ ثابت ہو چکا ہو کہ وہ شہید امامِ وقت کے اذن و حکم سے میدان میں آیا تھا۔ یہاں پر علی اصغرؑ کے سلسلے میں امام کے اذن کے متعلق تحقیق کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہاں تو خود امام بہ نفسِ نفیس ننھے مجاہد کو مجاہدہ روحانی کرانے کے لئے اپنی گود میں لائے تھے اور یہ امام کے حکم و اذن کا عملی ثبوت ہے۔ ایسی صورت میں اگر علی اصغرؑ اپنی بے زبانی کی وجہ سے الفاظ میں اعلان حق نہ کر سکے تب بھی امام کے عمل سے ان کے عمل کو متصل کر کے یہ کہا جائے گا کہ وہ بھی مجاہدین کی جماعت کے ایک فرد کی حیثیت سے امام کے اعلان حق میں شریک تھے اور ان کا قتل اس کے پس منظر میں

شہادت کا درجہ رکھتا ہے۔ اور چونکہ اس شہادت نے حسینی مقصد کی تکمیل میں بہت ہی اہم حصہ ادا کیا ہے، اس لئے اس کو عظیم ترین شہادت کہنا درست ہوگا۔

ایک نادر اور انوکھی شہادت:

اوپر بیان ہوا ہے کہ کربلا کی جنگ غیر معمولی جنگ تھی۔ امام کو مادی قوت سے اپنی مخالف جماعت کو زیر نہیں کرنا تھا۔ بلکہ ان کے قلوب میں اسلام کے آفاقی اصول راسخ کرنا تھے اور اس میں جس حد تک دفاع ضروری تھا اس حد تک مادّی جنگ بھی کرنا تھی۔ دفاعی جنگ سے بھی بہر کیف مورخین کو ایک غلط فہمی پیدا ہو سکتی تھی کہ امام علیہ السلام کا نظریہ بھی مادی فتح تھا۔ اس کی رد کرنے کی خاطر اور اپنے موقف کی تائید میں آپ نے ایک شیر خوار مجاہد کو پیش کیا جو صرف اخلاقی دعوت حق کے ذریعہ ہی روحانی جہاد کر سکتا تھا اور مادی طور پر مجادلہ کرنے کے قابل ہی نہ تھا۔ یہ مجاہد تو مادی اور جسمانی اعتبار سے اتنا بے قوت تھا کہ دفاع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ جو قوم اس بے خطا سے ایک انسانیت سے بھرے ہوئے مطالبہ کے جواب میں دانستہ طور پر نبرد آزما ہو اور سنگین حربوں کے استعمال کرنے کو بھی برا نہ سمجھتی ہو وہ قوم دنیا کے کسی دور کے انسان سے ہمدردی نہیں حاصل کر سکتی۔ عام طور پر اس قسم کے بچّے میدانِ جہاد میں نہیں جایا کرتے، لیکن امام اپنے بچّے کو اس لئے لائے تھے کہ یہاں کے حالات عام نہیں بلکہ خاص اور غیر معمولی حد تک خاص تھے۔ امام اپنے موقف کی صداقت کی اور یزیدی مسلک کی خباثت کی ایک بے مثال تصویر دکھانا اور ایک عام نگاہِ بصیرت کو دعوت فکر دینا چاہتے تھے تا کہ وہ سمجھ سکے کہ حسینؑ کا مقصد صرف یہ ہے کہ انھیں پرسکون زندگی گزارنے اور خاموشی سے اخلاقیات کے بنیادی اصولوں کی اشاعت

کرنے کی اجازت دی جائے۔ان کے مخالف کا بظاہر یہ کہنا تھا کہ یزید معاذ اللہ حق پر ہے اور حسینؑ پر مظالم اس لئے ڈھائے جارہے ہیں کہ وہ اس (نام نہاد) خلیفہ برحق کو تسلیم نہیں کررہے ہیں۔ امام مظلومؑ نے اس وقت اپنی صف سے دنیا کے سامنے ایک ایسی ذات کے ذریعہ اپنے مطالبہ کو دھرایا تھا جس کا یزیدی اعلان خلافت سے کوئی تعلق اثباتی یا انکاری تھا ہی نہیں۔اس بچّے کا میدان جنگ میں اپنے باپ کے ہاتھوں پر آنا اور اسلام کے دعویدار دشمنوں کے ہاتھ سے شہادت قبول کرنا یہ دونوں باتیں ہر شخص کے ذہن میں ایک ہلچل پیدا کرتی ہیں اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ حسینؑ و یزید کی جنگ اقتدار و حکومت کے لئے نہ تھی اگر ایسا ہوتا تو ایک معصوم بچّے کو کیوں شہید کرڈالا جاتا۔حضرت علی اصغرؑ کی شہادت یہ ثابت کردیتی ہے کہ یہ جنگ یزید کے حوصلہ ملک گیری و ہوس جاہ طلبی کی مظہر ہے بہ الفاظ دیگر یہاں پر امام حسینؑ نے اپنے موقف کے اعلان کے ساتھ ایک ایسی فرد پیش کی تھی جو خود دشمن کے اعلان کے مطابق مجرم نہیں کہی جاسکتی تھی اور جس کو عملاً امام کے موقف کی تائید کے ساتھ پیش کیا گیا تھا جب تک امام کے اعوان وانصار دفاعی جنگ کررہے تھے تب تک مطالبے کی اثباتی شدت اس حد تک نہیں تھی جس حد تک اس جنگ نہ کرنے والے بے شیر مجاہد کے ذریعہ کئے گئے اُسی سابقہ مطالبے میں اب شدت پیدا ہوگئی تھی۔مطالبے کو اس حد تک شدید بنانے کے لئے یہ نادر قربانی پیش کرنا موقع کے لحاظ سے بہر کیف ضروری اور بہت ضروری تھا۔صد آفرین اے حسینؑ کہ آپ نہایت استقلال سے نانا کے دین پر یہ بے مثل قربانی دینے میں کامیاب ہوگئے۔دنیا قیامت تک اس واقعہ سے عبرت حاصل کرے گی اور انسانی اصول کی رفعت سے اثر انداز ہوتی رہے گی۔علی اصغرؑ کی شہادت نے تاریخ پڑھنے والے انسانی قلوب کو ہمیشہ کے لئے یزیدی افعال سے متنفر

کر دیا ہے۔ اب تک میدان میں آنے والے مجاہدین کے خلاف ضمیر فروش اپنے کو دھوکہ دے سکتے تھے۔ مگر علی اصغرؑ نے آکر وہی پیغام ایک نئے انداز میں دیا تھا جس میں کوئی نفس دھوکہ نہیں کھا جا سکتا تھا اور ہر شخص فیصلہ کر سکتا تھا کہ حسینؑ پر مصائب بلا سبب خواہ مخواہ ڈھائے جا رہے ہیں۔ اور یہی تمام واقعہ کربلا کا مقصود تھا، اسی کے لئے تمام قربانیاں پیش ہو رہی تھیں۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس مقصد کو علی اصغرؑ کی شہادت سے بدرجۂ اتم تقویت ملی۔

امام نے علی اصغرؑ کو ہلاکت میں نہیں ڈالا:

یہ کہنا سراسر غلط ہوگا کہ معاذ اللہ حسینؑ نے بچّے کو جان بوجھ کر ہلاکت میں مبتلا کیا۔

کوئی روایت نہیں بتاتی کہ امام سے اس بچّے کی بابت فوج دشمن نے کوئی بات کی ہو اور نہ یہ سوچنے کا محل ہے کہ دشمن کسی بھی اعتبار سے اس کی طرف سے مشتعل تھا۔ بلکہ حالات اس کے برعکس تھے۔ وہاں تو اعلان یہ ہو رہا تھا کہ جنگ حسینؑ سے ہے جو معاذ اللہ کسی جاہ طلبی کے نظریہ کے تحت یزید کو خلیفہ نہیں تسلیم کر رہے ہیں اور یہ تمام مصائب اسی سلسلہ میں عائد کئے جا رہے تھے۔ اس اعلان کے ضمن میں بہ ظاہر ان بچوں سے کوئی مخاصمت پیدا ہونے کا سوال ہی نہ تھا جو خلافت کے اعلان کا اقرار یا اعلان تک نہ کر سکتے تھے۔

اس وقت جبکہ امامؑ کے علاوہ تمام قابل جنگ مرد شہید ہو چکے تھے اور امام عالی مقام نے رجز پڑھ کر ابھی دشمن کو دعوتِ جنگ نہ دی تھی اور نہ دشمن نے امام کو آمادۂ دفاع کیا تھا۔ اس وقت تو دونوں طرف کی فوجوں میں وقتی طور پر سکوت تھا۔ ایسے موقع پر یہ بھی تصور نہیں کیا جا سکتا کہ تیروں کی یورش تھی اور میدان میں بچّے کے لئے

خطرہ تھا۔ بالخصوص ایسی صورت میں تو کوئی خطرہ تھا ہی نہیں جبکہ امامؑ ایک بے خطا ششماہے کے لئے انسانی حق کا مطالبہ کرنا چاہتے تھے جس کا فریقین کے اعلانات سے کوئی تعلق نہ تھا اور جس کے خلاف بظاہر یزیدیوں کا کوئی اعلانِ جنگ یا مطالبہ بھی نہ تھا۔ لہٰذا جبکہ امام کو کوئی امکانی خطرہ بچے کے لئے نہ تھا تب پانی پلانے کے لئے لے جانا بچّے کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف نہیں کہا جاسکتا، بلکہ میرا کہنا ہے کہ امام کا یہ عمل علی اصغرؑ کی بجھتی ہوئی شمع حیات کو طوفان عطش سے محفوظ کر لینے کی آخری برمحل کوشش تھی۔

اگر علی اصغرؑ کے قتل کے مادی اسباب کے متعلق امام کے علم غیب اور علم لدنی کو بحث میں لایا جائے گا تو وہ بے محل ہوگا اس لئے کہ اس کے تحت تو امام کو صرف علی اصغرؑ کے قتل کے مادی اسباب کا ہی نہیں بلکہ اس قتل کے بعد ہونے والے تمام روحانی نتائج اور دائمی اخلاقی اثرات کا بھی علم تھا۔ اور ان نتائج و اثرات کے پیشِ نظر امام نے جو بچّے کا قتل گوارا کر لیا آپ کا وہ عمل کسی بھی طرح بچّے کو ہلاکت میں مبتلا کرنے کا مترادف نہیں قرار دیا جاسکتا۔ امام نے علم لدّنی سے صرف یہی نہیں سمجھا ہوگا کہ علی اصغرؑ قتل ہو جائیں گے بلکہ یہ بھی یقین کیا ہوگا کہ ان کا قتل دین حق کے اعلان و تشہیر کے لئے ناگزیر ہوگا۔ پس اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ امامؑ کے پاس علم لدّنی تھا اور وہ اس کو کربلا میں استعمال کر رہے تھے۔ تب تو کوئی شبہ بھی اس کا پیدا نہیں ہوسکتا کہ معاذ اللہ آپ نے بچے کو ہلاکت میں ڈالا۔ برخلاف اس کے امام کا حکم بہ اذن اللہ اور بر بنائے مصلحت دین قرار پاتا ہے۔ زیرِ بحث اعتراض تو صرف ان لوگوں کی طرف سے عائد کیا جاتا ہے جو امام کو علم لدّنی کا حامل نہیں مانتے اور انھیں کے لئے ہم نے اوپر کی سطروں میں جواب دیا ہے۔

مربوط سلسلے کی ایک کڑی:

علیؑ اصغرؑ کا قتل انفرادی طور پر بھی ایک اہم واقعہ ہے۔ لیکن اس واقعہ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے جبکہ اس کو کربلا کے تمام واقعات کے ساتھ مربوط کر دیا جائے۔ امامؑ اور ان کے ساتھیوں نے ۲۷؍رجب ۶۰ ھ سے لے کر علی اصغرؑ کے قتل تک جتنے مصائب برداشت کئے تھے وہ سب مصائب ایک نظریہ کے تحت ڈھائے جارہے تھے اور ایک ہی نظریہ کے تحت سوچ سمجھ کر برداشت کئے جارہے تھے۔ سختی کرنے والوں کا نظریہ یزیدی ملک گیری وہ جاہ پرستی کے جذبہ کے خلاف حسینؑ کی آوازِ حق کو دبانا تھا اور امام کا اور ان کے ساتھیوں کا نظریہ یہ تھا کہ اس کوشش کو رایگاں بنا کر دنیا کو دکھایا جائے کہ حسینؑ ہی سچے ہیں اور ان کا مخالف ہر اعتبار سے جھوٹا ہے۔ علی اصغرؑ نے ان حالات میں قتل ہو کر امام کی اس مسلسل کوشش میں بڑا ہی کارگر عملی تعاون کیا تھا۔ انھوں نے قتل ہو کر گویا بتایا تھا کہ ''جو جماعت مجھ بے خطا کے ساتھ ہمدردی کا برتاؤ نہ کر سکے وہ جماعت درندوں پر مشتمل ہے اور اس کا ہر اعلان درندانہ ہوس ملک گیری کے تحت ہے۔ اصولِ اسلام سے اس کا کوئی لگاؤ نہیں۔ خلافت کا دعویٰ ڈھکوسلا ہے''۔ اس حقیقت کو علی اصغرؑ نے اپنے خون سے لکھ کر اپنے قتل کو اسی سلسلے کا ایک جزو بنا دیا تھا جو سلسلہ ۲۷؍رجب ۶۰ سے ۱۰؍محرم ۶۱ ھ کو عصر کے وقت تک قائم رہا تھا۔

علی اصغرؑ کا اپنا ارادہ:

اوپر ہم مفصل بیان کر چکے ہیں کہ کربلا جیسی غیر معمولی جنگ میں ہر شہید کے لئے یہ ضروری نہ تھا کہ وہ اپنے قول وعمل سے اعلانِ گواہی کرے۔ یا مادّی وطبعی طرز پر اپنی

آمادگیٔ کارزار کا اظہار کرے۔ تاہم علی اصغرؑ نے کئی انداز ایسے اختیار کیے تھے جن سے یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ باوجود صغر سنی کے آپ نے اپنے عزم و ارادۂ کارزار کا اعلان فرمایا تھا۔

روایت میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے آوازِ استغاثہ بلند فرمائی تب امام کی بے کسی پر خیمے میں شورِ گریہ بلند ہوا۔

امام شور سن کر خیمے پر گئے اور بچّے کو لے کر باہر آئے۔ واقعات کی ان کڑیوں سے نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ خیمے کی مخدرات نے امام کے استغاثے پر یقیناً علی اصغرؑ کی حرکات وسکنات میں کوئی غیر معمولی بے چین کر دینے والا جذبات انگیز تغیر دیکھا تھا۔ جس کا سب نے بہ یک وقت شدت سے اثر لیا تھا۔ اگر اس گریہ کا سبب علی اصغرؑ کی ذات نہ ہوتی تو روایت میں امام کے تشریف لانے کے بعد پہلی بات یہ نہ لکھی گئی ہوتی کہ امام علی اصغرؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور انھیں گود میں لیا۔ چونکہ امام خیمہ کا شور سن کر پریشان ہو کر آئے تھے اس لئے یہاں آکر آپ نے جو پہلا کام کیا یقیناً وہ مخدراتِ عصمت و طہارت کے گریہ سے براہ راست تعلق رکھتا تھا۔ کہا جاسکتا ہے کہ علی اصغرؑ کی پیاس کی کیفیت اور نقاہت نے بیبیوں کو متاثر کیا ہوگا۔ لیکن یہ تصور زیادہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ چند لمحے قبل بھی اس بچّے پر پیاس کی تقریباً اتنی ہی شدت تھی۔ چھ ماہ کے بچّے کے لئے جیسی چند لمحے کم تین دن کی بھوک پیاس ویسی ہی مکمل تین دن کی بھوک پیاس اس لمحے پیاس کی شدت کو بڑھانے والی کوئی چیز ایک دم سے نہیں آگئی تھی جو عورتوں میں بے ساختہ گریہ پیدا کر دیتی۔ اب بس یہی تصور قرین قیاس رہ جاتا ہے کہ بے شیر علی اصغرؑ نے کوئی غیر معمولی عمل کیا تھا۔ جس نے امام کے استغاثے سے متصل ہو کر ایک حیرت ناک اور عبرت خیز ماحول پیدا کر دیا ہوگا۔

یا تو بچّے نے فرمایا ہوگا "لبیک یا ابیہ" یا کہا ہوگا۔ ابھی ایک شہید باقی ہے"۔ یا آواز دی ہوگی"۔ بابا! امت کو آخری آزمائش میں مبتلا کر کے دیکھئے" ممکن ہے آواز نہ نکلی ہو اور اپنے جسم کی انگڑائی سے کسی محبت کرنے والی پھوپھی یا بہن کو اشارہ کیا ہو کہ "بابا کو بلا لیجئے میں ابھی زندہ ہوں۔ اتنی بحث اور ان تصوّرات کے بعد وہ تاریخی اعتبار سے موجود روایت بالکل بے بنیاد نہیں کہی جا سکتی کہ علی اصغرؑ نے امام کی صدائے استغاثہ سن کر اپنے آپ کو جھولے سے گرا دیا"۔ ان سب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ننھے مجاہد نے بھی اپنی مادی بے بضاعتی اور طبعی حالت کے باوجود بے مثل عزم و ارادہ کا اظہار کر دیا تھا۔ اس قدر کم سن اور مادی لحاظ سے کم سن مجاہد سے اس سے زیادہ اظہار ارادہ کی توقع کرنا اصولاً غلط ہے۔

علی اصغرؑ کے عزم و ارادے کے اظہار کا دوسرا موقع تھا جب ایک روایت کے مطابق امام کے مطالبہ آب کر چکنے کے بعد علی اصغرؑ نے اپنی سوکھی زبان باہر نکال کر لشکر اعدا سے اسی مطالبہ کی عملاً ترجمانی بھی کی تھی۔ بے شیر نے اپنی زبان ہونٹوں پر پھیر کر اعلان کیا تھا۔

"میں اس میدان میں اپنے فطری حق کو حاصل کرنے آیا ہوں جس کا کوئی مسلمان منکر نہیں ہوسکتا"۔ اور یہ کہ "اے پانی کے بند کرنے والو! تم یہ ظلم کر کے ہمارے مسلک والوں کے ارادوں کو پست نہیں کر سکتے"۔

ان دونوں موقعوں پر علی اصغرؑ نے اپنی زبانِ بے زبانی سے اعلانِ حق اور اظہارِ شہادتِ حق کر دکھایا۔

اختتام:

اس طرح امام حسینؑ نے دسویں محرم ۶۱ ہجری کو اپنے شیر خوار ششماہے بچے علی اصغرؑ کو قربان گاہِ حق پر نثار کر کے وہاں پر موجود افراد اور آنے والی انسانی نسلوں کے قلوب ہمیشہ کے لئے فتح کر لئے۔ علی اصغرؑ کی سوکھی زبان نے وہاں پر موجود تمام افراد کے قلوب میں متحرک آواز پیدا کی تھی۔ اور یہی ایک پر اثر لمحہ تھا جو بعد میں یزیدی حکومت کے خلاف انقلاب کا آتش فشاں بن کر پھٹ پڑا۔ تنہا جناب مختار میں یا جماعت شیعیان علیؑ میں مادی اعتبار سے اتنی قوت ہرگز نہ تھی کہ وہ یزید کی قہار مملکت سے ٹکر لے سکتے۔ یہ دراصل علی اصغرؑ کے زخمی گلے اور سوکھی زبان کا دل ہلا دینے والا تصور اور اس جیسے چند دیگر جذباتی مناظر تھے جو عوام کے قلوب کو متواتر اور مسلسل برما رہے تھے۔ اور یزید کے خلاف انقلاب کی جڑیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھیں۔ اس جذباتی تحریک انقلاب کو جب مختار جیسے صاحبانِ عزم کا سہارا مل گیا تب اس نے یزیدی حکومت کے خلاف تخم پر آب پاشی کا کام کیا اور منافقت کے ریگستان میں حق و ایمان کی کاشت تیار ہوگئی۔

دو حقیقتیں مسلمہ ہیں اوّل تو یہ کہ علی اصغرؑ کی شہادت کا اثر انسانی قلوب پر فوراً ہوا تھا اور دوسرے یہ کہ اس نے اثر ڈال کر بہت دیر تک، بلکہ تا قیامت، اپنے اثر کو مسلسل باقی رکھا ہے نیز وقت گزرنے کے ساتھ اثر میں شدت پیدا ہوتی گئی۔

ششماہے شیر خوار کی حالت نزع تھی اور اگر عمر سعد اس کو چند لمحہ بھی ایسی حالت میں اور رہنے دیتا تو بچہ فطری موت سے انتقال کر جاتا۔ مگر چند لمحات کے بعد آنے والی فطری موت کا بھی انتظار نہ کرنا بتاتا ہے کہ ابنِ سعد کے لئے فوج کے سامنے بچے کی حالت ایک قوتِ متحرکہ بن گئی تھی اور وہ اس کی وجہ سے شدید ترین خطرے کو محسوس کر رہا تھا۔

اسی لئے اس نے بچے کو فوراً قتل کرا دیا تا کہ وہ معصوم تصویر جلد سے جلد لشکر کے سامنے سے ہٹ جائے اور لشکر کے فکر و احساس کو جتنا ہو سکے کم متاثر کرے۔ لیکن مرحبا اے علی اصغرؑ! آپ کی حیات جتنی اثر انداز تھی اس سے زیادہ آپ کا قتل اثر پذیر ہوا۔ آپ کے قتل کے بعد فوج نے اور فوج کے ذریعہ عوام نے ایک فیصلہ کن اثر لیا اور اس کے تحت حسینؑ کے موقف کو حق مان لیا۔ یزید کے تخت کو اُکھاڑ پھینکنے میں آپ کی شہادت کو بڑا داخل ہے۔

نہ صرف یزیدی عوام کے اوپر اس ماحول میں علی اصغرؑ کی شہادت نے اثر ڈالا تھا، بلکہ تاریخ کے لافانی دامن میں محفوظ ہو جانے کے بعد اب ہر مسلک و مذہب و ملت کے اور ہر دور کے انسان اس واقعہ سے سبق لے رہے ہیں۔ اس بچّے کی شہادت کی وجہ سے آج بھی انسان کی مختلف فطرتوں کا توازن کرنے والے لوگ حسینؑ کے بے پناہ صبر و استقلال کے قائل ہو رہے ہیں۔ آج اخلاقی قدروں کا قائل ہندو گنگا کی سوگندھ کھا سکتا ہے اور چلا کے کہے گا کہ بہتی گنگا کا ہر قطرہ ایسے معصوم کے لئے مباح ہے۔ مصر کا باشندہ دریائے نیل کو خشک دیکھ سکتا ہے، مگر معصوم بے شیر بچہ کو ان حالات میں بلکتا نہیں دیکھ سکتا۔ ملک چین کا معاشرہ کتنا ہی تباہ ہو جائے مگر اصغرؑ معصوم کے مطالبۂ آب کو وہاں بھی مسترد نہ کیا جائے گا۔ امریکہ روس کے معاشرہ میں کتنا ہی تفاوت ہو، مگر علی اصغرؑ کے واقعہ کی حقانیت پر وہ مشترکہ ہوں گے، اس لئے کہ اس میں انسانیت کے ایک بنیادی اصول کی نشاندہی ہے۔ یہ تو ایک ایسا سانحہ ہے جس پر ہر دور کا انسان بے اختیار مضطرب ہو کر چیخ اُٹھے گا، اور علی اصغرؑ کو پیش کرنے والے معصوم مقدس ہاتھوں کو بوسہ دے کر پکارے گا۔ ''حسینؑ زندہ باد۔ حسینیت پائندہ باد''

(سرفراز محرم نمبر ۱۳۸۳ھ ... صفحہ نمبر ۸۱ تا ۹۳)

مولانا جعفر الزماں نقوی:

امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ اور خیمے سے حضرت علی اصغرؑ کی رخصت

روزِ عاشور تھا، آفتاب رُو بہ زوال تھا، امام مظلومؑ امت ملعون کے ساتھ مصروفِ پیکار تھے، انہوں نے اس انداز سے تلوار چلائی کہ خاکِ صحرا خونِ کفار کے ساتھ عرصہ گلزار نظر آتی تھی اور تمام ظالمین نے راہِ فرار اختیار کی اس وقت امام مظلوم میدان میں تنہا کھڑے تھے اور میدان دشمنانِ خدا اور رسولؐ سے خالی ہو چکا تھا، عین اس وقت امام مظلومؑ نے میدان میں ایک بلند مقام پر جا کر اپنے رہوار کو روکا، اس کے بعد اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کر کے میدان میں نگاہ فرمائی، تیز دھوپ میں پورا میدان سرابی انداز سے چمک رہا تھا اور کوئی ملعون بھی میدان میں نظر نہیں آرہا تھا، اس کے بعد امام مظلوم نے گنجِ شہیداں کی طرف نگاہ فرمائی۔ سامنے جوانوں کی لاشیں نظر آئیں، ہر ایک طرف نگاہ فرمائی، ہر قربانی کو اپنے آنسوؤں سے خراجِ تحسین پیش کیا، اس کے بعد محسوس کیا کہ روزِ ازل شہدائے عظام کی جو فہرست بنی تھی وہ ابھی نامکمل ہے، اس کے بعد امام مظلومؑ نے آہستہ سے استغاثہ کیا۔

هَل مِن نَاصِرٍ يَنصُرنَا

ہے کوئی جو آج مجھ مظلوم کی میرے اس مقصد اعلیٰ میں نصرت کرے؟

مگر اس آواز پر دشتِ کربلا میں سے کوئی بھی سامنے نہیں آیا اور لشکر ملعون میں سے کسی نے جواب نہیں دیا، پورے میدان پر موت کا سکتہ اور سناٹا طاری تھا۔ کائنات کی ہر چیز ہر مرتبہ استغاثۂ نصرت پر زبانِ حال کے ساتھ لبیک لبیک کہہ رہی تھی، لیکن بے نیاز ذات نے کسی کی مدد قبول نہیں فرمائی، امام مظلومؑ نے دوبارہ استغاثہ بلند فرمایا

کہ کوئی ہے جو اسلام کی ڈوبتی نیا کو کنارے لگانے میں میری نصرت کر سکے، کوئی ہے ایسا جو توحید کو بچانے کی خاطر اور وحدت کی لاج رکھنے کی خاطر ناصر بن کر میدان میں آئے۔

یہاں تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے کہ مدد شخصیت کی ہوتی ہے اور نصرت مشن یا مقصد کی ہوتی ہے، امام حسینؑ نے اپنی ذات کی مدد نہیں چاہی تھی بلکہ اپنے مقصدِ اعلیٰ کی نصرت کے لئے صدائے استغاثہ بلند فرمائی تھی کیونکہ اس وقت اگر انہیں اپنی ذاتِ اطہر کی مدد کی ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء، ملکوتِ ارض وسما، اور مرئیاتِ انسانی سے ماوریٰ تمام مخلوق مدد کرنے کی متمنی تھی مگر تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے کسی کی مدد قبول نہیں فرمائی۔

عین اسی وقت ایک خیمہ سے چھ ماہ کے ایک کمسن معصوم نے عرض کیا کہ بابا جان! میں تو کافی دیر سے انتظار میں ہوں، مجھے بھی تو اپنی نصرت کا موقعہ عطا فرمایئے، بابا جان! اگرچہ میں کمسن ہوں اور اپنے پاؤں پر چل کر میدان میں آنے سے بھی قاصر ہوں مگر اسلام کی ناؤ کو ساحلِ مراد تک پہنچانے کی مکمل صلاحیت رکھتا ہوں، میری لاکھ جان حاضر ہے، آپ مجھے کمسن نہ سمجھیں، مجھے ایک بار اپنی نصرت کا موقع عطا فرمائیں، میں آج ایسی نصرت کروں گا کہ کائنات میری چند لمحاتی نصرت کو تا قیامت یاد رکھے گی، میری خاموشی کے خطبات اسلام کا بھرم رکھنے کے لئے کافی ہیں، میرے گلوئے نازک سے بہنے والے خون کے چند قطرات وحدت کی لاج رکھیں گے، میری شہادت سے وہ ہنگامۂ درد برپا ہوگا کہ قصرِ باطل کی بنیادیں تک ہل کر رہ جائیں گی اور جب میرا سر طورِ وفا پر بلند ہوگا تو توحید و نبوت کو اسی وقت معراجِ حقیقی حاصل ہوگی اور پھر کبھی بھی اسلام کا علم سرنگوں نہیں ہوگا، اس وقت شہزادہ علی اصغرؑ نے گہوارے میں

اپنے جدِّ اطہر مولائے کائنات کا طریقہ اختیار فرمایا اور آپ نے قماط کو چاک کر کے خود کو گہوارے سے گرا دیا، مستوراتِ توحید و رسالت کی نظر پڑی تو انہوں نے فوراً جا کر معصوم کو اُٹھایا اور دوبارہ گہوارے میں سلا دیا، مگر معصوم کو گہوارے میں سکون نہیں آیا بلکہ پھر اپنے آپ کو گہوارے سے گرا دیا، جس وقت تیسری مرتبہ معصوم نے اپنے آپ کو گہوارے سے گرایا تو اس وقت مستورات میں کہرام بپا ہوا، ماں نے معصوم کو اُٹھایا اور پوچھا کہ بیٹا آپ بار بار کیوں ایسا کر رہے ہیں؟ پاک شہزادے نے رو کر زبانِ حال سے عرض کیا کہ امّاں جان! میں اپنے باباؑ کی نصرت کرنا چاہتا ہوں، میری غیرت یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ میرے ہوتے ہوئے میرے بابا اپنے آپ کو غریب کہلوائیں جس وقت معصوم شہزادے نے زبانِ بے زبانی سے یہ عرض کیا تو تمام مستورات جمع ہوئیں اس وقت حضرت اُمّ ربابؑ نے اپنے معصوم کو سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ بچوں کی زبان ماں سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے؟ میرے لختِ جگر میں آپ کا مدعا سمجھ چکی ہوں کہ آپ کو اپنے بڑے بھائیوں سے بھی زیادہ اپنے باباؑ کی غربت اور تنہائی کا احساس ہے اور آپ ماں کے دودھ کی لاج رکھنے اور مجھے سرخرو کرنے کی خاطر مظلوم بابا کی نصرت کرنا چاہتے ہیں معظمہؑ اپنے لعل کو اُٹھا کر خیمہ سے باہر آئیں اور انہیں جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی حضرت زینبؑ کے ہاتھوں پر رکھا اور عرض کیا کہ شہزادی! ہر کسی نے اپنی اپنی قربانیاں پیش کی ہیں، اب آپ میری قربانی بھی قبول فرمائیں حضرت زینبؑ نے جلدی سے معصوم کو اس انداز سے اپنے دونوں ہاتھوں پر لیا کہ جس طرح قرآن کریم کو باادب ہو کر لیا جاتا ہے۔

معصوم شہزادے کے زرد رخساروں پر بوسہ دیا اور اپنی پاک ردائے تطہیر میں لے کر سینے سے لگا لیا، اس کے بعد جناب فضہؑ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے بھائی جس

حال میں بھی ہیں انہیں عرض کریں کہ ایک مرتبہ خیام میں آئیں امام مظلوم نے یہ صدائے غیب میدان میں محسوس کی، اپنے سب سے بڑے ناصر کی لبیک کی آواز سنی ذوالجناح کا رُخ خیام کی جانب موڑا

فارتفعت اصوات النساء بالعویل فتقدم الی باب الخیمة وقال لاخته ناولنی ولدی الصغیر حتی اودعه۔

صاحبانِ مقاتل لکھتے ہیں کہ جس وقت مستورات اطہارؑ میں صدائے گریہ بلند ہوئی تو امام مظلومؑ اپنے رہوار کو خیام کے در پر لے آئے اور بہن سے فرمایا کہ بہن! ہمیں ہمارا معصوم بیٹا علی اصغرؑ دیں، ہم اس کے ساتھ آخری وداع فرمانا چاہتے ہیں، جس وقت معظّمہ بی بیؑ نے حضرت علی اصغرؑ کو ان کے سپرد فرمایا تو امام مظلومؑ نے فرمایا۔

وقال لهایا اختاه اوصیك بولدی الاصغرؑ خیرا فانه طفل صغیرٌ وله من العصر ستة اشهر فقال له یا اخی ان هذا الطفل له ثلاثة ایام ماشرب الما طلب له شربة من الماء

اے میری ہمشیرہ ہم اس چھ ماہ کے صغیر لعل کو آپ کی حفظ و امان میں دیتے ہیں، آپ کو اس کا خیال رکھنا ہے، اس وقت معظّمہ بی بی حضرتِ زینبؑ نے عرض کیا کہ آپ اس معصوم کے متعلق تاکید تو فرما رہے ہیں مگر یہ معصوم تو تین دن کا پیاسا ہے، اگر ہو سکے تو پہلے اسے پانی پلا دیں، اُمت سے اس معصوم کے لئے پانی طلب تو کریں، ممکن ہے کہ اُمت کو اس معصوم پر ترس آجائے اور اسے پانی دے دیں۔

امام زین العابدینؑ روایت کرتے ہیں کہ شب عاشور ہمارے بابا نے شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کی خبر دی تھی اور فرمایا تھا یہ بھی کل توحید کی عظمت پر قربان ہو جائیں گے، یہ خبر سن کر جناب قاسمؑ تڑپ اُٹھے تھے اور انہوں نے عرض کیا کہ کیا ظالمین خیام

میں بھی آ جائیں گے اور اس معصوم کو یہاں شہید کریں گے؟ امامؑ نے فرمایا تھا کہ اُن کو خیام میں شہید نہیں ہونا بلکہ ہم ان کو میدان میں لے کر جائیں گے۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت سے سبھی پہلے سے باخبر تھے، اس لئے جس طرح عام صاحبانِ مقتل لکھتے ہیں وہ بات عجیب لگتی ہے، بلکہ حضرت علی اصغرؑ سارے پردہ دارانِ توحید و رسالتؑ کو ان کی شہادت کا علم تھا بلکہ ہر شہید کی شہادت کا علم تھا، صرف ترتیب معلوم نہیں تھی۔

اس لئے جس وقت امام مظلومؑ خیام میں تشریف لائے تو انہوں نے پہلے پردہ دارانِ توحید و رسالتؑ کو سلام کیا، فرمایا کہ اے اہلِ بیتؑ نبوت غریب کا سلام ہو، سارے پردہ دارانِ توحید و رسالت آخری قنات کے دروازے پر تشریف لائے، امام مظلومؑ قنات سے اندر اپنے رہوار پر سوار ہو کر داخل ہوئے، انہوں نے فرمایا کہ ہم نے آپ کے رونے کی آواز سنی ہے اس لئے خیام میں واپس آ گئے ہیں، اسؑ گریہ کی وجہ کیا ہے؟

حضرت زینبؑ نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ ازل کے سبھی فیصلوں سے آپ خود آگاہ ہیں، جس وقت آپ نے طلبِ نصرت کا اعلان فرمایا تو آپ کے معصوم نے اپنے آپ کو گہوارے سے گرا دیا ہے۔

آپ نے رات فرمایا تھا کہ سارے میرے اصحاب و انصار اور عزیز رشتے دار شہید ہو جائیں گے اور ان شہدا میں آپ نے اس معصوم کا نام بھی لیا تھا مگر یہ نہیں فرمایا تھا کہ اس معصوم کو کس وقت قربان ہونا ہے، اگر اس معصوم کی قربانی کا وقت آ گیا ہے تو معصوم نصرت کے لئے تیار ہے اس وقت امام مظلومؑ نے شہزادے علی اصغرؑ کی ماں حضرت اُمّ ربابؑ کی طرف سوالیہ نگاہ فرمائی، انہوں نے سر جھکا کر عرض کیا کہ آقا میں

آپ کی ہر رضا پر راضی ہوں، یہ معصوم لعل تو میرے پاس آپ کی امانت ہے، اگر آپ اسے لے جانا چاہیں تو لے جاسکتے ہیں کیونکہ آپ مالک ہیں بلکہ میرے لئے تو یہ اعزاز ہے کہ میرا کمسن آپ کے کسی کام آجائے، میں تو آپ کی کنیز ہوں۔

امام مظلومؑ نے جس وقت یہ گفتگو سنی تو فرمایا کہ اولاد والدین کے لئے ایک مجبوری بھی ہوتی ہے مگر اولاد سے بڑھ کر ایک اور مجبوری بھی ہوتی ہے کہ اگر بقائے دینِ خدا کی خاطر اولاد قربان کرنا پڑے تو دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔

آج مجھے اپنی نصرت کے لیے اس معصوم کی ضرورت ہے، آپ ایسا کریں کہ اسے سجا سنوار کر مہیائے جہاد کریں، چونکہ ہمارے سامنے سبھی دشمنانِ خدا اور رسولؐ ہیں اس لئے ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسے شان وشوکت سے میدان میں لے جائیں۔

ہر ماں کی طرح آپ کے دل میں بھی یہ تمنا ہوگی کہ علی اصغرؑ جوان ہوتا، ہم اس کی خوشی کرتے، اس کی شادی ہوتی، ہم اسے سہرا پہناتے، اب وہ تمنائیں تو اس وقت پوری ہوں گی کہ جب ہمارے آخری لختِ جگر مہدیؑ کا خروج ہوگا اب چونکہ وقت کم ہے اس لئے جلدی سے اسے سجانے سنوارنے کی کچھ حسرتیں آپ پوری کرلیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو کمسن بہنؑ ساری رات بھائی کو لوری دے کر سلانے کی کوشش میں مصروف رہی اس معصوم سکینہؑ بی بی نے بھی بھائی کے ساتھ وداع کیا ہوگا، تاریخ تو اس بارے میں خاموش ہے مگر دل کہتا ہے کہ اس بہن نے بھائی کے ساتھ وداع ضرور کیا ہوگا اور کہا ہوگا کہ بھائی اگر میدان میں جانا ہی ہے تو ذرا اپنی بہن سے آخری مرتبہ پیار تو کروالیں تا کہ میرے دل میں آپ کو پیار کرنے کی حسرت نہ رہ جائے۔

تاریخ تو یہ نہیں بتاتی کہ معصومہ سکینہؑ بی بی نے صغیر بھائی سے کسی طرح وداع کیا، سبھی جانتے تھے کہ اس معصوم کو جب میدان میں جانا ہے تو پھر زندہ واپس نہیں آنا

ہے، کیونکہ امام مظلومؑ اس معصوم کی شہادت کی خبر شب عاشور دے چکے تھے، اس لئے دل کہتا ہے کہ ماں نے معصوم لعل کو رخصت کرتے وقت یہ بھی فرمایا ہوگا کہ علی اصغرؑ آپ کے بھائی سجادؑ جو اس وقت غش کی حالت میں ہیں ذرا ان سے بھی آخری مرتبہ مل لیں، ان سے بھی پیار کرالیں، بہنوں سے بھی پیاسے ہونٹوں پر پیار لے لیں۔

تاریخ اور صاحبانِ مقتل یہ بحث کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ امام مظلومؑ نے شہزادہ کو کس معظّمہ بی بیؑ کے ہاتھوں سے لیا تھا اور اس بات پر اکثر مؤرخین متفق نظر آتے ہیں کہ انہوں نے شہزادہ کو ان کی والدہ کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ حضرت زینبؑ کے ہاتھوں سے لیا تھا۔

اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ شریف گھروں کی باحیا مستورات کا یہ دستور ہوتا ہے کہ وہ اپنے شیر خوار بچوں کو خود اُٹھا کر عام رشتہ داروں کی موجودگی میں اپنے شوہر کے سامنے نہیں آتی ہیں اور یہ پاک خاندان کی گھریلو زندگی اور ان کی اعلیٰ روایات کے عین مطابق تھا کہ اُمّ ربابؑ نے اپنے فرزند کو خود اپنے سرتاج کے سپرد نہیں کیا بلکہ شہزادے کو امام مظلومؑ نے حضرت زینبؑ کے ہاتھوں سے ہاتھوں پر لیا تھا۔

اُس وقت معظّمہ حضرت زینبؑ نے لختِ جگر کو بھائی کے ہاتھوں پر رکھا تو مرزا دبیر فرماتے ہیں کہ اس وقت شہزادے علی اصغرؑ کی ماں اپنے نونہال کے قریب آئیں اور معصوم کا دایاں ہاتھ پکڑ کر معصوم کے ماتھے پر رکھا اور فرمایا کہ اے مستوراتِ رسالت تمہیں میرا لعل آخری سلام کر رہا ہے۔

اصغرؑ کو لے چلے جو شہنشاہِ بحر و بر — مُڑ مُڑ کے اُس نے کنبے پہ حسرت سے کی نظر
ننھا سا ہاتھ ماتھے پہ رکھا جھکا کے سر — بانوؑ پکاری پھیر کے منہ کو اِدھر اُدھر
لوگو مرا کلیجہ نکلتا ہے تھام لو

اصغرؑ سدھارتے ہیں جہاں سے سلام لو

گھر سے نہیں چلے ہیں، یہ دنیا سے جاتے ہیں　　　ننھے سے ہاتھ جوڑ کے ماں کو دکھاتے ہیں

زینبؑ پکاری ہونٹوں کو بھی تو ہلاتے ہیں　　　اِتنے دِنوں کے دودھ کا حق بخشواتے ہیں

وہ بولی بس کلیجے پہ نشتر نہ ماریئے

بس دودھ چھ مہینے کا بخشا سدھاریئے

اس کے بعد حضرت اُمّ رباب ؑ نے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی کہ بیٹا میدان میں جارہے ہو خیال رکھنا کہ آپ کے جیتے جی کوئی تیر آپ کے بابا کی جانب نہ آنے پائے، اگر کوئی ظالم تیر چلائے بھی سہی تو اپنا گلا پیش کرنا فرمایا کہ میرے نونہال مجھے اپنے دودھ پر مکمل بھروسہ ہے مگر پھر بھی تاکید کروں گی کہ آج امام مظلومؑ پر سبھی بیبیاں اپنے اپنے جوان بیٹے اور بھائی قربان کر کے حضرت فاطمہ زہراؑ سے سرخرو ہوچکی ہیں، کسی بی بی نے اکبرؑ جیسا جوان بیٹا دیا ہے، کسی بی بی نے قاسمؑ جیسا دولھا فدا کیا ہے، کسی بی بی نے عونؑ و محمدؑ جیسے حسین دلبند قربان کیے ہیں، اب میری باری آئی ہے تو اب آپ ہی کو ماں کے دودھ کی لاج رکھنا ہے، اب ماں کی عزت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ (مجالس المنتظرین علی روضۃ المظلومین صفحہ ۲۶۵ تا ۲۷۳)

خیام سے برآمدگی:

تاریخ بتاتی ہے کہ شہنشاہِ کربلا اپنے معصوم گواہ کو اُٹھا کر جب خیمے سے برآمد ہونے لگے تو پہلی قنات کے اندر پہلے خود گھوڑے پر سوار ہوئے، تلوار کمر کے ساتھ تھی، جس وقت زین پر سوار ہوچکے تو اس وقت حضرت زینبؑ سے فرمایا کہ اب یہ معصوم ہمیں دے دو، معصوم کو اپنے آگے زین پر زانوؤں پر لٹایا اور خیمے سے باہر

تشریف لے آئے۔

باہر گرم لو چل رہی تھی، سورج عین نصف النہار پر تھا، امام مظلومؑ نے اپنے معصوم لختِ جگر کے چہرے پر نگاہ فرمائی، تمازتِ آفتاب کی وجہ سے معصوم کی پیاس بڑھ گئی، بلاتشبیہ جس طرح مچھلی پانی سے باہر آئے تو جلدی جلدی منہ کھولتی اور بند کرتی ہے، اسی طرح معصوم نے جلدی جلدی سانس لینا شروع کیے، امام مظلومؑ نے ذوالجناح کو روک کر فوراً پشت سے ڈھال کو اُتارا، ایک ہاتھ سے معصوم کو سنبھالا اور دوسرے ہاتھ سے معصوم پر ڈھال کا سایہ کیا، اس رنگ میں ظالمین کی طرف روانہ ہوئے۔

اس وقت شامیوں نے نگاہ کی تو امام مظلومؑ کی آغوش میں غلافوں میں لپٹی کوئی چیز نظر آئی، ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ یقیناً امام مظلومؑ قرآن لے کر آرہے ہیں، مگر یاد رکھو کہ صفّین کے میدان میں ہم نے قرآن نیزوں پر بلند کیا تھا اور ان کے بابا علی مرتضیٰؑ نے حکم دیا تھا کہ جزدان میں قرآن نہیں ہیں پتھر بھرے ہیں ان منافقوں سے جنگ کرو، آج یہ قرآن لے کر آرہے ہیں، کل انہوں نے صرف حکم دیا تھا، تیر مارے نہیں تھے، آج ہم قرآن پر تیر برسا کر دکھائیں گے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شامیوں نے معصوم کو قرآن کیوں سمجھا تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ امام مظلومؑ جتنی مرتبہ بھی خیام میں تشریف لے گئے تو اُمّت پر اتمامِ حجّت کے لئے ہر مرتبہ کوئی چیز ضرور لے آئے، یعنی کسی وقت عمامۂ رسولؐ سرِ اطہر پر موزوں فرما کر اتمامِ حجّت کیا، کسی وقت دیگر تبرکات کے ساتھ آراستہ ہو کر آئے، اس لئے ظالمین نے یہ سمجھا کہ اب اتمامِ حجّت کا آخری سامان قرآن ہی ہو سکتا ہے۔

جس وقت امام مظلومؑ میدان میں تشریف لائے تو ظالمین نے آواز دی کہ ہم سمجھ گئے ہیں، آپ قرآن لے کر آرہے ہیں، مگر ہم نہیں مانیں گے۔ امام مظلومؑ نے فرمایا

کہ دیکھو یہ قرآن نہیں بلکہ یہ ماں کی ممتا کا مصحفِ ناطق ہے اور اس کے معصوم رخِ انور کی زیارت تمام آلِ محمدؐ کا دستور ہے، اتمامِ حجت کے لئے اللہ کے دین مبین کا آخری گواہ بنا کر لا رہا ہوں۔

امامِ مظلومؑ نے اپنے رہوار کو ظالمین کے سامنے روکا، شہنشاہِ کربلا زینِ ذوالجناح پر سوار تھے، ظالمین کی نگاہیں اس ڈھال پر مرتکز تھیں کہ جس کے نیچے ان کے خیال کے مطابق قرآنِ کریم تھا، جس وقت شہنشاہِ کربلا کا رہوار لشکر ملعون کے سامنے آیا تو وہ ملاعین و ظالمین یہ ارادہ رکھتے تھے کہ جونہی یہ قرآن پاک ظاہر فرمائیں گے ہم تیروں کی بارش کر دیں گے۔

مگر جب شہنشاہِ کربلا نے اپنی ڈھال ہٹا کر معصوم کے رُخِ انور سے چادر ہٹائی اور معصوم علی اصغرؑ کا رخِ اقدس آب ظاہر ہوا تو تیس ہزار کمانوں سے تیر زمین پر گر گئے، ظالمین نے نگاہ کی تو دیکھا کہ معصومیت کا خداوند لاشریک اپنی جملہ معصومیت چہرے پر سجا کر سویا ہوا تھا، کیفیت یہ تھی کہ معصوم کی آنکھیں بند تھیں، پیاس سے چہرہ سفید ہو چکا تھا، رو رو کر معصوم اپنے ہونٹ کھولتا تھا، یہ دردناک منظر دیکھ کر تمام لشکرِ شام کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو جاری ہوئے۔

ایک ایسا ہنگامۂ درد بپا ہوا کہ جس کے ساتھ انفس و آفاق میں قیامت خیز درد کی لہر موجزن ہوئی، ظالمین کے لشکر میں سنگدل سے سنگدل آدمی بھی منہ چھپا کر رونے میں مصروف تھا۔

اس وقت امامِ مظلومؑ نے اپنے معصوم لعل کو زین سے اُٹھایا، اپنے سینہ سے لگایا اور معصومیت پر پیار آیا تو معصوم کی جبین پر بوسہ دیا اور معصوم کے ساتھ راز و نیاز کے انداز میں کلام فرمانا شروع کیا۔

کتب مقاتل کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ "وھو تنـاغـی" عربی زبان میں کہتے ہیں کہ **المواة تناغی الصبی او تکلمه بما یعجبه ویسره**

جس طرح ماں اپنے معصوم بچے کے ساتھ لوری کے انداز میں سلانے کے لئے گفتگو کرتی ہے ...اسی طرح امام مظلومؑ اپنے کمسن کو بہلانے میں مصروف تھے، ان کے پیار کا یہ انداز دیکھ کر لشکرِ شام میں گریہ کا کہرام بپا ہوا۔

مظلوم کربلاؑ کا آخری مجاہد اعظم میدان میں تشریف لایا مگر اس مجاہدِ اعظم کا انداز سب سے عجیب تھا، زرہ کی جگہ ماں کا پہنایا ہوا کرتہ تھا، خیام سے لے کر میدان تک بابا کے کانپتے ہوئے ہاتھوں پر ڈھال کے سائے میں سفر کر کے میدان میں پہنچے، تلوار کی بجائے پیاس سے بند مٹھیاں تھیں اور رجز کی جگہ ایک لامتناہی خاموشی تھی، دشمن کے دل پر وار کرنے والی پیاس سے خشک زبان تھی، اپنے دادا سرکار امیر المومنینؑ کی طرح اپنی حفاظت سے بے نیاز، آنکھیں بند کر کے نمازِ توحید میں مصروف تھے، طویل روزہ داری کے آثار چہرے پر زردی کی شکل میں نمایاں تھے۔

یہ ایک ایسا منظر تھا کہ جس سے سارا لشکر شام اپنے جگر کو تھامے رو رہا تھا، ابنِ سعد ملعون اپنے لشکر سے کچھ پیچھے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ منظر دیکھ رہا تھا، اس کے دائیں بائیں دو ملعون کھڑے تھے، ایک عقبہ بن بشر غنوی ملعون تھا، دوسرا حرملہ بن کاہل اسدی ملعون تھا، یہ ملعون عرب میں چالیس جوانوں کے برابر کا جوان مشہور تھا اور یہ صرف تیر انداز ہی نہیں تھا بلکہ اپنے دور میں تیر اندازی کا بہت بڑا استاد مانا جاتا تھا، ان سب ملاعین نے لشکرِ شام کے تیور دیکھے اور میدان میں رونے کی آوازیں سنیں، اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے ان دونوں ملاعین کو سر کے اشارہ سے اپنے قریب آنے کو کہا اور خود گھوڑے کو آگے بڑھا کر لشکر کی سب سے اگلی صف میں آ گیا، عقبہ بن

بشر غنوی ملعون اور حرملہ بن کاہل ملعون بھی اپنے اپنے گھوڑے آگے بڑھا کر اس کے قریب آ کھڑے ہوئے، اس وقت امام مظلوم نے اتمامِ حجّت کے لئے معصوم کا رُخ ظالمین کی طرف پھیرا اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا کہ:-

اے گروہِ ظالمین! یقین جانو کہ میں فرزندِ رسولؐ مقبول ہوں اور اگر تم مجھے فرزند رسولؐ نہیں مانتے تو کوئی بات نہیں، لیکن مجھے مسلمان تو سمجھ لو اگر تم مجھے مسلمان بھی سمجھ لو تو پھر خود بتاؤ کہ کیا مسلمان کہلوانے والے پر کسی کلمہ گو کا خون مباح ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی مسلمان بغیر وجہ کے کسی دوسرے مسلمان کو شہید کر سکتا ہے؟ اگر تم مجھے مسلمان بھی نہیں سمجھتے تو یہ حدیثِ پیغمبر یاد کرو کہ

کل مولود یولد علیٰ فطرۃ الا سلام

یعنی پیدا ہونے والا ہر معصوم فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، تمہاری نگاہ میں اگر کوئی قصور یا جرم ہے تو وہ ہمارا ہے، اس معصوم کا تو کوئی جرم نہیں ہے، تم اس معصوم کو پانی تو پلا دو.....اور اگر تمہیں میری بات پر یقین نہ آئے تو اس معصوم سے خود پوچھ لو کہ یہ کتنا پیاسا ہے، فطرتِ انسانی ہے کہ ہر صاحبِ اولاد بچوں کو محبت و شفقت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، دشمن کے بچوں پر بھی ظلم کرنا جائز نہیں سمجھا جاتا، معصوم چاہے کسی کا بھی ہو وہ قابلِ رحم ہوتا ہے، مجھے اس معصوم کے لئے تھوڑا سا پانی دے دو جس سے اس کی پیاس بجھائی جا سکے، خود اندازہ کرو کہ چھ ماہ کے کمسن معصوم کی پیاس بجھانے کے لئے کتنے پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر تم اس معصوم کی پیاس بجھانے کے لئے تھوڑا سا پانی دے سکو تو یہ مجھ غریب اور مظلوم پر احسان ہوگا ظالمین نے نگاہ کی تو اس وقت معصوم اپنی خشک زبان ہونٹوں پر پھیر رہا تھا، اتمام حجت کے دردناک منظر کو دیکھ کر عالم ملکوت میں کہرام بپا ہوا، لشکرِ شام وکوفہ میں گریہ وبکا کی آوازیں بلند ہوئیں، کئی

لوگوں نے بلند آواز سے عمر ابن سعد ملعون عبیداللہ ابن زیاد ملعون اور فرعون شام یزید پر لعنت کرنا شروع کر دی۔

اپنی فوج میں بغاوت کی فضا دیکھ کر عمر ابنِ سعد ملعون نے عقبہ بن بشر غنوی ملعون اور حرملہ اسدی ملعون کی طرف دیکھے بغیر ایک مبہم سا حکم دیا کہ **اقطع نزاع القوم**، قوم کے (لشکر شام کے) اس جھگڑے کو ختم کرو۔ یہ معصوم کی معصومیت کا اثر تھا کہ عمر ابن سعد ملعون جیسا شقی القلب درندہ بھی معصوم کو شہید کرنے کا واضح حکم نہیں دے سکا، بلکہ اشارے اور کنائے کے ساتھ حکم دیا ان دونوں ملاعین نے اس حکم کو اپنی طرف سمجھا، اور یہ گھوڑوں سے اُتر کر فوج سے آگے آ کھڑے ہوئے، یعنی عمر ابنِ سعد ملعون کے گھوڑے کے بالکل سامنے ایک دائیں طرف اور دوسرا بائیں طرف آ گیا۔

اس وقت عقبہ بن بشر غنوی ملعون اور حرملہ بن کاہل ملعون دونوں نے اپنی اپنی کمانوں کو کاندھوں سے اُتارا، پھر انہوں نے اپنی کمانوں کے ایک سرے کو زمین پر ٹکا کر دوسرے سرے پر سینے کا زور دیا اور کمان جھکا کر چلے چڑھائے، سب سے پہلے عقبہ بن بشر غنوی ملعون نے زمین پر زانو ٹکا کر شست لگائی، مگر جس وقت اس ملعون کی شہزادے علی اصغرؑ کے چہرے پر نظر پڑی تو اس کے ہاتھ سے تیر زمین پر گر گیا، یہ روتا ہوا واپس مڑا اور اس نے بلند آواز سے کہا کہ خدا تم سب پر لعنت کرے، کیا ایسے معصوم پر ظلم کرنا ممکن ہے؟ واللہ مجھ سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔

اس وقت لشکرِ شام میں ابنِ سعد ملعون کے خلاف آوازیں بلند ہوئیں، پھر اس ملعون نے حرملہ بنِ کاہل اسدیِ ملعون کو حکم دیا کہ **اقطع نزاع القوم** قوم کے اس جھگڑے کو ختم کرو، اس وقت حرملہ ملعون نے اس کی بات کو نہ سمجھتے ہوئے وضاحت طلب کی اور پوچھا کہ

نزاع الاکبر او اصغر ...کیا بڑے نزاع کو ختم کرنا ہے یا چھوٹے نزاع کو؟ یعنی نشانہ شہنشاہ مظلومِ کربلا کو بنانا ہے یا کمسن معصوم کو؟

ابنِ سعد ملعون نے کوئی جواب نہیں دیا، اس وقت حرملہ ملعون نے کاندھے کے اوپر سے ہاتھ بڑھا کر ترکش میں سے تیر کھینچا، اس نے تیر سہ شعبہ کمان کے چلے میں ڈالا اور فوراً زمین پر زانو جما کر نشانہ لیا۔

یہ حرملہ بن کاہل اسدی ملعون تین ہزار تیر انداز کا استاد تھا اور اس زمانہ میں جس وزن کی کمان یہ ملعون استعمال کرتا تھا پورے عرب میں اس وزن کی کمان چند طاقتور جوانوں کے علاوہ کوئی استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

اس وقت امام مظلومؑ نے اپنے معصوم فرزند کو ہاتھوں پر بلند فرمایا تاریخ کے الفاظ یہ ہیں کہ اتنا بلند فرمایا کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آ رہی تھی۔

اس وقت ملعون حرملہ نے پوری قوت سے کمان کو جھکایا اور اس میں تیر چڑھا کر شست لگائی، امام مظلومؑ نے بائیں ہاتھ پر معصوم کو اُٹھا کر دائیں ہاتھ کو معصوم کی کمر پر سہارے کے طور پر رکھا ہوا تھا اور معصوم کا رخ اُمتِ ملعون کی طرف کر کے کلام فرمانے میں مصروف تھے اس وقت حرملہ ملعون نے چلّے میں تیر چڑھا کر زِہ کو کھینچا، ایک بار کھینچا مگر تیر نہیں چھوڑ سکا، دوبارہ کھینچا مگر تیر نہیں چھوڑ سکا، اس ملعون نے تیسری مرتبہ کمان کو کھینچا مگر پھر بھی تیر نہیں چھوڑ سکا، اس وقت عمر ابنِ سعد ملعون نے اسے جھڑک کر کہا کہ اے بد بخت تو تیر اندازی کا استاد کہلواتا ہے حوصلہ کیوں ہار گیا ہے؟ اس ملعون نے جواب دیا کہ خدا تجھ پر لعنت کرے، ظالم تو بڑا سنگدل ہے۔

دو باتیں ایسی میرے سامنے ہیں کہ جن کی وجہ سے میں تیر نہیں چلا سکتا ہوں، ابنِ سعد ملعون نے پوچھا کہ کیا بات ہے، اس نے جواب دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ

جس وقت میں تیر چلانے کا ارادہ کرتا ہوں تو میرا دل کانپ جاتا ہے اور ساتھ ہی میرے ہاتھ بھی کانپ جاتے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مظلوم کرب و بلا کے ہاتھوں پر معصوم بھی کانپتا ہے اور اس کے ساتھ عرشِ الٰہی بھی کانپ رہا ہے اور جب میں تیر چلانے کے لیے معصوم کے گلے کا نشانہ لیتا ہوں تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک معصوم کا گلا نہیں ہے بلکہ رسولؐ خدا ہیں کہ جنہوں نے اپنا گلا معصوم کے گلوئے نازک پر رکھا ہوا ہے، اور مجھے یہ نہیں سمجھ میں آرہا کہ میں کون سے گلے کا نشانہ لے کر تیر چلاؤں۔

ابنِ سعد ملعون نے پوچھا کہ دوسری وجہ کیا ہے جو تجھے تیر نہیں چلانے دے رہی؟ حرملہ ملعون نے رو کر کہا کہ اے ظالم! تجھے کیا معلوم، ذرا امام مظلوم کے خیمے کی طرف نگاہ کر کہ جس وقت میں تیر چلانے کی کوشش کرتا ہوں تو سامنے جو قنات ہے وہ ہل جاتی ہے، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ایک ماں کی آواز میرے کانوں میں آرہی ہے کہ اے ظالم! کچھ تو خوفِ خدا کر، میری آغوش خالی نہ کر، میرے نورِ نظر پر ظلم سے باز آجا، ظالم بچوں کا حلق تو اتنا نازک ہوتا ہے کہ خالق نے ان کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ان کی غذا شیرِ مادر کو قرار دیا ہے۔ اس خیال سے تو میرے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے، اس وقت عمر ابنِ سعد ملعون نے اسے ڈانٹ کر گالی دی اور کہا کہ تمام لشکر باغی ہو رہا ہے اور تو بہانے تراش رہا ہے، اب دیر نہ کر، فوراً یہ قصہ ختم کر۔ جس وقت شہزادہ علی اصغرؑ کا گلوئے نازک بادِ سموم کی زد میں آیا تو اس کا اتنا شدید اثر ہوا کہ ماں کے اس نازک پھول کا رنگ پہلے زرد تھا پھر سرخ ہو گیا، اور چمن نبوی کا یہ پھول ایک دم مرجھا کر شاخِ شجر سے گر کر زمین بوس ہو گیا، ارض و سما متزلزل ہوئے، عرشِ الٰہی کانپنے لگا، قیامت کے آثار ظاہر ہوئے، ہر طرف ہائے ہائے کا شور بلند ہوا۔

صاحبان مقتل نے اس موقعے کی مناسبت سے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ جس طرح عرب اور ایران میں یہ رسم رائج ہے کہ روزِ عاشور کے تمام واقعات کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح تبریز (جو حضرت شاہ شمس تبریزی کا وطن ہے) میں بھی روزِ عاشور پورے واقعۂ کربلا کو عملی صورت میں پیش کیا جاتا تھا ایک سال انہوں نے روزِ عاشور شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کے واقعہ کو پیش کرنے کا پروگرام مرتب کیا، انہوں نے کئی مومنین سے حرملہ بن کاہل اسدی ملعون کی شبیہ بننے یعنی اس ملعون کا کردار ادا کرنے کے لئے گزارش کی مگر کوئی مومن بھی اس پر آمادہ نہ ہوا، پھر مومنین نے مشورہ کیا کہ ہم کسی ایسے آدمی کو حرملہ کی شبیہ بنائیں جو غیر مذہب کا ہو کیونکہ ایران میں آج بھی آتش پرست مجوسی موجود ہیں، انہوں نے تبریز کے ایک آتش پرست کو اس بات پر آمادہ کیا کہ حرملہ ملعون کا کردار وہ ادا کرے گا، اور اسے سمجھایا گیا کہ تیرے ساتھ ایک فوج ہوگی، تیرے سامنے ایک بزرگ سید امام مظلومؑ کی شبیہ بن کر آئیں گے، ان کے ہاتھوں پر معصوم شہزادے کی شبیہ ایک سیّد زادہ بچہ ہوگا، وہ تجھ سے پانی طلب کریں گے، تو عرض کرنا کہ میں پانی نہیں دے سکتا، اس کے بعد تیر فضا میں چھوڑ دینا، یہ سارا پروگرام مرتب کیا گیا اور اسے سب کچھ سمجھا دیا گیا۔

جس وقت روزِ عاشور بعد از زوالِ آفتاب شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کا وقت ہوا تو اسی طرح میدان میں فوجوں کی صف آرائی کی گئی، اس آتش پرست کو فوج میں مرکزی مقام دیا گیا، میدان میں خیمے لگائے گئے، اس کے بعد سلسلہ شروع ہوا، ایک بزرگ سیّد خیمے میں سے گھوڑے پر برآمد ہوئے، ان کے ہاتھوں پر ایک کمسن معصوم تھا، جس پر انہوں نے ڈھال کا سایہ کیا ہوا تھا اور عبا کا دامن بھی معصوم پر رکھا ہوا تھا، انہوں نے پروگرام کے مطابق فوج کے سامنے اس معصوم کے لئے پانی کا سوال کیا اور معصوم

کو ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا کہ اے فوجِ اشقیا! میرے اس معصوم کو ایک گھونٹ پانی تو پلا دو؟ ان بہتے ہوئے دریاؤں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی، مجھے معصوم کے لئے پانی تو دے دو"۔

جس وقت انہوں نے یہ سوال کیا تو اس آتش پرست کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا، جب اس کی طبیعت کچھ سنبھلی تو اس وقت اس نے سیّد بزرگ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امام حسینؑ مجھے تو یہ سمجھایا گیا تھا کہ جب وہ پانی طلب کریں تو انکار کر دینا، میرے آقا! واللہ میں اب انکار نہیں کر سکتا، کیا آپ جیسے کریم سے کسی چیز کا انکار کیا جا سکتا ہے؟ خدا جانے وہ ملعون کتنے سنگدل تھے کہ جنہوں نے معصوم کو بھی پانی نہیں دیا تھا۔

حرملہ ملعون کا ظلم بھرا تیر اس قدر شدید تھا کہ تاریخ کے الفاظ ہیں۔

ذبح من اذن الی اذن میں اس کا ترجمہ تو نہیں کر سکتا صرف اتنا عرض کروں گا کہ جس وقت ظلم بھرے تیر نے آ کر گلے کا بوسہ لیا تو معصوم نے ایک بار بابا کے چہرے پر نگاہ فرمائی، ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ آئی، دونوں بانہیں کھول کر بابا کے گلے میں ڈال دیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس وقت معصوم علی اصغرؑ باباؑ کے چہرے پر نگاہ کر کے مسکرائے، اس کے بعد اپنے بابا کے ہاتھوں میں سر سجدے میں جھکا دیا، جس وقت معصوم نے بڑھ کر اس ملعون کا تیر گلے پر لیا تو حرملہ ملعون نے دادِ طلب نگاہوں سے ابنِ سعد ملعون کی طرف دیکھا۔

تاریخ گواہ ہے کہ حرملہ ملعون کے تیر نے بیک وقت دو زخم لگائے، پہلے اس نے

معصوم علی اصغرؑ کا گلا زخمی کیا، پھر امام مظلومؑ کے بازو میں پیوست ہوگیا، امامِ مظلومؑ نے اپنے بازو سے اسے باہر نہیں کھینچا بلکہ فوراً معصوم کو سینے سے لگا کر اپنا ایک ہاتھ معصوم کے گلے کے زخم کے نیچے رکھ دیا تاکہ خون کا کوئی قطرہ زمین پر نہ گرنے پائے، جس وقت ہاتھ خون سے لبریز ہوگئے تو امام مظلومؑ نے اس خون سے اپنی ریش اطہر خضاب فرمائی، اس کے بعد دوبارہ ہاتھ زخم کے نیچے رکھ دیا، جس وقت خون جمع ہوگیا تو اسے آسمان کی طرف روانہ فرمایا، امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ

فلم تسقط من ذالك الدم قطرة الى الارض

معصوم کے خون کو جس دم آسمان کی طرف اُچھالا گیا تو اس میں سے ایک قطرہ بھی واپس زمین پر نہیں آیا۔ جس وقت امام مظلومؑ معصوم کے گلے کے نیچے ہاتھ رکھ کر خون جمع کرنے میں مصروف تھے تو اس وقت معصوم کا سر بابا کے شانہ پر تھا، گلے میں سے خون جاری تھا۔

معصوم کی حالت اور کیفیت دیکھ کر لشکرِ شام کی چیخیں نکل گئیں، ابنِ سعد ملعون نے حرملہ بن کاہل ملعون کو نشانے کی داد دی، ظالم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

مظلومِ اکبر......علی اصغرؑ:

کربلا کی سرزمین ہے، قیامت کا روز ہے، امام مظلومؑ کے ہاتھوں پر معصوم کی لاش ہے، یہ اپنے معصوم کو پانی پلانے کے لئے میدان میں لائے تھے، معصوم پانی سے تو سیراب نہیں ہوسکا مگر جامِ شہادت سے سیراب ہوگیا، جس کے بعد کسی پیاس کا امکان ہی باقی نہیں رہا، اس وقت اُمتِ ملعون اگر اس معصوم کو پانی دے دیتی تو یہ معصوم کتنا پانی پی لیتا؟ ایک یا دو گھونٹ اور یہ حقیقت ہے کہ چھ ماہ کے معصوم کے

گھونٹ پانی کے قطرے ہوتے ہیں۔

اُمت ملعون کے سامنے دو دریا بہہ رہے تھے، ایک دریائے فرات تھا کہ جو کربلا سے تھوڑی دور مشرقی طرف بہہ رہا تھا اور اس کی ایک نہر علقمہ ''خیامِ حسینی'' سے تھوڑی دور اس مقام پر تھی کہ جہاں آج حضرت عباسؑ کا روضہ اطہر ہے دوسری نہر ہندی جو آج ہمارے سامنے موجود ہے، جسے پہلے نہر طویرج کہا جاتا تھا، نہر علقمہ زمین میں غائب ہوگئی تھی کیونکہ جس وقت جناب سجادؑ شام سے واپس تشریف لائے تھے تو اس وقت انہوں نے نہر علقمہ کو دیکھ کر فرمایا تھا تو ابھی تک سطح زمین پر جاری ہے، تو شرم سے زمین میں دفن نہیں ہوگئی؟ اس فرمان کو سنتے ہی نہر کے دونوں کنارے آپس میں مل گئے تھے اور وہ آج بھی زیرِ زمین جاری ہے، حال ہی میں اس کی ویڈیو کیسٹ بھی آچکی ہے جس میں دکھایا گیا ہے کہ یہ نہر حضرت عباسؑ کے اصل مزار کے نیچے جاری ہے۔

معصوم شہزادے کو شہید کرنے والا حرملہ بن کاہل اسدی ملعون تھا جو فن تیر اندازی میں بڑا ہی ماہر سمجھا جاتا تھا۔

اس کا ثبوت یہ ہے کہ عقبہ بن بشر اسدی جو کہ عقبہ بن بشر غنوی ملعون سے ایک علیحدہ شخصیت ہے، وہ ایک دن امام ابو جعفر محمد الباقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسے دیکھ کر امام کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، اس نے پوچھا کہ آقا آپ گریہ کیوں فرما رہے ہیں؟ امام نے فرمایا کہ تو اسدی قبیلہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ہمارا ایک خون اسدی قبیلے کی گردن پر بھی ہے، اس نے عرض کیا کہ آقا اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے، امامؑ نے فرمایا کہ ہاں تیرا تو کوئی قصور نہیں ہے مگر جب ہم کسی اسدی جوان کو دیکھتے ہیں تو ہمیں امام مظلومؑ کی آغوش میں شہید ہونے والا معصوم یاد آجاتا

ہے، جسے تمہارے قبیلے کے ایک ملعون نے سید الشہدا کی آغوش میں شہید کیا تھا۔

منہال ابن عمرو جسے صحابیٔ رسولؐ بھی کہا جاتا تھا یہ وہ منہال ہے کہ جو شام میں جناب سید الساجدینؑ کو بھی ملا تھا، یہ روایت کرتا ہے کہ میں ۶۸ یا ۶۹ ہجری میں حج بیت اللہ کے لئے مکّے گیا اس وقت جناب مختار ثقفی کی کوفے میں حکومت قائم ہو چکی تھی اور انہوں نے ظالمین سے انتقام کا سلسلہ شروع کیا ہوا تھا یعنی واقعہ کربلا سے تقریباً سات یا آٹھ سال بعد کی بات ہے کہ میں حج کر کے مکّے سے مدینۃ الرسولؐ میں شہنشاہِ انبیاء کی زیارت کو آیا تا کہ تکمیلِ حج ہو جائے جس وقت میں مسجد النبی میں داخل ہوا تو اس وقت اپنے خانۂ اطہر کے دروازے کے سامنے جناب سید السّاجدینؑ کی مسند لگی ہوئی تھی، ان کے سامنے کافی لوگ جمع تھے اور امامِ مظلومؑ کی دستار کے وارث تکیہ کے سہارے تشریف فرما تھے، میں نے ان کے قریب جا کر سلام عرض کیا اور دست بوسی کے بعد بیٹھ گیا، کچھ دیر خاموشی کے بعد انہوں نے فرمایا اے منہال تم کوفے سے کب آئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ حج کے لئے وہاں سے چند ہفتے پہلے چلا تھا اس وقت شہنشاہِ معظم نے مختار ثقفی کی خیریت دریافت فرمائی میں نے عرض کیا ان کی آتشِ انتقام دشمن کے لئے عذاب جہنم کی طرح عروج پر ہے اس وقت امام زین العابدینؑ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور رو کر فرمایا کہ کوفے میں تیرا ایک محلے دار تھا جس ملعون کا نام حرملہ بن کاہل اسدی تھا اس کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جب میں وہاں سے چلا تھا تو وہ ملعون زندہ چل پھر رہا تھا، جناب سجادؑ نے ایک سرد آہ بھر کر آسمان کی طرف نگاہ کر کے دو مرتبہ فرمایا۔

اللّٰھم اذقه الحر النار ...... خالق اس ملعون کو اب تو آتشِ جہنم کا مزہ چکھا دے میں نے عرض کیا کہ آقا اب تک تو آپ کی ذات نے کسی کو بددعا نہیں فرمائی کیا

یہ اتنا بد بخت اور شقی ہے کہ آپ یہ کلمات فرما رہے ہیں؟

آپ نے رو کر فرمایا کہ اس ملعون نے ہماری ماںؑ کو وہ دکھ دیا ہے کہ پورا ایک سال وہ دھوپ میں بیٹھ کر اپنے معصوم کو رو رو کر دنیا سے رخصت ہوئی ہیں، مظلوم تو روتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ظالم ابھی تک زندہ ہیں، اور دندناتے پھر رہے ہیں، عدل میں اتنی دیر بھی تو عدل کے منافی ہے۔

منہال سے روایت ہے کہ جس وقت میں واپس کوفہ آیا تو حرملہ ملعون گرفتار ہو کر مختارِ ثقفی کی خدمت میں پیش کیا جا چکا تھا، میرے سامنے اسے اذیت ناک طریقے سے فی النار کر کے جس وقت نذرِ آتش کیا گیا تو میں نے سجدۂ شکر ادا کیا مجھے دیکھ کر جناب مختار ثقفی نے پوچھا کہ آپ نے سجدۂ شکر کیوں ادا کیا ہے؟ میں نے انہیں جناب امام سجادؑ کا فرمان سنایا تو اس وقت جناب مختار ثقفی نے بھی تخت سے اُتر کر زمین پر سجدۂ شکر ادا کیا کہ آقا کی بددعا کی تکمیل کا شرف خلاقِ عوالم نے مجھے عطا فرمایا ہے۔

منہال کہتا ہے کہ میں نے جناب مختار کی خدمت میں عرض کیا کہ آج دوپہر کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں، جناب مختار نے فرمایا کہ جس دن میں کسی ملعون کو فی النّار کرتا ہوں تو اس دن شکرانہ کا روزہ رکھتا ہوں اور آج بھی میں روزہ سے ہوں.... میں عرض کر رہا تھا کہ حرملہ بن کاہل اسدی ملعون اتنا بد بخت تھا کہ اسے سید الصّابرین کی ذاتِ پاک نے بھی بددعا فرمائی ہے، اس کا ظلم کوئی کم تو نہیں تھا۔

جس وقت امام مظلوم اپنے لختِ جگر کو لے کر میدان میں تشریف لائے تو انہوں نے پہلے امت ملعون پر اتمامِ حجت کیا، اس وقت دو ملاعین نے تیر چلانا چاہا ایک عقبہ بن بشر غنوی ملعون تھا کہ جو عین موقع پر حوصلہ ہار گیا تھا، دوسرا یہ حرملہ ملعون تھا کہ جس نے اپنے ظلم کی تکمیل کی تھی۔

عرفا عظام کا ایک قول یہ بھی ہے کہ پہلے امام حسینؑ نے معصوم لعل کا خون زمین کے سپرد کرنے کا ارادہ فرمایا مگر زمین لرز گئی اور اس نے عرض کی کہ آقا اگر ایک قطرہ بھی زمین پر آیا تو میں برباد ہو جاؤں گی، میں اس معصوم کے خون کے وزن کی متحمل نہیں ہو سکتی، اس وقت امامِ مظلوم نے آسمان کی طرف نگاہ فرمائی تو آسمان متزلزل ہو گیا اور عرض کی کہ آقا! قیامت تک آسمانوں سے نازل ہونے والی کوئی بھی چیز نازل نہیں ہو سکے گی، اس وقت امام مظلومؑ نے فرمایا کہ:-

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

اس کے بعد اپنے رُخِ انور پر اس خونِ اطہر سے خضاب فرمایا، جس وقت دوسری بار لہو ہاتھ میں جمع ہوا تو پھر انہوں نے ارادہ فرمایا کہ جبین مبارک پر خضاب کریں عین اس وقت خالق کی ندا آئی کہ اگر یہ خون آپ کی جبین کی زینت بن گیا تو میری توحید کو سرخرو کون کرے گا؟ اب اسے آسمان کی طرف روانہ فرمائیں، یعنی امامت ونبوت اور وحدت کو اس معصوم کے خون کے چند قطرات نے سرخرو فرمایا اس لئے کوئی قطرہ واپس زمین پر نہیں آیا، بلکہ توحید سے لے کر سارے ملکوت ان چند قطرات سے سرخرو ہو گئے۔

یہاں ایک سوال کا جواب ضروری ہے جسے اکثر صاحبانِ مقاتل نے اُٹھایا ہے کہ جس وقت تیر فضا میں تھا دور سے آتا دکھائی دیا تھا۔ اس وقت اگر امام مظلوم معصوم کو بچانا چاہتے تو بچایا جا سکتا تھا مگر امام مظلوم نے اپنے لعل کو کیوں نہیں بچایا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ اپنی قوتِ الٰہیہ اور منصب ربوبیت کو استعمال فرماتے تو کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا مگر وہ اپنے اختیارات کو استعمال میں لائے ہی نہیں

دوسری ظاہری وجہ یہ تھی کہ اس وقت امامِ مظلومؑ اپنے معصوم پر جھک کر پیار سے راز و نیاز فرمانے میں مصروف تھے، بہ الفاظِ مقاتل لوری دے کر بہلانے میں مصروف تھے کہ اچانک ملعون نے ظلم کیا، جونہی ملعون کا تیر معصوم علی اصغرؑ کے گلے پر لگا۔

ضمہ الیٰ صدرہ و قبل وجہ و عینہ وجبینہ وقال یا بُنی ویل لھولاء القوم اذا کان خصمھم محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

امامِ مظلوم نے اپنے معصوم کو سینے سے لگایا، رخسار اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دے کر فرمایا کہ ویل ہے ان ملاعین کے لئے جنہوں نے رسولؐ اللہ کی دشمنی مول لی ہے، اس کے بعد آسمان کی طرف نگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

و یقول اللّٰھم انت الشاھد علیھم فانھم قد قتلوا اشبہ الناس خلقا برسولك

اے اللہ! تیری ذات ان ملاعین پر گواہ رہے کہ انہوں نے میرا وہ معصوم شہید کیا جو عالم تخلیق میں تیرے حبیب کی سب سے بڑی شبیہ ہے، سب سے زیادہ ان کے ساتھ تخلیقی لحاظ سے مشابہ ہے۔

اس مفہوم کے فقرے امام مظلومؑ نے دو مرتبہ ادا فرمائے ہیں، ایک بار شہزادہ علی اکبرؑ کو رخصت کرتے وقت اور دوسری بار شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کے بعد۔

اس گھر کے جتنے معصوم افراد ہیں وہ سارے امامت کے معیار پر پورے اُترتے ہیں مگر امامت کے لئے آئمہ کی تعداد ازل سے مقرر تھی اس لئے ان کو امامت کا منصب نہیں ملا، جس طرح کوئی حکومت کسی اعلیٰ عہدے کی بارہ جگہیں مقرر کر دیتی ہے۔ بلاتشبیہ معیار پر سارے حضرات پورے اُترتے تھے مگر امامت کے بارہ افراد تھے اس لئے امام بارہ مقرر ہوئے درحقیقت امامت کی صلاحیت سارے شہزادوں

میں موجود تھی۔

وجہِ تبسم:

ینظر الی وجھہ و یضحك او یتبسم و یصیر الی روح اللّٰہ و ریحانہ آخری وقت شہزادہ علی اصغرؑ نے اپنے بابا کے چہرے پر نگاہ فرمائی اور چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی، بابا کی طرف دیکھ کر ایک مرتبہ مسکرا دیئے، اس کے بعد اپنے جد اطہر کی آغوش عاطفت میں تشریف لے گئے

یہاں عرفا نے کئی طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے یعنی کچھ لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ شہزادہ کے مسکرانے کی وجہ یہ تھی کہ انسان ہر مقام تعجب پر ہنس پڑتا ہے اور شہزادہ کو شاید اس بات پر تعجب ہوا ہو کہ یہ ظالمین بھی کیسے سنگدل ہیں کہ مجھ جیسے معصوم کو بھی ظلم کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

کچھ لوگ یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت شہزادہ نے دنیا سے تیاری کی ہوگی تو حورانِ جنت ان کے لئے کوثر کے جام لے کر آئی ہوں گی جنہیں دیکھ کر شہزادہ علی اصغرؑ مسکرا دیئے ہوں گے، عام طور پر اس موقع پر مسکرانے پر تعجب کیا جاتا ہے، مگر صاحبانِ عرفان کی تو دنیا ہی علیحدہ ہوتی ہے، کیونکہ یہ بات صرف شہزادہ علی اصغرؑ سے تو صادر نہیں ہوئی بلکہ کربلا میں اکثر شہزادے بوقتِ وصال مسکرائے اور خود امام حسینؑ بھی اپنے آخری لمحہ میں مسکرائے، یعنی امام مظلوم نے تو فقط تبسم ہی نہیں فرمایا بلکہ ہلکی سی آواز سے ہنسے یعنی ان کے ہنسنے کی آواز ظالم نے بھی سنی تھی اور آخری لمحہ میں شہزادہ علی اصغرؑ بھی مسکرائے تھے۔

اس پر اکثر صاحبانِ عرفان نے اپنی اپنی رائے پیش کی ہے۔

ایک رائے یہ ہے کہ جس وقت معصوم شہزادے نے فوزِ عظیم کو حاصل کرلیا تو اس کامیابی پر خوشی سے مسکرائے

دوسری رائے یہ ہے کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا کہ

یاحارث حمدانی من یموت یرنی

جو بھی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے وہ ہماری زیارت کرتا ہے، شہزادہ علیؑ اصغرؑ کا جس وقت وصال کا لمحہ قریب آیا تو جد اطہر امیر المومنینؑ انہیں لینے آئے اور انہیں دیکھ کر شہزادہ علی اصغرؑ مسکرائے تھے۔

کچھ صاحبانِ عرفان کا خیال ہے کہ شہزادہ علی اصغرؑ اتمامِ حجت اور اپنے باباؑ کی نصرت کے لئے آئے تھے اور چونکہ سب سے کامل نصرت انہی کی تھی، اس لئے باقی شہزادگان کی ارواح جس وقت ان کے سامنے آئیں تو یہ اپنے بھائی علی اکبرؑ کو دیکھ کر مسکرائے کہ بھائی دیکھئے میری کمسنی کی نصرت آپ کی جوانی کی نصرت سے بڑھ گئی ہے۔

مفضل بن عمرو نے امام جعفر صادقؑ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض اوقات معصوم بچہ بظاہر کسی وجہ کے بغیر مسکرا دیتا ہے اور بعض اوقات بغیر کسی وجہ کے رو پڑتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ سرکارؑ نے فرمایا کہ۔

یا مفضل مامن طفل الا وھو یری الامام اے مفضل کوئی بچہ ایسا نہیں ہوتا جو اپنے زمانے کے امام کو نہ دیکھتا ہو اور یہ دیدار مسلسل ہوتا رہتا ہے۔

ہاں جس وقت امام زمانہؑ اس بچے سے اپنی ذات کو غائب کرتے ہیں تو وہ رونا شروع کر دیتا ہے، اور جس وقت پھر اسے زیارت کرواتے ہیں تو وہ بغیر کسی ظاہری وجہ کے ہنس پڑتا ہے، اس فرمان کے پیشِ نظر کچھ لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ انہیں اپنے جد اطہر سرکار امیر المومنینؑ لینے آئے ہوں گے تو جد اطہر کو دیکھ کر مسکرائے ہوں گے۔

ہر انسان کی ظاہری زندگی کا جب آخری وقت ہوتا ہے تو ہر زمانہ کے امامؑ اپنی ہیئت و حقیقت نورانیہ کے ساتھ سامنے تشریف لاتے ہیں اور اس زمانے کے امام تو امام حسینؑ ہی تھے اور دنیا سے جانے والے ہر انسان کے سرہانے ان کا موجود ہونا لازم تھا، اور شہزادے کے سامنے تو وہ بہ نفس نفیس موجود تھے، مگر ان کی ہیئت و حقیقت نورانیہ غائب تھی، جس وقت شہزادہ نے اس دنیا کو چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت کی حقیقت ازلیہ و ابدیہ و نورانیہ ان کے سامنے آئی، اسی وجہ سے ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

حتمی بات تو وہ ذات کر سکتی ہے کہ جو ذات ان رازہائے نہاں سے واقف ہے اس مسکراہٹ کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں بابا کی ازلی حقیقت نورانیہ نظر آئی ہو۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خاندانِ رسالت کے انتقالِ ذات کے لئے خالق اور ان کے درمیان کوئی اور وسیلہ نہیں ہوتا، یعنی ملک الموت وغیرہ تو خادم اور مفضول ہے اور **تفضیل المفضول علی الفاضل** خلافِ عدل و عقل ہے

اس لئے عرفا کا یہ فرمان ہے کہ انوارِ الٰہیہ اپنے قابض خود ہوتے ہیں یا پھر خلّاقِ ازل (جو قابضِ حقیقی ہے) خود اپنی قدرت قابضہ کے ساتھ انہیں قرب عطا فرماتا ہے۔

یہ عمل باقی مقامات پر تو غیر مرئی ہوتا ہے مگر کربلا میں اپنے سارے محسنین کی پذیرائی اور استقبال کے لئے ذاتِ وحدت خود تشریف لائی تھی، اور اس کی جمالیت ذات کا مشاہدہ کر کے شہزادہ مسکرایا ہو کیونکہ جمالیت میں ''جذب احساس'' کی کلّی صلاحیت ہوتی ہے۔

جس طرح جناب یوسف کو دیکھنے والی عورتوں کی حساسیت کو حُسنِ یوسف نے جذب کر لیا تھا جس کی وجہ سے ان عورتوں کو اپنی انگلیوں کے زخمی ہونے کا احساس

تک نہیں رہا تھا، درد یا اذیت وغیرہ کچھ بھی محسوس نہیں ہوا تھا، کیونکہ ''قوتِ حاسہ'' جمال میں جذب ہو چکی تھی۔

بلاتشبیہ جس وقت شہزادہ علی اصغرؑ کو تیر لگا تو ظلم کے تیر نے پیاس اور گرمی جیسی دیگر اذیتوں کو بڑھا دیا تھا مگر عین اس وقت جمالیتِ الٰہیہ نقاب کشا ہوئی، جونہی معصوم شہزادے نے جمالِ الٰہی کا مشاہدہ فرمایا تو سارے احساساتِ درد و الم ایک دم ختم ہو گئے، حُسنِ توحید کی آغوش میں شہزادہ علی اصغرؑ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑی، فوراً بابا کو گلے لگایا اور الوداع کہہ کر آغوشِ توحید کے گہوارے کی زینت بن گئے۔

امام مظلومؑ نے معصوم بیٹے کے چہرے پر نگاہ فرمائی، ہونٹوں پر مسکراہٹ اسی طرح رُکی ہوئی تھی مگر روحِ اقدس انوار سرمدی کے ساتھ ہم آغوش ہو چکی تھی، یہ ایک حقیقت ہے کہ زمانے کا امامؑ کائنات کی روح ہوتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کسی اذیت سے روح متاثر ہو تو پورا جسم متاثر ہوتا ہے۔ یہ وہ صدمہ تھا کہ جس کی وجہ سے جسمِ کائنات کی روح یعنی نورِ امام زمانہؑ متاثر ہوا تھا، اور اس کا لازمہ تھا کہ پوری کائنات و موجودات کو متاثر ہونا تھا، یہ صدمہ عرش سے لے کر قلوب شیاطین تک سب کو ہلا دینے والا تھا، چونکہ دشمن و کفار بھی موجودات میں ہی شامل تھے اور نورِ امام زمانہؑ ہی ان کے لئے موجب بقا تھا، ورنہ موجب بقا کے بغیر کون باقی رہ سکتا ہے؟ اس لئے ظالمین کے رونے کی اصل وجہ وہ درد تھا کہ جو روحِ عالمین یعنی نورِ امام زمانہؑ کو متاثر کر رہا تھا اور اس درد کی ہلکی سی ٹیس جو قلبِ امام میں اُٹھی، اس کے ساتھ پوری کائنات و موجودات کے دلوں کی گہرائیوں میں درد کے طوفان اُٹھے، اسی وجہ سے ہر شے درد میں ڈوب گئی۔ (مجالس المنتظرین علیٰ روضۃ المظلومین۔ صفحہ ۳۱۲ تا ۳۱۳)

ننھا شہید، نرالا مجاہد

﴿مولانا محمد حسین ممتاز الافاضل ساہیوال﴾

بعض لڑائیاں محض توسیع سلطنت اور دائرۂ اقتدار وسیع کرنے کی خاطر لڑی جاتی ہیں۔ حریصانہ ذہنیت اور غضب آلود نگاہیں کسی غیر کو شریک تمکّن سریرِ سلطنت دیکھنا گوارا نہیں کرتیں اور بعض جنگیں اصول اور خاص مقصد کے پیشِ نظر معرضِ وقوع میں آتی ہیں اور بعض صرف دفاع اور تحفظ تک محدود رہتی ہیں۔ نکتہ سنج دماغ اور حقیقت رسا عقل بھانپ لیتی ہے کہ فریقین میں سے ہر ایک کون سے کردار کا مالک ہے اور ہر ایک کس مزاج کا بندہ ہے اور لڑائی سے کیا چاہتا ہے۔ طریقِ حرب، اندازِ گفتگو اور چال چلن ہر ایک کے باطنی راز کی پردۂ شہود پر تصویر کھینچ دیتے ہیں۔

افواجِ حرب کے کمانڈر کی ہدایات کے خلاف اگر عمل درآمد ہو تو اُسے خلاف ورزی کی سزا دی جاتی ہے اور اگر کمانڈر کی موجودگی میں طرح طرح کے ستم روا رکھے جائیں، افسرِ اعلیٰ رضامندی بلکہ مسرت و انعام کا اظہار کرے تو سمجھ لیجئے کہ یہ سب کچھ کمانڈر کی طرف سے ہو رہا ہے اور فوج کے انچارج کو جرأت نہیں ہوتی اگر بادشاہ یا سربراہِ حکومت کی طرف سے ہدایات نہ ہوں۔ کربلا میں جو کچھ ظلم و ستم ہوا نہ تو اس سے یزید بری ہوسکتا ہے اور نہ اس کے نائبین اور نہ افسران، جنگِ کربلا میں تمام شہداء بے جرم و بے خطا تھے، اعلیٰ کردار کے مالک، حافظ و قاری اور فقیہ تھے، محبتِ اہلِ بیتؑ ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کئے ہوئے تھی۔ حق و صداقت کے پیکر اور حریت اسلام کے مجسمہ تھے، مگر جناب علی اصغرؑ جو صغیر سن چھ ماہ کے معصوم بچّے تھے۔ ہر فرد خواہ

کسی عقیدہ و مذہب کا ہو، ہر ایک کی نظر میں بے گناہ تھے، ایسے کمسن شش ماہ بچے کے متعلق گناہ اور جرم کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بظاہر یزید سے یہ بچہ بھی نہ بچ سکا، عراق کا ریگستان، گرمی کی شدت اور تین دن خشک، بدن نڈھال العطش العطش کی درد انگیز صدائیں خیامِ حسینی سے انصار نہ اقربا میں قطرہ آب نہیں زمین و آسمان کے درمیان گرمی آگ کی صورت میں مشتعل تھی آلِ رسولؐ اولادِ علیؑ و بتولؑ پانی کو ترستی تھی۔ چھ ماہ کا کمسن بچہ جھولے میں سنبھل نہ سکا، معصوم لبوں پر تشنگی اور چہرہ کملایا ہوا، ماں کی مامتا دیکھ نہ سکی، امام مظلوم کی خدمت میں طلبِ آب اتمام حجت کا سوال کیا۔ فرزند رسول ثقلین نے ساقی کوثر کے بیٹے نے نرالے مجاہد کو ماں کی آغوش سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔ عاشور کے دن خیام اہل بیتؑ سے جو مجاہد جاتا تھا، زندہ واپس نہ آتا تھا، ستم رسیدہ بیبیاں جی بھر کر نوحہ و بکا کرتیں۔ ہر شہید کی رخصت کے وقت ایک درد ناک منظر ہوتا تھا۔ ماں بہنیں حلقہ کر کے اسی طرح سر پیٹتی تھیں۔ جس طرح جنازہ نکلتے وقت سماں ہوتا ہے۔ گلشنِ عصمت کا بن کھلا غنچہ اور ظلم و جور کی تیز اور گرم آندھیوں سے کملا چکا تھا، حسینؑ مکھڑے پر ذرہ سی پیاس کی شدت نے نا معلوم ماں کے دل پر اور معصوم و کمسن بہن کے جگر پر کیا اثر کیا ہوگا۔ وقتِ وداع ہے۔ اہلِ حرم مجاہد شیر خوار کی رخصت کے وقت خیمہ جنابِ ربابؑ میں حسرت بھری نگاہوں سے بے زبان غازی کو وداع کر رہے ہیں۔ کمسن شہزادی سکینہؑ نے جانے والے بھائی کو گلے لگایا، گریہ و بکا کی رقت خیز اور غم انگیز آوازوں کے ساتھ مرکب امامت پر سوار نرالہ شہید خیمے سے باہر نکلا۔ جنابِ سیّدہ کے نور العین حضرت شبیرؑ نے بے شیر کو چادر سے ڈھانپ دیا تھا۔ فوج یزید کے افسران نے دُور سے دیکھا، قرآن کا شبہ ہوا، جوانوں اور بوڑھوں کی کی لاشیں اُٹھانے والا قرآن ناطق کے پارے کو غلاف میں

لپیٹ کر ایک بلند ٹیلے پر فوجِ اشقیاء سے یوں خطاب کرتا ہے۔ کسی مذہب و دین اور کسی قوم و آئین کے نزدیک معصوم بچہ مجرم نہیں سمجھا جاتا۔ اگر تمہارے غلط گمان میں حسینؑ قابلِ کُشت و ذبح ہے تو اس بے زبان بچّے کا تو کوئی قصور نہیں۔ کئی روز سے پانی بند ہے، جان لبوں پر ہے۔ یہ سوال اس کریم عرب کی طرف سے ہے جس نے ایک جنگل میں اسی دشمن کی فوج اور اس کے جانوروں کو عین اس وقت جب کہ شدت پیاس سے قریب بہ ہلاکت تھے۔ پانی سے سیراب کیا، مشکوں کے دہانے کھول دیئے، کیا بشر اور کیا حیوان سب نے سیر ہو کر پیا، مگر آج سخی اور فیاض آقا اپنے نانا کی اُمت سے چھ ماہ کے معصوم بچے کے لئے سوال آب کر رہا ہے۔ اتمام حجت کے لئے امامؑ مظلوم نے علی اصغرؑ کے چہرے سے چادر کا دامن سرکایا، معصوم نے خشک زبان خشک ہونٹوں پر پھیرنی شروع کر دی، گویا معصوم اپنی بے زبانی سے اپنی پیاس کا شکوہ کر رہا تھا۔

حجت خدا کا فرزند حجت تمام کر رہا تھا، مرجھائے ہوئے غنچہ عصمت کی قابلِ رحم حالت دیکھ کر دشمن کی فوج بھی منہ پھیر کر آنسو بہانے لگی، گویا یہ ظلم کی انتہا تھی، جسے ظالم نے بھی محسوس کیا۔ یہ نرالے مجاہد کا انوکھا وار تھا، جس نے سنگدل درندہ صفت انسانوں کے بھی کلیجے ہلا دیئے۔ خود مارنے والے آبدیدہ نظر آتے تھے۔ مگر تیر کھانے والا مسکرا رہا تھا۔ یہ ظلم اور صبر کی نبرد آزمائی تھی، جہاں ظلم عروج کی آخری منزل پر تھا، وہاں صبر کی بھی انتہا تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ ظالم ظلم کرتے کرتے نہ تھکتے تھے، جونہی ستم کا نیا وار ہوتا لب مصروفِ صبر و شکر رہتے، مولا تیرا شکر ہے تو نے ہمیں ایسے امتحان کے لئے منتخب کیا، جس سے انبیاء ماسبق نے معذرت کر دی تھی۔ مظالم میں اضافہ دیکھ کر کمر ہمت باندھ لیتے اور آنے والی مصیبت کو مسکرا کر گلے لگا لیتے،

امتحان کی زیادتی اور سختی زیادتی مراتب کی دلیل ہے۔

جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

عمر بن سعد نے قوم کی بدلی ہوئی حالت کو بھانپ لیا، معصوم کی بے زبانی نے اکثر افرادِ فوج کے دلوں کو متاثر کر لیا تھا۔ فوراً حرملہ کو بلایا اور کہا ''اقطع کلام الحسین'' جلدی کر حسینؑ کا کلام قطع کر اور معصوم کا کام تمام کر، تیر چلانے میں ماہر تجربہ کار حرملہ نے سہ شعبہ تیر لیا۔ چلّے میں ڈال کر سُو فار کا رُخ سیدھا معصوم کے چہرے کی طرف کیا۔ امام کے ہاتھوں میں اصغرؑ نے تیر کو اپنی جانب آتے دیکھ کر کہا، اے تیر تیرا مقصود میں ہوں۔ میں دیر سے تیرا انتظار کر رہا تھا۔ چونکہ بعض جانور نیزے اور بعض چھری سے ذبح ہوتے ہیں، وہ تو بڑوں کے لئے مخصوص ہیں۔ ہاں پرندے تیر سے ذبح کئے جا سکتے ہیں۔ اس لئے میرا گلا حاضر ہے۔ چہرہ پر شکن نہیں، جبیں پر بل نہیں، مُرجھایا ہوا غنچہ تیر کو آتا دیکھ کر مسکرا اُٹھا۔ تینوں بھالیں گردن بے شیر میں پیوست ہو گئیں۔ بے گناہ کا ناحق خون دستِ شبیر میں ہے۔

پڑا جو ننھے گلے پر ناوک کہا یہ اصغرؑ نے مسکرا کر
اجل کے طوفاں سے کھیلتے ہیں چراغِ ایماں جلانے والے

امام عالی مقام نے چُلّو میں اس خونِ ناحق کو لے کر آسمان کی طرف پھینکا اور صبر و استقلال سے فرمایا۔

اے خدائے سبحانہٗ وتعالیٰ تو ہمارے ان مصائب کو دیکھ رہا ہے، یہ تمام شدائد ہم پر آسان ہیں، پروردگار! تیرے نزدیک میرے بچے کا خون ناقۂ صالح علیہ السلام کے قتل سے تو کم نہیں ہے۔ اگر آج ہم مبتلائے بلا ہیں تو راضی ہیں۔ پس اس کا نعم البدل عطا فرما۔ علامہ سبط ابن جوزی جو سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے اکابر علماء میں شمار

ہوتے ہیں، اپنی کتاب تذکرۃ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں کہ جناب امام حسینؑ کی یہ دعا فرمانے کے بعد ہاتف غیبی نے یہ ندا دی: یا حسینؑ اس بچے کو رخصت کرو۔ اس کے لئے ایک دایہ بہشت میں مقرر کر دی گئی ہے۔ شرح شافیہ میں لکھا ہے کہ اس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اس بچّے پر نماز پڑھی اور ذوالفقار سے اس کی قبر کھود کر اس کو دفن کر دیا۔

ننھی سی قبر کھود کے اصغرؑ کو گاڑ کے
شبیرؑ اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

حسین ابنِ علی

مدینہ تا کربلا

﴿حجت الاسلام محمد صادق نجمی (قم۔ایران)﴾

شیر خوار بچے کی شہادت کے موقع پر

هَلْ مِنْ ذابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُولِ اللّٰهِ هَلْ مِنْ مُوَحِّدٍ يَخافُ اللّٰه فينا، مِنْ مُغيثٍ يَرْجُو اللّٰهَ فِي إغاثَتِنا هَلْ مِنْ مُعينٍ يَرْجُو ما عِنْدَ اللّٰهِ فِي إِعانَتِنا۔(۱)(مقتل خوارزمی۔ج۲۔ص۳۲۔)

رَبِّإنْ تَكُ حَبَسْتَ عَنَّا النَّصْرَمِنَ السَّماء فَاجْعَل ذٰلِكَ لِماهُوَ خَيْرٌ وانتقِمْ لَناوَاجْعَلْ ماحَلَّ بِنا في العاجل ذخيرة لنافي الآجل(۲)

(تاریخ طبری۔ج۷۔ص۳۶۰،طبقات ابن سعد،ارشادِ مفید۔)

هَوِّنْ عَلَيَّ ما نَزَل بِي انَّه بِعَيْنِ اللّٰه(۳) (لہوف۔ص۱۰۳)

مدد کرنے والا۔عاجل آخرت سہل وآسان۔بِعَیْنِ اللّٰہِ: اللہ کی آنکھ اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ اور التفات کے لئے کنایہ ہے(طبری) نے عقبۃ ابنِ بشیر اسدی سے نقل کیا ہے کہ ایک دن میں امام محمد باقر علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔امامؑ نے گفتگو کے دوران مجھ سے فرمایا:اے عقبہ ہم خاندانِ اہلِ بیتؑ کا ایک خون تمہارے

قبیلے بنی اسد کی گردن پر ہے۔ پھر امامؑ نے اس کی تفصیل میں فرمایا: عاشور کے دن میرے جد حسینؑ ابن علیؑ کے ایک شیر خوار بچے کو ان کی گود میں دیا گیا۔ اس موقع پر جبکہ بچہ ان کی آغوش میں تھا، تمہارے قبیلے (بنی اسد) کے ایک شخص نے تیر مار کے اس بچے کا گلا چھید ڈالا۔ حسین ابن علیؑ نے بچے کا خون اپنے چلّو میں لے کر فضا میں اچھال دیا اور اس کے بعد اللہ کے حضور عرض کیا:

رَبِّ اِنْ تَكُ حَبَسْتَ عَنَّا النَّصر ...... اے پروردگار، اگر اس دنیا میں ہم سے کامیابی روک لی گئی ہے تو اُس (آخرت کی) دنیا میں اس کامیابی سے بڑھ کر ہمیں عنایت فرما اور ان خونخوار لوگوں سے ہمارا انتقام لے۔

(خوارزمی) نے اپنے مقتل میں بغیر کسی سند کے یہی واقعہ زیادہ تفصیل سے اس طرح بیان کیا ہے: حسین ابن علیؑ کے تمام اصحاب وانصار کے مارے جانے کے بعد جب ان کے خیموں میں عورتوں، بچوں اور سیّد سجادؑ کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تو امامؑ نے استغاثہ بلند کیا: هَلْ مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰه

کیا کوئی ہے جو حرم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دفاع کرے؟ کیا کوئی توحید پرست ہے جو ہمارے معاملے میں خدا سے ڈرے؟ کیا کوئی مدد کرنے والا ہے جو رضائے الٰہی کے لئے ہماری مدد کو آئے؟ کیا کوئی ناصر و مددگار ہے جو خدا سے جزا وثواب کی اُمید پر ہماری مدد ونصرت کرے؟

(خوارزمی) کہتے ہیں: امام علیہ السّلام کی ندائے استغاثہ سن کر خیموں سے عورتوں اور بچوں کی گریہ وزاری کی آواز بلند ہونے لگیں۔ امام پلٹ کر خیموں کی طرف تشریف لائے اور فرمایا: میرے بیٹے علی کو لاؤ تا کہ اس سے بھی وداع ہولوں۔ وہ بچہ ابھی امامؑ کی گود ہی میں تھا کہ (حرملہ) نے تیر مار کر اسے شہید کر دیا۔ امامؑ نے

اس کا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف اچھال کر فرمایا:

(لہوف) میں تحریر ہے کہ: امام علیہ السّلام نے اپنے بیٹے کا خون آسمان کی طرف پھینکنے کے بعد یہ بھی فرمایا: **هَونٌ عَلَیَّ ما نَزَلَ بِی انّه بِعَیْنِ اللّٰهِ**

(یہ مصیبت بھی میرے لئے آسان ہے کیونکہ خدا اسے دیکھ رہا ہے)۔

حضرت علی اصغرؑ کے علاوہ چار اور نابالغ بچے امام علیہ السّلام کے ہمراہ کربلا میں شہید ہوئے جن کی شہادت کے بارے میں علیحدہ سے یا ضمنی طور پر اسی کتاب میں تذکرہ ہوا ہے۔

۱۔ قاسم بن حسن مجتبیٰؑ: جن کی شہادت کی تفصیلات گزشتہ صفحات میں بیان ہوئیں۔

۲۔ عبداللہ بن حسن مجتبیٰؑ: جن کی شہادت کا احوال آئندہ صفحات میں بیان ہوگا۔

۳۔ محمد ابن ابی سعید: جن کی شہادت کا احوال، حضرت علی اکبرؑ کی شہادت کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔

۴۔ عمر ابن جنادہ: جن کی شہادت اور ان کے بارے میں امام علیہ السّلام کے الفاظ گزشتہ صفحات میں علیحدہ سے بیان ہو چکے ہیں۔

شہادتِ حضرت علی اصغرؑ

﴿از مولانا محمد ناصر قاسمی﴾

تاریخِ انسانیت میں غالباً علی اصغرؑ واحد ایسے شہید ہیں جو اتنے کم سن ہونے کے باوجود میدانِ جنگ میں لائے گئے اور مخصوص طور پر نشانہ بنا کر قتل کیے گئے۔ علی اصغرؑ حضرت امام حسینؑ کے سب سے چھوٹے فرزند تھے ان کی عمر کل چھ ماہ تھی وہ اُمِّ ربابؑ کے بیٹے تھے۔ ان کی شہادت نے واقعہ کربلا میں جان ڈال دی فی الواقع اس بچہ نے شہیداءِ کربلا کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے اُن کی شہادت سے دنیا پر یہ ثابت ہوگیا کہ یزید کی بہیمیت کیلئے تنہا حسینؑ کا خون کافی نہ تھا بلکہ وہ ایسے تمام افراد کو قتل کرنے پر آمادہ تھا جو کسی وقت بھی (خواہ وہ وقت یزید کے دورِ حکومت کے بعد ہی ہو) اسلام کو زندہ رکھنے کا ارادہ کرتے۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت کچھ انوکھے انداز سے واقع ہوئی۔ امام حسین علیہ السّلام نے میدان میں آوازِ استغاثہ بلند کی اور ان کی مدد کرنے والا کوئی مرد باقی نہ رہا تو خیمہ کے اندر جھولے میں پڑا ہوا یہ بچہ بیتاب ہوگیا بیبیوں نے خیال کیا کہ شاید پیاس کی شدّت کے سبب سے بچہ دم توڑ رہا ہے۔ اس لئے انھوں نے آہ وا ویلا شروع کی۔ جونہی مخدّراتِ عصمت کی آواز امامِ اعلیٰ مقام کے کانوں میں پہنچی۔ فوراً میدان سے پلٹ کر خیمے میں تشریف لائے بی بی اُمِّ کلثومؑ سے رونے کا سبب پوچھا انھوں نے عرض کیا کہ یہ معصوم پیاس سے جاں بلب ہو رہا ہے امام نے فرمایا کہ اُسے دو تا کہ

میں لشکر اعدا میں لے جا کر دکھاؤں شاید کسی کے دل میں رحم کی کچھ رمق باقی ہو اور وہ اس بچّے کو ایک قطرۂ آب دے دے۔ امام نے بچّے کو دونوں ہاتھوں پر اٹھایا گھوڑے پر سوار ہو کر چلے۔ دھوپ سخت تھی اس لئے دامن سے چھپا لیا۔ اشقیائے کوفہ و شام سمجھے کہ حسینؑ اب قرآن لے کر آرہے ہیں تا کہ قرآن سے فیصلہ کریں۔ مگر یہ ایک احمقانہ خیال تھا جب صفّین میں قرآن کی توہین کی جا چکی تھی تو اب دوبارہ اس کو پیش کرنے کا کیا موقعہ تھا جن لوگوں نے قرآن کی آواز پر مطلق توجہ نہ دی بلکہ چند گھنٹوں میں مومنین اور خاندانِ پیغمبرِ اسلام کو بیدردی کے ساتھ قتل کر دیا اور ان کے سامنے قرآن لانے کا کیا فائدہ ہوتا۔

مختصر یہ کہ امام نے فوج کے روبہ رو پہنچ کر دامن ہٹایا اور بچّے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس بچّے نے تین دن سے پانی کا ایک قطرہ نہیں پایا ہے اس کی ماں کا دودھ بھی خشک ہو گیا ہے۔ اے لوگو! اگر تمہارے خیال میں حسینؑ خطاوار ہے تو سچ بتاؤ کہ اس معصوم بچے نے کیا گناہ کیا ہے۔ اس کو بھوک اور پیاس سے کیوں تڑپا رہے ہو۔ کوئی شبہ نہیں کہ اس موقعہ پر پتھر کا دل بھی موم ہو جاتا۔ چنانچہ اس فقرے کا یہ اثر ہوا کہ فوج میں ہلچل مچ گئی لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں کہ واقعاً اس بچّے نے کیا قصور کیا ہے عمر سعد نے اپنی فوج کی جب یہ حالت دیکھی تو حرملہ سے کہا کہ حسینؑ کی بات کاٹ دے۔ حرملہ بن کاہل اسدی نے تین پہلوؤں کا ایک تیر کمان میں جوڑا اور حسینؑ کی طرف پھینکا جونہی یہ تیر امام کے نزدیک سنسناتا ہوا پہنچا۔ علی اصغرؑ نے ہمک کر اس کو اپنی گردن پر لے لیا۔ نازک سا گلا تھا تیر اس کو چھید کر امام حسینؑ کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ بھوکا اور پیاسا یہ ننھا سا بچّہ باپ کے ہاتھوں پر لوٹنے لگے۔ اور پھر جان دے دی امام کے دل میں ایک گہرا زخم لگا آنکھوں سے

اشک بہنے لگا آپ نے بدقت تمام اس تیر کو حلق سے کھینچ کر نکالا اور کفن کی جگہ اس معصوم بچّے کا خون اس کے بدن پر ملتے ہوئے فرمایا۔ اے پارۂ جگر بخدا تیرا مرتبہ خدا کے نزدیک ناقہ صالح سے زیادہ ہے جس طرح حضرت محمد مصطفٰے کا رُتبہ حضرت صالح سے زیادہ ہے بعض روایات بتاتی ہیں کہ امام نے وہ خون اپنے چہرۂ اقدس پر بھی مل لیا اور فرمایا کہ میں بروز قیامت اسی طرح اپنے جد امجد سے ملاقات کرونگا۔ اور اسی طرح بارگاہ احدیت میں حاضر ہو کر فریاد کروں گا۔ علاّمہ سلیمان بلخی حنفی تحریر کرتے ہیں

امام حسین علیہ السلام فرماتے تھے اے اللہ تو اس قوم ملاعنہ پر گواہ رہنا کہ انھوں نے ارادہ کرلیا ہے کہ تیرے پیغمبر کی ذرّیت کو باقی نہ رہنے دیں گے۔ پھر آپ بے حد روئے۔

اس کے بعد امام نے ذوالفقار سے اسی جگہ ایک ننھی سی قبر کھود کر بچّے کو اس میں دفن کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ علی اصغرؑ نے جان دے کر اسلام کی بقاء کی ضمانت دے دی ان کی وہ ننھی سی لحد جو بعد میں مٹادی گئی حسین کے جذبۂ صبر و رضا ان کے عزم و استقلال کی ابدی یادگار بن گئی۔ یقیناً امام حسینؑ اس نکتہ کو سمجھ رہے تھے۔ اسی لئے بچہ کو دفن کرنے کے بعد مطمئن نظر آرہے تھے اب حسینؑ کے پاس اپنی جان کے سوا کوئی ایسی ہستی نہ تھی جس کو قربانی کیلئے پیش کرتے کسی شاعر نے اس موقعہ کا صحیح نقشہ کھینچا ہے کہتا ہے کہ

ننھی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے
شبیر اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

(ہفت روزہ شیعہ، لاہور صفحہ: ۱۱۶ تا ۱۱۸)

حضرت علی اصغرؑ

حسینی فوج کا سب سے بہادر سپاہی
جس نے لشکرِ یزید کے پتھر دلوں کو رُلا دیا

تاریخِ انسانیت کے عظیم اور دلدوز سانحے میں یوں تو ۷۲ شہدا نے اپنی بے مثال قربانی دے کر اسلام کے تنِ مُردہ میں جان ڈالی، لیکن بے شیر کی قربانی نے امام مظلومؑ کے مقصد کو ایسا دائمی استحکام بخشا کہ اب قیامت تک اسلام سر بلند ہو کر زمانے بھر کو اپنی منور کرنوں سے فیضیاب کرتا رہے گا۔ ربابؑ کا لختِ جگر واقعۂ کربلا میں حالانکہ صرف ٦ ماہ کا ننھا مجاہد تھا، لیکن اس کمسنی میں جرأت و بہادری کا وہ عدیم المثال مظاہرہ کیا کہ اس کی نظیر آج تک دنیا پیش نہ کرسکی۔

زمانے والو! بہتر تو اک بڑی شے ہیں
مثال مل نہیں سکتی ہے ایک اصغرؑ کی

(شبابؔ لکھنوی)

واقعۂ کربلا میں ننھے مجاہد کی شہادت نے حق و باطل کے درمیان ایسا امتیاز پیدا کر دیا کہ جس کے بعد حسینؑ کی حقّانیت اور یزید کی باطل پرستی میں کسی کو اشتباہ نہیں رہا۔

شہادتِ علی اصغرؑ وہ ضربِ کاری تھی
کہ اہلِ ظلم خجالت سے سر اُٹھا نہ سکے

(منور عباس شہابؔ)

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت امام حسینؑ کی صداقت اور ان کے صبر و ایثار کا ایسا مکمّل امتحان تھا کہ جس کے بعد کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ کیا تاریخ کے آئینے میں دنیا نے کبھی ایسا منظر بھی دیکھا ہے کہ باپ کے ہاتھوں پر بے زبان بچّہ اس سفّا کی اور بہیمانہ طریقے سے شہید کیا جائے کہ جس پر انسانیت لرز اُٹھے۔

ہو اگر کوئی عدیم المثل منظر دیکھنا
کربلا کے آئینے میں نقشِ اصغرؑ دیکھنا

(قمر حیدر قمرؔ)

امام حسینؑ نے اپنے انصار و اعزا کی قربانی دینے کے بعد آخر ایک ایسی قربانی پیش کی جس پر ہر مذہب و ملّت کا انسان یہ گواہی دینے پر مجبور ہو گیا کہ یزید اور اس کی افواج کو انسانیت سے کوئی دور کا واسطہ نہ تھا، اس شہادت نے امام حسینؑ کے مقصد کو وہ استحکام بخشا کہ آج تک زمانے بھر کے فلاسفر حکما و علما کی عقلیں دنگ ہیں۔

پختہ کیا حسینؑ نے مقصد کو اس قدر
سر جنگِ کربلا علی اصغرؑ سے کر گئے

(قیصر رضوی المشہدی)

حسینؑ مظلوم نے شہادتِ علی اصغرؑ سے یہ ثابت کر دیا کہ بنو امیہ کی عداوت، ان کی اہلِ بیتؑ کرام سے دشمنی اور آبا و اجداد سے ورثے میں ملنے والی کینہ پروری خباثت اور شدّت ظلم کا یہ عالم تھا کہ بوڑھوں، جوانوں، بچوں کو شہید کرنے کے بعد ایک ایسے طفلِ شیر خوار کو تیر ظلم کا نشانہ بنایا کہ جس نے آنکھیں کھول کر کچھ بھی تو نہ دیکھا تھا:-

ہے شہیدانِ وفا کی آبرو ابنِ ربابؑ
ہے ہدایت کا نشاں اصغرؑ زمانے کے لئے

احسنؔ عمرانی

امامِ مظلوم نے اپنے عزیز و انصار کی شہادت کو لازوال عظمت بخشنے کے لئے معصوم شیر خوار کی ایک عجیب انداز سے قربانی پیش کی، منشاء یہ تھا کہ اب نہ صرف افواجِ یزید کی آنکھیں کھل جائیں بلکہ سارا زمانہ جان لے کہ سوالِ آب پر زبانِ تیر سے کیا جواب ملا، ایسی حالت میں ظلم وستم ڈھانے کے لئے کیا ایسا دردناک فعل کسی مذہب و قانون میں ہے؟ یہی بتلانے کے لئے امام حسینؑ نے کربلا کے چٹیل میدان میں ایسا منظّم لائحۂ عمل پیش کیا کہ جس نے بنی امیہ کے مذموم اور ناپاک ارادوں کا پردہ چاک کیا۔

حسینؑ مظلوم جانتے تھے کہ شیر خوار کو افواج کے سامنے لے جانے سے پانی ملنے کا امکان نہیں ہے لیکن انصار و اعزہ کی قربانیوں کے تسلسل کی یہ آخری کڑی کس طرح باقی رہتی، جبکہ محضرِ حسینیؑ میں اس طفلِ شیر خوار کا نام بھی تھا، چنانچہ جب سب شہید ہو چکے اور بیکس امامؑ کربلا کے بن میں تنہا رہ گئے تو حجتِ خدا نے حجت کو پورا کرنے کے لئے فوجِ اشقیا کے سامنے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر استغاثہ بلند کیا۔

هَل مِن ناصرٍ ينصرنا. هَل مِن مغيثٌ يُغثينا.

ہے کوئی ہماری مدد کرنے والا جو اس وقت میری مدد کرے ہے کوئی فریاد کو سننے والا جو میری فریاد کو سنے۔

اصحابِ مقاتل لکھتے ہیں کہ اس استغاثے کا یہ اثر ہوا کہ مقتل میں شہیدوں کے لاشے تڑپنے لگے۔ منشاء یہ تھا کہ مولاؑ موت نے ہم کو مجبور کر دیا اگر دوبارہ خلعتِ حیات مل جائے تو آپ پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔ ظالموں پر تو اس کا کچھ اثر نہ ہوا لیکن خیامِ اہلِ بیتؑ سے ایک گریہ کا شور سنائی دیا۔

امامِ مظلومؑ نے گھوڑے کو واپس خیام کی طرف موڑا اور قریب آ کر فرمایا۔ بہن

زینبؑ۔ ابھی تو حسین زندہ ہے، گریہ کا کیا سبب ہے۔ جنابِ زینبؑ نے فرمایا۔ ''مانجائے۔ اُدھر آپ نے استغاثہ بلند کیا۔ اِدھر اصغرؑ نے بے قرار ہوکر اپنے آپ کو جھولے سے زمین پر گرا دیا۔ امام مظلومؑ نے فرمایا۔

بہن ٹھیک ہے اصغرؑ کا نام محضرِ حسینیؑ میں موجود ہے وہ خود نہیں جا سکتے اس لئے مجھے مدد کے لئے بلایا ہے۔

آسماں دیکھا تھا تو نے ایسا طفلِ شیرخوار
عزم کر رکھا تھا جس نے نصرتِ شبیرؑ کا
نظرؔ نگینوی

مُہر فطرت نے لگا دی دفترِ ایثار پر
اپنا جھولا چھوڑ کر میدان میں جب اصغرؑ گیا
نجمؔ آفندی

تاریخ دیکھنا تیرا دامن ہوا سیاہ
گھر سے نکل پڑا ہے کہیں بے زباں کوئی
زائرؔ سیتاپوری

امامؑ مظلوم نے جب جنابِ زینبؑ سے مخاطب ہوکر فرمایا، لاؤ اصغرؑ کو مجھے دے دو، جنابِ زینبؑ نے مادرِ علی اصغرؑ کو آواز دی۔

''اُمّ ربابؑ نے بچے کو لاکر باپ کی گود میں دے دیا۔

امامِ مظلوم نے ربابؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ ''ربابؑ! میں تیرے بچے کو سیراب کرنے کے لئے لے جاتا ہوں۔ شاید تھوڑا سا پانی مل جائے۔ اِدھر امامِ مظلومؑ چلے، اُدھر ربابؑ نے ممتا کے جوش میں بے قرار ہوکر تکنا شروع کر دیا، اور سراپا انتظار بن کر خیمہ کے در پر کھڑی ہوگئیں۔

کونین کی شجاعت قربان ہو رہی تھی
یوں جا رہے تھے اصغرؑ ہاتھوں پہ شہ کے رن میں

شاربؔ لکھنوی

دوپہر کا وقت، تمازتِ آفتاب سے تین دن کا بھوکا پیاسا ششماہہ پھول کی طرح کملا گیا، باپ کا دل تھا، چہرہ پر نظر پڑی، فوراً عبا کا دامن اوپر ڈال دیا۔ ظالموں نے سمجھا معاذ اللہ حسینؑ لڑائی سے عاجز ہو کر قرآن کو امان کے لئے لا رہے ہیں، امامِ مظلوم نے قرآنِ ناطق کے ورق کو فوجِ جفا کار کے سامنے پیش کر کے کہا۔ ''ظالمو! تمہارے زعمِ باطل میں مَیں گنہگار سہی۔ مگر یہ بچّہ تو کسی قوم وملت میں گنہگار نہیں، دو قطرے پلا کر اس کی جان بچا لو۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو امامؑ نے علی اصغرؑ کو جلتی ریت پر لٹا دیا اور الگ کھڑے ہو گئے فرمایا اگر تم کو یہ خیال ہو کہ حسینؑ بچے کے بہانے سے خود پانی مانگ رہے ہیں تو میں دور چلا جاتا ہوں، تم خود آخر پانی پلا دو۔ مگر ظالموں پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔ بچّہ ریگِ گرم پر تڑپنے لگا، امامؑ نے بیقرار ہو کر جلدی سے علی اصغرؑ کو اُٹھا کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا ''اصغرؑ! میں نے تو کوشش کر لی تم بھی حجّتِ خدا کے فرزند ہو۔ حجّت کو پورا کرو۔ بچے نے مسکرا کر فوجِ اشقیا کی جانب دیکھا اور سوکھی زبان نکال کر ہونٹوں پر پھیرنا شروع کر دی، امامؑ نے فرمایا، ساقیِ کوثر کے پوتے کا یہ پہلا سوال ہے اس کو رد نہ کرنا۔ اصغرؑ تم سے پانی مانگ رہا ہے، بچے کی مظلومی دیکھ کر فوجِ اشقیا میں تلاطم برپا ہو گیا اور منہ پھیر پھیر کر رونے لگے:-

بے زباں سپاہی کی جنگ بے تشدّد تھی
صرف ایک تبسم سے معرکہ سنبھالا ہے

ساجدؔ رضوی

اک تبسم کر گیا قلبِ یزیدیت فگار
اک منظر تھا جسے کون و مکاں دیکھا کئے

خنداںؔ لکھنوی

پیاس کی شدّت سے ہونٹوں پر زباں کو پھیرنا
درسِ عبرت بن گیا سارے زمانے کے لئے

عزیزؔ لکھنوی

مسکرانا پڑا اصغرؑ کو قضا سے پہلے
سب سے چھوٹے تھے مگر سب سے بڑا کام ملا

فضلؔ لکھنوی

اگر وہ اشک بہاتا تو کیا غضب ہوتا
ہنسی نے جس کی رُلایا ہے اک زمانے کو

شاربؔ لکھنوی

ایک بے شیر کے ہنسنے پہ تڑپ کر روئی
فوجِ اعدا کی فقط اتنی سی ہمت نکلی

جاویدؔ نقوی

سینوں پہ ہاتھ رکھ کے اولاد والے روئے
اصغرؑ نے مسکرا کر دیکھا تھا کس نظر سے

قیصرؔ رضوی المشہدی

ابنِ سعد ملعون فوج کی یہ حالت دیکھ کر گھبرا گیا اور حرملہ کے پاس آ کر بولا **اقطع کلام الحسینؑ** (حسینؑ کے کلام کو قطع کردے) ورنہ فوج میں بغاوت پھیل جائے

گی۔حرملہ نے ایک تیر سہ پہلو کمان میں جوڑا۔مقاتل لکھتے ہیں کہ تیر اتنا وزنی تھا کہ لوہے کی موٹی چادر پر مارا جاتا تو پار ہو جاتا۔ابنِ سعد نے حرملہ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا، کن الفاظ میں تحریر کروں کہ اس تیر نے کیسا ظلم ڈھایا اُدھر تیر چلا، اِدھر ننھا مجاہد ہمک کر باپ کے ہاتھوں پر مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ بچّہ باپ کے ہاتھوں پر ذبح ہو گیا۔ایک تیرِ بے رحم نے علی اصغرؑ کا سوکھا گلا، امام کا بازو اور مومنین کے دل چھید ڈالے، امامِ مظلومؑ نے حسرت سے بچّے کو دیکھا اور بے اختیار گلے سے لگا لیا۔

لاشۂ بے شیر کو دل سے لگائے ہیں حسینؑ
پھول پیارا ہو گیا، کچھ اور مرجھانے کے بعد

مولانا سیّد سبطِ حسن

اس منظر کو ملتِ جعفریہ کے محترم شعرائے کرام نے کس انداز سے اپنے رنگ میں پیش کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

حلقِ اصغرؑ، بازوئے شبیرؑ قلبِ فاطمہؑ
کر دیا کس کس کو گھائل حرملہ کے تیر نے

اسلام کا دل چھیدتا تیرِ بنِ کاہل
تھی خیر کہ گردن علی اصغرؑ نے بڑھا دی

محترمہ بانو سید پوری

گلے پہ تیر کھا کر مسکرائے اس لئے اصغرؑ
کہ رو لینے سے تابِ صبر پہ الزام آتا ہے

سیّد محمد علی ہاشمی

تیرے دم سے جی اُٹھی مری ہوئی انسانیت
زندہ باد اپنے گلے پر لینے والے تیر کے

نجم آفندی

اے اجل! اصغرؑ ابھی تو تیر کے قابل نہ تھے
زندگی کو آہ کیا کرنا تھا اور کیا کردیا

قیصر رضوی المشہدی

خون کے قطرے سوکھی رگوں سے ٹپکے، امامؑ نے چاہا کہ زمین پر پھینکیں، زمین فریاد کرنے لگی مولاؑ یہ خونِ ناحق میں برداشت نہیں کرسکتی، اگر ایک قطرہ بھی مجھ پر گرا تو قیامت تک ایک دانہ پیدا نہیں ہوگا۔

امامِ مظلومؑ نے سوئے آسمان پھینکنا چاہا، آواز آئی آقا! میں اس خونِ ناحق کا متحمل نہیں ہوسکتا، ایک قطرہ بھی اِدھر آیا تو قیامت تک ایک بوند پانی نہیں برسے گا، اب حسینؑ کیا کرتے، خونِ اصغرؑ کو منہ پر مل کر فرمایا۔ "میں نانا کے سامنے اسی حالت میں جا کر فریاد کروں گا۔ نانا! آپ کی اُمتِ جفا کار نے میرے ساتھ کیسا سلوک کیا۔

امامؑ بچّے کی لاش ہاتھوں پر لئے ہوئے خیمے کی طرف چل دیئے۔ کچھ دُور چلے تھے کہ خیال آیا ماں بچے کے انتظار میں کھڑی ہوگی، کیا جواب دوں گا واپس پلٹے، چند ہی لمحوں کے بعد پھر خیمے کی طرف چلے اور واپس ہوگئے۔

کبھی بڑھے، کبھی پلٹے کبھی قیام کیا
عجیب شان سے اصغرؑ کو لا رہے ہیں حسینؑ

قیصرؔ

ایک مرتبہ آگے بڑھے، دیکھا کہ سامنے درِ خیمہ پر ربابؑ انتظار میں کھڑی ہیں،

مولاؑ نے ربابؑ کے چہرے کو غور سے دیکھا، جنابِ ربابؑ نے سر کو جھکا لیا ایک لمحہ کے بعد امامؑ نے فرمایا۔ "ربابؑ! میں جو کچھ کہوں گا، مانو گی۔ عرض کیا مولا! آپ کے ہر حکم کی تعمیل کروں گی، فرمایا۔ ربابؑ صبر کرنا۔ یہ لو اپنا بچّہ۔

بچّے کی لاش باپ کے ہاتھوں سے ماں کی گود میں آئی، اب چونکہ صبر کا وعدہ کر چکی ہیں۔ گریہ نہیں کرتیں، ایک محویت کا عالم ہے، بچے کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی ہیں کہ ایک آہِ سرد کھینچی اور سوئے آسمان دیکھ کر فرمایا۔ اللہ! کیا اس عمر کے بچے بھی کہیں ذبح کئے جاتے ہیں۔

چند لمحے گزرے تھے کہ امامؑ نے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا، حکمِ امامؑ ملتے ہی قدم آگے بڑھا دیئے، تھوڑی دور جانے کے بعد امامؑ بیٹھ گئے اور ذوالفقار نکال کر ننھی سی قبر کھودنا شروع کر دی۔ ماں بچے کی لاش لئے کھڑی ہیں۔

امام کا کوئی فعل مصلحت سے خالی نہیں ہوتا، علمِ امامت سے یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ ربابؑ کو شام کے قید خانے میں ایسی ہی مصیبت کا سامنا ہوگا۔

سکینہؑ کی لاش وقت کا امامؑ ماں کے سامنے ہی دفن کرے گا۔ اس لئے رباب سے صبر کا وعدہ لے لیا اور اصغرؑ کی لاش ماں کے سامنے دفن کر دی کہ صبر کا دامن ربابؑ کے ہاتھوں سے نہ چھٹنے پائے۔

تہذیب و تمدن پہ ہے احسان تمہارا
ہر اُمّت و ہر قوم کے پیارے علی اصغرؑ

(مجلّہ "النجف"، صفحہ ۴۱ تا ۴۴)

قطعات......درحال حضرت علی اصغرؑ

از: حکیم صاحبِ عالم سید محمد قاسم

حیدر کا لاڈلا ہے تو دل ہے بتولؑ کا تعویذ ہے یہ بازوئے دینِ رسولؐ کا
اصغرؑ کو اپنا ہدیۂ اصغرؑ نہ کہہ ربابؑ یہ عطر ہے نہالِ شہادت کے پھول کا



از: بانو سید پوری

زمانہ دیکھے یہ عنوانِ آمدِ اصغرؑ وہ بہر نصرت حق آنِ آمدِ اصغرؑ
مباہلہ میں جو تھی شانِ آمدِ شبیرؑ ہے کربلا میں وہی شانِ آمدِ اصغرؑ



از: شہید صفی پوری

پہلے پہل سنا تھا جو پیغامِ حق نما اظہارِ سرکشی سے پشیماں تھے اشقیا
اعجاز بے زبانیٔ معصوم دیکھئے جو کہہ سکا نہ کوئی وہ اصغرؑ نے کہہ دیا



از: سید سبطِ حسن صاحب خوشتر جونپوری

حسینی قافلہ میں ایک بچہ ایسا کمسن ہے کہ جس کی شیرخواری کا نہیں پورا ہوا دن ہے
ملا یہ مرتبہ راہِ خدا میں سرفروشی کا ضیائے نورِ اصغرؑ آفتاب قلبِ مومن ہے



مولانا سیّد وصی محمد حسینی (مجتہد):

کتاب ”پیاسا شِیر خوار“ سے اقتباس......

جنّت کی دودھ پلائی

آسمانی آواز کہ اس کے لئے مرضعہ مہیا ہے

بقیہ روایتِ ہشام بن محمد فضا سے ایک آواز آئی اے حسینؑ اس بچے کی فکر نہ کرو جنت میں اس کو دودھ پلانے والی موجود ہے (تذکرہ الخواص سبط ابنِ جوزی)

یعنی ابن جوزی کی روایت کے بموجب جو علمائے اہلسنّت سے ہے ”ہاتفِ غیبی نے ندا دی حسینؑ اس کو رخصت کرو اس کے لئے جنت میں دایہ مہیا ہے جو اس کو دودھ پلائے گی“۔ (فرسان الہیجا، سفینۃ البحار، منتہی الآمال)

میت بہن کی طرف بڑھا دی:

اجمالی روایت میں ہے کہ حضرت نے بہن سے فرمایا اس کو سنبھال لیجئے۔
(ارشاد شیخ مفید، لہوف ابن طاؤس)

تفصیلی روایت میں ہے:-

مقتل سے طفل مذبوح کو یوں لے کر پلٹے کہ بچہ کا خون سینۂ حسینؑ پر جاری تھا۔
(مقتل ابومخنف)

میّت کو مقتل سے لا کر اُمّ کلثوم کے حوالے کر دیا (مقتل ابومخنف)

حمید ابنِ مسلم کہتا ہے:-

”میں ابنِ زیاد کے لشکر میں تھا۔ حسینؑ کے ہاتھوں پر جو بچہ شہید ہوا اس کی طرف

میں دیکھ رہا تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ خیمے سے ایک بی بی برآمد ہوئیں۔ کبھی اُٹھتی تھیں اور کبھی بیٹھتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں۔ **وا ولداہ وا قتیلاہ وا مھجۃ قلباہ** (ہائے بیٹا ہائے مقتول ہائے جان و دل) حتیٰ کہ اس بچہ کے قریب آ کر انھوں نے اپنے کو اس پر گرا دیا اور چند بچیاں بھی خیمہ سے نکل پڑیں۔ ''دوڑیں اور اپنے کو شہید بچّے کی میّت پر گرا دیا''۔ ''حسینؑ قوم سے ہمکلام تھے''۔ جب حضرت نے یہ حال دیکھا اس بی بی کی طرف گئے اور اس کو امر باصبر فرمایا اور نہایت نرمی اور ملاطفت سے دلاسا دے کر خیمے میں لوٹا دیا۔ معلوم ہوا یہ کلثومؑ اور یہ بچیاں فاطمہؑ وسکینہؑ و رُقیہ تھیں۔

(ترجمہ عبارت مہیج الاحزان صفحہ ۲۱۶)

حمید ابنِ مسلم کی اس روایت سے تو پورا نقشہ اس حادثہ کا سامنے آجاتا ہے خیمہ سے ان بیبیوں کا نکلنا اور دوڑنا اور حسینؑ کا دشمنوں سے ہمکلام رہنا اور پھر ان کو خیمہ میں واپس کرنا یہ امور شاہد ہیں کہ یہ حادثہ بے شیر خیمہ سے کسی فصل پر واقعہ ہوا تھا جو کفار سے کوئی قریب ہی جگہ تھی۔

''جب شیر خوار کی شہادت واقع ہوئی ہے تو زوجۂ امام حسینؑ درِ خیمہ پر مدہوشانہ کھڑی تھیں۔ (مناقب ابنِ شہر آشوب۔ ابصار العین)

مولانا کلبِ حسین مرحوم نے ایک مجلس میں فرمایا۔ ''ذبح کے مختلف قاعدے ہیں۔ عام طریقہ سے چھری سے ذبح کیا جانا، اونٹ کو نحر کرنا۔ مچھلی کو زندہ پانی سے نکال لینا۔ عزت دار عورتوں کو بے پردہ نکالنا۔ یہ ذبح کے ہم معنی ہے۔''

میں کہتا ہوں علی اصغرؑ کو بقول ''تاریخ کامل'' خنجر سے ذبح کیا گیا۔ نحر کیے گئے۔ گہوارہ آپ کا مکان تھا جس سے نکالے گئے۔ بغیر پانی کے تڑپ رہے تھے جیسے ماہیٔ بے آب۔ بس ان کے لئے ذبح کے تمام طریقے برتے گئے حسین مظلومؑ کی تشبیہ کتنی

بلیغ ہے کہ یہ بچہ ناقۂ صالح سے کم نہیں ہے۔

اس تشبیہ پر یوں بھی غور کیا جائے کہ بچہ ناقۂ صالح کو اپنی مصیبت کا احساس تھا۔ وہ فریادی تھا تو اگر حضرت ربابؑ کا بچہ گہوارے میں فریادی اور فریادرسی کے لئے تیار ہو تو کیا معاذ اللہ یہ نا قابل پذیرائی ہے؟

تا علی اصغرؑ بہتّر کا تکملہ ہوا:

روضۃ الاحباب میں ہے کہ جب علی اصغرؑ تک بہتّر شہید ہو چکے تھے تو مردوں میں سوائے حضرت زین العابدین کے اور کوئی شخص امامؑ مظلوم کے ساتھ باقی نہ رہا۔

اور بعض کتب تاریخیہ مثلاً حبیب السیر اور روضۃ الصفا سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام محمد باقر فرزند حضرت زین العابدین بھی کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ (تاریخِ احمدی صفحہ ۲۹۵)

روضۃ الاحباب میں ہے کہ اس وقت حضرت زین العابدینؑ کی عمر تئیس سال کی اور حضرت محمد باقر علیہ السلام کی عمر تین سال کی تھی۔ (تاریخِ احمدی)

مگر یہ یاد رہے کہ ہونے والا امام امامِ وقت پر جان دینے کا ہرگز مکلّف نہیں ہے بلکہ اس پر عہدۂ امامت اور منصب داری کا بوجھ کسی وقت میں آنے والا ہے۔ لہٰذا وہ اس شہادت کے بارِ گراں سے مستثنٰی ہی نہیں بلکہ ممنوع الشہادت ہے۔

چنانچہ جنگ جمل میں حضرت امام حسینؑ کے لئے امیر المومنینؑ کے یہ جملے ملتے ہیں کہ "حسینؑ کو روک لو کہیں وہ میری کمر نہ توڑ دے"۔

بلکہ جس شخص کو حجّتِ خدا نے فریضہ پر مامور کر دیا اس کے خلاف دوسرا کام وہ انجام نہیں دے سکتا۔ جیسے جنگِ احد کی گھاٹی پر مامور دستہ ہٹنے اور جنگ وغیرہ سے

ممنوع تھا۔

جابر سلامِ باقری اور زیارتِ قبر سید الشہدا کی تشریح کے ذمہ دار تھے بنی اسد زین العابدینؑ کے ساتھ دفن میں ہاتھ بٹانے کے لئے منتخب ہو چکے تھے اب یہ حضرات دوسرے کام انجام نہیں دے سکتے تھے۔

لہٰذا بعض اربابِ وطن کا یہ کہنا کہ بنی اسد نے استغاثۂ امام پر لبیک نہیں کہی تو وہ کافر ٹھہرے تو خواہ وہ دفن کریں یا یہودی کیونکہ کافر کافر برابر ہیں۔ تو اس کا یہی جواب ہے جو اوپر گذرا۔ عبرت کی بات ہے کہ کتنے مہمل اور دلدوز اعتراضات اس زمانے میں پیدا ہو گئے ہیں۔ ہم نے جہاں جہاں گنجائش پائی اس میں بھی کچھ حل پیش کر دیا ہے۔

پس یہ جو کہا گیا کہ علی اصغرؑ کس طرح مکلّف ہو گئے صدائے استغاثہ پر لبیک کہنے کے جبکہ ''دو امام حضرتِ سیّد سجادؑ اور امام محمد باقر'' نہیں ہوئے۔ اس کا یہی جواب ہے جو ہم نے اوپر پیش کر دیا۔ ماسوا اس کے سیّد الساجدین تو نکل پڑے تھے مگر اذنِ امام نہ ملا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے لئے رجحان یہی ہے کہ کربلا میں موجود تھے مگر ان کا یا ان کی والدۂ محترمہ کا تذکرہ کہیں پورے واقعات کربلا یا کوفہ وشام میں نہیں ملتا جیسے جناب لیلیٰ کا۔ رہا لیلیٰ کو دعا کرنے کے لئے حکمِ امام تو وہ بھی علامہ نوری نور اللہ مرقدہٗ کے نزدیک نظری ہے اور شہر بانو تو علی التحقیق کربلا میں نہ تھیں یعنی والدۂ سیّد الساجدینؑ واللہ اعلم۔

امام حسینؑ بہت روئے اور فرمایا (ابو مخنف)

پروردگارا مجھے یکہ و تنہا نہ رکھنا۔ ان لوگوں نے تو گناہوں اور ہٹ دھرمیوں کی زیادتی کر دی ہے۔

انھوں نے ہمیں اپنے درمیان ذلیل بنا رکھا ہے۔ اور یہ سب اپنے کردار سے یزید بدکردار کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم ہوا یزید سب مظالم کا ذمہ دار ہے۔

اس وقت حسینؑ کو عباسؑ یاد آ گئے:

میرا بھائی (عباسؑ) تو جامِ شہادت پی کے چلا اور اپنے خون میں یکہ وتنہا رہ کر آغشتہ ہو چکا سپاٹ جنگل کے بیچوں بیچ اکیلا دور جا پڑا۔

خدایا تو تو جدا نہیں ہوتا سب کچھ نگراں ہے۔ (ینابیع المودہ صفحہ ۳۴۶)

امام سخت رو رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ **یارب لا تترکنی وحیدا** (الابیات) ینابیع المودۃ)

پھر اُمّ کلثومؑ و زینبؑ و سکینہؑ و رقیہؑ و صفیہؑ کو آواز دے کر فرمایا۔

علیکن منی السلام فھذا آخرا لاجتماع ۔پس اب یہ آخری ملاقات تھی۔تمہارے رونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

اُمّ کلثوم نے چیخ کر کہا۔ ''بھیا کیا آپ نے اپنے کو موت کے سپرد فرما دیا''۔

فرمایا۔ ''جس کا کوئی ناصر و مددگار نہ ہو کیوں نہ موت کے حوالے اپنے کو کر دے''۔

اُمّ کلثوم نے عرض کیا بھیا۔ **ردنا الی حرم جدنا**۔ ہم کو ہمارے نانا کے روضہ پر پہنچا دیجئے''۔ کہا ''بہن یہ تو بہت بعید امر ہو گیا۔ **بوترك القطا لنام**'' قطاً اگر سونے کی مہلت پاتا تو سو رہتا''۔

سکینہؑ بھی رونے لگیں ان کو سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا۔ **سیطول** ....الخ

(الابیات....ابو مخنف)

پھر استغاثہ کیا اصحاب کو نام لے لے کر پکارا پھر حملہ کیا پھر خیمے کی طرف پلٹے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔ "کفر القوم وقدماً رغبوا"۔ (ابی مخنف۔ بحار الانوار)

بعد دفن شیر خوار یہ اشعار پڑھے۔ "احتجاج کما رواہ البحار"۔

''امام حسینؑ لاش لے کر واپس آئے اور لاش اُمّ ربابؑ کو دے کر کہا لے یہ تیرا بچہ حوضِ کوثر سے سیراب ہو گیا، اب امام حسینؑ نے لشکر کفار کا رُخ کیا، آپ رجز پڑھ کر لشکرِ یزید کی طرف متوجہ ہوئے اور بعد شہادت علی اصغرؑ حسینؑ خود مرنے پر تیار ہو گئے۔ (اعثم کوفی صفحہ ۲۷۰)

شہادتِ بے شیر پر بے تابی میں
سیدانیوں کا گھر سے باہر نکل پڑنا

راوی کہتا ہے کہ اس وقت میں نے دیکھا کہ دفعتہً ایک معظّمہ اور تین لڑکیاں خیمہ سے پیٹتی ہوئی مقتل میں آئیں۔ اُم کلثومؑ، سکینہؑ اور فاطمہؑ اور رقیہؑ جس طرح زینبؑ کو علی اکبرؑ سے محبت تھی اسی طرح اُم کلثومؑ کو علی اصغرؑ سے محبت تھی۔

''مجالس الشیعہ'' صفحہ ۲۹ اور ''مہیج الاحزان'' صفحہ ۲۱۶ پر بھی اُم کلثومؑ۔ فاطمہؑ، سکینہؑ اور رقیہؑ کا خیمہ سے بعد شہادت علی اصغر علیہ السلام نکلنا مذکور ہے

(بہ روایت حمید بن مسلم)

اکسیر العبادات میں حمید بن مسلم سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ:۔

''میں لشکرِ ابن زیاد میں بروزِ عاشورہ موجود تھا پس دیکھا میں نے طرف اس بچے کے جو امام حسینؑ کے ہاتھ پر شہید ہوا تھا۔ ناگاہ ایک معظّمہ خیمہ سے باہر نکل آئیں۔ ان کے پاؤں گوشۂ چادر میں الجھتے جاتے تھے اور وہ معظّمہ کبھی گر پڑتی ہیں اور کبھی اُٹھ

بیٹھتی ہیں۔ کہتی تھیں، ''اے فرزند، اے مقتول ظلم وستم، ہائے اے راحتِ دل میرے''

پس معظّمہ کے بین پر بنی امیہ بھی باوجود سنگدلی کے رونے لگے۔ یہاں تک کہ وہ مخدومہ اس طفل مذبوح تک گئیں اور گر پڑیں اور دیر تک نوحہ وزاری میں مصروف رہیں۔ پس ان معظّمہ کے پیچھے چند صاحبزادیاں باہر نکلیں اور امام حسینؑ اس وقت اہلِ کوفہ وشام کو وعظ ونصیحت فرمار ہے تھے''۔ (نہر المصائب حصہ ۳۔ ابومخنف سے بھی مروی ہے تقریباً۔ نہر المصائب ۴۵۱)

خیمہ میں میت کا لایا جانا:

مذبوح بچہ کو لے کر حسینؑ درِ خیمہ تک واپس ہوئے خونِ حسینؑ کے سینہ پر بہہ رہا تھا۔ بچہ کو اُم کلثوم کے حوالہ فرمایا۔ انھوں نے خیمہ میں لاکر رکھ دیا۔

فرمایا بہن یہ بچہ حرملہ کے ہاتھوں سے سیراب ہوگیا۔

(مقتلِ ابی مخنف ریاض المصائب صفحہ ۳۲۵۔ سوانح شاہزادہ علی اصغرؑ صفحہ ۸۱)

لاش اُم کلثومؑ کے حوالہ فرمادی۔

ترجمہ نور العین فی مشہد الحسینؑ اسفرائنی میں ہے:۔

''پس حضرت خیمہ میں آئے اور اپنی بہن اُمّ کلثومؑ کو وہ لاش حوالہ کی۔ انھوں نے اپنے سینے سے لگالیا اور سب بی بیاں ایسی روتی تھیں کہ ان کے رونے سے فرشتے روتے تھے اور وہ یہ بین کرتی تھیں۔

ہائے افسوس پیاسے بچّے پر جس کی دودھ بڑھائی سے پہلے ہی تیر سے دودھ بڑھائی ہوگئی۔

وہ بچہ تھا سسک سسک کر رہ گیا ہائے۔ مسلسل یہ افسوس سال بہ سال رہے گا۔

اشقیا نے اس کے والدین کے دل بھون دیئے۔ اس کو خواری انتقام کے ساتھ تیر مار کر ہلاک کیا جیسے اس سے کوئی بدلہ چکائے۔

پس اللہ حکم کرے گا ہمارے ان کے درمیان حشر میں جہاں سب مقدمات کا فیصلہ ہوگا۔ (مقتل اسفرائنی صفحہ ۵۷)

صاحبِ مجالس علویہ نے ابو مخنف سے اُم کلثوم کے یہ اشعار نظم کئے ہیں :۔

ترجمہ: پس حسینؑ جب خیمہ کی طرف پلٹے دل کا یہ عالم تھا کہ دوسرا ہوتا تو کلیجہ قلق سے پھٹ گیا ہوتا سکینہؑ نے بڑھ کر کہا بابا کیا میرے مانجائے کو آپ سیراب کر لائے۔ اس وقت حسینؑ کے دل کا عجیب عالم رہا ہوگا۔ فرمایا لو یہ ذبح کر دیے گئے۔

(ایضاً نہضۃ الحسین صفحہ ۱۱۳ الثقۃ الاسلامیہ)

ربابؑ جگر کباب کی بے چینی اور پیار اور نوحہ:

پس مظلوم کربلا مقتل سے طرفِ خیمہ کے تشریف لائے اور لاش اس شیر خوار کی اس کی مادر ستم رسیدہ کو دے دی اور فرمایا کہ اے ربابؑ صبر کرو اس مصیبتِ عظمیٰ پر جو تم پر نازل ہوئی ہے اور شکر کرو اس پروردگار کا جو خالقِ آسمان و زمین ہے۔ یہ امر باعثِ رضائے خدا ہے اور یہ بچہ اب ایسا آب خوشگوار سے سیراب ہوا ہے کہ پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ (نہر المصائب مجلس ۳۷ صفحہ ۴۴۱۔ نزہتہ حصہ ۴ صفحہ ۵۱۱)

لاش لے کر واپس آئے اور اس کی ماں کو دے کر کہا لے تیرا بچہ حوضِ کوثر سے سیراب ہوگیا۔ (اعثم کوفی صفحہ ۲۷۰)

علامہ مازندرانی فرماتے ہیں ''ماں درِ خیمہ سے دیکھ رہی تھی۔

حسینؑ بچہ کو سینے سے لگائے درِ خیمہ تک آئے مادرِ علی اصغرؑ مدھوشانہ کھڑی تھیں بات منہ سے نہ کر پاتی تھیں۔ (مناقب مازندرانی صفحہ ۲۵۷)

میں کہتا ہوں مناقب کا یہ جملہ "**ضمه الی صدره واتی به الی باب الفسطاط**" حسینؑ بچہ کو خیمہ کے در پر لائے۔ یہ شہادت سے قبل کا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خیمہ کے اندر سے حسینؑ سینے سے لگائے ہوئے درِ خیمہ تک لائے۔ یہ مفہوم اس لئے صحیح نہیں ہے کہ ارشاد وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسینؑ کو یہ بچہ درِ خیمہ پر لا کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا دوسرے معنی یہی ہیں کہ بعد شہادت حسینؑ سینے سے لگائے بچے کو درِ خیمہ تک لائے تو معلوم ہوا کہ بچے کی شہادت درِ خیمہ سے ہٹ کر مقتل میں ہوئی تھی۔ لہٰذا مازندرانی علیہ الرحمہ بھی اسی کے موئد قرار پاتے ہیں کہ علی اصغرؑ کو حسینؑ مقتل میں لائے تھے۔ اسی مطلب کی تائید روضۃ الشہدا کی عبارت سے ہوتی ہے جو درجِ ذیل ہے۔

ربابؑ کے حوالہ لاش کر دی۔

حضرت علی اصغرؑ کی شہادت:

امام حسین علیہ السلام نے اہلِ حرم کو تسلی دی اور گھوڑے پر سوار ہو کر چاہا کہ میدان کو تشریف لے جائیں کہ اچانک خیمہ سے زبردست چیخ و پکار کا شور آپ کی سمع مبارک تک پہنچا، آپ نے اُس کا سبب پوچھا تو اہلِ بیتؑ کرام نے عرض کی اے سیّد و سرورِ ستم گر زمانے نے ہمیں خوار کیا اور علی اصغرؑ پیاس سے زاری کر رہا ہے اُس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے اور وہ شیر خوار بچہ ہلاکت کے قریب پہنچ چکا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اُسے اُٹھا کر میرے پاس لے آؤ، جناب زینب

سلام اللہ علیہا اُنھیں اُٹھا کر امام حسینؑ کی خدمت میں لے آئیں امامِ مظلومؑ نے اُنھیں آغوش میں لے کر زین کا سہارا دیا اور مخالفین کی فوج کے پاس جا کر اُنہیں ہاتھوں میں اُٹھا کر آواز دی اے لوگو اگر تمہارے گمان میں مَیں نے گناہ کیا ہے تو اس بچے نے ہرگز کوئی گناہ نہیں کیا اسے ایک گھونٹ پانی دے دو کیونکہ شدتِ پیاس سے اس کی والدہ کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔

اُن سنگدل جفا کاروں نے کہا! یہ محال ہے کہ ہم ابن زیاد کے حکم کے بغیر آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو ایک قطرہ پانی کا دے دیں، اس کے ساتھ ہی قبیلہ ازد کے ایک بد بخت شخص حرملہ بن کاہل نے تیر کھینچا اور امام حسین علیہ السلام کی طرف چلا دیا، وہ تیر حضرت علی اصغرؑ کے گلے کو چیرتا ہوا حضرت امام حسین علیہ السلام کے بازو میں پیوست ہو گیا،

امام حسین علیہ السلام نے معصوم علی اصغرؑ کے گلے سے تیر کو کھینچا اور معصوم کے حلق سے جاری ہونے والا خون دامنِ پاک پر مل لیا اور ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا"۔

پھر آپ خیمہ کی طرف تشریف لے آئے اور حضرت علی اصغرؑ کی والدہ کو بلا کر فرمایا کہ شہید بچّے کو لے لیں اِسے حوضِ کوثر سے سیراب کیا جائے گا۔

جناب علی اصغرؑ کی والدہ کی چیخ نکل گئی اور خواتینِ اہلِ بیتؑ فریاد و فغاں کرنے لگیں امام حسینؑ بھی بیٹے کے حال پر رو دیئے۔ (حبیب السیر از روضہ)

احمد بن ابو محمد بن علی اعثم کوفی لکھتے ہیں:۔

اس کے بعد اپنے شیر خوار بچے علی اصغرؑ کو جو پیاس کی شدت سے انتہائی مضطرب تھا اپنے آگے زین پر رکھ کر صفوں کے سامنے لے گئے اور آواز دی کہ اے ظالم قوم

اگر تمہارے خیال میں مَیں گناہ گار ہوں تو اس بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ حسینؑ ابنِ علیؑ کی آواز سن کران میں سے ایک شقی نے حضرت کی طرف تیر مارا جو شیرخوار بچے کے گلے کو چھیدتا ہوا حضرت کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ تیر کے نکالتے ہی بچے کی روح پرواز کرگئی۔ امامِ حسینؑ لاش لے کر واپس آئے اور اس کی ماں کو دے کر کہا لے تیرا بچہ حوضِ کوثر سے سیراب ہو گیا۔ اب جناب امام حسینؑ نے لشکر کفار کا رُخ کیا۔ آپؑ یہ رجز پڑھ کر کوفیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

(تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۸۲۹ تا ۸۳۰)

ہائے کہیں بچے بھی نہر کیے جاتے ہیں؟

"پس مادرِ ستم رسیدہ اس کی اس بچہ کو لے کر رونے لگی اور خون منہ اور گلوئے بریدہ سے پونچھتی تھی اور زار زار روتی تھی اور اپنے منہ اور رخساروں پر طمانچے مارتی تھی اور منہ اپنا منہ پر اس نورِ نظر کے رکھ کر یہ بین جگر خراش کرتی تھی۔ "ہائے اے پارۂ جگر، اے نورِ نظر۔ ہائے اے راحتِ دل میرے ہائے افسوس ہے کہ کس بے رحم نے تجھ سے شیرِ خوار پر رحم نہ کیا۔ تجھ سے تشنہ لب ہمشکلِ رسولِؐ خدا کو تیرِ ستم سے نحر کیا۔"

ماں کے نفسیات یہاں یکجا ملتے ہیں۔

(نزہتہ المصائب حصہ ۴ صفحہ ۵۱۲)، (نہر المصائب حصہ ۳ مجلس ۷ صفحہ ۴۴۰)

رباب کی حالت متغیر ہوگئی:

چنانچہ ابنِ نما نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ نے حال مادرِ علی اصغرؑ کا نہایت متغیر پایا تو اس نورِ چشم کو آغوش سے اس معظمہ کی لے لیا اور قتل گاہ میں تشریف لائے اور اس بچہ کی لاش شہدائے اہلِ بیتؑ میں رکھ دی۔ (نہر المصائب)

پہلے گنجِ شہیداں میں میت بے شیر لا کر رکھی:

جناب مفید نے لکھا ہے:-

مفید علیہ الرحمہ نے ارشاد میں مجلسی نے بحار میں ابنِ نما علیہ الرحمہ سے اور صاحب رموز و محدث قمی نے بھی ابنِ نما سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے دفن سے پہلے میت مقتل شہدا میں لا کر رکھی۔ (رموزِ شرح نفس المہموم صفحہ ۱۶۴ و ۱۸۶ الدمعۃ الساکبہ صفحہ ۳۴۰۔ لواعج الاشجان صفحہ ۱۴۶ معالی صفحہ ۲۴۴) (ایضاً نزہۃ المصائب حصہ ۴ صفحہ ۵۱۲)

ننھی سی قبر کھود کے بچہ کو گاڑ کے

شبیرؑ اُٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

علامہ طبرسی فرماتے ہیں:-

کہ امام حسینؑ اس وقت ذوالجناح سے زمین پر تشریف لائے اور نوکِ شمشیر سے ایک قبر کھودی اور اس فرزند کو بعوض کفن کے خون مل کر نمازِ جنازہ پڑھی اور دفن کیا اور بعد دفن کے اس شیر خوار کی قبر پر بشدت روئے۔

اس میں نماز کا ذکر ہے مگر احتجاج میں نہیں ملا۔

بہ روایت عوالم حسینؑ نے بچہ کے روبرو اس کا خون مثل کفن کے مَل دیا۔

(فرسان الہیجا.... ج ۱ صفحہ ۳۷۳)

حضرت نے تھوڑی سی زمین کھود کر علی اصغرؑ کو دفن کر دیا

(تاریخ آئمہ صفحہ ۳۶۰ روضۃ الصفا ج ۳ صفحہ ۷۱)

نیامِ شمشیر سے ایک گڑھا بصورت قبر کھودا (نزہۃ المصائب صفحہ ۱۰۴ مصدقہ ناصر الملۃ)

شہؑ نے پڑھی تھی میتِ بے شیر پر نماز:

محمد بن طلحہ مطالب السئول میں کتاب فتوح کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ جب یہ بچہ شہید ہوا تو حسینؑ نے اس پر نماز پڑھی اور اس کو دفن کر دیا۔ (رموز صفحہ ۱۶۳)

شرح شافیہ میں ہے کہ حسینؑ گھوڑے سے نیچے اُترے اور اس پر نماز پڑھی۔

(ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۴۵، ۲۷۲۔ فرسان الہیجا)

شرح شافیہ ابوالفتوح رازی سے مطالب السئول شافعی، جعفری ۱۲۰۲ھ صفحہ ۲۴۹ پر ہے کہ حسینؑ نے علی اصغرؑ کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

احتجاج طبرسی میں یوں منقول ہے کہ امام حسینؑ لاشِ علی اصغرؑ کو آغوش میں لے کر مقتل شہدا میں تشریف لائے ذوالجناح سے اُتر کر نوکِ شمشیر سے ایک چھوٹی سی قبر کھودی اور خون حلق نازنین علی اصغرؑ سے لے کر تمام بدن پر اس بچہ کے بجائے کفن کے ملا اور نمازِ جنازہ پڑھی اور اپنے ہاتھ سے اس نورِ نظر کو دفن کیا اور خاک کو برابر کر دیا اور بعد دفن قبر پر اس کی شدت سے روئے تھے اور گویا فرماتے تھے۔ **واللّٰہ مالی انیس بعد فرقتکم ، الا لبکاء قوع السن جالندم**

(نہر المصائب، ج ۳ مجلس ۷ صفحہ ۴۲۱ مجالس مفجعہ ۲۲۹، مقتل مقرم، مقتل الخوارزمی، احتجاج طبرسی)

منتہی الآمال میں عبارت احتجاج کا ترجمہ فارسی میں وارد فرمایا ہے مگر اس میں نماز کا ذکر نہیں ہے۔ دیکھئے...ج ۱ صفحہ ۳۸۹، تہران۔

''احتجاج طبرسی'' میں ذکرِ نماز نہیں ہے۔ بقیہ امور احتجاج میں ملتے ہیں۔

نمازِ جنازہ کس عمر والے پر واجب ہے کس پر مستحب ہے؟

نمازِ جنازہ چھ سال کی عمر والے بچہ پر واجب ہے یعنی جب نماز کو سمجھنے لگے تو اس

کے لئے نمازِ جنازہ ثابت ہے۔ جیسا کہ محمد بن مسلم کی صحیح میں مرسل روایت ہے کہ بچّے پر نماز کب پڑھی جائے؟ فرمایا جب نماز کی عقل پکڑ لے۔ میں نے پوچھا اس کی عقل کب پکڑتا ہے اور اس کی نمازِ جنازہ کب واجب ہوتی ہے؟ فرمایا چھ سال پر۔

یعنی جو بچہ چھ سال کو نہ پہنچا ہو گر زندہ پیدا ہوا ہو اس کی نمازِ جنازہ مستحب ہے۔

(شرائع الاسلام فصل رابع الصلوۃ علی الاموات صفحہ ۱۳ چاپ آہنی)

لہٰذا معلوم ہوا کہ نومولود سے لے کر چھ سال تک والی میت پر مستحب ہے چھ سال کے پورے ہونے پر واجب۔ (اکسیر التواریخ، نزہتہ المصائب جلد ۴، صفحہ ۵۱۲ نولکشور مصدقہ ناصر الملتہ وغیرہ، احتجاج طبرسی)

حسینؑ گھوڑے سے اُترے۔ (اکسیر التواریخ صفحہ ۷۶)

روضتہ الصفا میں ہے، امام حسینؑ نے اپنی تلوار سے تھوڑی سی زمین کھود کر علی اصغرؑ کو دفن کیا۔ (تاریخ احمدی صفحہ ۲۹۵)

شبیرؑ اُٹھ کھڑے ہوئے ....

علاّمہ ہبتہ الدین شہرستانیؒ فرماتے ہیں کہ حسینؑ نے بچے کے ساتھ اپنی تمام امیدین (جو اس قوم سے ہوسکتی ہونگی یا بچہ کی زندگی سے وابستہ ہوں) دفن کر دیں۔

(نہضتہ الحسینؑ صفحہ ۱۱۳)

علامہ اعتماد فرماتے ہیں حسینؑ نے بچہ کے ساتھ اپنی تمام امیدیں جو قوم کو ضلالت سے بچا لینے کی ایک ہادی برحق کو ہونا چاہیئے دفن کر دیں امام حسینؑ نے اپنے اس اقدام سے بنی امیہ کے دلوں کی نیتوں اور کیفیتوں کو آشکار کر دیا جو ان میں شدید ترین قساوت اور شقاوت پائی جاتی تھی رہ گئیں کیونکہ بچے کا جنھیں ہر گناہ سے بری سمجھا جاتا

ہے اور شیر خوار بچوں کا کہ جو گناہوں سے پاک ہیں قتل کرنا ان میں آتش پرستوں اور بت پرستوں کی بھی غیرت نہ تھی مگر جرموں کے عادی بنی امیہ اس کی مہارت رکھتے تھے انھیں اس میں بھی کوئی تکلف نہ تھا۔ (منابع الثقافتہ..... صفحہ ۱۴۲)

پانی نہ تھا جو شاہ چھڑکتے مزار پر
آنسو ٹپک پڑے لحدِ شیر خوار پر

علامہ شہرستانی فرماتے ہیں:۔

آلِ ابوسفیان کی بدنیتی و بدباطنی آشکار ہونے سے علمبردار حق امام حسینؑ نے جتنی قوت بھی ہوسکتی تھی صرف کرنے سے بچا نہیں رکھی اور جتنی فرصت مل سکتی تھی ضائع نہیں فرمائی کیونکہ ننھے ننھے بچوں کا قتل اور چھوٹے بچوں کا ذبح کرنا ایک سنگین جرم تھا جس کو شریعت ہی نہیں عرف نے بھی بڑی شدت سے منع کیا ہے، حسینؑ نے دکھلا دیا کہ یہ بنی امیہ بڑے ہی بدباطن اور خبیث سیرت و ناپاک سیرت ہیں۔

محدثین روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے جا کر عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر ڈالا۔ وہ اگرچہ کفار کے بچے تھے مگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو حضورؐ نے حد درجہ ناگوار جانا۔ لوگوں نے عرض کی حضور وہ بچے تو سب کافر کی ذریت تھی''۔ فرمایا ''تو کیا تم سے اچھے لوگ پہلے کافر کی ذریت سے نہ تھے؟ ہوسکتا تھا کہ بڑے ہو کر وہ اسلام لے آتے''۔

یہی تو وجہ ہے کہ تلوار اُٹھانے نہ اُٹھانے کا حق صرف عصمت سے مخصوص ہے تاکہ ارحام واصلاب میں ایمانی ودیعتیں تباہ نہ ہو جائیں اس لئے فرمایا

یخرجھم من الظلمات الی النّور۔

ماسوا اس کے اسلام کا معیاری نظام خود یہی چاہتا ہے کہ بے جرموں پر تلوار نہ اُٹھائی جائے۔ مجبوروں بیکسوں اور بوڑھوں اور عورتوں بچوں پر تلوار اُٹھانا عرب کی حمیت کا تقاضا بھی نہ تھا۔

خالد بن ولید نے جب عمیصاء میں بچوں کو بھی قتل کر ڈالا تو نبیؐ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے حتیٰ کہ آپ کی سفیدی زیر بغل نمایاں ہوگئی اور بارگاہِ خدا میں عرض کی۔ ''خدایا میں خالد کی کرتوت سے برأت کرتا ہوں پھر حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالبؑ کو روانہ فرمایا تو حضرتؑ نے جا کر خون بہا اور خرما دیا اور تلافی مافات کی۔

(قتل و ذبح اطفال کی بری رسم خود غرضیوں کے ماتحت نمرود و فرعون نے جاری کی تھی۔ و أد (زندہ دختر کشی) کی جاہلانہ رسم عرب جاہلیت میں تھی مگر عناد و عداوت میں بچہ کا بطنِ مادر یا آغوشِ مادر میں قتل بعد پیغمبر اسلام دور اوّل کی خشت اوّل ہے جس کے بعد معاویہ کی ہمت بندھی اور نوبت علی اصغرؑ کی شہادت تک پہنچی۔

انبار میں اطفال مسلمین حکم معاویہ سے قتل کیے گئے۔ یمن میں معاویہ کے عامل بسر بن اوطاق نے بچوں کو قتل کیا، کرایا۔ ابنِ عم رسولؐ عبید اللہ کے دونوں بچوں کو ان کی ماں کی گود میں ذبح کیا جس کے بعد وہ دیوانی ہوگئیں (ثقافتہ اسلامیہ ونہضتہ الحسین) جس کے نتیجے میں اموی سیاست کا پردہ برسرِ بازار چاک ہوگیا۔

(نہضتہ الحسینؑ صفحہ ۱۱۲)

مگر کربلا میں مظالم لی حد ہوگئی علی اصغرؑ کو شہید کر کے بنی امیہ نے رہا سہا مسلمانوں کا بھرم رہتی دنیا تک تباہ کر دیا۔

ہیچ کافر نہ کند انچہ مسلماں کردند

نهى عن قتل النساء والصبيان، آپ نے عورتوں اور بچوں کے قتل سے منع

فرمار کھا تھا۔ (سیوطی المتوفی ....۹۱۱ھ) ابن عم۔ اس وقت یہ آیت اُتری **قاتلوا فی سبیل اللّٰہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا** (درمنثور آیہ مذکورہ تفسیر لوامع التنزیل ج ۲، صفحہ ۴۸ (عمیصاء کے قتل عام پر یہ آیت اُتری)

''خدا کی راہ میں انھیں لوگوں سے لڑو جو تم سے قتال کریں اور زیادتی نہ کیا کرو۔ انسؓ سے مروی ہے جنگ کو جاتے وقت مدینہ سے نکل کر حضور تشریف لا کر فرماتے تھے:۔

جاؤ خدا کا نام لے کر خدا کی راہ میں خدا کے دشمنوں سے قتال کرو۔ خبردار کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا اور نہ کمسن بچّے کو اور نہ کسی عورت کو اور نہ حد سے تجاوز کرنا۔

(بشکریہ زبدۃ العلما، شہزادہ علی اصغرؑ)

نہ تو یہ کہیں ملتا ہے کہ حسینؑ نے کسی شہید پر نمازِ جنازہ پڑھی نہ کسی کو دفن ہی کر سکے۔ ظاہر ہے کہ دفن کرتے تو نماز ضرور پڑھتے۔ یہ دونوں فرائض ہمارے بیمار امام کے حصے میں آئے تھے۔ یہ بنی اسد کی خوش قسمتی کہ وہ امام علیہ السلام کے شریک کار بن گئے۔

چونکہ علی اصغرؑ کو حسینؑ دفن کر دینا چاہتے تھے لہٰذا نماز مستحب بھی جنازہ پر ادا کی جو شکرانہ کے ہم معنی تھی۔ کسی شہید کو قتل گاہ سے اُٹھا کر گنج شہیداں میں لا کر لٹا دینا یہی حسینؑ کے لئے کیا کم تھا کہ اس کی قبر بنانے کی بھی فرصت پا سکتے۔ صرف علی اصغرؑ ہی کو دفن کیا۔ اس میں جو حقیقی اور واقعی مصالح و حکم امام کے پیش نظر ہوں گے ان پر کسے دسترس ہے خود امام بہتر جانتے ہیں مگر بعض علما نے اس کی توجیہیں کی ہیں جن میں سے چند بقدر گنجائش سوگواروں کے سامنے پیش ہیں۔

(۱) آخوند مرزا قاسم علی کہتے ہیں:۔

''از صفات باری تعالیٰ ستار العیوبی است کہ پردہ پوشی بندگان خود میفر ماید وظہور
ایں صفت از مظلوم کربلا شد کہ فرزند صغیر خود را دفن فرمود تا یہود و نصاریٰ وغیرہ برامت
لعن نہ کنند زیرا کہ قتل چنیں شیر خوار در ہیچ ملت جائز نیست''۔

(حاشیہ نہر المصائب حصہ ۳ مجلس ۳۷ صفحہ ۴۴۱)

فلسفہ دفن:

نزہۃ المصائب حصہ ۲ صفحہ ۱۰۳ مجلس ۴ میں ہے:۔

(امام حسینؑ شہدا کے لئے) شاید نمازِ جنازہ میں اقل واجبات بجالائے ہوں اور
دفن ان کا تو ممکن ہی نہیں ہوا۔

اگر اپنے بچہ شیر خوار علی اصغرؑ کے لئے نیامِ شمشیر سے ایک گڑھا بصورتِ قبر کھودا
اور بجائے غسل کے خون مل کر دفن کیا اور اس قدر روئے کہ قطرات اشک زمین پر
گرے۔ شاید اس کے عوض میں چند وجہیں ہوں۔

(۱) ننھی سی قبر کھودنا ممکن تھا (۲) سر جدا نہ ہو سکے (۳) نیزوں پر سر نہ رکھا جائے
(۴) حرارتِ آفتاب سے محفوظ رہے (۵) پامالی سے بچے (۶) اہلِ حرم نہ دیکھیں۔

افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی:۔

کب سنتا تھا فریاد کسیؑ کی ستم آرا ۔۔۔ اِک تیرِ ستم تاک کے معصوم کو مارا
ڈھلکی ہوئی گردن پہ لگا تیر قضارا ۔۔۔ بس چونک پڑا سہم کے وہ باپ کا پیارا
اشک آنکھوں سے شبنم کی طرح رُخ پہ ڈھل آئے
ننھے سے انگوٹھے بھی دہن سے نکل آئے

ہاتھوں پہ جو مردہ اسے شبیرؑ نے پایا آہِ دلِ مظلوم نے گردوں کو ہلایا
تھراتے ہوئے ہاتھوں پہ میت کو اُٹھایا کی عرض کہ اب تک تو میں صابر ہوں خدایا
محتاج ہوں پانی کا نہ خواہاں ہوں مدد کا
طالب ہوں فقط مغفرتِ اُمتِ جد کا

شیعوں کے گناہوں سے مجھے ہے خطر و بیم ناموں پہ اُنہیں کے ہے ثواب اُس کا بھی تقسیم
آئی یہ ندا اُن پہ کسی کو نہیں تقدیم بخشا اُنہیں اے راہروِ جادۂ تسلیم
گھبرا نہ اُنہیں اجرِ گرانمایہ ملے گا
فردوس میں سب کو ترا ہمسایہ ملے گا

سن کر یہ صدا شاد ہوئے سبطِ پیمبرؐ اصغرؑ کو لیئے آئے سوئے لاشۂ اکبرؑ
چھوٹے کو بڑے بھائی کے پہلو میں لٹا کر چلّائے کہ ہاتھ اپنا دھرو اے مہِ انور
بعد آپ کے ہم دشت میں پھر آج لُٹے ہیں
ہشیار کہ یہ پہلے پہل ماں سے چھٹے ہیں

فرزند کے لاشے سے یہ کہتے تھے ابھی شاہ چلنے لگے پھر تیرِ ستم فوج سے ناگاہ
تولے ہوئے تیغوں کو بڑھا لشکرِ گمراہ آزردہ ہوئی خاطرِ فرزندِ یداللہ
حربے کے لیئے ہاتھ جو دو ایک کے اُٹھے
ایک شیر سے شمشیرِ علیؑ ٹیک کے اُٹھے

لاشوں کو پکارے کہ خدا حافظ و ناصر اب مرنے کو جاتا ہے یہ مظلوم مسافر
طے جلد ہوئی جاتی ہے یہ منزلِ آخر دو لاکھ عدو جمع ہیں اک جان کی خاطر
بلوہ یہ نہ دیکھا یہ صف آرائی نہ دیکھی
افسوس کہ تم نے مری تنہائی نہ دیکھی ......میر انیس

باب ہفتم

شہزادہ علی اصغرؑ شاعروں کی نظر میں

کربلا کا ننھا مجاہد

فاتحِ کربلا

﴿۱﴾ میر شیر علی افسوسؔ دہلوی

اب زیست اُسے کیونکہ بھلا ہوئے گوارا بن دودھ کے بدحال جب اصغرؑ سا پسر ہو

کہتی تھی دیکھ کے اصغرؑ کا وہ مجروح گلا ہے ستم ننھی سی گردن ہدف تیر ہوئی

﴿۲﴾ مرزا پناہ علی بیگ افسردہؔ

مورا دھیان اٹک رہیو اصغر موں میں ہنڈولے کے ڈورے ہلائے رہی
موہے چیت نہیں کب آئے بلم موھے تڑپت گھر بیچ چھانڑ گیوٗ

تیر اصغرؑ کے لگا دفن کیا رن میں اُسے ایسا زخمی تھا کہ بانو کو دکھایا نہ گیا

جس طرح تشنہ لبی میں لبِ اصغرؑ تھے کبھی ساغرِ گُل تھا عیاں قطرۂ شبنم کے لیے

نسیمِ خلد میں جا مری بندگی کہیو علیؑ کے سامنے اصغرؑ کی تشنگی کہیو
پیاس اصغرِؑ معصوم کی بیاں کر کے جنابِ سیّدالشّہدا کی بیکسی کہیو

جب جھولے پاس وہ گیا باندھے ہوئے کمر منھ اُس کا دیکھ کر علی اصغرؑ نے رو دیا

اکبر کلیجہ اپنا پکڑ کر یہ بولا تب　　ہے ہے مرے صغیر برادر نے رو دیا

﴿۴﴾ گدا علی گدا

اے فلک افسوس اہلِ ظلم نے یہ کیا کیا　　اصغرِؑ معصوم پر کیوں ہاتھ اُٹھایا ظلم کا
دودھ کی خاطر ہوا تھا پیدا وہ ننھا گلا　　یا تمھاری آبِ پیکاں کی جفا کے واسطے

اصغر کے تیر کی دے خدا داد جب تلک
تب تک ہے تیر در جگر مرتضیٰ علیؑ

﴿۵﴾ مرزا محمد رفیع سودا

دیکھیں آ کر اپنے پوتے شیرخوارے کی طرف
دیکھیں حلق اس کے میں پکھیرے کے گزارے کی طرف
دیکھیں اس معصوم بے تقصیر کے مارے کی طرف
دیکھیں اور کہہ کہہ کے روویں ہے ہے اصغرؑ سائیاں
ہائے اب جھولے میں لے کر جھلاؤں گی کسے
ہائے میں ٹوپی شلوکہ سی پنہاؤں گی کسے
ہائے میں دودھا پلانے کو جگاؤں گی کسے
ہائے کس کو کہہ پکاروں جان مادر سائیاں
دیکھیں اس کی ننھی سی گردن کے ڈھل جانے کو ہائے
دیکھیں اس بچے کو لوہو میں نہا آنے کو ہائے
دیکھیں آ کر میری پھر چھاتی کے پٹوانے کو ہائے
پار ہے گدی سے اس کے تیر کا سر سائیاں

﴿۶﴾ میاں سکندر

لال کو وہ جو دکھاتا رہا ہر چند امام — مانگتا پانی رہا لے لے کے اصغرؑ کا نام
تو بھی ہرگز نہ دیا پانی کسی نے اک جام — دیکھتے اور کھڑے ہنستے تھے سب ساکن شام
تیر قاتل جو کشندوں کی کماں سے چھوٹا — چھیدا بچہ کا گلا باپ کا بازو ٹوٹا

لوری

﴿۷﴾ احسان لکھنوی

مجرا اُسے جو رو رو پکاری لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
نیند کے ماتے میں تیرے واری لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
دیکھ مری بھی خشک زباں ہے بابا تیرا بھی تشنہ دہاں
موند لے آنکھیں پانی کہاں ہے، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
رو نہیں پیارے میرے بلک کر، پھیر نہ آنکھیں تیور بدل کر
ہاتھ سے تیری پیٹھ تھپک کر، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
اے میرے پیارے، گود کے پالے، ہونٹوں پہ کیا ہے جیب نکالے
لیٹ جا میرے بھولے بھالے، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
بین کروں میں سر پر تیرے آجا رے نندیا آجا سویرے
آنکھوں میں گھل جا بچے کی میرے، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
اے میرے بھورے بالوں والے، ماں تیرے ننھے منہ کی بلا لے
تکیہ کو نیچے سر کے لگا لے، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

منکا ہے تیرا ہائے ڈھلکتا، میں ہوں بلکتی تو ہے سسکتا
منہ کو تو میرے کیوں ہے تکتا، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
بال ہیں تیرے اُڑتے ہوا سے، ٹوپی اُڑھا دوں آ اے نرا سے
اے میرے چودہ پہر کے پیاسے، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
بین یہ کرتی تھی بانوؑ بچاری، جو یہ قضا وہاں آ کے پکاری
ماں کی طرح سے میں تیرے واری، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
مجھ کو نہایت ہے گی تیری چاہ، موندلے آنکھیں چل میرے ہمراہ
اللہ ہی اللہ ہے اللہ ہی اللہ، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
کہئے کا احسان اب نہیں یارا، بچہ وہ آخر خلد سدھارا
پھر نہ کسی نے آ کے پکارا، لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

ہے تیر کھا کے حلق پہ اصغرؑ ہوا شہید　　عباسؑ اور قاسمؑ و اکبرؑ ہوا شہید
یونہی غرض ہر ایک برادر ہوا شہید　　سب مر گئے ہیں باقی رہا میں جریدہ ہوں

﴿۸﴾ کنور سین مضطر لکھنوی

اس غم سے تھے ششدر کھڑے اک غل اُٹھا جو خیمہ سے
مرتا ہے مارے پیاس کے ششماہہ اصغرؑ شیر خوار
جھولے سے اُس گل کو اُٹھا دوشِ مبارک سے لگا
روحِ رواں کو لے چلا روحِ الفرس پر ہو سوار
فرمایا اس معصوم کو مت پیاس سے ضائع کرو

بارے دم آب اس کو دو اے فرقہ بد روزگار

حرمل خدا نا ترس نے اس جاں بلب معصوم کے

مارا گلو پر تپش سے اک ناوک خارا گزار

﴿۹﴾ دلگیر

شہر بانو سے یہ جب شیریں نے رو رو عرض کی   کہیئے مجھ سے کیسی شکلِ اصغرِ بے شیر تھی

سوئے عابد تب اشارہ کر کے بانوؑ نے کہا   ایسی ہی آنکھیں یہی چہرہ یہی تصویر تھی

بعد اصغرؑ کے جو فردوس میں پہنچی بانوؑ   نور کے جھولے میں اس طفل کو پلتے دیکھا

تیر جب گردن پہ روکا اصغرؑ شش ماہ نے   ہر جوان و پیر کو اُس دم اچنبا ہو گیا

کیا پیار تھا بابا سے اصغرؑ کو اُس سن میں   بابا کی طرف ماں کی گودی میں ہمکتا تھا

بانوؑ یہی کہہ اُٹھتی تھی اصغرؑ کے الم میں   کیا دودھ بھی پیا علی اصغرؑ نے بھلایا

اُس کو مجرا جسے قسمت نے سنبھلنے نہ دیا   گود میں بانوؑ کی معصوم کو پلنے نہ دیا

ماں کو ارمان تھا پاؤں چلے اصغرؑ میرا   گھٹنیوں بھی اُسے تقدیر نے چلنے نہ دیا

لگتے ہی تیر آ گئی اصغرؑ کو جبکہ نیند   اکبرؑ کے پاس شہ نے اُسے بھی سلا دیا

کرتی تھی بین بانوؑ اصغرؑ کی لاش پر یوں   ہر چند سن تو چھوٹا اِس لالہ فام کا تھا

جو شہ پہ تیر آیا گردن پہ اِس نے روکا   یہ بھولا بھالا بچہ اتنے تو کام کا تھا

چھٹا جو بانوؑ سے اصغرؑ کی پرورش کا کام   تو ساری عمر بس اُس کو بکا سے کام رہا

چُوم کر اصغرؑ کا منھ کہتا تھا ہمشکلِ نبیؑ گو نہیں ہم سن پہ میرا ہم سفر ہو جائے گا

بعد دفن اصغرِ شش ماہہ یوں آئی ندا خاک میں حضرت نے اپنا چاند پنہاں کر دیا

کہتی تھی بانوؑ مر گیا گودی ہی میں یہ لال اصغرؑ نہ میری آنکھوں کے آگے چلا پھرا

شہربانوؑ سے یہ کہہ کر لے گئے اصغرؑ کو شاہ جس نے بخشا تھا وہی اپنی امانت مانگتا ہے

لاش سے اصغرؑ کی بانوؑ نے کہا اے میرے لال ایسی نیند آئی نہیں ہے کچھ جو مادر کی خبر

اصغرؑ کو ہاتھوں پہ لیے فرماتے تھے حسینؑ بچہ مرا یہ ناقۂ صالح سے کم نہیں

عجب کہرام تھا خیمہ میں جس دم پیاس کے مارے ڈھلی گودی میں ماں کی اصغرِ بے شیر کی گردن

لکھا ہے یوں کتابوں میں جناں میں محسن و اصغرؑ قریں نہرِ لبن کے نور کے جھولے میں پلتے ہیں

بانوؑ پکاری اصغرؑ شش ماہہ ڈر نہ جائے جنگل ہے سب ہے کوئی نہیں اُس کے پاس ہے

بولے سرور یہ بھی تھا تقدیر میں میری لکھا گردن اصغرؑ کا کھینچوں تیر اپنے ہاتھ سے

مجرئی اصغرؑ اگر تیر نہ کھا کر مرتے شہ بھی جلد اتنا نہ سر اپنا کٹا کر مرتے

کہتی تھی بانوؑ اصغرِ بے شیر بیبیوں گھر میرے چھ مہینے کو کیا آئے کیا گئے

اصغرؑ کو تیر مارنے کا کیا جواب ہے اللہ پوچھے گا جو لعین رجیم سے

کہا بانوؑ سے شہ نے لائے جس دم لاش اصغرؑ کی کہ میرے حال پر کیا ہے خدا کی مہربانی ہے

خدا کی راہ میں یہ اصغرؑ لب تشنہ اے بانوؑ ذبیح اللہ ہے اور ناقۂ صالح کا ثانی ہے

اتنے میں یہ بانوؑ نے کہا اے میرے والی
یوں میری بھری گود قضا کرتی ہے خالی
اصغرؑ نے ہے اب پیاس سے جیبھ اپنی نکالی
بن پانی بلکتا ہے یہ جو بیس پہر سے
جس وقت کہ کی بانوئے بیکس نے یہ تقریر
اصغرؑ کی طرف دیکھ کے رونے لگے شبیرؑ
بانوؑ کی لیا گود سے پھر اصغرِؑ بے شِیر
لپٹا لیا کس پیار سے بچے کو جگر سے
منہ چوم کے فرمانے لگے اے مرے جانی
تجکو نہ دیا فرقۂ بے رحم نے پانی
افسوس تری بیکسی اور تشنہ دہانی
ماں باپ کے جیتے ہوئے تم پانی کو ترسے
یہ کہہ کے لبِ نہر اُسے لے گئے شبیرؑ
اعدا سے کہا پانی کو مرتا ہے یہ بے شِیر
تم آہ سے میری ڈرو اے فرقۂ بے پیر
ٹل جائے گا گردوں مری آہوں کے اثر سے
ہر چند اُٹھا ہاتھوں پہ اصغرؑ کو دکھایا
پر فرقۂ ظالم کو ذرا رحم نہ آیا
اک دور سے ایسا ہے اسے تیر لگایا
نزدیک تھا جو گر پڑے آغوش پدر سے
آغوش میں حضرت کی تڑپ کر وہ ہوا سرد
اِس صدمے سے شبیرؑ کے سینے میں اُٹھا درد
رو رو کے لگے کہنے کہ اے فرقۂ نامرد
کیا بغض تھا تم کو مرے ننھے سے پسر سے
جس نے کہ مجھے سونپا تھا یہ لال امانت
شرمندگی اب اُس سے ہوئی مجھ کو نہایت
دیکھے گی جو وہ خون بھری بچے کی صورت
رووے گی بہا خون جگر دیدۂ تر سے
ڈالے ہوئے بچے پہ لہو سے بھرا دامن
شہ آئے درِ خیمہ پہ جب چھیڑ کے توسن
شبیرؑ نے بانوؑ کا سنا نالہ و شیون
روتی ہے کھڑی لپٹی ہوئی خیمہ کے در سے
شبیرؑ کو ڈوبا ہوا دیکھا جو لہو میں
بانوؑ نے اُٹھا خاک بھری سب سر و رو میں
سوراخ نظر آیا جو بچے کے گلو میں
لے کر اُسے لپٹا لیا پھر اپنے جگر سے
پھر بین یہ کرنے لگی با گریہ و زاری
کیوں کھول کے منہ رہ گئے کیا ہو گیا واری
دکھلائی قضا نے مجھے یہ شکل تمہاری
اے لال چلے تشنہ دہن تم مرے گھر سے

اصغرؑ مری امید نہ کوئی بھی بر آئی
یہ سالگرہ بھی تری اب کرنے نہ پائی
منت نہ تری ایک بھی مادر نے بڑھائی
اے لال یہ کیا کر چلے ماں خاک بسر ہے
یہ کہہ کے جو غش ہوگئی واں بانوے دلگیر
اُس لاش کو مقتل میں وہیں لے گئے شبیرؑ
دلگیر بیاں کیا کرے اب درد کی تقریر
پھر شاہ بھی ٹکڑے ہوئے شمشیر و تبر سے

جب زیرِ قنات اصغرِ ناداں کی بنی قبر
ماں دوڑ کے کرتے بھی وہیں اُس کے دھر آئی

شاہ گر جانتے اصغرؑ کو لعیں مارے گا تیر
کا ہے کو رَن میں وہ چھوٹا سا پسر لے جاتے

بانوؑ نے کہا اصغرؑ آنکھیں جو جھپکتا تھا
اب مجھ پہ ہوا ظاہر رخصت کے اشارے تھے

زبانِ اصغرِ تشنہ دہن گر کھل چکی ہوتی
تو صدمہ تیر کے لگنے کا وہ سرور سے کچھ کہتے

یوں قضا اصغرؑ سے بولی کیا ہو جھولے میں پڑے
تم بہادر ہو تمھارے سونے کو رَن چاہیئے

شہر بانوؑ سے مشابہ حق نے اُس کو کر دیا
پرورش پاتا ہے اصغرؑ گود میں جس حور کی

آگ خیمہ کو لگی تو بانوے دل سوختہ
گر پڑی گہوارۂ اصغرؑ پہ مارے پیار کے

خیمہ میں پانی نہ تھا جس دم ہوا اصغرؑ شہید
غسلِ میت دے دیا شہ نے اُسے خوناب سے

کہا بانوؑ نے بیٹا تجھ کو دادی یاد کرتی ہے
جو ہچکی متصل اے اصغرِؑ بے شِیر آتی ہے
لگا جب تیر اصغرؑ کے پکاری ڈیوڑھی سے بانوؑ
نہ گھبرانا یہ امّاں کھینچنے کو تیر آتی ہے

شِیر خوارہ جب نظر آتا تھا بانوؑ کو کوئی
آنکھوں میں پھر جاتی شکلِ اصغرِ بے شِیر تھی

چُوم کر منھ علی اصغرؑ کا کہا بانوؑ نے
اتنی سی عمر میں کیا تشنہ دہانی دیکھی

علی اصغرؑ کے تلے شہ نے بچھائی چادر	خاک پر لاشِ پسر شہ سے لٹائی نہ گئی

قضا کو کرنا تھا ہم پلّہ اصغرؑ شاہ سے ورنہ	گلے اور ہاتھ میں ناوک ترازو ہو نہیں سکتا

جب کمر باندھ کے چلتا تھا کوئی رن کی طرف	جھولے میں اصغرؑ ششماہہ مچل جاتا تھا

جب تک اصغرؑ جیا بانو کو تھی اتنی تسکین	نہیں ہمشکل نبی گو پہ یہ دلدار تو ہے

بارہا کہتے تھے شہ چُوم کے منہ اصغرؑ کا	چھوٹے سے سن میں تری قدر بڑی ہووے گی

بانوؑ لگی کہنے اصغرؑ ہوا جو بے جاں	محسن کی بہر خدمت چھوٹ غلام بھیجا

جب چلا تیر تو چلائی یہ بانو در سے	یارب اصغرؑ بچے اور تیر یہ لگ جائے مجھے

پوچھا چھوٹے بھائی کو صغرا نے جب بولی یہ ماں	کھیلنے کو ساتھ محسنؑ کے علی اصغرؑ گئے

چھڑائی ماں کی جو گودی قضا نے اصغرؑ سے	جناں میں گود میں زہراؑ کی وہ پلا ہوگا

قربان ہوا باپ پہ ہنستا ہوا رن میں	سن چھوٹا تھا اصغرؑ کا پہ رکھتا تھا بڑا دل

یہ تھا ضعف اصغرِؑ ناداں کو پانی کے نہ ملنے سے	پھرا تا لب پہ تھا سوکھی زباں آہستہ آہستہ

سلام (دلگیر)

مُجرا اُسے جو کہتی تھی رو رو ہے ہے بچے گود کے پالے
پانی کے پیاسے تیر کے مارے اصغرؑ پیارے بھولے بھالے

اے میرے پیارے اے میرے جانی اے میرے اصغرؑ یوسفِ ثانی
ہائے رے تیری تشنہ دہانی ننھے ننھے گیسوؤں والے

ہائے یہ سن اور تیر کا سہنا حلق پہ تیرے خون کا بہنا
ہائے ترا خاموش ہو رہنا اے میرے بچے اے میرے بالے

جھولا تمہارا خالی ہے پیارے روتی ہوں دیکھ کھلونے تمہارے
خلد کی جانب تم تو سدھارے زیست کے پڑ گئے لالے

ہو گیا نیلا ہائے تیرا تن گل سا پنڈا بن گیا سوسن
تم تو جھکائے دیتے ہو گردن کیونکر یہ اماں تم کو سنبھالے

کیا ہوا تیرا اب وہ ہمکنا پیار سے ہر دم منھ کو تکنا
دیکھ ذرا مادر کا بلکنا اپنے گلے سے مجھ کو لگا لے

جیتے اگر تم اے مرے خوشخو سالگرہ تو کرتی یہ بانوؑ
تم تو گئے فردوسِ بریں کو کیونکر یہ ماں ارمان نکالے

آج یہ کیسے چپکے ہو واری دیتے نہیں تم ہنکاری
روٹھی ہے تم سے اماں تمھاری لگ کے گلے سے اِس کو منالے

دودھ ہے اُترا کس کو پلاؤں جھولے میں اب کس کو جھلاؤں
تیرے بغیر از کس کو دکھاؤں اپنے جگر کے داغ یہ کالے

خلد میں تو اب جاتے ہو جانی دادی سے کہنا مری زبانی
روتی ہے ہر دم بانوؑ تمانی اِتنا کرم کر اُس کو بلا لے

بین یہ کر وہ لاش اُٹھا کر رکھ دی رو رو وہ جھولے کے اندر
بولی کہ آخر جاتے ہو اصغر آخری جھولا ماں یہ جھلا لے

دینے لگی یوں لوریاں رو کر سو مرے جانی سو مرے دلبر
سو میرے پیارے سو مرے اصغرؑ سو مرے بچے مرنے والے

سن یہ بیاں بانوئے نالاں روئے نہایت شاہِ شہیداں
بولے کہ مت کر آپ کو ہلکاں کر دے یہ لاش اب میرے حوالے

لے گئے غرض پھر لاشۂ اصغرؑ آئے شہِ دیں پہلوئے اکبرؑ
رکھ کے واں پھر بولے یہ رو کر بھائی کو اکبرؑ رکھیو سنبھالے

کیا کہے اب دلگیر وہ زاری روئی جو بانوؑ غم کی ماری
کہتی تھی رو رو بارے بارے ہے ہے بھولے بھالے

ہچکی جب زندان میں آتی تھی تو زینبؑ کہتی تھی دیکھو لوگو یاد کرتا ہے علی اصغرؑ مجھے

﴿۱۰﴾ مظفر حسین ضمیر

نہ نیند آتی تھی اصغرؑ کو پیاس کے مارے گلے پہ تیر جب آ کر لگا تو خواب کیا

اصغرؑ کے تیر کھانے کا ہر شکل تیر سے تا روزِ رستخیز ہے باقی نشاں رہا
سوفار سے عیاں ہے کہ منہ اُس کا تھا کھلا پیکاں یہ کہتا ہے کہ نکالے زباں رہا

شاہ کہتے تھے اگر تیر نہ لگتا آ کر دیکھتے تم کہ جواں کیا علی اصغرؑ ہوتا

مچھلی بھی نہ تڑپے کبھی یوں خشکی میں جس طرح سے تیر کھا کے اصغرؑ تڑپا

مجرئی مرنے کا غم شہؑ کو نہ جینے کا تھا قلق اصغرؑ کے مگر پانی نہ پینے کا تھا
مارا بے رحم نے اصغرؑ کے تھا حلقوم پہ تیر بچہ معصوم تو چھ سات مہینے کا تھا
رات دن سونگھ کے بو جیتی تھی بانو دکھیا دھبّا کرتے میں جو اصغرؑ کے پسینے کا تھا

﴿۱۱﴾ میر مستحسن خلیقؔ

اصغرؑ سے بانو کہتی تھی رن کو چلے تو ہو   کرتا لہو میں دیکھیو بھر کر نہ آئیو

﴿۱۲﴾ مرزا فصیحؔ

لگایا حرملہ نے جب تیر اصغرؑ کی گردن پر   بہت روئے جو تیر انداز کامل اپنے فن میں تھے

لگا جب تیر گردن میں تو اُگلا شیر اصغرؑ نے   جمے لختے لہو کے اُس کے ننھے سے دہن میں تھے

بند منہ آنکھیں کھلی دیکھ کے ماں کہتی تھی   علی اصغرؑ کا مرے نکلے ہے دم آنکھوں سے

منہ تھا اصغرؑ کا کھلا لب انگوٹھا تھا دھرا   رو رو کہنے لگے پیکان بھی ہے سوفار بھی ہے

تیر اصغرؑ پہ لگے چلنے تو سرورؑ نے کہا   اس کو مت مارو کہ دو روز سے بے شیر یہ ہے

نہ نیند آتی تھی اصغرؑ کو پیاس کے مارے   گلے پہ تیر جب آ کر لگا تو خواب کیا

گود خالی دیکھ کر کہتی تھی بانو اے فلک   ہائے میں جیتی رہوں اور گود میں اصغرؑ نہ ہو

چاہتا تھا کہ کرے گریہ نہ رو سکتا تھا   حلق میں تیر تھا اور باپ کا منھ تکتا تھا

سکینہؑ پیاسی تڑپ رہی ہے، پڑی ہے خاموش بنتِ مسلمؑ

اِدھر کو اصغرؑ سسک رہا ہے، اُدھر کو باقرؑ بلک رہا ہے

علی اصغرؑ آپ ہی تھا جاں بلب عبث اس کو مارا لعیں نے تیر

وہ حباب سا سر آب تھا تھی ہوا سی جان حباب میں

﴿۱۳﴾ میر انیس

تیر گردن پر جو کھایا دھوپ میں بھر کے ٹھنڈی سانس بچہ رہ گیا
کہتی تھی ماں سوئے اصغرؑ قبر میں ہائے خالی اِن کا جھولا رہ گیا
کس کو اَب پہنائے مادر دِل جلی چل بسے وہ یہ شلوکا رہ گیا

نہ دیکھی گئی شہ سے اصغرؑ کی لاش زمیں میں پسر کو نہاں کردیا

تیر کھاتے ہی گلے میں جو دَم اصغرؑ کا رُکا شاہ کے ہاتھوں پہ تڑپا ہے وہ بچا کیا کیا
بانو کہتی تھی تصور میں علی اصغرؑ کے دودھ بن تڑپا ہے ہے مرا بچا کیا کیا
پانی دو دن نہ ملا تیر گلے پر کھایا اتنی سی زندگی میں سہہ گیا ایذا کیا کیا

کہتی تھی بانو مری قسمت کی گردش دیکھنا گھٹنیوں چلنے نہ پایا قتل اصغرؑ ہوگیا

رو کے بانوؑ نے کہا پچھلے پہر زنداں میں دودھ پینے کو نہ چونکا علی اصغرؑ میرا

اصغرؑ ہوئے شہید تو اعدا سے بولے شاہ سبطِ نبیؐ پہ ظلم کرو گے کہاں تلک

عبث ہیں عدو در پئے قتلِ اصغرؑ یہ ایذا کہیں بے زباں کھینچتے ہیں

بود و نابودِ علی اصغرؑ کا کیجے کیا بیاں بے زباں دنیا سے اُٹھے بے زباں پیدا ہوئے

داغ اصغرؑ کا کوئی بانوؑ کے دل سے پوچھے چِھد گیا کس کا جگر تیر فگن کیا جانے

کہا بانوؑ نے شہ سے تیر چلتے ہیں کلیجے پر مرا منہ جب یہ بچہ نرگسی آنکھوں سے تکتا ہے
بچا لو واسطہ زہراؑ کا صاحب میرے اصغرؑ کو یہ بچہ دودھ پیتا ہے نہ اب آنکھیں جھپکتا ہے

بانوؑ کہتی تھی میں جیتی رہی ہے یہ قسمت
تیر بدلے علی اصغرؑ کے نہ کھایا میں نے
جلتی ریتی پہ کیا آج اُنھوں نے آرام
چھ مہینے جنھیں چھاتی پہ سلایا میں نے

کہتی تھی بانو جان چلی میری اُن کے ساتھ
اصغرؑ کو لے کے جب شہِ والا چلے گئے
اصغرؑ کو دیکھتی نہ سکینہؑ تو پوچھتی
اماں تمہاری گود سے بھیا چلے گئے
منہ ڈھانپے بانوؑ کہتی تھی رو رو کے میرے لال
کیا آئے ماں کی گود میں اور کیا چلے گئے
کہتی تھی بانوؑ خواب میں اصغرؑ کو دیکھ کر
مادر کو اپنی چھوڑ کے بیٹا چلے گئے

خیال آگیا دنیا کی بے ثباتی کا
چلے جہاں سے جو اصغرؑ تو مسکرا کے چلے

فوارہ چھٹا حلق سے بچے کے لہو کا
سب خون میں تر ہو گیا ننھا سا شلوکا
دم آکے رُکا حلق میں اُس تشنہ گلو کا
خوں منہ سے اُگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا
ننھی سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے
جب آتی تھی ہچکی تو لپٹتا تھا پدر سے

﴿۱۴﴾ مرزا دبیرؔ

بانوؑ یہ بین کرتی تھی، اصغرؑ کی یاد میں
گم کس طرف تو، اے مرے یوسف لقا ہوا

پانی دیا کسی نے نہ، اصغرؑ کو بوند بھر
کیا رحم دل، نہ ایک بھی، اہلِ وغا میں تھا

پوچھا صغراؑ نے کیا سبب اس کا
نہ پدر آئے نہ چچا آیا
ننھا بھائی مرا تو خیر سے ہے
کیوں نہ گھر میں وہ مہ لقا آیا

کہتی تھی بانو تیر گلے سے نکال لوں
اصغرؑ تمہاری روح کو صدمہ اگر نہ ہو

شاہؑ کہتے تھے کہ کیا تیر عدو نے مارا
کہ نہ اک بار بھی تڑپا علی اصغرؑ میرا

باچھوں میں دودھ، گلے میں جھنڈولے بال — اصغرؑ نے یوں بہشت بریں کا سفر کیا

گلے میں باپ کے، باہیں تھیں لاشِ اصغرؑ کی — خزاں ہوا جو وہ گل، تو گلے کا ہار ہوا

مجرئی! کیا حوصلہ تھا اصغرِ بے شیر کا — ہنس دیا، جب حلق پر ناوک لگا بے پیر کا

پھول اُس جا پر کہاں ہے، جز گلِ زخم بدن — قبر پر اصغرؑ کے شہؑ نے رکھ دیا، پھل تیر کا

رکھیو میرے نام پر اے بیٹی! پانی کی سبیل — نام پر اصغرؑ کے، پلوانا تُو، کوزہ شیر کا

ہونٹ اصغرؑ کے ہلے، کھا تیر، تو شہؑ نے کہا — کیا تم، اے پیارے! مزہ لیتے ہو آب تیر کا

کودکانِ مومنیں رونے لگے، فردوس میں — دیکھ کر حلقوم میں اصغرؑ کے، روزن تیر کا

یاد آتے تھے شہیدوں کو جب اپنے نونہال — دم بہ دم منہ چومتے تھے، اصغرِ بے شیر کا

لے چلے شہؑ، علی اصغرؑ کو تو بانوؑ نے کہا — اس کو تم کیجیو سینے سے نہ زنہار جدا

اکبرؑ کی لاش لائے تو اصغرؑ کو لے چلے — حضرت پہ دُکھ پہ دُکھ تو محن پر محن ہوا

اصغرؑ کے بھی گلے میں، شلوکا تھا، وقتِ دفن — نایاب، اے فلک! یہ جہاں سے کفن ہوا

شاہؑ کہتے تھے کہ ہے سب کو، شہادت کی خوشی — علی اصغرؑ بھی ترا، کشتۂ پیکاں ہوگا

بانوؑ کہتی تھی میں ہوں اس لیے مشتاقِ بہشت — کہ مجھے ڈھونڈتا، واں، اصغرؑ ناداں ہوگا

شاہؑ نے لاشۂ اصغرؑ کو لٹا کر یہ کہا — آکے اب شیرِ خدا تیرا نگہباں ہوگا

پانی بتولؑ لائی تو اصغرؑ اشارے سے — بولا کہ آبِ تیر کی لذت، دہن میں ہے

کھا کے پیکاں، بہت آغوش میں تڑپا لیکن — شہؑ کی گردن میں رہے اصغرِؑ دلدار کے ہاتھ

ننھی سی قبر پہ اصغرؑ کے چھڑکتے پانی — پانی اتنا بھی نہ آیا، شہِ ابرار کے ہاتھ

گہوارے میں پھر جا کے جو میت کو لٹایا — ماں بولی کہ اب ضبط کا یارا نہیں اصغرؑ
ظالم نے کلیجے پہ مرے تیغ پھرائی — یہ تیر گلے پر ترے مارا نہیں اصغرؑ

کیا جھولا جھلاؤں تمھیں ہو خوابِ اجل میں — تابوت ہے، گہوارہ تمھارا نہیں اصغرؑ

بولی بانو کھیلنے کو خلد میں اصغرؑ گئے — میں تو یاں ہوں کون جھاڑے گا وہاں دامن کی خاک
بولے شہؑ قبر بناؤں گا تری ننھی سی — تجھ کو اصغرؑ میں بیاباں میں سلانے کا نہیں

دفن اصغرؑ کو کیا جب تو کہا سرورؑ نے — سوؤ اصغرؑ تمھیں اب کوئی جگانے کا نہیں

بیٹھے بیٹھے بانو کہہ اُٹھتی تھی یہ زنداں میں — دیکھنا کوئی پسِ دیوار اصغرؑ روتے ہیں
دودھ کی خاطر نہیں ہوتے ہیں گریاں شیر خوار — بے زباں اطفال گویا بہرِ اصغرؑ روتے ہیں
کہتی تھی بانو کہ میں پانی کہاں سے لاؤں ہائے — صاحبو سوکھی زباں دکھلا کے اصغرؑ روتے ہیں
خلد میں اطفالِ شیعہ سب زیارت کو ہیں جمع — اور گلے کے زخم کو دکھلا کے اصغرؑ روتے ہیں

دونوں ہاتھوں پر تھی اک ننھی سی لاش — خوں میں ڈوبا تھا سراپاے حسینؑ

کیوں نہ غم سے خشک ہو سبطِ پیغمبرؐ کا لہو — جب شلوکے پر بہے مجرئی اصغرؑ کا لہو
شاہؑ کہتے تھے شہادت کی گواہی کے لیے — دامنِ افلاک پر کافی ہے اصغرؑ کا لہو

مجرئی شہؑ نے کہا اے میری خواہر دیکھو — تیر کو دیکھو گلوے علی اصغرؑ دیکھو
جا کے پھر جھولے پہ بولی کہ ہوئے اکبرؑ گم — گھٹنیوں جا کے تمھی، اے علی اصغرؑ دیکھو

تیر کھانا یاد آتا تھا علی اصغرؑ کا تب — دیکھتے تھے جس گھڑی عابدؑ لبِ سوفار کو

یاد جب آتی سکینہؑ خلد میں تو شاہِ دیں — اپنے سینے سے لگاتے اصغرؑ دلدار کو

کہا شہؑ نے کیا تیر ظالم نے مارا　　　که تڑپا نہ ہاتھوں پہ اصغرؑ دوبارہ

شہؑ کھینچتے تھے تیر کو اور کہتے تھے رو رو　　　اے حرملہ تقصیر بھلا بچے کی کیا تھی؟

آیا فردوس میں اصغرؑ تو کہا حوروں نے　　　کیا گئے عالمِ فانی میں بھلا کیا آئے

جب کہ پیدا ہوئے اصغرؑ تو کہا بانوؑ نے　　　اب مرے گھر میں علیؑ کی بھی زیارت ہوگی
آئیں گے جب صفِ محشر میں حسینؑ ابنِ علیؑ　　　گود میں اصغرِؑ معصوم کی میت ہوگی

بانوؑ کہتی تھی ترا فاتحہ دلواؤں گی　　　دودھ کے کوزے گرائے اصغرِ دلدار ملے

مجرئی کہتے تھے شہؑ خالقِ اکبر کے لیے　　　ظالمو پانی دو مجھ کو علی اصغرؑ کے لیے
حوضِ کوثر پہ کہا شہؑ نے پدر سے اپنے　　　دیا اعدا نے نہ پانی علی اصغرؑ کے لیے
کہا بانوؑ نے کہ یا ساقیِ کوثر آؤ　　　شہؑ کو پانی نہیں ملتا علی اصغرؑ کے لیے

یا امامؑ دو جہاں عرض یہ کرتا ہے دبیرؔ　　　مغفرت حشر میں کیجو، علی اصغرؑ کے لیے

بانوؑ یہ رن میں لاشۂ اصغرؑ پہ کہتی تھی　　　یہ پیاری پیاری شکل تری خوں میں بھر گئی
پیاسے رہے، گلے پہ لگا ناوکِ ستم　　　چھوٹے سے سن میں تم پہ یہ ایذا گزر گئی

سرورؑ نے کہا فدیۂ معبود ہیں دونوں　　　کچھ فرق یہاں اکبرؑ و اصغرؑ میں نہیں ہے

گیا جو خلد میں اصغرؑ قریبِ محسنؑ کے　　　وہ دیکھ حلق چھدا خوب اشک بار ہوئے

کہا یہ بانوؑ نے سجادؑ سے، دمِ مدفون　　　یہ بات یاد میری، اے جگر فگار رہے
اُدھر تو کیجیو اکبرؑ کو اور اِدھر شہؑ کو　　　پر ان کے بیچ میں اصغرؑ ہی کا مزار رہے

کہا یہ بانو نے دل پیچ و تاب کھاتا ہے جھنڈولے بال جو آئے ہیں یاد اصغرؑ کے

جھولے کو دیکھ دیکھ کے صغریٰ یہ کہتی تھی یا دش بخیر اصغرِ ناداں سفر میں ہے

دھرا جو لاشۂ اصغرؑ تو شاہؑ نے دیکھا بتولؑ گود کو کھولے ہوئے مزار میں ہے

جب چھٹی کو تارے دیکھے بانوؑ سے بولی قضا وادیٔ غربت کی اب دیکھیں گے اصغرؑ چاندنی

قبرِ اصغرؑ سے کہا بانو نے راحت دیجیو سونے والا میرے دامن کا ترے دامن میں ہے

مر گیا اصغرؑ تو اِک ہچکی میں لیکن دیر تک ہاتھ رکھ کر شاہؑ دیں، سینے میں دم دیکھا کیے

بے خطا تیر گلوئے علی اصغرؑ پہ لگا خم اِسی شرم و خجالت سے کماں اور بھی ہے

مجرائی کہا شہؑ نے کہ یارا نہیں اصغرؑ چھوڑیں تمہیں جنگل میں گوارا نہیں اصغرؑ
عباسؑ ہوئے قتل چھدا سینۂ اکبرؑ تم بھی موئے اب کوئی ہمارا نہیں اصغرؑ
بانوؑ کا گلا کاٹا شہِؑ دیں کو کیا ذبح یہ تیر گلے پر ترے مارا نہیں اصغرؑ
پانی کو ترستا ہوا بے شیر جہاں سے تم سا کوئی کم عمر سدھارا نہیں اصغرؑ
پیاسے رہے مارے گئے اب لاش ہے بے گور قسمت کے لکھے سے کوئی چارا نہیں اصغرؑ
بانوؑ یہی کہتی تھی دبیرؔ جگر افگار
تم مر گئے اب کوئی ہمارا نہیں اصغرؑ

یوں پہلوئے حسینؑ میں تھا لاشۂ اصغرؑ باچھوں میں دودھ لب پہ انگوٹھا گلے میں تیر
وقت قضا ملا تھا جو اس کو نہ آب و شیر کھولے ہوئے دہن تھا وہ رشک مہ منیر
ننھا سا کرتا تن میں لہو سے بھرا ہوا ایک ہاتھ تھا حسینؑ کا اس پر دھرا ہوا

تیرِ غم سیکڑوں ، سرورؑ کے کلیجے پہ لگے　　علی اصغرؑ جو ہوا، تیر کے پیکاں سے شہید

﴿۱۵﴾ میر مونس

حرملہ کہتا تھا توڑا ایک بازو ایک حلق　　لو نکلتے ہی کماں سے تیر بھالا ہو گیا

چہرۂ گلگونِ اصغرؑ پر جو ڈھانپا دھوپ میں　　دامنِ لختِ دلِ حیدرؑ گلابی ہو گیا
تیر کھا کر دودھ کے ہمراہ جب اُگلا لہو　　سر بسر پیراہنِ اصغرؑ گلابی ہو گیا

کہتی تھی ماں کلیجے پہ چلتے ہیں تیرِ غم　　جب سے ہوا ہے اصغرؑا تیر و کماں جدا

بانُو کہتی تھی نہ تم گھٹنیوں چلنے پائے　　ہائے اصغرؑ کوئی پورا مرا ارماں نہ ہوا

بانو رو دیتی تھی منھ ڈھانپ کے اصغرؑ کے لیے　　کسی عورت کی جو آغوش میں بچا دیکھا
میں نے دیکھا علی اصغرؑ کا گلا خون سے تر　　میں نے زخمی علی اکبرؑ کا کلیجا دیکھا

کہتی تھی بانُو دیکھ کے اصغرؑ کی لاش کو　　چھوٹے سے سن میں واہ بڑا مرتبہ ملا

شہؑ کہتے تھے اصغرؑ پہ ہوا یہ ستمِ نو　　یوں تیر سے مرتے کوئی بچّہ نہیں دیکھا

ہوا نہ ہوگا کوئی شیرخوار دنیا میں　　شہید تشنہ لب اصغرؑ سے بے زباں کی طرح

حرملہ نے سوے اصغرؑ جو کیا تیر کا رُخ　　ہو گیا زرد سلامی شہِ دلگیر کا رُخ

بہت روکا شہ دیں نے و لیکن　　نہ خونِ گردن اصغرؑ ہوا بند

اصغرؑ سلامی تیرِ ستم کھائے آتے ہیں　　گردن پدر کے ہاتھوں پہ لٹکائے آتے ہیں

بازو چھدا ہے شاہ کا بچہ ہے خوں میں تر　　چھوٹی سی لاش چھاتی سے لپٹائے آتے ہیں

بانوؑ کہتی تھی مری گودی نہ تم کو آئی راس　　تیر کھا کر چین سے سوتے ہو دلبر دھوپ میں
دودھ بن تم تو کئی راتوں سے سوئے بھی نہ تھے　　صدقے جاؤں نیند آئی آج کیونکر دھوپ میں

کہتی تھی ماں ملے علی اصغرؑ نہ صاحبو　　ڈھونڈ آئی اُن کو دشت میں مادر کہاں کہاں

اصغرؑ کو تیر مارا تو بولے یہ شاہِ دیں　　شاید کہ حرملہ کوئی تیرے پسر نہیں

آئے تھے بہرِ نذرِ شہادت پدر کے ساتھ　　مٹھی میں نقد جاں علی اصغرؑ لیے ہوئے

لگا حلقِ اصغرؑ پہ جب تیرِ ظلم　　تڑپ کر وہ ابرو کماں رہ گیا
اِدھر خوف سے تھرتھرائی زمیں　　اُدھر کانپ کر آسماں رہ گیا

اکبرؑ کے برابر علی اصغرؑ کو لٹایا　　فرزند کے شانہ کو ہلا کر یہ سنایا
اس بانوئے مغموم کے دلبر سے خبر دار　　اے جان پدر چھوٹے برادر سے خبر دار

﴿۱۶﴾ گلشن الدولہ مرزا علی خاں بہارؔ لکھنوی

لے گئے تھے اصغرؑ کو گھر سے پھر سلامت نہ آئے اُدھر سے
کیا ہوا دودھ پیتا وہ بچہ میرے پردیسی بیرن حُسینا

﴿۱۷﴾ شیخ امداد علی بحرؔ لکھنوی

کہا یہ بانوؑ نے اصغرؑ کی یاد آتی ہیں　　ہمک ہمک کے وہ باتیں، مجھے اشاروں کی

فرمایا شہؑ نے کیا اسے لڑنے کی تھی امنگ　　اصغر کا میرے تیر سے چھیدا گلو عبث

مجرائی خزاں نے بھی کوئی نہ چمن چھوڑا　　شاداب نہ اصغر سا بھی غنچہ دہن چھوڑا

﴿۱۸﴾ آغا ذہین دہلوی

اصغرؑ سے شاہ کہتے تھے بازارِ موت میں　　آئے ہیں تیرے واسطے پیکاں نئے نئے

کہا سرورؑ نے کہ اصغرؑ وہاں مل جاتا آب　　طالبِ آب اگر خلد میں جا کے ہوتے
ماں نے اصغرؑ سے کہا مر گئے پیاسے بھی رہے　　زخمی تم ہوتے مگر پانی تو پا کے ہوتے

لاش بچے کی لئے راہ میں کہتے تھے حسینؑ　　کہہ کے اب کیا تری ماں سے تجھے اصغرؑ دوں گا

﴿۱۹﴾ میر انیسؔ

خوں سے تر ہو گیا اصغرؑ کا شلوکا سارا　　حلق سے شاہ نے جب تیر کا پیکاں کھینچا

چھوڑا علی اصغرؑ نے بھی جب دارِ فنا کو　　بچے کا بڑا غم ہوا شاہِ شہدا کو
جب دفن کیا خاک میں اس ماہ لقا کو　　رقت رہی تا دیر غریب الغربا کو
تیر آتے تھے لیکن نہ جدا ہوتے تھے حضرت
منھ چھوٹی سی تربت پہ دھرے روتے تھے حضرت
بازو سے لہو بہتا تھا اور آنکھوں سے آنسو　　چہرہ عرق آلود بھرے خاک سے گیسو
چلاتے تھے کیا ہو گئے اے اصغرِؑ مہرو　　شبیرؑ کو اس خاک سے آتی ہے تری بو
ہم کو عرقِ شرم میں تر کر گئے بیٹا
پانی نہ ملا تشنہ دہن مر گئے بیٹا

﴿۲۰﴾ میرزا عشقؔ

اصغرؑ سدھارے زیست ہوئی شہ کو ناگوار　　میت لٹا کے روئے کہا حفظِ کردگار

کھینچتے ہیں گلے سے تیر حسینؑ منہ سے اصغرؑ لہو اُگلتے ہیں

اصغرؑ کو جو شہؑ لے چلے بانوؑ یہ پکاری دامن تو اُڑھالو کہ ہے رستے میں کڑی دھوپ

لاش جب رکھنے لگے قبر میں بولے شبیرؑ علی اصغرؑ ہے بڑا داغ تمہارا ہم کو
زخم تازہ ہے ٹپکتا ہے لہو گردن سے تم کو ایذا ہے نہیں ضبط کا یارا ہم کو
ہاتھ تھرّاتے ہیں تم یہ نہ سمجھنا بیٹا کہ نہ آرام سے تربت میں اُتارا ہم کو

قبرِ اصغرؑ سے کہتی تھی بانوؑ اے لحد ہم تو اب یہاں چلتے ہیں
تو ہماری طرح سے بہلانا شب کو اصغرؑ بہت مچلتے ہیں

(۲۱) میرزا تعشق

کہتے تھے شاہ امت جد پر فدا ہوئے تم نے بڑوں کی بات کو اصغرؑ بنا دیا

سر کماں کا جھک گیا سوفار کا منہ کھل گیا بوجھ ہے گردن پہ خونِ اصغرِ بے شیر کا

تھا سرائے دہر میں اصغرؑ کو رہنا ناگوار مارتے تھے دست و پا دنیا سے جانے کے لیے

بڑھتی ہے منت غذا اصغرؑ کی ہوتی ہے شروع دودھ چھٹتا ہے چلے ہیں تیر کھانے کے لئے

سب کے سب روتے تھے صغراؑ کی طرح وقتِ سفر گھر سے تابوت کہ گہوارۂ اصغرؑ نکلا

تشنگی سے اصغرؑ بے شیر کا منھ زرد ہے پھول مرجھایا ہوا ہے گلشنِ شبیرؑ کا

حلق میں جب آکے پیکاں رہ گیا ہچکیاں لے لے کے ناداں رہ گیا
گودیوں میں کچھ دنوں اصغرؑ پھرے گھٹنیوں چلنے کا ارماں رہ گیا

چھٹ کے اکبرؑ سے دلِ شہؑ تہہ و بالا ہوگیا بعد بے شیر یہ غم اور دوبالا ہوگیا

یادِ اصغرؑ میں کہا کرتی تھی صغراؑ رو کر گھٹنیوں چلنے نہ پائے کہ وطن چھوٹ گیا

کہتی تھی بانوؑ کہ مری گود خالی ہوگئی تم سے اصغرؑ قبر کا آباد پہلو ہوگیا

رن کو جاتے ہوئے مڑ کر جو اِدھر دیکھ لیا ماں کو بے شیر نے اور ایک نظر دیکھ لیا

﴿۲۲﴾ میر نفیس

گلا چھدائے قیامت میں جبکہ آئے گا یہ شیرخوار بھی امت کو بخشوائے گا

وارِ دنیا جائے آسائش نہیں خوب سمجھے تھے جو اصغرؑ کم رہے

گلا صغیر کا ننھا سا کیوں نہ چھد جائے خدنگِ ظلم جو دو ٹانک کی کماں سے چلے

شہؑ نے بانوؑ سے لیا اصغرؑ کو جب بولی قضا ایک ہدیہ اور حضرت بہرِ اُمت لے چلے

بعد اصغرؑ زندگی کا حوصلہ جاتا رہا بیٹھی ہے خاموش مادر مشغلہ جاتا رہا

﴿۲۳﴾ میر وحید

انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

اجل یہ کہتی تھی کیا خوش نصیب تھے اصغرؑ نہ رنج شیب نہ داغِ شباب لے کے چلے
یہ مرتبہ چھ مہینے کی عمر میں پایا شہیدِ راہِ خدا کا خطاب لے کے چلے

قرار بن مرے کیونکر مرے حسین لیا اجل نے گود سے اماں کی تجھ کو چھین لیا

﴿۲۴﴾ اوجؔ (فرزندِ مرزا دبیرؔ)

قبرِ اصغرؑ پہ کہا ماں نے دلِ مضطر میں　　رہ گئی گھٹنیوں چلنے کی تمنا باقی

صحن میں بانو نہ لاتی تھی کبھی معصوم کو　　کھائی ہیں عابد نے غم کی برچھیاں بیٹھے ہوئے
کیا خبر تھی سوئیں گے ریتی پہ اصغرؑ دھوپ میں　　بیٹھے بیٹھے پشتِ زیں پر ہی پڑھی شہؑ نے نماز

مرتی ہوں میں تاخیر نہ فرمایئے بابا　　اصغرؑ کو لئے گود میں جلد آیئے بابا

﴿۲۵﴾ پیارے صاحب رشیدؔ

کس طرح دل جانِ زہراؑ سے سنبھالا جائے گا　　تیر کیونکر حلقِ اصغرؑ سے نکالا جائے گا
یہ سمجھ کر لے گئے ہمراہ اصغرؑ کو حسینؑ　　قید میں بانو سے یہ بچہ نہ پالا جائے گا
شور ہے چلّو میں شہؑ لیتے ہیں اصغرؑ کا لہو　　حشر آجائے گا جب یہ خون اچھالا جائے گا

باغِ جنت میں دلِ فاطمہؑ بے تیر چھدا　　حلقِ اصغرؑ کا چھدا بازوئے شبیرؑ چھدا

قبر پر بے شیر کے بانوؑ یہی کرتی تھیں بین　　مر کے اے بیٹا قرارِ قلبِ مادر لے لیا
بولیں بانوؑ قبر میں اصغرؑ ڈرو گے رات کو　　ساتھ اپنے کیوں نہ اُس مادر کو دلبر لے لیا

کہتی تھی ماں، قبر میں اصغرؑ اب آیا تم کو چین　　کیوں گلے کا زخم اچھا ہو گیا آتی ہے نیند

کہتی تھی ذوالفقار نہ تھی مجھ کو یہ خبر　　شبیرؑ مجھ سے تربتِ اصغرؑ بنائیں گے

زمینِ خشک ہاتھوں سے برابر کر کے شہ بولے　　اگر پانی ملے سر دے کے بہرِ قبرِ اصغرؑ لیں

پسر کے بعد جب کڑکی کمانیں شہؑ نے فرمایا　　علی اصغرؑ گئے دنیا سے اب کیوں تیر آتے ہیں

﴿۲۶﴾ میر عارفؔ

معصوم کے جب عضوِ بدن چھپ گئے سارے بسمل ہوا قلبِ شہ دیں درد کے مارے
منھ رکھ کے لحد پر بصد اندوہ پکارے اے راحتِ جاں بانوئے ناشاد کے پیارے
ننھا سا گلا زخم سے دکھتا تو نہیں ہے
اصغرؑ کہو اب پیاس کی ایذا تو نہیں ہے

تیر کھا کر وہاں علی اصغرؑ نے ڈالا منھ سے خوں یہاں لہو کے جوش سے خود ماں کو آ گاہی ہوئی

لگا تیر اصغرؑ کی گردن پہ جب قدِ شاہ جھک کر کماں ہو گیا

کربلا پہنچے تو پیار اصغرؑ کو کر کے بولے شاہ ایک منزل سخت تر اس سے مری جاں اور ہے

﴿۲۷﴾ دولھا صاحب عروجؔ

بنا کے شکل مجاہد کی لے چلے شبیرؑ اُلٹ دیا علی اصغرؑ کی آستینوں کو

ذرا آرام سے رکھنا زمین کربلا اس کو اٹھے روتے ہوئے یہ کہہ کے سرورؑ قبر اصغرؑ سے

﴿۲۸﴾ ادبؔ لکھنوی

پیکرِ اصغرِؑ معصوم جو ملبوس میں تھا شعلۂ نورِ خدا حسن کے فانوس میں تھا

﴿۲۹﴾ داغؔ دہلوی

چشمِ نقشِ کفِ پا میں بھی تو آنسو بھر آئیں خاک پر گر کے جو مانگے علی اصغرؑ پانی

﴿۳۰﴾ امیرؔ مینائی

دکھائی اصغرؑ معصوم نے جو خشک زباں اجل نے پیار سے بوسے لب و دہن کے لیے

﴿۳۱﴾ میر محبوب علی خاں شاہِ دکن۔ آصفؔ

اندھیری رات میں بانوؑ یہی کہہ کہہ کے روتی تھی
کہ اصغرؑ یاد تیرے چاند سے رخسار آتے ہیں

﴿۳۲﴾ فصاحت جنگ جلیلؔ

شہِ مظلوم کے صبر و رضا کی آزمائش ہے
علی اصغرؑ کا رن میں تیر کھا کر مسکرا دینا

حلق اصغرؑ چھید کر بازوئے شہ زخمی کیا
حرملہ کے چار تیروں میں فقط اک تیر نے

اُگل کے خون جہاں سے گذر گیا بانوؑ
پھڑک کے ہاتھوں پہ معصوم مر گیا بانوؑ

﴿۳۳﴾ مہاراجہ کشن پرشاد شادؔ

دکھائی جنگ میں صورت اُدھر جا پہنچے کوثر پر
یہ اصغرؑ ہی کی تھی رفتار ادھر آنا اُدھر جانا

﴿۳۴﴾ مسرور حیدر آبادی

جان دے دی علی اصغرؑ نے بھی بہر امت
بچوں کے ہاتھ سے بھی عقدہ کشائی نہ گئی

﴿۳۵﴾ نگینؔ حیدر آبادی

جان دے کر چھ مہینے میں خدائی مول لی
مالکِ ہر شش جہت اصغرؑ سا ناداں ہو گیا

﴿۳۶﴾ اخترؔ حیدر آبادی

گلا اصغرؑ کا، پہلو شاہؑ کا، بانوؑ کا دل چھیدا
بن کاہل تھا کس کس کا ارادہ قلب پیکاں میں

﴿۳۷﴾ تراب یار جنگ۔ سعیدؔ

دے چکے جو نذر اصغرؑ کو شہِ کرب و بلا
مطمئن ایسے تھے جیسے درد کا درماں ہو گیا

﴿۳۸﴾ میر عثمان علی خاں۔شاہِ دکن

خوب سیراب نمودند لعیں اصغرؑ را تیرِ فولاد کجا گردن بے شیر کجا

﴿۳۹﴾ تاؔثیر دہلوی

بے زباں تھا بے قصور اصغرؑ کو مارا ہائے تیر کیا ملا اس حرملہ ملعونِ ناہنجار کو

نہ ملا پانی جو اصغرؑ کو تو بانوؑ نے کہا لا دو یا شاہ کہیں سے مجھے جا کر پانی

﴿۴۰﴾ بہادر حسین انجم لکھنوی (شاگردِ میر مونسؔ)

گود خالی دیکھ کے کہتی تھی بانوؑ اے فلک ہائے میں جیتی رہوں اور گود میں اصغرؑ نہ ہو

لاشِ علی اصغرؑ سے کہا بانوؑ نے بیٹا جب تک تھے میرے پاس تو تھی شیر کی خواہش

پانی کو گئے رن میں تو وہاں حلق چھدایا معلوم ہوا پیاس میں تھی تیر کی خواہش

﴿۴۱﴾ منیؔر شکوہ آبادی

سوتے سے چونک اُٹھتی تھی بانوؑ یہ کہہ کے آہ اصغرؑ میں صدقے شکل دِکھا جاؤ خواب میں

﴿۴۲﴾ درخشاںؔ لکھنوی

چلے آتے ہیں داماں پر پیاپے چشم گریاں سے نہیں ہے تاب طفلِ اشک کو بھی رنجِ اصغرؑ سے

﴿۴۳﴾ صغیؔر الہ آبادی

کہا شہؑ نے لاشے سے رونا نہ اصغرؑ کہ ہم تیر اے بے زباں کھینچتے ہیں

﴿۴۴﴾ سیّد باقر حسین باقؔر لکھنوی

قبر میں اصغرؑ کو رکھ کر رو کے یہ بولے حسینؑ خاک میں اب چاند سا چہرہ ترا مل جائے گا

شہؑ نے اصغرؑ سے کہا تم بھی کرو حجت تمام　　کھول کر ننھا سا منہ سوکھی زباں دکھلا گئے

﴿۴۵﴾ نواب محمد سلطان خان سلطانؔ لکھنوی

کربلا میں ڈھونڈیں گے عابدؑ جو قبرِ شیرخوار　　کچھ زمیں جس جا کھدی ہوگی پتا مل جائے گا

﴿۴۶﴾ سیّد عابد علی عرف نبّن صاحب فرقتؔ لکھنوی

گردنِ اصغرؑ پہ جا کر دی صدا یہ تیر نے　　اس خطا کا تجھ کو بدلا حرملا مل جائے گا

﴿۴۷﴾ نواب سیّد امجد علی خان صاحب۔ قیصرؔ

شاہ کہتے تھے کہ اصغرؑ ہے تمہارا میہماں　　ظالمو جاں اس کی لے کر تم کو کیا مل جائے گا

﴿۴۸﴾ سیّد خورشید حسن صاحب۔ مہرؔ

حرملہ سے تیر چلتے چلتے یہ کہتا رہا　　بے خطا اصغرؑ کو گر مارا تو کیا مل جائے گا

﴿۴۹﴾ آرزوؔ لکھنوی

پیاس میں اصغرؑ دکھا کر فوج کو سوکھی زباں　　باتیں کرنا اپنے سن والوں کو بھی سکھلا گئے

پیاس سے نرگسی آنکھوں میں ہیں اصغرؑ کے گڑھے　　پھول ساغر میں نظر آتا ہے ساغر پھول میں

﴿۵۰﴾ صفیؔ لکھنوی

نہ تھا پانی جو سرورؑ تربتِ بے شیر پر چھڑکیں　　زمیں تر ہوگئی روئے یہاں تک قبرِ اصغرؑ پر

ماں کہتی تھی یادِ علی اصغرؑ میں یہ رو کر　　آ ڈھونڈ رہی ہیں تجھے نورِ نظر آنکھیں

اصغرؑ کو قتل گاہ میں لائے ہیں شاہِ دیں چھوٹا سا پھول اک سر محضر بنائیں گے

شفق گوں مہر بھی وقتِ غروب ایسا ہی ہوتا ہے مَلا تھا خونِ اصغرؑ شہؑ نے جیسے روئے انور پر

﴿۵۱﴾ عزیزؔ لکھنوی

اہلِ دل تڑپا کریں گے زندگی بھر اے عزیزؔ حرملہ کا تیر پیوست رگِ جاں ہوگیا

﴿۵۲﴾ مرزا محمد صادق علی شاغلؔ لکھنوی

ہوگا اک دانہ نہ پیدا کہتی تھی شہ سے زمیں مجھ میں خوں گر اصغرِ معصوم کا مل جائے گا

اصغرِ بے شیر یوں سوکھی زباں دکھلا گئے فوجِ اعدا میں تلاطم پڑ گیا تھرّا گئے

کان میں شبیرؑ نے چپکے سے یہ کیا کہہ دیا گود سے صغراؑ کے پھر اصغرؑ ہمک کر آ گئے

﴿۵۳﴾ سیّد عابد حسن عرف ابّن صاحب۔ بلاغتؔ

پوچھا اصغرؑ کو جو بانو نے تو بولے رو کے شاہ حرملہ کا تیر کھا کر وہ شہادت پا گئے

﴿۵۴﴾ سیّد کاظم رضا عرف لڈن صاحب۔ بہارؔ لکھنوی

کہتی تھیں یہ شہؑ سے بانوؑ دل دھڑکتا ہے مرا آج تو گہوارہ تک اصغرؑ کے ناوک آ گئے

﴿۵۵﴾ نواب احمد علی خان عرف پٹّن صاحب۔ ثروتؔ

واقعہ اک طفل اور اک تیر کا ایسا عظیم ارض گہوارہ ہوئی ساتوں فلک تھرا گئے

کربلا میں جنگ یا قربانی سادات تھی ہنسلیوں والے تک آ آ کر گلے کٹوا گئے

﴿۵۶﴾ ذاکر لکھنوی

بعد شہ تربت کا اصغرؑ کے نشان اب تک نہیں   دل سے لاشے کو نہ جانے کس طرح لپٹا گئے

یہ سمجھتی تو نہ میدان میں جانے دیتی   تیرِ قاتل سے تری دودھ بڑھائی ہوگی

پس حسینؑ اکیلے نہیں علی اصغرؑ   لحد پہ دھوپ بھی ہے گریۂ رباب بھی ہے

﴿۵۷﴾ حکیم سیّد ابراہیم۔ شوقؔ موہانی

رن میں ہاتھوں پر علی اصغرؑ کو یوں لائے حسینؑ   اشقیا معصوم پر قرآن کا دھوکا کھا گئے

﴿۵۸﴾ سیّد شبیر حسن قتیلؔ لکھنوی

قاتلِ اصغرؑ کا دل کیسا تھا آخر اے خدا   وہ نہ کانپا اور زمین و آسماں تھرا گئے

﴿۵۹﴾ حکیم سیّد مہدی حسین۔ مہدیؔ لکھنوی

رو کے صغراؑ نے کہا اصغرؑ نے کیوں چھوڑا مجھے   میرے بابا کان میں بچے کے کیا فرما گئے

﴿۶۰﴾ مظفر حسین۔ ناصرؔ لکھنوی (شاگردِ ذاکرؔ لکھنوی)

لشکر اعدا پہ کی اصغرؑ نے یوں حجت تمام   باپ کے ہاتھوں پہ ننھی سی زباں دکھلا گئے

اکبرؑ و اصغرؑ کی لاشوں پر صدا دیتی تھی ماں   کتنے جلدی پھول میرے باغ کے مرجھا گئے

﴿۶۱﴾ نواب سیّد عسکری۔ بلیغؔ لکھنوی

گئے فردوس میں اصغرؑ شہیدِ کربلا ہوکر   کیا بچپن میں احسان جد کی امت پر فدا ہوکر

کب زمیں پر قبرِ اصغرؑ کے لئے ڈالا نشاں   نقشہ کھینچا داغِ دل کا حضرت شبیرؑ نے

﴿۶۲﴾ حامد حسین خان بہادر۔ حامدؔ لکھنوی

علی اصغرؑ چلے ہیں گود سے ماں کی جدا ہو کر اجل کہتی ہے اب سوئیں گے یہ آغوشِ تربت میں

﴿۶۳﴾ نواب سیّد ہادی علی خان۔ ہادیؔ لکھنوی

بڑوں کی بات رکھ لی تم نے اُمت پر فدا ہو کر ہوئے بے جان ہاتھوں پر، جو اصغرؑ شہؑ نے فرمایا

یوں بھی مرتے جو نہ اصغرؑ کی شہادت ہوتی پالتا کون انھیں ہاتھ بندھے تھے ماں کے

﴿۶۴﴾ احسن مرزا۔ شررؔ لکھنوی

چشمِ اعدا میں اگر کچھ بھی مروت ہوتی علی اصغرؑ کو تو پانی سے نہ رکھتے محروم

﴿۶۵﴾ مرزا کاظم حسین ۔محشرؔ مرحوم

ایک ایک قطرے سے اک تازہ قیامت ہوتی لے کے اصغرؑ کا لہو منھ پہ جو ملتے نہ حسینؑ

پیاس ہی سے علی اصغرؑ کی شہادت ہوتی ناوکِ حرملہ مانا جو خطا بھی کرتا

شاہ اگر ضبط نہ کرتے تو قیامت ہوتی بعد اکبرؑ کے علی اصغرِ بے شیر کا غم

پیاس نے اصغرؑ کو مارا یا کہ مارا تیر نے رہ گیا پوشیدہ اسرار شہادت میں یہ راز

﴿۶۶﴾ سیّد مجاور حسین ۔تمناؔ لکھنوی

علی اصغرؑ چلے تھے قتل گہ میں چھٹکے جب ماں سے درِ خیمہ کی جانب پھر رہی تھیں نرگسی آنکھیں

نفس کا جیسے سینہ میں ادھر آنا اُدھر جانا یونہی تھا آ کے اصغرؑ کا زمانہ سے گذر جانا

﴿۶۷﴾ سیّد ذاکر حسین ۔ ذاکرؔ لکھنوی (تلمیذ جناب آرزوؔ لکھنوی)

اکیلے حشر تک کیوں کر رہیں گے قبر میں اصغرؑ — نہ ہوتے تھے کسی پہلو جو دم بھر بھی جدا ماں سے

﴿۶۸﴾ سیّد زوّار حسین ۔ زائرؔ لکھنوی

لگایا حرملہ نے تیر کب اصغرؑ کی گردن پر — دل زہراؑ کو چھیدا ہے لعین نے نوکِ پیکاں سے

﴿۶۹﴾ سیّد ظفر حسن ۔ ظفرؔ لکھنوی (نبیرۂ مفتی میر محمد عباس)

لگایا حرملہ نے تیر ایسا حلقِ نازک پر — کہ دل زخمی ہوا کرتے ہیں اب تک اُس کے پیکاں سے

﴿۷۰﴾ سیّد دلاور حسین خان ۔ قمرؔ لکھنوی (شاگردِ عزیزؔ لکھنوی)

نجاتِ اُمتِ عاصی کے لنگر بن گئے اصغرؑ — لیا یہ کام حضرت نے چراغِ زیرِ داماں سے

﴿۷۱﴾ سیّد مہدی حسن ۔ لیاقتؔ لکھنوی

جو تربت میں چھپے اصغرؑ تو بولی پالنے والی — مری جاں پاس دادی کے گئے تم روٹھ کر ماں سے

﴿۷۲﴾ سیّد تاجدار حسین ۔ وقارؔ لکھنوی

اشاروں میں کہا اصغرؑ نے سرور سے کہ لے چلئے — رہا جاتا ہوں چھٹ کر کاروانِ راہِ یزداں سے

﴿۷۳﴾ نواب مرزا محمد باقر علی خان ۔ رازؔ لکھنوی

نصرتِ شہؑ کی صدا جبکہ ہوا میں پہنچی — انتہا یہ ہوئی میدان میں اصغرؑ نکلے

﴿۷۴﴾ علی میاں کاملؔ

لئے اصغرؑ کو رن میں شاہِ دیں کہتے تھے اعدا سے — اسے پانی پلا دو دودھ پینے کا یہ خوگر ہے

جوابِ شہؑ میں مارا حرملہ نے تیر گردن پر — دلِ صد پارۂ شبیرؑ کا آخر یہ نشتر ہے

یہ لعلِ فاطمہ زہراؑ ہے اور وہ سنگدل ظالم نزاکت میں جو یہ شیشہ تو وہ سختی میں پتھر ہے
اکیلے رن سے آتے دیکھ کر بانوؑ یہ چلّائیں شہا فرمایئے اصغرؑ کہاں ہے قلب مضطر ہے
کہا حضرت نے وہ بھی تیر کھا کر چل بسے بانوؑ اُنھیں کا خون یہ چہرہ پر ہے اور ملبوس بھی تر ہے
اُنھیں میں دفن کر کے رخصتِ آخر کو آیا ہوں وہ دیکھو سامنے ننھی سی بانوؑ قبرِ اصغرؑ ہے

ہائے قسمت میں یہ لکھا تھا کہ اے غنچہ دہن باپ تربت تری جنگل میں بنائے اصغرؑ

نہ تھا معلوم ماں کو آہ یہ لکھا مقدر کا بڑھے گا تیر سے دشتِ بلا میں دودھ اصغرؑ کا

پیاس کے صدمہ سے بے شیر ہوا تھا یہ نڈھال حرکت نبض کی گہوارہ تھی اصغرؑ کے لیے

رو دیے پھیر کے منہ فوجِ مخالف میں عدو قبر کھودی شہہ والا نے جو اصغرؑ کے لیے

خنجر کی نہ قاتل کی نہ زخموں کی خبر ہے تکتے تھے سوئے لاشۂ اصغرؑ تہہِ خنجر

﴿۷۵﴾ قدیم لکھنوی

اصغرِ ناداںؑ کو ہاتھوں پر اُٹھا کے بولے شاہ مر چکے انصار و یاور لُٹ گیا گھر بار بھی
ختم ہے میری بضاعت اس کو بھی کر لے قبول فدیۂ اُمت ہے یارب یہ دُرِ شہوار بھی

﴿۷۶﴾ بابو صاحب فائق

بہ مجبوری نکالا تیر تو منہ پھیر کے لیکن نہ دیکھا شہؑ نے زخمِ گردنِ اصغرؑ نظر بھر کے

کھنچتا ہے اصغرؑ کا دم ہاتھوں پہ ساکت ہیں حسینؑ ہاں نظر ہٹتی نہیں مٹتی ہوئی تصویر سے

لٹا کر لاشِ اصغرؑ پہلوئے اکبرؑ میں شہ بولے ذرا اے میرے دلبر دھیان رکھنا چھوٹے بھائی کا

﴿۷۷﴾ امیدؔ لکھنوی

چمن دہر میں ہے پیاس سے اصغرؑ کا یہ حال خشک کانٹے کی طرح گل سی زباں رکھتے ہیں

﴿۷۸﴾ جاویدؔ لکھنوی

دھڑکن دلِ اصغرؑ میں ہے کیا بعدِ فنا بھی اب تک شہِ دیں لاش کو لپٹائے ہوئے ہیں

بولی ماں تھوڑے دنوں میں ہوا کیا کیا اصغرؑ گھٹنیوں بھی چلے اے لال قضا بھی آئی

﴿۷۹﴾ احسن مارہروی

بحسرت دیکھ کر سوئے فلک حضرت نے فرمایا چھدا جب ناوکِ ظلم و ستم سے حلقِ اصغرؑ بھی

کہیں اے چرخ اس معصوم سا مظلوم دیکھا ہے بہت دنیا میں تو نے دیکھے ہیں غمگیں بھی مضطر بھی

﴿۸۰﴾ مولانا کلبِ حسین اخترؔ

حسینؑ ہاتھوں پہ اصغرؑ کو لے کے کہتے تھے پلا دو پانی مرے لال کو خدا کے لیے

جواب ملتا تھا قطرہ نہ دیں گے ہم اس کو گلا صغیر کا ہے ناوکِ قضا کے لیے

صدا یہ شاہ نے دی دودھ ماں کا خشک ہوا یہ بچہ آیا ہے پانی کی التجا کے لیے

کہا یہ شمر نے دریا سے جانور پی لیں ہے بند آب، بنِ سبطِ مصطفٰیؐ کے لیے

﴿۸۱﴾ روپؔ کماری

کئی پہر سے جو تھا خشک وہ گلو بھی دیا بس انتہا ہے کہ شہ نے ہے کا لہو بھی دیا

﴿۸۲﴾ راجہ محمود آباد (امیر احمد خاں محبوبؔ)

علیؑ کے گھر کا یہ دستور ہے جب وقت پڑتا ہے تو بچے گردنوں پر روکتے ہیں تیر کیا کہنا

﴿۸۳﴾ جناب احسن طباطبائی لکھنوی

ہاتھوں پہ باپ کے ستم رن میں کیا ہوا بچّے کا پیرہن ہے لہو سے رنگا ہوا

﴿۸۴﴾ فضلؔ نقوی

اکیلا چھوڑ کے ماں کو چلے گئے اصغرؑ اندھیرا ہوگیا خیمہ میں رات سے پہلے
نہ روزِ حشر تک اصغرؑ کا ہو سکے گا جواب نہ مثل کوئی ہوا کائنات سے پہلے

اے علی اصغرؑ نہ اب بانوؑ کو آئے گا قرار ماں کے اشکوں میں قیامت کی روانی دے گئے

اصغرؑ کا زخم دیکھ کے ناوک نکالنا کیا انبیاء کے دل میں یہ طاقت ہے اے حسینؑ

بتلاتا ہے بے شیر کے ہونٹوں کا تبسم فوجوں میں ہم ہی حشر بپا آج کریں گے

اصغرؑ کے گلے میں یوں ہی پیوست ہے ناوک جیسے کوئی کانٹے کو چبھو دے گلِ تر میں

حیرت سے دیکھتی ہیں کمانیں صغیر کو یہ وزنِ تیر حلق پہ کیوں کر اُٹھا لیا

مانگا بے شیر نے جب شہؑ کی زبانی پانی شرم سے آبِ رواں ہوگیا پانی پانی

بچے کو کلیجے سے لگائے ہے ابھی ماں اصغرؑ کی طرف ہاتھ نہ پھیلائے قیامت
لے لے کے کماں دار کو آگے بڑھیں فوجیں اصغرؑ نے کہا آج ہی آجائے قیامت

ہنسی ہنسی میں رُلا دینا فوجِ اعدا کو یہ بات تو علی اصغرؑ کے اختیار میں ہے

مرکزِ مظلومیت تھی گر علی اصغرؑ کی لاش ظلم کو دنیا نے سمجھا حرملہ کے نام سے

چشمِ بانوؑ ہے، بھرے اشک ہیں تنہائی ہے
ننھی تصویر کلیجے میں اُتر آئی ہے

دیکھ لے چشمِ تصور سے ذرا اے اصغرؑ
گود بانوؑ نے تری یاد میں پھیلائی ہے

جگمگانے لگے آئینۂ دل میں اصغرؑ
ماں کے آنسو میں شہادت کی کہانی ٹھہری

جب رباب آئیں قبرِ اصغرؑ پر
ہر کرن ڈوبتی ہوئی پائی

موت نے سر جھکا لیا اصغرؑ
سوکھے ہونٹوں پہ جب ہنسی پائی

تین دن پیاس سے جھولے میں نہ سونے والا
ننھی سی قبر میں مشغول اب آرام میں ہے

خونِ اصغرؑ بھی ہے لفظوں سے نمایاں شبیرؑ
صبرِ آخر کی جھلک آخری پیغام میں ہے

تاریخ کے اوراق سیہ پوش ہیں اب تک
تازہ تری یاد اصغرِؑ معصوم رہی ہے

اس سن میں یہ ہمت، یہ شہادت کے ارادے
خود موت بھی اصغرؑ کا گلا چوم رہی ہے

کیا بھولے کوئی چاند سا چہرہ علی اصغرؑ
ہر اشک میں تصویر تری گھوم رہی ہے

تیرے سوکھے لبوں پہ اے اصغرؑ
موت کے وقت بھی ہنسی دیکھی

ماں جب آئی تلاشِ اصغرؑ میں
ننھی تربت بنی ہوئی دیکھی

اے خالقِ کونین وہ اکبرؑ ہوں کہ اصغرؑ
کس میں ترے محبوب کا انداز نہیں ہے
بے شِیر کو آغوش سے تربت میں سلانا
شبیرؑ کا یہ صبر ہے اعجاز نہیں ہے

قید میں ماں ہے مگر جلتے ہیں اشکوں کے چراغ
ماںتا تربتِ بے شِیر تک آ پہنچی ہے

دشت میں چھوڑ کے ماں جاتی ہے قبرِ اصغرؑ وہ جدائی ہے جو تقدیر تک آ پہنچی ہے

اُجڑے جھولے میں جو محدود نظر آئی حیات راستہ موت کا اصغرؑ کو بھی آسان ملا

ماں نے بھیجا تھا جسے پانی پلانے کے لئے جب حسینؑ آئے تو بچہ وہی بے جان ملا

زندگی اور موت کا اصغرؑ مسکراہٹ میں فیصلہ دیکھا
خون میں غرق آرزو دیکھی چھوٹے سے دل کا ولولہ دیکھا
صبرِ ایوب کو وہ بھول گیا جس نے اصغرؑ کا حوصلہ دیکھا
خیمے کے در تک آ کے اے اصغرؑ کیا بتائیں کہ ماں نے کیا دیکھا
تیر دیکھا کمان سے چلتے اور نازک گلا چھدا دیکھا
لاش لائے جو شاہ خیمے تک ننھے کرتے میں خوں بھرا دیکھا
پھر جو کچھ دیر میں نظر ڈالی چاند تربت میں ڈوبتا دیکھا
اب جو خیمے کے گوشے میں آئیں اُجڑا جھولا تھا ہوا دیکھا

نظروں میں جگمگاتی ہے اصغر تمھاری شکل ضو دے رہے ہیں چاند سے رخسار آج تک

تبسم نے علی اصغرؑ کے محشر کر دیا برپا یزیدی یہ سمجھے تھے ستم رو کے نہیں رُکتا

قضا کا تیر جو لایا پیام دنیا میں نہ کر سکے علی اصغرؑ قیام دنیا میں

منحصر ان کی شہادت پر ہے امت کی نجات خوش نظر آتے ہیں اصغرؑ کربلا کی راہ میں

زمانے بھر کو اے معصوم اصغرؑ قیامت تک رُلایا مسکرا کے

اصغرؑ کا ہر اشارا تھا پیغامِ انقلاب فوجِ یزید تیرے قدم ڈگمگا گئے

وہ انبیاء کا باغ ہو یا خلد کا چمن　　اصغرؑ سا کوئی پھول کہیں پر کھلا بھی ہے

چھ مہینے کا سپاہی یاد آتا جائے ہے　　پھول خوں میں ڈوب کر بھی مسکراتا جائے ہے

علی اصغرؑ سے ماں کہتی تھی اکثر　　اُحد کی اور خیبر کی کہانی

ناوک ہے اور قضا ہے اصغرؑ ہیں بیکسی ہے　　سوکھے ہوئے لبوں پر ٹھہری ہوئی ہنسی ہے

تنہائیوں میں اصغرؑ ہے بے کسی بھی شامل　　دل بھی وہیں ہے ماں کا تربت جہاں بنی ہے

آئینۂ اجل ہیں بانو کے بکھرے آنسو　　جھولے میں اب بھی اصغرؑ خوشبو تری بسی ہے

دینِ حق پھیلا علی اصغرؑ ترے پیغام سے　　ساری دنیا ہوگئی واقف خدا کے نام سے

جس کو جھولے میں ہے احساس وفا و نصرت　　وہ سپاہی بھی نکل آتا ہے تلواروں میں

دیکھ کر جھولے میں ماں روئی علی اصغرؑ کو　　جذب آنسو ہوئے بے شیر کے رخساروں میں

اصغرؑ سے اور ماں کی محبت تمام رات　　اشکوں میں دیکھی چاند سی صورت تمام رات

خونِ دل چشم اشک بار میں ہے　　حلقِ اصغرؑ لہو کی دھار میں ہے
قبر میں کچھ خبر بھی ہے اصغرؑ　　کب سے ماں تیرے انتظار میں ہے
ماں ہے ننھی لحد ہے آنسو ہیں　　چاند آغوش کا مزار میں ہے

اصغرؑ نے تیز کردی حقیقت کی روشنی　　سوکھے لبوں کو دین کی تلوار کردیا

اصغرؑ کو نیند آئی تھی کچھ دیر کے لئے　　لیکن بھڑکتی پیاس نے بیدار کردیا

چلے میداں سے ہاتھوں پر لہو میں ڈوب کر اصغرؑ سپاہی ہو تو ایسا ہو شجاعت ہو تو ایسی ہو

یزیدیت نے مٹا کر نشان ، کیا پایا اَب آج ہر دلِ انساں میں قبرِ اصغرؑ ہے

اصغرؑ کی بچپنے میں یہ ہمت تو دیکھئے فوجوں کو جھولا دے دیا تربت خرید لی

﴿۸۵﴾ سالک لکھنوی

کربلا میں صبر منھ دیکھا کیا اکبرؑ کے بعد حلقِ اصغرؑ دے دیا شہؑ نے خدا کے نام پر

یادِ بے شیر میں جھولے کے قریں آج ربابؑ دل میں اک چاند سی تصویر لئے بیٹھی ہے

دلِ ربابؑ سے گھٹتی ہوئی حیات چلی چلا صغیر کہ جھولے سے کائنات چلی

ہمارے سن کو نہ دیکھو یہ کہہ رہا تھا صغیر سپاہی ہم بھی ہیں لشکر کی بات ہم سے کرو

گلوئے اصغرؑ معصوم ہے چلے ناوک تیری کماں کے مقابل میں کوئی اور نہیں

کہتی تھی بانوؑ نیند مجھے آئے کس طرح اصغرؑ میرا اکیلا جو تاریک بن میں ہے

مولا سے کہہ رہی تھی یہ قربانئ صغیر جھولے سے اپنے چاند کا ٹکڑا لئے چلو

تیر کھا کر باپ کے ہاتھوں پہ اصغرؑ ہنس دیئے یہ جوانوں کی ہنسی غنچہ دہن کی بات ہے

گہوارۂ صغیر بنی خاکِ کربلا ہے زلزلے کی گود میں تربت رُکی ہوئی

یہ کیسی داستاں اصغرؑ سنا دی رہے خاموش اور دنیا ہلا دی
شہیدِ کربلا کی داستاں میں علی اصغرؑ نے اک سرخی بڑھا دی

تشنہ لب بے شیر نے ہنس کر نگاہیں پھیر لیں　　تیر اصغرؑ کی طرف آیا جو لہراتا ہوا

اُٹھا کے دے دیا اصغرؑ کو ماں نے جھولے سے　　خدا کی راہ میں کچھ کم نہ تھی رباب کی جنگ

﴿۸۶﴾ اکمال لکھنوی

باپ کے ہاتھوں پہ اصغرؑ تیر کھانے کو چلے　　نصرتِ سرورؑ کا کیا اچھا نکالا راستہ

بولیں ماں کیا ہو گیا کیوں میرے پاس آتے نہیں　　دیکھتی ہوں کب سے اصغرؑ میں تمہارا راستہ

تیر سہ شعبہ لگایا گردنِ بے شیر پر　　فرق اب کیا حرملہ کے دل میں اور پتھر میں ہے

﴿۸۷﴾ تجمل لکھنوی

سوکھی زباں کے صدقے دشمن تھے آبدیدہ　　پتھر پگھل رہے تھے اصغرؑ کی تشنگی سے

﴿۸۸﴾ جوالا پرشاد، روشؔ لکھنوی

خوں میں ڈوبے ہوئے تاریخ کے اوراق ملے　　کہیں اکبرؑ کہیں اصغرؑ کی کہانی آئی

﴿۸۹﴾ آغا شاعر قزلباش

پھیر لی سوکھی زباں ہونٹوں پہ مارے پیاس کے　　کس قدر دانائی کی اصغرؑ نے نادانی کے ساتھ

﴿۹۰﴾ نسیم امروہوی

بدلتے ہیں جو تیور بند کر کے مٹھیاں اصغرؑ　　پدر کی گود میں طفلی جوانی ہوتی جاتی ہے

﴿۹۱﴾ صبا اکبر آبادی

موت نے کربلا میں پہلی بار　　تیر کی زد پہ بے زباں دیکھا

﴿۹۲﴾ باقر امانت خانی

جاں دی ہنستے ہوئے قبر میں سوئے اصغرؑ ماں کی آغوش سے چھٹ کر بھی نہ روئے اصغرؑ

﴿۹۳﴾ ضیاء الحسن موسوی

ذرا دل تھام کر سوچو کہ نازک کس قدر ہوگا وہ بچہ تیر جس کے واسطے شمشیر ہو جائے

﴿۹۴﴾ اصغر گونڈوی

چلے ہیں اصغر غنچہ دہن کو لے کے شہؑ رن میں وہ بچہ نرگسی آنکھوں سے منھ بابا کا تکتا ہے

﴿۹۵﴾ شوکت بلگرامی

نادان سمجھتے مہمان سمجھتے اصغرؑ تجھے بیدرد مسلمان سمجھتے

﴿۹۶﴾ مولانا سبطِ حسن

غم سے خیمے میں سنبھل سکتی نہیں بانوئے شاہ کروٹیں لیتا ہے دل، اصغرؑ کا جھولا دیکھ کر

نکل کے آگئے تیروں کی چھاؤں میں اصغرؑ ہزار حیف کہ یہ بے زباں جواں نہ ہوا

توڑ کر گردوں کو پہنچی عرش تک آہِ حسینؑ تیر کھا کر باپ کے ہاتھوں پہ بچہ رہ گیا

کس قدر بے رحم تھے اک بوند پانی کی نہ دی اصغرِ بے شِیر پانی کو ترستا رہ گیا

دیکھتی دنیا اثر ملتا جو اصغرؑ کا مزار تھا وہ تعویذِ لحد لکھا ہوا شبیرؑ کا
جا رہے ہیں گھر سے اصغرؑ جانبِ خلدِ بریں منتظر ہے راہ میں چھبنے کو کانٹا تیر کا
اک جہاں ہمدردِ اصغرؑ ہے یہ کیسا قتل تھا کون سا دل ہے نہیں جس میں کہ زخم اس تیر کا

سب کو دیکھا تیر جو کھا کر گرے تھے دہر میں حلقِ اصغرؑ کی طرح ننھا گلا کوئی نہ تھا

علی اصغرؑ چلے ہیں رن کو اور قسمت یہ کہتی ہے یہی کرتا جو پہنے ہیں یہی خونین کفن ہوگا
یہ مانا اے علی اصغرؑ کہ مجمع ہے شہیدوں کا مری جاں بے زباں ہو کون تم سے ہم سخن ہوگا

لاشۂ بے شیر کو دل سے لگائے ہیں حسینؑ پھول پیارا ہو گیا کچھ اور مرجھانے کے بعد
ماں کو بچے کی قرار آتا تو آتا کس طرح گود میں اصغرؑ کہاں تھے یاد آجانے کے بعد

کہتی تھی ماں کہ دھوپ میں اصغرؑ کی قبر ہے بچے تری لحد پہ کوئی سائباں نہیں

کانپتے ہاتھوں سے دفنایا جس کو شاہ نے ڈھونڈتی ہے آج ماں اس خوں بھری تصویر کو
گود میں آ و علی اصغرؑ یہ کہتی تھی ربابؑ چوم لے یہ ماں کسی صورت سے زخمِ تیر کو
کربلا کے دل میں کانٹا سا کھٹکتا ہے وہاں جس جگہ کھینچا تھا اصغرؑ کے گلے سے تیر کو

آسماں پر اُٹھ گئی یا قلبِ سرور میں رہی سب تو ہیں اک قبر اصغرؑ کی نہیں ہے دوستو

تیر کھا کر جان دے دی گود میں بے شیر نے کھودتے ہیں قبرِ اصغرؑ شاہِ دیں تلوار سے

مَل رہا ہے سارے منھ پر یہ لہو نورِ خدا کیسا طاہر خون الٰہی گردنِ اصغرؑ میں ہے

پر لگائے حرملہ نے تیر میں کیوں بے خطا موت بچے کی طرف خود مائلِ پرواز تھی
خوب نیند آئی علی اصغرؑ کو کھا کر تیرِ ظلم باپ کی گودی نہ تھی اک خوابگاہِ ناز تھی

﴿۹۷﴾ شہید یار جنگ شہید

حسینؑ لاشۂ اصغرؑ پہ ڈال دیجے عبا ملائکہ کی عبادت میں فرق آتا ہے

﴿۹۸﴾ شدید لکھنوی

عجب حسرت سے گردش کرتی تھیں بے شیر کی آنکھیں نہ کرتا ذبح اصغرؑ کو جو ہوتیں تیر کی آنکھیں

﴿۹۹﴾ حامد لکھنوی

کہتے کہتے کچھ زبانِ بے زبانی رہ گئی تیر کھا کر سو گئے اصغرؑ کہانی رہ گئی

جوابِ ستم دیکھ او حرملہ فقط ہنس کے اک بے زباں رہ گیا

﴿۱۰۰﴾ یوسف علی خاں ناظم (والیٔ رامپور)

چھٹا تھا شست سے جب سوئے اصغرؑ تو کی تھی تیر نے لعنت کماں پر

﴿۱۰۱﴾ نوح ناروی

اس کم سنی میں یوں علی اصغرؑ شہید ہوں کیوں آسماں نہ ٹوٹ پڑا اہلِ شام پر

﴿۱۰۲﴾ ارم لکھنوی

شامیو، اصغرؑ نے خاموشی میں کیا کیا کہہ دیا تم نے دیکھی تھی کہیں اس شان کی تقریر بھی

﴿۱۰۳﴾ احسان امروہوی

گلے پر تیر کھا کر اس طرح نیند آئی اصغرؑ کو کہ ہوں جس طرح بچے محوِ خواب آہستہ آہستہ

﴿۱۰۴﴾ جوش ملیح آبادی

اصغرؑ میں پیچ و تاب نہ تھا اضطراب کا وہ دل دھڑک رہا تھا رسالتمآبؐ کا

چاند سے ٹکڑوں کو گہناؤ تو لو نامِ حسینؑ رن میں اک بے شیر کو لاؤ تو لو نامِ حسینؑ

اصغرؑ معصوم تیری بے زبانی کو سلام　　اکبرؑ نوخیز تیری نوجوانی کو سلام

اصغرؑ کی سرد لاش پہ سیدانیاں کے بین　　اے وائے بر تباہی و مظلومیٔ حسینؑ

﴿۱۰۵﴾ علامہ نجم آفندی

کہاں تشنگی اور کہاں حلقِ اصغرؑ　　بڑی دور تک تشنگی جا رہی ہے

مُہر فطرت نے لگا دی دفترِ ایثار پر　　اپنا جھولا چھوڑ کر میداں میں جب اصغرؑ گیا

ارے قربانیوں کا سلسلہ جھولے تک آ پہنچا　　علی اکبرؑ سدھارے اب علی اصغرؑ کی باری ہے

خُلقِ عظیم سے اسے نسبت ہو کس طرح　　جو قوم چھ مہینے کے بچے کو مار دے

بے زباں اصغرؑ کا افسانہ سنا کر خلق کو　　پتھروں کی آنکھ سے آنسو نکلواتے ہیں ہم

کیا وقت آ گیا تھا کہ اصغرؑ سا شیر خوار　　نکلا پئے جہاد حسینی سپاہ سے

اصغرؑ کی زندگی کا اتنا ہی تھا فریضہ　　آئے تھے یہ عدم سے دنیا میں تیر کھانے

پوچھو نہ ماجرا علی اصغرؑ کی موت کا　　اک پھول تھا کہ شاخ سے مرجھا کے گر پڑا

تو جو میدان سے بے شیر نہ آیا واپس　　ماں نے کیا جانیئے کب تک ترا رستہ دیکھا

عمر بھر ماں کو نہ بھولی اصغرِ ناداں کی یاد　　عمر بھر کی زندگی دو دن کے مہماں لے گئے

اصغرؑ گئے تھے پیاس بجھانے کے واسطے　　بیجا نہیں ہے ماں کو اگر انتظار ہو

جس سے اصغرؑ نے کہا پیاسے ہیں ہم　　وہ زبانِ بے زبانی اب کہاں

روکو نہ انھیں جائیں گے میدان کو اصغرؑ دنیا میں اسی دن کے لئے آئے ہوئے ہیں

وہ تشنگی وہ تیر وہ اک پھول سا گلا بے شیر کا خیال قیامت ہے اے حسینؑ

ہائے گلوئے اصغری ہائے شکیب سروری دہر میں پھر یہ مصرفِ تیر قضا نہیں ہوا

سوکھی زباں دکھا کے لہو میں جو لال ہے اصغرؑ کا احتجاج عدیم المثال ہے

﴿۱۰۶﴾ استاد قمر جلالوی

اصغرؑ جگر کو تھام کے روتی ہے فوجِ شام تم تیر کھا کے آئے ہو یا تیر مار کے

اب لڑیں گے جنگ اطمینان سے رن میں حسینؑ دفن کر دی میتِ بے شیر فرصت ہوگئی
آئے ہیں اصغرؑ کو لے کر بخششِ امت کو شاہ بے زباں کے خون کی شاید ضرورت ہوگئی
خون میں ڈوبے ہوئے اصغرؑ ہیں شہ کی گود میں اے قمر کیا چاندسی صورت کی صورت ہوگئی

قضا بولی علی اصغرؑ کو جب میدان میں دیکھا کہ تم بھی حلق پر تیرِ ستم کھانے نکل آئے

بے کسی حادثہ گردن بے شیر میں ہے گذرے تیرہ سو برس خون ابھی تیر میں ہے

﴿۱۰۷﴾ جعفر طاہر

دیکھ کر لاشۂ اصغرؑ کو یہ کہتے تھے حسینؑ میرا معصوم کسی تیر کا حقدار نہ تھا

جب سرِ شاخ نظر کوئی گلاب آتا ہے یاد بے ساختہ فرزندِ ربابؑ آتا ہے

﴿۱۰۸﴾ مجاہد لکھنوی

مجھے بھی لے چلو اصغرؑ کے یہ اشارے تھے میں جنگ کے لئے مقتل میں جا نہیں سکتا

اُٹھا کے گود میں بچے کو بھیج دے رن میں ـــ سوا ربابؑ کے یہ حوصلہ نہیں ملتا

یہاں تو بات ہے زخمِ گلوئے اصغرؑ کی ـــ وگرنہ تیر تو ہنگامِ جنگ چلتے ہیں

اصغرؑ صدا حسینؑ کی سن کر تڑپ اُٹھے ـــ جھولے میں انقلاب سا برپا دکھائی دے

اصغرِؑ معصوم کی گردن پہ مارا جس نے تیر ـــ اس سے بڑھ کر کوئی ظالم اور کوئی قاتل نہیں

لپٹا کے لاشِ اصغرؑ بے شیر بولے شاہ ـــ مادر کے بدلے آج سے سونا ہمارے پاس

پڑا ہے وقت کیسا کربلا میں شاہِ والا پر ـــ عیوض پانی کے کرتے ہیں لحدِ اصغرؑ کی تر آنسو

اُٹھا کے ہاتھوں پہ اصغرؑ کو رن میں بولے حسینؑ ـــ یہ فدیہ بھی مرے مالک تری جناب میں ہے

یاد جب بچے کی آتی تھی تو کہتی تھی ربابؑ ـــ ماں کے دل کا چین اپنے ساتھ اصغرؑ لے گئے

﴿۱۰۹﴾ سیّد محسن نقوی

مسکراتے ہوئے تاروں نے جھکا لیں آنکھیں ـــ یاد جب بھی علی اصغرؑ کی ادائیں آئیں

آسمانوں سے جو ٹکراتی ہے فریادِ رباب ـــ قبر اصغرؑ پہ برسنے کو گھٹائیں آئیں

چمن والو علی اصغرؑ کو دیکھو ـــ خزاں میں مسکرانے کا قرینہ

نیند آ ہی گئی ہے تو اسے اب نہ جگانا ـــ اے شامِ غریباں بڑا حساس ہے اصغرؑ

زنداں میں ربابؑ اب بھی بدلتی نہیں کروٹ ـــ وہ اب بھی سمجھتی ہے میرے پاس ہے اصغرؑ

بچوں کو عطا کر علی اصغرؑ کا تبسم ـــ بوڑھوں کو حبیب ابنِ مظاہر کی نظر دے

اے خونِ علی اصغرؑ میدان قیامت میں — شبیرؑ کے چہرے پر کچھ اور نکھر جانا

شبیرؑ کے ہاتھوں پہ تو اصغرؑ تھا وہ لیکن — نکلا سرِ میداں علی اکبرؑ کے

﴿۱۱۰﴾ امید فاضلی

بے سر و ساماں نہ ہو ایسا بھی کوئی یا علیؑ — ذوالفقار اور آئے کام اصغرؑ کی تربت کے لیے

یہ محمدؐ کا گھرانا ہے یہاں اصغرؑ سا طفل — رُخ بدل دیتا ہے بڑھ کر گردشِ ایام کا

تیر کھا کر مسکرا دینا کوئی آساں نہیں — کون لائے گا جواب اصغرؑ کے اس اقدام کا

اصغرؑ نے مسکرا کے سرِ مقتلِ حیات — ہر بے زباں کو طرزِ تکلم سکھا دیا

اک طفلِ شیرخوار ہے اور حُرملہ کا تیر — تاریخ چیخ اُٹھی کہ یہ کیسی لڑائی ہے

لب پہ اصغرؑ کے تبسم دیکھ کر — موت کا چہرہ بھی ہے اُترا ہوا

﴿۱۱۱﴾ وصی فیض آبادی

جان دی حق کے لئے بے شیر نے کس شان سے — لاکھ کم سن ہے مگر تیرا پسر ہے اے حسینؑ

کہتی تھی ربابؑ آہ یہ جنگل ہے اندھیرا — ماں ڈھونڈنے تجھ کو میرے بے شیر کدھر جائے

﴿۱۱۲﴾ پیام اعظمی

گلے پر تیر کھا کر مسکرانا کس کو آتا ہے — جوابِ اصغرِؑ بے شیر لا سکتا نہیں کوئی

پیامؔ اب تشنگی چھ ماہ کے بچے کی دنیا میں — اک ایسی آگ ہے جس کو بجھا سکتا نہیں کوئی

پیار سے دیکھ کے ششماہے کو کہتی تھی ربابؑ
یہ بھی دادا کی طرح فاتح خیبر ہوگا

جب کسی بچے کے رونے کی صدا سنتی تھی
ماں یہ کہتی تھی کہ میرا علی اصغرؑ ہوگا

جس نے دنیا میں چھپایا علی اصغرؑ کا جہاد
قلبِ زہراؑ پہ چھری بن کے وہ تحریر چلی

مسکرا کر صفِ دشمن میں قیامت کر دی
غل ہوا اصغرؑ بے شیر کی شمشیر چلی

پھیری جو لبوں پہ خشک زباں منہ پھیر کے ظالم تھے گریاں
بے شیر کے حملے نے فوج بے پیر کے رُخ کو موڑ دیا

اصغرؑ نے پلٹ کے دیکھا تھا زخمی تو نہیں بابا میرا
سمجھا ہے زمانہ ناوکِ نے بے شیر کے رُخ کو موڑ دیا

قدم حسینؑ کے کیسے بڑھیں حرم کی طرف
لہو میں ڈوبا ہوا شیرخوار ہاتھ پہ ہے

دی صدا ماں نے مدد کرنے کو آؤ یا علیؑ
گردنِ اصغرؑ ہے تیرِ حرملہ کے سامنے

مَل کے اصغرؑ کا لہو چہرے پہ بولے شاہِ دیں
حشر میں جاؤں گا یوں ہی مصطفٰیؐ کے سامنے

اک کوکھ جلی روئے کہ گہوارہ سنبھالے
بچہ کوئی چھ ماہ کا مادر سے جدا ہے

دیکھ کر سوکھی زباں فوجوں میں ہے محشر عیاں
کٹ گیا سب کا جگر اصغرؑ تری تلوار سے

خود کو جھولے سے گرا کر علی اصغرؑ آئے
جب کوئی شاہ کا غم خوار دکھائی نہ دیا

شاہ نے قبر میں اصغرؑ کو لٹا کر یہ کہا
ماں کی گودی مرے نادان کہاں پاؤ گے

ایسا بچہ صرف اصغرؑ کے سوا دیکھا نہیں تیر سہ شعبہ گلے پر کھا کے رویا تک نہ

دیکھتی تھیں جب کبھی پانی تو کہتیں تھیں ربابؑ میں پیوں کیسے مرا اصغرؑ ابھی پیاسا

دیکھ کر چہرۂ بے شیر عدو کہنے لگے آندھیوں میں شہؑ والا نے جلایا ہے چراغ

دیکھ کر اصغرؑ کی شانِ جنگ کہتے تھے حسینؑ میرے بچے کا تبسم تیغِ حیدرؑ بن گیا

اے حرملہ کے تیرِ ستم چھد کے رہ گیا ماں کا جگر بھی گردنِ اصغرؑ کے ساتھ ساتھ

بیعت کا گلا کاٹ دیا دشتِ ستم میں اصغرؑ کی ہنسی تیز تھی خنجر سے زیادہ

ماں یہ کہتی تھی ہٹا دو سامنے سے جام آب اصغرؑ بے شیر کی سوکھی زباں یاد آئے گی

یہ قبر بنائی ہے چھ ماہ کے بچے کی دفنایا ہے یا شہؑ نے بیعت کے سوالوں کو

ماں رات کو کروٹ بھی آہستہ سے لیتی ہے سینے سے لگائے ہے اصغرؑ کے خیالوں کو

اب بھی پیامِ اکثر راتوں کو آتی ہے اک ماں کی صدا اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ اصغرؑ جھولا خالی ہے

ماں درِ خیمہ پہ اصغرؑ کو لئے بیٹھی ہے خوں میں ڈوبے ہوئے بچے کو دکھائیں کیسے

میرا اسلام لہو مانگ رہا ہے مجھ سے رن میں چھ ماہ کے بچے کو بھی لانا ہوگا

﴿۱۱۳﴾ علامہ ذکی سرورکوٹی

حرملہ کا تیر بولا اب کمانیں توڑ دو آخری وارث یہی تھا فاطمی جاگیر کا

علیؑ اصغر کی ماں سے شاہ نے چپکے سے فرمایا تم اس کو دودھ بخشو ہم اسے اکبرؑ بناتے ہیں

پیاسے ہو تو سقائے سکینہؑ کو پکارو پانی علی اصغرؑ کے مریدوں کو پلا دو

چھٹی ہاتھوں سے گہوارے کی ڈوری علی اصغرؑ کا جھولا یاد آیا

وقت پڑے تو جنگ جو جنگ سے جی چرا گئے شیرِ خدا کے شِیر خوار کھیل گئے ہیں جان پر

شبیرؑ کے ہاتھوں پر تڑپے جو علی اصغرؑ آوازِ ربابؑ آئی گھبراؤ نہ ماں واری

فخرِ خلیل آیا میدان ابتلا میں قربان کر دکھایا طفلِ صغیر سِن کو

ظالم نے تیر مارا معصوم کے گلے پر نہرِ لبن نکالی بے شِیر کے دہن سے

سرخرو شبیرؑ ہیں خونِ پسر سے اے ذکیؔ کر دیا اصغرؑ نے واصل لا کو الا اللہ سے

چھ ماہ کی کمائی مادر کی لٹتی ہے پدر کے ہاتھوں پر ہر قطرۂ خونِ علی اصغرؑ مرج البحرین کا موتی ہے

کہہ رہے ہیں تڑپ کر فرشتے ابھی حوضِ کوثر پہ اصغرؑ کو لاتے ہیں ہم

بے شِیر کے تیور کہتے ہیں ہاں ہاں میں پانی مانگوں گا
وہ موت سے کیونکر کھیلیں گے جو تیروں سے ڈر جاتے ہیں

ہے حوصلہ تو سینۂ اکبرؑ سے پوچھ لو اصغرؑ کو کیوں حسینؑ اکیلا سُلا گئے

بانگِ اذاں سے کم نہ تھی خونِ صغیر کی پکار ناطقہ بند ہو گیا اُمّتِ بے امام کا

درندو دیکھنا انساں نہیں تم علی اصغرؑ اکیلا سو رہا ہے

جاتی ہے تیری جان فقط اس خیال میں اصغرؑ ترے لہو میں ہے دم خم حسینؑ کا

آیا نہیں جواب تو اصغرؑ تڑپ گئے　　غازی کو کیسے وقت پکارا حسینؑ نے

توڑی کمر حسینؑ کی اکبرؑ کی موت نے　　سر کربلا کو کر گیا اصغرؑ حسینؑ کا

جھولا پسر کا سینے کے نیچے لئے رہی　　اصغرؑ پہ آڑ مادرِ اصغرؑ کئے رہی

﴿۱۱۴﴾ ڈاکٹر آغا مسعود رضا خاکی

ابھی آواز ھل من ناصرِ آئی نہیں شاید　　علی اصغرؑ ابھی آغوش مادر میں ہمکتے ہیں
نظر میں پھر رہی ہے اصغرِؑ معصوم کی صورت　　سکینہؑ کے گلے میں گھونٹ پانی کے اٹکتے ہیں

﴿۱۱۵﴾ وحید الحسن ہاشمی

دیکھے جہاں حسینؑ کی آغوش کا کمال　　ہے تیر پست گردنِ اصغرؑ بلند ہے

تیر کھا کر مسکرانا زخم کھا کر جھومنا　　جان دینے میں جواں مردوں سے بچے بڑھ گئے

کیوں ہو نہ ذکر خطبۂ اصغرؑ جہان میں　　سب کچھ تو کہہ گئے ہیں وہ سوکھی زبان میں

تھرّا اُٹھی تبسمِ اصغرؑ سے کائنات　　کیا بھر دیا حسینؑ نے ننھی سی جان میں

ترے نظام پہ تا حشر تیر برسیں گے　　یزید مان لے بے شِیر کے نشانے کو

مسکراتے ہیں کھا کے تیرِ ستم　　قلبِ اصغرؑ بڑا کشادہ ہے

کتنے جی دار تھے شبیرؑ کہ اصغرؑ کا لہو　　بھر دیا قلعۂ احساس کی دیواروں میں

آج عالم کی نگاہیں ہیں علی اصغرؑ کی سمت　　لوگ سمجھے تھے صدائے بے زباں باریک ہے

دیکھتے شبیرؑ کیا اصغرؑ کو دفنانے کے بعد
لے کے آئی تھی سمندر ساری دنیا سامنے

ختم ہے اصغرؑ پہ تیر ظلم کی جانب سفر
ایک بچہ اور اتنا باخبر انجام ہے

ماں کے شیر میں کتنی آ گہی کی قوت تھی
تیر کھا کے اصغرؑ نے دین کو سنبھالا ہے

سسمایا کس طرح کرے تنقید ظلم پر
ہلکی سی اک ہنسی ہے جو اصغرؑ کے بس میں ہے

اصغرؑ کا دیکھیے تو ذرا شوقِ کربلا
کھلتے ہی ماں کی گود میں آنکھیں سفر کیا

لہو اصغرؑ کا دنیا نے تو دیکھا
تبسم کی ادا سمجھی نہ اب تک

خون اصغرؑ ابتلا لاتا فضائے دہر میں
رُخ پہ مل لیتے نہ شہ تو قوم کا نقصان تھا

تیر دست قاتل سے کیوں ڈرے علی اصغرؑ
وہ اگر ہے حرملہ یہ علیؑ کا پوتا ہے

ذرا اصغرؑ کی وہ ہچکی تو دیکھو
جو ٹکراتی ہے باطل کی صدا سے

حشر تک پیاس بجھے گی نہ علی اصغرؑ کی
سامنے لائے اگر لاکھ سمندر کوئی

سرور کی استقامتِ اصغرؑ پہ ہے نظر
کُل بوجھ کربلا کا ہے ننھی سی جان پر

حد سے بڑھ گئی افواجِ عدو کی کثرت
اُس سے ٹکرانے کو بے شیر کو لے آئے حسینؑ

فاطمہؑ کا شیر ہے اپنا اثر دکھلائے گا
دیکھ لینا جنگ میں اصغرؑ کسی سے کم نہیں

باپ سے دشت میں اصغرؑ نے کہا تو ہوگا
ظلم کا سر نہ جھکا دوں تو علیؑ نام نہیں

دیکھیے کرتی ہیں کیا شامِ غریباں میں ربابؑ
خالی آغوش تو ہے اصغرؑ گلفام نہیں

اصغرؑ نہ کیوں ہنسی سے اُلٹ دیں بساطِ جنگ　　لڑنے کو آج گود ملی ہے امام کی

دنیا ہے دنگ جرأتِ اصغرؑ پہ آج تک　　لب کیا ہلے کہ ہل گئی بنیاد شام کی

علیؑ کی طرح لڑے کفر سے علی اصغرؑ　　مگر یہ فرق کہ ہاتھوں میں ذوالفقار نہیں

نکل تو آئے گا ناوک گلوئے اصغرؑ سے　　مگر ربابؑ کے دل سے نکل نہیں سکتا

سب کو اصغرؑ کے سوا اذنِ وغا عام ملا　　طاقتِ کفر پہ ہنسنے کا انھیں کام ملا

اصغرؑ کو دشت جنگ میں جانے دوائے ربابؑ　　چھوٹے سے سن میں اس کا بڑا اختیار ہے

اکبرؑ نہیں عیاں ہے رسالت کا معجزہ　　اصغرؑ نہیں یہ دینِ خدا کی دلیل ہے

بس اک لبِ امام سے اذن وغا نہیں　　ورنہ تبسمِ علی اصغرؑ میں کیا نہیں

کٹ جائے گا یزید تبسم کی کاٹ سے　　اصغرؑ کو کچھ ضرورتِ تیغ و تبر نہیں

مانا کہ بُھلا دے گی نبیؑ زادے کو دنیا　　خوں گردن بے شیر کا کس طرح چُھپے گا

شہ کے خیمے میں ابھی زینتِ گہوارہ ہیں　　دشت میں آ کے بنیں گے یہی اصغرؑ عباس

تا حشر بے زبانیٔ اصغرؑ کی تیغ سے　　تو نے یزیدیت کی کمر توڑ دی حسینؑ

لوگ کم فہم ہیں اصغرؑ تجھے کیا سمجھیں گے　　تیری ہمت پہ تو حیران ہے قربانی بھی

تاریخ ساز ہے علی اصغرؑ کا یہ جہاد　　خاموش ہو کے قوم کو گویائی دے گیا

اصغرؑ کی کمسنی پہ نہ کر غور حرملہ
تو دیکھ کتنا زور ترے حوصلے میں ہے

کیا کوئی کرے گا غم بے زباں شہیدؑ کا
کچھ ربابؑ روگئیں کچھ حسینؑ رو گئے

جگر تو لائے سبھی اہلِ دل سرِ مقتل
مگر نہ اصغرِؑ معصوم کی ہنسی لائے

کربلا میں دیکھا ہے حق پہ مرنے کو بچہ
پاؤں جب نہ چلنے دیں گودیوں میں چلتا ہے

یہ رازتو اصغرؑ سے پوچھو یہ رازِ زمانہ کیا جانے
تیروں کا چلانا مشکل ہے یا تیر کا کھانا مشکل ہے

گردن بے شِیر کا تازہ لہو
ایک قطرہ تھا جو دریا ہوگیا

خشک لب کی دیکھنا جنگ اے ربابؑ
اب علی اصغرؑ کا اکبرؑ نام ہے

﴿۱۱۶﴾ ہوش عابدی

تجھ کو اے بزدل ترے صاحب کو رسوا کردیا
حرملہ دیکھا تبسم اصغرؑ بے شِیر کا

تیر آتے ہی لبوں پر مسکراہٹ آگئی
ننھے بچے کی نظر میں وزن تھا یہ تیر کا

یزیدی تاب و طاقت ہے اسیر بےنوا اس کی
جو بچہ لے کے میداں میں تبسم کی کمند آیا

علی اصغرؑ کی گردن سے جو دو قطرے لہو نکلا
رُخ اسلام پر آب و نمک اُسے سے دو چند آیا

نہ پھر پیدا کیا دنیا میں اُس جیسا کوئی بچہ
خدا کو اس قدر اصغرؑ کا ہنس دینا پسند آیا

علی اصغرؑ کے تبسم پہ ہے نازاں تاریخ
کتنا چھوٹا سا تھا اور کتنا نمایاں نکلا

یہ حسینؑ ابنِ علیؑ کا تھا کلیجہ ورنہ
کبھی چھ ماہ کا بچہ سرِ میداں نکلا؟

یہ عمر اور تیر کھا کر مسکرا دینا قیامت ہے
علی اصغرؑ کو وہ جو کام تھا مشکل پسند آیا

خشک ہونٹوں پہ تبسم تھا علی اصغرؑ کے
ایسی سج دھج کا زمانے میں سپاہی نہ ہوا

ثانئ سبطِ رسولؐ عربی کیا ہوتا
اُن کے معصوم سپاہی کا بھی ثانی نہ ہوا

ذرا سی چوٹ لگتی ہے تو رو دیتا ہے ہر بچّہ
تبسم سے دیا لیکن جواب اصغرؑ نے پیکاں کا

علی اصغرؑ کے لب پر ایک ہلکا سا تبسم ہے
تمسخر اُڑ رہا ہے کربلا میں اہلِ باطل کا

علی اصغرؑ کے قاتل حرملہ سے پوچھ لے کوئی
کہ بس چھ ماہ کا سن تھا ترے مدِ مقابل کا

مسکراہٹ پر علی اصغرؑ کی جب سوچا گیا
تھا یہ بچّہ کربلا کا فاتح خیبر کھلا

تھی علی اصغرؑ کے دل میں نصرتِ دیں کی طلب
ورنہ جھولے میں یہ بچّہ کس لیئے بیتاب تھا

اصغرؑ، ذلیل کر دیا تم نے یزید کو
لب پر ہنسی نہیں تھی یہ بھرپور وار تھا

فیصلہ کر گیا تا حشر حق و باطل کا
ناوکِ ظلم پہ معصوم کا خنداں ہونا

یوں چلے تھے سجدۂ آخر ادا کرنے حسینؑ
شکر لب پر رُخ پہ اصغرؑ کے لہو کا غازہ تھا

حرملہ اصغرؑ کے ہونٹوں کا تبسم ہے بلیغ
تجھ کو کیا معلوم اس سے انقلاب آئیں گے کیا

جن کی قوت ہے علی اصغرؑ کے ہونٹوں کی ہنسی
کثرتِ افواج سے وہ لوگ گھبرائیں گے کیا

مطمئن تھے شاہ اصغرؑ کی شجاعت دیکھ کر
کون کہتا ہے کہ قلبِ شاہِ دیں مضطر ہوا

جو بچّہ تیر کھا کر دشمن پہ ہنس رہا تھا
چھ ماہ کا تھا لیکن قد میں بہت بڑا تھا

اصغرؑ کی بے زبانی حُسنِ بنی ہے ہلکا سا اک تبسم تفصیلِ کربلا تھا

ہنس کر نظامِ ظلم کو مسمار کردیا اصغرؑ تو معجزہ ہے محمدؐ کے باغ کا

جس کی آغوش میں اصغرؑ سا جری آیا تھا کم نگاہوں نے اُسے بے سروساماں سمجھا

لب پہ اصغرؑ کے نمایاں تھا جو عاشور کے دن وہ تبسم بھی تھا اور مقصدِ شبیرؑ بھی تھا

تیر کھا کر مسکرا دینا کوئی آساں نہیں اس قدر تو صرف اصغرؑ موت سے مانوس تھا

اظہار فتح جنگ تھا تضحیکِ ظلم تھی اصغرؑ کے مسکرانے میں کتنا شعور تھا

اصغرؑ بھی آرہے ہیں شہ کربلا کے ساتھ اب جنگ جیتنا کوئی مشکل نہیں رہا

اصغرؑ شہید و شاہد کرب و بلا ہوئے قدرت نے اہتمام کیا تھا گواہ کا

علی اصغرؑ نے ہمک کرلیا حلقوم پہ تیر ورنہ ممکن تھا نشانے کا خطا ہوجانا

گردن میں تیر لب پہ ہنسی باپ پر نگاہ بیٹا پدر سے طالبِ دادِ نبرد تھا

تازہ ہے دل میں معرکۂ کربلا ابھی اصغرؑ کے مسکرانے میں ہے بانکپن ہنوز

جہاں سے ختم تصور کی طاقتِ پرواز وہاں سے ہے علی اصغرؑ کا نقطۂ آغاز

اصغرؑ تمہارے لب پہ تبسم خدا گواہ دیکھے اگر تو پھر نہ کبھی مسکرائے گل

تیر ستم سے چھد گیا سینہ حیات کا اصغرؑ ہنسے تو رہ گئی تشنہ لبی کی شرم

کرب و بلا کی جنگ کا ہوتا کچھ اور رنگ
اصغرؑ کے ہاتھ دیکھتی دنیا شباب میں

تیر کھاتے ہیں گلے پر علی اصغرؑ ہنس کر
اے یزید اب ترا انجام کوئی دور نہیں

کافی ہے ان کا ایک تبسم بجانِ ظلم
اصغرؑ کمر میں باندھ کے تلوار کیا کریں

حسینؑ ابن علیؑ نے تیر کھینچا حلقِ اصغرؑ سے
مگر تیرِ تبسم حشر تک ہے قلب دشمن میں

کیا اصغرؑ نے عجب وار کہوں یا نہ کہوں
دوسرا حیدرِ کرّار کہوں یا نہ کہوں

ہمک کر اپنی گردن پر لیا ہے تیرِ دشمن کو
جوانی سے بڑھایا ہے علی اصغرؑ نے بچپن کو

اصغرؑ نے اپنے سوکھے لبوں سے دمِ جدال
وہ کام لے لیا کہ جو شمشیر سے نہ ہو

اصغرؑ جو مسکرا دیئے کھا کر گلے پہ تیر
کیسی یزیدیت کی اُڑیں دھجیاں نہ پوچھ

اصغرؑ کی ہنسی صاف بتاتی ہے یہ نکتہ
واقف تھا یہ بچہ اموی کم نسبوں سے

روتے علی اصغرؑ تو پلٹ جاتا یہ تختہ
ہنس کر تو زباں چھین لی بیعت طلبوں سے

انسان کے ہاتھوں علی اصغرؑ کو لگا تیر
بچّے کو تو ہم پھول بھی مارا نہیں کرتے

اللہ کا ولی ہے رسالت کی جان ہے
بچہ کہ جس کے منہ میں نبیؐ کی زبان ہے

اصغرؑ کو لائے اس لئے میداں میں شاہِ دیں
تاریخ ساز بچہ ہے گو بے زبان ہے

یوں ہنسے اصغرؑ کہ جیسے فتح خیبر ہو گیا
یوں لگا جیسے علیؑ کے ہاتھ میں تلوار ہے

ننھا سا ہے سن پیاس سے بے حال ہیں اصغرؑ
دشمن کی مگر ایک بھی چلنے نہیں دیتے

گلے پر تیر کھا کر سانس تک لیتا نہیں انساں
علی اصغرؑ کے ہنسنے پر فرشتوں کو بھی سکتا ہے

لب پہ اصغرؑ کے تبسم حامل صد راز ہے
خامشی سے گفتگو کا کیا حسیں انداز ہے

تیر گردن میں لبوں پر تمکنت سے ہے ہنسی
ہے علی اصغرؑ مگر اس سن میں بھی جانباز ہے

تلخی دردِ تبسم کی حلاوت میں گھلی
علی اصغرؑ تھے مگر دل تو بڑا رکھتے تھے

اصغرؑ کے مسکرانے کو سمجھے تو آدمی
اصغرؑ کا مسکرانا رجز ہے خطاب ہے

کیا فقط تبسم ہے ننھے بچے کے لب پر
زندگی کے ہاتھوں میں موت کا گریباں ہے

علی اصغرؑ کے تبسم کا وہ بھرپور انداز
موت بھی اپنے اس انجام سے گھبرائی ہے

تری خامشی میں اصغرؑ ہے صداقتوں کا محشر
کہ ہیں تیرے ایک تبسم کے ہزار ہا معانی

اک تبصرہ تھا ظلم و ستم پر ہنسی نہ تھی
دنیا سمجھ رہی تھی کہ بچہ خموش ہے

﴿۱۱۷﴾ کلیم الٰہ آبادی

تیر کھا کر مسکرایا ایک لمحے کو صغیر
ہو رہا ہے آج تک اس بانکپن کا تذکرہ

خشک لب بے شیر کے ماں کو نظر آنے لگے
جب کبھی آیا کسی غنچہ دہن کا تذکرہ

اے علی اصغرؑ تمہارے حوصلوں کا کیا جواب
چھد گیا ننھا گلا اور مسکراتے ہی رہے

تذکرہ اصغرؑ بے شیر کا ہے چار طرف
تیر باقی ہے جہاں میں نہ کماں باقی ہے

اب جنگ کو دنیا میں تلوار نہیں لازم　　اس ننھے مجاہد نے یہ رسم اُٹھا دی ہے

علی اصغرؑ زمانہ رو رہا ہے چودہ صدیوں سے　　نہ جانے درد تھا کتنا تمہارے مسکرانے میں

﴿۱۱۸﴾ اثر ترابی

تڑپ کر گر پڑے جھولے سے بابا کی صدا سن کر　　قرار اصغرؑ کو آیا شاہ والا پر فدا ہو کر

کیا ویران اک جھولا اُجارا ایک مادر کو　　بتا اے قاتلِ اصغرؑ ترے کیا ہاتھ آیا ہے

یہ ماں کہتی تھی زینبؑ سے مجھے جانے دو جنگل میں　　بہت بے چین ہے اصغرؑ صدا رونے کی آئی ہے

باپ کے ہاتھوں پہ اصغرؑ تو تڑپ کر مر گئے　　فاطمہؑ کے دل میں ابتک حرملہ کا تیر ہے

مرنے کی آرزو میں جھولے سے گر پڑے ہیں　　اصغرؑ کو چین آیا گردن پہ تیر کھا کے

یہ قاتل اصغرؑ سے کسی نے بھی نہ پوچھا　　بچے کو سزا موت کی کس جرم پہ دی ہے

ایک ہچکی بھی نہ لی اصغرؑ نے شہ کی گود میں　　یوں قضا لپٹی ہوئی تھی حرملہ کے تیر سے

کُرتا علی اصغرؑ کا کلیجے سے لگائے　　کیا جانئے کس سوچ میں ماں ڈوبی ہوئی ہے

کہتی تھی ماں آؤ اصغرؑ رات گہری ہو گئی　　تم تو غربت میں نہ روٹھو مادرِ دلگیر سے

بھیج کر ماں نے پھر اصغرؑ کو نہ پایا لیکن　　رُخِ شبیرؑ پہ خونِ علی اصغرؑ دیکھا

ہائے چھ ماہ کے بچے پہ چلایا گیا تیر　　کوفیو کچھ تو خطائے علی اصغرؑ ہوتی

سوکھی زباں دکھا کر پانی طلب کیا تھا　　قاتل سے کوئی پوچھے اصغرؑ کی کیا خطا ہے

منہ پھیر پھیر روئے سب اشقیائے اُمّت　　اصغرؑ نے جب دکھائی سوکھی زباں دہن سے

تیر نے چیر دیا فاطمہ زہراؑ کا جگر　　کچھ خبر اس کی تجھے قاتلِ اصغرؑ ہوتی

گردن پہ تیر کھا کر جب مسکرائے اصغرؑ　　تڑپا گئے جہاں کو انداز گلبدن کے

ناوک نے جسے چھیدا وہ فاطمہؑ کا دل تھا　　ظالم نے یہی جانا حلقِ علی اصغرؑ ہے

شاہ کے ہاتھوں پر علی اصغرؑ تڑپ کر مر گئے　　یا ہوائے تیر سے مرجھا گیا بانو کا پھول

﴿۱۱۹﴾ سیّد محمد علی رضوی (سچّے)

اکبرؑ سا گلبدن علی اصغرؑ سا گلعذار　　لکھے تھے یہ نصیب میں کرب وبلا کے پھول

ہے کربلا پہ ختم مصیبت کی داستاں　　ہاتھوں پہ باپ کے ہوا غنچہ دہن تمام

کس جا چھپے ہوائے علی اصغرؑ جواب دو　　مادر بھٹک رہی ہے اندھیرے میں رات کے

کون ہے جو بڑھ کے روکے تیر کا برچھی کا وار　　اب نہ اصغرؑ ہے زمانے میں نہ اکبرؑ دوسرا

اللہ اللہ وہ اصغرؑ کا جہادِ اکبر　　رکھ دیا نوک پہ ناوک کی گلا آپ سے آپ

خیبر کشا کے لال کی طاقت تو دیکھئے　　اصغرؑ کی لاش ہاتھوں پہ ہے پھول کی طرح

﴿۱۲۰﴾ آصف عابدی

پہلوئے بانوؑ سے اصغرؑ کی حرارت نہ گئی　　جھولا ہلتا ہی رہا ہات کی عادت نہ گئی

﴿۱۲۱﴾ قائم جعفری نجفی

حسینؑ کے دل کی ساری قوت کھنچ آئی ہاتھوں میں آج شاید
کہ جلتی ریتی پہ قبرِ اصغرؑ خود اپنے ہاتھوں بنا رہے ہیں

﴿۱۲۲﴾ محمد امیر حسن خان

حریم شاہ میں تیر جفا آتے ہیں لشکر سے
شقاوت حرملہ کی صاف ہے رودادِ اصغرؑ سے

﴿۱۲۳﴾ مسعود جامیؔ

کھینچتے ہیں تیر اصغرؑ کے گلے سے شاہِ دیں
اے خلیل اللہ دیکھو امتحانِ کربلا

﴿۱۲۴﴾ حیدر اخترؔ کاظمی

اس بے زباں کی عظمت وشوکت نہ پوچھئے
منہ بولتا ورق ہے خدا کی کتاب کا

﴿۱۲۵﴾ حلمی آفندی

شمر لعیں نے ظلم کی حد کو دکھا دیا
بچے کا ماں کے سامنے جھولا جھلا دیا

﴿۱۲۶﴾ حیدر علی حبؔ

کبھی بہا تھا کسی طفل بے زباں کا لہو
شفق سے دامنِ چرخ اب بھی لال ہوتا ہے

﴿۱۲۷﴾ میر حامد علی غیورؔ

لرزتے ہیں تیر کھا کے اصغرؑ غضب کی تکلیف جانکنی ہے
کھلا ہے ننھا سا منھ زباں پر بایِّ ذنبٍ قتلتنی ہے

﴿۱۲۸﴾ سید فیض حسین فرؔد

دن مصیبت کے ہیں اور شکل ہے آنکھوں میں تری راتیں فرقت کی ہیں اور تیری کہانی اصغرؑ

﴿۱۲۹﴾ پرنس عباس مرزا

یہ انتہائے ظلم کی تصویر دیکھئے اصغرؑ سی جان دیکھئے اور تیر دیکھئے

﴿۱۳۰﴾ طالب جارچوی

گواہی کے لئے روزِ قیامت خونِ ناحق کی ضروری تھا تمہارا اے زمین و آسماں ہوتا

﴿۱۳۱﴾ منور عباس شہاؔب

ابھی جھولے میں غش تھے اور ابھی مردِ مجاہد ہیں وہی اصغرؑ ہیں لیکن شکل پہچانی نہیں جاتی

﴿۱۳۲﴾ جعفر شیرازی

پیوست تیر دیکھ کے اصغرؑ کے حلق میں کہتے تھے شاہ یہ بھی اُسی کی رضا میں ہے

﴿۱۳۳﴾ مقبؔل

تیر کا حال کیا کہے اصغرؑ تشنہ کامی ہے بے زبانی ہے

﴿۱۳۴﴾ وفؔا

بانوؑ کہتی تھی کہ اولاد نہ ہوگی اُس کے تیر جس نے علی اصغرؑ کے لگایا ہوگا

﴿۱۳۵﴾ داؔرا

صد حیف کہ اصغرؑ ہوا حرمل کا نشانہ گو لشکر اعدا سے چلے تیر ہزاروں

﴿۱۳۶﴾ نجفؔ

اصغرؑ تڑپ کے مر گیا حرمل کے تیر سے زہراؑ پکاری پوری رضائے خدا ہوئی

یاد کر اکبرؑ و اصغرؑ کو یہ بانوؑ نے کہا حُسن میں لعل میرے شمس وقمر تھے دونو

﴿۱۳۷﴾ واجد لکھنوی

جو اصغرؑ کی فضیلت ہے وہ اکبرؑ کی فضیلت ہے یہ ہمصورت علیؑ کے وہ رسولؐ اللہ کی صورت

﴿۱۳۸﴾ آشفتہؔ

کہتے ہیں کہ اصغرؑ کو کیا دفن جو شہ نے رکھتی ہے ہوا خاک سے پیدا شجرِ گل

ٹکڑے جگر بانوے ناشاد ہو جب آہ پھر چاک ہو کیونکر نہ چمن میں جگرِ گل

گلے میں باپ کے باہیں تھیں لاشِ اصغرؑ کی خزاں ہوا جو وہ گل تو گلے کا ہار ہوا

﴿۱۳۹﴾ نصیرؔ

اصغرؑ سے کہا شہؑ نے کہ تیر آتا ہے ہم پر بولا وہ اشارے سے مرا حلق سپر ہے

﴿۱۴۰﴾ فائزؔ

سوالِ آب پر تیر اصغرِؑ معصوم کو مارا نہ ظالم اس خطائے فاش کو اپنی خطا سمجھے

نکہتِ گل کی طرح روح بدن سے نکلی خون کے ساتھ ہی بس جان بھی تن سے نکلی

﴿۱۴۱﴾ خلیلؔ لکھنوی

مقتل میں تھا جو لاشۂ اصغرؑ تمام رات جنگل میں ڈھونڈتی رہی مادر تمام رات

﴿۱۴۲﴾ ظہیرؔ لکھنوی

شہؑ سے بانوؑ کہتی تھی کانٹے پڑے ہیں حلق میں ضعف سے اب اصغرؑ معصوم رو سکتا نہیں

﴿۱۴۳﴾ سیّد محمد شمیم (شاگردِ مرزا دبیر)

شاہ فرماتے تھے رو رو کر علی اصغرؑ کے بعد مرہم زخمِ جگر تھا بس یہی اکبر کے بعد

﴿۱۴۴﴾ اقتدار الدولہ مرزا کلبِ علی خاں یمینؔ لکھنوی (شاگرد دبیر)

مرضیٔ حق سے ہے وہ گرفتارِ اہلِ جور تبدیل کر دے ورنہ قضا و قدر کا رنگ

گودی میں شہؑ کی جب ہوا معصوم بھی شہید حیراں تھے آپ دیکھ کے نورِ بصر کا رنگ

﴿۱۴۵﴾ سیّد عبد الوہاب حسینی وہابؔ مدراسی (شاگرد مرزا دبیر)

بانوؑ کو ڈھونڈتے ہوئے حجروں میں خلد کے پھرتے تھے گھٹنیوں علیؑ اصغرؑ کہاں کہاں

﴿۱۴۶﴾ راجہ الفت رائے الفتؔ

لگا جب تیر مشکیزہ پہ سقّائے حرم بولا بنی باتیں بگڑ جاتی ہیں جب قسمت پھرتی ہے

یہی دن رات بانوؑ دھیان میں اصغرؑ کے کہتی تھی مری آنکھوں میں اس کی چاند سی تصویر پھرتی ہے

﴿۱۴۷﴾ میر مہدی مجروحؔ دہلوی (شاگردِ غالبؔ)

وہ ننھی سی جاں اصغرِؑ بے زباں ذبیحِ رہِ کبریا ہوگیا

بانوؑ کہتی تھی لاشِ اصغرؑ پر ماں سے تم ہوگئے جدا جلدی

﴿۱۴۸﴾ نواب سیّد اصغر حسین فاخرؔ لکھنوی

ماں کہتی تھی کہ جھولے کو ویران کر گئے بستی مری اُجاڑ کے اصغرؑ کدھر گئے

بانوؑ نے جب کہا علی اصغرؑ کدھر گئے　　فرمایا شہؑ نے گود میں بابا کے مر گئے

﴿۱۴۹﴾ مولانا سیّد سبطِ حسن فاطر لکھنوی

قبر بچے کی بنائی تھی شہِ مظلوم نے　　وہ نشانی بھی تو نذرِ بے نشانی ہوگئی

﴿۱۵۰﴾ رضا علی خاں نواب رامپور

کربل بن میں بانو دکھیا کھڑی پچھاڑیں کھاوت ہے

رین اندھیری بالے اصغرؑ ماتا تمہاری بلاوت ہے

﴿۱۵۱﴾ شاہد نقوی

کس طرح تجھ سے دیکھا گیا ارضِ کربلا　　چہرے پہ جب حسینؑ نے اصغرؑ کا خوں ملا

﴿۱۵۲﴾ رفیق رضوی

خیال حضرتِ اصغرؑ ہے جز ولاینفک　　غمِ ربابؑ خلش ہے ہر ایک ماں کے لئے

﴿۱۵۳﴾ تکمیل رضوی

چلے خیمے سے اصغرؑ کو لئے یوں شاہ ہاتھوں پر　　عدو سمجھے کہ شہ قرآن کو لے کر نکلتے ہیں

﴿۱۵۴﴾ سیّد سجاد احمد رزمی

غمِ اصغرؑ کی شدت کوئی پوچھے قلبِ مادر سے　　کہ جتنا بھولتی ہے اور بڑھ کر یاد آتے ہیں

سلام

ترے ہتھیار تھے سب سے نرالے اے علی اصغرؑ　　نگاہِ گرم تھی ناوک زبان تیز تھی خنجر

تیری کیا بے نیازانہ روش تھی اے علی اصغرؑ　　خود اپنے گھر میں ٹھہرا چھ مہینے میہمان ہو کر

سپہ سالار تجھ سا پھر نہ دنیا میں کوئی نکلا　　ترے ہلکے تبسم ہی کی موجیں تھیں تیرا لشکر

بڑی مشکل سے تو نے جنگِ برحق کی اجازت لی
مچلنے والے گہوارہ سے ماں کی گود میں گر کر

علیؑ نے ایک ہی خیبر کا دروازہ اُکھاڑا تھا
تہہ و بالا کیے تو نے دلوں کے سینکڑوں خیبر

حسینؑ ابنِ علیؑ کے آنسوؤں کو تو نے روکا ہے
تبسم کی ادا کو وقتِ آخر کام میں لا کر

علی اکبرؑ ہے تو بھی کارنامہ تیرا شاہد ہے
نہ ہوتا نام اگر تیرا نہ کہتا میں تجھے اصغرؑ

مخالف تیرے گھبراہٹ میں کیا کیا لڑکھڑائے ہیں
تو آیا جب حسینؑ ابنِ علیؑ کے پاؤں سے چل کر

مسلسل پھر رہا ہوں گرد تیرے میں تصور میں
کرم فرما ہے مجھ پر خود میری تقدیر کا چکر

کسی مخصوص امانت کی طرح تیری حفاظت کی
علیؑ کے لال نے تجھ کو سپردِ خاک فرما کر

علیؑ کہنا تجھے ہر زاویے سے حق بجانب ہے
علیؑ صورت علیؑ سیرت علیؑ پیکر علی اصغرؑ

تو وہ تارا ہے ظلم و جور کے گہرے اندھیرے میں
جو تارا ٹوٹ جاتا ہے فضا کو روشنی دے کر

وہ کافر ہے جسے شک ہو کوئی تیری طہارت میں
مقدس گودیوں میں کھیلنے والے علی اصغرؑ

تجھے میدان میں ہاتھوں پہ یوں شبیرؑ لے آئے
دعا مانگے کوئی قرآن اُٹھا کر جیسے پیغمبرؐ

تیرا ٹھہرا ہوا جھولا جہاں بھی یاد آتا ہے
وہاں کچھ اور تیزی سے دھڑکتا ہے دلِ خاور

﴿۱۵۵﴾ حسین نظر

درس دیتا ہے تبسم اصغرِ بے شیر کا
راہِ حق میں تیر کھا کر مسکرانا چاہیئے

﴿۱۵۶﴾ فہیم

لگایا بے خطا جب حرملہ نے تیر بچہ کو
لیا ناوک نے بوسہ حلق کا تیر قضا ہو کر

﴿۱۵۷﴾ چھنگا صاحب حسینؔ لکھنوی

لوعبا کا کر کے سایہ لے چلے اصغرؑ کو شاہ ایک مہ پارہ چراغ زیر داماں ہوگیا
ماں یہ کہتی تھی کہ پڑتی مرے دل میں ٹھنڈک پاس دریا کے جو اصغرؑ تری تربت ہوتی

لپٹ کر حلق نازک سے کہا خود تیر نے رن میں علی اصغرؑ میں شاہد ہوں کہ بالکل بے خطا تم ہو

﴿۱۵۸﴾ شفیقؔ

شکر خالق کر کے شہ یہ دل سے فرمانے لگے راہِ حق میں اصغرِ ناداں بھی قربان ہوگیا

﴿۱۵۹﴾ ثمرؔ

دہر پانی کے لئے چھوڑ رہا ہے بچہ باپ مجبور ہے دم توڑ رہا ہے بچہ

﴿۱۶۰﴾ رفیعؔ (نبیرۂ مرزا دبیرؔ)

وصف اصغرؑ میں ہے تسبیح شہادت کا بیاں ہے نہایت قیمتی چھوٹا سا یہ دانا مرا

﴿۱۶۱﴾ زاہد حسن

اصغرؑ کا حال دیکھ کے کہتے تھے اشقیا ناوک گلے پہ اس کے لگانا نہ چاہیئے

﴿۱۶۲﴾ مودبؔ لکھنوی

آئے تھے اصغرؑ بجھانے پیاس رن میں تیر سے آرزوئے آبِ پیکاں تھی زیادہ شیر سے

سفر کرتے ہیں شہ کہتی ہیں بانو خیر ہو یارب علی اصغرؑ مرے پہلے پہل باہر نکلتے ہیں

﴿۱۶۳﴾ نگار بارہ بنکوی

جہانِ خطابت پہ بھاری ہے اصغرؑ ترا ایک تبسم تری بے زبانی

﴿۱۶۴﴾ سجاد علی خاں رہبر لکھنوی

اے کربلا کے ننھے مجاہد ترے نثار تو نے اُٹھایا سب سے سِوا بارِ تشنگی

﴿۱۶۵﴾ وقار نگری (مدراس)

کربلا میں مسکرا کر اصغرِ معصوم نے حرملہ کو قتل کر ڈالا اُسی کے تیر سے

﴿۱۶۶﴾ اعجاز زیدی لکھنوی

علی اصغرؑ کی ہمت کہہ رہی ہے سارے عالم سے جو بچہ مسکرائے تیر کھا کر، اور ہوتا ہے

﴿۱۶۷﴾ ایوب مبارک پوری

علم، تابوت و مہندی، ذوالجناح و تعزیہ، جھولا یہ آیاتِ عقیدت ہیں عزاداری کے ساماں میں

﴿۱۶۸﴾ مضطر تاج پوری

ختمِ حجت کے لیئے بچے نے دکھلائی زباں ورنہ کیوں مانگتا وہ اہلِ جفا سے پانی

﴿۱۶۹﴾ مولانا مرزا محمد اشفاق، شوق لکھنوی

خلق اس شوقِ شہادت کے نثار ہے گریبانِ علی اصغرؑ کھلا

اصغرؑ کی پیاس مطلعِ اوّل بنے گی شوق ترتیب دے گا جب کوئی دیوانِ تشنگی

ظالم چلا نہ تیرِ ستم دیکھ تو ذرا ہاتھوں پہ ہے حسینؑ کے قرآنِ تشنگی

﴿۱۷۰﴾ تصور لکھنوی

یاد آ رہی ہیں خاک پہ اکبرؑ کی کروٹیں رُلوا رہی ہیں جھولے میں اصغرؑ کی کروٹیں

﴿۱۷۱﴾ انورؔ رائے بریلوی

یاد آ جاتی ہے اصغرؑ کی ہنسی بے ساختہ کیوں نہ روئیں دیکھ کے پھولوں کو ہم ہنستے ہوئے
جرأتِ اصغرؑ یہ تھی جب تیر سے گردن چھدی باپ کے سینے سے لپٹے مرتے دم ہنستے ہوئے

﴿۱۷۲﴾ کاظمؔ جرولی

شاہِ دیں دم توڑتے دیکھا کئے بے شیر کو پھول مرجھایا کیا بادِ صبا کے سامنے

﴿۱۷۳﴾ طیبؔ کاظمی

جب چلے میداں میں لے کر شاہِ دیں بے شیر کو مامتا سر پیٹتی، روتی چلی اصغرؑ کے ساتھ

﴿۱۷۴﴾ میرزا مجربؔ لکھنوی

ایک اصغرؑ کی شہادت دوسرے اکبرؑ کی موت اُمتِ جد پر بڑے ہیں شہؑ کے یہ احسان دو

﴿۱۷۵﴾ ضیاالحسن ضیاؔ نونہروی

اصغرؑ نے اپنے دستِ تبسم سے جنگ میں عزمِ یزید کو درِ خیبر بنا دیا
گہوارۂ جہاد میں آ کر صغیر نے بیعت کے منہ کو کلّۂ اژدر بنا دیا

﴿۱۷۶﴾ سید اطہر علی اطہرؔ جلالوی

مدتوں تک یادِ اصغرؑ میں یہ تھا بانو کا حال چونک اُٹھنا خواب سے جھولے کو جا کر دیکھنا

﴿۱۷۷﴾ سید افسر علی بقا جلالوی

یہ درسِ صبر زمانے کو اے علی اصغرؑ　　　کہ تیر حلق میں کوہِ ثبات مٹھی میں

﴿۱۷۸﴾ کمال لکھنوی

وہ خون ہے تاریخِ شہادت کا خلاصہ　　　جس خون کو شبیرؑ نے چہرے پہ ملا ہے
اصغرؑ کے دلیرانہ تبسم سے دہل کے　　　کیا کیا نہ ستم نے کفِ افسوس ملا ہے

﴿۱۷۹﴾ آرزو سرسوی

جانِ ربابؑ اصغرِ بے شیر زندہ باد　　　اب ظلم کو بھروسہ نہیں ہے کمان پر

﴿۱۸۰﴾ ظلِ صادق

مسکراہٹ ، اصغرِ بے شیر کی　　　کتنا با ہمت ۔ جوابِ تیر ہے

﴿۱۸۱﴾ سید ظلِ ثقلین

دینِ حق کے تذکروں کو اس طرح سے عام کر　　　نامِ اصغرؑ کا وظیفہ ہر گھڑی ہر گام کر
جب خدا کے دین کے سارے سہارے چھٹ گئے　　　تب چلا دینِ خدا اصغرؑ کی انگلی تھام کر

﴿۱۸۲﴾ سید ظلِ رضا

قاسمِ نوشاہ کے پہلو میں لا کر شاہؑ نے　　　لاش کو اصغرؑ کی شہ بالا بنا کر رکھ دیا



نوحہ ہندی درحال حضرت علی اصغر علیہ السلام

میجر ہز ہائینس ڈاکٹر نواب سر محمد رضا علی خاں صاحب بہادر آف رامپور

کربل بن میں بانوؑ دکھیا کھڑی پچھاڑیں کھاوت ہے

رین اندھیری بالے اصغرؑ ماتا تہاری بلاوت ہے

دیس چھوڑ پردیس بسایا سہاگ چندر کو گہن لگایا

اب تم بن مجھ کوکھ اُجڑی کو برہا اگن جلاوت ہے

سینا پتی نے سینا کھوئی جیون کھیتی بن میں بوئی

کوئی نہیں رکھوالا زینبؑ اُجڑا کھیت رکھاوت ہے

بانکے اکبرؑ قاسمؑ بیرن توڑ گئے سب رکشا بندھن

جا کے کارن آج سکینہؑ کانن رکت بہاوت ہے

رجا نبیؐ کی دیویں دُہائی گھور گھٹا اب دُکھ کی چھائی

سیس کھلا بانوؑ زینبؑ کا عابدؑ کوڑے کھاوت ہے



باب ہشتم

نوحے در حال شہزادہ علی اصغرؑ

نوحہ

مرزا پناہ علی بیگ افسردہ

بانو پکاری پیٹ کے چھاتی، سو گئے اصغرؑ میرے لال
مجرا تو کر لو ماں ہے جگاتی، سو گئے اصغرؑ میرے لال

حلق پہ کیسا تیر لگا ہے، کُرتے پہ کیسا خون جما ہے
بولتے مجھ سے تم نہیں کیا ہے، سو گئے اصغرؑ میرے لال

ہائے تمہارا پانی نہ پانا ، ہائے تمہارا تیر یہ کھانا
پیاس کا مجھ سے کر کے بہانا، سو گئے اصغرؑ میرے لال

جُھولے میں کس کو ماں یہ جُھلاوے، کس کو شلوکے آج پنہاوے
پانی کے مجھ کو دے کے بُھلاوے، سو گئے اصغرؑ میرے لال

مرگ نین ٹک اپنے یہ کھولو، دودھ کی خاطر ہٹ سے رو لو
کیسے ہو چُپکے کچھ تو بولو، سو گئے اصغرؑ میرے لال

کیوں میرے بھولے کیوں مرے بالے جی رکیا تم نے کس کے حوالے
گود میں کس کو ماں یہ اٹھالے، سو گئے اصغرؑ میرے لال

اے مرے دودھا دھاری جاگو کہ ماں پر آئی ہے خواری
کرتی ہوں منّت کب سے تمہاری، سو گئے اصغرؑ میرے لال

سینے پہ میرے ہاتھ تو دھر لو منھ سے اشارے دودھ کے کر لو
ایسے میں اٹھ کر میری خبر لو، سو گئے اصغرؑ میرے لال

میرے گلے میں ہاتھ توڈالو، ماں ہے یہ سوتی اس کو جگالو
روٹھی ہوں تم سے مجھ کو منالو، سو گئے اصغرؑ میرے لال

دادی کی گودی ایسی بسائی گود امّاں کی یاد نہ آئی
روتی تمہاری آج ہے دائی، سو گئے اصغرؑ میرے لال

خیر سے رن کو تم تھے سدھارے آئے لہو میں ڈوب کے سارے
تم نہیں سوئے بھاگ ہمارے، سو گئے اصغرؑ میرے لال

کل سے تمہیں تھی نیند نہ آتی ہوتے تھے بیکل میں جو سُلاتی
اب نہیں اُٹھتے ماں ہے جگاتی، سو گئے اصغرؑ میرے لال

اب نہ اُٹھو گے اصغرؑ پیارے سوتے رہو گے اصغرؑ پیارے
کچھ نہ کہو گے اصغرؑ پیارے، سو گئے اصغرؑ میرے لال

سو رہو پیارے، سو رہو جانی، سو رہو میرے اکبرِؑ ثانی
کون سنے اب میری کہانی، سو گئے اصغرؑ میرے لال

کس کو سُلاؤں کہہ کے میں دُکھیا، آجاری نندیا آجاری نندیا
چین سے تم تو آپ ہی اس جا، سو گئے اصغرؑ میرے لال

ہائے مجھے بھی نیند نہ آئی میں نے نہ پیکا تیر کی کھائی
میری لُٹا کر رن میں کمائی، سو گئے اصغرؑ میرے لال

شاہ نے گھر سے لاشا اُٹھایا لاشوں میں لاکر اُس کو سُلایا
کہہ کے یہ رو رو شور مچایا، سو گئے اصغرؑ میرے لال

آ نگے افسردہ تھام قلم کو پھاڑ گریباں خاک بسر ہو
بانو تھی کہتی خیمے میں رو رو، سو گئے اصغرؑ میرے لال

سلام

احسانؔ لکھنوی

مجرا اُسے جو رو رو پکاری لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ
نیند کے ماتے میں تیرے واری لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

دیکھ مری بھی خشک زبان ہے بابا تیرا بھی تشنہ دہان ہے
موند لے آنکھیں پانی کہاں ہے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

رو نہیں پیارے میرے بِلک کر پھیر نہ آنکھیں تیور بدل کر
ہاتھ سے تری پیٹھ تھپک کر لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

اے میرے پیارے گودی کے پالے ہونٹوں پہ کیا ہے جیب نکالے
لیٹ جا میرے بھولے بھالے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

بین کروں میں سر پر تیرے آجا ری نندیا آجا سویرے
آنکھوں میں گھل جا بچے کے میرے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

اے میرے بھورے بالوں والے ماں تیرے ننھے منہ کی بلا لے
تکیہ کو نیچے سر کے لگا لے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

منکا ہے تیرا ہائے ڈھلکتا میں ہوں بلکتی تو ہے سسکتا
منہ کو تو میرے کیوں ہے تکتا لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

بال ہیں تیرے اُڑتے ہوا سے ٹوپی اُڑھا دوں آ اے نرا سے
اے میرے چودہ پہر کے پیاسے لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

بین یہ کرتی تھی بانو بچاری جو یہ قضا وہاں آکے پکاری
ماں کی طرح سے میں تیرے واری لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

مجھ کو نہایت ہے گی تیری چاہ موند لے آنکھیں چل میرے ہمراہ

اللہ ہی اللہ ہے اللہ ہی اللہ لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

کہنے کا احسان اب نہیں یارا بچہ وہ آخر خلد سدھارا

پھر نہ کسی نے آ کے پکارا لوری تجھے دوں سو میرے اصغرؑ

سلام

میرزا گدا علی گدا دہلوی

مجرا ہے اس معصوم کو جس کے گلے میں تیر ہے
جاری وہیں سے دمبدم لوہو بجائے شیر ہے

مجھ سے اگر اس کا نسب تم پوچھتے ہو مومناں
پوتا خدا کے شیر کا وہ کودکِ شبیرؑ ہے

پہلو میں اپنے باپ کے اس طفلِ بے تقصیر کا
چھیدا ہوا حلقوم ہے لوہو بھری تصویر ہے

پھوپھیاں تو مقتل میں اُسے چھاتی لگائے روتیاں
اس کی اماں ناشاد کی لیکن یہ کچھ تقریر ہے

اُن کلمہ گویوں میں کوئی اتنا نہ بولا ظالماں
کیوں قتل کرتے ہو اسے یہ طفلِ بے تقصیر ہے

ٹک باپ سے اپنے کہو بابا جی میری ماں کو تم
جلدی سے بلواؤ جو وہاں وہ مجھ لیے دلگیر ہے

منصب شہادت کا تمہیں حق نے دیا اے میرے لال
یک کوٹھری زندان کی مجھکو ملی جاگیر ہے

بھیا سے ٹک باتیں کرو سجاد کو پوچھو ذرا
گردن میں کیسا طوق ہے پاؤں میں کیوں زنجیر ہے

اب آگے یارو کیا کہوں اصغر کی آفت میں گدا
نہ مجھ میں یارا ہے نہ طاقتِ تحریر ہے

نوحہ

حیدر بخش حیدری

بانو نے کہا پیٹ کے سردے کے دہائی ہے ہے علی اصغرؑ
تقدیر نے مجھ ماں کو تری لاش دکھائی ہے ہے علی اصغرؑ

ارمان تھا دل میں کہ ترا بیاہ کروں گی چھوٹے ہی سے سن میں
سو سال گرہ بھی یہ تری ہونے نہ پائی ہے ہے علی اصغرؑ

افسوس مرے سامنے بنڑا نہ بنا تو یہ رہ گیا ارمان
بنڑی بھی تری بیاہ کے میں گھر میں نہ لائی ہے ہے علی اصغرؑ

تم کھیل گئے ہاتھوں ہی ہاتھوں پہ صد افسوس اے لاڈلے میرے
پاؤں بھی تمہیں چلتے نہ میں دیکھنے پائی ہے ہے علی اصغرؑ

یہ کُرتے شلوکے کہو پہناؤں میں کس کو اور گہنا تمہارا
یاں تم کو تو تقدیر نے ہی کفنی پنھائی ہے ہے علی اصغرؑ

میں کہتی تھی تو فاتحہ دلواوے گا میری اور دفن کرے گا
افسوس ترے آگے مجھے موت نہ آئی ہے ہے علی اصغرؑ

کس طرح سے بے خود پڑے سوتے ہو کہ ابتک کروٹ بھی نہیں لی
ایسی تمہیں معتاد یہاں کس نے کھِلائی ہے ہے علی اصغرؑ

یہ چاند مرا ڈوب گیا خوں کی شفق میں کھا تیر کی پیکاں
اس غم سے مری آنکھوں میں ہے تیرگی چھائی ہے ہے علی اصغرؑ

آواز مری سنتے ہی آتے تھے مرے پاس گودی میں ہمک کر
اب رونا مرا سن کے پلک بھی نہ اٹھائی ہے ہے علی اصغرؑ

کل تک تو پڑے کرتے تھے آنکھوں سے اشارے تم دودھ کی خاطر
یہ آج خموشی تمہیں کس طرح کی آئی ہے ہے علی اصغرؑ

نہلاتی نہ تھی میں کبھی انگنائی میں تجھ کو اے یوسف ثانی
یاں لاش تری خون کے دریا میں نہائی ہے ہے علی اصغرؑ

مجھ ماں سے جو تم روٹھ کے جنگل میں پڑے ہو اے نازنیں میرے
یہ گود مری پیارے تمہیں کیوں نہ خوش آئی ہے ہے علی اصغر!

بے گود مری نیند نہ آتی تھی تمہیں ہائے اے پیارے گھڑی بھر
اب نیند تمہیں خاک پہ کس طرح سے آئی ہے ہے علی اصغرؑ

سنتا نہیں فریاد یہاں اس گھڑی کوئی مجھ کو کھ جلی کی
دیتی ہوں کھڑی کب سے محمدؐ کی دہائی ہے ہے علی اصغرؑ

اے حیدری اب تاب کہاں کیوں کہ لکھیں ہم اس دکھیا کی زاری
جس طور سے کہتی تھی وہ قسمت جلی مائی، ہے ہے علی اصغرؑ

نوحہ

ذاخر لکھنوی

رُو کے ماں کہتی تھی اصغرؑ نیند بھر کر سو رہو
باپ پانی لائے کیونکر نیند بھر کر سو رہو

قتل فوج کیں کرے تم کو نہ اکبرؑ کی طرح
ماں ہے برگشتہ مقدر نیند بھر کر سو رہو

چھوٹ کر ماں سے تمھیں آرام آنے کا نہیں
قبر سے گودی ہے بہتر نیند بھر کر سو رہو

ڈر رہی ہے ماں کہیں ناوک نہ کوئی سر کرے
تیر کو کھاؤ گے کیونکر نیند بھر کر سو رہو

آ گئی ہے کربلا میں کیا جدائی کی گھڑی
کیوں تپاں ہے قلب مضطر نیند بھر کر سو رہو

پیاس کی بے حد ترقی ہے تو گھبراتا ہے دل
کیا اُجاڑو گے مرا گھر نیند بھر کر سو رہو

دن ہے قربانی کا اولاد پیمبرؐ کے لیے
خون کا پیاسا ہے لشکر نیند بھر کر سو رہو

فوج سے اچھی نہیں مقتل میں پانی کی طلب
ماں فدا جھولے کے اندر نیند بھر کر سو رہو

جس کو محنت سے میں پالوں قبر کے اندر وہ ہو
مدتوں روئے گی مادر نیند بھر کر سو رہو

پیاس سے اصغرؑ تڑپتے تھے جو اے ذاکرؔ سوا
دم بہ دم کہتی تھی مادر نیند بھر کر سو رہو

نوحہ

نواب باقر علی خاں تشفی لکھنوی

بانو نے کہا درد مجھے اپنا بتاؤ اے اصغرؑ معصوم
حلقوم پہ ہے زخم کہاں جلد دکھاؤ اے اصغرؑ معصوم

تم خون میں سر تا بقدم ہو گئے کیوں لال تغیر ہے احوال
اُٹھ بیٹھو کرو باتیں مری گود میں آؤ اے اصغرؑ معصوم

بند آنکھیں ہیں اور مُردنی چہرے پہ ہے چھائی خالق کی دہائی
تم غش میں ہو یا مر گئے احوال بتاؤ اے اصغرؑ معصوم

کن محنتوں سے میں نے تمھیں ہائے تھا پالا ابن شہِ والا
محنت پہ کرو غور مجھے تم نہ رُلاؤ اے اصغرؑ معصوم

تم مر گئے کیا لال جو سب کرتے ہیں رقّت تغیر ہے حالت
زینبؑ کے ذرا منھ سے تو چادر کو اُٹھاؤ اے اصغرؑ معصوم

روئے جو بہت کر گئے غش عابدِ بیمار تم دیکھو تو دلدار
سجاد کو ان چھوٹے سے ہاتھوں سے اُٹھاؤ اے اصغرِ معصوم

پانی کی طرف سے ہیں سبھی ہو گئے بے آس یوں مر گئے عباسؑ
روتی ہے سکینہؑ اُسے تم جا کے مناؤ اے اصغرؑ معصوم

کلکاریاں کرتے نہیں ایسے ہوئے بے ہوش کیوں ہو گئے خاموش
کچھ شغل کرو بہنوں کو پاس اپنے بلاؤ اے اصغرؑ معصوم

مرنے کے لیے شاہِ زمن جاتے ہیں دلبر تم روک لو اُٹھ کر
سمجھاؤ، کہو بابا نہ گردن کو کٹاؤ اے اصغرِ معصوم

جیتی نہیں رہنے کی بس اب زینبؑ مغموم مر جائے گی کلثوم
حلقوم چھدا اپنا یہ بہنوں سے چھپاؤ اے اصغرِ معصوم

کیا کیجئے کچھ بن نہیں آتا مجھے پیارے جنت کو سدھارے
میں کیا کروں کچھ مجھ کو بھی تدبیر بتاؤ اصغرِ معصوم

دنیا مری آنکھوں میں نہ کس طرح ہو کالی جب گود ہو خالی
اور وادیٔ پُرخوف کو تم جا کے بساؤ اے اصغرِ معصوم

شہ لے چلے جب لاش تو کہنے لگی بانو اُس وقت یہ رو رو
دولت یہ مری خاک میں ہے ہے نہ ملاؤ اے اصغرِ معصوم

کچھ میرا بھی اے لال کئے جاؤ ٹھکانہ ہوتے ہو روانہ
مجھ بیکس و دلگیر کو لے ساتھ ہی جاؤ اے اصغرِ معصوم

جیتی رہی جب تک یہی بانوؔ رہی کہتی رو رو کے تشفی
ظاہر میں نہیں آتے ہو گر خواب میں آؤ اے اصغرِ معصوم

باب نہم

مرثیے در حال حضرت علی اصغر علیہ السّلام

مرثیہ .... میر انیسؔ

جب رن میں حسینؑ اصغرِ بے شیر کو لائے

جب رن میں حسینؑ اصغرِ بے شیر کو لائے لختِ جگرِ بانوئے دلگیر کو لائے
جلاّدوں میں اُس صاحبِ توقیر کو لائے ہاتھوں پہ دھرے چاند سی تصویر کو لائے
غل پڑ گیا دیکھو شہِ والا کے پسر کو
خورشید نے ہاتھوں پہ اُٹھایا ہے قمر کو

معصوم کے رُخ پر ہے عجب حُسن عجب نور آئینۂ افلاک تجلّی سے ہے معمور
اسپند ہے اس رخ کے لئے خالِ رخِ حور موسیٰؑ کے کفِ دست پہ ہے شمعِ سرِ طور
کیا صاحبِ اعجاز امامِ دو جہاں ہے
نورِ یدِ بیضا بہ سرِ دست عیاں ہے

حُسنِ رُخِ اصغرؑ سے خجل نیّرِ اکبر خورشید تو ذرّہ ہے ستارہ مہِ انور
گرمی سے جو قطرے ہیں پسینے کے جبیں پر ہیں صانعِ قدرت نے جڑے چاند پہ اختر
بالوں کے تلے لوحِ جبیں نور فشاں ہے
ہے نصف قمر ابر میں اور نصف عیاں ہے

ابرو کو دیا ہے یدِ قدرت نے عجب خم بس دو مہِ نو صاف نظر آتے ہیں باہم
ہے نرگسی آنکھوں کا نقاہت سے یہ عالم دشوار ہے پلکوں کا جھپکنا جنھیں ہر دم
ہے خواب بھی اِس چشمِ گہربار کو بھاری
جس طرح سے شب ہوتی ہے بیمار کو بھاری

آئینۂ مہ میں یہ کہاں جلوہ نمائی روشن ہوا دل جس کو وہ صورت نظر آئی
۵
دو دن سے جو اک بوند نہیں پانی کی پائی زردی سی ہے ان پھولوں سے رخسار پہ چھائی

شہؑ روکتے ہیں دھوپ کو دامانِ عبا سے
ٹھنڈا ہوا جاتا ہے بدن گرم ہوا سے

روشن وہ گلا شمعِ تجلّی کی ہے تصویر سو اس پہ لگے تیر یہ قسمت کی ہے تحریر
۶
دو روز سے پانی نہ مقدر میں ہے نہ شیر اور کنٹھ جو بیٹھا ہے تو ہے موت گلوگیر

اب دودھ بھی اور طوقِ بھی منت کا بڑھے گا
فریاد ہے نیزے پہ یہ سر کٹ کے چڑھے گا

کیا دوش و بر و ساعد و بازو کا کہیں طور سب نور کے سانچے میں ڈھلے ہیں جو کرو غور
۷
ننھا سا وہ سینہ ہے کہ آئینۂ بلور کس طرح اٹھا ایسے پہ دستِ ستم و جور

اِن ہاتھوں پہ جو پنجتنی ہیں وہ فدا ہیں
گو مٹھیاں باندھیں ہیں مگر عقدہ کُشا ہیں

گو سِن میں بہت کم ہیں پہ رُتبہ ہے زیادہ ہے موسمِ طفلی میں جوانوں کا ارادہ
۸
کیوں ہو نہ اولوالعزم وہ عالم کا خوزادہ زہراؑ سی تو دادی اسدؑاللہ سا دادا

ہے عمر تو چھوٹی پہ بڑا کام کیا ہے
بے جنگ کیے خلق میں کیا نام کیا ہے

نازک ہے لبِ لعل جو برگِ گل تر سے وہ پانی کو محتاج رہے دودھ کو ترسے
۹
گہوارے میں دم توڑتے ہیں چار پہر سے لے آئے ہیں گھبرا کے شہؑ دیں اُسے گھر سے

بچّے کو اماں ظلم کے بانی نہیں دیتے
منہ کھولے ہے معصوم وہ پانی نہیں دیتے

وہ ننّھے سے کرتے کے تلے چاند سا سینہ جس میں نہ کدورت نہ حسد اور نہ کینہ
۱۰
خوشبو میں بہ از عطرِ گلاب اس کا پسینہ سینہ نہیں اِک دُرِّ نجف کا ہے نگینہ

اب خون میں وہ ڈوب کے یاقوت بنے گا

جس جھولے میں وہ پلتے ہیں تابوت بنے گا

اعدا کو دِکھاتے ہیں منہ اس کا شہِ خوش خو میداں میں تجلّی ہے مہ و مہر کی ہر سو
۱۱
جاری ہیں ہر اک صاحبِ اولاد کے آنسو کھولے ہیں دہن مثلِ صدف اصغرِ مہ رُو

پیاسا ہے پسر اشکوں سے منہ دُھوتے ہیں شبیرؑ

بچّے کی طرف تکتے ہیں اور روتے ہیں شبیرؑ

کچھ گھٹنیوں چلنے سے ابھی تک نہیں آگاہ ہیں راہِ الٰہی میں مگر باپ کے ہمراہ
۱۲
ہے عمر تو کوتاہ پہ ہمت نہیں کوتاہ اِس سن میں عجب عزم ہے العظمة لِلّٰہ

میدان میں مرنے کیلئے آئے ہیں گھر سے

پہلے یہی فردوس میں پہنچیں گے پدر سے

فرماتے ہیں اے غنچہ دہن اے مرے پیاسے بتلاؤ مجھے کیا کہوں میں اہلِ جفا سے
۱۳
گویا نہیں اس وقت زباں فرطِ حیا سے کچھ میں نے جو مانگا ہے تو مانگا ہے خدا سے

ادنا سے سخی مانگے یہ دستور نہیں ہے

اب صبر کرو نہرِ لبن دور نہیں ہے

لیکن تری مادر پہ تری پیاس ہے دُشوار دروازے پہ سر کھولے کھڑی ہے وہ دل افگار
۱۴
میں نے بھی کیا ہے طلبِ آب کا اقرار کرتا ہوں لعینوں سے تری پیاس کا اظہار

پر وہ نہیں دینے کو مرے دل کو یقیں ہے

اس نہر کا پانی تری قسمت میں نہیں ہے

یہ کہہ کے پکارا اسدؓاللہ کا جانی کچھ کہتا ہوں یارو علی اصغر کی زبانی
اب اُٹھ نہیں سکتا تعبِ تشنہ دہانی ۱۵ کہتے ہیں کہ اِک بوند پلادو ہمیں پانی
دن آج تمہارا ہے تو کل ہو گا ہمارا
فردوس کی نہروں پہ عمل ہو گا ہمارا

اب چوکے تو بخشش کا کوئی طور نہیں ہے کوثر پہ پہنچنے کی سبیل اور نہیں ہے
ہم پیاس سے مرتے ہیں تمہیں غور نہیں ہے ۱۶ سوچو یہ مقامِ ستم و جور نہیں ہے
مُسلم ہو طریقِ اسدؓاللہ پہ آؤ !
بھٹکے ہوئے پھرتے ہو کدھر راہ پہ آؤ !

بس دل میں نہیں نورِ محبت کا ہماری قرآں سے ہے ثابت کہ وہ ناری ہے وہ ناری
بے کار ہے گر عمر عبادت میں گزاری ۱۷ کچھ نفع نہ بخشے گی اُسے طاعتِ باری
عشقِ اسدؓاللہ کا داغ اس میں نہیں ہے
بے نور ہے وہ گھر چراغ اس میں نہیں ہے

جو دوست ہمارے ہیں وہ ہوں گو کہ گنہگار بخشائیں گے ہم اور انھیں بخشے گا غفّار
پلّے پہ علی ہوویں گے اور احمدِ مختار ۱۸ ہو جائے گی میزانِ عمل آپ سُبک بار
ہے دوستی آلؑ انھیں روزِ ازل سے
پیارا ہے یہی ایک عمل لاکھ عمل سے

جو لوگ ہیں ثابت قدمِ الفتِ حیدرؑ بالائے صراط ان کے نبیؐ ہوویں گے رہبر
فرمائیں گی یہ فاطمہؑ ان لوگوں سے آکر ۱۹ لو تھام لو ہاتھوں سے میرا گوشۂ چادر
دم بھرتے رہو تم سحر و شام علیؑ کا
جب پاؤں کو لغزش ہو تو لو نام علیؑ کا

تم لوگوں میں احمدؐ نے امانت ہمیں چھوڑا سو تم نے تو سر رشتہ اُلفت ہی کو توڑا
۲۰
قرآں سے بھی تم پھر گئے منہ ہم سے بھی موڑا یہ بھی ہے بہت پانی اگر دو ہمیں تھوڑا

اولادِ نبیؐ قابلِ بیداد نہیں ہے
کیا آیۂ لَا سَئَلُکُمْ یاد نہیں ہے

ان پھول سے رُخساروں کے کملانے کو دیکھو گہوارے سے میداں میں چلے آنے کو دیکھو
۲۱
ان سوکھے ہوئے ہونٹوں کے مرجھانے کو دیکھو غش آنے کو اور سانس اُلٹ جانے کو دیکھو

ناحق ہے عداوت تمہیں نازوں کے پلے سے
پھر دو گے تو پانی بھی نہ اُترے گا گلے سے

سُن کر یہ سخن وہ ستم ایجاد پکارے خیر، آنے نہ دینا ہمیں کوثر کے کنارے
۲۲
اطفال جئیں یا کہ مریں پیاس کے مارے تم لوگوں کا حصّہ نہیں پانی میں ہمارے

ہم سمجھے کہ حیلے سے طلب کرتے ہو پانی
بچّے کے وسیلے سے طلب کرتے ہو پانی

فرمانے لگے سبطِ نبیؐ اشک بہا کر ہم پیاس بجھائیں گے تو کوثر ہی پہ جا کر
۲۳
ہٹ جاتا ہوں میں خاک پہ اصغرؑ کو لٹا کر دریا سے تم ہی پانی پلادو اِسے لاکر

اپنے لئے سائل کبھی پانی کا نہ ہوں گا
بچّہ مرا بچ جائے پیاسا ہی رہوں گا

بڑھ کر بنِ کامل نے کہا اے شہؑ والا اکبرؑ کو تو دیکھا، اسے میں نے نہیں دیکھا
۲۴
دکھلاؤ تو اصغرؑ کا مجھے چاند سا چہرا سنتا ہوں کہ ہم صورتِ حیدرؑ ہے یہ بچّا

حاصل ہوئی اکبرؑ سے پیمبرؐ کی زیارت
باقی ہے مگر حیدرؑ صفدر کی زیارت

شبیرؑ نے اِس چاند کو ہاتھوں پہ اٹھایا ۲۵ چلّے سے کماں دار نے واں تیر ملایا
خم ہو کے اسے مثلِ کماں شہؑ نے بچایا مانندِ اجل ناوکِ تیرِ ستم آیا
شبیرؑ چھپاتے رہے نازوں کے پلے کو
بازو پہ لگا توڑ کے ننھے سے گلے کو

فوارہ چھٹا حلق سے بچّے کے لہو کا! ۲۶ سب خون میں تر ہوگیا بچّے کا شلوکا
دَم آ کے رُکا حلق میں اِس تشنہ گلو کا خوں منہ سے اُگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا
ننھّی سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے
جب آتی تھی ہچکی تو لپٹتا تھا پدر سے

مچھلی سا تڑپتا تھا جو ہاتھوں پہ وہ بے شیر ۲۷ بیتاب تھے بچے کو لئے حضرتِ شبیرؑ
جب خوں نہ ہوا بند، گلے سے کسی تدبیر چلّو سے لگے پھینکنے سوئے فلکِ پیر
اُس خوں کو ملک لے گئے افلاک کے اوپر
لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

قطرہ اگر اُس خون کا گرتا بسرِ خاک ۲۷ دانہ نہ کبھی اُگتا زمیں پہ تہِ افلاک
ہوجاتی گرفتارِ بلا اُمتِ سفاک اللہ رے صبرِ پسرِ سیّدِ لولاک
فرماتے تھے راضی ہوں میں جو مجھ پہ تعب ہو
نازل مگر اُمت پہ نہ خالق کا غضب ہو

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا ۲۷ دنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا
چلاّ کے عجب درد سے روئے شہؑ والا نزدیک تھا ہو جائے کلیجہ تہہ و بالا
غُل تھا کہ اب اُمتّ کا نگہبان علیؑ ہے
فریاد کو زہرؑا طرف عرش چلی ہے

شہؑ لاش کو ہاتھوں پہ اٹھا کر یہ پکارے　　اے بارِ خدا خلق سے اصغر بھی سدھارے
۲۸
صد شکر کہ تو نے مرے سب کام سنوارے　　کچھ اور پئے نذر نہ تھا پاس ہمارے

یہ ہے پسرِ صاحبِ معراج کا ہدیہ !

مقبول ہو اس بندۂ محتاج کا ہدیہ !

گردوں سے صدا آئی کہ اے فخرِ خلائق　　رُتبہ ہے ترا صبر میں ایوبؑ سے فائق
۲۹
تھا تیرے سوا کوئی نہ اس کام کے لائق　　ہے شوق ہمارا تجھے ہم ہیں ترے لائق

باقی فقط اک مرحلۂ خنجرِ کیں ہے

اب وصل کا معشوق کے ہنگام قریں ہے

سُن کر یہ صدا گردنِ تسلیم جھکائی　　تلوار سے کھودی لحد اور لاش لٹائی
۳۰
جب خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی　　تعویذ پہ منہ رکھ دیا رِقّت بہت آئی

فرمایا کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغرؑ

ہم آتے ہیں آرام سے سونا علی اصغرؑ

فرمایا کہ اے خاک امانت سے خبردار　　بانوئے دل افگار کی دولت سے خبردار
۳۱
لختِ جگرِ شاہِ ولایت سے خبردار　　اِس بندۂ بیکس کی بضاعت سے خبردار

یہ گوہرِ نایاب ہے پاکیزہ صدف ہے

سونپا ہے تجھے میں نے نگیں دُرِّ نجف ہے

فرما کے یہ گھوڑے پہ چڑھنے سبطِ پیمبرؐ　　رو کر کہا اب خیمے میں جانا نہیں بہتر
۳۲
کیا جا کے سناؤں خبرِ رحلتِ اصغرؑ　　پڑھتے رجز آئے صفِ اعداء کے برابر

سُرخ آنکھیں تھیں اور ہاتھ کو قبضے پہ دھرے تھے

کپڑے تنِ پُرنور کے سب خوں میں بھرے تھے

۳۳

خاموش انیسؔ! اب کہ بہت رونے کا ہے جوش ہوگی نہ محبّوں کو تری یاد فراموش

اللہ نے بخشی ہے جنھیں چشمِ خطاپوش کب دیکھتے ہیں نقص کو وہ عاقلِ ذی ہوش

تعریف کریں خاص، تو ہے کام کی تعریف

کب مانتے ہیں اہلِ سخن عام کی تعریف



مرثیہ........میر انیسؔ

بسمل ہوا جو ہاتھوں پہ فرزندِ گلعذار

۱
بسمل ہوا جو ہاتھوں پہ فرزندِ گلعذار سرتا قدم لرزنے لگے شاہِ نامدار
آیا نہ کچھ زباں پہ بجز شکر کردگار کھینچا جو تیرِ ظلم تو چھوٹی لہو کی دہار
اُبلا جو خونِ لختِ دل آنکھوں کے سامنے
اُس زخم سے ملادیا چُلّو امام نے

۲
لبریز خوں سے ہوگیا جس وقت دستِ پاک چاہا کہ پھینک دیں اسے مولا بروئے خاک
کی عرض یہ زمیں نے باآوازِ دردناک کیا دور غم سے گرمرا سینہ ہو چاک چاک
ہر بوند اس کی میرے کلیجے کو تیر ہے
مولا یہ خونِ ناحقِ طفلِ صغیر ہے

۳
شہ نے اٹھایا ہاتھ سوئے چرخِ ناگہاں تھرا کے آسماں نے صدا دی کہ الاماں
رکھیئے معاف بہرِ خداوندانس و جاں آئے اگر یہ خوں اِدھر اے سرورِ زماں
ہر ذی حیات پانی کو ترسے زمین پر
تاحشر پھر سحاب نہ برسے زمین پر

۴
اس دم دلِ حزیں کو جو صدمہ ہوا کمال مجبور ہوکے رونے لگے شاہِ خوش خصال
بولے یہ جھک کے لختِ جگر سے بصد ملال بتلاؤ کیا کرے یہ لہو فاطمہؑ کا لال
انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں
اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں

مرثیہ........مرزا دبیر

بانوؑ کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے

بانوؑ کے شیر خوار کو ہفتم سے پیاس ہے — بچّے کی نبض دیکھ کے ماں بے حواس ہے
نے دودھ ہے نہ پانی کے ملنے کی آس ہے — پھرتی ہے آس پاس یہ جینے سے یاس ہے ۱
کہتی تھی کیا کروں میں دہائی حسینؑ کی
پتلی پھری ہے آج مرے نورِ عین کی

فریاد یا علیؑ میں کدھر جاؤں یا علیؑ — ان داغوں کو کہاں سے جگر لاؤں یا علیؑ
کس طرح ان کی سانس کو ٹھہراؤں یا علیؑ — پانی کا قحط ہے میں کہاں پاؤں یا علیؑ ۲
پچھلے کو آنکھ کھولی تھی تھے اب کھولتے نہیں
روتے نہیں ہمکتے نہیں بولتے نہیں

آخر کہا یہ سب نے بلاؤ امام کو — لاؤ خدا کے واسطے لاؤ امام کو
اس بے زباں کا حال سناؤ امام کو — نیلی رگیں گلے کی دکھاؤ امام کو ۳
اکبرؑ کی لاش لے گئے ہیں قتل گاہ میں
کوئی پکار لو وہ ابھی ہوں گے راہ میں

حضرت لٹا رہے تھے ابھی لاشۂ جواں — جو خیمہ سے بلند ہوئی بیبیوں کی فغاں
بولے کہ چین بھائی کو بن بھائی کے کہاں — اکبرؑ تمہاری لاش کا خالق نگاہ باں ۴
ہم خیمہ گاہ میں جاتے ہیں اصغرؑ بلاتے ہیں
اُن کو بھی لا کے پاس تمہارے لٹاتے ہیں

ماتم سرا میں گنجِ شہیداں سے شاہ آئے ۔ منھ پر جوان بیٹے کا تازہ لہو لگائے
۵
بچّے کے ہاتھ پاؤں ہلا کر انھیں دکھائے ۔ جھولے پہ ہاتھ پکڑے ہوئے اہلِ بیتؑ لائے

روکر کہا کہ سانس فقط آشکار ہے

ہو اُس کا کیا حساب کہ دم کا شمار ہے

بیٹھے سرہانے جھولے کے شبیرؑ سر جھکائے ۔ اصغرؑ کے کان سے لبِ معجز نما ملائے
۶
چپکے سے کچھ کہا کہ یہ سنتے ہی مسکرائے ۔ سوئے حسینؑ ہاتھ بھی بے ساختہ بڑھائے

بولی سکینہؑ بابا نے مشکل کشائی کی

امّاں مبارک آنکھ کھلی میرے بھائی کی

ہاتھوں پہ اُس کو لے کے چلے شاہِ کربلا ۔ اور ساتھ ساتھ گود کو کھولے ہوئے قضا
۷
لکھا ہے دھوپ تیز تھی اور گرم تھی ہوا ۔ اصغرؑ پہ ماں نے ڈال دی اجلی سی اک ردا

چادر نہ تھی وہ چہرۂ پر آب و تاب پر

ٹکڑا سفید ابر کا تھا آفتاب پر

پہنچے قریب فوج تو گھبرا کے رہ گئے ۔ چاہا کریں سوال پہ شرما کے رہ گئے
۸
غیرت سے رنگ اُڑ گیا تھرّا کے رہ گئے ۔ چادر پسر کے چہرے سے سرکا کے رہ گئے

آنکھیں جھکا کے بولے کہ یہ ہم کو لائے ہیں

اصغرؑ تمہارے پاس غرض لے کے آئے ہیں

گر میں بقولِ شمر و عمر ہوں گناہ گار ۔ یہ تو نہیں کسی کے بھی ہرگز قصور وار
۹
ششماہہ بے زبان نبی زادہ شیر خوار ۔ ہفتم سے سب کے ساتھ یہ پیاسا ہے بیقرار

سن ہے جو کم تو پیاس کا صدمہ زیادہ ہے

مظلوم خود ہے اور یہ مظلوم زادہ ہے

پھر ہونٹ بے زبان کے چومے جھکا کے سر ۔ رو کر کہا جو کہنا تھا سو کہہ چکا پدر
باقی رہی نہ بات کوئی اے مرے پسر ۱۰ سوکھی زبان تم بھی دکھا دو نکال کر
پھیری زباں لبوں پہ جو اُس نورِ عین نے
تھرّا کے آسمان کو دیکھا حسینؑ نے

مولا فلک کو دیکھ رہے تھے کہ ناگہاں ۔ لی حرملہ نے شانے سے دوٹانک کی کماں
ترکش سے جب کہ کھینچ لیا تیر جانستاں ۱۱ چھوڑا کماں سے تاک کے حلقومِ بے زباں
چھٹتے ہی حلق بچّے کا چھیدا جو تیر نے
گھبرا کے غش سے کھول دیں آنکھیں صغیر نے

کیا سن تھا تیر کھاتے ہی بچہ دہل گیا ۔ سوکھے گلے سے خون کا دریا اُبل گیا
تڑپا جو شہ کے ہاتھوں پہ تو منکا بھی ڈھل گیا ۱۲ ٹوپی گری زمین پہ اور دم نکل گیا
ننّھی کلائیوں میں تشنّج سے بل پڑے
ہچکی جو آئی منہ سے انگوٹھے نکل پڑے

منہ آسماں سے شہ نے پھرایا کہ کیا ہوا ۔ دیکھا کہ پار حلق سے تیرِ جفا ہوا
بچہ تڑپ رہا ہے لہو میں بھرا ہوا ۱۳ اور ننھا ہاتھ زخمِ گلو پر دھرا ہوا
آنکھیں پھرائے دیتے ہیں تیور بدلتے ہیں
آگے تو دودھ اُگلتے تھے اب خوں اُگلتے ہیں

کھینچا گلے سے بچے کے آہستہ شہ نے تیر ۔ اور ہاتھوں پر بلند کیا لاشۂ صغیر
گردن جھکا کے بولے اے خالقِ قدیر ۱۴ مقبول ہو حسینؑ کا یہ ہدیۂ اخیر
ششماہہ کوئی کشتۂ تیرِ ستم نہیں
یہ بے زبان ناقۂ صالح سے کم نہیں

مرثیہ........مرزا دبیر

جب اکبرؑ و عباسؑ کو بھی رو چکے شبیرؑ

جب اکبرؑ و عباسؑ کو بھی رو چکے شبیرؑ　دل نے کہا اب زیست کے دن ہو چکے شبیرؑ
اٹھارہ برس کا بھی پسر کھو چکے شبیرؑ　سب خوابِ اجل میں رفقاء سو چکے شبیرؑ

۱

آجائے قضا دیر سے مشتاقِ قضا ہوں
اب کون ہے جس کے لئے رونے کو رہا ہوں

دنیا سے گیا ہوگا نہ ہم سا کوئی مظلوم　مرنا بھی کسی کو نہ مرا ہوئے گا معلوم
پانی سے دمِ ذبح نہ تر ہوئے گا حلقوم　لاشہ کفن و گور سے رہ جائے گا محروم

۲

وہ بیکس و تنہا ہوں کہ ہوئے گا نہ کوئی
زہراؑ کے سوا لاش پہ روئے گا نہ کوئی

ناگاہ درِ خیمہ سے فضہؑ یہ پکاری　اے میرے خوزادے تری غربت کے میں واری
میدانِ شہادت سے ذرا پھیر سواری　غش ہو گئی زینبؑ بھی سکینہؑ بھی تمہاری

۳

اکبرؑ کے لئے آپ وہاں روتے ہیں مولا
یاں بانو سے اصغر بھی جدا ہوتے ہیں مولا

خیمے کو چلے دل سے یہ کہتے شہِ اکرم　اکبر کا سہا داغ تو اصغرؑ کا ہے کیا غم
پہنچے درِ خیمہ پہ جو سلطانِ دو عالم　گھوڑے سے کہا نعرہ کرائے مونس و ہمدم

۴

اب خیمہ میں نالہ بھی ہمارا نہیں جاتا
آقا ترا پیاسا ہے پکارا نہیں جاتا

نعرہ کیا رہوار نے ارشاد یہ سن کر ۔ گھوڑے کی صدا سن کے حرم آئے کھلے سر
آغوش میں اصغرؑ کو لئے بانوئے مضطر ۔ چلائی کہ فریاد ہے اے مالکِ کوثر

۵

جیتے تھے جو اکبرؑ تو زیارت تھی نبیؐ کی
صدقے گئی اب مٹتی ہے تصویر علیؑ کی

شہ نے کہا تم جانتی ہو حال تو میرا ۔ مظلوم ہوں ناچار ہوں اور بیکس و تنہا
اکبرؑ مرا اٹھارہ برس کا موا پیاسا ۔ پانی میں ستمگاروں سے مانگوں گا نہ حاشا

۶

پانی کے لئے لوں گا نہ احسان کسی کا
غیرت مجھے آتی ہے میں بیٹا ہوں سخی کا

سرور کی صدا سن کے وہ بیکس ہوئی ناچار ۔ اصغرؑ کو دیا گود میں شہ کی بہ دلِ زار
پھر دل جو بھر آیا تو یہ کی رو رو کے گفتار ۔ لونڈی کی امانت سے خبردار خبردار

۷

منّت مجھے اصغر کی بڑھانی ہے وطن میں
اکبرؑ کی طرح اس کو نہ چھوڑ آئیو رن میں

اصغرؑ کو لئے ہاتھوں پہ زہراؑ کا وہ جایا ۔ خیمہ سے قریبِ صفِ کفّار جو آیا
منت سے سماجت سے یہ اعدا کو سنایا ۔ پوتا یہ سخی کا غرض اک اپنی ہے لایا

۸

کہتا ہے اشارے سے کہ سیّد کا پسر ہوں
مہمان ہوں نادان ہوں اور تشنہ جگر ہوں

کی شہ نے جو مظلومی و غربت سے یہ گفتار ۔ ترکش سے لیا حرملہ نے تیر جفا کار
وہ ناوکِ خوں ریز کہ آہن سے بھی ہو پار ۔ فولاد کے پیکاں لبِ سوفار بھی تیار

۹

عمداً یہ اگر ظلم نہ تھا آہ تو کیا تھا
اس تیر کے قابل تو نہ اصغرؑ کا گلا تھا

حلقوم تو اصغرؑ کا چھدا بازوئے سرورؑ　　دہ ناوکِ قاتل جو کماں سے ہوا باہر
سوراخ پڑے دو دلِ زہراؑ میں برابر　　معصوم لپٹنے لگا شبیرؑ سے ڈر کر　۱۰
دو نہریں بہیں خوں کی اِدھر اور اُدھر سے
اک باپ کے بازو سے اور اک حلقِ پسر سے

موقوف ہوا باپ کے چہرے کا نظارا　　جب بند ہوئیں نرگسی آنکھیں بھی قضارا
لو اے علی اکبرؑ علی اصغرؑ بھی سدھارا　　مقتل کی طرف دیکھ کے حضرت نے پکارا　۱۱
گردن میں تو چھوٹے سے وہ ہاتھ اس کے پڑے تھے
شہ گود میں لاشا لئے حیران کھڑے تھے

پھر چھوٹا سا مرقد شہ مظلوم نے کھودا　　کہتا ہے یہ راوی کہ میں تھا وارِدِ صحرا
تھا جائے کفن ہائے وہی خوں بھرا کرتا　　اور اس میں دھرا شاہ نے ننھا سا وہ لاشا　۱۲
پھیلانے لگے قبر میں جو پاؤں پسر کے
تھرانے لگے ہاتھ شہ جن و بشر کے

اُلفت سے لحد اپنے کلیجے سے لگائی　　پھر خاک بھی اس قبر میں سرور نے جو ڈالی
اب اک مرے لاشے کی جگہ تجھ میں ہے خالی　　کہنے لگے مقتل کی زمیں سے شہ عالی　۱۳
ششماہ پسر تک بھی تجھے سونپ دیا ہے
لٹوا کے گھر اپنا تجھے آباد کیا ہے

اے قبر یہ محتاج کی دولت ہے خبردار　　اے قبر یہ بانوؑ کی امانت ہے خبردار
یہ اخترِ افلاکِ امامت ہے خبردار　　یہ گوہرِ خاتونِ قیامت ہے خبردار　۱۴
اُلفت پسرِ سید کونین سے رکھنا
اے قبر کلیجے کو مرے چین سے رکھنا

اس نوحے سے بانوؑ بھی نکل آئی کھلے سر اور ٹوپیاں کُرتے رکھے ننھی سی لحد پر

۱۵

چلاّنے لگی بچّے کی تربت سے لپٹ کر ہے ہے علی اصغرؑ میرے ننھے علی اصغرؑ

اب قبر میں تم چین سے سوتے ہو میں واری

یا حلق کے چھد جانے سے روتے ہو میں واری



مرثیہ........مرزا دبیرؔ

بانوؑ پچھلے پہر اصغرؑ کے لیے روتی ہے

بانوؑ پچھلے پہر اصغرؑ کے لیے روتی ہے ایک وہ جاگتی ہے خلقِ خدا سوتی ہے
سر کو بھی پیٹتی ہے جان کو بھی کھوتی ہے یہ عجب ہے کہ تسکین نہیں ہوتی ہے ۱
پیٹتے پیٹتے بے ہوش جو ہو جاتی ہے
علی اصغرؑ علی اصغرؑ کی صدا آتی ہے

کبھی کونے میں وہ منہ ڈھانپ کے چلاتی ہے اور کبھی صحن میں گھبرا کے نکل آتی ہے
کوکھ پکڑے ہوئے ہر ایک طرف جاتی ہے ڈھونڈتی ہے مگر اصغر کو نہیں پاتی ہے ۲
تن کو لرزش ہے جُدا اور ہے منھ زرد جُدا
دل تڑپتا ہے جُدا سینے میں درد جُدا

کبھی کہتی ہے کہ گھر میں مرے اندھیارا ہے علی اصغرؑ کی جدائی نے مجھے مارا ہے
ہائے میں گھر میں ہوں جنگل میں مرا پیارا ہے مہربانی جو کرے موت تو چھٹکارا ہے ۳
کب تلک راتوں کو ہم نالہ و فریاد کریں
یا الٰہی ! علی اصغرؑ مجھے اب یاد کریں

گود پھیلا کے کبھی کہتی ہے دلبر آجا روح بے چین ہے آجا علی اصغرؑ آجا
دل تڑپتا ہے مرا گود کے اندر آجا فاطمہؑ کے لیے آجا پئے حیدر آجا ۴
بوند پانی کے لیے ہائے تری جان گئی
آ میں صدقے گئی واری گئی قربان گئی

آ کے سینے سے مرے سینہ لگا دو بیٹا ۵ آگ بھڑکی ہے کلیجے میں بجھا دو بیٹا
خشک منھ اپنا مرے منھ سے ملا دو بیٹا اِک نظر چاند سی تصویر دکھا دو بیٹا
جاؤ پھر خلد میں ماں تم کو نہ بہلائے گی
ایک دم سے نہ زیادہ تمہیں ٹھہرائے گی

لوریاں ہم تمھیں اے لال دیا کرتے تھے ۶ آپ لیٹے ہوئے جھولے میں ہنسا کرتے تھے
گھٹنیوں گھٹنیوں گر آپ چلا کرتے تھے کرتا پکڑے ہوئے ہم ساتھ رہا کرتے تھے
ہائے ماں باپ سے قسمت نے چھڑایا تم کو
سونے جنگل میں مری جان سُلایا تم کو

یاد ہر چیز تری آتی ہے اے نیک خصال ۷ مری نظروں کے تلے پھرتی ہے وہ تیری چال
جٹی جٹی وہ بھویں اور جھنڈولے وہ بال چھوٹی چھوٹی وہ تری انگلیاں اے میرے لال
بوئے گل آتی ہے بیٹا تیرے پیراہن میں
خوب کھلتی تھی علی بند تری گردن میں

خلق سب سوتی ہے راتوں کو گھروں میں اپنے ۸ ہم اگر لیتے ہیں کروٹ تو قسم لو ہم سے
نیند آتی جو پہلو میں اگر تم ہوتے تم تو اے لختِ جگر گود میں مرقد کی گئے
یاد اُس پالنے والی کی بھلائی تم نے
پائینتی باپ کی اے لال بسائی تم نے

ہائے اصغر نہ ترا دَین ہوا ماں سے ادا ۹ بوجھ کوئی مری گردن سے نہ اُترا تیرا
نہ تری سالگرہ کی، نہ ترا دودھ بڑھا نہ لحد تجھ کو ملی اور نہ کفن تجھ کو ملا
تُو تو مارا گیا چھاتی لٹاؤں کس کو
چھوٹے چھوٹے یہ شلوکے میں پنھاؤں کس کو

۱۰

بین کرتی تھی یہ سر پیٹ کے بانو دُکھیا — آگے اِس طرح سے ہے راوی پرغم نے لکھا
آئی اک سمت سے واں پیٹنے رونے کی صدا — ہرطرف بانوئے بیکس نے بہ حسرت دیکھا

رو کے کہنے لگی معلوم نہیں ہوتا ہے
کوئی بیٹھا ہوا ہمراہ مرے روتا ہے

۱۱

کون ہے میری طرح دُکھ میں پھنسا اے داور — کون بیکس ہے مری طرح سے روتا آ کر
یہ وہ کہتی تھی کہ یہ آئی صدا اُس جا پر — اے بہو! خلد سے آیا ہے یہاں پیغمبرؐ

تیرے رونے نے اَذیّت مجھے پہنچائی ہے
قبر سے آہ تری مجھ کو اٹھا لائی ہے

۱۲

غش ہوئی سن کے محمدؐ کا سخن وہ دکھیا — خواب میں کیا دیکھتی ہیں آئیں جنابِ زہراؑ
تن میں کالی کفنی بال کھلے سر ننگا — خاک گیسو پہ پڑی اور لہو منھ پہ لگا

لب پہ فریاد ہے دریائے الم جوش میں ہے
لاش اک ننھّی سی اُس بی بی کی آغوش میں ہے

۱۳

پیٹ کر سر کو یہ کہتی تھی بتولِ عذرا — لے بہو دیکھ لے تو اپنے پسر کا لاشا
ہے مری گود کے اندر ترا بھولا بھالا — خلد سے تیرے دکھانے کو ہے آئی زہراؑ

کوئی اس طرح بھلا راتوں کو چلاّتا ہے
سُن کے اصغرؑ ترے رونے کو تڑپ جاتا ہے

۱۴

غش میں بانوؑ نے جو یہ فاطمہ زہراؑ سے سُنا — ہاتھ پھیلا دیے اور گود میں اصغرؑ کو لیا
منھ سے منھ اس کے مَلا اور لبوں کو چوما — خوب لپٹا کے کلیجے سے یہ رو رو کے کہا

تھی جدائی نے تری آگ لگائی بیٹا
تم نے وہ آگ مرے دل کی بجھائی بیٹا

مرثیہ......محمد تقی اختر

رن میں آبروِ کماں کی آمد ہے

رن میں آبروِ کماں کی آمد ہے اصغرِ بے زباں کی آمد ہے
بھوکے کی ناتواں کی آمد ہے پیاسے کی نیم جاں کی آمد ہے
یہی خیمہ میں شورہ ہوتا ہے
وعدہ ان کا بھی پورا ہوتا ہے

پیاس نے کردیا ہے یہ عالم غش پہ غش آتے ہیں انھیں پیہم
ملتے ہیں ہاتھ پاؤں بھی کم کم سینہ میں اب نہیں سماتا دم
غم سے ماتم زدوں کو سکتا ہے
ننھا سیّد پڑا سسکتا ہے

سینہ گرمی کے مارے جلتا ہے ننھا سا دل پڑا اچھلتا ہے
دم بدم رنگ کو بدلتا ہے بس نہیں کچھ کسی کا چلتا ہے
نام پانی کا سب جو لیتے ہیں
منہ کو گھبرا کے کھول دیتے ہیں

رو کے کہتی ہے بانوئے دلگیر میں کدھر جاؤں کیا کروں تدبیر
ہائے بچے مرے تری تقدیر نہ تو پانی ملا تجھے نا شیر
لشکرِ شام پاس جاؤں گی
حالِ بے شیر کا سناؤں گی

کہوں گی جا کے ہوں میں سیدانی دیکھو مرتا ہے یہ مرا جانی
تشنگی کی ہے اس پہ طغیانی ۵ واہ کیا خوب کی ہے مہمانی

کرو سیراب لال کو میرے
پانی دو نونہال کو میرے

فضہ چلاتی ہے حسینؑ آؤ پانی بے شیر کو پلاؤ
اپنی بہنوں کو آکے سمجھاؤ ۶ علی اکبرؑ کا پُرسا دے جاؤ

آؤ برپا کرو غمِ اکبرؑ
مرگِ اصغرؑ ہے ماتمِ اکبرؑ

خیمہ میں آئے سرورِ عالم جھولے سے بے زباں کو لائے حرم
شہ نے دیکھا کہ ہے لبوں پر دم ۷ رُو کے ارشاد یہ کیا پیہم

مرے جانی مرے جگر آؤ
چلو میداں کی سیر کر آؤ

اے مرے پیارے اے مرے بے شیر جانتا ہوں میں بیکس و دلگیر
شدنی ہے قضائے ربِ قدیر ۸ پانی تجھ کو نہ دے گی قومِ شریر

خیر میں اتنا کام کرتا ہوں
جا کے حجت تمام کرتا ہوں

کہہ کے یہ روئے سرورِ ذیجاہ لیا ہاتھوں پہ اپنا غیرتِ ماہ
کیا پنہاں عبا میں خاطر خواہ ۹ اور کہا لَا اِلٰہَ اِلّا اللہ

لے کے پیاسے کو اشک بار چلے
پشت خم کر کے بیقرار چلے

شہ نے دامن جو رُخ سے سرکایا نور نے جلوہ رُخ کا چمکایا
لشکرِ ابنِ سعد چلّایا چاند بدلی سے لو نکل آیا ۱۰
شہ کے ہاتھوں پہ مہ لقا دیکھا
یدِ بیضا کا معجزہ دیکھا

رو کے کہنے لگے امامِ غیور غافلو کچھ نہیں ہے تم کو شعور
تم سمجھنا نہیں خدا کو دور میرے بچّے کا کچھ نہیں ہے قصور ۱۱
بے گنہ کی نہ جان لو یارو
میرے کہنے کو مان لو یارو

اس کا دادا ہے ساقیِٔ کوثر آج پانی دو ہوگا کل محشر
آؤ گے تم جو پیاسے اُس جا پر میں بھی ضامن ہوں اور مرا اصغرؑ ۱۲
جام کوثر سے بھر کے لائے گا
پیاس تم لوگوں کی بجھائے گا

ظالمو واسطہ پیمبرؐ کا دم نکلتا ہے میرے دلبر کا
تر کرو حلق میرے اصغرؑ کا جام دوں گا میں تم کو کوثر کا ۱۳
حُر ملہ بولا آب ملتا ہے
ٹھہرو ٹھہرو جواب ملتا ہے

لے کے دو ٹانک کی کماں بے پیر آیا نزدیک اصغرِؑ بے شِیر
تا کا حلقوم آہ جوڑ کے تیر متحیر ہوئے شہ دلگیر ۱۴
بچے کو گود میں چھپانے لگے
پشت مثلِ کماں جھکانے لگے

۱۵

بولے کرتا ہے کیا غضب ظالم مارتا کیوں ہے بے سبب ظالم

پانی مانگیں گے ہم نہ اب ظالم سنتا تھا شہ کا کہنا کب ظالم

تیر ابرو کمان کو مارا

چھ مہینے کی جان کو مارا



مرثیہ........مرزا محمد جعفر اوجؔ (فرزند مرزا دبیرؔ)

جب وارثِ خلیل شہِ کربلا ہوئے

۱
جب وارثِ خلیل شہِ کربلا ہوئے	اوّل خدا کی راہ میں اکبر فدا ہوئے
پھر ثانئ ذبیح تمام اقرباء ہوئے	ہدیے شہِ ہُدا کے قبولِ خدا ہوئے
آئی ندا جو چاہتے ہو کارساز کو
ششماہہ طفل نذر کرو بے نیاز کو

۲
کی عرض شہ نے بارِ خدایا ابھی ابھی	حاضر ہے شیرخوار میں لایا، ابھی ابھی
گھر میں گیا حسینؑ اور آیا ابھی ابھی	اُن کو بھی قتل گہہ میں بسایا ابھی ابھی
پر زخم کونسا ہو گلوئے صغیر میں
خنجر میں ہے ثواب زیادہ کہ تیر میں

۳
اکبر تھا ملکِ خالقِ اکبرؑ حسینؑ کون	مالک کا مال ہے علیؑ اصغر حسینؑ کون
عابد بھی ہے امانتِ داور حسینؑ کون	اہلِ حرم کا گھر ہے ترا گھر حسینؑ کون
چاہا بسایا یا کہ اُجاڑا ملال کیا
بندے کو اس میں چوں و چرا کی مجال کیا

۴
قطرے کا آج قلزمِ رحمت سے ہے وصال　　قابل ترے ملے کوئی تحفہ یہ ہے محال
نذرانۂ ملازمتِ رب ذوالجلال　　سونچا ہوں اپنے حسبِ لیاقت میں خستہ حال
دو ہدیئے لاؤں بارگہہ کردگار میں
سر ہاتھ میں ہو لاشہ اصغر کنار میں

۵
فرزند کو خلیلؑ نے قربان جب کیا　　تحفہ غذا کھلائی اور آبِ خنک دیا
اصغرؑ نے دودھ بھی کئی دن سے نہیں پیا　　تڑپے نہ تیر کھا کے تو ہے شانِ کبریا
چشم قبول اس پہ ہو ربِّ جلیل کی
یہ نذر آخری ہے حقیر و ذلیل کی

۶
آئی ندا کہ تم ہو دوعالم کے افتخار　　خاتم تمہارے نانا تھے آدم کے افتخار
تم ہو خدا کے فضل سے خاتم کے افتخار　　کرسی کے زیب عرش معظم کے افتخار
بندے مری خدائی کا تو زیب و زین ہے
دونوں جہاں میں ایک خدا اک حسینؑ ہے

۷
آنکھوں سے مثلِ اشک چلے حکمِ حق پہ شاہ　　ماتم سرا میں آتے ہی ہر سمت کی نگاہ
پوچھا کہاں ہے ہدیۂ مقبولِ بارگاہ　　نذرِ خدا امانتِ حق فدیۂ اِلٰہ
بولے حرم اُنھیں کو تو ہم لوگ روتے ہیں
فدیئے خدا کے گنج شہیداں میں سوتے ہیں

۸
بانوئے نامراد کو حضرت نے دی صدا　　اے ہاجرِ زمانہ پیغمبرِ خدا
اللہ کی کنیز نوازی پہ ہو فدا　　آیا ہوں تیرے پاس فرستادۂ خدا
اکبرؑ تو کب کے داخل دربارِ ربّ ہوئے
لو اب تمہارے ہنسلیوں والے طلب ہوئے

جھولے سے تشنہ لب کو جو لائی وہ خستہ تن ہاتھوں پہ لے کے رونے لگے شاہِ بے وطن
ٹپکے جو منھ پہ بچّے کے اشکِ شہِ زمن پانی سمجھ کے کھول دیا پیاسے نے دہن
پپڑائے لب تو ہو گئے پانی کی آس میں
پر کھل سکی نہ آنکھ نقاہت سے پیاس میں
۹

المدّعا رواں ہوئے رن کو شہِ ہُدا ہاتھوں پہ بچّہ بچے پر اُجلی سی اک ردا
بچّے کی موت بڑھ کے یہ دینے لگی ندا جلاّدو آؤ لاتے ہیں شہ فدیۂ خدا
اُمت کے شیر خواروں پہ احسان کرتے ہیں
اب دودھ پیتے بچّے کو قربان کرتے ہیں
۱۰

پہنچے جو قتل گاہ میں شاہِ فلک جناب مستغینانہ اہلِ جفا سے کیا خطاب
پانی کا ملتجی نہیں ابنِ ابوتراب استغفراللہ آلِ نبیؐ اور سوالِ آب
دیتا ہے جو سبھوں کو اُسی سے سوال ہے
منظورِ بے زبان کا اظہارِ حال ہے
۱۱

دو اِک قدم کی ہو جو نہ تکلیف ناگوار آنکھوں سے اپنے دیکھ لو احوالِ شیر خوار
آگے بڑھے جو اُن سے ہو ہو کے شرمسار چادر اُلٹ دی شاہ نے چہرے سے ایک بار
دیکھا تو شہؑ کے ہاتھوں پہ بچہ نڈھال تھا
بجھتے ہوئے چراغ کی لو کا سا حال تھا
۱۲

بولے حسینؑ دیکھ چکے وہ پکارے ہاں فرمایا پھر حمیّتِ اسلام ہے کہاں
ہے جاں بلب عطش سے تمہارا یہ مہماں طالب نہیں صراحی و ساغر کا بے زباں
مشہور ان کے گھر کی قناعت ہے خلق میں
دو چار قطرے پانی کے ٹپکا دو حلق میں
۱۳

اُترے بھی یا نہ اُترے بھی پانی گلے سے اب — تالو سے لگ گئی ہے زباں اور لب سے لب
۱۴
پوری یہ بات کہہ نہ چکے تھے شہ عرب — ننھّے گلے پہ تیر لگا آکے ہے غضب

کھاتے ہی تیر سانس گلے میں اٹک گئی

ہاتھوں سے شہؑ کے بچّے کی گردن ڈھلک گئی

رگڑے یہ ننھے پاؤں کہ گھنگرو نکل پڑے — منھ سے انگوٹھے آنکھوں سے آنسو نکل پڑے
۱۵
ہو ہو کے ڈھیلے جوشنِ بازو نکل پڑے — حیدر جناں سے کھول کے گیسو نکل پڑے

شہ بولے قدر بڑھ گئی مجھ دل ملول کی

نذرِ حسینؑ ربّ عُلا نے قبول کی

یہ کہہ کے آئے گنجِ شہیداں میں بیقرار — بیٹھے زمیں پہ بر میں لئے لاشِ گلعذار
۱۶
ممکن نہ گورکن تھا نہ کوئی معین و یار — آخر لحد کے کھودنے کو نکلی ذوالفقار

منظور ہے جو شہ کو رضا کردگار کی

ننھّی سی قبر کھودتے تھے شیرخوار کی

پھر صاف کر کے ہاتھوں سے اصغرؑ کی خواب گاہ — باندھا عمامہ ننّھا سا میّت کے سر پہ آہ
۱۷
اور قبلہ رو لحد میں لٹا کر پکارے شاہؑ — جلدی ہمیں بلائیو اے فدیۂ الٰہ

پانی نہ تھا جو شاہؑ چھڑکتے مزار پر

آنسو ٹپک پڑے لحدِ شیرخوار پر



مرثیہ........تعشق

حسینؑ خیمہ سے اصغرکو لے کے جاتے ہیں

حسینؑ خیمہ سے اصغر کو لے کے جاتے ہیں ۔ وفورِ ضعف سے بے شیر کو غش آتے ہیں
جب آنکھ کھلتی ہے سوکھی زبان دکھاتے ہیں ۔ خوشی ہے مرنے کی ایسی کہ مسکراتے ہیں
وفورِ شوق میں رن کی طرف ہمکتے ہیں
ہر ایک گام پہ مُڑ مُڑ کے ماں کو تکتے ہیں ۱

بلائیں لے کے یہ کہتی ہے بانوئے مضطر ۔ چلے ہو پہلے پہل آج گھر سے تم باہر
فدا ہو لال یہ مادر تمہاری الفت پر ۔ نگاہ بد سے بچائے تمہیں خدا اصغرؑ
بہت نہ دشت میں عرصہ لگائیو بیٹا
نثار ہو گئی ماں جلد آئیو بیٹا ۲

عجیب حال ہے صدقے گئی مرے دل کا ۔ رِدا اُڑھائے ہوئے لے چلوں لبِ دریا
چلوں میں ساتھ جو بابا سے پوچھ لو بیٹا ۔ کڑی ہے دھوپ بہت گرم چل رہی ہے ہوا
کمال چاند سا منھ ہے اُداس اے اصغرؑ
خدا بجھائے تمہاری یہ پیاس اے اصغرؑ ۳

تمہاری پیاس سے بیٹا ہے صدمہ جاں کاہ ۔ یقین ہے کہ ترس کھائیں دیکھ کر گمراہ
پلائیں آب یہ توفیق دے انھیں اللہ ۔ عجیب یاس سے کہتے ہیں منھ کو دیکھ کے شاہ
خیام میں تجھے تقدیر اب نہ لائیگی
یہ تیری پیاس وہ ہے جان لے کے جائیگی ۴

جگر کو ہاتھوں سے پکڑے ہیں بانوئے خوشخو دعائیں پڑھتی ہیں ہر بار تھام کر بازو
۵
گلے کو چوم لیا جب ٹپک پڑے آنسو عجب پیار سے کہتی ہیں اے مرے مہرو
کچھ اختیار نہیں دل ہے بیقرار اصغرؑ
میں تیری پیاس کے صدقے ترے نثار اصغرؑ

کیسے دکھاؤں میں صدمہ جو ہے مرے دل پر ابھی تو لال سدھارے نہیں ہو تم باہر
۶
ہنسی خوشی تمہیں آنا نصیب ہو اصغرؑ لٹا ہوا نظر آتا ہے مجھ کو سارا گھر
اُوجاڑ ابھی سے مری آنکھ میں یہ بستی ہے
تمہارے جھولے پہ کیا بیکسی برستی ہے

سوال آب کو جاتے ہو ماں تمہارے نثار تمہارے سن پہ کرے رحم ایزدِ غفّار
۷
کہاں یہ دھوپ کہاں تم کہاں یہ گرد و غبار یہ اضطراب میں کہتی ہیں شاہ سے ہر بار
ضرور آب انھیں اشقیا پلائیں گے
اجل یہ کہتی ہے گردن پہ تیر کھائیں گے

عجب یاس سے کہتے ہیں سیّدِ والا یہ اضطراب ہے ناحق کرو خدا سے دعا
۸
پھر آئیں گے علی اصغرؑ اگر وہ چاہے گا کچھ اختیار کسی کا نہیں جب آئے قضا
جگر پہ داغ علمدار کا سہا ہم نے
جوان مر گئے اکبرؑ تو کیا کیا ہم نے

تڑپ کے خاک پہ توڑا ہمارے آگے دم چلا نہ زور کلیجہ پکڑ کے رہ گئے ہم
۹
نگاہ یاس سے دیکھا اِدھر اُدھر پیہم ہزار حیف گیا تشنہ کام سوئے عدم
قضا ٹلی نہ بہت ہم نے غیر حال کیا
ہماری گود میں سر تھا جب انتقال کیا

کہا جواب میں بانو نے یہ بجا ہے حضور　میں کیا کروں کہ نہیں مانتا دلِ رنجور
۱۰
مجھے حواس نہیں کچھ یہ رنج کا ہے وفور　یقین ہے علی اصغرؑ شہید ہوں گے ضرور

خیام میں نہ پھر آئیں گے جا کے مقتل میں
چھڑا کے مجھ سے قضا لے چلی ہے جنگل میں

ابھی سے چھائی ہے چہرے پہ مُردنی صاحب　سفر میں کیا مرے بچے پہ آبنی صاحب
۱۱
عیاں ہیں چہرے سے آثار جاں کنی صاحب　ستمگروں نے عجب کی ہے دشمنی صاحب

اب ان کو دیکھ کے جینے سے یاس ہوتی ہے
کہیں جہاں میں ایسی بھی پیاس ہوتی ہے

بدن ہے سرد چھپائے رہو عبا میں ذرا　کہ ان کے واسطے اچھی نہیں یہ گرم ہوا
۱۲
پلک جھپک نہیں سکتی یہ ضعف ہے کیسا　عجیب حال ہے اب تو بتاؤ کوئی دوا

خدا کے واسطے رونے کو کم کرو صاحب
دعائیں تم مرے بچے پہ دم کرو صاحب

پکارتی ہیں کبھی ہو کے اشکبار اصغرؑ　مجھے تو دیکھ ذرا میں ترے نثار اصغرؑ
۱۳
بہت یہ پالنے والی ہے بیقرار اصغرؑ　چلوں گی ساتھ نہیں دل پہ اختیار اصغرؑ

خدا بچائے عدو فوج شام ہے بیٹا
نہیں یہ پیاس قضا کا پیام ہے بیٹا

قریب پردۂ عصمت سرا جو پہنچے شاہ　وفور غم سے ہوا اور ماں کا حال تباہ
۱۴
لگی دہان و گلو چومنے جو وہ ذیجاہ　عجیب یاس سے مادر پہ کی پسر نے نگاہ

کیا اشارہ کہ نہرِ لبن پہ جائیں گے
چلے ہیں ایسے کہ اماں ہم اب نہ آئیں گے

بلائیں لے کے یہ ماں نے کہا خدا حافظ ترے ہیں دشمن جاں اشقیا خدا حافظ
۱۵
مجھے خیال رہے گا بڑا خدا حافظ تمہاری جان کا اے مہ لقا خدا حافظ

لگی ہے پیاس بہت خلد کو بساؤ گے

مجھے یقین ہے تم ماں کو چھوڑ جاؤ گے

خدا کرے کہ مبارک ہو نہر کا جانا نصیب ہو تمہیں مادر کے پاس پھر آنا
۱۶
ذرا سا آب سکینہ کے واسطے لانا یہ چاہتی ہوں اگر بھائی کو کہیں پانا

مری طرف سے برادر کو پوچھیو بیٹا

بہت بہت علی اکبرؑ کو پوچھیو بیٹا

مرا پیام یہ کہہ دیجو مرے ناداں تمہارے واسطے بھائی تڑپ رہی ہے ماں
۱۷
مرا بھرا ہوا گھر تم نے کردیا ویراں تمام حق محبت بھلا دیئے مری جاں

پھرائی آنکھ بہار آتے ہی جوانی کی

یہ تم نے پالنے والی کی قدردانی کی

عجیب درد سے روتی تھیں بانوے مضطر سب اہلِ بیتؑ کھڑے پیٹتے تھے سینہ وسر
۱۸
قریب در جو گئے شہ بپا ہوا محشر تڑپ کے رہ گئی مادر چلے گئے اصغر

رہے نہ فرطِ الم سے حواس بیٹھ گئیں

جگر کو تھام کے پردے کے پاس بیٹھ گئیں

پسر کو سینے سے لپٹائے تھے شہِ ابرار پہنچ گئے جو قریب سپاہِ بداطوار
۱۹
اُٹھا کے ہاتھوں پہ اصغر کو دی صدا اک بار یہ شیرخوار ہے دل بندِ احمدِ مختار

پلائے آب کوئی حق شناس ہے یارو

مسافری ہے کئی دن کی پیاس ہے یارو

میں اپنے واسطے طالب نہیں ہوں پانی کا ۔۔۔ دیا نہ آب مجھے گر تو تم نے خوب کیا
کسی طرح کا نہیں ہے حسینؑ کو شکوا ۔۔۔ فساد مجھ سے ہے لڑکوں کو ان میں دخل ہے کیا ۲۰

صغیر ہیں ابھی اصغرؑ ذرا شعور نہیں
یہ بے قصور ہیں ان کا کوئی قصور نہیں

وفور تشنہ دہانی سے اب یہ ہیں آخر ۔۔۔ تمام موت کے آثار رخ پہ ہیں ظاہر
کسی سے کام ہے کیا میں تو آپ ہوں حاضر ۔۔۔ مسافروں کی بھلا کوئی تو کرو خاطر ۲۱

مقام رحم ہے اتنا کہا کرو میرا
پلاؤ آب انھیں سر جدا کرو میرا

یہ کہہ رہے تھے ابھی فوج سے شہ صفدر ۔۔۔ کسی نے تیر لگایا جو حلقِ اصغرؑ پر
تڑپ کے سرورِ دیں سے لپٹ گئے اصغرؑ ۔۔۔ فلک کو دیکھ کے گویا ہوا علی کا پسر ۲۲

کوئی قصور نہ اے ذوالجلال تھا میرا
اسی جواب کے قابل سوال تھا میرا

حسینؑ نے تو کچھ ایسا نہیں کہا مالک ۔۔۔ امیدوار ہوں میں صبر کر عطا مالک
نہیں ہے تاب کلیجہ نکل گیا مالک ۔۔۔ کچھ ان جفاؤں کی آخر ہے انتہا مالک ۲۳

لگا ہے تیر اب ان سے دمِ جدائی ہے
ابھی ابھی علی اکبرؑ کی لاش اٹھائی ہے

گلے سے تیر کو جب کھینچنے لگے شبیرؑ ۔۔۔ پھرا کے نرگسی آنکھوں کو غش ہوا بے شیر
زمین پہ بیٹھ گئے قبلہ رو شہِ دلگیر ۔۔۔ لہو کی دھار چھٹی حلق سے جو نکلا تیر ۲۴

لباس دلبرِ زہرا لہو میں ڈوب گیا
صغیر کا بھی شلوکا لہو میں ڈوب گیا

گلے لگائے ہوئے منھ کو دیکھتے تھے شاہ　　کہ لیں صغیر نے دو چار ہچکیاں ناگاہ
۲۵
لپٹ کے شاہ سے اصغر نے لی جو خلد کی راہ　　پکارے اشہدان لا الٰہ الا اللہ

رہی نہ تاب تمام اہلِ شام رونے لگے
لٹا کے خاک پہ لاشہ امام رونے لگے

وہ منزلوں تک اُداسی وہ لق و دق صحرا　　دھرا ہوا تھا شہ دیں کے سامنے لاشا
۲۶
حسینؑ روتے تھے بیٹھے ہوئے تنِ تنہا　　دھرا تھا خاک پہ منھ سوے قبلہ میّت کا

اٹھا کے ہاتھوں کو شہ آہ سرد بھرتے ہیں
دعاے بخشش امت حسینؑ کرتے ہیں

ہوائے تند سے جو گرد اُڑ رہی تھی کمال　　حسینؑ لاش کو بیٹھے ہلاتے تھے رومال
۲۷
وہ چاند سا رُخِ اصغر لہو سے کُرتا لال　　چمک رہے تھے جو گردن کے طوق مثل ہلال

کمال شاہ کو آتا تھا پیار روتے تھے
گلے کو چُوم کے بے اختیار روتے تھے

عجیب صابر و شاکر تھے سیّدِ خوش خو　　خدا کا شکر بجالائے پونچھ کر آنسو
۲۸
کہا کہ سہل ہے سب کچھ اگر معین ہے تو　　نہ ایک دوست کو دیکھا نظر جو کی ہر سو

کسی سے کچھ نہ کہا فاطمہؑ کے دلبر نے
بنالی تیغ سے بیٹے کی قبر سرور نے

اُٹھا کے کانپتے ہاتھوں پہ لاشۂ اصغرؑ　　کنارے قبر کے بیٹھے امامِ جنّ و بشر
۲۹
کہا یہ لاش کا منھ دیکھ کر کہو دلبر　　لحد میں آج تمہیں نیند آئے گی کیوں کر

گلے لگا کے دعائیں دیا کیئے شبیرؑ
پسر کی لاش سے باتیں کیا کیئے شبیرؑ

یہاں تھے دفن کی تدبیر میں شہ اکرم ۳۰ وہاں کھڑے ہوئے ڈیوڑھی میں پیٹتے تھے حرم
پکاری بانوئے مضطر کہ یا امام امم زمینِ گرم پہ بیٹھے ہیں کیوں حضور اس دم
عجب خیال دلوں میں یہاں گزرتے ہیں
پکارے شہ علی اصغر کو دفن کرتے ہیں

لٹائیں قبر میں چاہا جو ابنِ حیدر نے ۳۱ ملی بدن پہ بیابان کی خاک سرور نے
پسر کو قبر میں رکھا نبیؐ کے دلبر نے کیا مزار کو روشن جمالِ اصغرؑ نے
پسر کا حُسن جو زہرا کے ماہ نے دیکھا
عجیب پیار سے تادیر شاہ نے دیکھا

پسر سے کہنے لگے جھک کے پھر امامِ انام ۳۲ ہماری سمت سے دادا کو دیجیو یہ پیام
دعا ہے آپ کے پاس آئے جلد یہ ناکام بہت دنوں سے تڑپتا ہے دیکھنے کو غلام
جو حال ہے حسنؑ مجتبےٰ سے کہہ دینا
سلامِ شوق ہمارا چچا سے کہہ دینا

یہ کہہ کے خاک گرانے لگے شہ صفدر ۳۳ نظر سے جبکہ نہاں ہو گئے علی اصغرؑ
زمین کانپ گئی روئے اس طرح سرور تڑپ کے خیمہ سے باہر نکل پڑی مادر
زمین اُڑانے لگی خاک آسمان روئے
بنا کے قبرِ پسر شاہ انس و جان روئے

ابھی تھے ماتمِ اصغرؑ میں سیّد ابرار ۳۴ جو گِرد آ گئے تلواریں کھینچ کر کفار
سناں و تیر کے ہونے لگے حسینؑ پہ وار کسی کی فرق مطہر پہ چل گئی تلوار
ہجوم فوج ہے تیغوں کے وار ہوتے ہیں
جگر سے تیرِ سم آلودہ پار ہوتے ہیں

۳۵
تمام جسم ہے زخمی عجیب حالت ہے چبا رہے ہیں زبان تشنگی کی شدت ہے
یہی ہر ایک لعین سے کلامِ حضرت ہے پلاؤ آب کہ اب تم سبھوں سے رخصت ہے
دمِ اخیر ہے سارے سفر کے سامان ہیں
تمہارے ہم نفس چند اور مہمان ہیں

۳۶
ہمیں تو آپ ہے جلدی کہ ہو جدا کہیں سر جوان مر گئے اب کیا کریں ہم جی کر
کبھی یہ جھک کے پکارے سوئے مزارِ پسر تمہیں نہ چھوڑیں گے تنہا ہم اے علی اصغرؑ
اجل قریب ہے دنیا سے ہاتھ اٹھاتے ہیں
تمہارے پاس بہت جلد ہم بھی آتے ہیں

۳۷
گھرے ہوئے تھے لعینوں میں سیدِ ذیجاہ عجب عجب سخنِ یاس کر رہے تھے شاہ
کہ ایک تیر لگا آ کے حلق پر ناگاہ سیاہ ہوگئی دنیا تمام پیش نگاہ
اک آہ کھینچ کے خاموش ہو گئے شبیرؑ
جگر کو تھام کے بے ہوش ہوگئے شبیرؑ

۳۸
زمین گرم پہ غش میں پڑے تھے سرورِ دیں بڑھا پرے سے گلا کاٹنے کو شمرِ لعیں
سپہر کانپ گیا ہل گئی تمام زمیں بتول پیٹ کے رونے لگیں سرِ بالیں
طیور خاک پہ گر گر کے جان کھونے لگے
حسینؑ تشنہ دہن رن میں ذبح ہونے لگے

۳۹
یہاں تو حلق پہ چلتی تھی شمر کی تلوار وہاں کھڑی ہوئی تھیں در پہ زینبؑ ناچار
ہوا جو تن سے جدا فرقِ سیدِ ابرار بجائے فتح کے باجے سپاہ نے اک بار
رہی نہ تاب کھلے سر نکل پڑیں زینبؑ
ردا کو پھینک کے باہر نکل پڑیں زینبؑ

پکارتی تھیں کہ بھائی ہوئی تباہ بہن ملا نہ آب سدھارے جہاں سے تشنہ دہن
۴۰
پرائے شہر میں ہوں دور ہے یہاں سے وطن تمہارے واسطے بھائی کہاں سے لاؤں کفن

عدو ہیں سب نہ رہا ہائے مہرباں کوئی

ہمارا پوچھنے والا نہیں یہاں کوئی

یہ کہہ رہی تھیں کھڑی رن میں دخترِ حیدر چڑھایا نیزے پہ کفار نے سرِ سرور
۴۱
عجیب پیار سے بھائی نے کی بہن پہ نظر پکاری لے کے بلائیں یہ زینبؑ مضطر

کیا شہید لعینوں نے بے خطا تم کو

بہن کے چاہنے والے یہ کیا ہوا تم کو

بیانِ حضرتِ زینبؑ سے روتے تھے اعدا ہر ایک سمت کو صحرا میں حشر تھا برپا
۴۲
قلم کو روک تعشق کہ اب ہے جوشِ بُکا دعا یہ مانگ کہ اے بادشاہِ ہر دوسرا

نظر نہ میرے گناہوں پہ کیجیو آقا

خبر غلام کی تربت میں لیجیو آقا



مرثیہ........تعشق

ماں سے اصغرؑ وداع ہوتے ہیں

ماں سے اصغرؑ وداع ہوتے ہیں ۱ دیکھنے والے جان کھوتے ہیں
حرم اشکوں سے منھ کو دھوتے ہیں منھ پہ منھ رکھ کے شاہ روتے ہیں
رن کو جاتے ہیں ماں بلاتی ہے
ہاتھ پھیلائے ساتھ آتی ہے

دم بدم یہ زبان پہ ہے جاری ۲ علی اصغرؑ کہاں چلے واری
ہے وہاں جمع فرقۂ ناری حافظ و ناصر ایزدِ باری
عمر خالق سوا نصیب کرے
گھر میں آنا خدا نصیب کرے

خوب اس وقت مجھ کو یاد آیا ۳ واں ملاقات ہو جو ماہ لقا
بھائی کو پوچھ لیجیو بیٹا کہیو ماں نے تمہیں کہی ہے دعا
دھیان اتنا رہے ذرا اصغرؑ
جی تو اچھا ہے پوچھنا اصغرؑ

علی اصغرؑ یہ ماں ترے قربان ۴ بہنیں منتظر یہ کیجیو بیان
ہے پھوپھی کو بڑا تمہارا دھیان ساری تم میں لگی ہوئی ہے جان
کہیو دل غم سے چُور ہے بھائی
دیکھ آنا ضرور ہے بھائی

رنج سے دل بہت پریشاں ہے ہر گھڑی سر ہے اور گریباں ہے
۵
دل سے باتیں ہیں چشم گریاں ہے سر ہے زانو پہ منھ پہ داماں ہے
شکوۂ غم نہ فکر راحت ہے
خاک پر بیٹھنے سے رغبت ہے

ضعف سے منھ ہے زرد تر آنکھیں بند رہتی ہیں بیشتر آنکھیں
۶
ڈھونڈھتی ہیں تمہیں مگر آنکھیں پہروں رہتی ہیں سوے در آنکھیں
برچھیاں قلب سے گزرتی ہیں
ایسے جاں سوز بین کرتی ہیں

رنج و غم نے یہ شکل دکھلائی چشمِ تر سے جدا ہے بینائی
۷
شاہ سے پوچھتی ہیں کیوں بھائی میرے بچّے کی کچھ خبر آئی
کس طرف کو گیا خدا جانے
یہاں کی راہیں بھلا وہ کیا جانے

مینہ برستا ہے دیدۂ تر سے جب سے رن کو گئے ہو تم گھر سے
۸
منھ لپیٹے پڑی ہیں چادر سے کہتی ہیں اب چھٹے ہم اکبر سے
ہے تمہارا خیال روتی ہیں
دل سے رہ رہ کے باتیں ہوتی ہیں

ہر گھڑی ہے صدا علی اکبرؑ سر و قد مہ لقا علی اکبرؑ
۹
میرے گلگوں قبا علی اکبرؑ تجھ کو لائے خدا علی اکبرؑ
آ بنے جب تری جوانی پر
خاک ہے میری زندگانی پر

پہروں روتے ہیں منہ کو ڈھانپ کے سب ۔ نام لے کر پکارتی ہیں جب
چین پھپیوں کو ایک دم ہے کب ۔ ماں کے دل کو بھی ہے کمال تعب ۱۰
ہر کوئی آہ سرد بھرتا ہے
سارا گھر تم کو یاد کرتا ہے

یاد رکھو ذرا مرا پیغام ۔ کہیو بھائی سے لے کے میرا نام
تم سے شکوہ ہے ماں کو اے گلفام ۔ ہے مری جان بڑے عجب کا مقام ۱۱
قدر کی خوب واہ واہ تم نے
ماں کو دل سے بھلا دیا تم نے

ایسے تو لال تم نہیں نادان ۔ خیر گو میں نہیں کوئی مری جان
کچھ پھوپھی کی بھی محنتوں کا ہے دھیان ۔ علی اکبرؑ یہ کیا کہے گا جہان ۱۲
سب سے خوب الفت ایک بار گئی
یہی ہوتا ہے میں نثار گئی

میرے دلبر بس اب چلے آؤ ۔ مہ انور بس اب چلے آؤ
جانِ مادر بس اب چلے آؤ ۔ علی اکبرؑ بس اب چلے آؤ ۱۳
سب تمہارا مزاج جانتے ہیں
خیر بیٹا کہا بھی مانتے ہیں

خفگی ہو چکی علی اکبرؑ ۔ ہیں پھوپھی کے بہت سے حق تم پر
کیا ہوا ہے سمجھ کو اے دلبر ۔ دل میں دل ڈال دے یہ ماں کیونکر ۱۴
سب سے دوری تمہیں خوش آئی ہے
دل میں بیٹا یہ کیا سمائی ہے

کہہ چکیں جب یہ بانوئے دلگیر　علی اصغرؑ کو لے چلے شبیرؑ
۱۵
رنج کا ماں کے دل پہ چل گیا تیر　منھ پہ منھ رکھ دیا یہ کی تقریر
نہ کہیں بھول جائیو بیٹا
بھائی کو لے کے آئیو بیٹا

پہنچے نزدیک در جو شاہِ زماں　کس قدر بیقرار ہوگئی ماں
۱۶
اشک کا چشم سے اٹھا طوفاں　بیٹھ کر اس طرح ہوئی نالاں
رشک گل رشک باغ جاتا ہے
میرے گھر کا چراغ جاتا ہے

پہلے تو گرد سات بار پھری　شہ چلے اور وہ سوگوار پھری
۱۷
صورتِ ابر اشکبار پھری　دل کے مانند بیقرار پھری
سچ ہے کیا داغ دے گئے اصغرؑ
ماں کو تکتے چلے گئے اصغرؑ

نکلے خیمہ سے بس امامِ زمن　رُخ اصغرؑ ہوا جو سایہ فگن
۱۸
ہوگیا دشت غیرتِ گلشن　ہر طرف رن میں تھی بہار چمن
شور تھا کس طرف سے حُور گئی
بو شلوکے کی دور دور گئی

چاند سے رُخ کا تھا عجیب جمال　بڑھ کے ماتھے تک آگئے تھے بال
۱۹
سرخ تھے دھوپ میں وہ پھول سے گال　پوچھیے ماں کے دل سے اُن کا حال
پرتوِ رُخ جو زیرِ دامن تھا
چاندنی میں چراغ روشن تھا

سیکڑوں گل ہیں شہ کے دامن میں ہے نیا رنگ روئے روشن میں
۲۰
ہنسلیوں کا وہ حُسن گردن میں عطر کی بو ہے پھول سے تن میں

نیند سے کیا مزا ہے آنکھوں میں
سرمہ پھیلا ہوا ہے آنکھوں میں

بال مادر نے خود سنوارے ہیں کان میں دُر ہیں یا ستارے ہیں
۲۱
باپ کی جان ماں کے پیارے ہیں میلے کپڑے ابھی اُتارے ہیں

حُسن جلوہ نیا دکھاتا ہے
دشمنوں کو بھی پیار آتا ہے

کیا کھلی ہیں بھنویں سیاہ سیاہ گوری گوری جبیں ہے غیرتِ ماہ
۲۲
پلکیں کیسی گھنی گھنی ہیں واہ سر پہ کس لطف سے دھری ہے کلاہ

دور جس دم وہ ماہ ہو جائے
ماں نہ کیونکر تباہ ہو جائے

ہوں تصدق چمن ہزار ہزار وہ شلوکے کی گل سے تن میں بہار
۲۳
اب کوئی دم میں ہوں گے زیبِ مزار بہنیں قربان ہیں تو ماں ہے نثار

ماں سے چھوٹیں گے جان کھوئیں گے
آج اکیلے لحد میں سوئیں گے

واہ زیبا ہیں کس قدر تعویذ بازوں میں جلوہ گر تعویذ
۲۴
آج کھل جائیں گے مگر تعویذ فیض بازو سے گل ہے ہر تعویذ

یہ تہِ خاک چھاؤں میں ہوں گے
نہ کڑے ہاتھ پاؤں میں ہوں گے

سینے پر کیا ہے خوش نما ہیکل گل کے ہاروں سے ہے سوا ہیکل
۲۵
ہے عجب قدرتِ خدا ہیکل چشمِ مادر کی ہے ضیا ہیکل

زیب گردن کیا ہے مادر نے
کس خوشی سے لیا ہے مادر نے

آنکھیں ہیں بند ضعف ہے ایسا سرد کرتی ہے تن کو گرم ہوا
۲۶
پھول سے تن کو بار ہے کُرتا رنگ سونلا گیا ہے چہرے کا

دست و پا سرد ہیں نقاہت سے
سُست ہیں تشنگی کی شدّت سے

وہ خطرناک وادیٔ پُرخار وہ درندوں کا غل سوے کُہسار
۲۷
وہ ہوا سے خروش میں اشجار دل دھڑکتا ہے سینے میں ہر بار

تیز چلتی ہے جو ہوا رن میں
شہ چھپائے ہوئے ہیں دامن میں

نظر آیا جو سامنے دریا دل بھر آیا کہ رو دیئے مولا
۲۸
غم ہوا تشنگیٔ اصغرؑ کا بڑھ کے دی فوجِ شام کو یہ صدا

غش پڑے ہیں یہ حال ہے ان کا
سنتے ہو کچھ سوال ہے اِن کا

کہتے ہیں ہم تمہارے مہماں ہیں مضطر و بیکس و پریشاں ہیں
۲۹
دم نکلنے کے اب تو ساماں ہیں تھوڑے پانی کے تم سے خواہاں ہیں

عزت و جاہ کبریا دے گا
اجر اس کا تمہیں خدا دے گا

روح بے چین ہے حرارت سے ۳۰ آنکھ کھلتی نہیں نقاہت سے
مان لو ہم کہیں جو منّت سے ہم سے تو پیش آؤ الفت سے

رحم ہم پر ضرور ہے یارو
کیا ہمارا قصور ہے یارو

ہے یوں ہی ہم نے جو کہا تم سے ۳۱ ہیں بزرگ اپنے آشنا تم سے
رنج ہم کو نہیں ذرا تم سے کیا کسی بات کا گِلا تم سے

نہ یہاں مال و ذر کی پروا ہے
نہ لڑائی کا ہم کو دعوا ہے

سینے میں دل کمال ہے سوزاں ۳۲ کہیں کس سے کہ ہم ہیں تشنہ دہاں
کہ غریب الوطن ہیں اور ناداں نہ ملاقات ہے کسی سے یہاں

تم سے پانی طلب کیا ہم نے
دوست ہو اس لیے کہا ہم نے

حال اپنا جہاں پہ روشن ہے ۳۳ ناوکِ غم سے دل میں روزن ہے
آج سارا جہان دشمن ہے گھر سے چھوٹے ہوئے ہیں بچپن ہے

رنج دے کر نہ دل اُداس کرو
بیکسوں کا ذرا تو پاس کرو

کہہ چکے تھے نہ یہ شہِ دلگیر ۳۴ ناوک آنے لگے سوئے بے شِیر
ہاتھ سے روکنے کو تھے شبیرؑ کہ لگا پھول سے گلے پر تیر

سونے پائے نہ چین سے اصغرؑ
ڈر کے لپٹے حسینؑ سے اصغرؑ

کھل گیا منہ رُکا گلے میں جو دم اور کھنچنے لگیں رگیں کم کم
۳۵
آنکھوں کو پھیرنے لگے پیہم سانس کا اور ہوگیا عالم

دیکھ کر خون سہمے جاتے تھے

مٹھیاں باندھے تھرتھراتے تھے

اتنے سے بن میں اور یہ آلام ہوگئے زرد عارضِ گلفام
۳۶
نہ رہا خون کا بدن میں نام ہنسلیاں بھر گئیں لہو میں تمام

خون بہہ کر عجیب حال ہوا

کہ شلوکہ تمام لال ہوا

روح کو جسم میں رہا نہ قرار دست و پا کھینچنے لگے اکبار
۳۷
بس نظر آئے موت کے آثار آئیں رُک رُک کے ہچکیاں دو چار

دل وہ ننّھا سا ہوگیا سن سے

تیر کھینچا جو شہ نے گردن سے

نہ کراہے نہ روئے چلاّ کر چپ ہوئے ہاتھ پاؤں پھیلا کر
۳۸
ہو گیا سرد جسم تھرّا کر جیسے رہ جائے پھول کمھلا کر

کیسے مانوس باپ ماں سے گئے

آنکھیں کھولے ہوئے جہاں سے گئے

اے زہے صبر دلبر حیدرؑ آپ کھودی لحد برائے پسر
۳۹
پھر پکارے کہ اے علی اصغرؑ قبر میں نیند آئے گی کیونکر

جوشِ الفت نے بیقرار کیا

منہ پہ منہ رکھ کے خوب پیار کیا

شہ نے کیا صبر اختیار کیا ۴۱ دل تڑپنے لگا تو پیار کیا
دور بالوں سے سب غبار کیا لاش کو زینتِ مزار کیا
سچ ہے تھے لا جواب صورت میں
چاند نکلا ہوا تھا تربت میں

دفن جب ہو چکے علی اصغرؑ ۴۲ خوب روئے حسینؑ چلاّ کر
نکلی خیمہ سے پیٹتی مادر تھے یہ نالے کہ ہائے رشکِ قمر
لال کچھ بس نہیں جو مر جائے
ماں تمہیں ڈھونڈھنے کدھر جائے

ہائے کیا پھر گئی مری تقدیر ۴۳ بھر گئی خون میں چاند سی تصویر
طرفہ غربت ہے اے مرے بے شیر چپکے چپکے گلے پہ کھایا تیر
روئے تک بھی نہ تم ذرا اصغرؑ
ہائے کیا چین آ گیا اصغرؑ

علی اصغرؑ بہت ہمیں ہے ملال ۴۴ ہائے کیا جلد ہو گیا یہ حال
کب اجل آئی مرے نیک خصال شمع بجھنے میں دیر ہوتی ہے لال
دل کو تم داغ دے گئے واری
ماں سے چھپ کر چلے گئے واری

کچھ خوش آئی وہاں کی آب و ہوا ۴۵ بھائی اکبر سے بھی ملے بیٹا
چاہنے والے ہیں بہت اس جا دل وہاں خوب لگ گیا ہوگا
جلد ماں کو بھلاؤ گے اصغرؑ
خواب میں بھی نہ آؤ گے اصغرؑ

ماں کو بیٹا یہ دھیان ہر دم ہے ۴۶ جی کہیں سست ہو نہ یہ غم ہے
سچ کہو اب جو دل کا عالم ہے زخم کا درد لال کچھ کم ہے
دل تو اے نورِ عین اُداس نہیں
کیوں مری جان اب تو پیاس نہیں

روک لے بس تعشق اب تو قلم ۴۷ حالِ بانوؑ نہ ہو سکے گا رقم
عرض کر اب کہ اے شہِ عالم جلد بلوایئے امام امم
مر کے بھی بس وہیں غلام رہے
آپ کے خادموں میں نام رہے



مرثیہ.......روپ کماری

اِک اپنا کیا کہ بہتّر کا سر دیا شہ نے

اِک اپنا کیا کہ بہتّر کا سر دیا شہ نے | میں اُن کے صدقے برادر کا خوں دیا شہ نے
جناب قاسم مضطر کا خوں دیا شہ نے | جوان پسر علی اکبرؑ کا خوں دیا شہ نے

کئی پہر سے جو تھا خشک وہ گلو بھی دیا
بس انتہا ہے کہ ششماہے کا لہو بھی دیا

غضب ہے گر نہ پڑا آسمان ظلم شعار | وفورِ غم سے نہ کیوں سینہ ہو زن روپ کنوار
حسینؑ میں ترے صدقے یہ میری جان نثار | کسی کا تیر کہاں اور کہاں ترا دل زار

وہ آخری ترا فدیہ جو یاد آتا ہے
حسینؑ دل مرا ہاتھوں سے نکلا جاتا ہے

لکھا ہے جب کوئی حامی نہ شاہ دیں کا رہا | اور آپ ظلم کی فوجوں میں رہ گئے تنہا
ہجوم یاس نے چاروں طرف سے گھیر لیا | تو ناگہاں در خیمہ سے آئی رن کو صدا

خبر لو شہِ کربلا دہائی ہے
تمہارے بچّے کو جھولے میں نیند آئی ہے

یہ سن کے خیمے کی جانب گئے امامِ ہدا | قریب جھولے کے پہنچے تو رو کے فرمایا
معاف کیجیو بیکس پدر کو اے بیٹا | کہ ایک پانی کا قطرہ تمہیں پلا نہ سکا

خدا گواہ بہت تم سے شرمسار ہوں میں
یقیں کرو علی اصغرؑ کہ بیقرار ہوں میں

۵

یہ کہہ کے روئے بہت اور پسر کو پیار کیا
اٹھایا جھولے سے حضرت نے اپنا ماہِ لقا
ٹپک پڑے تھے جو چہرے پہ اشک شاہِ ہدا
وہ سمجھا پانی ہے بچّے نے منھ کو کھول دیا
تری جو اشکوں کی پائی تو مسکرانے لگا
زبان خشک کو ہونٹوں پہ وہ پھرانے لگا

۶

کہا حسینؑ نے پانی تمھیں پلالائیں
چلوگے نانا کی اُمت کے پاس لیجائیں
ستمگروں کو یہ حالت تمہاری دکھائیں
صغیر جان کے شاید عدو ترس کھائیں
دہن کو کھول کے سوکھی زباں دکھا دینا
کہ تین روز سے پیاسا ہوں جتا دینا

۷

سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ کیا قیامت ہے
یہ آج گلشنِ ہستی کی کیسی حالت ہے
تباہ کون ہوا کس پہ آئی آفت ہے
ندا یہ آئی کہ ششماہے کی شہادت ہے
تمام اہلِ حرم زار زار روتے ہیں
سکینہؑ سے علی اصغرؑ وداع ہوتے ہیں

۸

غرض وداع کیا اور شہ انام چلے
ستمگروں کی طرف شاہِ تشنہ کام چلے
پسر کو ہاتھوں پہ رکھے ہوئے امام چلے
قدم قدم پہ اُدھر موت کے پیام چلے
تمام پیاسوں میں پیارا جو شہ کو تھا یہ پسر
حسینؑ ڈھال کا سایہ کئے تھے اصغرؑ پر

۹

پکارے لشکرِ بے دین سے جا کے سرورِ دیں
تڑپ رہا ہے کئی دن سے میرا ماہ جبیں
جو کہہ رہا ہوں میں یارو کرو تم اس کا یقیں
خود آکے دیکھ لو پہنچے ہیں یہ اجل کے قریں
جو رحم کھاؤ تو پانی پلانے لایا ہوں
انھیں میں خیمہ سے تم کو دکھانے لایا ہوں

لٹا دوں ریتی پہ دیکھو گے میرے کم سن کو　　عطش سے مرتے ہیں پانی پلاؤ گے ان کو
۱۰
سکوں شب کو انھیں ہے نہ چین ہے دن کو　　جو تم نے قتل کیے اُن کا درد ہے ان کو

کلیجہ ننھا سا معصوم کا سلگتا ہے

کراہتے ہیں تو اک تیر دل پہ لگتا ہے

سنیں حسینؑ کی باتیں تو اہلِ شر روئے　　دلوں کو تھام کے سب صاحب جگر روئے
۱۱
سوار فوج میں رونے لگے شتر روئے　　بشر پہ کچھ نہیں موقوف جانور روئے

حباب پانی سے اُٹھ اُٹھ کے جان کھونے لگے

جو ذی حیات تھے آخر تمام رونے لگے

پرے سے فوج کے ناگاہ حُرملہ نکلا　　کمان دوش سے چلّہ سے تیر لے کے چلا
۱۲
گلوئے لختِ دلِ شاہِ کربلا تاکا　　کمان میں تیر کو جوڑا شقی نے اور یہ کہا

حسینؑ اب وہ پلاتا ہوں آبِ سرد ان کو

کہ تابہ حشر لگے گی نہ پیاس کمسن کو

یہ کہہ کے تیر کو جوڑا اُدھر یہ حال ہوا　　کہ حلق چھد گیا معصوم خوں میں لال ہوا
۱۳
دہن سے خون اُگلنے لگا نڈھال ہوا　　اک آہ ہلکی سی کی اور انتقال ہوا

پدر نے یاس سے ننّھی سی جان کو دیکھا

کبھی زمیں کو کبھی آسمان کو دیکھا

پکارے سیّد بیکس کہ کیا کیا تم نے　　ہمارے لال کو پانی پلا دیا تم نے
۱۴
جو کچھ کیا ارے لوگو بُرا کیا تم نے　　غضب کیا مرے بچہ پہ کی جفا تم نے

یہ کہہ رہے تھے کہ تیروں کا مینہ برسنے لگا

حسینؑ روئے لشکر تمام ہنسنے لگا

مرثیہ........چھنگا صاحب حسین لکھنوی

ناگہاں سوئے فلک یاس سے شہ نے دیکھا

ناگہاں سوئے فلک یاس سے شہ نے دیکھا — مرنے پر کھینچ کے پھر ٹوٹی کمر کو باندھا
گئے رخصت کے لیے خیمے میں سلطانِ ہدیٰ — حالِ اصغرؑ کا وہ دیکھا کہ نہ دکھلائے خدا
مٹھیاں بند ہیں منکا بھی ڈھلا جاتا ہے
ہچکیاں پیاس سے آتی ہیں غش آجاتا ہے ۱

پیاس کا اصغر ناداں پہ جو صدمہ دیکھا — تھام کے ہاتھوں سے دل بیٹھ گئے شاہ ہدا
گود میں لے کے یہ بانو سے بہ منت پوچھا — ان کو لے جاؤں عجب کیا کوئی پانی دے ذرا
دیکھ کر صاحبِ اولاد ترس کھائیں گے
پانی مل جائے ذرا سا تو یہ جی جائیں گے ۲

کان میں پھر شہ والا نے یہ اصغرؑ کے کہا — چلتے ہو باپ کی نصرت کے لیے اے بیٹا؟
اللہ اللہ اثر بات میں کیا شاہ کی تھا — ننھے سے ہاتھ اٹھا کر علی اصغرؑ ہمکا
تھا اشارا نہیں اب زیست گوارا بابا
ہم کو اس پیاس نے بے موت مارا بابا ۳

اُٹھے شہ اصغر ناداں کو لیے ہاتھوں پر — فرش پر گر پڑی ماں تھام کے ہاتھوں سے جگر
لے چلے جب تو وہ کہنے لگی یہ پیٹ کے سر — پھر کے کب آؤ گے؟ اتنا تو بتا دو اصغرؑ
سن لو دنیا میں ہمیشہ نہیں جینا بیٹا
بے پیئے شاہ کے تم پانی نہ پینا بیٹا ۴

سُن کے یہ شاہ کے دل پر چلا اک خنجرِ غم نکلے خیمے سے پسر کو لیے سلطانِ اُمم
۵
حشر کے روز سے کچھ دھوپ نہ تھی اُس دن کم چھاؤں کرنے کے لیے قبلۂ عالم ہوئے خم

گرد کے دھیان سے دامن جو قبا کا ڈھانپا

لکۂ ابر نے خورشید کا چہرا ڈھانپا

الغرض ایک بلندی پہ گئے شاہِ ہُدا دی صدا صاحب اولاد ہو جو دیکھے ذرا
۶
ایک معصوم پئے آب ہے گھر سے نکلا تین دن ہوگئے پانی کا نہ قطرہ پایا

بول سکتا ہے نہ دُکھ درد سنا سکتا ہے

نرگسی آنکھوں سے ہر ایک کا منھ تکتا ہے

سن کے جو صاحبِ اولاد تھے دل ان کا ہلا حال پر اصغرؑ معصوم کے روئے اعدا
۷
شمرِ بے دیں نے کہا حُرملہ سے دیر ہے کیا آب پیکاں سے ہو تر خشک ننھا سا گلا

قطع جلدی سے کلامِ شہ والا ہو جائے

کہیں ایسا نہ ہو لشکر تہ وبالا ہو جائے

سن کے یہ ہوگیا آمادہ جفا پر وہ شریر ہاتھوں میں لے کے کماں لیس ہوا وہ بے پیر
۸
تیر چلّہ میں رکھا تاک لیا حلقِ صغیر اُس کا چھٹنا تھا کہ بچہ ہوا ہاتھوں پہ اخیر

حلق اصغرؑ کا چھدا شاہ کا بازو ٹوٹا

رن میں بانو کی کمائی کو اجل نے لوٹا

رہ گیا شاہ کے ہاتھوں پہ تڑپ کر بچہ! سینے سے شاہ نے لپٹا کے کہا شکر خدا
۹
خونِ ناحق نہ زمیں پر گرے یہ دھیان جو تھا لے کے چلّو میں ملا منھ پہ یہ اعدا سے کہا

سرخرو ہوگا رسولِؐ دوسرا کے آگے

اسی صورت سے میں جاؤں گا خدا کے آگے

مرثیہ........میر مونسؔ

تنہا جو بعد ظہر امامِ اُممؑ ہوئے

تنہا جو بعد ظہر امامِ اُممؑ ہوئے ۔ اٹھا یہ دل میں درد کہ صدمے سے خم ہوئے
جتنے تھے سب مسافرِ ملک عدم ہوئے ۔ واحسرتا کہ بیکس و بے یار ہم ہوئے
رحلت ہوئی جہاں سے ہر ایک نورِ عین کی
اے مرگ جلد آ کے خبر لے حسینؑ کی ۱

اب کیا جئیں کہ زیست کا نقشہ بگڑ گیا ۔ پھولا پھلا حسینؑ کا گلشن اُجڑ گیا
تڑپیں نہ کس طرح کہ بڑا پیچ پڑ گیا ۔ ہمراہیوں کا قافلہ ہم سے بچھڑ گیا
رونا یہ ہے کہ تشنہ دہن ہیں نحیف ہیں
منزل بہت کڑی ہے یہ اور ہم ضعیف ہیں ۲

دیکھا نہ زیرِ خنجرِ قاتل حسینؑ کو ۔ ہونے دیا نہ خاک پہ بسمل حسینؑ کو
پہنچا گئے نہ اوّلِ منزل حسینؑ کو ۔ اس دم عجب طرح کی ہے مشکل حسینؑ کو
نرغے میں چھوڑ کر ہمیں غازی چلے گئے
تنہا رہا امام نمازی چلے گئے ۳

ایسے گئے کہ کچھ ہمیں اُن کی خبر نہیں ۔ کیونکر پتہ لگے کہ کوئی راہ بر نہیں
افسوس بھانجے نہیں بھائی پسر نہیں ۔ دے ساتھ کون آہ کوئی ہم سفر نہیں
پانی بغیر پڑ گئے کانٹے زبان میں
ہمسا بھی کوئی ہوگا نہ بیکس جہان میں ۴

حسرت تھی یہ خلق سے جب ہم کریں سفر | سر ننگے ہوئیں قاسمؑ و اکبرؑ اِدھر اُدھر
۵
ہوں بھانجے بھی ساتھ جنازے کے نوحہ گر | ہم کو اُتاریں قبر میں عباسِؑ نامور
کس کو خبر تھی یہ کہ ہر اک قتل ہوئے گا
ہم سب کو روئیں گے ہمیں کوئی نہ روئے گا

یہ کہہ کے رو رہا تھا وہ مظلومِ کربلا | ناگاہ اہلِ بیتؑ کے رونے کا غل اُٹھا
۶
مڑ کر جو کی نگاہ تو دیکھا یہ ماجرا | بانو کھڑی ہے در پہ کھلے سر برہنہ پا
دامن تک ہے چاک گریباں کیے ہوئے
اصغرؑ کو گود میں ہے وہ بیکس لئے ہوئے

فضہ کی ہے صدا کہ حرم نکلے آتے ہیں | بچےّ کو غش میں دیکھ کے سب تھرتھراتے ہیں
۷
نیلے ہیں ہونٹ پیاس سے تیور پھراتے ہیں | جلد آیئے کہ خلق سے اصغر بھی جاتے ہیں
قربان جاؤں پانی کے لانے میں کد کرو
اے نورِ چشم ساقیٔ کوثر مدد کرو

یہ حال سن کے روئے بہت شاہِ خاص و عام | فرمایا سنگدل ہیں جفا جو ہیں اہلِ شام
۸
گر ایک سطح آب ہو روئے زمیں تمام | آبِ حیات سمجھیں وہ اور دیں نہ ایک جام
لیجاؤں لاؤ کیا مرا پیارا پسر نہیں
تقدیر کی مگر مجھے بی بی خبر نہیں

میں نے نہیں کیا ہے کسی سے کبھی سوال | جو چاہتا تھا دیتا تھا وہ ربِ ذوالجلال
۹
ناچار ہوں کہ ہاتھوں سے جاتا ہے میرا لال | ہے اس سفر میں تم سے ندامت مجھے کمال
کچھ بس نہیں ہے کیا کرے معذور ہے حسینؑ
اللہ جانتا ہے کہ مجبور ہے حسینؑ

بانو نے اس کلام کو سن کر بہ اشک و آہ ۔ کرتا بدل کے جلد پہنائی نئی کلاہ
ہیکل گلے میں ڈال کے رُخ پر جو کی نگاہ ۔ اس پیار سے گلے سے لگایا کہ روئے شاہ ۱۰

ہاتھوں پہ لے کے بچّے کو باچشمِ نم چلے
اصغرؑ نے ماں کو یاس سے دیکھا کہ ہم چلے

منھ چوم کر یہ کہتے تھے سلطانِ کربلا ۔ بابا نثار اے مہِ تابانِ کربلا
بچّے کہاں ، کہاں یہ بیابان کربلا ۔ بابا کے ساتھ تم بھی ہو مہمانِ کربلا ۱۱

اعدا سے جا کے کون سی تقریر اب کروں
بتلاؤ کس زباں سے میں پانی طلب کروں

آخر پکارا بڑھ کے محمدؐ کا وہ حبیب ۔ کچھ مانگنے کو آیا ہوں میں بیکس و غریب
بن پانی حال اس مرے بچّے کا ہے عجیب ۔ یہ چھوٹا مہمان ہے اب مرگ کے قریب ۱۲

اک بوند پانی آج اسے جو پلائے گا
کل پیاس اُس کی ساقیٔ کوثر بجھائے گا

سیّد ہے تشنہ لب ہے مسلماں ہے یہ صغیر ۔ کم سن ہے شیر خوار ہے ناداں ہے یہ صغیر
پانی کا اہلِ رحم سے خواہاں ہے یہ صغیر ۔ دنیا میں کوئی آن کا مہماں ہے یہ صغیر ۱۳

لازم نہیں ہے ظلم و ستم بے زبان پر
یارو ترس کرو چھ مہینے کی جان پر

بولے لعیں کہ اے خلفِ شیرِ ذوالجلال ۔ مالک ہے شمر کہیئے اُسی سے پسر کا حال
اس نے کہا تو ہنس کے یہ بولا وہ بدخصال ۔ میں کون ابنِ سعد سے ہاں کیجئے سوال ۱۴

مِنّت کرو گے حال پسر کا دکھاؤ گے
لیکن یہ جانتا ہوں کہ پانی نہ پاؤ گے

حضرت نے سر جھکا لیا سینے سے آہ کی ۔ تڑپی لحد میں روح رسالت پناہ کی
چاہا کہ راہ نہر سے لیں خیمہ گاہ کی ۔ تب شمر نے سوئے بنِ کاہل نگاہ کی
۱۵
جلدی کماں میں جوڑ کے سرکش نے تیر کو
تاکا نگاہِ قہر سے حلقِ صغیر کو

کتنا بچایا شہ نے مگر کچھ نہ بس چلا ۔ کڑکی اُدھر کمان اِدھر چھد گیا گلا
آنسو ڈھل آئے چہرے پہ منکا جوں ہی ڈھلا ۔ آنکھوں سے آنکھیں شہ سے ملیں منھ سے منھ ملا
۱۶
جو حسرتیں تھیں دل میں قضا نے نکال دیں
ننھی سی باہیں باپ کی گردن میں ڈال دیں

کھینچا جو شہ نے تیر تو بچہ دہل گیا ۔ خوں جوش کھا کے زخمِ گلو سے اُبل گیا
ہچکی کے ساتھ سینے سے بس دم نکل گیا ۔ بے جاں ہوئے حیات کا نقشہ بدل گیا
۱۷
بولے حسینؑ زندہ مرا مہ لقا نہیں
اب لاش لے کے خیمہ میں جانا روا نہیں

غصے میں حرملہ سے کہا یوں پکار کر ۔ نازاں ہے تیر حلق پہ بچے کے مار کر
مجھ سے نکل کے جنگ اب اے نابکار کر ۔ آتا ہوں ننھی لاش لحد میں اُتار کر
۱۸
سینے پہ میرے تیر لگاتا تو غم نہ تھا
بچہ میرا یہ ناقۂ صالح سے کم نہ تھا

یہ کہہ کے ذوالفقار سے کھودی وہیں زمیں ۔ رو رو کے کی سپردِ لحد لاشِ نازنیں
پھر منھ کو رکھ کے ننھی سی تربت پہ شاہِ دیں ۔ بولے کہ سوؤ چین سے اے میرے مہ جبیں
۱۹
تم یہ نہ جانیو کہ ہمیں چھوڑے جاتے ہیں
ہم بھی تمہارے پاس کوئی دم میں آتے ہیں

مرثیہ........میر مونسؔ

ہوئے جو پیاس سے جھولے میں نیم جاں اصغرؑ

ہوئے جو پیاس سے جھولے میں نیم جاں اصغرؑ صغیر و تشنہ و بے شیر و بے زباں اصغرؑ
پھرا کے آنکھیں لگے لینے ہچکیاں اصغرؑ پکاری بانوئے بیکس چلے کہاں اصغرؑ
ذرا سی عمر میں کیوں منہ کو ہم سے موڑتے ہو
قصور کیا ہے جو مادر کا ساتھ چھوڑتے ہو
۱

وطن سے میں تمھیں چھاتی لگا کے لائی ہوں دعائیں پڑھتی ہوئی کربلا تک آئی ہوں
ستم رسیدہ ہوں واری فلک ستائی ہوں نہ سمجھو ماں مجھے بیٹا تمہاری دائی ہوں
نہ موڑو آنکھ پیغمبرؐ کا واسطہ اصغرؑ
دغا نہ دو علی اکبرؑ کا واسطہ اصغرؑ
۲

بیاں یہ کرتی تھی اور روتی جاتی تھی مادر صدف کی طرح سے کھولے ہوئے تھے منہ اصغرؑ
رُکا ہے دم دل اُچھلتا ہے سینے کے اندر کبھی غش آتا ہے چونک اٹھتے ہیں کبھی رو کر
یہ دُکھ ہیں جان پر اور عمر میں ذرا سے ہیں
اشارہ نرگسی آنکھوں سے ہے کہ پیاسے ہیں
۳

نہ چونکے غش سے کسی طرح جب علی اصغرؑ علی کی بیٹیاں، بہویں ہوئیں بہت مضطر
پکاری شہ کو یہ ڈیوڑھی سے بانوئے بے پر شتاب آیئے اے ابنِ ساقیٔ کوثر
جہاں سے اصغرِؑ معصوم کوچ کرتا ہے
یہ بے زباں چھ مہینے کا پیاسا مرتا ہے
۴

یہ نوحہ سن کے شہؑ خاص و عام رن سے پھرے ۔ گئے تھے تشنہ دہن، تشنہ کام رن سے پھرے
۵
سوئے خیام فلک احتشام رن سے پھرے ۔ ہوا یہ ڈیوڑھی پہ غل لو امام رن سے پھرے
غش آ نہ جائے کہیں زخم کھائے آتے ہیں
قبا ہے سرخ لہو میں نہائے آتے ہیں

جناب زینب ناشاد یہ خیمے سے چلائی ۔ بہن نثار اس جانے آنے کے بھائی
۶
لہو یہ کیسا ہے، تلوار کیا کوئی کھائی ۔ پکارے شہؑ کہ نہیں اے بتولؑ کی جائی
نہ گھاؤ تیغ کا ہے اور نہ زخمِ خنجر ہے
مری قبا علی اکبرؑ کے خون میں تر ہے

یہ کہہ کے شہ سوئے گہوارۂ پسر آئے ۔ سروں کو پیٹتے اہلِ حرم نظر آئے
۷
قریب جھولے کے جب شاہِ بحر و بر آئے ۔ پسر کو جھک کے جو دیکھا تو اشک بھر آئے
اُٹھے تو بانوؑ کے رُخ پر نگاہ کی شہؑ نے
کلیجے ہل گئے اس طرح آہ کی شہؑ نے

محبتِ پدری سے ہوا جو ٹکڑے جگر ۔ اٹھا کے جھولے سے چھاتی لگا لیا رو کر
۸
کہا یہ بانوئے بیکس سے پھر بہ دیدۂ تر ۔ جو تم کہو تو اسے لے کے جاؤں دریا پر
حیات ہے تو یہ سیراب ہو کے آئیں گے
گِلہ نہ کیجیو گر جان کھو کے آئیں گے

قدم پہ گر کے یہ چلائی بانوئے دلگیر ۔ خدا کے واسطے کچھ جلد کیجئے تدبیر
۹
کرے گا رحم نہ بچے پہ کیا کوئی بے پیر ۔ صغیر، تشنہ دہن، بے گناہ، بے تقصیر
سُنے گا آپ سے حال اِس کا جو وہ روئے گا
کوئی تو صاحبِ اولاد رن میں ہوئے گا

یہ کہہ کے آنکھوں میں سُرمہ دیا بہ دیدۂ تر جھنڈولے بال سنوارے بلائیں لے لیکر
عمامہ رکھ دیا چھوٹا سا چاند سے سر پر پنہا چکی اُسے کُرتہ بھی جب وہ خستہ جگر
۱۰
کہا کہ بیبیو ! یوسفؑ ہے نونہال مرا
صغیر عمر میں دولھا بنا ہے لال مرا

قریبِ فوج پہنچے تو بولے بانیٔ شر لیے ہیں زیرِ عبا کیا حسینؑ تشنہ جگر
پکارا شمر کہ قرآں ہے شہؑ کے ہاتھوں پر کہا کسی نے نہیں، مرگیا ہے کوئی پسر
۱۱
رواں ہیں آنکھوں سے اشک سر جھکائے آتے ہیں
ہمارے سامنے میت اٹھائے لاتے ہیں

پکارے شاہ نہ میت ہے یہ نہ قرآں ہے مگر یہ مصحفِ ناطق کے جسم کی جاں ہے
بلا نصیب ہے، غربت زدہ ہے، مہماں ہے ستم رسیدہ ہے، تشنہ دہاں ہے، ناداں ہے
۱۲
اُمید قطع ہے اب اس کی زندگانی کی
نہ دودھ ہے کئی دن سے، نہ بوند پانی کی

یہ کہہ کے منہ سے پسر کے اٹھالیا دامن ستارۂ سحری تھا کہ ہوگیا روشن
پکارا حُرملہ کو بڑھ کے شمر ذی الجوشن ترا نشانہ ہے اس کی ڈھلی ہوئی گردن
۱۳
بچے نہ سینۂ شبیرؑ کے تلے اصغرؑ
لگا وہ تیر کہ ہچکی تک نہ لے اصغرؑ

بڑھا یہ سن کے پرے سے وہ مثلِ پیلِ دماں اٹھائی جوڑ کے تیرِ ستم شقی نے کماں
بہت پسر کو بچایا کیے امام زماں مگر ملی ہے کسے پنجۂ اجل سے اماں
۱۴
مُڑے اِدھر سے اُدھر کو تو زخم بازو تھا
گلے میں بچّے کے تیرِ ستم ترازو تھا

رُکی جو سانس تو چلائے اصغرِ مہ رو ترپ کے کھول دیا منہ ٹپک پڑے آنسو
۱۵
دہن سے دودھ بہا حلقِ نازنیں سے لہو ہلال بن گیا خوں کی شفق میں طوق گلو
دکھائی شکل اجل نے توڑ گئے اصغرؑ
لپٹ کے باپ کی چھاتی سے مر گئے اصغرؑ

پھرے یہ کہہ کے جو لاشہ لیے ہوئے شبیرؑ کھڑی تھی ڈیوڑھی پہ سر ننگے بانوئے دلگیر
۱۶
قریب آکے یہ چلائے شاہِ عرش سَریر سدھارے اصغرِ بےشیر کھا کے حلق پہ تیر
تمہارا ماہِ لقا خوں میں بھر گیا بانوؑ
ترپ ترپ کے یہ معصوم مر گیا بانوؑ

پکاری کوکھ پکڑ کر وہ بیکس و بے پر یہ کس کا نام لیا اے امامِ جن و بشر
۱۷
چھری سی دل پہ لگی، مر گئی یہ خستہ جگر جہاں سے اُٹھ گیا کس کا یہ نامُراد پسر
بتاؤ تیرِ ستم کس پہ چل گیا صاحب
یہ کیا کہا کہ کلیجہ نکل گیا صاحب

لہو میں ڈوب گیا میرا ہنسلیوں والا وہ سو رہا ہے جسے راتوں کو جاگ کر پالا
۱۸
نکل پڑوں گی کلیجہ ہے اب تہ و بالا یہ خوں بھرا ہوا دامن ہے اس پہ کیوں ڈالا
یہ شرم کیسی ہے لِلّٰہ بولیئے صاحب
مرے پسر کا ذرا منہ تو کھولیئے صاحب

اُٹھایا منہ سے جو بچّے کے شاہ نے دامن لہو میں سرخ تھا گل کی طرح وہ رشکِ چمن
۱۹
انگوٹھا ہونٹوں پہ تھا اور کھلا ہوا تھا دہن کبود گال تھے، کج تھی، ڈھلی ہوئی گردن
منہ اپنا بانو نے پیٹا تو کٹ گئے شبیرؑ
لٹا کے خاک پہ میّت کو ہٹ گئے شبیرؑ

حرم کا قافلہ سر پیٹنے لگا اِک بار ۲۰ زمیں پہ چہار طرف ہوئی وا مصیبتا کی پکار
پچھاڑیں کھا کے یہ چلائی بانوئے ناچار ارے میں لُٹ گئی، مارا گیا مرا دلدار
نہ تھامو، صاحبو! مجھ خستہ جاں کو رونے دو
جواں کو رو چکی، اب بے زباں کو رونے دو

کلیجہ پھٹ گیا، کرنے دو گریہ وزاری ۲۱ میں اپنے ننھے سے پیاسے شہید کے واری
لہو میں بھر گئیں ہے ہے یہ ہنسلیاں ساری یہ حلق ہے غضب اور زخم اس قدر کاری
کسے دکھاؤں یہ منکا ڈھلا ہوا لوگو!
بچھڑ گیا مرا بچّہ پلا ہوا لوگو!

کسے میں لوریاں دیدے کے اب سُلاؤں گی ۲۲ لٹا کے جھولے میں اب کس کے صدقے جاؤں گی
سر اپنا پیٹوں گی، تڑپوں گی خاک اُڑاؤں گی کہاں اب اے علی اصغرؑ میں تم کو پاؤں گی
چھٹے مہینے میں یوں موت آگئی بیٹا
ان انکھڑیوں کو نظر کس کی کھا گئی بیٹا

یہ دائی دستِ تاسف نہ کیوں ملے اصغرؑ ۲۳ نہ دانت نکلے نہ تم گھٹنیوں چلے اصغرؑ
ہماری چھاتی پہ اتنے دنوں پلے اصغرؑ رہو گے حشر تک اب خاک کے تلے اصغرؑ
کرے گا کون اُجالا جو روؤ گے بیٹا
اندھیری قبر میں کس طرح سوؤ گے بیٹا

یہ بین کر کے جو بیٹھی وہ بیکس و ناکام ۲۴ غش آگیا اُسے رانڈوں میں پڑ گیا کہرام
اُٹھا کے لاشِ پسر لے گئے امامِ انام بس آگے اب نہیں مونسؔ زباں کو تابِ کلام
جو اہلِ دل ہے مصیبت یہ سن کے روئے گا
یہ غم وہ ہے کہ نہ تا حشر ختم ہوئے گا

مرثیہ........میر مونسؔ

جب تیرِ ستم کھا کے قضا کر گئے اصغرؑ

جب تیرِ ستم کھا کے قضا کر گئے اصغرؑ   حق باپ کا بچپن میں ادا کر گئے اصغرؑ
جاں اپنی رہِ حق میں فدا کر گئے اصغرؑ   رو کر کہا حضرت نے یہ کیا کر گئے اصغرؑ ۱

جھولے سے بھی بیزار ہوئے گھر کو بھی چھوڑا
بابا کو بھی تنہا کیا مادر کو بھی چھوڑا

ماں باپ کے گھر میں چھ مہینے رہے مہماں   افسوس ہوئی سال گرہ بھی نہ مری جاں
مادر کی بھری گود کو تم کر گئے ویراں   یہ حلق کہاں اور کہاں تیر کا پیکاں ۲

بابا ترے صدقے میرے بھولے علی اصغرؑ
زخمی ہوئے پر منہ سے نہ بولے علی اصغرؑ

کیا درد سہا تیر کا اللہ رے شجاعت   حلقوم چھدا خوں میں بھری چاند سی صورت
لپٹے رہے بازو سے پدر کے بصد الفت   دم توڑ کے ہاتھوں پہ مرے کر گئے رحلت ۳

آفت زدہ جاں خانۂ تن سے نکل آئی
چھوٹی سی زباں خشک دہن سے نکل آئی

ایذائے سفر ایک تو رستے میں اٹھائی ۔ اور دوسرے راحت کسی منزل میں نہ پائی
تقدیر جب اس دشتِ بلا خیز میں لائی ۔ گھر پر ہوئی ماں باپ کے اعدا کی چڑھائی ۴
دو روز رہے شام سے بے چین سحر تک
اس دھوپ میں پیاسے رہے چوبیس پہر تک

غم کھاتی رہی آٹھ پہر بانوئے دلگیر ۔ واں پانی ہوا بند ادھر خشک ہوا شیر
سمجھا تھا کہ پانی تمہیں دے گا کوئی بے پیر ۔ لایا تو یہاں لاتے ہی گردن پہ لگا تیر ۵
اس ظلم کا دھڑکا تھا مجھے رات سے بیٹا
ہاتھ آیا نہ کچھ کھویا تمہیں ہات سے بیٹا

مرثیہ........میر نفیس

جاں بلب پیاس سے جب اصغرِ معصوم ہوئے

جاں بلب پیاس سے جب اصغرِ معصوم ہوئے ۱ غم سے مضطر حرمِ خاصۂ قیوم ہوئے
دیکھ کر اس کو پریشاں شہ مظلوم ہوئے دل سے کی آہِ جگر سوز یہ مغموم ہوئے
درد سے رونے لگے صحن میں آ کر شبیرؑ
خاک پر بیٹھ گئے سر کو جھکا کر شبیرؑ

آ کے جھولے کے قریں بولی یہ بانوئے حزیں ۲ ہائے بے آب پھڑکتا ہے مرا ماہِ جبیں
اب کوئی دم کا ہے مہماں پسرِ سرورِ دیں نہ جیئے گا مرا بچہ مرے دل کو ہے یقیں
کیوں نہ اس لال سے پہلے اجل آئی میری
لٹ رہی ہے چھ مہینے کی کمائی میری

صدقے ماں ہوگئی آنکھوں کو تو کھولو پیارے ۳ گل سے لب ہو گئے ہیں خشک عطش کے مارے
نظر آتے ہیں مرے لٹنے کے ساماں سارے کوئی اس مادرِ ناشاد کو تم پر وارے
مجھ کو غم اپنی جدائی کا نہ دیجیو بیٹا
ماں کو پردیس میں برباد نہ کیجیو بیٹا

کہہ کے یہ بیٹھ گئی پاس بحالِ مضطر ۴ بوسے لینے لگی آنکھوں کے وہ بادیدۂ تر
دیکھا اُکھڑا جو دم اس کا تو پکاری رو کر یا حسینؑ ابنِ علی لیجئے اصغرؑ کی خبر
آفتاب آپ کا اب پھول سا کملاتا ہے
دیکھئے میری ریاضت پہ زوال آتا ہے

یہ جو بانو نے کہا رونے کی برپا ہوئی دھوم ۔ گرد جھولے کے ہوا آلِ پیمبرؐ کا ہجوم
خاک پہ گر کے تڑپنے لگی اُمّ کلثومؑ ۔ کہا سر پیٹ کے زینبؑ نے کہ ہے ہے معصوم
چونک کر دخترِ سلطانِ مدینہ دوڑی
بھائی کے واسطے گھبرا کے سکینہ دوڑی
۵

آئے جھولے کے قریں سرورِ آوارِ وطن ۔ دیکھا مہماں کوئی ساعت کا ہے وہ غنچہ دہن
کھینچ کر سینہ سے اک آہ جھکے شاہِ زمن ۔ چوم کر ننھے سے بازو یہ کیا شہ نے سخن
پانی ملتا جو نہیں جھولے میں دم توڑتے ہو
اے مرے غنچہ دہن تم بھی ہمیں چھوڑتے ہو
۶

کہہ کے یہ ہاتھ دھرا سینہ پہ اُس کے یک بار ۔ اور پڑھا سورۂ الحمد بچشمِ خوں بار
دیکھ کر بانو کو بولے یہ امامِ ابرار ۔ تم ہو آگاہ کہ دشمن ہیں مرے سب کفّار
حال بے شیر کا ملعونوں کو دکھاتا ہوں
خیر اصغرؑ کو میں دریا پہ لئے جاتا ہوں
۷

پر نہ دیں گے اسے پانی مرے دل کو ہے یقیں ۔ میرے بچوں کی بھی قاتل ہے سپاہِ بے دیں
رو کے حضرت سے یہ کہنے لگی بانوئے حزیں ۔ ہائے اتنوں میں کوئی صاحبِ اولاد نہیں
کیا ملے گا انھیں یہ طفل جو بے جاں ہو گا
ایک قطرے میں تو اعدا کا نہ نقصاں ہو گا
۸

گود میں سبطِ پیمبرؐ کے دیا بادلِ زار ۔ کہا لو جاؤ سوئے نہر یہ مادر ہو نثار
رحم فرمائے تری پیاس پہ ربِ غفار ۔ پھر دکھانا مجھے یہ چاندی سی شکل اے دل دار
لو تمہیں میں نے شہ عقدہ کشا کو سونپا
کیا اصغرؑ نے اشارہ کہ خدا کو سونپا
۹

نکلے خیمے سے اُسے لے کے امامِ دوسرا ۱۰ تھی بہت دھوپ اُڑھایا اسے دامانِ عبا
کیا کہوں حالتِ فرزندِ جنابِ زہرؑا اشک آنکھوں میں خمیدہ کمر اور لب پہ بُکا
سر کو نیہوڑا کے شہ جنّ و بشر جاتے تھے
پاؤں تھراتے تھے جس دم تو ٹھہر جاتے تھے

پہنچے اس حال سے رن میں جو شہ عرش سریر ۱۱ دیکھ کر شاہ کو حیران ہوئی فوجِ شریر
بولے آپس میں یہ تب دشمنِ شاہِ دلگیر مر گیا ہوئے گا بے آب کوئی طفلِ صغیر
گھر سے روتے ہوئے سلطانِ زمن آتے ہیں
دفن کے واسطے شاید اُسے یہاں لاتے ہیں

بولے شبیرؑ یہ میّت نہیں اے اہلِ ضلال ۱۲ ابھی زندہ ہے مگر پیاس سے مرتا ہے یہ لال
نظرِ غور سے دیکھو مرے معصوم کا حال تم سے اس کے لئے کرتا ہوں میں پانی کا سوال
سارے دریا کو تو یہ طفل نہ پی جائے گا
اک قطرہ اسے دو گے تو یہ جی جائے گا

کہہ کر یہ کھول دیا شہ نے رُخِ پاکِ پسر ۱۳ سب نے جانا کہ نمایاں ہوا بدلی سے قمر
نورِ رُخ دیکھ کے بولے یہ کئی بانیِ شر اے حسینؑ ابنِ علیؑ کس کا ہے یہ نورِ نظر
رو کے حضرت نے کہا عرش کا تارا ہے
یارو مجھ بیکس و مظلوم کا پیارا ہے

پسرِ شافعِ محشر ہے یہ اے اہلِ ستم ۱۴ اُس کا پوتا ہے جو ہے عقدہ کشائے عالم
اس کا بھائی ہے کیا جس کو سناں سے بے دم نام اس کا علی اصغرؑ ہے کہ ہے عمر میں کم
پانی دو گے تو قیامت میں یہ کام آئے گا
ساتھ اپنے تمہیں کوثر پہ یہ لیجائے گا

۱۵

یہ جو حضرت نے لعینوں سے کہا بادلِ زار حالِ معصوم پہ گریاں ہوئی فوجِ کفّار
تب کہا شمرِ سیہ قلب نے بڑھ کر یکبار ایک قطرہ اسے پانی کا نہ دیں گے زنہار
گو یہ بچّہ ہے مگر خوں میں بھریں گے اس کو
تیرِ بیداد سے اب قتل کریں گے اس کو

۱۶

سن کے یہ شاہ نے کھینچی دلِ پُر درد سے آہ دیکھ کر بچّے کو بولے یہ امامِ ذی جاہ
لو مری جاں نہیں دیتے تمہیں پانی گمراہ کیا کروں میں مرا کچھ بس نہیں اے غیرتِ ماہ
یہاں بجھے گی نہ تری تشنہ دہانی بیٹا
جاکے اب خلد میں پی لیجیو پانی بیٹا

۱۷

یہاں رقم کرتا ہے راوی یہ بصد درد و بُکا صفِ اوّل سے بنِ کاہلِ بے پیر بڑھا
رکھ کے چلّہ میں خطا کار نے ایک تیرِ جفا تاک کر گردنِ معصوم کی جانب چھوڑا
چاند سے حلق سے وہ تیرِ ستم پار ہوا
دلِ شبیرؑ سے اک نشترِ غم پار ہوا

۱۸

چھد گیا تیر سہ پہلو سے جو ننھا سا گلو دودھ کے بدلے اُگلنے لگا منھ سے وہ لہو
ہچکیاں لینے لگا ہاتھوں پہ جب وہ گلرو دیکھ کر ہوگئے بیتاب امامِ خوش خو
صورتِ ماہیٔ بے آب وہ دلبر تڑپا
مرغِ بسمل کی طرح یہاں دلِ سرور تڑپا

۱۹

اتنے میں اُس کو لگی موت کی ہچکی آنے ننھے ننھے سے وہ بازو بھی لگے تھرّانے
پتلیاں پھر گئیں وہ پھول لگا مرجھانے آہ کی سینے سے لختِ جگرِ زہراؑ نے
کوئی دم سہہ نہ سکے صدمۂ پیکاں اصغرؑ
ہوگئے باپ کی آغوش میں بیجاں اصغرؑ

مر گیا شاہ کے ہاتھوں پہ جو وہ طفلِ حسیں ۲۰ شاہ اس درد سے روئے کہ ہلا عرشِ بریں
آئے مقتل میں لئے لاشِ پسر سرورِ دیں پاس اکبرؑ کے لٹا کر کہا اے ماہِ جبیں
چھوٹے بھائی سے خبردار کہ دُکھ پائے ہیں
آپ کے پہلو میں سونے کے لئے آئے ہیں

درِ خیمہ سے یہ بانوؑ نے پکارا ناگاہ ۲۱ کہیئے سیراب ہوا نہر سے وہ غیرتِ ماہ
غم سے دل سینے میں بیتاب ہے اس دم یا شاہ لائیے جلد مرے لعل کو اے عرش پناہ
علی اصغرؑ نہیں گودی میں تو گھبراتی ہوں
آیئے آپ نہیں میں ہی نکل آتی ہوں

کہیئے حال اس کا لعینوں کو دکھایا کہ نہیں ۲۲ رحم اصغرؑ پہ کسی شخص کو آیا کہ نہیں
جا کے دریا پہ اُسے پانی پلایا کہ نہیں کوئی قطرہ مرے بے شیر نے پایا کہ نہیں
شاہ چلائے کہ پیاسے گئے مارے اصغرؑ
اب کسے لاؤں میں کوثر پہ سدھارے اصغرؑ

بانو چلائی کہ لوٹی گئی میں ہائے غضب ۲۳ چھٹ گیا مجھ سے مرا لال دُہائی یارب
حرمِ سیّدِ ذیجاہ لگے پیٹنے سب پاس پردے کے تڑپنے لگی آ کر زینبؑ
بانو سر پیٹ کے اصغر کو جو چلاتی تھی
صاف زہراؑ کی بھی رونے کی صدا آتی تھی



مرثیہ........میر محمود علی لائق

رن میں اصغرؑ کو لیے ہاتھوں پہ آئے ہیں حسینؑ

رن میں اصغر کو لیے ہاتھوں پہ آئے ہیں حسینؑ ۔ اپنے دلبر کو کلیجے سے لگائے ہیں حسینؑ
امتحاں میں سرِ تسلیم جھکائے ہیں حسینؑ ۔ نذرِ حق کیلیے ششماہے کو لائے ہیں حسینؑ
پھول کو دھوپ کی حدّت سے بچائے ہوئے ہیں
اپنا دامانِ عبا منہ پہ اُڑھائے ہوئے ہیں
۱

گرچہ دل ہے غم واندوہ سے مغموم کمال ۔ پر خوشی حق کی ہے مطلوبِ شہِؑ نیک خصال
رن میں لاتے تو ہیں بچے کو بصد استقلال ۔ مگر آتا نہیں لب تک کبھی پانی کا سوال
طلبِ آب میں شرم آتی ہے مضطر ہیں حسینؑ
یہ سبب ہے پسرِ ساقیِ کوثر ہیں حسینؑ
۲

اپنے معصوم کے چہرے سے ہٹا کر چادر ۔ کلمہ گویوں کو وہ دکھلاتے ہیں حالِ اصغرؑ
یہی فرماتے ہیں رو رو کے شہِ جن و بشر ۔ جان بہ لب پیاس سے یہ طفل ہے اے بانیٔ شر
رحم دل ہے کوئی جو نہر سے لادے پانی
مر رہا ہے اسے تھوڑا سا پلادے پانی
۳

پھر یہ بے شیر سے فرماتے ہیں سلطانِ انام ۔ میری باتوں کو نہیں مانتے ہیں یہ بدانجام
بے زباں گو ہوا بھی کر نہیں سکتے ہو کلام ۔ ختم حجت کرو تم بھی کہ ہو فرزندِ امامؑ
سُن کے یہ حکمِ امامِ دوجہاں اصغرؑ نے
سب کو سوکھی ہوئی دکھلائی زباں اصغرؑ نے
۴

دیکھا یہ حال تو بیتاب ہوا لشکرِ شوم ۵ یک زباں بول اٹھے سب ہے یہ بچہ معصوم
حیف ہے آبِ رواں سے بھی یہ ہوئے محروم یہ تو وہ حال ہے پتھر سا بھی دل ہو مغموم
ہم کو لازم ہے ابھی نہر سے لائیں پانی
جلد مرتے ہوئے بچّے کو پلائیں پانی

دیکھ کر درہم و برہم سپہ جور و جفا ۶ حُرملہ کو پسرِ سعد نے یہ حکم دیا
قدر اندازوں اب مثل نہیں ہے تیرا دور ایسا نہیں کچھ تاک لے اصغرؑ کا گلا
سر کر اِک تیر کہ بچہ یہ ہدف ہو جائے
ڈر یہ ہے فوج شہ حضرت کی طرف ہو جائے

پسر سعد کا یہ حکم جو پایا اُس نے ۷ اپنے ایمان کا گھر ہاتھوں سے ڈھایا اُس نے
قبر میں روحِ پیمبرؐ کو ستایا اُس نے حضرت فاطمہ زہراؑ کو رُلایا اُس نے
تاک کر حلق کو چلّے سے رہا تیر کیا
زخمی اصغرؑ کا گلا بازوئے شبیر کیا

خوں اُگلنے لگا بے شیر کا جب زخمِ گلو ۸ حلق کے نیچے رکھا شاہ نے اپنا چُلّوُ
بھر گیا دستِ مبارک میں جو اصغرؑ کا لہو پھینکنا چاہتے تھے خاک پہ شاہِ خوشخو
دی زمیں نے یہ صدا قحط ابھی برپا ہوگا
ایک دانہ نہ مرے بطن سے پیدا ہوگا

چاہا تب سوئے فلک پھینک دیں بے شیر کا خوں ۹ آئی آواز میں اِس بوجھ کے قابل نہیں ہوں
میری سمت آیا لہو گر تو برا ہے یہ شگوں ہوگا پھر پانی سے سرسبز نہ ربع مسکوں
ایک قطرہ نہ کبھی ابر سے پھر برسے گا
بوند پانی کو زمانے میں ہر اک ترسے گا

گوش زد جب یہ ہوئی ارض و سما کی تقریر
متردّد ہوئے کچھ دیر شہِ عرش سریر ۱۰
پیار سے چوم کے پھر زخمِ گلوئے بے شیر
کہا اصغر سے کہ کچھ تم ہی بتاؤ تدبیر

ہے جو ناراض زمیں چرخ بھی انکاری ہے
سب کو اے لال ترے خون سے بیزاری ہے

راہیٔ خلد ہوئے آپ تو چھدوا کے گلو
مجھے بتلاؤ کہ میں کیا کروں اصغرؑ یہ لہو ۱۱
گرز میں پر اسے پھینکوں نہ ہو دانے کا نمو
چرخ پر پھینکوں تو ہو قحط سے اک عالم ہو

خونِ ناحق سے ترے کوئی نہیں راضی ہے
نہ فلک راضی ہے بٹیا نہ زمیں راضی ہے

کہہ کے یہ ہو گئے خاموش جو کچھ بس نہ چلا
سوچ کر کچھ وہی خوں چہرۂ اقدس پہ ملا ۱۲
اشک آنکھوں سے بہے تا جگر و قلب جلا
صبر یہ اُس کا ہے آغوشِ نبیؐ میں پلا

کہتے تھے بارِ خدا صبر دکھاتا ہوں میں
سُرخرو اب ترے دربار میں آتا ہوں میں

لاش کو سینے سے چمٹائے بہ چشمِ گریاں
آئے خیمے کے جو نزدیک شہ کون و مکاں ۱۳
گوش زد ہونے لگی رانڈوں کی فریاد و فغاں
مضطرب سب سے زیادہ علیؑ اصغر کی تھی ماں

شہ کی آہٹ جو سُنی اہلِ حرم آنے لگے
آپ نے دیکھا جو بانوؑ کو تو شرمانے لگے

سمجھیں بانو کہ ہیں شرمندہ امامِ ابرار
جانبِ لاشِ پسر ہاتھ بڑھا کر اک بار ۱۴
لے لیا گود میں اور لاشے کو کرنے لگیں پیار
یہ کیے بین کہ اس چھوٹی سی میت کے نثار

ایک قطرہ نہ ملا ہائے مرے جانی کو
لعل سی جان گئی آگ لگے پانی کو

شہِ مظلوم یہ فرمانے لگے اے باتُو راہِ حق میں دیا زینبؑ نے بھی دو بیٹوں کو
۱۵
اکبرؑ و اصغرؑ معصوم کا تم سوگ رکھو فاطمہؑ کی ہو بہو صبر کرو صبر کرو

پیٹنے رونے میں اللہ کی ناراضی ہے

ہیں جو راضی بہ رضا اُن سے خدا راضی ہے

کہہ کے یہ لاشِ پسر لے چلے رن کو شہِ دیں پہنچے مغموم و حزیں گنجِ شہیداں کے قریں
۱۶
قبر کے واسطے کرتے تھے تلاش ایسی زمیں نہ لحدِ بچّے کی پہچان سکے کوئی لعیں

کوئی پہنچا نہ سکے قبر میں دُکھ اصغر کو

کوئی بے رحم ستمگار نہ کاٹے سر کو

ایک جا بیٹھ گئے خاک پہ با حالِ تباہ صدمہ و غم سے نگاہوں میں زمانہ تھا سیاہ
۱۷
کھود کر تیغ سے ننھی سی لحد باغم و آہ دفن اصغرؑ کو کیا اور کہا اِنا للہ

پر شہِ دیں نے بنایا نہ نشاں تُربت کا

تاکہ ہوئے نہ کسی کو بھی گماں تُربت کا

فرطِ اندوہ سے تیورا کے گرے پھر سرِ خاک دیر تک رکھے رہے قبرِ پسر پر رُخِ پاک
۱۸
پھر زمیں سے یہ کہا تھام کے قلبِ صد چاک میرا بچّہ ہے یہ لختِ دلِ شاہِ لولاک

اب کوئی ظلم مرے لال پہ تُربت میں نہ ہو

اے زمیں فرق کوئی میری امانت میں نہ ہو



مرثیہ........میر نفیس

غش ہوئے پیاس سے جب بانو کے جانی اصغرؑ

۱
غش ہوئے پیاس سے جب بانو کے جانی اصغرؑ طفل تھے سہ نہ سکے تشنہ دہانی اصغرؑ
بانوؑ چلّائی مرے یوسفِ ثانی اصغرؑ چلے پیاسے نہ میسّر ہوا پانی اصغرؑ
دیکھوں کن آنکھوں سے میں حال تمہارا بیٹا
ہے غضب تشنہ لبی نے تمہیں مارا بیٹا

۲
تیرے ان سوکھے ہوئے ہونٹوں کے قربان مادر لگ گئی نرگسی آنکھوں کو تری کس کی نظر
نکل آئی ہے زباں چھوٹی سی منہ کے باہر چھوڑتے ہو مری آغوش کو ہے ہے دلبر
گُل سے رُخسار بھی اب زرد ہوئے جاتے ہیں
ہاتھ اور پاؤں تیرے سرد ہوئے جاتے ہیں

۳
ہائے پانی علی اصغرؑ میں کہاں سے لاؤں ہاتھ سے جاتے ہو بیٹا تمہیں کیونکر پاؤں
دَم گھٹا جاتا ہے کس طرح نہ میں گھبراؤں کھول دو نرگسی آنکھوں کو میں صدقے جاؤں
چھ مہینے کی نہ محنت مری برباد کرو
پھر اُسی طرح سے ہنس کر مرا دل شاد کرو

۴
بانوؑ یہ کہتی تھی اور خیمے میں تھی رونے کی دُھوم گرد گہوارۂ اصغرؑ کے حرم کا تھا ہجوم
رو کے زینبؑ سے یہی کہتی تھی اُمّ کلثومؑ پھپھو فضّہ کو چلے آئیں امامِ مظلوم
کوششِ آپ کریں وہ کہ پسر مرتا ہے
چھوٹا فرزند بھی دنیا سے سفر کرتا ہے

شور رونے کا جو گھر سے گیا میدان تلک گھر میں گھبرائے ہوئے آئے شہِ جنّ و ملک
دیکھا اشکوں سے ہر اک بی بی کی ڈوبی ہے پلک ۵ سوچا اب دیکھیئے کیا ہم کو دکھاتا ہے فلک
کہا بانوؔ سے ہٹو گرد سے گہوارے کے
باپ کو پاس تو آنے دو مرے پیارے کے

آب دیدہ ہوئے شہؑ نے جو سُنا حالِ پسر پاس آ جھولے کے تکنے لگے سوئے دلبر
کہا بانوؔ سے تردّد نہیں کرنا بہتر ۶ جان کی خیر ہے اِس بچّے کی پیاسا ہے مگر
دَم ہے اُکھڑا یہ ہے نبضوں میں روانی بانوؔ
چونک اٹھے ابھی مل جائے جو پانی بانوؔ

شاہ نے جھولے سے ہاتھوں پہ اٹھایا اُس کو پیار سے چوم کے چھاتی سے لگایا اُس کو
پر بہت پیاس سے بے حال جو پایا اُس کو ۷ جلد لیجا کے لعینوں کو دکھایا اُس کو
کہا تم لوگوں سے پانی کی طلب بیجا ہے
ماں نے اس بچّے کی دریا پہ مجھے بھیجا ہے

اور جو پیاسے تھے وہ تو گئے سب کوثر پر مرتے مرتے بھی لب اُن کے نہ ہوئے پانی سے تر
ایک بچہ یہی باقی ہے مرا تشنہ جگر ۸ رحم اس پہ کرو پیاسا ہے بہت یہ دلبر
باتیں یہ سُن کے بھی ملعون نہ شرماتے تھے
پانی پانی شہِؑ مظلوم ہوئے جاتے تھے

کھڑے تھراتے تھے غیرت سے امامِ خوشخو بولا کوئی اِسے پانی دو کوئی بولا نہ دو
حاکمِ شام کے بھی حکم سے کچھ واقف ہو ۹ یہی اب تک ہے منادی کہ تم پانی نہ دو
بولے شہؑ یہ تو ہے معصوم گو پیاسا ہوں میں
پر رہے دھیان محمدؐ کا نواسا ہوں میں

پانی دینا مجھے مشرب میں تمہارے ہے گناہ ۔۔۔ ہے یہ بچّہ اِسے دو تھوڑا سا پانی لِلّٰہ
۱۰
پیاس سے اس میرے معصوم کی حالت ہے تباہ ۔۔۔ نہ ملا پانی تو مرجائے گا یہ غیرتِ ماہ

آج سیراب اگر یہ گُلِ خنداں ہو گا
احمد و حیدر و شبیرؑ پر احساں ہو گا

گر ہے یہ دھیان کہ پی لے گا علی کا دلبر ۔۔۔ ہاتھ سے اپنے پلادو اسے پانی لے کر
۱۱
تشنہ لب کھا کے سناں خلق سے جائے اکبر ۔۔۔ اور حسینؑ اپنے لبِ خشک کرے پانی سے تر

بھائی عباسؑ کے مرجانے نے مارا ہے مجھے
آپ ہی نہر کے پانی سے کنارا ہے مجھے

شہؑ بیکس نے لعینوں سے جو یہ کی تقریر ۔۔۔ سر کو جھوڑا لیا اور رونے لگے کتنے شریر
۱۲
ہاتھوں میں لے کے کماں کہنے لگا اک بے پیر ۔۔۔ مارتا ہوں پسرِ فاطمہؑ کے لال کو تیر

اس کی گردن سے جو پیکان گزر جائے گا
ساتھ فرزند کے شبیرؑ بھی مرجائے گا

کہہ کے یہ تیر ستمگر نے کماں میں جوڑا ۔۔۔ دین سے دولتِ دنیا کے لیے منہ موڑا
۱۳
یوں کماں سے شہِ آفاق کی جانب چھوڑا ۔۔۔ چھیدا بچّے کا گلا، بازوئے سرور توڑا

خون ننھی سی جو گردن سے رواں ہونے لگا
چھاتی سے بیٹے کو لپٹا کے پدر رونے لگا

خوں سے آلودہ تھا کُرتے کا گریباں سارا ۔۔۔ زرد تھا صدمے سے منہ چاند سا پیارا پیارا
۱۴
حلق سے چھوٹتا تھا خون کا اِک فوارا ۔۔۔ کچھ نہ بن آتی تھیں حیران تھا پدر بیچارا

دَم جو تھا بند نہ زندہ رہے دم بھر اصغرؑ
مر گئے شاہ کی گودی میں تڑپ کر اصغرؑ

دیکھ کر جانبِ افلاک یہ بولے شبیرؑ　　مارا اعدا نے میرے لال کو اے حیِ قدیر
رہیو شاہد کہ یہ بچہ تھا مرا بے تقصیر　　بوند بھر پانی طلب کرنے پہ مارا اِسے تیر
۱۵
اِن ستمگاروں نے برباد کیا گھر میرا
کم نہ تھا ناقۂ صالحؑ سے یہ دلبر میرا

کہہ کے یہ بچّے کی میت پہ اُڑھائی چادر　　اور چلے روتے ہوئے خیمے کی جانب سرور
پاؤں تھراتے تھے اور سینے میں دل تھا مضطر　　کہتے تھے سامنے بانوؑ کے میں جاؤں کیوں کر
۱۶
جب وہ پوچھے گی نہ آئے میرے پیارے اصغرؑ
اُس سے کس منہ سے کہوں گا گئے مارے اصغرؑ

دل سے یہ کہتے ہوئے خیمے کے در پر آئے　　غُل ہوا رانڈوں میں میدان سے سرور آئے
بانوؑ کہتی ہوئی دوڑی، میرے دلبر آئے　　امّاں قربان ہو، تم اے علی اصغرؑ آئے
۱۷
ہاتھ پھیلا کے کہا شاہؑ سے لاؤ صاحب
اب نہ صدمے مری خاطر سے اٹھاؤ صاحب

سُن کے بانوؑ کا سخن شاہ کا دل بھر آیا　　چشم سے اشک بہے شرم سے سر نہوڑایا
دیکھ کر جانبِ شہؑ بانو کو رونا آیا　　عرض کی کیا نہ میرے لال نے پانی پایا
۱۸
وجہ کیا منہ جو پسر کا نہیں دکھلاتے ہو
کیا ہے صدقے گئی کیوں لونڈی سے شرماتے ہو

شاہؑ نے بچّے کے منہ پر سے ہٹایا دامن　　دیکھا بانوؑ نے کہ سب خون میں ڈوبا ہے بدن
تیرِ آفت سے صراحی سی چھدی ہے گردن　　اور کُھلا رہ گیا ہے صورتِ سوفار دہن
۱۹
خون سے چاند سے رُخسار بھرے ہیں دونوں
ہاتھ بھی خوں بھرے چھاتی پہ دھرے ہیں دونو

لے کے گودی میں پکاری مرے دلبر ہے ہے　۲۰　پیاسے مارے گئے کمسن علی اصغرؑ ہے ہے
ننھّی گردن پہ لگا تیرِ ستمگر ہے ہے　　خون میں چاند سے رُخسار ہوئے تر ہے ہے

راحت اِس دشتِ مصیبت میں نہ اُصلا پائی
زخم کا دور سہا، پیاس کی ایذا پائی

گھر سے میداں میں تمہیں بھیج کے میں پچھتائی　۲۱　واری ماں بوند بھی پانی کی نہ تم نے پائی
ہائے قسمت نے تیری لاش مجھے دکھلائی　　میرے مرجانے کے دن تھے پہ تمھیں موت آئی

ہے غضب مَر نہ گئی پالنے والی بیٹا
کر گئے میری گود کو خالی بیٹا

ماں کو ارمان تھا سو گھٹنیوں تم تو نہ چلے　۲۲　اٹھ گئے گلشنِ ایجاد سے پھولے نہ پھلے
چھ مہینے مری آغوش میں راحت سے پلے　　امّاں صدقے گئی اب سوؤ گے مٹی کے تلے

ماں کو پوچھو گے نہ بہنیں تمہیں یاد آئیں گی
حسرتیں خاک میں ساری مری مل جائیں گی

کہہ کے یہ ہوگئی غش بانوئے تفتیدہ جگر　۲۳　لے گئے گود سے شہ روتے ہوئے لاشِ پسر
بہنیں چلّائیں کہ چھوڑا ہمیں بھیّا اصغرؑ　　بس نفیسؔ آگے دعا مانگ یہ با دیدۂ تر

تعزیہ داروں کے گھر خلق میں آباد رہیں
پسرِ فاطمہؑ کے دوست سدا شاد رہیں



مرثیہ........نسیم امروہوی

جب فاطمہؑ کے سب گلِ ترخوں میں بھر گئے

جب فاطمہؑ کے سب گلِ ترخوں میں بھر گئے ۔۔۔ مقتل کی راہ سے سفرِ خلد کر گئے
بیکس کے سارے چاہنے والے گزر گئے ۔۔۔ عباسؑ مر گئے، علی اکبرؑ بھی مر گئے
فردوس کو رواں ہوئے منھ موڑ موڑ کے
سب چل بسے حسینؑ کو غربت میں چھوڑ کے ۔۔۔ ۱

صابر نے سب جفائیں سہیں بددعا نہ کی ۔۔۔ گھر لُٹ گیا پہ منھ سے شکایت ذرا نہ کی
اوروں کو روئے اپنے پسر کی عزا نہ کی ۔۔۔ بیٹا جوان مر گیا، آہ و بُکا نہ کی
اتنا کہا کہ غم سے جگر چاک چاک ہے
اے لال! اب حسینؑ کے جینے پہ خاک ہے ۔۔۔ ۲

ریتی پہ برچھی کھائے پڑا تھا جو نورِ عین ۔۔۔ بیٹھے تھے دل کو پکڑے ہوئے شاہِ مشرقین
ناگاہ اک کنیز پکاری بہ شور و شین ۔۔۔ دم توڑتا ہے پیاس سے بے شیر یا حسینؑ
لِلّٰہ جلد خیمے میں تشریف لائیے
بانو کا لال روٹھ گیا ہے منائیے ۔۔۔ ۳

بسمل ہوئے یہ سنتے ہی مظلومِ کربلا ۔۔۔ اُٹھے کمر پکڑ کے بصد نالہ و بُکا
آئے جو خیمہ گاہ میں دیکھا یہ ماجرا ۔۔۔ منکا ڈھلا ہے سرد ہیں بچّے کے دست و پا
جھولے میں جاں بلب جو ہیں اصغر پڑے ہوئے
روتے ہیں اہلِ بیتؑ پیمبرؐ کھڑے ہوئے ۔۔۔ ۴

گو دل کو الفتِ پدری نے ہلا دیا ۔ پر جُھک کے کان میں کوئی مژدہ سنا دیا
بچّے نے آنکھیں کھول دیں اور مُسکرا دیا ۔ ہاتھوں کو شہؑ کی سمت ہُمک کر بڑھا دیا
۵
پھر ضعف تھا نہ پیاس سے حالت تباہ تھی
قلقاریاں تھیں اور سوئے مقتل نگاہ تھی

مُرجھا کے کھل گیا وہ گلِ تر جو ایک بار ۔ زینبؑ نے کی یہ عرض کہ اے شاہِ نامدار
کیا کہہ دیا کہ پیاس بھی بھولا یہ شیر خوار ۔ بولے، کہا تھا ہم نے کہ اُٹھو پدر نثار
۶
اکبرؑ شہید ہو گئے اُمت کے واسطے
اب تم بھی جان دے دو شفاعت کے واسطے

اُمت کا پاس ہے، جو میرے پاس آئے ہیں ۔ ماں سے بھی شوقِ مرگ میں آنکھیں پھرائے ہیں
بانو پکاریں کیوں نہ ہو زہراؑ کے جائے ہیں ۔ اخلاقِ مصطفےٰؐ مرے بچّے نے پائے ہیں
۷
دل پر خوشی سے داغ میں ان کا اٹھاؤں گی
سب منتیں جنازے پہ رو کر بڑھاؤں گی

لو آؤ بیبیو! انھیں دولھا بناؤں میں ۔ زلفیں سنواروں، آنکھوں میں کاجل لگاؤں میں
سب ہنسلیاں بھی طوق بھی ان کو پنھاؤں میں ۔ اکبرؑ کو تو بلاؤ کہ سہرا منگاؤں میں
۸
اِس لفظ نے کلیجے میں نشتر چبھو دِیئے
زینبؑ تڑپ کے رہ گئیں شبیر رو دِیئے

بچّے کو ماں نے اُجلا سا کرتہ پنھا دیا ۔ ننّھا عمامہ باندھ کے دولھا بنا دیا
مٹی کا عطر مل کے شلوکہ بسا دیا ۔ باچھوں کا دودھ اپنی ردا سے چھڑا دیا
۹
اشکوں کے دُر نثار کیے رول رول کر
صدقے کی طرح گرد پھری بال کھول کر

دولھا بنا جو بانوئے سرور کا بے زباں ۱۰ زینبؑ بلائیں لینے لگیں ہو کے نیم جاں
منھ چوم کر جو سب نے دعا دی بصد فغاں اصغرؑ کا ہاتھ ماتھے پہ رکھ کر پکاری ماں

لو بیبیو! اب اپنے کلیجوں کو تھام لو
رخصت طلب ہیں اصغرؑ ناداں سلام لو

اصغرؑ کو لے کے دشت میں آئے شہ ہدا ۱۱ بچے کا منھ دکھا کے یہ فوجوں کو دی ندا
یہ بے زبان رحم کے قابل نہیں ہے کیا دو دن سے اس غریب کو پانی نہیں ملا

بچہ نڈھال ہے اسے تھوڑا سا آب دو
صورتِ سوال ہے اسے تھوڑا سا آب دو

پھر منھ کو چوم کر علی اصغرؑ کو دی ندا ۱۲ تم بھی تو کچھ اشاروں سے کہہ دو پدر فدا
سمجھیں تو یہ کہ ہو پسرِ حجتِ خدا بچے نے کی یہ سن کے نظر سوئے اشقیا

منھ سے نہ کچھ کہا، پہ جو کہنا تھا کہہ گئے
سوکھی زبان پھیر کے ہونٹوں پہ رہ گئے

حاکم نے حرملہ سے اشاروں میں کچھ کہا ۱۳ ہنستا ہوا وہ شوم کمیں گاہ کو چلا
بچے کو لے کے پیچھے ہٹے شاہِ کربلا ناگہہ زمین کانپ گئی، آسماں ہلا

واں تیرِ غم لگا کے وہ سفاک ہٹ گیا
یاں ہاتھوں پر تڑپ کے یہ بچہ اُلٹ گیا

بازو چھدا حسینؑ کا، بے شیر کا گلا ۱۴ اک آہ بھر کے رہ گئے مظلوم کربلا
بیٹے کی سمت دیکھ کے بولے کہ میں فدا کیوں میری جان، پیاس بجھی حلق تر ہوا

جا کر ریاضِ خلد میں اب شیر پیجیو
داد اپنے صبر کی مرے بابا سے لیجیو

تھی گرچہ اُلفت پدری سے نہ دل کو تاب   فطرت سے لڑ رہا تھا مگر جانِ بوتراب
۱۵
دل رو کے کہہ رہا تھا کہ اے دلبر رباب   اس امتحان میں بھی ہوا باپ کامیاب

چونکو تو تیر کھینچ لیں ہم منھ کو پھیر کے
اے لال! اُف نہ کیجیو پوتے ہو شیر کے



مرثیہ........مرزا فصیح

نکلے خیمہ سے جو لے کر علی اصغرؑ کو حسینؑ

۱

نکلے خیمہ سے جو لے کر علی اصغرؑ کو حسینؑ دونوں ہاتھوں پہ دھرے تھے تن لاغر کو حسینؑ
اُس پہ ڈالی ہوئی اک اجلی سی چادر کو حسینؑ دھوپ میں سایہ کیئے لاتے تھے دلبر کو حسینؑ
اشک آنکھوں سے نہ تھمتے تھے بہے جاتے تھے
سر جھکائے ہوئے خاموش چلے جاتے تھے

۲

دل میں کہتے تھے کہ اے خالق ذوالمجد وجلال میں نے کچھ چیز نہیں مانگی کسی سے تا حال
آج حیران ہوں آتا ہے یہ ہر بار خیال ان لعینوں سے کروں آب کا کیونکر میں سوال
آج کا روز قیامت سے نہیں کم مجھ کو
علی اصغرؑ کا ہے واللہ بڑا غم مجھ کو

۳

اس طرف تھے شہِ بیکس کے یہ پر درد سخن اس طرف دور سے یہ دیکھ کے بولے دشمن
کیا ہے شبیر کے یہ ہاتھ پہ مانندِ کفن اک لگا کہنے کہ ہوتا ہے یہ مجھ پر روشن
تشنگی سے کسی معصوم کا دم نکلا ہے
دفن کرنے اسے یہ کشتۂ غم نکلا ہے

۴

ناگہاں تاک کے بیرحم نے مارا اک تیر حلق اصغر کا چھدا دستِ جنابِ شبیرؑ
تیر جس وقت لگا چونک پڑا غش سے صغیر اس کا پیکان سے گلا بند ہوا وقتِ اخیر
چاہتا تھا کہ کرے گریہ نہ رو سکتا تھا
حلق میں تیر تھا اور باپ کا منہ تکتا تھا

سخت بے رحم ہو تم کو نہیں کچھ خوفِ خدا   خیر پروا نہیں دنیا کا ہے عرصہ تھوڑا
آخر اے اہلِ ستم روز جزا بھی ہوگا   اُس دن آوں گا میں اصغرؑ کو لئے خون بھرا ۵

جو ستم آج کرو گے متحمل ہے حسینؑ
نا قصور سمجھے ہو کیا صبر میں کامل ہے حسینؑ

کہہ کے یہ شاہ نے اصغرؑ کو اُڑہائی چادر   سمتِ خیمہ کے چلے رن سے لئے لاش پسر
پہنچے جس وقت شہ تشنہ لباں ڈیوڑھی پر   شرم سے بانو کے جاتے تھے نہ گھر کے اندر ۶

در تک آ کے نہ داخل بہ حرم ہوتے تھے
لاش گودی میں لیئے در پہ کھڑے روتے تھے

لاشِ اصغرؑ رن سے لاتے ہیں حسینؑ   زخم بازو کا چھپاتے ہیں حسینؑ
پاؤں آہستہ اُٹھاتے ہیں حسینؑ   دل سے اپنے کہتے جاتے ہیں حسینؑ ۷

لاشِ اصغرؑ خیمہ میں جب جائیگی
شہر بانوؑ دیکھ کر مر جائیگی

دو قدم چلتے ہیں اور تھمتے ہیں شاہ   راس و چپ مڑ مڑ کے کرتے ہیں نگاہ
کہتے ہیں نزدیک ہے اب خیمہ گاہ   منتظر ہووےگی بانو در پہ آہ ۸

تیر حلقِ نازنیں کے پار ہے
خیمہ تک جانا بہت دشوار ہے

مرثیہ........مرزا فصیح

رن سے اصغرؑ گلا چھدا کے پھرے

رن سے اصغرؑ گلا چھدا کے پھرے نہ پیا پانی تیر کھا کے پھرے
جیتے آئے تھے جی گنوا کے پھرے سج شہیدوں کی سی بنا کے پھرے
چھوٹے سے سن میں کیا سعید ہوئے
باپ کی گود میں شہید ہوئے

جب لگا تیر جائے رقت تھی نہ کیا گریہ کیا شجاعت تھی
باپ سے کس قدر محبت تھی آخری وقت بھی یہ صورت تھی
نہ اِدھر دیکھا نہ اُدھر دیکھا
مُسکرا کر رُخِ پدر دیکھا

جیتے اصغرؑ تو کیا جواں ہوتے مردِ میدانِ امتحاں ہوتے
جب صفِ جنگ میں عیاں ہوتے شیر روبہ صفت نہاں ہوتے
حُرملہ نے عذابِ نار لیا
چھ مہینے کے سن میں مار لیا

شانِ اکبرؑ تھی شانِ پیغمبرؐ علی اصغرؑ تھا صورتِ حیدرؑ
وہ اگر لعل تھا تو یہ تھا گہر وہ اگر شمس تھا تو یہ تھا قمر
دونوں تصویریں کیا مٹا ڈالیں
دونوں قندیلیں کیا بجھا ڈالیں

حق بجانب ہے کیوں نہ روئے حسینؑ　　جس کے مرجائیں ایسے نورالعین
باپ کے دل کو آئے کیوں کر چین　　دونوں فرزند اُس کے تھے شمسین

آگ سینے میں مشتعل ہوگی
آہ برقِ قرارِ دل ہوگی

زخم تازہ امام کھائے ہوئے　　آتے تھے گھر کو سر جھکائے ہوئے
سینے سے لاش تھے لگائے ہوئے　　اپنے دامن سے تھے چھپائے ہوئے

دھوپ سے لاش کو بچاتے تھے
پیار میّت کو کرتے آتے تھے

کہتے تھے گھر میں اب چلو اصغرؑ　　منتظر ہوگی خیمے میں مادر
مِل لو اُس سے وہ دیکھ لے دم بھر　　پھر لے آئیں گے رن میں اے دلبر

رو رو اس خاک میں چھپائیں گے
ننھی سی قبر ایک بنائیں گے

دونو بہنیں بھی تکتی ہوں گی راہ　　ڈھونڈھتی ہوں گی پالنے میں گاہ
کبھی ڈیوڑھی پہ کرتی ہوں گی نگاہ　　روتی ہوویں گی کرتی ہوں گی آہ

چلو مل کر اُنھیں رُلا آؤ
اپنا مکھڑا ذرا دکھا آؤ

دونو پھوپھیاں بھی پیار کرتی ہیں　　جان تم پر نثار کرتی ہیں
دیر سے انتظار کرتی ہیں　　گریہ بے اختیار کرتی ہیں

دیکھ کر تم کو وہ بھی خوش ہوجائیں
بلکہ مارے خوشی کے غش ہوجائیں

دیکھ لیں تم کو عابدؑ بیمار کیوں کہ کرتے ہیں وہ نہایت پیار
ہیں مگر وہ بہت نحیف و نزار جان کھوئیں کہیں نہ نعرے مار
اُن کو مکھڑا فقط دکھا لینا
حلق کے زخم کو چھپا لینا
پہنچے جب در پہ گھر کے سبطِ نبیؐ دیکھا بہنیں کھڑی ہیں اصغرؑ کی
دیکھ کر شہ کو بولی بابا جی خیر سے جیتے آئے ہیں بھائی
ہم کو دیجے ، جو آئیں لے لیویں
صدقے ہوویں بلائیں لے لیویں
شاہ بولے بلاؤ بانوؑ کو سامنے جلد لاؤ بانوؑ کو
آئے اصغرؑ سُناؤ بانو کو سوتی ہو تو جگاؤ بانوؑ کو
اُس کا بچہ اُسی کو سونپوں گا
ہے امانت اُسی کو میں دوں گا
دوڑی کُبرٰا کمالِ دُکھ پائی کہا اے امّاں آئے ہیں بھائی
دوڑ کر بانو شہؑ کے پاس آئی دیکھ کر رُوئے شاہ گھبرائی
بولی فرماؤ کیا ہوا صاحب
جیتا اصغرؑ ہے یا مُوا صاحب
شاہ بولے کہ آئے ہیں اصغرؑ تھی امانت نہ لاتے ہم کیوں کر
اِن سے پر مل لو دیکھ لو دم بھر پھر حوالے کرو مرا دلبر
نہ رہیں گے یہ رن کو جائیں گے
اب تو آئے ہیں پھر نہ آئیں گے

اِن کو بھایا ہے قتل کا میداں دودھ بِن گھر میں ہوتے تھے حیراں
اب نہ ٹھہریں گے یاں کسی عنواں چین میدان کا سا گھر میں کہاں

جھولے میں بد مزہ یہ ہوئیں گے
چین سے اب لحد میں سوئیں گے

بانوؑ چلّائی کیا کہا سرورؑ ہوگیا ٹکڑے ٹکڑے میرا جگر
مر گیا کیا میرا علی اصغرؑ شہ نے دامن اُٹھا لیا رو کر

خوں میں معصوم تر نظر آیا
ہاتھ پر شہؑ کے سر نظر آیا

ماں نے منکا بھی پھر ڈھلا دیکھا بند آنکھیں دہن کُھلا دیکھا
خون رخساروں پر ملا دیکھا مُردہ اپنا وہ لاڈلا دیکھا

پاؤں سیدھے دھرے نظر آئے
کف دہن میں بھرے نظر آئے

خاک پر تب پچھاڑیں کھانے لگی کوکھ کو پکڑے بلبلانے لگی
نوچ کر بال خاک اڑانے لگی ایسی پیٹی کہ جان جانے لگی

کہتی تھی خاک میرے جینے پر
داغ ایسے سہوں جو سینے پر

خوب جب رو چکی اُٹھی بے چین کہا حضرت سے یا امام حسینؑ
لاؤ دو مجھ کو میرا نور العین لاش گودی میں لے کے یہ کیے بین

ماں نثار اس غریب صورت پر
جاں نثار اس غریب صورت پر

اِن کو بھایا ہے قتل کا میداں دودھ بِن گھر میں ہوتے تھے حیراں
اب نہ ٹھہریں گے یاں کسی عنواں چین میدان کا سا گھر میں کہاں
جھولے میں بد مزہ یہ ہوئیں گے
چین سے اب لحد میں سوئیں گے
بانوؑ چلاّئی کیا کہا سرورؑ ہوگیا ٹکڑے ٹکڑے میرا جگر
مر گیا کیا میرا علی اصغرؑ شہ نے دامن اُٹھا لیا رو کر
خوں میں معصوم تر نظر آیا
ہاتھ پر شہؑ کے سر نظر آیا
ماں نے منکا بھی پھر ڈھلا دیکھا بند آنکھیں دہن کھُلا دیکھا
خون رخساروں پر ملا دیکھا مُردہ اپنا وہ لاڈلا دیکھا
پاؤں سیدھے دھرے نظر آئے
کف دہن میں بھرے نظر آئے
خاک پر تب پچھاڑیں کھانے لگی کوکھ کو پکڑے بلبلانے لگی
نوچ کر بال خاک اڑانے لگی ایسی پیٹی کہ جان جانے لگی
کہتی تھی خاک میرے جینے پر
داغ ایسے سہوں جو سینے پر
خوب جب رو چکی اُٹھی بے چین کہا حضرت سے یا امام حسینؑ
لاؤ دو مجھ کو میرا نورالعین لاش گودی میں لے کے یہ کیے بین
ماں نثار اس غریب صورت پر
جاں نثار اس غریب صورت پر

رن سے تم جا کے تیر کھا آئے   یہ گلا نازنیں چھدا آئے
خون میں اپنے تم نہا آئے   ننھی سی جان کو گنوا آئے
کیا ہوئی سُرخی دونوں گالوں کی
کیا ہوئی بُو جھنڈولے بالوں کی
مُنھ پہ آنسو ہیں بہے کیوں جانی   روئے تھے رن میں مانگ کر پانی
بول اُٹھو میرے یوسفِ ثانی   میں نے ہیں آج منّتیں مانی
آنکھوں کو کھولو دودھ اُتر آئے
ابھی ماں کی مراد بر آئے
پر گلے کا تو زخم ہے کاری   اب تلک جس سے خون ہے جاری
کس طرح جی اٹھو گے میں واری   عمر بھر اب کروں گی میں زاری
کیا کروں میرا بس نہیں اصغرؑ
زیست کی اب ہوَس نہیں اصغرؑ
دھیان تھا مجھ کو تیرے پلنے کا   دھیان تھا دانت کے نکلنے کا
دھیان تھا تیرے پاؤں چلنے کا   آگیا وقت ہاتھ ملنے کا
نہ کُھلی تھی ابھی زباں تیری
نکلی ننھّے سے تن سے جاں تیری
رن میں کی تم نے جا کے کیا تقصیر   کس نے مارا تیرے گلے پر تیر
روک لیتے جو تیر کو شبیرؑ   کاہے کو مرتا میرا ماہِ مُنیر
شہ نے بازو دکھا دیا اُس کو
آپ رو کر رُلا دیا اُس کو

اور کہا بانو جب کہ تیر چلا میں نے بازو پہ اپنے روکا تھا
پھوٹ کر بازو حلق اُس کا چھدا میرا اس میں نہیں قصور ذرا
روئی بانو یہ کر کے اُس دم بَین
ہائے زخمی ہوئے امام حسینؑ

بانو بولی کہ یا امامِ ہُدا کیا ہوا تیر حلقِ اصغرؑ کا
شہ نے فرمایا میں نے پھینک دیا بانوؔ بولی کہ ساتھ لانا تھا
ہائے وہ تیر میں اگر پاتی
پار کرتی جگر سے مر جاتی

شہ نے فرمایا جو ہوا سو ہوا بانوؔ اتنا نہ رو ہوا سو ہوا
صبر دل سے نہ کھو ہوا سو ہوا اتنی مضطر نہ ہو ہوا سو ہوا
لاش دو اس ستم کے مارے کی
قبر کھودوں میں اپنے پیارے کی

دے کے لاشے کو بولی وہ مضطر قبر میں سونے کو چلے اصغرؑ
شاہ لے کر چلے جو لاشِ پسر دوڑیں اصغرؑ کی بہنیں ننگے سر
کہتی تھیں ہم کو لاش دو بابا
پیار ہم کر لیں بھائی کو بابا

شہ نے فرمایا وقت ہے اب تنگ اب نہ ٹھہریں گے ہم کہ ہوگی درنگ
گاڑ کر اس کو ہم کریں گے جنگ ہے ہمارا بھی خلد کا آہنگ
کیا کرو گی یہ تیر خوردہ ہے
علی اصغرؑ نہیں یہ مُردہ ہے

دونوں بہنوں کو تھا نہ صبر و قرار کچھ نہ سُنتی تھیں شاہ کی گفتار
مِنّتیں کرتی تھیں پکار پکار دوڑی آتی تھیں پیچھے زار و نزار
جاتے تھے شہ قدم اُٹھائے ہوئے
لاش کو سینے سے لگائے ہوئے

پہنچے میدان میں جو مالکِ صبر کھینچ کر تیغ کھودی ننھی قبر
روئے وہ قبر کھود کر جوں ابر پھر کیا اختیار شاہ نے جبر
کفن اُس بچے کو پہنانے لگے
ہاتھ اُس وقت تھرتھرانے لگے

چھوٹا سا اک عمامہ پھر باندھا اور کہا تجھ پہ ہو فدا بابا
قبر میں رکھ دیا وہ ماہِ لقا ننھی تربت بنا کے پھر یہ کہا
اے زمیں تجھ میں میرا جانی ہے
بے نشانوں کی یہ نشانی ہے

دیکھا بے تاب ہو کے سُوئے فلک پھر کہا اے خدائے جنّ و مَلک
ہیں رضا جُو ہوں تیرا آج تلک نہیں بے حکم میری ہلتی پلک
دل سے اُس کو بھلا دیا میں نے
چاند اپنا چھپا دیا میں نے

بہ خوشی اب میں سر کٹاتا ہوں گھر تیری راہ میں لُٹاتا ہوں
تیر سینے پہ اپنے کھاتا ہوں جد کی اُمت کو بخشواتا ہوں
تو خدائے عظیم ہے یارب
تو کریم و رحیم ہے یارب

بس فصیح اب مقامِ عرفاں ہے یاں ہو ساکت کہ رازِ پنہاں ہے
یہ جہاں مومنوں کو زنداں ہے عیشِ دائم رضائے سبحاں ہے
مر گئے جب تو قید سے چھوٹے
خلشِ عمر و زید سے چھوٹے

مرثیہ........میر ضمیر

نیزہ جو کھا کے سینے میں اکبرؑ ہوا تمام

۱
نیزہ جو کھا کے سینے میں اکبرؑ ہوا تمام یعنی شبیہ خاص پیمبرؐ ہوا تمام
شہ نے کہا اب مرا لشکر ہوا تمام اکبرؑ نہیں تمام ہوا گھر ہوا تمام
دل آرزوئے مرگ میں جینے سے سیر ہے
اب ہم کو سر کٹانے میں یاں کتنی دیر ہے

۲
عباسؑ کی جدائی سے گو ہے کمر میں خم پشت و پناہ ہے مری خاطر ترا کرم
اکبرؑ کے قتل سے ہوئے بیکس اگر چہ ہم تیری مدد کی ہے مجھے امید دم بدم
کیونکر رضا رضا کے سوا لب ہلاؤں میں
اکبرؑ تو جا چکے علی اصغرؑ کو لاؤں میں

۳
مقتل سے تھوڑی دور بڑھے جب بچشم تر اکبرؑ کی لاش دور سے آئی نہ پھر نظر
سوئے فرات کہنے لگے منھ کو پھیر کر عباسؑ آج سوتے ہو کیا فرشِ خاک پر
اصغرؑ کو لینے جاتا ہوں میں خیمہ گاہ میں
رکھیو ضرور لاشۂ اکبرؑ نگاہ میں

امام خیمے میں پہنچ کر حضرت علی اصغرؑ کو ہاتھوں پر اُٹھا لیتے ہیں شہر بانو روکتی ہیں کہ علی اصغرؑ کو فوج قاہرہ میں لیجانا مناسب نہیں۔ شائد کوئی شقی القلب انسان اسے بھی ہلاک

کر دے۔ امام جواب میں فرماتے ہیں۔

تاثیرِ بیان

آویگا اس پہ تیر تو ہوجاؤں گا سپر ہ تلوار گر چلے گی تو روکوں گا جسم پر
معصوم کو بچاؤں گا نیزہ چلا اگر اور موت ہی لکھی ہے تو مجبور ہے پدر

تو جانیو کہ راہِ خدا میں فدا کیا
اکبرؑ جوان مر گیا تو ہم نے کیا کیا

مرثیہ........خلیل

انصار و اعزہ لڑائی میں کام آچکے ہیں۔ حضرت علی اکبرؑ کے لاشۂ مبارک کو سپرد خاک کرنے کے بعد امام عالیجاہ خیمۂ حرم میں داخل ہو کر کیا دیکھتے ہیں کہ معصوم علی اصغر شدّت تشنگی سے گہوارے میں دم توڑ رہا ہے۔

دیکھا جو یہ احوال تو رونے لگے سرور ۱۰ جھولے سے لیا گود میں گھر سے ہوئے باہر
گھوڑے پہ چڑھے اور روانہ ہوئے مضطر اعدا سے مخاطب ہوئے یوں دشت میں آکر

کیوں بد گہر واس پہ جو یہ جور و جفا ہے
بتلاؤ تمھیں کیا مرے بچّے کی خطا ہے

دی بڑھ کے صدا حُرملہ نے یا شہِ خوشخو ۱۱ پانی کے عوض لیجئے پیکانِ سہ پہلو
بس گردنِ اصغرؑ پہ لگا تیرِ جفا جو جب حلق چھدا شاہ کا زخمی ہوا بازو

تڑپے نہ ذرا گود میں پیارے علی اصغرؑ
بابا کے گلے لگ کے سدھارے علی اصغرؑ

تشفی

شدت تشنگی سے حضرت علی اصغر جھولے میں بے ہوش پڑے ہیں:-

ممکن جو نہیں پانی کئی روز سے پیہم ۱ افسوس ہے دونوں لبِ لعلیں ہوئے نیلم
دیکھا جو دہن خشک تو با دیدۂ پُر نم لینے لگے بوسے شہِ مظلوم بصد غم

مشتاق بہت تھے سفر خلدِ بریں کے
بٹھلالیا آگے انھیں قربوس پہ زیں کے

روتے رہے در پر حرمِ شاہ زمانہ ۲ رہوار بڑھا کے وہ ہوئے رن کو روانہ
دل ماں کا ہوا تیرِ حوادث کا نشانہ سب سوئے فلک تھے نگراں مضطربانہ
تشویش یہی تھی کوئی تازہ نہ جفا ہو
اچھے نہیں سامان خدا جانے کہ کیا ہو

جب رونقِ میدان پُر آفت ہوئے آقا ۳ ٹھہرے صفِ اعدا کے مقابل تنِ تنہا
دیکھا کبھی گردوں کو کبھی جانبِ دریا کچھ پانی طلب کیجئے تھا دل میں ارادہ
گو کام نہیں ہے اُنھیں حیدر کے خلف سے
باقی کوئی حجّت نہ رہے اپنی طرف سے

آخر فوجِ اشقیا سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:-

سب دیلم و ترک ستم ایجاد ہوا سیراب ۴ بتلاؤ تو اس بچّے کی ہے کونسی تقصیر
پیاسا ہے کئی دن سے بہت حال ہے تغیر پانی کا طلبگار ہے تم سب سے یہ بے شیر
بس اس کو پلا دو نہ کوئی اور پیئے گا
گر آج بھی پانی نہ پیئے گا نہ جئے گا

موجود تھا واں حُرملہ ظالم و بے پیر ۵ مارا اسی بے رحم نے اس بچّے کو اک تیر
حلقوم پہ بیٹھا تو تڑپنے لگا بے شیر منہ کر کے سوئے چرغ یہ کہنے لگے شبیر
اے بارِ خدا اے مرے مالک مرے مولا
کیا کیا نہیں احسان ہیں مجھ پر ترے مولا

یہ کہہ کے دل پاک کو ہر چند سنبھالا ۶ صدمہ ہوا اس درجہ کیا نالے پہ نالا
اور تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا نزدیک یہ تھا سارا جہاں ہو تہ و بالا
تیور جو بدلنے لگے نازوں کے پلے کے
شبیرؑ نے ہاتھ اپنا رکھا نیچے گلے کے

ہر حال میں شفقت تھی بہت گرچہ پدر کی اُس زخم سے حالت متغیر تھی پدر کی
اس طرح سے جب پیاس بجھی تشنہ جگر کی ۷ ہو کر متبسّم رُخِ حضرت پہ نظر کی
بابا کی طرف دیکھتے ہی مر گئے اصغرؑ
رونے لگے شبیرؑ قضا کر گئے اصغرؑ

میر انیسؔ

امام عالیجاہ حضرت علی اصغرؑ کو لے کر میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوتے ہیں:۔

شہ نے کہا تقدیر سے مجبور ہے شبیرؑ کچھ مرضیٔ معبود میں چلتی نہیں تدبیر
اللہ کو کرو یاد نہ ہو مضطر و دلگیر ۱ جاتی رہے گی تشنگیٔ اصغرؑ بے شیر

اسی سلسلہ بیان میں کہتے ہیں:۔

سمجھا کے انھیں رن کو چلے سیّدِ مظلوم اور ہاتھوں پہ رکھے ہوئے وہ ننھا سا معصوم
لشکر کے قریں آکے کہا بادل مغموم ۲ یہ پیاس سے جو خشک ہے اس بچّے کا حلقوم
تم روح پیمبرؐ پہ یہ احسان کرو گے
سیراب جو بچہ مرا اس آن کرو گے

شہ کر رہے تھے آہ یہ رو کر ابھی تقریر جو تیر و کماں لے کے بڑھا حُرملہ بے پیر
ناگاہ لگا اصغرِؑ بے شیر کے اک تیر ۳ بچّے کا چھدا حلق بھی اور بازوئے شبیرؑ
صدمہ تھا عجب دل پہ شہِ عرش نشیں کے
جب سہم کے لپٹا وہ گلے سرورِ دیں کے

اس دم شہِ مظلوم نے دیکھا سوئے افلاک اور عرض کی خالق سے یہ با دیدۂ نمناک
وہ ظلم کیے مجھ پہ کلیجہ ہوا صد چاک ۴ دے داد کہ فریادی ہے ابنِ شہِ لولاک
مظلوم پہ سیّد پہ مسافر پہ جفا کی
معصوم کو مارا ہے دہائی ہے خدا کی

میر مونس

جب رہ گئے تنہا شہ دیں دشتِ ستم میں
تھمتے نہ تھے اشک آنکھوں سے فرزند کے غم میں
فرماتے تھے اپنا بھی سفر ہے کوئی دم میں
ہو آیئے اب آخری رخصت کو حرم میں ۱

اس کے بعد لکھتے ہیں:-

یہ کہہ کے پھرے رن سے شہنشاہ دو عالم
فرمانے لگے لاش پہ عباسؑ کے ماتم
روتے تھے جو لاش علی اکبرؑ پہ بصد غم
لب خشک تھے سوجے ہوئے تھے دیدۂ پرنم ۲
ہر چار طرف تکتے تھے حسرت کی نظر سے
ہر ایک قدم آہ نکلتی تھی جگر سے

بانوئے حزیں اتنے میں روتی ہوئی آئی
مُردے کی طرح ہاتھوں پہ اصغر کو بھی لائی
چلائی کہ اکبرؑ نے تو جان اپنی گنوائی
اٹھارہ برس کی مری لوٹی ہے کمائی ۳
کس سے کہوں جو داغ کلیجے پہ سہے ہیں
باقی ہیں اب اصغرؑ سو یہ دم توڑ رہے ہیں

یہ سنتے ہی مہر پدری کا ہوا اک جوش
رونے لگے دیکھا علیؑ اصغر کو جو بے ہوش
لے کے اُسے آغوش میں وہ شاہ کفن پوش
خیمے سے چلا سر کو جھکائے ہوئے خاموش ۴
اس وقت عجب حال سے وہ تشنہ جگر تھا
لختِ جگر آنکھوں میں تھے دامن میں پسر تھا

اس چاند کے ٹکڑے پہ اُڑھائے تھے جو دامن
فانوس میں اک شمع نظر آتی تھی روشن
جا پہنچے جو نزدیک جھکائے ہوئے گردن
ہنس ہنس کے تب آپس میں یہ کہنے لگے دشمن ۵
لو پانی طلب کرنے کو یاں آئے ہیں شبیرؑ
سوکھی سی کوئی مشک اٹھالائے ہیں شبیرؑ

لشکر کے پاس پہنچ کر حضرت نے رُخ اصغر کو بے نقاب کر دیا اور کہنے لگے۔

دو دن سے جو ہے پانی سے محروم یہی ہے
دیکھو چھ مہینے کا معصوم یہی ہے

۶
شمر ستم ایجاد نے کی بڑھ کے یہ تقریر — کیا سوچ کے اس بچّے کو یاں لائے ہیں شبیرؑ
پانی کی گدائی کی تو اچھی ہے یہ تدبیر — یہ کہہ کے پکارا وہ کہ ہاں جلد چلیں تیر
بسمل سے تڑپتے رہیں شبیرؑ میں دیکھوں
ہو جائے یہ بچہ ہدفِ تیر میں دیکھوں

۷
کچھ خوفِ خدا دل میں نہ لائے وہ جفا کار — بوچھار ہوئی تیروں کی اس بچّے پہ اکبار
جھک جھک کے بچانے لگے اس کو شہ ابرار — چلّائے یہ کیا کرتے ہو اے قومِ ستمگار
مجرم ہوں میں زخمی جو کرو مجھ کو بجا ہے
اے ظالمو بچہ مرا بے جرم و خطا ہے

۸
سنتا نہ تھا کوئی شہ مظلوم کی فریاد — بے جرم و خطا ہوتی تھی معصوم پہ بیداد
ہنستا ہوا نکلا بنِ کاہل ستم ایجاد — اور لیس ہوا قتل پہ بچّے کے وہ جلاد
چلّے سے کماں کے لب سوفار ملا کر
تا کا علی اصغرؑ کا گلا ہاتھ اُٹھا کر

تیر لگتے ہی۔

۹
بسمل کی طرح ہاتھوں پہ تڑپا علی اصغرؑ — دم رک گیا اور جسم لگا کانپنے تھر تھر
منھ کھول دیا ننّھا سا اشک آنکھوں میں بھر کر — بچّے کو لئے بیٹھ گئے خاک پہ سرور
کھینچا جوں ہی پیکانِ ستم اس کے گلو سے
تر ہو گیا کُرتا علی اصغرؑ کے لہو سے

منھ ملنے لگے بچّے کے منھ سے شہ ذیشان ۱۰ کہتے تھے یہ بابا تری مظلومی کے قربان
پچھتایا میں خیمے سے تمھیں لاکے میری جان تقصیر ہوئی باپ سے اے اصغرِ نادان
کیا قہر ہے دم توڑو تم اور زندہ ہو شبیرؑ
قسمت میں یہ تھا بانو سے شرمندہ ہو شبیرؑ

رو رو کے یہ کہتے تھے شہؑ بیکس و بے پر ۱۱ اتنے میں لگے ہچکیاں لینے علی اصغرؑ
کس پیار سے دیکھا رُخِ فرزندِ پیمبرؐ اور سرد ہوئے نرگسی آنکھوں کو پھرا کر
چلاّئے کہ پانی نہ دیا مر گئے اصغرؑ
لو ظالموں دنیا سے سفر کر گئے اصغرؑ

تاثیرِ بیان

اس وقت چلے لاش کو چھاتی سے لگا کر ۱۲ ہر گام پہ رو دیتے تھے گردن کو جھکا کر
بانو کو پکارے یہ درِ خیمہ پہ جا کر لیجاؤ نہیں آئے ہیں یہ پیاس بجھا کر
کملا گئے ہیں دھوپ میں دامن سے ہوا دو
صاحب انھیں گہوارے میں لیجا کے سلا دو

مرثیہ.........امینؔ

حضرت امام حسینؑ حضرت علیؑ اصغرؑ کو لشکرِ غنیم کے روبرو لے کر جاتے ہیں:-

بے چین و مضطرب تھے جو اہلِ حرم تمام ۱ واں پہنچا ماہِ فاطمہ نزدیک فوجِ شام
کملا گیا تھا دھوپ سے رُخسار لالہ فام روتے تھے دیکھ دیکھ کے صورت شہ انام
دلبر کو زیرِ سینۂ انور چھپائے تھے
دامن عبا کا چاند سے رُخ پر اُڑھائے تھے

ٹھہرے پہنچ کے متصلِ فوجِ اشقیا ۲ چاہا کہ پانی مانگیں پہ مانع ہوئی حیا
آپس میں ذکر کرنے لگے بانیٔ جفا کیا شے چھپا کے لائے ہیں سلطانِ کربلا

بولا کوئی کہ جنگ سے عاجز اب آئے ہیں
قرآن صلح کے کیلیۓ ہاتھوں پہ لائے ہیں

آپ فوج اشقیا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ یہ قرآن پاک نہیں ہے میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔

دم توڑتا ہے سوزِ عطش سے یہ نونہال ۳ بے رحمو جائے رحم ہے کچھ تو کرو خیال
یہ بے زباں ہے غنچہ صفت کیا کرے مقال اس کی طرف سے کرتا ہوں تم سب سے میں سوال

پانی اسے برائے خدا دو مجھے نہ دو
آ کر تم آپ اس کو پلا دو مجھے نہ دو

اس وقت شمر شقی القلب حُرملہ کی پیٹھ ٹھونک کر کہتا ہے۔ کہ ہاں دوست تیری تیر اندازی اور ثبوت وفاداری کا زرّیں موقع ہے۔

یہ سُن کے لیس قتل پہ وہ بے حیا ہوا ۴ چلّے میں جوڑا تیر کو دردا وا حسرتا
گوشے کماں کے کھینچ کے دونو دیئے ملا تا کا خطا شعار نے مظلوم کا گلا

پیکاں چھٹا تو گردنِ نازک ہدف ہوئی
دولت علیؑ کے لال کی بالکل تلف ہوئی

تیرِ ستم رُکا نہ کسی طرح راہ میں ۵ در آیا حلق چھید کے بازوئے شاہ میں
عالم سیاہ ہوگیا سارا نگاہ میں باقی تھی جان ایک رمق رشکِ ماہ میں

بولے نہ کچھ تڑپ کے جہاں سے گزر گئے
اصغرؑ اُگل کے منہ سے لہو ہائے مر گئے



تعشق

شدتِ تشنہ لبی سے حضرت علی اصغر جھولے میں بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ معصوم بچّے کی یہ حالت دیکھ کر۔

۱

بیتاب ہوا سینۂ سرور میں دلِ زار ہٹ ہٹ گئے ناموس بڑھے سیّد ابرار
جھولے کے قریب آئے شہنشاہ خوش اطوار دیکھا کہ ہیں اصغر بھی شہادت کے طلبگار
تکیے میں تر آیا ہے عرق متصل ایسا
گہوارے کو جنبش ہے تڑپتا ہے دل ایسا

۲

ہے خشک دہن غنچۂ پژمردہ کی تمثال ماتھے پہ عرق آنے سے جم جم گئے ہیں بال
یوں پاؤں رگڑتے ہیں کہ دل ہوتے ہیں پامال سوزِ جگر و دل سے ہے تغیر بہت حال
تن سرد ہے دریا جو پسینے کا بہا ہے
نبضوں میں تلاطم ہے کہ جی ڈوب رہا ہے

۳

جب پھول سے ہاتھوں کو پٹکتا ہے وہ مضطر اک چوٹ سی لگتی ہے دلِ سرورِ دیں پر
آنکھیں جو پھراتا ہے وہ برگشتۂ مقدر سینوں میں الٹ جاتے ہیں دل صورتِ ساغر
منھ خشک جو ہے غم سے جگر جلتے ہیں سب کے
یوں مٹھیاں باندھے ہیں کہ دل ملتے ہیں سب کے

حضرت امام حسین علیہ السّلام حضرت شہر بانو کی رضامندی سے حضرت علیؑ اصغر کو لشکرِ غنیم کے روبرو لیجاتے ہیں:-

روتی رہیں پردے کے ادھر بانوئے مضطر ۴ اصغر کو ادھر لے کے روانہ ہوئے سرور
لپٹا ہوا کُرتا ہے پسینے میں جو ہیں تر ہے جسم شلوکے سے عیاں مثل گل تر
کب غرق عرق لختِ دل سرور دیں ہے
آلودۂ شبنم گلِ فردوسِ بریں ہے

اندازِ بیان

ہے گود میں اس طرح سے شبیر کا پیارا ۵ آغوشِ مہِ نو میں جھلکتا ہے ستارا
اس شمع سے پُر نور بیابان ہے سارا حضرت کو ہوا کا نہیں منظور گزارا
اللہ رکھے خلق میں اس جلوہ گری کو
دامن میں چھپائے ہیں چراغِ سحری کو

پرہول جو باجوں کی صدا آتی ہے رن سے ۶ لپٹے ہوئے ہیں سینۂ سلطان زمن سے
آ کر جو ہوا گرم نکل جاتی ہے سن سے معلوم یہ ہوتا ہے چلی روح بدن سے
جلتی ہوئی ریگ آنکھوں میں پڑتی ہے جو آ کے
منہ ملتے ہیں سینہ سے امامِ دوسرا کے

معصوم کو حیرت ہے کہ یہ سانحہ کیا ہے ۷ وہ گھر ہے نہ بہنوں کی نہ مادر کی صدا ہے
گھوڑوں کے سموں کی ہے صدا حشر بپا ہے شور دہل و طبل سے رن گونج رہا ہے
ہے تند ہوا گرد میں پوشیدہ فلک ہے
سناٹے ہیں تیروں کے کمانوں کی کڑک ہے

دریا کے نگہبان صدا دیتے ہیں ہر بار ۸ ہاں بھائیو ہر گھاٹ کو روکے رہو ہشیار
مینہ تیروں کا برسے اگر آئے کوئی اس پار پیاسا کوئی اس سمت سے گزرے نہ خبردار
قطرہ اُسے پانی کا نہ دو تشنہ لبی میں
بچہ بھی جو ہو آلِ رسولِ عربی میں

باتیں یہ اُدھر تھیں کہ پکارے شہِ ناشاد ۹ اے قومِ جفا کار و لعین و ستم ایجاد
موجود ہوں میں مجھ پہ جو منظور ہے بیداد لڑکوں پہ کرو رحم کہ ہو صاحبِ اولاد
مجرم مجھے سمجھے ہیں جو سب درپئے کیں ہیں
اچھا مرے بچّے تو گنہگار نہیں ہیں

چوپائے تک اس نہر سے پی جاتے ہیں پانی ۱۰ بجھتی ہے پرندوں کی یہاں تشنہ دہانی
معصوموں پہ بھی رحم مگر کیا نہیں آتا
بچہ یہ تڑپتا ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

اسی سلسلہ بیان میں کہتے ہیں:-

تڑپا کیے ہیں رات کو بچے میرے سارے ۱۱ سویا نہیں تا صبح کوئی پیاس کے مارے
یہ لال ہے اولادِ پیمبرؐ کی تمہارے تم گود میں لے جاؤ اسے نہر کنارے
اپنے لئے مجھ کو طلبِ جام نہیں ہے
میں دور کھڑا ہوں مجھے کچھ کام نہیں ہے

وہ پیاس ہے اس کی کہ نہیں کہنے کے قابل ۱۲ سوزش سے پھڑکتا ہے یہ دل صورتِ بسمل
سینے پہ ذرا ہاتھ کا رکھنا بھی ہے مشکل چھاتی سے لگاتا ہوں تو جلتا ہے مرا دل
دیکھی نہیں حالت یہ کسی تشنہ دہن کی
تم تک تو پہنچتی نہیں آنچ اس کے بدن کی

پانی کی کمی کچھ نہیں موجود ہے دریا ۱۳ لیجاتے ہیں بچوں کے لئے طائرِ صحرا
لٹتا ہے پڑا آب تمہیں کچھ نہیں پروا سب کھیت ہیں سیراب یہ معصوم ہے پیاسا
رتبہ نہیں کچھ نخل و گل و برگ و ثمر کا
ٹکڑا ہے یہ محبوبِ الٰہی کے جگر کا

اللہ رے صبر دل شاہنشہِ دلگیر　یوں منھ پہ دھرا ہاتھ تہ گردنِ بے شیر
اک ہاتھ سے بس کھینچ لیا شاہ نے وہ تیر　قبلہ کی طرف پھرتے ہی حالت ہوئی تغییر ۱۴
دو مرتبہ کانپا بدن اور مر گئے اصغرؑ
تکبیر کہی شہ نے قضا کر گئے اصغرؑ

ہدیہ درویش

بس ہاتھوں پہ میّت کو اٹھا کر شہِ والا　یوں کرنے لگے عرض کہ اللہ تعالیٰ
تو راحم و غفار ہے تو بخشنے والا　اک اور یہ حاضر ہے مری گود کا پالا ۱۵
رحمت سے تیری داغ جگر پھول ہو مالک
درویش کا ہدیہ ہے یہ مقبول ہو مالک

آخر علی اصغرؑ جو گئے باغِ جہاں سے　لازم ہے کہ اُف تک میں نکالوں نہ زباں سے
مالک مجھے کیا کام کسی تشنہ دہاں سے　سمجھوں تو ذرا میں انھیں لایا تھا کہاں سے ۱۶
معبود ہے تو عبد یہ ناچیز حزیں ہے
مملوک کو دعویٰ کوئی مالک سے نہیں ہے

اس وقت امام نے حضرت علی اصغر کو مدفون کرنے کے لئے چھوٹی سی قبر تیار کی۔ پھر لاشے سے مخاطب ہو کر کہنے لگے۔

کچھ بھی نہ رہے دہر میں اے اصغرِ ناداں　کل آئے سوئے خلد چلے آج میری جاں
جیسے ہو کسی غیر کے گھر میں کوئی مہماں　تھے یہ چھ مہینے مگر اک خوابِ پریشاں ۱۷
چلنے بھی نہ پائے کہ قضا کر گئے بیٹا
جی بھر کے نہ دیکھا تھا کہ تم مر گئے بیٹا

جب حسرت وحرماں کی یہ باتیں ہوئیں آخر ۱۸ طوق اصغرِ ناداں کے بڑھا کر شہِ صابر
منھ چوم کے بولے میرے ننھے سے مسافر تربت ہو مبارک لے خدا حافظ و ناصر

مٹی میں ملایا وہ ستارہ شہ دیں نے
فرزند کو تربت میں اُتارا شہِ دیں نے

تھا چاند کے ٹکڑے سے جو پیارا رُخِ فرزند ۱۹ دیکھا کئے تا دیر جھکے شاہِ خرد مند
پیوند زمیں اپنے جگر کا کیا پیوند دنیا ہوئی آنکھوں میں سیہ قبر جو کی بند

اشکوں سے رُخِ پاک دھویا کئے حضرت
منھ قبر پہ رکھے ہوئے رویا کئے حضرت

